آثار الاجداد

از

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

"اِعْرِفُوْا اَنْسَابَکُمْ" (حدیث)

مآثِرُ الاُجداد

تالیف

منظورُ الحق صدّیقی ایم اے
اُستاذِ ریاضیات
کیڈٹ کالج، حسن ابدال (مغربی پاکستان)

المکتبۃ السّلفیۃ ○ شیش محل روڈ لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات ۲۳

ناشر : ــــــــــــــ شفاء اللہ صدیقی
کاتب : ــــــــــــــ مولوی عبد الغفور کیلانی
اہتمام : ــــــــــــــ حافظ عبد الرحمٰن ناظم المکتبۃ السلفیۃ
مطبع : ــــــــــــــ اشرف پریس لاہور
بار : ــــــــــــــ اوّل
تعداد : ــــــــــــــ ۵۰۰
قیمت : ــــــــــــــ Rs 30-.00
سن اشاعت : ــــــــ سنہ ۱۳۸۳ھ ــــــــ سنہ ۱۹۶۴ء

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

Marfat.com

مآثر الاجداد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْاؕ

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ

خَبِیْرٌ ○ (الحجرات)

"اے آدمیو، ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے، اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار"

○

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ

"اپنے نسب سیکھو کہ تم تقاضائے رشتہ داری سے عہدہ برا ہو سکو"

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۲)

○

اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَعْلَمُ قُرَیْشٍ بِاَنْسَابِهَا

"صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خاندانی انساب کے بہت بڑے عالم تھے"

(انساب سمعانی ج ۱ ص ۳)

○

Marfat.com

ترتیب

(خطوط وحدانی سے باہر اعداد سے مراد صفحات ہیں)

باب ۱ ابوبکرؓ سے قاضی قوام الدینؒ تک ۱ — ۱۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ ۱، حضرت عبدالرحمنؓ ۳، حضرت عبداللہ ۰۶

حجاز، یمن اور سیستان میں ۶، قاضی قوام کا سلسلۂ اجداد ۷، قاضی قوام الدینؒ ۸

سکونت رہتک شادی اور اولاد ۹، خلافت نظامی ۱۰، زمانۂ ورود ۱۰

باب ۲ سلسلۂ افتخاریہ ۱۲ — ۳۱

منصب دار ۱۲، مولانا افتخ الدینؒ ۱۲، قاضی عمادالدین کی سکونت مہم ۱۲

سلسلۂ افتخاریہ سے قاضی، مفتی اور محتسب حضرات کا شجرہ ۱۳

(ل) سلسلۂ قضات ۱۴ — ۲۱

قاضی عمادالدین ۱۴، قاضی ہدایت اللہ ۱۴، قاضی محمد ۱۴

قاضی مبارزالدین ۱۵، قاضی محمد اسحاق ۱۵، قاضی عبدالمجید ۱۵

قاضی عبدالرحیم ۱۵، قاضی احمد ۱۵، قاضی محمد حبیو ۱۵

قاضی اشرف ۱۶، قاضی عبدالرشید ۱۶، قاضی عبدالاولیٰ ۱۶

قاضی محمد سعید ۱۷، قاضی حامد ۱۷، قاضی محمد مکرم ۱۸

قاضی علی اکبر ۱۸، قاضی محمدی ۱۹، قاضی غلام حسن ۱۹

برطانوی عہد میں عہدۂ قضا ۲۰، قضات بہادرگڑھ ۲۱

(ب) سلسلۂ مفتیان ۲۲ — ۲۷

قاضی عمادالدین ۲۲، قاضی ہدایت اللہ ۲۲، مفتی قادن ۲۲

مفتی فضل اللہ ۲۲، مفتی محمد حاکم ۲۲، مفتی عبدالمجید ۲۲

مفتی محمد ۲۳، مفتی نظام الدین ۲۳، مفتی امان اللہ ۲۴

Marfat.com

مفتی حبیب اللہ ۲۴ ، مفتی عزیز اللہ ۲۵ ، مفتی محمد جعفر ۲۵

مفتی عبدالرزاق ۲۵ ، مفتی عبدالرحمٰن ۲۶ ، مفتی محمد عثمان ۲۶

مفتی حبیب اللہ ثانی ۲۶ ، مفتی غلام اتقیا ۲۶ ، مفتیانِ رہتک اور جھجر ۲۷

(ج) سلسلہ محتسبان ۲۷ — ۳۰

شیخ عبداللہ ۲۷ ، شیخ محمد فاضل ۲۸ ، شیخ محمد رستم ۲۹

شیخ نصیرالدین ۲۹ ، شیخ شرف الدین ۲۹ ، شیخ عظیم الدین ۳۰

(د) دیگر مناصب ۳۰ — ۳۲

حکیم عزیز الحق ۳۰ ، حکیم ولی اللہ ۳۱

باب ۳ علماء و مشائخ سلسلہ افتخاریہ ۳۲ — ۸۰

مفتی عزیز اللہؒ ۳۲ ، شاہ رزق اللہؒ ۳۷ ، شاہ نصر اللہؒ ۳۸

شاہ نجم اللہؒ ۵۰ ، شاہ سلام اللہؒ ۵۱ ، شاہ بدر الدینؒ ۵۳

شاہ غلام جیلانیؒ ۶۰ ، مولوی امام الدینؒ ۷۴ ، مولانا حافظ الدینؒ ۷۹

باب ۴ سلسلہ کبیریہ ۸۱ — ۸۵

کرسی نامہ عمائدین سلسلہ کبیریہ ۸۲ ، خطیب و متولی ۸۳

میر عدل و حاکم شرع ۸۴

باب ۵ مشائخ و علماء سلسلہ کبیریہ ۸۶ — ۱۲۶

شاہ کمال اللہؒ ۸۶ ، شاہ لطف اللہؒ ۸۷ ، شاہ عبدالحکیمؒ ۸۸

شاہ عبدالعظیمؒ ۹۳ ، شاہ محمد رمضانؒ ۹۴ ، شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۱۱۸

شاہ عبدالغنیؒ ۱۲۳ ، مولوی عبدالشکورؒ ۱۲۵ ،

باب ۶ بعض اکابرین ۱۲۷ — ۱۷۴

مولوی نظام الدین ۱۲۷ ، خان بہادر مولوی محمد حسین عارف ۱۳۰

خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی ۱۴۴ ، پیرزادہ ابراہیم حنیف ۱۵۳

باب ۷ سلسلہ افتخاریہ سے جو حضرات پاکستان آئے ۱۷۵ — ۳۱۴

کرسی نامہ شاخہائے سلسلہ افتخاریہ ۱۷۶ — ۱۷۸

پاکستان آنے والے کنبوں کے سرپرستوں کی فہرست ۱۷۹ - ۱۸۰

Marfat.com

(۱) فصیح الدین ۱۸۱ (۲) ریاض الدین ۱۸۱ (۳) ظل الرحمٰن ۱۸۳
(۴) فیاض الرحمٰن ۱۸۵ (۵) لطیف الرحمٰن ۱۸۵ (۶) باقر علی ۱۸۵
(۷) حسام الدین ۱۸۷ (۸) عطاء الرحمٰن ۱۸۷ (۹) سعید الرحمٰن ۱۸۹
(۱۰) مجید الرحمٰن ۱۸۹ (۱۱) وحید الدین ۱۹۰ (۱۲) ضیاء الدین ۱۹۰
(۱۳) مظفر احمد ۱۹۰ (۱۴) حبیب الرحمن ۱۹۱ (۱۵) بشیر الرحمٰن ۱۹۲
(۱۶) مطیع الرحمٰن ۱۹۶ (۱۷) امین الرحمٰن ۱۹۷ (۱۸) معین الدین ۱۹۸
(۱۹) ریاض الدین ۱۹۹ (۲۰) علاؤ الدین ۱۹۹ (۲۱) راغب اللہ ۲۰۱
(۲۲) طالب اللہ ۲۰۲ (۲۳) منظور الحق ۲۰۳ (۲۴) شفاء اللہ ۲۱۱
(۲۵) ضمیر الدین ۲۱۲ (۲۶) محمود الرحمن ۲۱۵ (۲۷) امیر حسن ۲۱۷
(۲۸) محمد حسن ۲۱۸ (۲۹) صدیق الحسن ۲۱۸ (۳۰) نثار الحق ۲۱۹
(۳۱) اسرار الحق ۲۱۹ (۳۲) نور الحق ۲۲۷ (۳۳) محمود الحق ۲۲۷
(۳۴) رمضان الحق ۲۳۰ (۳۵) فرقان الحق ۲۳۱ (۳۶) عمران الحق ۲۳۱
(۳۷) ضیاء الحق ۲۳۲ (۳۸) احتیاج الحق ۲۳۳ (۳۹) اندراج الحق ۲۳۳
(۴۰) اعتماد الحق ۲۳۵ (۴۰) امداد الحق ۲۳۶ (۴۱) اقتدار الحق ۲۳۸
(۴۲) انظار الحق ۲۳۹ (۴۳) شیخ الاسلام ۲۴۰ (۴۴) ابو عبداللہ ۲۴۲
(۴۵) زبیر اللہ ۲۴۲ (۴۶) فرحت اللہ ۲۴۳ (۴۷) انعام اللہ ۲۴۴
(۴۸) امین اللہ ۲۴۴ (۴۹) محمود اللہ ۲۴۴ (۵۰) محمد فاروق ۲۴۵
(۵۱) عبدالرؤف ۲۴۸ (۵۲) منظور احمد ۲۴۹ (۵۳) احمد حسین ۲۴۹
(۵۴) یوسف علی ۲۵۰ (۵۵) محمد محسن ۲۵۰ (۵۶) محمد متحسن ۲۵۲
(۵۷) ظفر الحسن ۲۵۲ (۵۸) محمد اسحاق ۲۵۲ (۵۹) ضمیر الدین ۲۵۴
(۶۰) کبیر الدین ۲۵۸ (۶۱) دبیر الدین ۲۵۹ (۶۲) نصیر الدین ۲۶۱
(۶۳) ہمایوں فر ۲۶۲ (۶۴) اثیر الدین ۲۶۲ (۶۵) عبیر الدین ۲۶۲
(۶۶) حبیب احمد ۲۶۳ (۶۷) فیض الحسن ۲۶۳ (۶۸) غلام ربانی ۲۶۶
(۶۹) منیب الدین ۲۶۷ (۷۰) مستفیض الدین ۲۶۸ (۷۱) مقصود علی ۲۶۸
(۷۲) قیام الدین ۲۶۹ (۷۳) سرور سعید ۲۷۰ (۷۴) شمس الاسلام ۲۷۱

Marfat.com

(۷۵) کفیل احمد ۲۷۲ (۷۶) خلیل الدین ۲۷۴ (۷۷) عزیزالدین ۲۷۹

(۷۸) قیام الدین ۲۸۰ (۷۹) نہال الدین ۲۸۰ (۸۰) سعیدالدین ۲۸۰

(۸۱) امتیازالدین ۲۸۰ (۸۲) محبوب عالم ۲۸۱ (۸۳) معین الدین ۲۸۲

(۸۴) مسرورالدین ۲۸۳ (۸۵) عثمان الدین ۲۸۴ (۸۶) صدیق الدین ۲۸۶

(۸۷) قطب الدین ۲۸۶ (۸۸) محمد صابر ۲۸۷ (۸۹) سمیع الدین ۲۸۸

(۹۰) ولی الدین ۲۸۸ (۹۱) ریاست علی ۲۸۸ (۹۲) اعجاز علی ۲۸۸

(۹۳) ظہیرالدین ۲۸۸ (۹۴) حکیم الدین ۲۹۰ (۹۵) انعام الدین ۲۹۰

(۹۶) احتشام الدین ۲۹۵ (۹۷) محمد اسلم ۲۹۶ (۹۸) محمد آصف ۲۹۶

(۹۹) سلطان احمد ۲۹۷ (۱۰۰) اقبال احمد ۲۹۷ (۱۰۱) بدرالدین ۲۹۸

(۱۰۲) اعجاز الدین ۲۹۸ (۱۰۳) اعزازالدین ۲۹۸ (۱۰۴) حلیم الدین ۲۹۸

(۱۰۵) عقیل الدین ۳۰۰ (۱۰۶) حسین الدین ۳۰۱ (۱۰۷) نجم الدین ۳۰۲

(۱۰۸) شفیق الدین ۳۰۲ (۱۰۹) خلیق الدین ۳۰۳ (۱۱۰) وثیق الدین ۳۰۳

(۱۱۱) ارشادالدین ۳۰۴ (۱۱۲) حمیدالدین ۳۰۴ (۱۱۳) عبدالقدوس ۳۰۵

(۱۱۴) محب الدین ۳۰۵ (۱۱۵) یامین الدین ۳۰۶ (۱۱۶) بشیرالدین ۳۰۶

(۱۱۷) طبیب الدین ۳۰۶ (۱۱۸) محمد مسلم ۳۰۹ (۱۱۹) اسلم علی ۳۰۹

(۱۲۰) ابراہیم علی ۳۰۹ (۱۲۱) شفاعت علی ۳۱۰ (۱۲۲) افضل علی ۳۱۰

(۱۲۳) مستجاب علی ۳۱۱ (۱۲۴) ایوب علی ۳۱۱ (۱۲۵) حشمت علی ۳۱۱

(۱۲۶) جمشید علی ۳۱۲ (۱۲۷) کفایت علی ۳۱۲ (۱۲۸) کاظم علی ۳۱۳

(۱۲۹) سجاد علی ۳۱۳ (۱۳۰) حیات علی ۳۱۴

باب سلسلۂ کبیریہ سے جو حضرات پاکستان آئے۔ ۳۱۵ — ۳۵۱

شاخہائے سلسلۂ کبیریہ کا شجرہ ۳۱۶

۱۹۴۷ء میں سلسلۂ کبیریہ کے کنبوں کے سرپرست ۳۱۷

(۱۳۱) محمد غازی ۳۱۸ (۱۳۲) عبدالسلام ۳۲۱ (۱۳۳) بوعلی ۳۲۲

(۱۳۴) محمد حسن ۳۲۲ (۱۳۵) غلام مصطفےٰ ۳۲۳ (۱۳۶) غلام مرتضےٰ ۳۲۳

(۱۳۷) نجم الدین ۳۲۴ (۱۳۸) غلام کبریا ۳۲۴ (۱۳۹) غلام اتقیا ۳۲۴

Marfat.com

(۱۴۰) عبدالمغنی ۳۲۴ (۱۴۱) محمد اشفاق ۳۲۵ (۱۴۲) ضمیرالدین ۳۲۵

(۱۴۳) امیرالدین ۳۲۶ (۱۴۴) عبدالمعید ۳۲۶ (۱۴۵) عبدالرشید ۳۲۶

(۱۴۶) عبدالحفیظ ۳۲۶ (۱۴۷) ابوسعید ۳۲۶ (۱۴۸) قوام الدین ۳۲۷

(۱۴۹) احسان الدین ۳۲۷ (۱۵۰) خلیل احمد ۳۳۲ (۱۵۱) لئیق الدین ۳۳۳

(۱۵۲) مصباح الدین ۳۳۳ (۱۵۳) مفتاح الدین ۳۳۴ (۱۵۴) حبیب احمد ۳۳۵

(۱۵۵) عتیق احمد ۳۳۵ (۱۵۶) عبدالسلام ۳۳۵ (۱۵۷) اکمل الدین ۳۳۵

(۱۵۸) فضل حق ۳۳۵ (۱۵۹) محمد طٰہٰ ۳۳۷ (۱۶۰) مختار احمد ۳۳۸

(۱۶۱) عبدالرزاق ۳۳۸ (۱۶۲) عبدالرحیم ۳۳۸ (۱۶۳) ضمیرالدین ۳۳۰

(۱۶۴) اکرام الدین ۳۳۸ (۱۶۵) الطاف حسین ۳۳۹ (۱۶۶) اکرام الدین ۳۳۹

(۱۶۷) امین الدین ۳۴۰ (۱۶۸) سلام الرحمٰن ۳۴۰ (۱۶۹) قدرت اللہ ۳۴۰

(۱۷۰) فخرالدین ۳۴۰ (۱۷۱) سرداراحمد ۳۴۲ (۱۷۲) آفاق احمد ۳۴۲

(۱۷۳) عرفان احمد ۳۴۲ (۱۷۴) احسان احمد ۳۴۳ (۱۷۵) شفیق احمد ۳۴۳

(۱۷۶) نذیراحمد ۳۴۳ (۱۷۷) شبیراحمد ۳۴۳ (۱۷۸) سید احمد ۳۴۴

(۱۷۹) صدیق احمد ۳۴۴ (۱۸۰) امیراحمد ۳۴۴ (۱۸۱) محمد یونس ۳۴۵

(۱۸۲) سلطان احمد ۳۴۷ (۱۸۳) بشیراحمد ۳۵۱

باب ۹ اولادِ مشیخت مآب شیخ محمد امجد رہتکی۔ ۳۵۲ — ۳۶۳

ایک منقطع سلسلہ ۳۵۲ ، سلسلہ امجدیہ کے کنبوں کے سرپرست ۳۵۶

(۱۸۴) محمد انعام ۳۵۷ (۱۸۵) محمد اکرام ۳۶۰ (۱۸۶) منظور علی ۳۶۰

(۱۸۷) فیروز الدین ۳۶۰ (۱۸۸) پیر علی ۳۶۱ (۱۸۹) احمد علی ۳۶۱

(۱۹۰) ولایت علی ۳۶۱ (۱۹۱) اسد علی ۳۶۲ (۱۹۲) حفیظ الدین ۳۶۲

(۱۹۳) ناصر الدین ۳۶۲ (۱۹۴) فلاح الدین ۳۶۳ (۱۹۵) محمد فاروق ۳۶۳

باب ۱۰ رہتک اور جھجر تاریخ کی روشنی میں ۳۶۴ — ۳۷۶

رہتک ۳۶۴ ، جھجر ۳۶۶ ، ایسٹ انڈیا کمپنی کا دورِ تسلط ۳۶۷

نظام مالیہ ۳۷۱ ، نظام عدل ۳۷۳ ، بیگار ۳۷۴

تشکیل ضلع ۳۷۵

Marfat.com

۱۵) کنز الآثار کی چھپی تحریریں ۵۰۷

۱۶) مؤلف کے سلسلۂ نسب کی پندرہ پشتوں کے دستخط اور مُہریں ۶۳۷

۱۷) خاندان کے ناموں کے بارے میں ۶۴۵

ماخذ ۶۴۸

اشاریہ ۶۵۵

قطعات تاریخ طبع کتاب ہذا ۷۰۴

عکسِ ترانۂ پاکستان : جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنے قلم سے لکھ کر برخوردار احمد رضا کو دیا ۷۰۵

Marfat.com

۷۸۶

دیباچہ

ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کہن رکھتا ہوں میں
اہلِ محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں
یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ہوں اس دورِ نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو میں
(اقبال)

ہمارے ماضی کی تاریخ سیاسی تاریخ تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ عوام کی تہذیبی اور معاشرتی حالت کے بارے میں عام کتبِ تواریخ کے صفحات خاموش ہیں۔ اب حریتِ فکر نے دورِ شاہی کی جگہ لے لی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ماضی کی تاریخ کو از سرِ نو مرتب کیا جائے جس میں صرف حکمرانوں کے حالات ہی نہ ہوں بلکہ پورے معاشرہ کا بیان ہو۔ ماضی کے عوام کے حالات کا بیشتر حصّہ تو ہمیشہ کے لئے بھلایا جا چکا ہے۔ قدرے قلیل جو باقی ہے وہ اس قدر منتشر ہے کہ اسے یکجا کر کے تاریخ کی لڑی میں پرونا کسی بھی تاریخ نویس کے بس کی بات نہیں۔ اس کی اب ایک صورت ہے کہ علاقائی اور قبائلی تاریخیں لکھی جائیں اور ان کی بنیاد پر پورے ملک کی عمرانی تاریخ ترتیب دی جائے۔

اب تک کئی قبیلوں اور خاندانوں کے تذکرے شائع ہو چکے ہیں لیکن یہ مشاہیر اور سربرآوردہ حضرات کے حالات تک محدود ہیں۔ ان کے مؤلفین نے اپنے لاکھوں عوام کو اتنا حقیر جانا کہ ایک صفحہ پر بھی ان کا تذکرہ گوارا نہیں کیا۔ ان تذکروں میں معاشرتی اور معاشی حالات لکھے ہیں نہ طبقۂ اناث کا بیان ہے۔

مآثر الاجداد میں تقریباً دو ہزار افراد کا نام آیا ہے ان میں ایک ہزار دو سو باون افراد ہمارے خاندان سے ہیں۔ افرادِ خاندان میں بمشکل سو ہوں گے جن کا شمار مشاہیر یا علاقائی مشاہیر میں کیا جا سکتا ہے۔ باقی سب ایسے افراد ہیں کہ ان جیسے اَن گنت انسانوں کو دنیا فراموش کرتی چلی آئی ہے۔

Marfat.com

مشرقی عورت اور وہ بھی اپنے خاندان کی خواتین کا بیان تاریخ سوانح نگاری میں ایک نئی بات ہے، مگر پورے معاشرہ کے بیان میں خواتین کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زیرِ مطالعہ کتاب میں کئی مقامات پر خواتین کا ذکر آیا ہے اور ایک پورا باب ان کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ باب میری اہلیہ نے لکھا ہے۔ ماضی کا تحفظ انسانی ترقی کے لئے ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ اسے ذہن نشین کرانے کے لئے میں کسی دلیل کا سہارا نہ لوں گا۔ اس وقت انسانیت کے پاس جو کچھ ہے اس کے لئے ہم ماضی کے رہینِ منت ہیں۔ ماضی کے بغیر حال واستقبال بے معنی الفاظ ہیں۔ اس کتاب میں خاندان کے ماضی کو محض اس لئے محفوظ کیا گیا ہے کہ ہمارا مستقبل روشن ہو۔ اس لئے نہیں کہ ہم اپنے حال واستقبال سے کنارہ کش ہو کر صرف ماضی کی باتوں میں تسکین پائیں۔ میرے نزدیک وہ لوگ زندہ لاشیں ہیں جن کا ہر قدم ترقی کی طرف نہیں بڑھتا بقولِ حکیمِ مشرق ؎

اگر امروزِ تو مانندِ دوش است
بخاکِ تو شرارِ زندگی نیست

مجھے اپنے خاندان کے مرحومین سے کہیں زیادہ زندہ عزیز واقارب سے عملی دلچسپی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے ابتدائی ایک سو چوہتر صفحات میں راقم الحروف نے ڈیڑھ ہزار سال کے آنجہانی بزرگوں کا ذکر کیا ہے تو اگلے ایک سو نواسی صفحات میں زندہ افراد کا۔ یہ وہ زندہ افراد ہیں جنہوں نے اپنے سات سو سالہ وطن سے ہجرت کر کے اپنی سعی وجہد سے حاصل کئے ہوئے پاکستان کو اپنا مسکن بنایا۔ ان کی آئندہ نسلیں یہ جاننے کی کوشش کریں گی کہ پاکستان میں ان کے جدِّ امجد کون تھے اور انہوں نے قیام و استحکامِ پاکستان کے لئے کیا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اُن ابواب کو باقی کتاب پر اہمیت دیتا ہوں جن میں زندہ افراد اور ان کے کاموں کا بیان ہے۔

۱۹۵۷ء میں راقم الحروف نے اپنے خاندان کے کنبوں کے سربراہوں کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجا تھا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ اپنے اور اپنے متعلقین کے حالات قلم بند کر کے اشاعت کے لئے بھیج دیں۔ مجھے احساس ہے کہ اپنے بارے میں قلم اٹھانا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ہمارا خاندانی مزاج یہ ہے کہ شہرت سے حذر ایک نیکی ہے۔ جن حضرات نے اپنے حالات لکھ کر نہیں بھیجے ممکن ہے کہ اس کتاب میں ایک یا دو فقرے ان کے بیان میں لکھے ہوئے ملیں۔ اور ان سے کم اہمیت والے حضرات کے حالات پورے ایک صفحہ میں لکھے گئے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اندراجات بھی غلط ہوں۔ اس کے مداوا کی صرف ایک صورت ہے کہ آپ کبیدہ خاطر ہونے کی بجائے مجھے بیان کی لغزشوں سے آگاہ کریں اور

Marfat.com

ساتھ ہی اپنے حالات بھی لکھ بھیجیں۔ میں آپ کی تحریر کو کتاب کے معیار پر ڈھال کر ایک ضمیمہ کی شکل میں طبع کرادوں گا۔ اور کتاب کے خریداروں کے نام مفت بھیجدوں گا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب کبھی اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئی تو نقش ثانی آپ کی منشاء کے مطابق ہوگا۔

موجودہ صورت میں جو کچھ بھی لکھا گیا وہ بہرکیف نہ ہونے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس کتاب میں آپ کے حالات کا بیان تسلی بخش نہیں تو اتنا غنیمت جانئے کہ آپ کے آباؤ اجداد سے متعلق ایسی مستند باتیں محفوظ کردی گئی ہیں جن کا شاید آپ کو بھی علم نہ ہو۔ میں اسے فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جن اشخاص کو آئندہ نسلیں فراموش کر بیٹھتیں اس کتاب نے انہیں زندۂ جاوید کردیا۔

کیا وجہ ہے کہ تاریخ کا مطالعہ ہمیں ماضی پرست بنا کر حال سے بیزار اور مستقبل سے مایوس کردیتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی بھی اس خیال کے تھے کہ ؎

سلف کا تذکرہ جو ہمت و غیرت کا تھا افسوں
ہمارے واسطے سرمایۂ خواب پریشاں ہے
یہ افسانے بڑھاتے ہیں ہماری نیند کی شدت
یہ افسوں اپنے حق میں اور بدہوشی کا ساماں ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کتب تاریخ میں معاشرے کو اس کی پوری خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ پیش نہیں کرتے۔ ہمارے بزرگ بھی اسی گوشت پوست کے بنے ہوئے تھے جس کے ہم ہیں۔ بنیادی طور پر فطرتِ انسانی اب بھی وہی ہے جو اب سے ہزار دو ہزار سال پہلے تھی۔ آج کے انسان کی طرح ہمارے بزرگوں میں محاسن اور انسانی کمزوریاں ساتھ ساتھ تھیں۔ خامیوں پر پردہ ڈالنے اور قلم کے زور سے محاسن کو اجاگر کرنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اپنا ماضی دلکش ہی دلکش نظر آتا ہے اور جب اس کا مقابلہ اپنے حال سے کرتے ہیں تو احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تاریخ کی جو کتاب ہمارا قدم ترقی کی طرف نہیں اٹھاتی اسے افیونی ادب کے ملبہ میں ڈال دینا چاہیئے۔ مآثر الاجداد کے صفحات میں اگر آپ کسی بزرگ کی خامی کا بیان پائیں اور ہمارے معاشرہ کی خوبیوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ خامیوں پر تبصرہ دیکھیں تو اسے مؤلف کی نیت پر محمول کرنے کی بجائے اصول سوانح نگاری پر رکھیں۔

ایک ہی خاندان کے مرحومین اور زندہ افراد کا یکجا تذکرہ اور پورے معاشرے کا بیان تاریخ نویسی میں ایک نیا تجربہ ہے۔ ایک عام تاریخ نویس کھل کر بات کر سکتا ہے۔ رشتہ داروں کے بیان میں قلم کو محتاط ہونا پڑتا ہے۔ اس مجبوری کے ہوتے ہوئے میں نہیں کہہ سکتا کہ سوانح نگار کی حیثیت سے میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں

میں نے اپنے قدیم عرب آبا کے تتبع میں ناموں کے ساتھ کوئی لفظ تعظیم نہیں لکھا۔ ان زندہ بزرگوں کے نام کے ساتھ بھی لفظ "صاحب" نہیں لکھا۔ جن کے سامنے میں نیچی نظریں کر کے مؤدب بیٹھتا ہوں۔ حفظ مراتب کا مجھے غیر معمولی پاس ہے یہاں تک کہ میں نے کبھی اپنے کسی شاگرد یا زوجہ کو بھی تو یا تم نہیں کہا۔ کیونکہ مجھے اقربا کا دلی احترام ہے۔ اس لئے کہیں کہیں غیر شعوری طور پر میرے قلم نے بعض ناموں کے ساتھ صاحب لکھ دیا۔ جس کتاب کے مختلف اجزا سات سال کی طویل مدت میں لکھے گئے ہوں وہاں ایسی شتر گربگی اور بیان میں ناہمواریت ناگزیر ہے۔

اس کتاب میں آپ ناموں کے ساتھ خطوط وحدانی میں کوئی عدد لکھا ہوا پائیں گے۔ باب ۷ میں (۱) سے (۱۳۰) تک نمبروں کا بیان ہے۔ باب ۸ میں (۱۳۱) سے (۱۸۳) تک اور باب ۹ میں (۱۸۴) سے (۱۹۵) نمبر تک کا۔ اگر آپ کسی شخص کے حالات معلوم کرنا چاہیں تو اس کا نام کتاب کے آخر میں اشاریہ میں دیکھیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ایک بزرگ مثلاً احسن علی کا نام اشاریہ میں موجود نہ پائیں ایسی صورت میں محمد احسن بھی دیکھ لیں۔

گذشتہ سات سال میں میرا معمول رہا ہے کہ تعطیل کے روز سولہ گھنٹے روزانہ اور دوسرے دنوں میں رات کو ایک بجے تک اس کتاب کی تالیف میں مشغول رہا۔ اس اثناء میں دوسرے علمی و تالیفی مشاغل کے لئے بھی وقت نہ نکال سکا۔ مجھے معلوم ہے کہ میری دوسری تصانیف کے مقابلہ میں مآثر الاجداد کے قارئین کا حلقہ بظاہر بہت ہی محدود ہوگا مگر مجھے یقین ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔

اس کتاب کی تیاری کے لئے مواد مہیا کرنے پر پانی کی طرح جو پیسہ بہایا اس سے قطع نظر صرف اشاعت پر چار ہزار سے زائد روپیہ صرف ہوا۔ اشاعت کے جملہ اخراجات برادر عزیز شفاء اللہ نے برداشت کئے۔ کتاب کی تیاری میں سینکڑوں اقربا نے تعاون کیا۔ مسودہ پر نظر ثانی کرنا اور پروف کا پڑھنا میری طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ کام محترمی (قاضی) امین الرحمٰن صاحب اور میری اہلیہ نے کیا اور اپنے قیمتی مشوروں سے اس تالیف کو بہتر بنانے میں بہت مدد کی۔

منظور الحق صدیقی
۱۱ اپریل سنہ ۱۹۶۴
۲۷ ذیقعد سنہ ۱۳۸۳ھ

کیڈٹ کالج
حسن ابدال
مغربی پاکستان

Marfat.com

باب ۱

ابوبکرؓ سے قاضی قوام الدینؒ تک

حضرت ابوبکر صدیقؓ

خاندان حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش کے قبیلۂ تیم سے تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: ابوبکرؓ بن ابوقحافہ عثمانؓ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم (قبیلۂ تیم کے مورثِ اعلیٰ) بن مُرّہ، مُرّہ پر آپ کا نسب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

والدین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد کا نام عثمان اور کنیّت ابوقحافہ تھی۔ حضرت ابوقحافہ عثمانؓ کے کسی لڑکے کا نام قحافہ نہ تھا۔ ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر تراسی سال تھی۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ انہیں خدمتِ نبویؐ میں لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں بڑھاپے میں کیوں تکلیف دی میں خود آجاتا۔ تمہارے مجھ پر اتنے احسان ہیں کہ تمہارے والد کو تکلیف دینا گوارا نہیں کر سکتا[1]۔ پھر ابوقحافہ کو سامنے بٹھا کر سینہ پر دستِ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام لے آئیے۔ انہوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں محرم ۱۴ھ (۱۰ مارچ ۶۳۵ء) کو ستانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے صدیق اکبرؓ اور اسماء بنت ابوبکرؓ نے روایت کی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت میں حضرت ابوقحافہؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اور ان کی تین پشتیں اصحاب پیغمبرِ خدا ہوئیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ ماجدہ ام الخیر سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب تھیں۔ یہ کعب ابوقحافہؓ

۱۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۳۶

Marfat.com

کے بھی پڑدادا تھے۔ حضرت ام الخیر رضؓ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ آپ کے بطن سے کئی بچے ہوئے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے علاوہ سب بچپن میں فوت ہو گئے۔

نام

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابوبکر۔ آپ کے کسی لڑکے کا نام بکر نہ تھا۔ بارگاہِ نبوی سے آپ کو صدیق کا خطاب ملا۔ عتیق اور صاحب الغار القاب تھے۔

ولادت اور وفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال دو ماہ بعد یعنی ۵۷۳ء میں مکہ معظمہ میں تولد ہوئے اور بحساب قمری تریسٹھ سال عمر پاکر ۱۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو بروز منگل غروبِ آفتاب کے بعد عشا سے پہلے مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ قمری اعتبار سے نیا دن غروب آفتاب اور عیسوی اعتبار سے بارہ بجے رات سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس وقت عیسوی تاریخ ۲۲ اگست ۶۳۴ء تھی اور پیر کا دن تھا۔ مرقد مبارک روضۂ نبوی میں ہے۔

حلیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا قد متناسب، رنگ گورا چٹا، چھریرا بدن، آنکھیں قدرے اندر کو دھنسی ہوئیں، چہرے پر گوشت کم تھا، رگیں ابھری ہوئی اور رخسارہ ذرا اندر کو پچکے ہوئے تھے۔ انگلیوں کی جڑوں پر بال نہ تھے۔ ہجرت کے وقت ریش مبارک کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔ اور دورِ خلافت میں کمر میں قدرے خم آگیا تھا۔ چلتے وقت آنکھیں نیچی رہتیں۔ بات کم کرتے۔ کبھی تہبند اور کبھی پاجامہ استعمال فرماتے۔

ازواج واولاد

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے چار شادیاں کیں۔ دو اسلام سے پہلے اور دو بعد میں۔ ایک وقت میں آپ کی دو سے زیادہ ازواج نہ تھیں۔ پہلی شادی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے ہوئی جو قریش کی شاخ بنی عامر سے تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ اور ذات النطاقین حضرت اسماءؓ تولد ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن ابوبکرؓ کے اکلوتے فرزند اسماعیل لاولد فوت ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی دوسری شادی ام رومانؓ کنانیہ[۱] سے ہوئی۔ شروع اسلام سے اپنی وفات تک صرف یہی خاتون حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت میں رہیں۔ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضؓ انہیں مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے تھے۔ چند ماہ بعد مدینہ منورہ بلا لیا۔ ماہ ذوالحجہ ۶ھ (۶۲۸ء) میں ان کی رحلت ہوئی۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دفن ہوئیں۔

---

[۱] نواب شروانی، سیرت الصدیق ص ۱۶ [۲] استیعاب ابن البر ص ۷۷۰، "بفتح الراء وضمها۔ ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دھمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔"

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس خوشدامن کی لحد میں اترے اور فرمایا :

اللّٰھم لم یخف علیک ما	الٰہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان
لقیت ام رومان فیک و فی	نے تیرے لئے ۔تیرے رسول کے لئے
رسولک (استیعاب : ص ۷۰۰)	تکلیفیں برداشت کی ہیں ۔

ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ تولد ہوئے ۔حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کی نسل سے زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ تھے جن کی اولاد کا تذکرہ اس کتاب کا موضوع ہے ۔

حضرت ام رومانؓ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تیسری شادی اسمأؓ بنت عمیس سے ہوئی ۔ یہ اسمأؓ پہلے حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ کی زوجہ تھیں ۔ حضرت جعفرؓ جنگ موتہ کے موقع پر ۸ھ میں شہید ہوئے ۔ان کی شہادت کے بعد اسمأ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نکاح میں آئیں اور محمد (المولد ۲۵ ذیقعد ۱۰ھ) پیدا ہوئے ۔محمد ابھی ڈھائی سال کے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا ۔ اور اسماء کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوگیا ۔ محمد کی پرورش اور تربیت حضرت علیؓ نے کی ۔محمد بن ابوبکرؓ سے اولاد چلی ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چوتھی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ انصاری تھیں ۔جن کے بطن سے صرف ایک دختر ام کلثوم تولد ہوئیں ۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی اس شرح و بسط سے کتب تاریخ و سوانح میں ہیں کہ ان کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی (کتاب المعارف) جنگِ بدر میں کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے (استیعاب) چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ جنگِ بدر میں ایک دفعہ آپ میری زد میں آگئے تھے مگر میں درگزر کر گیا ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تو میری زد میں آجاتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔[۱] فتح مکہ سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع پر یا اس سے بھی پہلے قریش کے چند نوجوانوں کو لے کر مکہ معظمہ سے نکل پڑے اور رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول

---

[۱] سیوطی : تاریخ الخلفاء ص ۳۲

کیا اور مدینہ منورہ چلے آئے۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں انہوں نے اسلام کی مخالفت کی ہو۔ غزوہ بدر میں کفار قریش کی طرف سے ان کی شرکت چنداں تعجب خیز نہیں رہتی۔ جب ہم اس لڑائی میں آنحضرتؐ کے چچا عباسؓ، داماد ابوالعاص اور حضرت علیؓ کے بھائی عقیل کو کفار قریش کی طرف سے لڑ کر گرفتار ہوتے ہوئے پاتے ہیں۔

اسلام لانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے کاروبار اور ذاتی کاموں کو زیادہ تر حضرت عبدالرحمٰنؓ ہی سرانجام دیتے اور نہایت اطاعت شعاری سے والد بزرگوار کی خدمت کرتے۔ واقعہ حدیبیہ کے بعد عہد نبوت میں جس قدر معرکے پیش آئے حضرت عبدالرحمٰنؓ ان میں جانبازی اور پامردی سے سرگرم کارزار رہے۔ آپ فطرتاً نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ خصوصاً تیراندازی میں کمال رکھتے تھے۔ خلافت صدیقی میں سب سے سخت معرکہ یمامہ میں مسیلمہ کے خلاف ہوا۔ اس مدعی نبوت کا سب سے مشہور سردار محکم بن طفیل مسلمانوں کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ عین اس موقع پر آپ کے کمال تیراندازی نے میدان جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ آپ کا ایک تیر محکم کے سینہ میں پیوست ہو گیا جس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ پیش قدمی کر کے اس باغ (حدیقہ الموت) کی چاردیواری میں داخل ہو گئے جہاں مسیلمہ اپنی باقی فوج لئے پڑا تھا۔ اس جنگ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کے تیروں سے مرتدین کے سات بڑے بڑے سردار ہلاک ہوئے۔ بڑھاپے میں بھی جنگ جمل میں آپ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمرکاب تھے۔[1]

شجاعت اور کمال تیراندازی کے علاوہ آپ کے ذاتی اوصاف میں یہ صفت نہایت درخشاں ہے کہ آپ کی پوری زندگی میں جس کسی کا بھی آپ سے واسطہ پڑا اس نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہ پایا۔[2]

ابن حجر مکی نے زبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن زندہ دل اور صالح انسان تھے

ابن ابی الدنیا، زیاد بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کا بیٹا ایوب مر گیا تو میں سلیمان کے پاس گیا اور کہا یا امیر المومنین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ چاہے کہ میرا نام قیامت تک باقی رہے اسے چاہیئے کہ مصائب پر صبر کرے۔[3]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مروان بن حکم مدینہ منورہ کا والی تھا۔ امیر معاویہؓ

---

[1] کتاب المعارف، ص ۱۰۴ [2] تہذیب التہذیب، ذکر عبدالرحمٰن

[3] حافظ اسلم جیراجپوری، تاریخ الامت جلد ۲

کے ایما پر اس نے اہلِ مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور یزید کی جانشینی کے لئے بیعت لینا چاہی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کی سخت مخالفت کی اور ناراض ہو کر فرمایا۔ "یہ سنت قیصر و کسریٰ ہے"۔ نیز فرمایا "کیا تم خلافت کو موروثی بادشاہت بنانا چاہتے ہو"۔ امیر المومنین معاویہؓ کو حضرت عبدالرحمٰن کی مخالفت کا علم ہوا۔ وہ حسن سلوک کے قائل تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھجوا دیئے۔ آپ نے غایت بے نیازی کے ساتھ یہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "واللہ میں دین کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کر سکتا"۔ حضرت امیر معاویہؓ خود مدینہ منورہ تشریف لائے مگر آپ نے پھر بھی یزید کے لئے بیعت نہ کی۔ امیر معاویہ نے یزید سے کہا: "عبدالرحمٰن بڑا آدمی ہے اس سے ڈرتے رہنا"۔[1]

اس واقعہ کے بعد آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں شہر سے بارہ میل دور حبشی نامی پہاڑی مقام پر ایک مکان میں اقامت اختیار کر لی۔ وہیں انتقال ہوا۔ آپ کو مکہ معظمہ میں لا کر دفن کیا۔[2] آپ کا سنِ وفات ۵۳ھ، ۵۴ھ یا ۵۵ھ بتایا جاتا ہے۔ ابن سعد، ابو نعیم، اور ابن قتیبہ ۵۳ھ بتاتے ہیں۔ یحییٰ بن بکیر نے ۵۴ھ بتایا ہے۔ امام بخاری، ابن حبان اور ابن حجر ۵۸ھ (۶۷۵ء) کے حق میں ہیں۔ ان کی تائید ابو زرعہ الدمشقی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ آپ کا انتقال حضرت امیر معاویہ کی مدینہ منورہ سے واپسی پر ہوا جہاں وہ یزید کے لئے بیعت لینے گئے تھے۔ اور آپ کے انتقال کے تھوڑے عرصہ بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت عائشہؓ کا سنِ وفات ۵۹ھ ہے۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سے حدیث بیان کی ہے اور آپ سے آپ کے فرزند عبداللہ، دختر حفصہ، قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمرو بن اوس الثقفی، ابو عثمان النہدی، موسیٰ بن وردان، عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ، عبداللہ بن ابی ملیکہ وغیرہ نے حدیث بیان کی ہے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن کی اولاد میں سے ایک فرزند عبداللہ تھے جن کی اولاد کی ایک شاخ کا بیان اس کتاب کا موضوع ہے۔

---

[1] استیعاب: جلد ۲ ص ۴۰۵ — [2] تاریخ ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۳۶

[3] تہذیب التہذیب: ذکر عبدالرحمٰن

[4] تہذیب التہذیب: ذکر عبدالرحمٰن۔

Marfat.com

عبداللہ بن حضرت عبدالرحمٰنؓ

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کے فرزند حضرت عبداللہ ثقہ تابعی تھے۔ آپ نے اپنے والدؓ اور ام سلمہؓ سے حدیث روایت کی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی وفات ۷۰ھ کے بعد ہوئی[1] مشہور عرب خاتون عائشہ بنت طلحہ التیمی آپ کی زوجہ تھیں۔ ان عائشہ کی والدہ ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کی اولادیں سے ابابکرؓ، طلحہؓ، عمران، عبدالرحمان، اسمٰعیل اور عتبہ اور ایک لڑکی نقیبہ زوجہ امیرالمومنین الولید بن امیرالمومنین عبدالملک تھے۔ ان اسمٰعیل بن عبداللہ کی نسل سے زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ جخبیری ثم رہتکی تھے جن کی اولاد کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا رہا ہے۔

حجاز، یمن اور سیستان میں

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کا سلسلہ اجداد یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ
۳۔ عبداللہ تابعیؒ	۴۔ اسمٰعیلؒ
۵۔ ابراہیمؒ	۶۔ ابوبکرؒ (ثانی)
۷۔ محمودؒ	۸۔ احمدؒ
۹۔ حسام الدینؒ	۱۰۔ شمس الدین مدنی ثم یمنیؒ
۱۱۔ امام الدینؒ	۱۲۔ کمال الدین یمنی ثم سیستانیؒ
۱۳۔ معین الدینؒ	۱۴۔ علاؤ الدینؒ
۱۵۔ فخر الدین الملقب بہ محی الدینؒ	۱۶۔ نظام الدینؒ۔
۱۷۔ قاضی حسام الدینؒ (ثانی)	۱۸۔ زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ۔

حضرت ہادیٔ ہریانہ شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ نے اپنی تصنیف بلبل باغ نبی میں اپنا کرسی نامہ نظم کیا ہے (ضمیمہ ۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نویں پشت سے شمس الدین نے یمن کی سکونت اختیار کی۔

حضرت ہادیٔ ہریانہ سے پہلے سرتاج الزہاد حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (ضمیمہ ۲) نے اپنی تالیف

---

[1] تقریب التہذیب

Marfat.com

اسلو الاشجار (۱۸۰۵ء) میں اور الحاج قاری مفتی حبیب اللہؒ (ضمیمہ ۲) نے اپنی تالیف اورادِ حبیبیہ (۱۸۶۵ء) میں زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کے سلسلۂ اجداد میں سے عبداللہ، احمد اور شمس الدین کو حاکمانِ یمن لکھا ہے۔ تمام ماخذ متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گیارھویں پشت سے شیخ کمال الدینؒ نے سیستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی اولاد سیستان میں رہتی رہی آپ کی پانچویں پشت سے حسام الدین ثانی جُھنجَھیر (ج ھ ن ج ھ ی ر) کے قاضی مقرر ہوئے۔

قدیم سیستان کا ⅗ حصہ اب افغانستان میں اور ⅖ حصہ ایران میں ہے۔ ان دونوں حصوں میں اب جھنجھیر نامی کسی شہر یا قصبہ کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں۔ ممکن ہے کوئی غیر معروف گاؤں ہو یا یہ قدیم شہر سیستان کی سیاسی ہل چل کے زمانہ میں مسمار ہو گیا ہو۔ ہندوستان کے قصبہ نرہٹر میں ایک بزرگ سید مسعود واسطی جھنجھیری کا مزار ہے۔ میر محبوب علی نے اپنی تالیف کتاب الانساب قلمی میں لکھا ہے کہ سید مسعود واسطی کو ماہ صفر ۶۰۲ھ میں مقبرہ حضرت حاجب شکر بار واقع قصبہ نرہٹر کی زمین میں دفن کیا گیا (ص ۱۱۰) وہ لکھتے ہیں "شیخ عبد الغفار صدیقی وجد شیوخ رہتک وجد شیوخ نرہٹر و شیوخ دہرسو و شیوخ گڑھ مکتیسر از نواح غزنی و سیستان آمدہ بودند۔ از احفاد و امجاد حضرت عبد الرحمان ابن ابی بکر الصدیق ابن ابی قحافہ عثمان التیمی رضی اللہ عنہم اند و معرفت و مصاہرت ایشان با قوم سید مسعود واسطی جھنجھیری و سید ابو القاسم واسطی پیش از ورود و ہندوستان در ولایت آمدہ است"۔ (ص ۲۲) میر محبوب علی نے جھنجھیر کو نواح غزنی و سیستان، میں بتایا ہے۔ ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید (باب ۵) نے گردِ سیستان لکھا ہے۔ (ضمیمہ ۱)

لہ آب کوثر (ص ۲۹۳) سیر العارفین (ص ۱۰۳) اذکار الابرار (ص ۵۶)، تاریخ فرشتہ (جلد ۲ ص ۴۰۸) اور دیگر تذکروں میں شیخ کمال الدین محمد یمنی کو حضرت زکریا بہاء الحق ملتانی کا استادِ حدیث بتایا ہے۔ حضرت ملتانیؒ (۱۱۸۲ء تا ۱۲۶۲ء) مدینہ منورہ میں پانچ برس تک آپ کی خدمت میں رہے اور سند حدیث لی۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ شیخ کمال الدین محمد یمنی عرب کے محدثین کبار میں سے تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں پچپن برس تک درس حدیث دیا۔ ہمارے بعض ماخذ مثلاً میر محبوب علی (کتاب الانساب قلمی) قلمی یادداشت پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۶) حاشیہ شجرہ الیاس (۲، ۷ ب) اور حاشیہ شجرہ الماس (ص) محدث شیخ کمال الدین محمد یمنی اور اپنے سلسلۂ اجداد کے شیخ کمال الدین یمنی ثم سیستانی کو ایک ہی شخصیت قرار دیتے ہیں۔ روضۃ الرضوان (ص ۱۲) میں لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین یمن کی حکومت ترک کر کے مدت دراز مدینہ منورہ میں رہنے کے بعد عازم سیستان ہوئے۔

Marfat.com

حضرت شاہ غلام جیلانی رحؒ (ضمیمہ ۲) نے اسناد الاشجار میں جخبیر کو "درحوالی سیستان" لکھا ہے۔ غالباً ان تینوں نے اپنے اپنے عہد کے سیستان کے نقشہ کو پیش نظر رکھا ہوگا۔ پیرزادہ محمد حسین (باب ۷) نے جخبیر کو سیستان میں بتایا ہے۔ یہ مقام اس جخبیر سے مختلف ہے جس کا ذکر البیرونی نے کتاب الہند (ص ۱۰۱) اور رشید الدین نے جامع التواریخ (برگ ۶۶۱ ب) پر کیا ہے اور جسے سنام سے لاہور کے راستہ پر بتایا ہے۔

قاضی قوام الدین قدس سرہٗ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سترھویں پشت سے زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین قدس سرہٗ العزیز ہندوستان میں خاندان کے جدِ اول تھے۔ آپ پہلے جخبیر کے قاضی تھے۔ وہاں سے سیر و سیاحت کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے تین بھتیجے محمد موسیٰ، محمد اسمٰعیل اور محمد اسحاق تھے۔ شیخ محمد موسیٰ آپ کے برادرِ کلاں شیخ عمران الحق کے فرزند تھے اور شیخ محمد اسمٰعیل اور شیخ محمد اسحاق آپ کے برادر اصغر کے فرزند تھے۔ دہلی میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور آپ کو رہتک کی اور شیخ محمد موسیٰ کو گڑھ مکتیسر کی خدمتِ قضا کی پیشکش ہوئی۔

اولاد بندگی موسیٰ

گڑھ مکتیسر ہندوستان میں اتر پردیش (یوپی) کے ضلع میرٹھ کا ایک قصبہ ہے شیخ محمد موسیٰ جو بعد میں بندگی شیخ موسیٰ کے نام سے معروف ہوئے گڑھ مکتیسر تشریف لے گئے جہاں آپ کی اولاد پھلی پھولی اور اب بھی پاکستان اور بھارت میں موجود ہے۔ حضرت بندگی شیخ موسےٰ کی اولاد نے اتر پردیش (یوپی) میں اشاعت و تبلیغِ اسلام کے لئے کم و بیش وہی کام کیا جو احفادِ قاضی قوام الدین نے ہریانہ و میوات میں کیا۔ بندگی شیخ موسیٰ کی اولاد ان کے چچا قاضی قوام الدینؒ کی اولاد کے مقابلہ میں مختصر تھی۔ صدیقیانِ گڑھ مکتیسر اس قصبہ سے باہر نزدیکی قصبات اور اضلاع میں جاکر آباد ہوتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۴۶ء میں اولاد بندگی شیخ موسےٰ سے کوئی فرد گڑھ مکتیسر میں نہ تھا۔ حضرت بندگی شیخ موسیٰ کی نسل سے اکبری عہد کے مشہور بزرگ شاہ اللہ بخش گنج بخش شطاری متوفی ۱۰۰۲ھ (۹۴-۱۵۹۳ء) ابن قاضی خوندن بن قاضی جمال الدین بن قاضی کبیر بن بندگی شیخ موسیٰ کا ملین وقت میں سے تھے۔ آپ کی تالیف مونس الذاکرین کو مولوی عبدالقیوم سب جج بیلی ابن غلام محی الدین بن خدا بخش از اولاد بندگی شیخ موسیٰ نے ۱۳۰۸ھ میں شائع کرایا۔

۱؎ اورادِ حبیبیہ، اسناد الاشجار، اور کرسی نامہ شیخ ثناء اللہ صدیقی ہلمی (ضمیمہ ۲، ۳، ۴ ملاحظہ ہوں)

Marfat.com

اس کتاب میں شیخ بندگی موسٰی کی اولادِ نرینہ کا شجرۂ نسب بھی شائع کرایا۔ بعد میں اس شجرہ کی عہد بعہد تکمیل ہوتی رہی جن میں سے بعض کی ہمارے پاس نقول ہیں اور بعض مرتبین کی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔

سکونتِ رہتک

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ دہلی سے اپنے بھتیجوں شیخ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور شیخ محمد اسحاق شہید کو لے کر عازم رہتک ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ یہ دونوں بھتیجے بعد میں ایک تبلیغی دورے پر تھے کہ موضع مدینہ میں کفار نے انہیں شہید کر دیا۔ موضع مدینہ رہتک سے دس میل کے فاصلہ پہ رہتک سے جھم جانے والی سڑک پر واقع ہے شہیدین کا مزار اسی موضع میں سڑک کے کنارے ہے۔ دونوں کی شہادت عالمِ تجرد میں ہوئی (دیباچہ سلسلۃ الانساب)

صاحب روضۃ الرضوان لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ قوام الدینؒ رہتک میں قاضی القضات مقرر کر کے بھیجے گئے تھے۔ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین (اباب ۶) نے اپنے ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ کے حاشیہ میں اپنا نوٹ دیا ہے (ص ۲۵) کہ شیخ قوام الدین رہتک کے قاضی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

رہتک میں آپ نے قاضی سلطان محمد سرخ ذوالقرنی قریشی کے ساتھ مل کر ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ اور اس میں سکونت اختیار کی۔ اسی قلعہ میں آپ کی اولاد کا ایک حصہ ۱۹۴۷ء تک آباد رہا یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار مبارک قلعہ رہتک کے جنوب مغربی گوشہ میں برج کے نیچے بنا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے اس قلعہ کی فصیل کا ایک حصہ منہدم کرا دیا اور یہ برج بھی نہ رہا۔ مگر آپ کا مزار محفوظ رہا جس کی وقتاً فوقتاً مرمت ہوتی رہی۔ مرقد مبارک کے گرد غیر مسقف چار دیواری ہے جس کا دروازہ قلعہ کے باہر سڑک پر کھلتا ہے۔ اس چار دیواری میں آپ کی زوجہ بی بی عین البدر اور غالباً آپ کے فرزند اکبر مولانا افتخار الدینؒ بھی دفن ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس مزار پر اب کسی ہندو نے قبضہ کیا ہوا ہے اور قبریں ہموار کر دی ہیں۔

رہتک میں زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین قدس سرہ العزیز کی شادی بی بی عین البدر دختر قاضی سلطان محمد سرخ ذوالقرنیؒ قریشی سے ہوئی۔ جن کے بطن سے دو[1] فرزند مولانا افتخار الدینؒ اور مولانا کبیر الدینؒ تولد ہوئے۔ قاضی سرخ کا خاندان بھی قلعہ رہتک میں ۱۹۴۷ء تک آباد رہا

---

[1] شیخ محمد احمد عرف امداد الحق (۱۰۴۰ھ) نے دیباچہ معیار الانساب میں قاضی قوام الدینؒ کے پانچ فرزند افتخار الدین، کبیر الدین، رشید الدین، عبدالوحید اور سلیمان بتائے ہیں۔ مگر اس نسب نامہ کی تقسیم ابواب و فصول [illegible] متن (دیباچہ ثانی صفحہ ۱۱)

Marfat.com

اعقاب زیادہ تر ملتان میں آباد ہے۔

خلافت نظامی

حضرت قاضی قوام الدینؒ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ تھے (روضۃ الرضوان ص ۱۳) اس بیان کی تائید قانونِ سلوک (ص ۱۱) شجرۂ الیاس اور شجرۂ الماس سے ہوتی ہے جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء کی مکمل فہرست کبھی شائع نہیں ہوئی۔ حیاتِ نظامی مؤلفہ خواجہ رکن الدین نظامی (مطبوعہ دہلی بار سوم) میں سلطان المشائخ کے ساٹھ خلفا کے نام درج کئے ہیں اور اس فہرست کو نامکمل بتایا ہے۔ ستاون نمبر پر کسی قاضی قوام الدین قدوئی کا نام ہے۔ ہمیں قدوئی کی وجہ تسمیہ کا علم نہیں۔

زمانہ ورُود

خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف (باب ۲) اپنے ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ میں (حاشیہ ص ۲۵) لکھتے ہیں:

"مترجم کے جدِّ اعلےٰ قاضی قوام الدین صدیقی مع اپنے بھتیجے شیخ موسیٰ شہر خُجَنیر واقع سیستان سے اسی بادشاہ (محمد تغلق) کے آغاز سلطنت میں ہندوستان آئے تھے اور رہتک کے قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے بھتیجے شیخ موسیٰ کو گڑھ مکتیسر (ضلع میرٹھ) کی قضادی گئی تھی۔ اور ان کے بیٹے کو مہم کی"

واضح رہے کہ یہ بیان مترجم کا ہے ابن بطوطہ کا نہیں۔ روضۃ الرضوان میں زمانہ ورود عہد تغلق بتایا ہے (ص ۱۳) ایک اور سلسلۂ روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاضی قوام الدینؒ

نے شیخ موصوف کے تتبع میں قاضی قوام الدین کے دو سے زیادہ فرزندوں کے نام لکھے ہیں۔ انہوں نے بھی افتخار الدین اور کبیر الدین کے علاوہ اور کسی کی اولاد کا اندراج نہیں کیا یعنی انہیں لاولد دکھایا ہے۔ باقی تمام ماخذ یعنی شجرۂ الیاس (۱۳۵۳ھ)، نسب نامہ الیاس (۱۳۲۵ھ)، معرف الانساب (۱۳۳۲ھ) نسب نامہ قاضی رشید الحسن متوفی ۱۳۴۷ھ، کرسی نامہ شیخ ثناء اللہ (۱۲۹۵ھ) مندرجہ ضمیمہ ۲ اشاد الاشجار (۱۲۲۰ھ) مندرجہ ضمیمہ ۲ مؤلفہ شاہ غلام جیلانیؒ، اوراد حبیبیہ (۱۱۷۱ھ) مندرجہ ضمیمہ ۳ مصنفہ الحاج قاری مفتی حبیب اللہ بھی متفق ہیں کہ قاضی قوام الدینؒ کے صرف دو فرزند تھے جن کے نام مولانا افتخار الدین اور مولانا کبیر الدین تھے۔ اس کی تائید شجرۂ نسب اولاد بندگی شیخ موسیٰ گڑھ مکتیسری سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت قاضی قوام الدینؒ کے صرف دو فرزند افتخار الدین اور کبیر الدین درج ہیں۔

میں پہلے دو فرزندوں کے علاوہ اور کسی فرزند کا نام نہیں لکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی تین فرزند لاولد فوت ہوئے ہوں گے جن تین شجرہ نویسوں یعنی مولوی محمد اصغر (۴۹ ا ب)، پیر دبیر الدین (۶۱) اور الحاج الماس یمانی (۶۱)

تیرھویں صدی عیسوی اور ساتویں صدی ہجری کے ربع ثانی میں رہتک میں سکونت پذیر ہوئے چنانچہ

۱۔ میر محبوب علی اپنی تالیف کتاب الانساب قلمی میں لکھتے ہیں "بزبانی معمراں صدیقیاں واضح شدہ کہ شیخ قوام الدین بخنیری قدس سرہ بوقت سلطنت سلاطینِ غوریہ از بخنیر آمدہ در قصبہ رہتک آباد شدہ اند" سلاطین غوریہ سے مراد وہ سلاطین دہلی ہیں جنہیں بعض تاریخ نویس خاندان غلاماں (۱۲۰۶ء تا ۱۲۹۰ء) لکھتے ہیں۔

۲۔ حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الرہتکی (باب ۳) اپنی تالیف اسناد الاشجار (۱۲۲۰ھ = ۱۸۰۵ء) میں تحریر فرماتے ہیں: "یکے از چہار قطب ہانسوی یعنی قطب جمال الدین خلیفہ کلاں شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہما در مکتوب خود نوشتہ اند کہ قاضی قوام الدین رہتکی را در مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیدہ ام کہ آنحضرت علیہ السلام فرمودند بیا نبیرہ ابوبکرؓ یعنی قاضی قوام الدینؒ صدیقی حضرت قطب جمال ہانسوی متوفی ۶۵۹ھ = ۱۲۶۰ء کے ہم عصر تھے۔

۳۔ قاضی محمد حسن صدیقی المہمی (باب ۲) نے ۴ر فروری ۱۸۳۶ء کو حاکم ضلع رہتک مسٹر ایگرانڈر فریزر کی درخواست پر قصبہ مہم داب ضلع رہتک میں ہے کے آباد ہونے کی تاریخ لکھی تھی۔ جسے ہم نے ضمیمہ ۵ میں نقل کیا ہے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے سلطان معز الدین کیقباد نے ۶۸۶ھ = ۱۲۸۶ء میں سند پروانہ تقرری عطا کر کے قاضی قوام الدینؒ کے فرزند اصغر مولانا کبیر الدینؒ اور قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدینؒ بن قاضی قوام الدینؒ کو مہم بھیجا۔

سطور بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے جداعلیٰ حضرت قاضی قوام الدینؒ نے رہتک میں سکونت یا تو ابتدائی عہد تغلق (۱۳۲۰ء تا ۱۴۲۵ء) میں اختیار کی یا اس سے ستر اسی سال پہلے تیرھویں صدی عیسوی کے ربع ثانی میں۔ عہد تغلق والی روایات کو رد کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی وجوہات موجود نہیں۔ اور ہم اس سلسلہ روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔

زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین قدس سرہ العزیز کی اولاد سے زندہ افراد کی تعداد آج تاریخ ۴ر نومبر ۱۹۶۲ء کو ایک ہزار چار سو پندرہ ہے یہ تعداد میرے مرتبہ نسب نامہ سے لی گئی ہے اس میں سے ایک ہزار دو سو تینتالیس افراد پاکستان میں ہیں اور باقی ایک سو بہتر افراد یورپ، حجاز، عراق، ہندوستان اور برما میں رہتے ہیں۔ ہندوستان اور برما میں رہنے والے بعض کنبوں کے کچھ افراد کے نام ہمارے شجرے میں درج نہیں۔ ایسے افراد کی تعداد تیس چالیس سے زیادہ نہ ہو گی۔

باب ۲

سلسلہ افتخاریہ

منصب دار

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جعفری جنبیری ثم رہتکی کے دو فرزند صاحبِ اولاد تھے۔ فرزند اصغر مولانا کبیر الدین اور ان کی اولاد کا باب ۳ میں ذکر کیا جائے گا۔ فرزند اکبر مولانا افتخار الدینؒ کا مولد و منشا رہتک ہے۔ آپ کی اولاد سے اس وقت ایک ہزار نوے افراد حیات ہیں۔

مولانا افتخار الدینؒ کے دو فرزند تھے۔ چھوٹے فرزند کا نام محفوظ نہ رہا۔[1] بڑے فرزند قاضی عماد الدینؒ تھے۔ مولانا عماد الدینؒ اور ان کے چچا مولانا کبیر الدینؒ نے دہلی میں تعلیم پائی۔ سلطان معز الدین کیقباد نے مولانا عماد الدینؒ کو مہم کا قاضی، مفتی اور محتسب مقرر کیا اور مولانا کبیر الدینؒ کو اسی قصبہ کا خطیب، متوفی اور میر عدل۔ مہم شہر رہتک سے بیس میل کے فاصلہ پہ ہے اور بھارتی پنجاب کے ضلع رہتک کا ایک قصبہ ہے۔ یہ ایک مسمار شدہ قصبہ تھا۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اسے آباد کرنے کے لئے اگروہہ ضلع حصار کے جلا وطن مہاجن بھیجے۔ شریعت مآب قاضی محمد حسن صدیقی ہیمی کے بیان (مندرج ضمیمہ ۵ کتاب ہذا) کے مطابق یہ مہاجن خاطر خواہ آبادکاری میں ناکام رہے۔ سلطان معز الدین کیقباد نے ۶۸۶ھ = ۱۲۸۷ء میں مولانا عماد الدینؒ اور مولانا کبیر الدینؒ کو مذکورہ بالا مناصب

---

[1] اس نامعلوم الاسم فرزند کا ذکر الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی (ضمیمہ ۳ کتاب ہذا) نے اپنی کتاب اوراد حبیبیہ مصنفہ ۱۹۵۷ء میں اور حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (ضمیمہ ۲ کتاب ہذا) نے اپنی تالیف اسناد الاشجار (۱۸۰۵ء) میں کیا ہے۔ ان دو مصنفوں میں سے نام کسی نے نہیں لکھا۔ مگر اپنے اپنے زمانہ میں اس نامعلوم الاسم فرزند کی اولاد بتائی ہے۔ حضرت قاضی قوام الدینؒ کے برادر زادہ حضرت بندگی شیخ موسیٰ گڑھ مکتیسری کی اولاد کے شجرہ نسب مطبوعہ ۱۹۳۳ء میں بھی مولانا افتخار الدینؒ کے اس دوسرے فرزند کے نام کی جگہ نامعلوم الاسم لکھا ہوا ہے۔

Marfat.com

پر مامور کرکے مہم بھیجا۔ اس دن سے ۱۹۴۷ء تک ان دونوں حضرات کی اولاد کا بڑا حصہ مہم میں آباد رہا۔

ان دونوں بزرگوں کی مساعی سے یہ قصبہ جلد ہی بارونق ہو گیا اور اپنے نام پر پرگنہ کا صدر مقام قرار پایا۔ انگریزی عہد میں پرگنہ کو تحصیل کہنے لگے۔ پرگنۂ مہم کے مذکورہ بالا چھ مناصب ان دونوں حضرات کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ تمام مسلم عہد حکومت میں رہے۔ برطانوی عہد حکومت میں یہ مناصب ختم ہو گئے۔ صرف قضا کی بجائے نکاح خوانی اور خطابت کی خدمات اس خاندان کے سپرد رہیں۔ قاضی عماد الدینؒ کی اولاد میں سے جو حضرات پرگنہ مہم کی خدمات قضا، افتاء اور احتساب پر مامور رہے صرف ان کا شجرۂ نسب اور ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

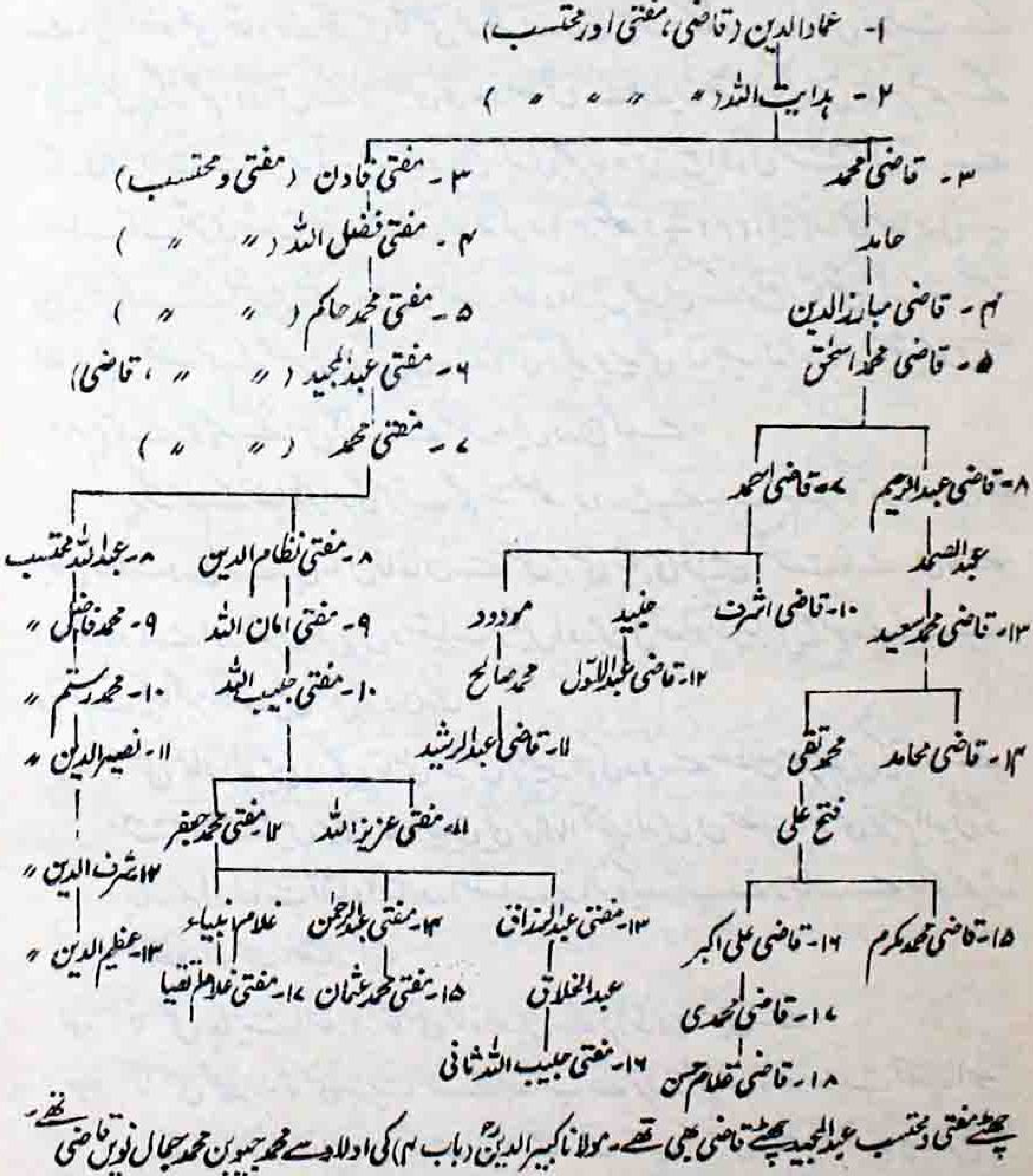

چھٹے مفتی و محتسب عبدالمجید چھٹے قاضی بھی تھے۔ مولانا کبیر الدینؒ (باب ۴) کی اولاد سے محمد حیون بن محمد جمال نویں قاضی تھے۔

Marfat.com

سلسلۂ قضاۃ

قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدین بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ اور ان کی اولاد جن خدمات پر مامور رہی ان میں خدمتِ قضا اہم ترین تھی۔ پرگنہ ہمم کے قاضی کا تقرر شاہنشاہِ ہند کے ایک فرمان کے ذریعے ہوتا تھا۔ پروانہ تقرری کی ظاہری صورت دیدہ زیب ہوتی تھی۔ قاضی پرگنہ کے فرائض میں ہر قسم کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے علاوہ اقامتِ جمعہ، رعایا کو پرامن رہنے کی تلقین کرنا، لاوارث لڑکیوں کے نکاح کا انتظام کرنا، تقسیم میراث اور لاوارث یا یتیموں کے مال کا تحفظ بھی تھا (سند تقرری قاضی محمد اکبر مندرج ضمیمہ ۶ کتاب ہذا) اس خدمت کے عوض قاضی پرگنہ ہمم اور اس کے لواحقین کو مدد معاش کے طور پر معقول جاگیر ملتی جو ہر قسم کے سرکاری واجبات سے مبرا ہوتی۔ چنانچہ فرمان اکبری مجریہ ۲۸ ربیع الاول ۹۸۱ھ کی رو سے فضیلت مآب تقویٰ شعار قاضی اشرف و جماعۃ کو ۳۹۵ بیگھہ (۲۴۶ ۱/۲ ایکڑ) اراضی عطا ہوئی۔ یہ فرمان اس کتاب کے اخیر میں ضمیمہ ۷ میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں عیدین کے موقع پر قاضی پرگنہ کو شاہی خلعت عطا ہوتی۔ قصبہ ہمم کے محصول چونگی میں سے قاضی کو کچھ یومیہ بھی ملتا جیسا کہ محضر نامہ قاضی محمد حسن سے معلوم ہوتا ہے جو ہم نے اس کتاب کے ضمیمہ ۸ میں درج کیا ہے۔

پرگنہ ہمم کے قضاۃ کرام کی ترتیب گزشتہ صفحہ پر درج ہے۔ اب ہم کنز الآثار سے ان کے اجمالی حالات درج کرتے ہیں۔ اس خاندان سے متعلق جو بھی شاہی فرامین، قسمت نامے، بیع نامے، استشہاد نامے اور متفرق تحریریں دستیاب ہو سکیں اور جن کی تعداد تقریباً پانچ سو کے قریب ہے وہ ہم نے یکجا کنز الآثار میں نقل کر دی ہیں۔

۱۔ **قاضی عماد الدین**:۔ تحریر قاضی محمد حسن (ضمیمہ ۱۵) کی رو سے سلطان معز الدین کیقباد نے ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء میں مولانا عماد الدین بن مولانا افتخار الدین بن حضرت قاضی قوام الدینؒ کو پرگنہ ہمم کی خدماتِ قضا، افتا اور احتساب پر مامور کیا۔ آپ نے رہتک سے جا کر ہمم میں مستقلاً سکونت اختیار کی۔

۲۔ **قاضی ہدایت اللہ**:۔ قاضی عماد الدین کے فرزند و جانشین تھے۔

۳۔ **قاضی محمد**:۔ قاضی ہدایت اللہ کے بعد آپ کے فرزند اکبر مولانا محمد خدمتِ قضا پر مامور ہوئے آپ خانوادۂ قاضیان کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ آپ کی نسل سے بوقتِ تحریر ایک سو بیالیس

Marfat.com

افراد حیات ہیں۔ قاضی محمد کے اکلوتے فرزند شیخ حامد کو کنز الآثار، معیار الانساب اور معرف الانساب میں قاضی نہیں بتایا۔ قاضی محمد کے چھوٹے بھائی مفتی قادن کا اسی باب میں سلسلۂ مفتیان کے حصّہ میں ذکر ہوگا۔

۴۔ قاضی مبارز الدین:۔ شیخ حامد بن قاضی محمد کے فرزند تھے۔ معیار الانساب اور معرف الانساب میں انہیں قاضی نہیں لکھا گیا مگر کنز الآثار کی نظائر ۱۹ ذوالحجہ ۱۰۲؁ھ اور ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۶۹؁ھ میں ابنائے قاضی مبارز آیا ہے۔ مسلم عہد حکومت میں صرف اس شخص کے نام کے ساتھ قاضی لکھا جا سکتا تھا جو اس خدمت پر مامور رہا ہو۔

۵۔ قاضی محمد اسحاق:۔ قاضی مبارز کے فرزند تھے۔ فرمان اکبری مصدرہ ۲۳ محرم ۹۷۰؁ھ میں آپ کے نام کے ساتھ قاضی لکھا ہوا ہے۔ اسی حکمران کے فرمان مجریہ ۲۸ ربیع الاول ۹۸۱؁ھ ۱۵۷۳؁ء (ضمیمہ ۷) میں آپ کے نام کے ساتھ مرحوم لکھا ہوا ہے۔

۶۔ قاضی عبدالمجید:۔ سلسلۂ مفتیان سے مولانا عبدالمجید بن مفتی محمد حاکم بن مفتی فضل اللہ واحد بزرگ ہیں جنہوں نے پرگنہ تہم کی خدمتِ قضا بھی انجام دی۔ کنز الآثار کی نظیر ۲۵ ذوالحجہ ۹۷۳؁ھ کے ضمن میں قاضی عبدالمجید کا نام آیا ہے۔ تہم میں چاہ قاضی عبدالمجید والا ایک معروف کنواں ہے (کنز الآثار نظیر ۵ رجب ۱۰۲۰؁ھ)

۷ - ۸۔ قاضی عبدالرحیم و قاضی احمد:۔ یہ دونوں قاضی محمد اسحاق بن قاضی مبارز کے فرزند تھے ان کی ترتیب قضا تحقیق نہ ہو سکی[1]

۹۔ قاضی محمد جیو:۔ مولانا کبیر الدینؒ ابن حضرت قاضی قوام الدینؒ کی اولاد سے محمد جیو ابن مولانا محمد جمال خطیب و متولی کے علاوہ قاضی بھی تھے۔ اس عہد میں جی کی بجائے تعظیماً لفظ جیو استعمال کرتے تھے۔ آپ کا انتقال عہد اکبری میں ۲۲ دسمبر ۱۵۹۹؁ء سے پہلے ہوا۔ کنز الآثار میں متعدد نظائر سے آپ کا قاضی ہونا ثابت ہے[2] آپ کی نسل میں سے صرف سلطان احمد صاحب

---

[1] کنز الآثار (۱) عبدالصمد ابن قاضی عبدالرحیم ۴ جمادی الاول ۱۰۰۱؁ھ (۲) مسمات ملکی بنت شیخ محمد زوجہ قاضی عبدالرحیم ۹، ۱۷ ربیع الاول ۱۰۱۱؁ھ (۳) شیخ جنید عرف دیئو ولد قاضی احمد بادنہ ۴ جمادی الثانی مالبعد ۹۸۶؁ھ۔ (۴) محمود ولد قاضی احمد بخطہٖ ۴ جمادی الاول ۱۰۰۱؁ھ ۹ شعبان ۱۰۱۶؁ھ، ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۲۰؁ھ (۵) ابنائے قاضی احمد ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۶۳؁ھ (۶) نشان مہر قاضی احمد بر نقل قسمت نامہ ۴ جمادی الاول ۱۰۰۱؁ھ

[2] کنز الآثار (۱) العبد شیخ محمود ولد قاضی شیخ جیو۔ ۴ جمادی الاول ۱۰۰۱؁ھ (۲) نعمت اللہ پسر قاضی شیخ جیو ایضاً۔

(باقی بر صفحہ ۱۶)

Marfat.com

(۱۳۸۱ کے کنبہ کے نو افراد حیات ہیں اور لاہور میں مقیم ہیں۔ یہ کنبہ بریلی سے ہجرت کر کے ۱۹۴۷ء میں پاکستان آیا۔

۱۰۔ قاضی اشرف:۔ قاضی احمد بن قاضی محمد اسحاق کے فرزند تھے۔ آپ کی دو مہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قاضی کے علاوہ حاکم شرع شریف بھی تھے۔ پہلی مہر تھی "عبدہٗ اشرف ولد قاضی احمد حاکم شرع شریف" اس گول مہر کے حاشیہ پر الفاظ "فلاشی یعادلہ یا عزیز یا عزیز المنیع الغالب علی جمیع امرہ ۹۸۶" لکھے ہوئے ہیں۔ یہ مہر کنز الآثار کی ۲۷ ربیع الثانی ۱۰۰۶ھ اور ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ کی نظائر پر لگی ہوئی ہے۔ دوسری مہر "بندہ اشرف ولد قاضی احمد حاکم شرع شریف ۹۸۶"، ۲۷ صفر ۹۹۹ھ کی تحریر پر ہے۔ فرمان اکبری مصدرہ ۲۸ ربیع الاول ۹۸۱ھ (ضمیمہ ۷) کے ذریعہ شریعت مآب فضیلت آیات تقویٰ شعار قاضی اشرف قاضی پرگنہ مہم ولد شیخ احمد و جماعۃ کو ۲۹۵ بیگھہ (۲۴۶ ۱/۲ ایکڑ) اراضی عطا ہوئی۔ جماعہ سے مراد لواحقین ہیں اور ایک بیگھہ = ۵/۶ ایکڑ (رہتک ڈسٹرکٹ گزیٹیر ۱۹۱۰ء) قاضی اشرف کے تین فرزند توام، علی اصغر اور علی اکبر تھے۔ جن کی اولادِ نرینہ نہ ہونے سے یہ سلسلۂ نسب منقطع ہو گیا۔

۱۱۔ قاضی عبدالرشید:۔ یہ محمد صالح بن مودود بن قاضی احمد بن قاضی محمد اسحاق کے فرزند تھے۔ معرف الانساب میں انہیں قاضی لکھا ہے۔ کنز الآثار کی نظیر ۱۹ رجب ۱۰۴۲ھ عہد شاہجہانی پر ان کی مہر قضا کی علامت ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اس تاریخ سے قبل قاضی تھے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ ان کی دو نسلوں کے بعد منقطع ہو گیا۔

۱۲۔ قاضی عبدالاوّل:۔ یہ شیخ جنید بن قاضی احمد بن قاضی محمد اسحاق کے فرزند تھے۔ کنز الآثار میں ایک مہر کی عبارت ہے۔ "محمد اوّل است خادم شرع شریف" ممکن ہے یہ ان کی مہر ہو۔ ایک اور مہر ہے "اوّل نبیرہ قاضی اشرف بن احمد است" اور اس کے حاشیہ میں "بصدق ابی بکر، عدلِ عمر، بازرم عثمان و علمِ علی" لکھا ہوا ہے۔ نبیرہ کا مطلب نواسہ ہے۔ یہ مہر ۲۲ شوال ۱۰۵۶ھ کی نظیر پر ہے۔ کنز الآثار کی تین مہریں ایسی ہیں جن سے ان کا قاضی ہونا ثابت ہے۔

(حاشیہ از صفحہ ۱۵) (۳) شیخ شاہ محمود و نعمت اللہ و خواجہ حافظ و جہانگیر پسران مرحومی شیخ جیو۔ ایضاً (۴) نعمت اللہ پسر قاضی شیخ جیو کتبہ بخطہ۔ ۹ شعبان ۱۰۱۶ھ و ۵ رجب ۱۰۲۰ھ (۵) العبد نعمت اللہ ولد قاضی شیخ جیو۔ ۹ رجب ۱۰۴۲ھ (۶) جانب جنوب مکان شیخ نعمت اللہ ولد قاضی شیخ جیو۔ ۵ جمادی الثانی ۱۰۳۹ھ (۷) ابنائے قاضی شیخ جیو۔ ۱۱ صفر ۱۰۵۰ھ غالباً عہد شاہی لہذا ۱۰۶۲ھ (۸) بدست شیخ جہانگیر ولد قاضی شیخ جیو خطیب۔ ۱۹ رجب ۱۰۴۲ھ (۹) نشان قلمی مہر قاضی جیو۔ ۱ محرم ۱۰۴۸ھ (۱۰) ابن قاضی شیخ جیو خطیب ساکنان قصبہ مہم سرکار حصار۔ ۲۴ رجب ۱۰۹۷ھ

Marfat.com

(۱) "شیخ جامی ولد قاضی اول باذنہ" ۲۱ ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۶ھ و ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۸ھ (۲) "نظام الدین ولد قاضی اوّل صدیقی باذنہ" ۶ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۹ھ۔ قاضی اوّل کا سلسلہ اولاد دو نسلوں کے بعد ختم ہوگیا۔

۱۳۔ قاضی محمد سعید:۔ شیخ عبدالصمد بن قاضی عبدالرحیم بن قاضی محمد اسحاقؒ کو معیار الانساب یا معرف الانساب میں قاضی نہیں لکھا۔ کنز الآثار میں بھی ایسی کوئی نظیر موجود نہیں جس سے آپ کا قاضی ہونا ثابت ہو۔ البتہ آپ کا نرخ نویس ہونا ثابت ہے[1]۔ نرخ نویس کے سپرد اشیا کے بھاؤ کا ریکارڈ رکھنا تھا۔ اور ناپ تول کی جانچ پڑتال بھی اس کے سپرد تھی۔ نیز وہ آج کل کے پرائس کنٹرول انسپکٹر کے سے فرائض سرانجام دیتا تھا۔

شیخ عبدالصمد نرخ نویس کے فرزند محمد سعید قاضی تھے۔ آپ کی مہر تھی "قاضی سعید یافت قضائے مہم ز شاہ سنہ ۱۰۵۰ھ" یہ مہر ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۶ھ (۱۱ فروری سنہ ۱۶۷۶ء) تک کی متعدد تحریروں پر ہے[2]۔ نسب نامہ رشید الرحمٰن میں قاضی محمد سعید کے نام کے ساتھ لکھا ہے:

"عالم و فاضل اور دولتِ دنیا سے مستغنی تھا۔"

۱۴۔ قاضی محامد:۔ قاضی محمد سعید کے فرزند اکبر تھے۔ آپ حضرت شاہ نصر اللہ قدس سرہ العزیز (باب ۳) کے خسر تھے۔ شاہ نصر اللہؒ نے اپنی مثنوی جنون المجانین میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

آں محامد قاضی ملک خدا — بر شریعت باد دائم مقتدا
خادمم را کن قبول خویشتن — تا شود فارغ ز دنیا ہمچو من

قاضی محامد کی ایک مہر پر لکھا ہے: "قاضی محامد خادم شرع شریف ۳۵ سنہ ۱۱۰۲ھ"، ۳۵ سنہ سے مراد سنِ جلوس اورنگ زیب عالمگیر ہے۔ ایک اور مہر ۳ سنہ جلوس فرخ سیر یعنی سنہ ۱۱۲۶ھ کی ہے۔ آپ کے عہدۂ قضا کی تجدید ۱۲ رشعبان ۳ سنہ احمد محمد شاہی یعنی سنہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی بطور قاضی پرگنہ نہم آپ کی مہریں ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۱۰۱ھ سے ۲۸ رجب سنہ ۱۱۳۸ھ تک کی

---

[1] کنز الآثار (۱) "عبدالصمد ولد عبدالرحیم نرخ نویس کتبہ بخطہ" ۹ شعبان سنہ ۱۰۱۶ھ (۲) "عبدالصمد ابن قاضی عبدالرحیم مہر بر تحریر" ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۰ھ (۳) "عبدالصمد ابن عبدالرحیم بخطہ" ۱۹ رجب سنہ ۱۰۲۴ھ

[2] کنز الآثار: ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۶۳ھ، ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۴ھ، ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۹ھ، ۲۰ شعبان سنہ ۱۰۷۰ھ، ۲۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۷۱ھ، ۱۴ محرم سنہ ۱۰۷۴ھ، ۹ رجب سنہ ۱۰۷۵ھ، ۱۱ محرم سنہ ۱۰۸۰ھ، ۲۷ شوال سنہ ۱۰۸۰ھ، ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۶ھ۔

Marfat.com

تحریروں پر ہیں[1]۔ قاضی محامد کے اکلوتے فرزند عبدالرحیم لاولد تھے۔

۱۵- قاضی محمد مکرّم: یہ قاضی محامد کے چھوٹے بھائی محمد تقی کے پوتے تھے۔ محمد مکرم ابن فتح علی سنہ ۱۱۴۳ھ میں محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں منصب قضا پر فائز ہوئے۔ ان کے والد اور دادا یعنی شیخ فتح علی اور شیخ محمد تقی کو معیار الانساب یا معرّف الانساب میں قاضی نہیں لکھا۔ کنز الآثار میں ان دو حضرات کا کئی جگہ نام آیا ہے مگر وہاں بھی ان میں سے کسی کا قاضی ہونا ثابت نہیں[2]۔ معیار الانساب اور معرّف الانساب میں قاضی مکرم کا پورا نام مکرم علی لکھا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایسی سولہ تحریریں ہیں جن میں آپ کا نام محمد مکرم لکھا ہے۔ چنانچہ فرمان شاہی مصدرہ ۲ صفر سنہ ۱۱۷۱ھ میں محمد مکرم لکھا ہے۔ نیز نظیرہ ۵ رشعبان سنہ ۱۱۷۱ھ پر آپ کے فرزند کے دستخط ہیں "مدعی وشہد بما فیہ محمد مشرف ولد محمد مکرم" اور نظیر ۱۱ رجمادی الاول سنہ ۱۱۶۸ھ پر "محمد اکرم ولد قاضی محمد مکرم بخطہ" موجود ہے۔ قاضی محمد مکرم کی دو مہریں "قاضی مکرم خادم شرع شریف محمد سنہ ۱۱۶۲ھ" اور "قاضی مکرم خادم شرع شریف سنہ ۱۱۶۶ھ" ۲۶ ر ذی الحجہ سنہ ۱۱۷۰ھ تک کی متعدد نظائر پر ہیں[3]۔ آپ کا انتقال ۱۶ ر اکتوبر سنہ ۱۷۵۷ء سے مہینہ دو مہینے پہلے ہوا۔ قاضی محمد مکرم کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی نسل سے اس وقت باون افراد حیات ہیں جن کا ذکر باب ۶ میں (۱) تا (۶) نمبروں پر آئے گا۔

۱۶- قاضی علی اکبر: قاضی محمد مکرم کی وفات پر آپ کے برادر اصغر علی اکبر ۲ ر صفر سنہ ۱۱۷۱ھ (۱۶ ر اکتوبر سنہ ۱۷۵۷ء) کے فرمان شاہی کی رو سے پرگنہ حسم کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہ فرمان اس

---

[1] کنز الآثار: ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۱۰۰ھ، ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۶ھ، غرہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۱۸ھ، ۲ ر رمضان سنہ ۱۱۱۹ھ، ۲۷ اور ۲۷ جمادی الاول و ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۸ھ، ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۹ھ، ۶ ربیع الاول و ۲۰ جمادی الثانی و ۲۷ ر رجب و ۲۸ رجب سنہ ۱۱۳۸ھ۔

[2] کنز الآثار: (۱) مہر "عبدہٗ تقی علی صدیقی سنہ ۱۱۰۰ھ" بر تحریر ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۴۲ھ۔ (۲) دستخط: "محمد تقی بن شیخ تقی بخطہ": ۱۱ صفر سنہ ۱۱۲۹ھ، ۷ شعبان سنہ ۱۱۳۵ھ، ۱۲ ر ربیع الاول ۱۱۳۷ھ، ۱۲ و ۱۵ محرم و ۲۵ رجب سنہ ۱۱۴۲ھ (۳) دستخط "لطف اللہ ولد شیخ محمد تقی بخطہ" ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۱۲۷ھ، ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۹ھ (۴) دستخط "محمد معظم ولد شیخ فتح علی بخطہ" ۱۹ شوال سنہ ۱۱۵۰ھ (۵) "محمد مصاحب ولد شیخ فتح علی باذنہ" ۱۷ ربیع الآخر سنہ ۱۱۴۲ھ (۶) "عبدالصمد ولد شیخ فتح علی باذنہ" ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۲ھ۔

[3] کنز الآثار: ۲۹ ر ربیع الثانی سنہ ۱۱۴۷ھ، ۲۷ اور ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۱۵۰ھ، ۹ ر رجب سنہ ۱۱۵۱ھ، ۴ ر رجب سنہ ۱۱۵۶ھ، ۴ اور ۶ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۶ھ، ۲ ر جمادی الثانی اور ۱۲ ر رمضان سنہ ۱۱۶۲ھ، غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۶۶ھ، ۲۹ ر ربیع الاول سنہ ۱۱۶۸ھ، ۲۶ ر ذوالحجہ سنہ ۱۱۷۰ھ۔

Marfat.com

کتاب کے آخر میں ضمیمہ ۶ میں ملاحظہ ہو۔ آپ اس منصب پر چوتھائی صدی تک یعنی اپنی وفات ۱۳ ذیقعد ۱۱۹۷ھ (۱۱ اکتوبر ۱۷۸۳ء) تک فائز رہے۔ آپ کی مہر "خادم شرع شریف اطہر قاضی محمد اکبر افوض امری الی اللہ ۱۱۷۱ھ" ۲ ربیع الثانی ۱۱۹۵ھ تک کی نظائر پر ہمارے پاس محفوظ ہے کیونکہ پروانہ تقرری میں آپ کا نام محمد اکبر لکھا گیا تھا۔ یہی نام مہر پر لکھوایا گیا۔ ورنہ آپ کا اصلی نام علی اکبر تھا جو ہمارے پاس آپ کی اپنی قلم سے لکھا ہوا آٹھ جگہ موجود ہے[۱]۔

۱۷۔ **قاضی محمدی**: قاضی علی اکبر کے بعد آپ کے فرزند اکبر قاضی محمدی ۵ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ (۲۷ مارچ ۱۷۸۴ء) کو قاضی مقرر ہوئے۔ آپ کی مہر تھی "محمدی خادم شرع ۱۱۹۸ سنہ ۲۵" اور حاشیہ پر کلمہ طیبہ تھا۔ یہ گول نستعلیق کلاں مہر ۲۵ رمضان ۱۲۲۰ھ کی نظیر پر محفوظ ہے۔ آپ کا انتقال ۲۵ رمضان ۱۲۲۷ھ (۲ اکتوبر ۱۸۱۲ء) کو جہم میں ہوا۔ آپ کی حیات میں ۱۸۰۹ء میں جہم پر ایسٹ انڈیا کا قبضہ ہو گیا اور قدیم نظام عدل درہم برہم ہو گیا۔ حقیقی معنوں میں آپ جہم کے آخری قاضی تھے۔

۱۸۔ **قاضی غلام حسن**: قاضی محمدی کے فرزند تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے فرمان مصدرہ ۲ شوال سنہ جلوس ۱۲۲۷ھ (۹ اکتوبر ۱۸۱۲ء) کے ذریعہ آپ جہم کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس وقت قاضی کے عدالتی اختیارات سلب ہو چکے تھے۔ اور اس کے پاس نکاح خوانی کے علاوہ رجسٹرار کے اختیارات رہ گئے تھے۔ زمین کی بیع و فروخت کے کئی بیع ناموں پر آپ کی تصدیقی مہر پائی جاتی ہے۔ آپ کی مہر "خادم شرع احمد مختار غلام حسن بصدق قرار ۷ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۱۲۲۷ھ" کئی نظائر پر پائی جاتی ہے[۲]۔ آپ کی ایک اور مہر "انہ نورہ محمدی

---

[۱] کنز الآثار (۱) "علی اکبر خطہ" ۲۷ و ۲۸ رجب ۱۱۳۶ھ، ۲۷ شوال و ۷ ذیقعد ۱۱۴۲ھ، ۲۰ جمادی الاول ۱۱۴۷ھ (۲) "علی اکبر ولد فتح علی بخطہ" ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۳۸ھ (۳) "شیخ علی اکبر بخطہ" ۲۹ جمادی الاول ۱۱۵۲ھ۔ آپ کا نام اور مواہیر مندرجہ ذیل نظائر پر بھی ہیں۔ (۴) "شیخ علی اکبر ولد شیخ فتح علی" ۱۱ جمادی الاول ۱۱۶۹ھ (۵) "شیخ احمد ولد قاضی علی اکبر بخطہ" ۲۹ رمضان ۱۱۳۲ھ (۶) مہر "بندہ درگاہ ہست علی اکبر سنہ ۱۱۶۳" ۲۶ ذوالحجہ ۱۱۷۰ھ (۷) مہر "خادم شرع شریف اطہر قاضی محمد اکبر افوض امری الی اللہ سنہ ۱۱۷۱ھ": ۵ شعبان ۱۱۷۱ھ، ۶ صفر ۱۱۷۳ھ، ۱۲ رجب ۱۱۷۶ھ، غرہ رجب ۱۱۷۹ھ، ۵ محرم و ۹ ذوالحجہ ۱۱۸۱ھ، ۵ محرم ۹ جلوس، تعالیا ۱۱۸۶ھ، ۲ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ

[۲] کنز الآثار: ۷ شوال ۱۲۲۷ھ، ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ، ۲ رمضان ۱۲۳۶ھ، ۱۵ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ، ۸ ربیع الاول و ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۴۵ھ، ۹ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ، ۲۷ شوال ۱۲۴۹ھ

Marfat.com

عیاں گشت حسنؒ بھی۔

اس کتاب کے آخیر میں ضمیمہ ۵ میں مسٹر الیگزنڈر فریزر حاکم ضلع رہتک اور شریعت پناہ قاضی محمد حسن قاضی پرگنہ مہم کی خط و کتابت نقل کی گئی ہے۔ حاکم ضلع نے آپ کو مہم کی تاریخ لکھنے کے لئے کہا۔ جس کے جواب میں قاضی صاحب موصوف نے یہ اہم یادداشت لکھ کر بھیجی۔ آپ کا انتقال مہم میں ۱۲ محرم ۱۲۶۱ھ (۲۵ جنوری ۱۸۴۵ء) کو ہوا۔ آپ کی اولاد میں سے اس وقت بائیس افراد حیات ہیں جن کا باب میں (۷) سے (۱۰) نمبروں پر ذکر ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنا نام بدل کر محمد حسن کر لیا تھا۔ خاندان میں محمد حسن کے نام سے معروف ہیں۔ شجرہ قاضی عبدالرحمٰن اور معرف الانساب کے علاوہ ہر شجرہ اور نسب نامہ میں آپ کا نام محمد حسن لکھا ہے۔ آپ کی ہم عصر تحریروں میں بیسیوں جگہ آپ کا نام آیا مگر ایک جگہ کے علاوہ آپ کا نام ہر جگہ غلام حسن لکھا ہوا ہے۔ یہ استشہاد ۴ فروری ۱۸۳۶ء کی وہ تحریر ہے جسے ہم نے اس کتاب کے آخیر میں ضمیمہ ۸ کے تحت نقل کیا ہے۔ پروانہ تقرری میں اور آپ کی قلم سے لکھے ہوئے ایک محضر نامہ میں آپ کا نام غلام حسن ہے۔ آپ کے فرزند اور جانشین قاضی عبدالرحمٰن نے اپنے مرتبہ شجرہ نسب میں آپ کا نام غلام حسن لکھا ہے۔ نیز کنز الآثار میں تین کاغذات (۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ ۵ رجب ۱۲۸۰ھ اور ۸ ذیقعد ۱۲۸۰ھ) میرے پاس موجود ہیں جن پر آپ کے فرزند کے دستخط ہیں۔ "عبدالرحمٰن ولد قاضی غلام حسن بخطہ"۔

برطانوی عہد حکومت میں عہدۂ قضا

قاضی غلام حسن کے انتقال پر خلعت قضا آپ کے فرزند قاضی عبدالرحمٰن کو پہنچی مگر اب قاضی سے رجسٹرار کے اختیارات بھی چھن چکے تھے۔ اور اس کا کام نکاح خوانی رہ گیا تھا۔ ۱۸۴۰ء میں حکومت نے قدیم جاگیر بھی ضبط کر لی تھی۔ قاضی عبدالرحمٰن نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے کئی سال پہلے محکمہ انہار میں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ اس محکمہ کے ڈویژنل آفس قصور میں محافظ دفتر کی اسامی پر تعینات ہوئے۔ اس سے بہتر اسامیوں پر بھی کام کرتے رہے۔ آپ نے خاندان کے شجرہ نسب کی بھی تکمیل کی۔ یہ شجرہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ضائع ہو چکا ہے۔ اس سے نسب نامہ رشید الرحمٰن اور معرف الانساب کے مؤلفین نے استفادہ کیا۔ معرف الانساب میں آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"قاضی عبدالرحمٰن فاضل اور نیک آدمی تھے۔ انہوں نے اولاً میاں جی امّی د شیخ امیر اللہ

شہید جنگ آزادی (۲۵ ب) سے علم حاصل کیا اور پھر لاہور، امرتسر وغیرہ کی رہائش و سیر و سیاحت سے درجۂ فضیلت حاصل کیا۔ حکیم علاالدین (۱۵۰ ب) ان کے خاص شاگرد ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۳ محرم بمطابق ۳۰ اگست ۱۸۶۰ء کو ہوا۔ آپ کا سلسلۂ نسب آگے نہ چلا۔

قاضی عبدالرحمن کی حیات میں ان کی نیابت میں محلہ میں موجود کوئی بزرگ نکاح پڑھا دیا کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد دفتر قضا اکتالیس سال تک آپ کی بیوہ بی بی جنت کی تحویل میں رہا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ رجسٹر نکاح خوانی چند سال لاوارث رہ کر قاضی انوارالدین بن قمرالدین بن قطب الدین بن قاسم علی بن قاضی غلام حسن کے سپرد ہوا۔ قاضی انوارالدین (۱۸۹۵ء - ۱۹۴۰ء) محکمہ برقیات میں ہیڈ کلرک تھے۔ ان کی حیات میں اور ان کے بعد ۱۹۴۷ء تک دفتر نکاح خوانی کسی اپاہج یا کسی بیوہ کی تحویل میں رہا۔ نکاح کوئی بھی موجود بزرگ پڑھا دیا کرتے تھے اور نکاح خوانی کی اجرت سے اس اپاہج یا بیوہ کی مدد ہو جاتی۔

قاضی عبدالرحمن اور قاضی انوارالدین دونوں لاولد فوت ہوئے۔ ان کی بے داغ سیرت ٹھوس قابلیت اور فیض رسانی کے باعث خاندان میں دونوں کا نام اب تک دلی احترام سے لیا جاتا ہے۔ مسلم عہدِ حکومت میں صرف وہی حضرات اپنے نام کے ساتھ قاضی لکھا کرتے تھے۔ جو اس منصب پر فائز ہوتے۔ ان کی اولاد کو کوئی قاضی نہ کہتا۔ مگر انگریزی عہدِ حکومت میں جب منصبِ قضا کی اہمیت ختم ہو گئی تو لوگ اولادِ قاضی علی اکبر (باب ہذا) میں سے ہر ایک کو احتراماً قاضی کہنے لگے۔

قضاۃ بہادر گڈھ

بہادر گڈھ دہلی سے ۱۸ میل ادھر ضلع رہتک کا ایک قصبہ ہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے یہ ایک ریاست تھی جو پہلے ریاست بلوچوں کے پاس تھی۔ دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے اسے پٹھانوں کے قبیلہ بھڑایچ کے ایک سردار نواب اسمٰعیل کو دے دیا۔

اولاد قاضی عمادالدینؒ بن مولانا افتخارالدینؒ سے بہادر گڈھ کے منصب قضا پر چار بزرگ فائز رہے۔ یہ نورالحق (متوفی ۲۷ اپریل ۱۷۷۲ء) بن محمد اسلم بن مفتی حبیب اللہ اور ان کے تین پوتے صمصام الحق، حکیم قاضی فضل الحق اور قاضی بہرام الحق (متوفی ۴ جنوری ۱۸۲۶ء) تھے نورالحق موصوف کی اولاد سے اس وقت تقریباً ایک سو اکیس افراد حیات ہیں جو پاکستان، ہندوستان اور برما میں مقیم ہیں۔ ان کا ذکر اس کتاب کے باب میں ۳۰ سے ۴۲ نمبروں پر ہوگا۔

Marfat.com

(ب) سلسلۂ مُفتیان

مسلم عہد حکومت میں ہندوستان میں مفتی بھی ایک سرکاری منصب دار ہوتا تھا۔ قاضی مقدمات کے قانونی اور شرعی پہلوؤں پر مفتی سے رجوع کرتا۔ مفتی اور اس کے لواحقین کو مددمعاش کے طور پر معقول جاگیر ملتی جو تمام سرکاری واجبات سے مبرا ہوتی۔ شاہنشاہ اکبر کے ایک فرمان مجریہ ذیقعد ۹۸۲ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد کو ۶۲۵ ایکڑ یعنی پچیس مربعے اراضی ملی ہوئی تھی۔ اس خانوادے سے جو حضرات پرگنہ تھم کے منصب افتاء پر فائز رہے۔ ان کا شجرۂ نسب اور ترتیب اس باب کے آغاز میں ملاحظہ ہو۔ اب ہم ان کا مجمل حال درج کرتے ہیں۔

۱۔ **قاضی عمادالدین:** مولانا افتخار الدینؒ ابن زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین قدس سرہ العزیز کے یہ فرزند سلطان معزالدین کیقباد کے عہد حکومت میں ۱۲۸۷ء میں پرگنہ تھم کے پہلے قاضی، مفتی اور محتسب کے مناصب پر فائز کر کے رہتک سے تھم بھیجے گئے۔

۲۔ **قاضی ہدایت اللہ:** شیخ عمادالدین کے بعد ان کے یہ فرزند مذکورہ بالا تینوں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۳۔ **مفتی قادن:** قاضی ہدایت اللہ کے بعد ان کے فرزند اکبر شیخ محمد منصب قضا پر فائز ہوئے اور فرزند اصغر شیخ قادن کے سپرد افتاء اور احتساب کی خدمات ہوئیں۔ ان کا اصل نام کچھ اور ہوگا۔ کم و بیش اسی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلویؒ کے اجداد میں سے ایک بزرگ شیخ قادن قصبہ رہتک کے قاضی تھے۔

۴۔ **مفتی فضل اللہ عرف ماہرو:** مفتی قادن کے فرزند تھے۔ آپ کو تمام متعلقہ تحریروں میں دبیر ہمایوں بھی لکھا ہے۔ معروف الانساب میں منشیِ ہمایوں بادشاہ لکھا ہے۔ ہمایوں پہلی مرتبہ سن ۱۵۳۰ء سے ۱۵۴۰ء تک اور دوسری مرتبہ ۱۵۵۵ء میں چھ ماہ کے لئے ہندوستان کا حکمران رہا۔

۵۔ **مفتی محمد حاکم:** مفتی فضل اللہ کے فرزند تھے اور پرگنہ تھم کے مفتی و محتسب۔

۶۔ **مفتی عبدالمجید:** مفتی محمد حاکم کے یہ فرزند پرگنہ تھم کے چھٹے مفتی اور محتسب کے علاوہ چھٹے قاضی بھی تھے[1]۔ فرمانِ اکبری مصدرہ ذیقعد ۹۸۲ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال ۲۲ محرم ۹۷۰ھ ۲۲ ستمبر ۱۵۶۲ء سے پہلے ہوا۔ تھم میں چاہ قاضی عبدالمجید والا آپ

---

[1] ملاحظہ ہو باب ہذا، سلسلہ قضاۃ نمبر ۶

کے رفاہی کاموں کی یادگار تھی۔

۷۔ **مفتی محمد:** مفتی عبدالمجید کے فرزند تھے۔ عرفِ عام میں پہلے میاں منگن اور پھر مفتی منگن کے نام سے معروف ہوئے۔ سند شاہان اکبری مجریہ ذیقعد سنہ ۹۸۲ھ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوی شعار صلاح آثار مفتی محمد و جماعہ کو ایک ہزار بیگھہ (۶۲۵ ایکڑ) اراضی جاگیر کے طور پر ملی ہوئی تھی۔ رہتک میں چاہ منگن والا آپ کے رفاہی کاموں کی یادگار تھی۔ عہد جہانگیری کی لکھی ہوئی کتاب اذکار الابرار کا اُردو ترجمہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعۂ شیرانی میں نمبر ایس یو الیف ۱۶/۱ پر ہے۔ اس میں شیخ علیم الدین کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ رہتک کے باشندے ہیں۔ آپ کی ذات ایزدی تقدیر کا نوشتہ تھی۔ ایک روز مولانا منگن مفتی مہم کے دو راس گھوڑے گم ہو گئے۔ مہم ایک گاؤں ہے رہتک سے بارہ کوس دُور (ایک کوس = ۲۰۲۲ گز۔ ناقل) چند روز بعد مفتی کے ہم نشینوں نے کہا اس مجذوب سے گم شدہ مال کی حقیقت پوچھنی چاہیئے۔ چونکہ گم ہوئے کو ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ مالک مال کی اجازت نہ دیتی تھی۔ تاہم مفتی مجذوب کی خدمت میں گئے۔ مجذوب جلدی سے پکار اٹھا فلاں دروازے پر تلاش کرو۔ چنانچہ تعمیلِ حکم کی گئی اور یہاں سے گم شدہ مال مل گیا۔ خواب گاہ رہتک۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر میں۔"

مفتی محمد کی وفات عہد اکبری میں سنہ ۹۸۲ھ اور سنہ ۹۸۶ھ (۱۵۷۴ء اور ۱۵۷۸ء) کے درمیان ہوئی۔ مفتی محمد کی اولاد میں اس وقت آٹھ سو اڑتیس افراد حیات ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند مفتی نظام الدین اور ان کی اولاد میں منصب افتاء چلا اور ایک اور فرزند شیخ عبداللہ کی اولاد میں احتساب۔

۸۔ **مفتی نظام الدین:** مفتی محمد کے فرزند اکبر تھے۔ کرسی نامہ شیخ ثناء اللہ (ضمیمہ ۴) میں آپ کا نام نظام الدین لکھا ہے۔ باقی سب جگہ مفتی شیخ نظام لکھا ہے۔ آپ کی پانچ مہریں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں سے پہلی مہر سنہ ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء) کی ہے اور آخری مہر ۵ رجب سنہ ۱۰۴۰ھ (۲۸ جنوری ۱۶۳۱ء) عہد شاہجہان کی ایک تحریر پر ہے[1] یعنی آپ

---

[1] (۱) گول متوسط مہر: "العبد نظام ابن شیخ محمد مفتی ۹۸۶"، ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۶ھ (۲) گول متوسط مہر "العبد نظام ابن شیخ محمد مفتی"، ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰۲۰ھ (۳) گول خورد مہر "العبد نظام ابن شیخ محمد مفتی"، ۲ ذیقعد سنہ ۱۰۲۶ھ (۴) گول متوسط نستعلیق مہر "مفتی نام است شیخ نظام یافتہ انصاف از شہ اسلام"، ۱ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ھ (۵) گول خورد مہر: "بندہ درگاہ شیخ نظام ابن شیخ محمد مفتی"، ۵ رجب سنہ ۱۰۴۰ھ۔

Marfat.com

کم ازکم چوّن سال مفتی رہے۔

۹۔ **مفتی امان اللہ:** آپ مفتی نظام الدین کے فرزندِ اکبر تھے۔ کرسی نامہ شیخ ثناء الحق (ضمیمہ ۲) میں آپ کو مفتی لکھا ہے۔ کنز الآثار میں دو تحریریں محفوظ ہیں جن سے آپ کا مفتی ہونا ثابت ہے چنانچہ نظیر ۲۰ شعبان سنہ ۱۰۶۰ھ میں ہے "حبیب اللہ و قطب عالم ولد امان اللہ مفتی" اور ۲۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۹۰ھ میں ہے "شیخ غلام محی الدین ولد قطب عالم ابن شیخ امان اللہ مفتی" آپ کی وفات عہد شاہجہان میں ہوئی۔

۱۰۔ **مفتی حبیب اللہ:** مفتی امان اللہ کے فرزند اکبر تھے آپ سنہ ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱ء) میں عہدِ شاہجہان میں منصبِ افتاء پر فائز ہوئے اور بیالیس سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کی اولاد میں سے آپ کے ہم نام الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی (باب ہٰذا) نے اپنی تصنیف اورادِ حبیبیہ (۱۱۷۰ھ۔۱۷۵۶ء) میں آپ کی ایک بیاض سے بعض مفید یادداشتیں نقل کی ہیں۔ مہم کا قدیم دار العلوم آپ کی نگرانی میں اس قدر شہرت حاصل کر گیا تھا کہ اس کے ایک فارغ التحصیل حضرت مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے شہزادوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا۔ اس مدرسہ کا ذکر آپ کے پوتے حضرت شاہ نصر اللہؒ نے اپنی مثنوی جنون المجانین میں بھی کیا ہے۔ جنہوں نے ابتدائی تعلیم اسی درس گاہ میں پائی۔ شاہ نصر اللہ نے سادگی کو اپنے جد کی خصوصیات قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

نصرتی در مکتبِ مولائے خویش ❊ گفت بسم اللہ و فارغ شد نہ بیش
چوں معلّم دید حالِ نصرتی ❊ گفت خوش بخ بخ بقالِ نصرتی
آں حبیب اللہ مفتی جدِّ من ❊ بود در روزے مکتبم در عہدِ من
سادہ بود آں مرد از دہم عقول ❊ ظلّ خویش انداخت بر من آں نحول
سادگی بالیش مرا ہم سادہ کرد ❊ وہم و عقلم بندہ از سجادہ کرد

آپ کی تین مہریں مجموعی طور پر اٹھارہ تحریروں پر دستیاب ہوئی ہیں۔ نیز پانچ تحریروں کی نقل پر آپ کی مہر کی علامت ہے[۱]۔ یوں تو آپ سے پہلے کے اس خاندان کے کئی بزرگوں کے سنین

---

[۱] گول متوسط مہر: "العبد حبیب اللہ بن شیخ امان اللہ مفتی" بر نقشے "العبد سنہ ۱۰۵۱ھ"، ۲۵ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۶۴ھ ۸ رجب سنہ ۱۰۶۶ھ، ۲۷ جمادی الآخرہ، ۱۰ ذیقعد سنہ ۱۰۷۰ھ۔ (۲) مہر: "شد حبیب اللہ مفتی مقتدی علماء دین" ۲۵ جمادی الاول سنہ ۱۰۶۴ھ، ۲۷ شوال سنہ ۱۰۷۰ھ، ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۴ھ، ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۹ھ تخمیناً سنہ ۱۰۹۳ھ
(باقی بر صفحہ ۲۵)

Marfat.com

پیدائش محفوظ ہیں۔ مگر اولادِ حضرت قاضی قوام الدینؒ سے آپ پہلے بزرگ ہیں جن کی تاریخ پیدائش محفوظ ہے۔ آپ شاہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ۲۱ ر جنوری سنہ ۱۶۱۹ء مو ۲۸ صفر ۱۰۲۸ھ) کو تولد ہوئے اور شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۲ مئی سنہ ۱۶۸۲ء (۱۵ ر جمادی الاول ۱۰۹۳ھ) کو مہم میں فوت ہوئے۔

۱۱۔ مفتی عزیز اللہ شہیدؒ: آپ مفتی حبیب اللہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی مہر "شد عزیز اللہ مفتی مقتدی علمائے دین سنہ ۱۰۹۳ھ" ہمارے پاس، ۷ جمادی الثانی و ۲۴ رجب سنہ ۱۰۹۷ھ کی تحریروں پر محفوظ ہے۔ کیونکہ مدرسہ عزیزیہ اور بعض شاہی خدمات کے سلسلہ میں آپ اکثر دہلی میں رہتے تھے۔ اس لیے آپ کی نیابت میں آپ کے فرزند خدمت افتاء کو انجام دیتے رہتے تھے۔ آپ کی شہادت ۴ محرم سنہ ۱۱۰۹ھ کو ہوئی۔ آپ کا تفصیلی حال اگلے باب میں آئے گا۔

۱۲۔ مفتی محمد جعفرؒ: مفتی عزیز اللہ کی شہادت کے بعد پرگنہ مہم کی خدمتِ افتاء آپ کے برادرِ خورد مفتی محمد جعفر کے سپرد ہوئی اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے پانچ اور مفتی ہوئے۔ آپ کی مہر "العبد محمد جعفر ولد شیخ حبیب اللہ مفتی سنہ ۱۱۰۹ھ" دستیاب ہوسکی ہے آپ سنہ ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۷ء سے سنہ ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء تک عہد عالمگیر اورنگ زیب میں مفتی کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۔ مفتی عبدالرزاق: مفتی محمد جعفر کے فرزند اکبر تھے۔ اپنے والد کے بعد سنہ ۱۱۱۶ھ میں پرگنہ مہم کے مفتی مقرر ہوئے۔ آپ کی گول متوسط مہر "عبدالرزاق ابن شیخ جعفر مفتی ۱۱۱۶ھ" ۹ رجب سنہ ۱۱۵۱ھ تک کی متعدد تحریروں پر پائی گئی ہے[1]۔ آپ اکتالیس سال خدمت افتاء انجام دیتے رہے

(حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۶ھ۔ (۳) مہر: "شد حبیب اللہ مفتی مقتدی علمائے دین ۱۰۷۰ھ" ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۹ھ کی نقل جو بعد میں ہوئی۔ ۲۹ شعبان سنہ ۱۰۷۹ھ، ۱۱ محرم سنہ ۱۰۸۰ھ (۴) نشان مہر قلمی: ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۹ھ، ۲۰ شعبان سنہ ۱۰۷۰ھ، ۱۱ محرم سنہ ۱۰۸۰ھ، غرہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۲ھ، ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۴ھ۔

حاشیہ صفحہ ھذا

[1] ۲ اور ۵ جمادی الاول سنہ ۱۱۲۸ھ، ۲۲ جمادی الآخر و ۲ شوال سنہ ۱۱۲۹ھ، ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۶ھ ۱۶ اور ۲۸ ربیع الاول و، ۲ رجب سنہ ۱۱۳۸ھ، ۱۲ محرم و، ربیع الثانی و ۲۵ و، ۲ رجب سنہ ۱۱۴۲ھ، ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۴۷ھ، ۹ رجب سنہ ۱۱۵۱ھ۔

Marfat.com

۱۴۔ **مفتی عبدالرحمٰن**: مفتی محمد جعفر کے فرزند ثانی تھے آپ کی مربع متوسط طغرائی مہر "عبدالرحمٰن ابن محمد جعفر مفتی ۱۱۵۵ھ" ہمارے پاس موجود دس تحریروں پر محفوظ ہے۔ آپ ۱۱۷۵ھ تک منصب افتاء پر فائز رہے۔

۱۵۔ **مفتی محمد عثمان**: مفتی عبدالرحمٰن کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کی خورد ہشت پہلو مہر "محمد عثمان ابن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد جعفر مفتی ۱۱۷۵ھ" بلا تاریخ مابعد ۱۱۷۵ھ ۱۴ رجب اور رجب ۱۱۷۹ھ کی تحریروں پر پائی گئی ہے۔ دو پشتوں کے بعد آپ کا نسبی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

۱۶۔ **مفتی حبیب اللہ ثانی**: شیخ عبدالخالق بن مفتی عبدالرحمٰن بن مفتی محمد جعفر کے فرزند تھے آپ کی گول متوسط مہر "شد حبیب اللہ مفتی زائر بیت العتیق ۱۱۸۹" ۵ محرم ۱۱۸۱ھ اور ۲ ربیع الثانی ۱۱۹۵ھ کی تحریروں پر موجود ہے۔ اول الذکر تحریر پر یہ مہر بعد میں بطور تصدیق لگائی گئی ہے۔ الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی دو مرتبہ حج کرنے گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۱۷۱ھ یا اس سے قبل۔ اس مرتبہ کے حج کے سفر میں آپ نے علماء سے جو استفادہ کیا اسے ایک کتاب کی صورت میں قلم بند کر دیا۔ کتاب کا نام اوراد حبیبیہ ہے اور سن تصنیف ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۷-۵۸ء) ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ ا) کے پاس ملتان میں ہے۔ اس کتاب کے مندرجات کی تفصیل ضمیمہ ۳ میں ملاحظہ ہوں۔ مفتی حبیب اللہ ثانی کا سلسلہ نسب آگے نہیں چلا۔

۱۷۔ **مفتی غلام اتقیا**: آپ مفتی محمد جعفر کے سب سے چھوٹے فرزند شیخ غلام انبیاء کے فرزند ثانی تھے۔ معیار الانساب میں آپ کو مفتی لکھا ہے۔ آپ کی تین مہریں محفوظ رہ سکی ہیں۔ تینوں خورد مستطیل شکل کی ہیں۔ پہلی مہر "غلام اتقیا صدیقی ۱۱۶۹" دوسری "غلام اتقیا ۱۱۸۳" اور تیسری "غلام اتقیا ۱۲۰۹" ہے۔ ۵ شعبان ۱۲۲۹ھ کی ایک تحریر پر آپ کی جو مہر ہے اس کے نیچے قلم سے مفتی لکھا ہوا ہے۔ آپ کے زمانہ میں ملتان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو گیا تھا اور مفتی کی سرکاری حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے مہر پر لفظ مفتی نہیں پایا جاتا آپ کی اولاد کا سلسلہ دو نسلوں کے بعد ختم ہو گیا۔ تم کے آخری مفتی غلام اتقیا کے پوتے

لہ ۲ جمادی الاول ۱۱۵۸ھ، غرہ جمادی الثانی و ۱۲ جمادی الثانی و ۱۲ رمضان ۱۱۶۲ھ، غرہ رجب ۱۱۶۵ھ، ۶ ربیع الاول ۱۱۶۸ھ، ۲۲ ربیع الاول و ۲ ربیع الثانی و ۲۵ ذالحجہ ۱۱۷۰ھ، ۴ جمادی الاول ۱۱۷۲ھ۔

Marfat.com

شیخ عظیم الدین بن امیر کبیر شیخ غلام ارتضیٰ ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید (باب ۵) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت ہادی ہریانہ کے حالات پر دو کتابیں تحریر کیں پہلی کتاب "صراط المستقیم" جو تفصیلی حالات پر مشتمل تھی اب مفقود ہے۔ دوسری کتاب "انیس الاعتقاد" جو مجمل حالات پر مشتمل ہے ہمارے مجموعۂ کتب کی زینت ہے۔

مفتی محمد جعفر بن مفتی حبیب اللہ کی اولاد سے پانچ مفتی ہوئے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کنبہ علم و فضل اور دولت و ثروت کے اعتبار سے تمام علاقہ ہریانہ میں ممتاز تھا۔ مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے مظالم اور پھر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی دار و گیر نے یہ حالت کر دی کہ جنگ آزادی کے بعد اس بڑے اور معزز کنبہ سے صرف ایک فرد شیخ عطا حسین باقی رہ گئے اور وہ بھی جھم میں روزگار کے ذرائع مسدود پا کر رہتک جا بسے۔ ان کی اولاد میں سے صرف چھ افراد حیات ہیں۔ امیر حسن (۲۷) محمد حسن (۲۸) اور صدیق الحسن (۲۸) صاحبان اور تین بچے۔

مفتیانِ رہتک اور جھجر

پرگنہ جھم کی مسندِ افتا کو زینت دینے کے علاوہ اس خانوادہ سے بعض حضرات رہتک اور جھجر کے مفتی بھی رہے۔ جن میں مفتی عیاذ الدین (۵۹ ب) اور مفتی صدر الدین (۱۸ ب) کا تذکرہ باب میں آئے گا۔

(ج) سلسلۂ محتسبان

محتسب امن اور اخلاق عامہ کا نگران ہوتا تھا۔ پرگنہ جھم کا یہ منصب بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی ابتدا تک اس خاندان کے افراد کے پاس رہا۔ مفتی کے فرائض میں پہلے احتساب بھی شامل تھا۔ ساتویں مفتی شیخ محمد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کثرتِ کار کی وجہ سے ۹۸۱ھ میں مفتی کے فرائض سے احتساب نکال دیا گیا اور شیخ عبداللہ بن مفتی محمد اپنے والد کی حیات میں محتسب مقرر ہوئے۔

۱۔ شیخ عبداللہ: شیخ عبداللہ سے اوپر ان کی سات پشتیں پرگنہ جھم کی خدمت افتاء انجام دیتی رہی تھیں۔ جن میں سے تین کے سپرد اس پرگنہ کی خدمتِ قضا بھی تھی۔ آپ سلسلۂ

محتسبان کے مورث اعلیٰ تھے اور اس منصب پر اپنے والد کی حیات میں ۹۷۱ھ ۱۵۶۴ء میں فائز ہوئے۔ یہ منصب بلا انقطاع آپ کی اولاد کے پاس نسلاً بعد نسلٍ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دورِ حکومت تک رہا۔ شاہ اوحد مولوی بدر الدینؒ (باب ۳) اور حضرت شاہ غلام جیلانیؒ آپ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی اولاد میں سے اس وقت پانچ سو ترپن (۵۵۳) افراد حیات ہیں جن کا ذکر باب ۸ میں ۵۹ سے ۱۳۰ نمبروں پر آئے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محتسب کا منصب ایک معزز عہدہ ہوتا تھا اور محتسب کوتوالِ علاقہ ہونے کے علاوہ، علم و تحقیق کے کاموں میں بھی مشغول رہتا۔ آپ کی ایک متوسط مہر "عبد اللہ بن محمد عبد المجید حاکم کہ محتسب در شرع و محقق در دین خاتم شد" ۴ صفر ۹۹۹ھ سے ۲۶ ذیقعد ۱۰۲۶ھ (۱۵ نومبر ۱۶۱۷ء) عہد جہانگیری تک کی چھ تحریروں پر ہمارے پاس محفوظ ہے[1]۔ اس مہر کے ناموں میں مفتی عبد المجید آپ کے دادا اور مفتی محمد حاکم پڑدادا تھے۔ فرمانِ اکبری مجریہ ۱۷ ربیع الثانی ۹۸۲ھ (ضمیمہ ۷) کی رُو سے آپ کو اور آپ کے لواحقین کو ۶۸ بیگھہ یعنی ۴۰ ایکڑ اراضی بطور مدد معاش ملی۔ آپ کی دختر نور بی بی نے جو زمین عطیہ دی تھی اس پر محمد نصیر خاں (خان خطاب ہے۔ ۴۵ ب) بن مفتی شیخ نظام الدین نے عہد جہانگیر میں محلہ قضات میں ہم کی مسجد موسوم بہ نرخی جی کی مسجد تعمیر کرائی۔

۲۔ **شیخ محمد فاضل:** شیخ عبد اللہ محتسب کے فرزند اکبر تھے۔ آپ محتسب کے علاوہ نرخ نویس بھی تھے۔ نرخ نویس بازار کے اتار چڑھاؤ کے اعداد و شمار براہ راست مرکزی حکومت کو بھیجتا تھا۔ ناپ تول کے پیمانوں کی پڑتال بھی اس کے فرائض میں تھی۔ یہ ایک قسم کا پرائس کنٹرول انسپکٹر ہوتا تھا۔ بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دورِ حکومت کی ایک تحریر مورخہ ۲ مئی ۱۸۲۹ء (۲۷ شوال ۱۲۴۴ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ نرخ نویس کا حق الخدمت ایک آنہ فی دکان، آدھ سیر غلہ فی گاڑی، پاؤ سیر فی اونٹ، ایک چھٹانک فی مرکب ہوتا تھا۔ آپ کی مہریں "بندہ فاضل ابن عبد اللہ نرخی و محتسب است زام اللہ ۱۰۴۸ھ" و "بندہ فاضل ابن شیخ عبد اللہ نرخی و محتسب زام اللہ ۱۰۷۲ھ"۔ ۲۷ شوال ۱۰۸۱ھ عہد

---

[1] ۱۷ صفر ۹۹۹ھ، ۱۷ ربیع الاول ۱۰۰۶ھ، ۱۷ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ، ۹ شعبان ۱۰۱۶ھ، ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ
۲۷ ذیقعد ۱۰۲۶ھ

Marfat.com

اورنگ زیب عالمگیر تک کی سات نظائر پر موجود ہیں۔

آپ سے پہلے بھی خاندان سے نرخ نویس رہے ہیں جن میں سے ہمیں صرف دو کا علم ہو سکا۔ ایک سلسلہ قضاۃ کے شیخ عبدالصمد اور دوسرے سلسلہ خطیباں (باب ۲) سے محمد محمود ثانی ابن منتخبۃ المشائخ العظام شیخ محمد جیو خطیب۔ اول الذکر کے دستخط "عبدالصمد ولد عبدالرحیم نرخ نویس کتبہ بخطہ" ۹ شعبان سنہ ۱۰۱۹ھ کی تحریر پر پائے گئے ہیں اور ثانی الذکر کی مہر "شیخ محمود نرخ نویس ابن شیخ جیو خطیب" چھ تحریروں پر محفوظ ہے۔ ان کا مزید تذکرہ (باب ۲) میں آئے گا۔

۳۔ **شیخ محمد رستم:** شیخ محمد فاضل کے فرزند تھے۔ آپ کی مہر "بندہ رستم ابن شیخ محمد فاضل نرخی و محتسب زاد امر اللہ" ۴ رجب سنہ ۱۰۹۷ھ اور ربیع الاول سنہ ۱۱۰۰ھ کی تحریروں پر موجود ہے۔

۴۔ **شیخ نصیرالدین:** آپ کی مہر "نصیرالدین ابن شیخ رستم محتسب احمد" محمد شاہ بادشاہ کے عہد کی متعدد تحریروں پر محفوظ ہے۱۔

۵۔ **شیخ شرف الدین:** آپ کی مہر "شیخ شرف الدین محتسب ولد شیخ نصیرالدین سنہ احمد سنہ ۱۱۶۸ھ" رجب سنہ ۱۱۷۹ھ تک کی کئی تحریروں پہ محفوظ ہے۔ آپ نے محلہ کی اس مسجد کی تعمیر نو کرائی جو نرخی جی کی مسجد کے نام سے معروف تھی۔ یہ مسجد پہلی مرتبہ عہد جہانگیر میں آپ کے جد امجد شیخ عبداللہ محتسب (باب ہذا) کی دختر نور بی بی کی زمین پہ شیخ محمد نصیر خاں (خطاب ہے۔ ۴۰۵ ب) نے تعمیر کرائی تھی اس پر ایک کتبہ تھا:

خوش نہادہ بنائے انور بیگ
مسجد شرف دیں بشہر مہم
سال تاریخش از خرد جستم
"عاقبت خوب" گفت خوشش ملہم
۱۱۸۱ھ

اس کتبہ میں انور بیگ حاکم شہر کا نام ہو سکتا ہے۔ اور شرف دین دراصل شیخ شرف الدین نرخ نویس و محتسب ہیں۔

---

۱ مواہیر سے ثابت ہے کہ شیخ نصیرالدین محتسب اس خاندان سے چوتھے محتسب تھے اور شیخ محمد رستم محتسب کے فرزند تھے۔ آپ کی مہریں ہمارے پاس حسب ذیل تاریخوں کی تحریروں پر محفوظ ہے: ۷ شعبان سنہ ۱۱۲۵ھ، ۲۲ جمادی الثانی و ۲ شوال سنہ ۱۱۲۹ھ، ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۷ھ، ۲ اور ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۸ھ، ۱۲ اور ۱۵ محرم و ۷ ربیع الثانی و ۲۵ رجب سنہ ۱۱۴۲ھ، ۲۷ شوال و ۲ ذیقعد سنہ ۱۱۴۴ھ، ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۴۷ھ، ۴ جمادی الاول سنہ ۱۱۴۸ھ، ۷ شعبان سنہ ۱۱۵۰ھ، ۹ رجب سنہ ۱۱۵۱ھ، ۲۲ رمضان سنہ ۱۱۶۲ھ۔

Marfat.com

۶۔ شیخ عظیم الدین: آپ کی مہر "عظیم الدین محتسب بن شیخ شرف الدین" ۵ محرم ۱۱۸۱ھ سے ۷ شوال ۱۲۴۹ھ تک کی تحریروں پر موجود ہے۔ مہم پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا براہ راست قبضہ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں ہوگیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کے دورِ حکومت میں کچھ سال تک محتسب کا عہدہ برقرار رہا۔ آپ پرگنہ مہم کے آخری محتسب تھے۔ آپ کے پوتے شیخ قطب الدین بن شیخ کریم الدین ۱۸۵۷ء کی دار وگیر میں کہیں رُوپوش ہوگئے یا جُرمِ بغاوت میں پھانسی پا گئے۔ شیخ قطب الدین کے اکلوتے بیٹے شیخ بدرالدین تھے جن کے اکلوتے فرزند شیخ شہاب الدین لاولد فوت ہوئے اور اب اس سلسلہ محتسبان سے کوئی حیات نہیں۔

(د) دیگر مناصب

اس باب میں اب تک پرگنہ مہم کے ان مناصب (قاضی، مفتی، محتسب اور نرخی) کا ذکر ہوا ہے جو حضرت مولانا افتخار الدینؒ بن حضرت قاضی قوام الدینؒ جنیری ثم رہتکی کی اولاد میں تمام مسلم عہدِ حکومت میں رہے۔ ان کے علاوہ اس خانوادہ سے بعض حضرات شاہی دبیر، شاہی طبیب اور سپہدار بھی رہے۔ شاہی دبیروں میں مفتی فضل اللہ بن مفتی قادن دبیر ہمایوں بادشاہ کا اسی باب میں ذکر ہو چکا ہے۔ شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دبیر مفتی عزیز اللہ شہیدؒ بن مفتی حبیب اللہ کا اگلے باب میں بیان ہوگا۔ مملکتِ اودھ کے چیف سیکرٹری شیخ وزیر الحق بن قاضی بہرام الحق (۱۴م ب) ریاست ٹونک کے چیف سیکرٹری پیرجی امین الدین ابن مولوی کریم الدین کا ذکر باب ۸ میں ہوگا۔

اطبائے نوابین میں راجہ جودھپور کے طبیبِ خاص حکیم ببر علی کا ذکر باب ۹ میں ہوگا۔ مملکتِ اودھ سے منسلک دو گرامی اطبّا حکیم عزیز الحق اور حکیم ولی اللہ کا ذکر یہاں کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا سلسلہ نسب منقطع ہو چکا ہے۔

حکیم عزیز الحق: آپ شیخ حفیظ الحق بن حکیم قاضی فضل الحق (۱۳ ب) کے فرزند تھے۔ والی اودھ واجد علی شاہ کے طبیبِ خاص تھے اور لکھنؤ کے سرکاری دارالشفا کے ناظم۔ ایک موقعہ پر واجد علی شاہ بیمار ہوگئے۔ نازک مزاجی کسی دوا کی متحمل نہ تھی۔ حکیم عزیز الحق نے خس کی ٹٹیوں اور خوابگاہ کے چھڑکاؤ کے پانی میں دوا کا جوہر ملا دیا اور نواب واجد علی شاہ صحت یاب ہوگئے اور بارہ گاؤں انعام میں دیئے۔ یہ جاگیر زیادہ تر یوپی کے موجودہ ضلع کھیری لکھیم پور میں تھی۔ جن میں سے مواضعات گوگن، دلادر پور، غفار نگر، حکیم پور، گرنٹ، چک بڑھیا اور محمدی خاص میں ایک چک تھا۔

Marfat.com

حکیم صاحب موصوف کی اولاد میں پانچ لڑکیاں تھیں۔ یہ جاگیر حکیم صاحب کی وفات ۱۸۵۵ء پر ان پانچ لڑکیوں اور مرحوم کے برادرِ بزرگ مولوی فیاض الحق (۳۱ ب) کو پہنچی۔ اسی جاگیر کی وجہ سے محمدی میں اولاد حضرت قاضی قوام الدینؒ کا ایک حصّہ آباد ہوگیا۔

حکیم ولی اللہؒ حکیم احسن اللہ بن شیخ خیر اللہ کے فرزند تھے۔ آپ کے اجداد میں سے شیخ محمد محمود درج نویس اور منتخبۃ المشائخ العظام شیخ محمد جیو کا اجمالی ذکر اس باب میں ہو چکا ہے اور مزید حالات باب ۲ میں درج ہوں گے۔ یہ مولانا کبیر الدین بن حضرت قاضی قوام الدینؒ کی اولاد سے تھے نوابانِ اودھ کے طبیب تھے۔ لکھنؤ کے محلہ بسین گنج میں آپ کی اقامت تھی۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ جن میں صرف ایک فرزند بدیع الدین عرف حکیم صفدر علی کے صرف ایک فرزند ممتاز علی تھے۔ شجرہ الیاس میں ممتاز علی کے ایک فرزند کا نام غلام محی الدین لکھا ہوا ہے جن کی بابت ہمیں مزید علم نہیں۔

مفتی عبدالرحمٰن بن مفتی محمد جعفر کے فرزند نصر الدولہ محمد احسان خاں بہادر نصرت جنگ شاہ عالم ثانی کے دورِ حکومت میں ریاست الور یا جے پور کی افواج کے کمانڈر ان چیف تھے۔ اس سے پہلے آپ پرگنہ مہم کے امیر عدل بھی رہ چکے تھے۔ آپ کا مزید تذکرہ باب میں نمبر ۲۷ ب کے تحت کیا جائیگا۔

Marfat.com

باب ۳

علماء و مشائخ سلسلۂ افتخاریہ

گذشتہ باب میں مولانا افتخار الدینؒ بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کی اولاد میں سے صرف ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلم عہدِ حکومت میں کسی سرکاری منصب پر فائز رہے۔ لیکن یہ سب حضرات محض منصب دار ہی نہیں تھے۔ انہی منصب داروں میں علما مشائخ بھی تھے۔ ان میں سے بہت سے حضرات کا شعار تبلیغ و اشاعت دین رہا ہے۔ خانوادۂ افتخاریہ کے علماء و مشائخ میں سے جن جن کے حالات کا ہمیں علم ہو سکا ہے ان کا اس باب میں بیان ہوگا۔

حضرت مفتی عزیز اللہ شہیدؒ

ولادت: مہم۔ ضلع رہتک۔

شہادت: ۴ محرم ۱۱۰۹ھ ۱۳ جولائی ۱۶۹۷ء سونی پت ضلع رہتک

مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے جدِ اعلیٰ قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدینؒ بن حضرت قاضی قوام الدینؒ جھنجھری ثم رہتکی کو ۶۸۶ھ ۱۲۸۷ء میں سلطان معز الدین کیقباد نے پرگنہ مہم کا قاضی اور مفتی بنا کر بھیجا۔ اس وقت سے بلا انقطاع خدمتِ افتاء مفتی شہید کے اجداد سر انجام دیتے رہے۔ آپ کے اجداد میں سے پرگنہ مہم کے دس مفتی ہوئے، جن میں تین قاضی بھی تھے۔ آپ کے والد بزرگوار مفتی حبیب اللہ ابنِ مفتی نظام الدین اس پرگنہ کے دسویں مفتی تھے۔ مفتی عزیز اللہ شہیدؒ نے مہم کے دار العلوم میں اپنے والد سے تعلیم حاصل کی جو اس مدرسہ کے سربراہ تھے۔ اس زمانہ تک دہلی نے علوم دین میں وہ مرکزیت حاصل نہ کی تھی جو اسے آپ کے پوتے

شاہ نجم اللہؒ کے ہم عصر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے زمانہ میں حاصل ہوئی۔ شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے مولانا عزیز اللہ کے علم و فضل سے متاثر ہو کر انہیں دہلی میں قیام کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اورنگ زیب کا ابتدائی عہد حکومت تھا۔ قلعہ معلی سے آپ کے تعلقات کی صحیح نوعیت تو متعلقہ فرامین تلف ہو جانے کی وجہ سے متعین نہ ہو سکی۔ البتہ ہمارے پاس تین شاہی فرامین مصدرہ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۷۰ھ ۹ جمادی الثانی ۱۰۷۱ھ اور ۲۹ ربیع الاول ۱۰۷۱ھ محفوظ ہیں جن پر آپ کی مہر "عزیز اللہ بندہ اورنگ زیب ۱۰۷۱" لگی ہوئی ہے۔ اس مہر کے اوپر مولانا عزیز اللہ کی قلم سے یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ "حسب المسطور عمل نمائند" یہ ایک معمول تھا۔ ایسے شاہی فرامین صدر الصدور کی مہر سے صادر ہوا کرتے تھے۔ آپ صدر الصدور تو نہیں تھے ممکن ہے اس کے نائب ہوں یا شہنشاہ کے دبیر خاص۔

دہلی میں آپ کی ذات مرجع خاص و عام ہو گئی۔ آپ نے دہلی میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جسے ہم سہولت کے لئے آئندہ مدرسہ عزیزیہ دہلی کے نام سے یاد کریں گے۔ دہلی میں یہ مدرسہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ (م ۱۰۵۴ھ - ۱۱۳۱ھ) کے مدرسۂ رحیمیہ سے پہلے قائم ہوا تھا۔ کسی محقق کو اس کی تفصیلات ضرور دریافت کرنی چاہئیں۔ ہمیں اس مدرسہ کی ایک آدھ جھلک مفتی شہیدؒ کے فرزند حضرت شاہ نصر اللہؒ کی مثنوی جنون المجانین میں نظر آتی ہے ۱۰۷۶ھ میں جب شاہ نصر اللہ کی عمر نو سال کی ہو گئی تو مفتی شہیدؒ نے انہیں اپنے مدرسہ میں پڑھانے کے لئے ٹھٹھہ سے طلب فرمایا۔ پہلے آپ کو قرآن ناظرہ پڑھایا پھر حفظ کرانا شروع کیا۔ مگر شاہ نصر اللہؒ شہید جلالی دہلویؒ کے زیر اثر جذب و مستی کے عالم میں رہنے لگے اور اس خیال کا اظہار کیا کہ قرآن کے الفاظ علم معرفتِ خداوندی میں حارج ہیں تو والد بزرگوار نے سرزنش فرمائی کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ صحیح علم قرآن سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے قرآن، حدیث اور بزرگانِ دین کی لکھی ہوئی کتب خاص طور پر مولانا روم کی مثنوی معنوی اور شیخ ابن العربی کی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ اس سے مدرسہ عزیزیہ دہلی کے نصاب کا کچھ اندازہ ہوتا ہے وہاں علم قرآن کو اولیت حاصل تھی۔ حدیث، مغازی اور دیگر علماء کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت حافظ مولانا شاہ رزق اللہ الملقب بحافظ عالم خاں اپنے وقت کے امام مغازی تھے وہ بھی اسی مدرسہ عزیزیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ ماسوائے حضرت شاہ نصر اللہؒ کے مفتی شہیدؒ کے تمام بیٹے، پوتے اور پڑپوتے حافظ قرآن تھے۔ مثنوی جنون المجانین کے متعلقہ اشعار یہ ہیں :

Marfat.com

بعد ازاں نہ سالگی بر من نمود | آیت ہجرت بمن آمد فزود
آیت ہجرت کتابِ والدی | آیت ہجرت خطابِ والدی
حضرت والد طلب کردہ مرا | شوق دیدارش طرب کردہ مرا
بد عزیز اللہ نام پاکِ او | جامِ رحمت از خدا بر خاک او
اَعْلَمَ اللّٰہُ الرَّحِیْمُ سِرَّہٗ | قَدَّسَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ سِرَّہٗ
تا بدہلی رفتہ بودم اے جواد | روز اوّل جذبِ حق بر من فتاد
من ز نامِ آں بزرگ راز گوئی | در کتابِ حق بکردم جستجوی
ہمچو ایں اطفال کردم ختم او | لیک دل غافل نہ شد از فہم او
با پدر گفتم کہ اے استاد من | دل کشد از جہاں باں جواد من
تو مرا شلق زنی بر حفظ او | جذبِ حق نسیاں کند از لفظ او
نورِ حق مارا بسوئے خود کشید | چشم حق مارا بروئے حق کشید
والدِ من گفت با من کائے پسر | ایں خیالات می برد از رہ گذر
رہ گذر یعنی صراطِ مستقیم | از چنیں وسواس بگذر شو علیم
ایں خیال و وہم شیطانی بود | علم قرآن خواں کہ رحمانی بود

ایں علوم و ایں تجلیات حق | شد مرا از فیض والد در سبق

باعث دیگر شنو اے مولوی | بود حب والدم در مثنوی
در نوازش ہائے خود آں اوستاد | می نوشتہ گاہے گاہے در رشاد
کاے پسر ما من تو دارم یک نیاز | بر فصوصِ شیخ حق شرحے لبانہ
حال قرآن و حدیث پر طرب | حل مولانا و ہم شیخ عرب
بلکہ حل جملہ شعور اہل حق | با عزیز خویش داری در سبق

ان اشعار سے مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے اپنے خیالات اور مدرسہ عزیزیہ کے نصاب پر معمولی سی روشنی پڑتی ہے۔ نہ معلوم اس مدرسے سے کس کس عالم نے تعلیم پائی رہیں اس مدرسہ کے فارغ التحصیل علما میں مفتی شہیدؒ کے نامور فرزند ـــ حافظ مولانا شاہ رزق اللہؒ حضرت

شاہ نصر اللہؒ اور حافظ شاہ عبد اللہ کے علاوہ مثنوی جنون الجانین سے ایک اور بزرگ کا نام معلوم ہو سکا ہے یہ بزرگ سید امان اللہ تھے۔ اور شاہ نصر اللہؒ کے ہم مکتب تھے۔ سید امان اللہ عہدِ اکبری کے مشہور بزرگ شیخ عبد الغنی سونی پتی کی اولاد سے تھے۔ شاہنشاہ اکبر نے امام ناصر الدین سونی پتی کے مزار کے نام دس دیہات کر کے شیخ عبد الغنیؒ کے سپرد کر دیئے تھے۔ اس پائے کے بزرگ تھے کہ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے والد بزرگوار ان کی ملاقات کے لئے مدت تک خواہاں رہے[۱]۔ شاہ نصر اللہ فرماتے ہیں:

ایں جنوں زد جوش بر سید اماں ۔۔۔ فیض با داریم ما ز وھم زماں
نور لے رنگِ عشق حق را در عیاں ۔۔۔ یافتہ در جانِ خود آں بے نشاں
میر عبد اللہ میر عاشقاں ۔۔۔ دوست می دار خدا ورا در جہاں
اہلِ سنت دائماً با نصرت اند ۔۔۔ عاشقان و عارفانِ حضرت اند
در زمانِ شاہ اکبر پیش ازیں ۔۔۔ بود زیشاں سیدی از اھلِ دیں
نام آں شیخِ خدا عبد الغنی ۔۔۔ بود ز آتش فارغ از کبر و منی
در شریعت بود راسخ پائے او ۔۔۔ در حقیقت با خدا ماوائے او
چند کس ز اولادِ آں عبد الغنی ۔۔۔ در شریعت دیدہ ام با روشنی
ہست از اولادِ او سید اماں ۔۔۔ رہنمائے اہلِ حق اندر جہاں
از امان اللہ شد اللہ یار ۔۔۔ فاضل و صالح بعجز و انکسار
مشرب کشف و شہود اہلِ حق ۔۔۔ دارد آں اللہ یارم در سبق

مدتے بودیم با او ہم سبق
پیشِ آں شیخِ عزیزِ نحوِ حق

---

[۱] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی تصنیف امداد فی مآثر الاجداد میں شیخ عبد الغنی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ توسین ہماری ہیں۔ "ایں فقیر از بعض احفاد شیخ عبد الغنی (سونی پتی بن عبد الحکیم) مذکور استماع نمود کہ وے رحمۃ اللہ علیہ عالم و متبوع بود و جلال الدین اکبر بادشاہ او را مفخم و معظم داشتے۔ بعد ازاں کہ بادشاہ الحاد و زندقہ گرفت آں رشتۂ الفت برہم گشت" (ص ۳) بادشاہ دوازدہ دیہ غلہ مزار امام (ناصر الدین در سونی پت ضلع رہتک) کردہ شیخ عبد الغنی را حوالہ نمود۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی از شیخ مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ نقل کرد کہ ایشاں فرمودند حضرت والدین مدتے جویاں بودند ملاقات شیخ عبد الغنی را کہ درویشے بود از شہر سونی پت بس معمور برنگ" (ص ۱)

Marfat.com

شاہ نصر اللہؒ نے مثنوی جنون المجانین اپنے والد بزرگوار مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے ایما پر کہی تھی۔ اس کے کچھ شعر لکھ کر مصنف نے مفتی شہیدؒ کے ملاحظہ کے لئے پیش کئے۔ مفتی عزیز اللہ شہیدؒ نے انہیں پسند فرمایا اور اس پر یہ شعر لکھ دیا۔

جنون المجانین اے کارساز ‌ ‌ ‌ قبول او فتد خدمت اہل راز

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں سید جلال دہلویؒ کے مرید تھے۔ جو سید ابوالعلا اکبر آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس تعلق کی وجہ سے عمر کے آخری حصّہ میں ایک ایسا دور بھی آیا کہ آپ علم الکلام سے بیزار اور وحدت وجود کے حامی ہو گئے۔ چنانچہ شاہ نصر اللہؒ فرماتے ہیں ؎

والد و شیخم عزیز اللہ بود ‌ ‌ ‌ عالم و فاضل خدا آگاہ بود
محوِ حق آں شیخ من عبد العزیز ‌ ‌ ‌ مرشدِ من بود او در جملہ چیز
مستعی توحید شطحیاتِ حق ‌ ‌ ‌ بود آخر در زبانش در سبق
از کلامی بود بیزار آں امام ‌ ‌ ‌ در جہاں چوں نصرتی بود آں ہمام

اپنے والد بزرگوار مفتی حبیب اللہ کی وفات پر شیخ عزیز اللہ شہیدؒ پرگنہ مہم کے گیارھویں مفتی مقرر ہوئے۔ آپ کی مُہر "شد عزیز اللہ مفتی مقتدی علم دین ۱۰۹۳" ہمارے پاس ۶ جمادی الثانی اور ۲ رجب ۱۰۹۷ھ کی تحریروں پر محفوظ ہے۔ آپ کا قیام دہلی میں تھا اس لئے آپ کے فرزندان پرگنہ مہم کی خدمتِ افتا سرانجام دیتے رہتے تھے۔

آپ کی شہادت غالباً شورش درگا داس میں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۴ محرم ۱۱۰۹ھ ۳ جولائی ۱۶۹۷ء کو سونی پت میں ہوئی۔ وہیں مرقد مبارک ہے۔ سونی پت آج کل ضلع رہتک کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ حضرت شاہ نصر اللہ المتخلص نصرتی نے مثنوی جنون المجانین میں آپ کی تاریخ شہادت دی ہے۔

در جہاں دنیوی چو شور گرد ‌ ‌ ‌ ہستی موہوم خود را دور کرد
از زمانِ ہجرت صدر الانام ‌ ‌ ‌ یک ہزار و یک صد و نہ بود تمام
در چہارم از محرم اے فلاں ‌ ‌ ‌ گشت داخل در شہیدانِ جہاں
با حسین و با حسن شد روحِ او ‌ ‌ ‌ برد کشتی در سلامت نوحِ او
مرقدش در شہر سینپت روشن است ‌ ‌ ‌ در زیارت زائراں را جوشن است

نصرتی در فوت او شد نوحہا
کرد با شور و فغان دلِ بوحہا

مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے تین فرزند تھے۔ بڑے فرزند مولانا حافظ شاہ رزق اللہؒ، دوسرے حضرت شاہ نصر اللہؒ اور تیسرے حافظ شاہ عبد اللہؒ۔ ان تینوں کا ذکر اسی باب میں کیا جائے گا۔

مولانا حافظ شاہ رزق اللہؒ

ولادت: قبل ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء مہم ضلع رہتک۔

وفات: ۱۱ر جمادی الاول ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۵ء سے کچھ قبل۔

آپ مفتی عزیز اللہ شہیدؒ ابن مفتی حبیب اللہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے دہلی میں اپنے والد کے مدرسہ عزیزیہ میں تعلیم پائی۔ آپ کے علم و تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ کو قلعہ معلی میں شہزادوں کی تعلیم پر مامور کیا گیا اور حافظ عالم خاں کا خطاب عطا فرمایا۔ شاہنشاہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد شاہ عالم، بہادر شاہ، جہاندار شاہ، فرخ سیر اور محمد شاہ کے عہد حکومت میں بھی آپ قلعہ معلی سے متعلق رہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ کی آپ کی ایک مہر حافظ عالم خاں فدوی بادشاہ غازی ہمارے پاس دو تحریروں پر محفوظ ہے۔ پہلی تحریر تخمیناً ۱۱۳۸ھ۔ ۱۷۲۶ء کی ہے اور دوسری ۔ ۸ شعبان ۱۱۴۶ھ کی ہے۔ اول الذکر پر جو آپ کی مہر لگی ہوئی ہے اس کے نیچے آپ کی قلم سے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

"اطلعت علیہ کتبہ احقر الفضلا، تراب اقدام العلماء، خادم العلوم و مغازی حافظ عالم خاں مدرس المشہور دار الخلافہ شاہجہان آباد ہند جاگیردار و متوطن پرگنہ مہم سرکار حصار۔"

حضرت محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادیؒ متوفی ۱۱۴۴ھ ۱۷۳۱ء حضرت شاہ بدر الدینؒ (باب ہذا) کے پیر و مرشد تھے۔ شیخ وقت شاہ خوب اللہ نے بزرگانِ چشت کے حالات پر ایک کتاب ملاک الاعتقاد لکھی۔ جس کا مصنف علیہ الرحمۃ کی قلم مبارک کا لکھا ہوا ایک نسخہ ہمارے مجموعہ کتب کی زینت ہے۔ اس میں ایک مقام پر آپ نے حافظ عالم خاں سے اپنی ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ "احوال شیخ صدیقی ساکن مہم"۔ آپ فرماتے ہیں کہ حافظ عالم خاں قلعہ معلی دہلی کی چوبی مسجد میں مدرس ہیں۔ انہوں نے فضیلت کو درویشی اور درویشی کو منصب داری سے ملایا ہے۔ سلسلہ علیہ امیر ابو العلا سے منسوب ہیں۔ مگر اس سلسلہ سے باہر جو نقشبندی ہیں ان سے گہرے تعلقات ہیں۔

"نوذی با حافظ محمد عالم خاں مدرس مسجد چوبی واقع درون قلعہ شاہجہان آباد کہ فضیلت

Marfat.com

طابد رویشی و درویشی را با منصب داری جمع کردہ اند و از منتسبانِ سلسلہ علیہ امیر ابوالعلا اند قدس سرہٗ و باد رویشان طریقہ نقشبندیہ غیر ایں سلسلہ سنیہ محر منتہا دارند ذکری ازیں مقولہ درمیان آمدہ از تغیر "نسبت قدیمہ ایں طریقہ انیقہ و عدم آں تغیر" مذکور کہ گفتم کہ نسبت علائیہ بضم عین عین نسبتِ علائیہ بفتح عین است و پیران ما ہرگز آں را تغیر نہ دادہ"

آپ کی وجہ سے دہلی میں تقریباً نصف صدی تک علم و عرفان کا چراغ روشن رہا۔ آپ کا انتقال ۱۷۵۵ء سے پہلے ہوا کیونکہ ۱۱ جمادی الاول ۱۱۶۸ھ کی ایک تحریر میں آپ کو مرحوم لکھا ہوا ہے۔

حضرت شاہ نصر اللہ نصرتیؒ

ولادت: ۱۰۷۷ھ ۱۶۶۶ء جھجر ضلع رہتک۔

وفات: ۴ رجب سن نامعلوم جھجر۔

حضرت مفتی عزیز اللہ شہیدؒ بن مفتی حبیب اللہؒ کے فرزند ثانی شاہ نصر اللہؒ اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت میں تولد ہوئے۔ آپ کی شادی قاضی محامد (باب ۲) قاضی پرگنہ جھجر کی دختر میمونہ سے ہوئی اور ایک دختر امۃ الرسول ہوئیں جن کی شادی حضرت شاہ نجم اللہؒ الملقب بہ حافظ عالم خاں سے ہوئی۔ یہ اتفاق ہے کہ آپ کی طرح آپ کے بعد خاندان کے تین اور چوٹی کے بزرگ شاہ کمال اللہ (باب ۳) شاہ غلام جیلانیؒ (باب ہذا) اور ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی بھی نسل نہ چلی۔ انسانی عظمت کی انتہا یہ ہے کہ وہ افسانہ بن جائے اور خاندان سے یہ مقام صرف حضرت شاہ نصر اللہ قدس سرہٗ کو حاصل ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کے حوادث میں ایک مثنوی موسوم بہ جنون العاشقین کے علاوہ آپ سے متعلق تمام تحریری سرمایہ غارت ہو گیا۔ اصل کارنامے محو ہو چکے ہیں۔ مگر خرقِ عادت واقعات کا ایک انبار رہ گیا ہے کہ عوام کے نزدیک یہی شانِ ولی اللہی ہے۔ ہم ایسی تین روایتیں نقل کرتے ہیں:

۱۔ حضرت شاہ نصر اللہؒ کے بھتیجے شاہ نجم اللہؒ قلعہ معلی دہلی میں کتاب دار یعنی شاہی کتب خانہ کے ناظم تھے۔ ایک روز شاہ نصر اللہؒ اس کتب خانہ میں تشریف لے گئے اور ایک کتاب طلب فرمائی۔ شاہ نجم اللہؒ نے کتابوں کی ایک گڈی پر چڑھ کر اوپر سے وہ کتاب اتار

Marfat.com

دی۔ اس گٹھری میں کلام پاک کا ایک نسخہ بھی تھا۔ اس جسارت پر آپ نے سرزنش فرمائی۔ نوجوان شاہ نجم اللہ نے کہا کہ اگر قرآن پر قرآن رکھ دیا جائے تو کیا ہرج ہے۔ اس غرورِ زہد و علم پر آپ نے اظہارِ ناراضگی فرمایا اور کہا کہ اگر تمہیں اپنے علم پر اس قدر ناز ہے تو آؤ اور قرآن کی پہلی سورت سناؤ۔ اس پر شاہ نجم اللہ اتنے حواس باختہ ہوئے کہ بسم اللہ بھی بھول گئے متصوفانہ زبان میں یوں کہیئے کہ مرشد نے جو کچھ سکھایا تھا وہ اپنے تصرف باطنی سے واپس لے لیا۔ بھتیجہ سے کہا کہ تم اس منصب کے اہل نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔

۲۔ ایک روز ایک مرید ہم سفر تھا۔ راستہ میں دریا پڑا۔ شاہ نصر اللہؒ نے فرمایا میرا ہاتھ تھام لے اور نصر اللہ کا ورد کرتا چل۔ عین منجدھار میں پہنچے تھے کہ مرید نے پیر و مرشد کو اللہ کے نام کا ورد کرتے سنا تو وہ بھی بجائے نصر اللہ کے اللہ اللہ کہنے لگا۔ مگر وہ فوراً ہی ڈبکیاں لینے لگا۔ آپ نے اسے بازو سے سہارا دیا اور فرمایا "تجھے کیا معلوم اللہ کیا ہے تو نصر اللہ کہتا چل۔ اس نے نصر اللہ کا ورد شروع کر دیا اور دونوں دریا کو پار کر گئے۔

۳۔ روایت ہے کہ آپ رویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیا کرتے تھے۔ ہمارے زمانہ میں بھی اس مقصد کے لئے بعض لوگ آپ کے مزار پر چلّہ کشی کیا کرتے۔ آپ کی چچا زاد بہن بی بی ساجدہ زوجہ شاہ لطف اللہ سہ ہزاری و نائب گورنر لاہور کئی روز تک اصرار کرتی رہیں کہ زیارت کرائی جائے۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ اچھا تو لال جوڑا پہن کر خوشبو لگا لے۔ میں ابھی آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں یہ خاتون سج دھج کے بیٹھ گئیں۔ آپ باہر سے ان کے خاوند شاہ لطف اللہ کو بلا لائے اور فرمایا "لطف اللہ تیری بیوی کا تجھ سے دل بھر گیا ہے۔ دیکھ یہ دوسرے بیاہ کی تیاری کر رہی ہے"۔ ان الفاظ نے اس عفیفہ پر بجلی کا کام کیا۔ وہ رونے لگیں۔ اور روتے روتے سو گئیں اور زیارتِ رسول سے مشرف ہوئیں۔ یہ خاتون حضرت شاہ عبدالحکیم بھمی قدس سرہ العزیز (راقم) کی والدہ محترمہ تھیں۔

قطع نظر ان زبانی روایات کے حضرت شاہ نصر اللہؒ کی تصانیف میں سے صرف ایک فارسی مثنوی جنون المجانین، محفوظ رہ گئی ہے جس سے آپ کے حالات و معتقدات کا کچھ علم ہوتا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس مثنوی کا جو قلمی نسخہ ہے اس کی کتابت مثنوی کی تصنیف سے اکثر سال بعد، ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ (۱۲ ستمبر ۱۷۶۷ء) کو شاہ عالم ثانی کے عہد میں الور کے رنگ محل

Marfat.com

میں تمام ہوئی۔ جیساکہ کاتب نے خاتمہ پر لکھا ہے:

"تمام شد نسخہ جنون المجانین در شرح فصوص الحکم شیخ محی الدین محمد بن علی العربی قدس سرہٗ فی علوم الاولیاء الملہمین، دبعضی واردات قدسیہ نیز خوانند، واز بعضی بفصل الخطاب موسوم گردانند۔ من کلام تراب الانبیاء والاولیاء مجنون الحق ومجذوب اللہ المسمی بغلام احمد عرف نصر اللہ سلمہ اللہ والبقاہ ومد ظلہ علی من احواہ فی الشہر ربیع الثانی بتاریخ ہفدہم فی الوقت یکپاس روز برآمدہ بود۔ یوم الاربعہ در بلدہ شہر الور پائیں قلعہ در رنگ محل ترقیمت جنون المجانین شیخ ابوالحسن ولد شیخ امام الدین عرف شیخ چھنو۔ رب اغفر وارحم اللّٰھم ارحم جسد الکاتب مِنَ النَّارِ۔ فرد

من نوستم صرف کردم روزگار

من نمانم ایں بماند روزگار

بعہد شاہ عالم غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ سنہ ۱۱۸۱ھ"

اس مثنوی کے کاتب اوّل مصنف علیہ الرحمہ کے خلیفہ شیخ عبدالواحد تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کاتب ایں مثنوی عبدالوحید　　　اے خدا اورا بکن شیخ رشید

فیضِ ربانی نصیبش کن مدام　　　جذبِ رحمانی ببخشش کن مدام

ان اشعار کے اوپر کاتب شیخ ابوالحسن نے یہ سرخی دی ہے:

"در تعریف خلیفہ عبدالواحد کہ کاتب ایں مثنوی جنون المجانین بودند واز برادری مصنف ہم بودند نور اللہ مرقدہٗ"

شیخ عبدالواحد کی اولاد سے محمد فاروق، عبدالرؤف، منظور احمد اور احمد حسین صاحبان کا ذکر باب میں ۵۰ تا ۵۳ نمبر پر آئے گا۔

مثنوی کی اندرونی شہادت ہے کہ مصنف کا نام نصر اللہ اور تخلص نصرتی تھا۔ فنافی الرسول ہونے کی نسبت سے اپنے آپ کو غلام احمد اور فنافی اللہ ہونے کی حیثیت سے وجہ اللہ بلاتکلف لکھ دیتے تھے چنانچہ

برغلامِ احمدِ خود کن نظر　　　تاشود مقبولت اے خیر البشر

عبدِ رحماں آں امام دردمند　　　نام نصر اللہ وجہ اللہ کرد

عبدالرحمٰن مصنف علیہ الرحمہ کے مرشد تھے۔ شاہ نصر اللہؒ کے والد حضرت مفتی عزیز اللہ شہیدؒ ابن مفتی حبیب اللہ (باب۲) تھے۔

حضرتِ صدیق آں جدِ من است　　حضرت فاروق آں سندِ من است

نصرتی صدیقی آمد در نسب　　نصرتی نعمانی آمد در حسب

والدِ شیخم عزیز اللہ بود　　عالم و فاضل خدا آگاہ بود

آں حبیب اللہ مفتی جدِ من　　بود در زہدے مکتم در جدِ من

مثنوی جنون المجانین کی تکمیل کے روز یعنی رمضان ۱۱۰۹ھ مطابق مارچ ۱۶۹۸ء کو اپنی عمر تینتیس سال بتائی ہے

سال عمرِ من سی و سہ سال بود　　کایں جنون الاولیا در من نمود

از زمانِ ہجرتِ خیر الانام　　یک ہزار و یک صد و نہ بود تام

در فہم بودیم در شہرِ صیام　　منتہا شد ایں کتاب نیک نام

اپنے وطن فہم ضلع رہتک کا ذکر فرماتے ہیں:

ایں فہم را قد… اللہ … بخواں　　در فہم ایں نام بعد از من مخواں

اَلسَّمِیُّ جَدُّ الشَّمسِ دَفعُ الاَکبَرُ　　حَسَنٌ وَجہِ اللہ فِیہِ ھُوَ الاَتَمُّ

رَبَّنَا فَابقِ بِبَاقِی وَجہِنَا　　رَبَّنَا فَاتِنِ بِبَاقِی وَجہِنَا

ہادی شاں شو بدینِ احمدی　　معرفت شاں دہ بنورِ سرمدی

دین دنیا را بایشاں کُن وفا　　بر من مسکین خود کن ایں عطا

مثنوی میں اپنے چچا مفتی محمد جعفر، برادرِ بزرگ مولانا حافظ شاہ رزق اللہ الملقب بحافظ عالم خاں (حافظ) برادرِ خورد شیخ عبداللہ (قاسم)، خسر قاضی محمداد اور برادری میں سے دو بزرگ محمد عاشق خلیب (باب۳) اور ان کے فرزند شیخ محمد نواز کا نام بھی آیا ہے۔ ان میں سے صرف پہلے دو کی اولاد کا سلسلہ نسب جاری ہے۔

یا الٰہی من سپردم مر ترا　　حافظ و قاسم دگر جعفر سخا

Marfat.com

تا قیامت نام شاں را تازہ دار — فیض خود بر ہر سہ بے اندازہ دار
آں مجاہد قاضی ملک خدا — بر شریعت باد دائم مقتدا
خادمم را کن قبول خویشتن — تا شود فارغ ز دنیا ہمچو من
عاشق صدیق مارا کن قبول — قاتل زندیق مارا کن قبول
بر نواز من بدہ فیض نماز — بر کریم من بدہ فیض نیاز

آپ نے جس طرح راہ سلوک طے کی اس کا اس مثنوی میں کہیں کہیں ذکر آیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے ابتدا سے عشق الٰہی ہے۔ طفلی میں مجھے جنون ہو گیا تھا۔ (جنون: دنیوی مفاد سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جانا) پانچ سال کی عمر میں اپنے جدّ بزرگوار مفتی حبیب اللہ متوفی ۱۲۸۲ھ کے مکتب میں حاضری دیا کرتا تھا۔ جس سے میرے خمیر میں سادگی پڑ گئی۔ جس روز میرے جدّ مفتی حبیب اللہ نے میری رسم بسم اللہ ادا کرائی اسی روز میں سب کچھ سیکھ گیا۔ نو سال کی عمر میں والد بزرگوار نے مزید حصولِ علم کے لیے دہلی میں طلب کر لیا۔ وہاں میں سلسلۂ ابو العلائیہ کے ایک بزرگ سیّد جلالؒ کی پہلی ہی نظر میں سب پڑھا پڑھایا بھول گیا۔ سید جلالؒ نے پدر بزرگوار سے فرمایا کہ آپ کا سعادت مند بیٹا اس نوعمری میں قطب کے درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ چالیس روز تک مجھ پر جذبِ حق کی واردات ہوتی رہیں تو حضرت والد نے فرمایا کہ علمِ دین حاصل کرو۔ ان کے ارشاد پر میں نے تعلیم قرآن حاصل کرنا شروع کی اور دوسرے بچوں کی طرح قرآن پاک ختم کر لیا مگر دل فہمِ قرآن سے غافل نہ تھا۔ پھر پدر بزرگوار سے جو میرے استاد بھی تھے عرض کیا کہ آپ مجھے قرآن حفظ کرا رہے ہیں اور میرا دل ہر وقت یادِ الٰہی میں لگا رہتا ہے۔ مجھ پر نورِ حق کی تجلیات ہوتی رہتی ہیں۔ میں بے اختیار ہو جاتا ہوں۔ جس سے مجھے نسیان ہو گیا ہے اور میں دوسرے عالم میں رہنے لگا ہوں۔ حضرت والد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے یہ شیطانی وہم ہے۔ علم قرآن حاصل کرو تاکہ یہ توہمات دور ہو جائیں۔ صحیح معنی تعلیم دین یعنی علم قرآن ہے اسی سے خدا راضی ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں نے جلوۂ حق دیکھا اور بار بار یہ مشاہدہ ہوا۔ خدا نے مجھے بے حرفی علم پڑھایا جس کی تفہیم سے عقل عاجز ہے۔ ایک مدت تک پا برہنہ دیوانہ وار ویرانوں میں پھرتا رہا۔ کبھی وجد آ جاتا اور کبھی رقص کرنے لگتا یا شور کرنے لگتا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا اور مجھے تمام علم حاصل ہو گیا۔ میں نے تمام مقامات سلوک طے

Marfat.com

کر دیئے میری نظر سے اول و آخر اور ظاہر و باطن کا امتیاز اٹھ گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

بشنوید اے عاشقان با صفا — پارۂ حالِ من از راہِ وفا
نصرتی روزے کہ از مادر بزاد — غیرِ عشقِ حق از و نامد بیاد
سرّ ان اعرف از و ظاہر نمود — کنتُ مخفیاً از و باہر نمود
نصرتی را بود در طفلی جنوں — اولیا بودند او را رہنموں
ہادیانِ راہ یعنی انبیا — ظلِ شاں بر نصرتی بود اے فتا
نصرتی در مکتبِ مولائے خویش — گفت بسم اللہ و فارغ شد ز پیش
چوں معلم دید حالِ نصرتی — گفت خوش بخ بخ بقالِ نصرتی
آں حبیب اللہ مفتی جدِّ من — بود روزے مکتبم در جدِّ من
سادہ بود آں مرد از وہم عقول — ظلِ خویش انداخت بر من آں فحول
سادگی ہائش مرا ہم سادہ کرد — وہم و عقلم بندہ از سجادہ کرد
بعد ازاں نہ سالگی بر من نمود — آیت ہجرت بمن آمد فزود
آیت ہجرت کتابِ والدی — آیت ہجرت خطابِ والدی
حضرت والد طلب کردہ مرا — شوقِ دیدارش طرب کردہ مرا
بد عزیز اللہ نامِ پاک او — جامِ رحمت از خدا بر خاکِ او
اَصلح اللہُ الرّحیم سِرّہٗ — قدّس اللہُ الکریم سِرّہٗ
در طلب از بہر علم خود شدم — مجمل خود را مفصل می بدم
تا بدہلی رفتہ بودم اے جواد — روز اوّل جذبِ حق بر من فتاد
جذبِ حق بر من چناں شورش نمود — کز الف با تا فراموشے فزود
یک نگاہِ سیدِ شاہِ جلال — گرد نفسِ ما دراں دم او حلال
من ز بے ہوشی شدم مدہوشِ حق — من ز بے خویشی شدم از جوشِ حق
با پدر گفتا کہ ایں فرزندِ تو — قطبِ حق گردد سعادت مندِ تو
ایں بشارت داد ما را آں امام — در جنوں بودیم چہل روزے تمام
بعد ازاں والد بمن گفت اے پسر — علمِ دینی را بخواں جانِ پدر
من ز نامِ آں بزرگ راز گوی — در کتابِ حق بکردم جستجوی

Marfat.com

همچو ایں اطفال کہ دم ختم او | لیک دل غافل نہ شد از فہم او
با پدر گفتم کہ اے استاد من | دل کشد از جاں بآں سجادِ من
میرسد بر من پیا پے نورِ حق | میرمد ایں ہستیم از طورِ حق
طورِ حق یعنی تخیلِ عنصری | خاک گردد در جلالِ اکبری
ہمچو موسیٰ در رہش پویم زخود | ہمچو عیسیٰ راز میگویم زخود
روح حقم نہ پدر نہ مادرم | مست حقم نور حق اندر برم
ہستی خود را نمی یابم کہی | راہ من گم شد نمی دانم رہی
تو مرا اشلق زنی بر خطِ او | جذبِ حق نسیاں کند از لفظ او
جذب حق بر من فزاید بردوام | سعی تو بر لفظِ قرآں مستدام
یا ز جذب حق فراموشی کنم | یا بایں شاہد ہم آغوشی کنم
جذبِ حق بر من نمی آرد بریں | تو چہ می گوئی بمن اے مرد دیں
اختیارم نیست اے استاد من | یک زماں دادی بدہ از داد من
نورِ حق مارا بسوئے خود کشید | چشم حق مارا بروئے حق کشید
اے پدر بگذار مارا اندکے | سوئے بیہوشی روم یک چندکے
بیہشی با من ہمی خوش آیدم | عالمے دیگر مرا می بایدم
والدِ من گفت با من کاے پسر | ایں خیالت می برد از رہگذر
رہگذر یعنی صراط مستقیم | از چنیں وسواس بگذر شو علیم
ایں خیال و وہم شیطانی بود | علم قرآں خواں کہ رحمانی بود
علم گر خوانی خدا راضی شود | سعی کن تا جہل تو ماضی شود
اندراں ایام دیدم حق بخواب | گفت نصر اللہ مارا زود یاب
من ہمیشہ انتظارت می برم | سوئے من آ تا ترا من دربرم
مدتے دیدم خدا را ایں چنیں | کرد با من التفات آں نازنیں
علم بے حرفی بمن تعلیم کرد | عقل کے ایں علم را تفہیم کرد
مدتے بیہوش و دیوانہ شدم | پا برہنہ سوئے ویرانہ شدم
گاہ وجد و گاہ رقص و گاہ شور | گاہ ہمچو مرغ گاہے ہمچو مور

Marfat.com

فضل حق بر من عنایت کرد جام | علم ظاہر شد از و حاصل تمام
طالبانِ علم را فائق شدم | حق تعالیٰ را بخود ذائق شدم
بعد ازاں خوے خدا کلی نمود | ہستی حسّی و عقلم را ربود
طے شدہ مارا مقامات تمام | برد توحیدی خداوندی زمام

اعتبارِ اوّل و آخر برفت
امتیازِ باطن و ظاہر برفت

آپ نے تمام تعلیم اپنے والد مفتی عزیز اللہؒ سے پائی ؎

ایں علوم و ایں تجلیاتِ حق | شد مرا از فیضِ والد درسبق

والد شیخم عزیز اللہ بود | عالم و فاضل خدا آگاہ بود
محوِ حق آں شیخ من عبدالعزیز | مرشدِ من بود او در جملہ چیز

مثنوی کے آغاز میں مصنف نے سہروردیہ اور نقشبندیہ سلاسل کے ان خانوادوں کا ذکر کیا ہے جن سے آپ کو ارادت تھی۔ نو سال کی عمر میں آپ ابوالعلائی سلسلہ کے بزرگ سید جلال سے متاثر ہوئے اور ان کے انتقال پر ایک مدت تک ان کے روضہ پر خاکروبی کرتے رہے ؎

مدتے بر روضۂ شیخ جلال | خاک روبی کردہ ام من ماہ سال

آپ سید جلال دہلوی کے پیر بھائی حضرت عبدالرحمن کے مرید تھے۔ تاریخ بیعت ۳ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ (۱۶ دسمبر ۱۶۸۸ء) ہے حضرت عبدالرحمن کا مرقد قاسم کوٹ (راجستھان بھارت) میں ہے

قبلہ من روئے رحمانی بود | کعبہ من جانِ سبحانی بود
در ربیع الاولِ ماہ وفات | پائے بوسش عالم شدائے ثقات
از زمانِ ہجرت خیر البشر | بود یک صد یک ہزاری خوش سیر
در سیوم تاریخ ماہ نقشبند | گشتہ ام از صوفیاں حق پسند

آپ کا نقشبندیہ شجرہ طریقت یہ ہے: شاہ نصر اللہ، حضرت عبدالرحمنؒ، شیخ لعل خاںؒ، سید امیر ابوالعلاؒ (متوفی ۹ صفر ۱۰۶۱ھ ۲۲ جنوری ۱۶۵۱ء مرقد آگرہ)، خواجہ امیر عبداللہؒ، خالش خواجہ محمد یحییٰ (ابن خواجہ ابوالفیض ابن خواجہ محمد عبداللہ ابن خواجہ عبید اللہ معروف باحرار)

Marfat.com

عمش خواجہ عبدالحق دبن خواجہ عبداللہ بن خواجہ عبیداللہ مذکور) جدش خواجہ علیہ اللہ احرار، خواجہ یعقوب چرخی، خواجہ بہاء الدین نقشبند صاحب طریقہ۔

فقہی مسلک میں حضرت شاہ نصراللہؒ اہلِ سنت و جماعت تھے۔

نصرتی دارد عقائد را درست | بر طریق اہلِ سنت نیست سست

بوحنیفہ آں سراج امت است | پیشوائے عالماں ملت است

کوہ طور ایں دیدۂ بینا بود | بے علوم بوعلی سینا بود

مثنوی جنون المجانین سے حضرت شاہ نصراللہؒ کے ذاتی حالات لکھنے کے بعد ہم مثنوی کا ذکر کرتے ہیں مصنف علام فرماتے ہیں کہ حضرت والد بزرگوار مفتی عزیز اللہ شہیدؒ نے خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں مثنوی معنوی کی طرز پر ایک مثنوی لکھوں۔ جس میں قرآن حدیث اور بزرگانِ دین کی تعلیمات جو بھی سبقاً سبقاً والد بزرگوار سے پڑھی ہیں ان کا بیان آجائے۔ مثنوی مولانا روم اور شیخ اکبر کی فصوص الحکم کے اہم مسائل کی اس میں خاص طور پر تشریح ہو۔ میں نے نوے ابیات پر مشتمل اس کا پہلا جنون نظم کرکے پیش کیا تو پدر بزرگوار نے اسے پسند فرمایا۔ بعد ازاں کئی سال تک کچھ نہ کہہ سکا۔ جب مجھ پر حقیقت کا راز فاش ہوگیا میں نے اسے پھر نظم کرنا شروع کیا۔ فرماتے ہیں:

باعثِ دیگر شنو اے مولوی | بود حُبِّ والدم در مثنوی

از فصوصِ شیخ محی الدیں عرب | اعتقادے داشتہ با صد طرب

در نوازشہائے خود آں اوستاد | می نوشتہ گاہ بے گہے در رشاد

کاے پسر با من تو دارم یک نیاز | بر فصوصِ شیخ حق شرحے بساز

نظم باشد بر طریق مثنوی | مثنوی معنویٔ مولوی

حال قرآن و حدیث پر طرب | حل مولانا و ہم شیخ عرب

بلکہ حل جملہ شور اہلِ حق | با عزیزِ خویش داری در سبق

من ز بہرش در جنون خویشتن | اذنِ حق دریافتم اندر سخن

نو زدہ بیتے نوشتہ بہر او | تا شود راضی ز من آں راز جو

بود اوّل از جنون ایں کتاب | دید و گفت از سر لطف ایں خطاب

کایں جنون الاولیا را کن تمام | وارداتِ خویش دہ با من مدام

Marfat.com

وار داتت واردات اولیا است | اقتباسات علوم انبیاء است
بعد چندے از شروع مثنوی | در گرفتہ بندہ را جذب قوی
مدتے خاموش بودم از کلام | سالہا مدہوش گشتم در انام
حیرتے آمد نصیبم ہر طرف | وحدتے دیدم سراسر در شرف
بعد چندے جوش زد دریائے راز | چوں کلیم اللہ گشتم در نیاز

مثنوی جنون المجانین چار سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر اوسطاً بارہ شعر ہیں بیچ بیچ میں طویل سرخیاں اور نثری تشریحات ہیں۔ کل پانچ ہزار کے قریب اشعار ہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے حضرت شیخ محی الدین محمد ابن العربی کی کتاب فصوص الحکم کی شرح بتایا ہے مگر یہ مثنوی ان معانی میں شرح نہیں کہ اس میں فصوص کی اشکال حل کی گئی ہوں۔ ہاں اس کا مرکزی خیال ضرور فصوص سے لیا گیا ہے۔ اس میں مشائخ اور اولیا کی کسی تعلیم، تحریر یا واقعہ کو نظم کرکے اس کا نام جنون رکھا ہے۔ لہٰذا جنون المجانین سے مراد ہے کہ ان بزرگوں کی باتیں جنہوں نے دنیا کی دلچسپیوں سے کنارہ کش ہو کر صرف اللہ تعالےٰ سے سروکار رکھا۔ ہاں اس مثنوی میں اتنا اہتمام ضرور کیا گیا ہے کہ جہاں انبیائے کرام کا ذکر آیا ہے وہاں جنون کی بجائے "ذکر شمہ احوال" لکھا۔ مصنف نے اس مثنوی کے مندرجات سے تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

معروج مقام شیطان کہ بر مبتدی منکشف مے شود واز توجہ پیر کامل مدہدایت در راہ سلوک و شریعت و منزل ناسوت و نفس امارہ و طریقت و منزل ملکوت و نفس لوامہ و حقیقت و منزل جبروت نفس ملہمہ و معرفت و منزل لاہوت و نفس مطمئنہ و مرتبہ روح و نور النور و در شرح فصوص الحکم و تعریف شیخ محی الدین محمد بن علی العربی رحمۃ اللہ علیہ لقب الیشاں شیخ اکبر و حالات و دیگر اولیا اللہ تعالےٰ اکثر مندرج نمودیم و تعریف والد جدگوار خود و بلاد سان ہائے دیگر و احوال طفلی خویش و تعریف بلاقی نام ساکن گجرات برالیشاں مبتلا شدہ بودم و پنج مناجات و ہم ختم کتاب و ہر یک قصہ علیحدہ علیحدہ دریں کتاب ذکر کردہ خواہد شد۔"

اس تعارف کے بعد ہم اس مثنوی سے بلا تبصرہ کچھ کلام درج کرتے ہیں۔ ممکن ہے ہماری طرح بعض ناظرین بھی ان اشعار میں سے بعض پر چونک پڑیں لیسے موقع پر ہمیشہ یہ مشورہ سننے میں آیا ہے

گنگوے عاشقاں در کار رب | جوشش عشق است نے ترک ادب

Marfat.com

انتخاب از مثنوی جنون المجانین

جہل و علم ایں ہر دو گشتہ آں حق — جامع الاضداد باشد شانِ حق

نیست رہبانیت اندر کیشِ من — کیشِ من اسلام، حق در پیشِ من

حبسِ انفاس و توجہ سوئے حق — شرک باشد پیشِ عارف در سبق

ہمچو حیدر از علوم احمدی — باخبر شو از خودی در بے خودی[1]

مَا صَفَا خُذ۔ مَاکَدِرْ دَعْ مذہبم — ذرہ ذرہ ہا ارادت مشربم
من مرید ذرہ ہائے کائنات — من غلام نیک و بد با صد ثبات

عابدِ اسم الٰہی دہری است — منکر ایں اسم میداں تشری است
شیخ ابوالفتح آں قریشی در شہور — معنی دہر آورد اندر نمود
دہر آمد عابدِ اسم الٰہ — لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ برخواں رمز شاہ
انبیاء اندر نبوت اسم دہر — پیش خود کردند لے دانائے شہر
شد ز دہر ایں اختلافات امور — دہر بردہ پورِ عمراں را بطور
معنی لَوْ کَانَ موسی فی الحیات — ما وسع الا اتباعی فی الجنات
اختلاف طورہائے عالماں — باعث دہراست، پیشِ کاملاں
دہر دادہ جوش طوفاں را بنوح — دہر ابراہیم را دادہ فتوح
عارف و کامل بود دانائے دہر — صاحبِ حشمت بود بینائے دہر
تابع دہراست بینائے زماں — بندہ دہراست دانائے زماں
دہر آمد باعث اطوار خلق — دہر آمد قاسم انوار خلق

---

[1] علامہ اقبالؒ کی مثنوی اسرار خودی سے سوا دو سو سال پہلے یہ بات کی گئی ہے۔ علامہ اقبالؒ کے کلام کو اس شعر کی تفسیر کہنا بے جا نہ ہوگا۔

مظہرِ اعظم بود وقت اے پسر — وقت را دریاب اے نورِ بصر
وقت باشد سیفِ قاطع در جہاں — وقت خواہد سرزماں سرِّ نہاں
دہر دادہ جملہ عالم را نظام — دہر دادہ تشبگی ما را قوام

مناجات گنج الخرافات

از جنوں حالا مناجاتے زنیم — ختم شورش بر خرافاتے زنیم
اے خدا ما ربِ اربابِ تو ایم — اے خدا ما درِّ نایابِ تو ایم
اے خدا از گدایانِ تو ایم — اے خدا ما بے نوایانِ تو ایم
اے خدا کردم ترا در بندگی — زیں سبب شرمندہ ام در زندگی
ہادی و مہدی توئی اے جانِ من — تو منی و من توئی برہانِ من
اے خدا من خالق و مخلوق تو — اے خدا من عاشق و معشوق تو
اے خدا گر من نبی بودم بجا — ایں خدائیہات کے بودی ترا
از منت آمد خدائی در وجود — از منت کردی ہمہ ملک شہود
از منت گشتی تو غفّار و کریم — از منت گشتی تو ستّار و رحیم
از منت گشتی تو بے نام و نشاں — از منت گشتی تو پیدا و نہاں
از منت رزاقِ عالم گشتۂ — از منت انوارِ عالم گشتۂ
از منت کردی تو ایں ارض و سما — از منت داری تو ایں فضل و عطا
از منت قرآنِ خود کردی ظہور — از منت انوارِ حق دادی بطور
وقت آں آمد کہ بر ختمِ جنوں — با تو گویم از جنوں اے رہنمو
بے تو من گر در بسفتم محو کن — از جنوں من ہر چہ گفتم عفو کن
توبہ کردم از خدائیہائے خویش — آمدم من در جدائیہائے خویش
از طفیلِ مصطفےٰؐ نور وجود — نصرتی را در مدام اندر شہود
از طفیلِ مصطفےٰ اے ذوالمنن — نصرتی را کن از آں خویشتن

اس مناجات کے ہم نے تمام اشعار نقل نہیں کئے ہیں۔

Marfat.com

شاہ نجم اللہ قدس سرہ

پیدائش: ۱۱۱۳ھ ۱۷۰۱ء

وفات: ۲۴ محرم ۱۱۸۸ھ ۲۵ مارچ ۱۷۷۴ء

حضرت مولانا شاہ رزق اللہ الملقب بہ حافظ عالم خاں ابن مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے یہ جلیل القدر فرزند، صوفی، حافظ، طبیب، عالم، مدرس، مصنف اور منصبدار تھے۔ محمد شاہ بادشاہ نے آپ کے والد بزرگوار کی وفات پر آپ کو بھی حافظ عالم خاں کا خطاب دے کر قلعہ معلّی میں شہزادوں کی تعلیم پر مامور کیا۔ آپ شاہی کتاب دار یعنی ناظم کتب خانہ شاہی بھی تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ۱۱۱۳ھ ۱۷۰۱ء میں تولد ہوئے اور پچھتّر سال کی عمر پاکر ۲۵ مارچ ۱۷۷۴ء (۲۴ محرم ۱۱۸۸ھ) کو شاہ عالم ثانی کے عہد میں مہم میں انتقال ہوا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہم عصر اور عمر میں ان سے ایک سال بڑے تھے۔ متاخرین کی غفلت سے اس جلیل القدر ہستی کے کارنامے محو ہوچکے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے زمانہ کی دست برد سے صرف ایک کتاب نجم الثاقب بچی رہ گئی تھی وہ ۱۹۴۷ء میں ضائع ہوگئی۔ اب صرف چار قدیم تحریروں میں آپ کے بارے میں چند اشارات دستیاب ہوسکے جنھیں تبرکاً یہاں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے مجموعۂ کتب میں ایک قلمی کتاب انشاء محمدی ہے۔ اس کے دیباچہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ نجم اللہ قدس سرہ العزیز الملقب بحافظ عالم خاں ترک دنیا کے مروجہ غلط مفہوم کے قائل نہ تھے:

"خاکپائے درویشاں مسیح الزماں زاہدی ہانسوی المخاطب بمحمدی قادری ملتمس است بخدمت صاحبان سخن وسخن پردازانِ والا فن کہ از فراہم آوردن چندی رقعات سلیس قریب الفہم مقصود نہ آں است کہ خود را در زمرہ منشیاں گویاند بلکہ اطاعت امر والا مرشدی علیہ الرحمۃ شیخ نجم اللہ المخاطب بحافظ عالم خاں برادر مغفور ساکن پرگنہ ہم کہ باقتضای الطاف کریمانہ واشفاق مربیانہ در حالت حیات بزبان گوہرفشاں میمنت ترجمان فرمودہ بودند کہ تصنیف وتالیف بنا بر فائدہ عوام متغبہ طاعات وحسنات است وخالی از فوائد طرفین نیست۔"

حضرت شاہ سلام اللہ (باب ہذا) نے اپنی مثنوی وکلیات کے خاتمہ پر ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء

Marfat.com

میں یہ نوٹ دیا۔

"بد الحمد شاہ نجم اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ چوں اول بیعت در طریقہ نقشبندیہ از عبد اللطیف قدس سرہ نمودند خورد را در طریقہ نقشبندیہ نمودہ شدہم قادری وچشتی وسہروردی۔ چنانچہ از کتاب مستطاب مسمّٰی بہ نجم الثاقب کہ تصنیف ایشاں است معلوم می شود۔ حضرت شاہ نجم اللہ صاحب سلمہ اللہ از حضرت شاہ عبد اللطیف وایشاں از حضرت سید جلال دہلوی وایشاں از حضرت میر ابو العلا قدس سرہٗ"

کنز الآثار میں آپ کی ایک ہجو کہ مہر سنہ جلوس عالمگیر ثانی ۱۱۷۳ھ (۶۰-۱۷۵۹ء) کی نظیر یہ ہے۔ آپ کے دستخط حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ خطہٗ غرہ جمادی الثانی ۱۱۶۲ھ ــــ ۲۲ ربیع الاول ۱۱۷۰ھ اور ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۱ھ کے تحریر کردہ کاغذات پر ہے۔ نیز آپ کے دستخط حافظ عالم خاں بن حافظ عالم خاں مرحوم ۱۱ جمادی الاول ۱۱۶۸ھ کی نظیر پر موجود ہیں۔ آپ اپنے چچا حضرت شاہ نصر اللہ کے داماد تھے۔

حضرت حافظ شاہ نجم اللہ قدس سرہ العزیز المخاطب بحافظ عالم خاں بن حضرت حافظ شاہ رزق اللہ المخاطب بحافظ عالم خاں بن مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کی اولاد سے اب انتیس افراد حیات ہیں جن میں یہ خاکسار مصنف بھی ہے۔

حضرت شاہ سلام اللہ آپ حافظ علیم اللہ بن حافظ عبد اللہ بن حضرت مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ شاہ نجم اللہ کے بھتیجے اور ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے خسر تھے۔ آپ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس باکمال ہستی کے حالاتِ زندگی بھی دستبردِ زمانہ کی نذر ہو گئے۔ حضرت شاہ نجم اللہؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی جگہ قلعہ معلی میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ حالات خواتین (قلمی) مصنفہ عائشہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں رہا کرتے تھے اور مالی حالت بہت اچھی تھی۔

آپ حضرت شاہ عبد العزیز فاروقی محدث دہلویؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کی وساطت سے چودہ سال کی عمر میں حضرت شاہ محمد رمضانؒ (ریاست) حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ شاہ عبد القادرؒ نے کلام پاک کا اردو میں جو ترجمہ کیا ہے اس کی زبان ہریانی ہے۔ جب کہ مترجم علیہ الرحمہ کی اپنی زبان دہلی کی ٹکسالی اردو تھی۔ ایک روایت ہے کہ اس ترجمہ کی زبان میں حضرت شاہ سلام اللہ کا ہاتھ تھا۔ آپ کا مرقد مبارک بمقام دہلی مہندیوں میں حضرت شاہ عبد العزیز

Marfat.com

محدث دہلوی کی خانقاہ میں ہے۔

روضۃ الرضوان میں آپ کا ایک کشف درج ہے۔ قوسین ہماری ہیں:

"دہلی میں آپ کے دہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے خسر مولانا محمد سلام اللہ صاحب کو جو روحانی تار پہنچا اس کی کیفیت جناب نانی صاحبہ یعنی حضرت شہید علیہ الرحمہ کی زوجہ محترمہ (بنت شاہ سلام اللہ) اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ عجیب اتفاق تھا کہ عین شہادت کے روز یعنی ۲۸ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ کو اپنے والدین کے ہاں (دہلی) پہنچی۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت والد فرمانے لگے کہ تم کیوں آگئی ہو اور پھر میری والدہ کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس کو جلد رخصت کر دو۔ والدہ صاحبہ کو آپ کا یہ فرمانا برا معلوم ہوا اور وہ شکوہ کرنے لگیں تو انہوں نے ملائمت سے فرمایا کہ اس کا اپنے گھر ہی چلا جانا بہتر ہے۔ اس کی تھوڑی دیر بعد بیٹھے بیٹھے آپ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ ہائے افسوس دوسری ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔ یہ کہہ کر چارپائی سے ایسے گرے کہ آٹھ روز تک چارپائی سے نہ اٹھے۔ جمعرات کا دن آیا تو حسبِ معمول والدہ صاحبہ نے ارواح اموات کے لئے ایصال ثواب کا سامان کیا۔ آپ نے فاتحہ دی اور فرمایا کہ میں نے تو محمد رمضان کی بھی فاتحہ دے دی ہے۔ کیونکہ ان کی روح مجھے عالم ارواح میں نظر آرہی ہے۔ اس کے بعد مجھے بہت جلد واپس کر دیا چنانچہ وہاں (ہم) پہنچ کر چند روز بعد ہی مندسور (وسطِ ہند) سے آپ کی شہادت کی ظاہرہ خبر بھی آپہنچی" (ص ۱۱۳)

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۷ فروری ۱۸۲۵ء تک حیات تھے۔ اسی کنبہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ امیر اللہ شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (۲۵ب) نے اپنی بیاض میں مندرجہ ذیل نوٹ دیا ہے:

"خاتمہ مثنوی منظومہ وکلیات مصنفہ شاہ سلام اللہ صاحب بدستخط خاص: تمام شد بتاریخ بست وششم شہر شعبان المعظم ۱۱۹۶ھ۔ سلام اللہ الصدیقی الحنفی والمھمی غفر اللہ لہ والوالدین خیر حسن علیھا ..... ی در قصبہ ہم سرکار حصار در حویلی شاہ ہدایت مرحوم وقت حکیم پاس روز برآمدہ باشد از روز چہار شنبہ"

اس اقتباس میں منقوط جگہ سے کاغذ پھٹا ہوا ہے۔ اس کلیات سے شیخ امیر اللہ شہید (۲۵ب) نے وہ نظم بھی نقل کی ہے جس کا منظوم اردو ترجمہ ہم خطباتِ علمی میں جمعہ کے خطبوں میں سنتے آئے

Marfat.com

ہیں۔ ہم کہیں کہیں سے اس کے چار شعر نقل کرتے ہیں :

چو عمر از دہ گذشتہ تا کہ دانست | نشاید مرترا چو غافلاں زیست
نشاط عمر باشد تا بسی سال | چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال
پس از پنجہ نماند تند رستی | فزو بید در تن تو ضعف و مستی
چو شصت آمد نشست آمد پدیدار | بسن ہفتاد ماند زالت کار

حکومت وقت کی نظروں میں حضرت شاہ سلام اللہ کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ بار بار کے انعام و اکرام سے ہوتا ہے۔ نیز اس امر سے ہوتا ہے کہ شاہ عالم ثانی بادشاہ نے اپنے دور عسرت میں آپ کے والد بزرگوار حافظ علیم اللہ کے چار روپے یومیہ نقد مقرر کیے ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ اس دور میں قصبہ میں ایک بنی بنائی حویلی اسی روپے کو مل جاتی تھی اور قاضی پرگنہ کو چار آنہ یومیہ اور سو روپے سالانہ اور خلعت عیدین ملتے تھے۔ اس وقت چار روپے کی قوت خرید آج کل کے اسی روپے کے برابر تھی۔ ہم یہ فرمان حرف بحرف نقل کرتے ہیں۔ اس پر بخشی الملک سیف الدولہ نجف قلی خاں بہادر مظفر جنگ فدوی بادشاہ غازی شاہ عالم ۱۱۹۶ سنہ ۲۴ گول مہر لگی ہوئی ہے۔

متصدیان حال و استقبال پرگنہ قصبہ مہم بداننند حافظ علیم اللہ بوجہ معیشت نداشت لہذا مد نظر پرداخت مبلغ چار روپیہ یومیہ بر آمدنی سائر راہداری پرگنہ مذکور از حضور مقرر کردہ شد۔ باید کہ وجہ یومیہ مذکور ہر روز بلا ناغہ از آمدنی سائر چبوترہ راہداری پرگنہ مسطور بحافظ مذکور رسانیدہ باشد کہ صرف مایحتاج خود کردہ بدعا از دیاد عمر و دولت مشغول مواظبت باشد۔ مرقوم دہم ربیع الاول

شاہ اوحد مولوی بدر الدین چشتی القادریؒ

ولادت : ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء مہم ضلع رہتک
وفات : ۲۶ شوال ۱۲۰۵ھ ۲۵ مئی ۱۷۹۱ء لکھنؤ

شیخ عبداللہ بن مفتی محمد عہد اکبری میں پرگنہ مہم کے محتسب تھے۔ آپ کے برادر اکبر مفتی نظام الدین اسی پرگنہ کے منصب افتاء پر فائز تھے۔ مفتی نظام الدین کی اولاد میں سے بعض علماء مفتی عزیز اللہ شہیدؒ، شاہ رزق اللہ، شاہ نصر اللہؒ، شاہ نجم اللہؒ اور شاہ سلام اللہؒ کا اجمالی تذکرہ اسی باب میں کیا جا چکا ہے۔ شیخ عبداللہ محتسب کے حالات گذشتہ باب میں فصل محتسبان

Marfat.com

ہیں درج ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات پر خدمت احتساب آپ کے فرزند اکبر شیخ محمد فاضل اور ان کی اولاد کے سپرد رہا۔ شیخ عبداللہ محتسب کے دوسرے فرزند شیخ محمد حاتم تھے جن کے فرزند شیخ عبدالرسول کا نام معیار الانساب میں غلام رسول لکھا ہے۔ مگر معروف الانساب، اسناد الاشجار (ضمیمہ) اور کنز الآثار میں ہر جگہ عبدالرسول نام لکھا ہوا ہے۔ ۲ ارمحرم ۱۰۸۰ھ ۵ جون ۱۶۶۹ء عہد اورنگ زیب عالمگیر کے ایک قسمت نامہ میں آپ کی اپنی قلم کے دستخط ہیں: "عبدالرسول ولد شیخ حاتم بخط" آپ کے فرزند شیخ عبدالکریم اور ان کے فرزند مولوی فخرالدین تھے۔

مولوی فخرالدینؒ کے اجداد ۸۶۶ھ؁ ۱۴۶۲ء سے ہم میں رہتے تھے۔ آپ کی پیدائش بھی اسی شہر میں ہوئی۔ آپ ۹ جمادی الثانی ۱۱۵۱ھ؁ ۱۷۳۸ء سے پہلے عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے وطن ہم کو چھوڑ کر رہتک میں اقامت اختیار کر چکے تھے کیونکہ اس تاریخ کی ایک تحریر میں درج ہے کہ آپ نے محمد واسع وغیرہ ساکنان قلعہ رہتک کو آٹھ روپے قرض دیئے۔ ۱۰ شعبان ۱۱۶۰ھ؁ اور ۱۲ رمضان ۱۱۶۲ھ؁ کے بیع ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تاریخوں کو آپ نے اپنی ہم والی جائداد فروخت کر دی۔ آپ کی اولاد میں سے اس وقت پانچ سو تیئیس افراد حیات ہیں۔ اولاد حضرت قاضی قوام الدینؒ میں سے آپ کے کسی ہم عصر کی اتنی اولاد نہیں۔ آپ کے فرزندان میں سے تین فرزند شاہ بدر الدینؒ، مولوی بدیع الدین اور شیخ صدر الدین کا سلسلہ اولاد جاری ہے۔

شاہ بدر الدینؒ عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ۱۱۱۵ھ؁ ۱۷۰۳ء میں ہم میں تولد ہوئے[1]۔ ہم میں آپ اس مکان میں رہتے تھے جو نرخی جی کی مسجد کے شمال میں سڑک پار واقع تھا اور بعد میں "قاضی والا" کے نام سے معروف ہوا۔ یہ مسجد آپ کے جد اعلیٰ شیخ عبداللہ محتسب کی دختر نور بی بی کی زمین پر عہد جہانگیر میں تعمیر کرائی گئی تھی۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ترک وطن کر کے قلعہ رہتک میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے فرزند حضرت شاہ غلام جیلانیؒ نے اسناد الاشجار میں ایک جگہ آپ کو "ہمی وطنا" اور دوسری جگہ "ہمی وطنا ً رہتکی سکنا ً" لکھا ہے۔

شاہ فرخ سیر کے نام پر ہریانہ کے حاکم دلیل خاں بلوچ الملقب بنواب فوجدار خاں نے گوڑگانوں سے تیرہ میل کے فاصلے پر فرخ نگر شہر آباد کیا۔ جب اس نئے شہر میں ایک

---

[1] چوپایاں ساوگ ص ۸۱۔ اسناد الاشجار (ضمیمہ ۲) نیز رسالہ نبض قلمی مصنفہ شاہ امام الدین بن شاہ احمد الدین بن شاہ بدر الدین۔

مدرسہ قائم کیا جانے لگا تو یہی نواب مہم سے حضرت شاہ بدر الدین کو فرخ نگر لے گیا اور اس مدرسہ کی صدارت آپ کو پیش کی۔ یہاں ایک شب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دی کہ شیخ محمد گنجلی آئیں گے۔ ان کا خرقہ قبول کر لینا۔ گنجلہ ان کے پاس ہے۔ آپ ان کے انتظار میں رہے۔ ایک روز حضرت شیخ محمد تشریف لائے اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ بس اس معانقہ نے آپ کا سینہ عشق الٰہی سے بھر دیا۔ آپ نے حضرت شیخ محمد گنجلی سے خرقہ چشت طریق صابریہ پایا اور سلاسل خمسہ چشتیہ، صابریہ، قادریہ، سہروردیہ، مداریہ، قلندریہ میں ماذون و مجاز ہوئے۔[1] یہ قبول خرقہ سنہ ۱۱۴۴ھ سنہ ۱۷۳۱ء سے پہلے کی بات ہے۔

آپ کے مستفیضین کی فہرست طویل ہے۔ آپ نے حضرت محمد حیات گنگوہیؒ ابن شیخ محمد بن شیخ محمد صادق بن شیخ فتح اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ سے خرقہ خلافت کے علاوہ خطاب چشتی القادری پایا اور حضرت نور قادری قمیصی تبریزی نے آپ کو خطاب اوحد شاہ دیا جس کی وجہ حضرت مراد شاہ لاہوریؒ نے یہ بتائی ہے۔

نہ مثل او کسے از ہمسرانش | خطاب شاہ اوحد شد ازانش

دوسرے کاملین جن سے آپ نے فیض پایا اور اجازت حاصل کی۔ شاہ عبد اللہ جنیدی، حضرت شاہ کریم اللہ قادریؒ۔ شاہ نور محمد گجراتی، شاہ محمد فاخر الہ آبادی متوفی سنہ ۱۱۶۴ھ سنہ ۱۷۵۱ء اور ان کے والد شیخ محمد یحییٰ المعروف بشاہ خوب اللہ الہ آبادیؒ متوفی سنہ ۱۱۴۴ھ سنہ ۱۷۳۱ء ہیں۔ کیونکہ آپ کے منتسبین بکثرت ہیں۔ لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا کہ آپ نے جو خلافت نامہ اپنے فرزند شاہ غلام جیلانیؒ (دباب ہذا) کو عطا فرمایا تھا اسے اس کتاب کے اخیر میں ضمیمہ ۹ میں درج کر دیں یہ خلافت نامہ اصل قاری وضاحت حسن صاحب (ر، ۲، ل) کے پاس موجود ہے اور انساد الاشتباہ اور قانون سلوک میں بھی نقل ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ بدر الدینؒ کی دینی خدمات اور زہد و اتقا سے متاثر ہو کر شاہ دہلی نے آپ کو تین سو سات بیگھہ یعنی ۱۹۱ ایکڑ اراضی موضع کوتانہ ضلع میرٹھ اور موضع پاڑہ نواح رہتک میں دی۔ اس کی تصدیق فرمان شاہی مجریہ ۱۱ رمضان سنہ ۱۱۸۲ھ کو مہر نواب نجیب خاں کی رُو سے ہوئی۔ یہ جاگیر ابواب نذرانہ سرکار اور پنجم حصہ سے بری تھی۔ سنہ ۱۷۷۳ء میں اس جاگیر کے لئے پھر سے تصدیق کی ضرورت پیش آئی تو شاہ عالم ثانی کی طرف سے ان کے ولی عہد نے

---

[1] قانون سلوک ۱۱۲ و ملت راجشاہی ص ۵۔

Marfat.com

اس کی تصدیق کی۔ یہ تصدیق نامہ محمد احسن الدین صاحب (۱۹۳ ار) کے پاس محفوظ ہے۔ اس پر کلاں بیضوی مہر ہے: "جواں بخت بہادر ولی عہد ابن شاہ عالم بادشاہ ابن بادشاہ غازی محمد عزیز الدین عالمگیر ثانی ۱۲ھ" ہم اس فرمان کو یہاں نقل کرتے ہیں:

عاملانِ حال و استقبال پرگنہ رہتک سرکار حصار مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد بدانند حقائق و معارف آگاہ مولوی شاہ بدر الدین چشتی القادری بحضور التماس گزرانیدہ کہ املاک دعاگو در سواد قصبہ پرگنہ رہتک و بعضے دیہات آں جا از قدیم الایام مقرر است و ہمیشہ واگذاشت ماندہ امیدوار است کہ پروانہ واگذاشت بدستور سابق مرحمت شود۔ لہذا ارقام عنایت رقم مے شود کہ املاک حقائق آگاہ را بدستور سابق از حضور معاف و واگذاشت دانستہ از تعلقہ مؤمی وجہی مزاحم و معترض نشود کہ حاصلات آں را صرف مانحتاج خود نمودہ بدعائے دولت ابدیت مشغول باشد۔ دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تاریخ چہارم شہر صفر المظفر ۴ جلوس ارتام یافت" یعنی ۴ صفر ۱۱۹۷ھ ۱۷۸۳ء۔

حقائق و معارف آگاہ مولوی شاہ بدر الدین چشتی القادریؒ رہتک میں مرہٹہ گردی سے دل برداشتہ ہو گئے۔ ایک روایت ہے کہ جب ۱۷۸۵ء میں مرہٹے رہتک میں آئے تو ان کے سردار کو نہانے کے لئے ایک چوکی کی ضرورت پڑی۔ کسی نے بتایا کہ قلعہ میں ایک درویش سنگ مرمر کی چوکی پر بیٹھ کر عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ کچھ مرہٹے آپ کے گھر آئے اور چوکی لے گئے۔ اس پر آپ نے اس شہر میں مزید قیام کو نامناسب سمجھتے ہوئے عزم اودھ کیا۔

اذکارِ قلندری میں پیر فرخ بخش نے اپنے پیر و مرشد اور برادرِ اکبر حضرت قلندر شاہ (۱۷۷۱ - ۱۸۳۹) کی سوانح عمری لکھی ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ ہماری درخواست پر جناب ابوالفضل پیر غلام دستگیر نامی لاہوری متوفی ۱۹۶۱ء نے اسے ۱۹۵۷ء میں شائع کرایا۔ حضرت قلندر شاہؒ جناب نامی مرحوم کے خاندان سے ایک جلیل القدر بزرگ تھے۔ پنجاب میں سکھا شاہی کا دور دورہ ہوا تو پیر کرم شاہ لاہور سے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ واپسی پر شاہجہان پور کے قریب ۱۷۶۶ء میں قزاقوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے اہل و عیال شاہجہان پور سے دیوپی کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے) بانس بریلی چلے گئے۔ وہاں جا کر شہید کے فرزند مراد شاہ نے راجہ صورت سنگھ کی ملازمت اختیار کر لی اور بہ سلسلہ ملازمت پانچ

Marfat.com

سال تک رہا۔ آپ کے بڑے بھائی قلندر شاہ بھی ساتھ تھے۔ اذکارِ قلندری میں ۹ ۵ سے ۱۷ صفحہ تک تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس طرح حضرت قلندر شاہؒ حضرت شاہ بدرالدینؒ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔ مصنف کتاب جو حضرت قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی اور مرید تھے لکھتے ہیں (تلخیص و ترجمہ) :

"مولوی بدرالدین رہتکی کچھ عرصہ سے رونق افروز بریلی تھے۔ حضرت قلندر شاہؒ نے آپ کا نام سنا تو دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اگلے روز بحرِ مواج، دریائے وجدان، شیرِ بیشۂ ولایت، نہنگ عمانِ ہدایت، حامیِ دینِ متین شاہ اوحد المعروف بمولوی بدرالدین چشتی القادری کے در دولت پر حاضر ہوکر دربان کی معرفت اذنِ باریابی حاصل کیا اور اس خلاصۂ اولیا نے ان کے سپرد پانی اور استنجہ کے ڈھیلے مہیا کرنے کی خدمت کی۔ یہی خادمانِ عقیدت سرشت کا طریقہ تھا۔ جب تک جناب مولوی صاحب سو نہ جاتے یہ در دولت پر حاضر رہتے۔ اسی عقیدت و خدمت میں ایک عرصہ گزر گیا مگر انہوں نے یہ تک نہ پوچھا کہ قلندر شاہ کہاں سے آئے ہو اور کس لیے آئے ہو۔ قلندر شاہؒ بڑی ریاضت و عبادت کرتے رہے اور نہایت اطاعت شعاری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں مشغول رہے اور اپنی بیتابی کا اظہار بڑی ہی پُر زور غزلوں میں کرتے رہے۔ یہ غزلیں بھی اذکارِ قلندری میں درج ہیں۔ ایک روز اس احسن الوجود کا دریائے جُود جوش میں آیا اور حضرت قلندر شاہ کو بیعت سے مشرف کیا۔"

"کچھ عرصہ بعد لکھنؤ میں اس ذاتِ گرامی کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا۔ ماہ رمضان کے ابتدا میں شدتِ عارضہ تپ و اسہال ہوگئی۔ عید کے روز طبیعت بحال ہوئی تو اس خوشی میں تیمارداروں اور عقیدت مندوں کا اجتماع ہوا۔ مگر زوال کے وقت فالج کا حملہ ہوا۔ ہر چند علاج کیا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر ۲۰ رشوال ۱۲۰۵ھ ؁۱۷۹۱ء کو ظہر کے وقت آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ لکھنؤ میں محلہ رام نگر کے شمال میں ایک باغ ہے۔ اس مسجد کی پشت پر ایک وسیع و خوشنما قطعہ زمین تھا وہیں دفن کیا گیا۔ حضرت قلندر شاہؒ نے اسی سال اس پر مسقف و منقش مقبرہ تعمیر کرایا اور خود اس مزار کی جاروب کشی کرتے رہے۔ اگلے سال مراقبہ میں تھے کہ اجازت

Marfat.com

مل گئی اور حضرت قلندر شاہ نے مرقد کا طواف کر کے رودلی شریف اور الہ آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں چار سال گزار کر پھر ایک سال مرقد شاہ اوحد پر حاضر رہے۔ پھر اس خلاصہ اولیاء شاہ اوحد کی روح پر فتوح نے حکم دیا کہ پنجاب جا کر گم گشتگان کو ہدایت کر دو۔"

حضرت قلندر شاہؒ کے برادر بزرگ غلام رکن الدین المعروف بہ شاہ مراد بخش متوفی ۱۲۱۵ھ ۹۷-۱۷۹۶ء بھی بریلی میں شاہ بدر الدینؒ کے مرید ہوئے۔ آپ کے حالاتِ زندگی تاریخ جلیلہ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی اور پنجاب میں اردو مصنفہ حافظ محمود شیرانی سے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ایک عمدہ شاعر تھے اور صاحبِ دیوان تھے۔ اردو اور فارسی میں اس روانی سے شعر کہتے تھے کہ گویا یہ ان کی مادری زبانیں ہیں۔ میر امن دہلوی کا قصہ چہار درویش ابتدائی اردو نثر کا ایک شہ پارہ ہے۔ اسے میر امن نے ۱۸۰۲ء میں فارسی سے اردو جامہ پہنایا مگر شاہ مراد بخش متوفی ۹۷-۱۷۹۶ء نے میر امن سے پہلے اسے اردو میں نظم کرنا شروع کیا تھا۔ آپ کی وفات کی وجہ سے یہ ادھورا رہ گیا۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ نظم میں پہلی مرتبہ آپ نے لفظ اردو زبان کے معنوں میں استعمال کیا۔

یہ قصہ جو ہے چار درویش کا — اگر نظم ہو تو بہت ہے بجا
ولیکن ہو اردو زباں میں بیاں — کہ بھاتی ہے ہر ایک کو یہ ادا

(مثنوی مراد المبین ۔ رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۲ء)

آپ کثیر التصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی مثنوی مراد العاشقین (۱۲۱۹ھ ۱۸۰۴ء) طبع ہو چکی ہے۔ اس میں آپ اپنے پیر و مرشد شاہ اوحد مولوی بدر الدینؒ کی مدح میں لکھتے ہیں۔

ایں مدیح مرشد عالی جناب — آنکہ از وے عالمے شد آفتاب
شاہ اوحد شیخ بدر الحق و دیں — رہنمائے پس لکھنوی داں بالیقیں
بیا اے ساقی و جامے ام دہ — بیا پیمانہ از رہِ لطف و کرم دہ
کہ گیرم راہ سمت شرق در پیش — نہم ہمراہ پائے مرشد خویش
چہ مرشد قبلہ دل کعبہ جاں — سپہر مہر را مہرِ درخشاں
بعالم نیر برج ہدایت — جہاں مکرمت کان ولایت
جنید وقت و معروف زمانہ — چو شاہنشاہ بسطامی یگانہ

Marfat.com

نہ شبلِ او کسے از ہمہ انش خطاب شاہ او حد شد از انش
زمہر او کہ بدر الحق و دین است منور سینۂ اہل یقین است
ز فیضِ حضرت یحییٰ و افضل با مداد ہمہ پیران اکمل
و ز ارشاد شہ فتح محمد کہ بود آں مفخر اولاد احمد
بود فیضش الٰہی تا دم حشر باجائے طریق اربع و عشر
دمے در خدمتِ آں شیخ بودن بود فیض دو عالم را ربودن
خوشا اوقات آں جان برادر گرامی تر زجاں شاہِ قلندر
کہ حاضر ماندہ با اخلاص نیکو ز صدقِ دل بخدمتگاری او
مرا از خدمتش قسمت جدا ساخت بمحنتہائے ہجراں مبتلا ساخت
ز دردِ دوریٔ آں پیر کامل بسے افتاد بر من کار مشکل
ہمہ شب تا سحر بہ بستر خواب منم چوں ماہیٔ بے آب بیتاب
بہر شہرے کہ ما را سیر گاہ است سواد لکھنؤ پیش نگاہ است
ز آبایم وطن گو ہست لاہور دلے چوں ماندہ ام از خدمتش دور
برائے خانماں خود دہم پشت کہ ما را فرقت او بے اجل کشت
دلے بس کارِ صعب و مشکل افتاد چہ سازم چوں کنم پا در گل افتاد
مگر بر لطف حق ما را یقین است
کہ نامش جامع المتفرقین است

شاہ بدر الدینؒ نے قمری حساب سے نوے سال عمر پائی۔ شاہی دربار، صوفیاء، امرا اور عوام میں آپ کی جو قدر و منزلت تھی اس سے آپ کی اولاد نے کبھی مالی فائدہ نہیں اٹھایا۔ آپ کا روحانی فیض جن متعدد خلفاء سے اب تک جاری ہے۔ ان میں سے ہمیں صرف دو کے نام معلوم ہو سکے۔ ایک حضرت قلندر شاہ لاہوریؒ اور دوسرے حضرت شاہ غلام جیلانیؒ جن کا ذکر ابھی آئے گا۔

آپ کی زوجہ خدیجہ بنت مفتی عبدالرحمٰن صدیقی المہمی (باب ۲) کے بطن سے دو فرزند شاہ احمد الدینؒ، شاہ غلام جیلانی اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ اس زوجہ کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی بی بی نادرہ بنت شیخ اکبر علی فاروقی (خاندان شاہ ولی اللہ) سے کی اور تین فرزند شاہ شجاع الدین

Marfat.com

مولوی شہاب الدین، شاہ کریم الدین اور تین لڑکیاں تولد ہوئے۔ ان میں سے ہم حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے مختصر حالات زندگی اسی باب میں درج کریں گے۔ حضرت شاہ بدرالدینؒ کی اولاد سے اس وقت تین سو چھتیس افراد حیات ہیں جن کا باب ہیں ۵۹ سے ۱۰۴ نمبر تک ذکر ہوگا۔

تبرکات میں سے آپ کی ایک کمری قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ و) کے پاس ہے اور ہمارے پاس حسب ذیل تحریریں ہیں۔

غرہ رجب ۱۱۶۹ھ کی ایک تحریر پر آپ کی بیضوی خورد مہر "بدرالدین چشتی القادری احمدؒ" لگی ہوئی ہے اور مہر سے اوپر آپ کی قلم مبارک سے "شھد بما فیہ فقیر بدرالدین چشتی القادریؒ" لکھا ہوا ہے۔ آپ کی یہی مہر ۹ رجب ۱۱۵۵ھ اور ۵ محرم ۱۱۸۱ھ کے کاغذات پر ہے۔ ۹ رجب والی تحریر پر شاہ عبدالحکیم فہمیؒ (باب ۵) اور راقم کے جدِ اعلیٰ شیخ قمراللہ (۲۲ ب) کے دستخط ہیں۔ رجب ۱۱۷۹ھ کی ایک تحریر پر آپ کے دستخط ہیں۔ "فقیر بدرالدین چشتی القادریؒ" سند مدد معاش مرقومہ ۱۱ رمضان ۱۱۸۲ھ بمہر نجیب خاں اور اس کی تصدیق محررہ ۴ صفر ۱۱۹۷ھ بمہر ولی عہد جواں بخت بہادر ابن شاہ عالم ثانی۔

شاہ غلام جیلانی قدس سرہ

ولادت: ۱۱۶۳ھ ۱۷۵۰ء

وفات: ۱۷ شوال ۱۲۳۵ھ ۲۸ جولائی ۱۸۲۰ء رہتک۔

حقائق و معارف آگاہ شاہ اوحد مولوی بدرالدین چشتی القادریؒ کے فرزند ثانی موردِ افضال یزدانی حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکی احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں تولد ہوئے۔ ابھی خورد سال تھے کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے ماموں محمد احسان بن مفتی عبدالرحمان بن مفتی محمد جعفر صدیقی المھمی (باب ۲) ان دنوں اودھ میں ایک بڑے فوجی عہدے پر مامور تھے۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ اودھ لے گئے اور وہاں بہترین تعلیم دلائی۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں آپ اپنے ماموں جان کے ساتھ الہ آباد تشریف لے گئے اور وہاں رہ کر شاہ غلام قطب الدینؒ ابن شاہ محمد فاخر الہ آبادیؒ ابن شاہ خوب اللہؒ سے تعلیم پاتے رہے۔ آپ شاہ محمد اجملؒ کے دائرہ میں رہتے تھے۔ حضرت شاہ محمد اجمل بھی ان دنوں شاہ غلام قطب الدینؒ سے تعلیم پا رہے تھے۔

Marfat.com

الہ آباد میں تعلیم پاکر آپ پھر اپنے ماموں جان کے پاس واپس چلے گئے اور ان کی جاگیر کے انتظام پر مامور ہوئے۔ بیس بائیس سال کی عمر میں آپ اپنے ماموں جان کی وساطت سے نواب شجاع الدولہ والئ اودھ کی فوج میں چار پلٹنوں کے سردار ہو گئے۔ یہ صاحب سیف جہاں جاتے صوفیا کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ فوج میں آپ کے زہد و اتقا کے چرچے رہتے دورانِ ملازمت آپ کا جو شعار رہا اسے حضرت شاہ محمد اجملؒ نے حافظ شیراز کے ایک مصرع میں بیان فرمایا: ع

کمر بخدمت سلطاں بہ بند صوفی باش

شاہ محمد اجملؒ الہ آبادی اپنے اجازت نامہ ۱۶ ربیع الاول ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء بمہر اجمل محمدی ۱۱۹۱ میں شاہ غلام جیلانیؒ کی بابت فرماتے ہیں۔ اصل اجازت نامہ قاری وضاحت حسن صاحب (۷۶ ء) کے پاس ہے اور اسنادالاشجار میں نقل ہوا ہے:

مسالک مسالکِ طریقت، ناسکِ حقیقت، صاحب ہمت بلند، طالبِ مطلب ارجمند، آمادۂ ظہورِ انوار تجلی، مستعد بروز اسرار متعالی، حدائق خداطلبی و خداشناسی، سرمست بادہ حق بینی و حق اساسی، فارغ از قید ہر چیز، مقبول قلوب صافیہ اہل تمیز، موردِ افضالِ یزدانی، برادر دینی میاں شاہ غلام جیلانی سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ و اوصلہ اللہ تعالیٰ الی ما یتمناہ ابن قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین جناب کرامت مآب مولوی بدرالدین سلمہ اللہ المعین ...... سابق ازیں کہ زمانہ گذشتہ در سن دوازدہ سیزدہ سالگی ہمراہ خال صاحب بکمال باعثِ اتحاد مولوی صاحب مذکور برائے زیارت مزار قطبین و کاملین حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی و حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہما وارد الہ آباد شدند و چند مدت بطریق کسبِ علومِ ظاہری بدائرہ ما اقامت ورزیدند۔ دراں اوان فقیر کاتب الحروف بنابر اوصاف موصوف ہم کسب علوم ظاہری مے کرد چنانچہ باتفاق یک جا شب و روز بخدمت سراسر فیض و برکت حضرت برادر قبلہ دین و دنیا افضل المتاخرین فخر الاولین والآخرین حضرت شاہ غلام قطب الدین روحی فداہ مرقدہ اتفاق تحصیل علوم می افتاد۔ بعد چندے کہ مہاجرت بمیاں آمد و مدتے بریں بگذشت فقیر را سفر بلدہ مہدی گھاٹ و بلدہ لکھنؤ رو داد و اتفاق ملاقات با ہم افتاد

صحبت ہائے دیرینہ بیاد آمد و لعجب محبت ہا در سفر چند صباح گذشت۔ ہر چند دراں ایام شاہ غلام جیلانی مذکور بلباس دنیا داری اوقات میگذرانیدند وبمصداق آنکہ ع

کمر بخدمت سلطاں بہ بند صوفی باش

چاشنی فقر و درویشی بباطن خود داشتند و باوجود اشتغال امور دنیوی میلان طبیعت باعمال و اشتغال بدل شان متمکن بود"

نواب شجاع الدولہ کی ملت کش روش سے دل برداشتہ ہو کر شاہ غلام جیلانیؒ اپنی ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور خرقہ درویشی اختیار کیا۔ اور بدت بعد شاہ محمد اجملؒ سے پھر ملنے کے لئے الہ آباد تشریف لے گئے۔ مذکورہ بالا اجازت نامہ میں شاہ محمد اجمل آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس وقت شاہ غلام جیلانی عمداً جاہ و ثروت ترک کر کے راہِ درویشی اختیار کر چکے تھے اور باوجودیکہ اس راہ کی کٹھن منزلیں طے کر چکے تھے مگر مزید کی طلب رکھتے تھے۔ چنانچہ:

"بحول الحال بتاریخ بست و چہارم شہر ذیقعدہ ۱۲۰۷ھ یک ہزار و دو صد و ہفت ہجری علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ برائے ملاقات فقیر و زیارت مزارات قطبین غوثین کاملین قدس سرہما شاہ غلام جیلانی مذکور آمدند۔ دیدم کہ ترک لباس دنیوی و ثروت و جاہ خود عمداً کردہ رہ نورد طریق وصول الی اللہ شدہ اند و کما ینبغی سالک ایں راہ مستقیم شدہ اند۔ باوجودیکہ بسیار از منازل ایں راہ صعب طے کردہ اند و بمنزل مقصود رسیدہ اند لیکن پائے طلب از سعی نکشیدہ اند"

خاندان کے مشائخ میں حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے جتنے زیادہ خانوادوں سے کسب فیض حاصل کیا اور کسی بزرگ نے نہیں کیا۔ ہم چوپائیان سلوک سے آپ کے نسبت ہائے ولایت کی تعداد نقل کرتے ہیں: چشتیہ ۲۸، قادریہ ۲۸، نقشبندیہ ۱۲، سہروردیہ ۳۳، مداریہ ۶، گازرونیہ ۵، طیفوریہ ۷، کبرویہ ۱۰، ادہمیہ ۴، اولیسیہ ۶، خضرویہ ۹، معمریہ ۶، رفاعیہ ۹، مغربیہ مدینہ ۱، منہیہ و علویہ ۱، ہمدانیہ ۱، جامیہ ۱، فردوسیہ ۲، زاہدیہ ۱، شطاریہ ۳، عیسویہ ۲، اصل الاصول ۲، کل ۱۹۴۔ اس قدر فیض حاصل کرنے کے باوجود آپ نے سعی طلب کبھی ترک نہ کی اور جب بھی کبھی ماذون مجاز بنائے جاتے آپ فکرمند ہو جاتے کہ آیا آپ اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہو سکیں گے یا نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ والد

Marfat.com

ماجد بزرگوار نے میری ظاہری اور باطنی تربیت شب و روز کی مگر میں اپنے اندر ان امور کے اجرا کی طاقت نہیں پاتا۔

"سہ کس را حق بر آدمی زاد | یکے پیر و دوم اب، سوم اوستاد
مرا زاوّل دریں دیرینہ مکتب | کہ ہم پیر و ہم اوستاد و ہم اب

رحمۃ اللہ علیہ توجہ ظاہری و باطنی در حق ایں ناکارہ داشتند و شب و روز پرورش ظاہری و باطنی می فرمود و بعد چندے خرقہ فقر را از مرشد خود یافتہ بفقیر عنایت فرمودند واز سلاسل طبقات تفصیل ذیل کہ بخدمت اوشاں رسیدہ بودند۔ فقیر را ماذون و مجاز ساختند و برائے اجرائے ایں امور اذن فرمودند۔ چوں حالت فقیر بایں منوال است کہ

اگر براہ نرفتم بود ز شامت من | وگرنہ در حق ما رہنما نہ کرد دریغ

چوں لیاقت اجرائے ایں امور در خود نیافتم اندیشیدم کہ اجرائے حکم بچہ طور باید کرد"۔

(اسناد الاشجار)

ازاں بعد آپ نے اپنے والد ماجد کا اجازت نامہ نقل کیا ہے (ضمیمہ ۹) اسناد الاشجار میں آپ کے وہ تمام اجازت نامے نقل فرمائے ہیں جو آپ کو ملے۔ ان میں سے بعض میں اجازت حدیث بھی شامل ہے۔ اسناد الاشجار کا ایک قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔

حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے دینی اور معاشرتی کارہائے نمایاں آپ کے زہد و اتقا کے چرچوں میں گم ہو گئے۔ قانون سلوک (ص ۱۱۲) اور روضۃ الرضوان (ص ۵۲) میں ہے کہ آپ نے بارہ برس تک کھانا ترک کئے رکھا۔ دن کو روزہ رکھتے اور بھوک لگتی تو درخت کو بنا سینتی یعنی پتوں پر گذارہ کرتے۔ اس روایت کو اتنی شہرت حاصل ہے کہ عوام و خواص کی زبان نے آپ کو سرتاج الزہاد کا خطاب دیا۔ آپ دائم الصیام اور عابد شب گزار تو ضرور رہے مگر تارک غذا ہونے میں مجھے کچھ شک ہے۔ یہ چیز اس خاندان کے مزاج و روایات کے خلاف ہے۔ نیز آپ نے جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا ان کی حیات پاک میں بھی ہمیں اس روش کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔ غالباً بات یہ تھی کہ اپنے والد بزرگوار کی وفات سنہ ۱۱۷۹ھ کے بعد آپ نے فریضہ حج ادا کیا۔ دوسری بار آپ غوث الاعظم شاہ عبد القادر جیلانیؒ اور دوسرے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے بغداد وغیرہ تشریف لے گئے اور وہاں سے پاپیادہ مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو آپ کی

Marfat.com

صحت جواب دے بیٹھی تھی۔ یہاں تک کہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ اطبا نے صحت کی بحالی کے لئے ماشوں کی مقدار میں خوراک تجویز کی۔ اس خدمت پر آپ کے خلیفہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ صدیقی الملمی (باب ۵) مامور ہوئے۔ طبع اقدس کی صفائی کا یہ حال تھا کہ ان ماشوں کی خوراک میں جب بھی کمی بیشی ہو جاتی آپ فرما دیتے کہ ایسا مت کرو۔ ہماری عبادت میں فرق آتا ہے۔ اس بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ آپ آخری عمر میں ٹانگوں سے بھی معذور ہو گئے۔ روضۃ الرضوان میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے مگر اس بارہ برس کے ترک غذا والی روایت سے علیحدہ۔

آپ کی پہلی زوجہ واجدہ بنت شاہ مبارک (۱۲۱۳ھ) بن شاہ عبدالحکیم حسینیؒ تھیں۔ ان کے انتقال پر آپ نے ایک نومسلمہ سے شادی کی۔ مگر اولاد کسی سے نہ ہوئی۔

جناب پیر غلام دستگیر نامی متوفی ۱۹۶۱ء کے خاندان کے بزرگ حضرت قلندر شاہ لاہوریؒ آپ کے پیر و مرشد اور والد شاہ بدرالدینؒ کے مرید تھے۔ ان صوفی شاعر کا چند صفحات پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ جناب نامی مرحوم نے ہمیں حضرت قلندر شاہؒ کا ایک منظوم مکتوب دکھایا۔ اس کے چار شعر اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے وہ چھوڑ دیئے گئے۔

نامۂ قلندر شاہ بنام شاہ غلام جیلانی

صبا از من برو پیش شہنشاہ — شاہنشاہ کہ داد ند فقر را راہ
شہے فرماندہے ملک ہدایت — شہے زیبندۂ تاج ولایت
شہے دانائے اسرار نہانی — شہے کو را نہ باشد مثل ثانی
شہے سیاح بیدائے طریقت — شہے صباح دریائے حقیقت
شہے کان مروت بحر احساں — شہے سرچشمہ فیضان احساں
شہے موصوف اخلاق حمیدہ — شہے از غیر دغیریت رمیدہ
شہے مسند نشین راہ نمائی — شہے کو یافتہ از خود رہائی
شہے فرمانروائے ملک دلہا — شہے آزاد قید آب دگل ہا
شہے کز فیض او گشتہ مفتخر — ہزاراں بے نوائے چو قلندر
اناں صدہا قلندر یک قلندر — منم ننگہ نداری گر تو با در
بگویم با تو نام نامیٔ او — صبا بشنو کہ اسم سامی او
باطراف ہمہ نزدیک ہم دور — غلام شاہ جیلانیست مشہور

شوم گر در ثنا آتش بحر پرداز — ز کاغذ خامه ام خواهد نشد باز
هزاران دفتر و صد نامه گر من — کنم انشا بوصفِ آن اگر من
نگردد از هزاران آه یک هم — ادا از وصفِ آن شاه مکرم
ز وصفش چوں شدم مجبور و معذور — کنم با تو پیام خویش مذکور
که چوں در بارگاهش باریابی — قدمبوسی کنی از من شتابی
پس آنگه عرض داری حالتِ ما — کہ اے شاہ سریر سروری یا
قلندر را خطِ فرمان والا — بروں ننهاد هرگز پائے خود را
مشرف در حضور فیض گنجور — نگشته تا هنوز از است مجبور
مو نعها که گشته مانع او — دراں تقصیر از من نیست نیکو
نخواهد تا که آن حی توانا — نمی جنبد ز جائے خویش شاها
نگیرد او ز خود هرگز قرارے — درینجا لیک چو هست اختیارے
بدستِ دیگرے معذور دارش — ز تقصیر و گناه مغفور دارش
نمودم عرض این احوال مجمل — ز حال پر ملال زار مفصل
وزاں پس اے صبا بهر سعادت — قدم رنجه کنی با صد ارادت
طواف از ما ادا کن بر مزارش — پس آنگه حالتِ من عرض دارش
شهے ادحد که بدر الدین نامش — بود زیبا شهے گر من غلامش
بگویم مهر چرخ چاردیں را — کزیں دنیا منور کرد دیں را
منور کرد آں بدرِ زمانه — به نبیاں کز فروغ شمع خانه
قلندر بود برگے بے نوائے — غریب و مفلس و بیکس گدائے
بود گر جائے هر مو صد زبانے — ود در هر یک زبان صد داستانے
کنم تا صد هزاران سال لیکن — ادائے وصف آں شه نیست ممکن
غرض چوں در رسی بر روضهٔ خاص — بخوانی فاتحه از ما با خلاص
پس آنگه بر مزارش جبهه سائی — طوافش هفت بار از من نمائی
فراغت چوں ز آدابِ زیارت — کنی بادِ صبا انسبت کارت
هزاران بندگی ها از غلامی — که دارد از غلامی احترامی

Marfat.com

کریم الدین ما را نیاز از ما رسانی صد نیاز و بندگی ہا
درونِ خانہ ہم از من رسائی بآداب بیاں بکنی کہ دانی
دگر از من بہر یک آشنائے
سلام شوق گو و ہم دعائے

نیچے سے تیسرے شعر میں شاہ غلام جیلانی رحؒ کے سب سے چھوٹے بھائی مولوی کریم الدین کا نام آیا ہے۔

تصانیف آپ کی مندرجۂ ذیل کتب و رسائل کا ہمیں علم ہو سکا ہے:

(۱) رسالہ زبدۃ السالکین: اس میں سالکوں کے لیے تمام مہینوں کے ادعیہ اور نمازیں درج ہیں۔

۲۔ کلام پاک کی چند سورتوں کی تفسیر بطریق تصوف

۳۔ شجرات ہندی: اس کا قانون سلوک صفحہ ۱۶ پر ذکر ہے۔

۴۔ لطائف السلوک

۵۔ رسالہ اعمال الامراض: اس کا ایک قلمی نسخہ قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ ل) کے پاس ہے۔

۶۔ رسالہ خلاصۃ الاعمال: " " " "

۷۔ رسالہ لطائف المریدین: " " " "

۸۔ رسالہ شرائط المریدین: ہمارے پاس اس کے دو نسخے ہیں ایک حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید مہمیؒ (رباٹ) کی قلم کا اور دوسرا شیخ کرم علی ولد شیخ عظیم اللہ سکنہ قلعہ رہتک کا جس کی کتابت ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔

۹۔ آداب پیر و مرید: چودہ صفحے کا رسالہ ہمارے پاس ہے۔

۱۰۔ رسالہ طریقۃ الہدیٰ: شاہ محمد اسماعیل شہید مہمیؒ (رباٹ) کا کتابت کردہ یہ بیس صفحوں کا رسالہ ہمارے پاس ہے

۱۱۔ رسالہ اظہار الاخفا در واجب و ممکن: اکیس صفحوں کا یہ رسالہ شاہ محمد اسماعیل مہمیؒ کی قلم سے ہمارے پاس ہے۔

۱۲۔ اسناد الاشجار: ایک تاریخی دستاویز ہے جس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے سلوک کے ان ایک سو چورانوے خانوادوں کے شجرے دیئے ہیں جن سے آپ کو فیض پہنچا۔ ان

Marfat.com

میں چند اجازت ناموں کی حرف بحرف نقل بھی ہے۔ ضمنی طور پر بعض صوفیا کے حالات اور مسائل سلوک کا بیان بھی مصنف نے کیا ہے۔ شاہ بدیع الدین مدار کے حالات و تعلیمات پر اس میں سیر حاصل بحث ہے۔ اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنا نسبی کرسی نامہ بھی دیا ہے۔ جسے ہم نے اپنی اس تالیف میں کئی جگہ نقل کیا ہے اور ضمیمہ ۲ میں اسے پورا نقل کیا ہے ۲۹۵ صفحے کی یہ کتاب سنہ ۱۲۲۰ھ سنہ ۱۸۰۵ء کی تصنیف ہے اور مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے مجموعۂ کتب کی زینت ہے۔

۱۳۔ رسالہ اثبات . . . . عدم تغائر ممکن الوجود: اس کے صرف ابتدائی دو صفحے ہمارے پاس ہیں۔ نام ابھی پڑھا نہیں جاتا۔

۱۴۔ چوپائیاں سلوک: آپ کے جملہ رسائل و کتب میں سے صرف یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ چوپائی ترجمہ ہے رباعی کا۔ آپ کی اردو رسم الخط میں ہندی رباعیات کے مجموعہ کو پہلی مرتبہ پروفیسر مولوی سدید الدین صدیقی الرہتکی (۶۹ ب) نے شائع کرایا۔ پھر اس کی شرح حافظ انور علی صاحب رہتکی نے قانون سلوک کے نام سے سنہ ۱۳۰۶ھ سنہ ۱۸۹۰ء میں مطبع لوز بازار جنرل لائبک ایجنسی امرتسر سے طبع کرا کے شائع کی۔ قانونِ سلوک کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے مختصر حالاتِ زندگی اور ایک سو چار رباعیوں کی اردو شرح ہے۔ کتاب ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب پر پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اپنے مضمون "ہریانی میں تالیفات" میں تبصرہ کیا ہے۔ اس مضمون کا متعلقہ حصہ ہم اورنٹیل کالج میگزین لاہور کی فروری سنہ ۱۹۳۲ء کی اشاعت سے نقل کرتے ہیں۔

> "یہ چوپائیاں ٹھیٹ ہریانی زبان میں لکھی گئی ہیں اور فن کی رو سے ان پر نظر ڈالتے ہوئے بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بلند پایہ شاعری کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ہندی گو شعرا کے طبقے میں ایسے پاکیزہ خیالات و شریف جذبات کے ترجمان بہت کم شعرا ہوئے ہیں۔ کبیر اور بلھے شاہ کے ساتھ ان کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔
>
> موضوع کے لحاظ سے یہ رباعیاں طالبِ صادق کے لئے درسِ تلقین ہیں جن میں طلب مرشد کامل، تجرید و تفرید، طلبِ صادق، عشق کامل، استغراق و محویت و دیگر مراتب عرفان کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ مگر ان میں ایسا عنصر

Marfat.com

بھی موجود ہے جس سے عوام بھی متمتع ہو سکتے ہیں۔ ان رباعیوں کی امتیازی شان یہ ہے کہ ان کا آخری مصرع بالعموم کسی نہ کسی ضرب المثل پر آکر ختم ہوتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ایجاز و اختصار کی بہترین مثال ہیں اور اسی لئے مصنف کو ان کی شرح کی ضرورت پیش آئی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ۱۳۱۶ھ میں انور علی رہتکی نے اس کی اردو شرح موسوم بہ قانون سلوک لکھی ہے اور یہ شرح میرے سامنے ہے۔

رباعیوں کا نمونہ دیتے وقت میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے ہر رباعی کا مختصر سا مطلب بیان کر دیا جائے اور بعد میں اصل رباعی نقل کر دی جائے تاکہ ان کے مطالب میں دقت نہ ہوئے۔

دنیا کی مذمت: کہتے ہیں کہ اس دنیا پر کون اعتماد کر سکتا ہے۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ اس سے کیں کیا نفع ہوا تو نتیجہ صفر نکلتا ہے۔ وہ صرف نمائش اور دکھاوے کے لئے ہے۔ لیکن ہر حال میں بے فیض۔ کیسو کو دیکھتے نہیں جب پھولتا ہے کس قدر خوش آئند اور خوشنما نظر آتا ہے مگر ہمیشہ بے ثمر ہے بالفاظ دیگر دنیا دیکھنے کی ہے برتنے کی نہیں۔

جب ڈھونڈے جب کچھ نہ پاوے	ایسے جگ کو پتیاوے
کیسو پھولے سدا نپوت	دیکھن کا پرنت ہے اوت

ترغیب عمل: جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لو۔ تمہیں موقع حاصل ہے۔ اگر موقع کھو دیا تو کفِ افسوس ملتے رہو گے۔ زمانہ تمہاری عمر عزیز کو لحظہ بہ لحظہ اور دمبدم گھٹاتا جا رہا ہے۔ یاد رکھو جب کولہو کٹتا ہے۔ موگری بنا کرتی ہے۔ اس سے ہی اور تیل تیار کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد استطاعتِ عمل نیک ہے۔ موگری سے خالی کھونٹیاں ٹھوکی جاتی ہیں۔ اس سے اشارہ ہے سر پیٹنے اور افسوس کرنے کی طرف۔ نیک عمل کا وقت کھو دیا تو سر پیٹنا اور افسوس کرنا پڑے گا۔ کہتے ہیں۔

پھر نرا پچھتانا ہو	کرے جو کچھ کرنا ہو
کولہو کٹے اور موگری بنے	یہ جگ تیرا چھن چھن چھنے

اعمالِ نیک و بد: تمہارے اعمال اگر نیک ہیں تو بہشت مقام ہے۔ اگر برے ہیں تو دوزخ ٹھکانہ ہے جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ نیک عمل کو آفریں اور بدعمل کو پھٹکار ہے۔

بھلی کرے تو سرگ بسا وے | پونجی بوی نرگ لے جاوے
جیسا بووے ویسا کاٹے | دھرمی بچے اور پاپی چھٹے

اصلی اور نقلی پیر: جب شہرِ عشق کی گدڑی بگڑ گئی کم مایہ بنئے سیٹھ بن جاتے ہیں، اوچھی پونجی سے دوکان آرائی کی وہی مثل صادق آئی کہ اندھوں میں کانا راجہ

جب پریم نگر کی اوجڑی پینٹھ | سگرے بنئے ہو گئے سیٹھ
اوچھی پونجی ہُوا بناؤ | اندھوں بھیتر کانا راؤ

ہادی کی ضرورت: سالک کو تنہا جانے میں بھٹک جانے کا خطرہ ہے نابینا تنہا جاتا ہے اور گر گر پڑتا ہے۔ لغزشوں اور غلط رویوں کے بعد رہبر کامل تلاش کر۔ ٹوٹی گاڑی تو بڑھئی کے دروازے پر ہی لائی جاتی ہے۔

آپ چلے تو بچلا چلے | اندھا دوڑے گر گر پڑے
بھول بھٹک کے گر دسنوار | گاڑی ٹوٹی کھاتی دوار

جھوٹے پیروں کی خدمت: فرماتے ہیں کہ شیخ نمانی نام رکھ کر پیر بنتے ہیں مرید بناتے ہیں اور انہیں بہکاتے ہیں۔ زبانی جمع خرچ سے راہِ معرفت طے کرانے کے مدعی ہیں اور عمل میں پیادہ ہیں۔ ان پیروں کی مثال ایسی ہے کوئی اناڑی نائی ہو اور بچے کا سر چھیل کر رکھ دے۔

ناؤں رکھا کر گرد کہا وے | چیلے پکڑے اور بہکا دے
بھوگ کا مارگ باتوں کیبلے | اناڑی نائی سر کو چھیلے

شغلِ عبادت اور مرشد کی طلب: جب تک شیخ کامل ملے بیکار نہ رہو۔ اپنا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارو۔ دیکھتے نہیں بنیا خالی نہیں بیٹھتا اور کچھ نہیں تو باٹ ہی تولتا رہتا ہے۔

جب لگ گرُ سے بھینٹ نہ ہو | دن رات سکھ سے مت سو
کچھ تو کر مورے متا پیارے | ٹھالا بنیا باٹ ہی ہاڑے

Marfat.com

پیر کے ارشاد سے تساہل: جب ہادی کامل مل جائے لازم ہے کہ اس کے ارشاد و تلقین پر مستعدی کاربند ہو ایسا نہ ہو کہ اس کی ہدایت پر تساہل سے کام لو ورنہ بدنصیب رہو گے۔

جب لگ نہ گرو کا ساتھ — کیسے پاوے ہر کی بات
گرو پاوے اور ہو سیلا — کمبختی کا آٹا گیلا

اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیخ کی ہدایت کو کھلے کانوں سے سنو اور غور کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو۔ اگر وہ بال رنگنے کا حکم دے تو بال رنگ لو۔ قاعدہ ہے کہ انسان جس ملک میں جاتا ہے اسی ملک کے اوضاع و اطوار اختیار کر لیتا ہے۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

کہتے ہیں:

گرو کے بنیں جی کے سن — ہردے چھن چھن پورا گن
اس کے کہنے رنگے کیس — جیسا دیس ویسا بھیس

نفس امّارہ: تمہارے اندر ایک چور ہے جیسے بنے اس کا زور توڑ جب اس کا زور ٹوٹے گا تب راہِ راست پر آئے گا۔ ہاں حرام، حرام ہی جائے گا۔

ایک ہے تیرے اندر چور — جہاں ملے بل اس کا توڑ
ٹوٹے جب وہ سیدھا بن جا — باپی مال پراپت جا

خصائل ذمیمہ: دشمنانِ باطنی یعنی حرص و شہوت و غضب وغیرہ تعداد میں بے شمار ہیں اور سب تیری مخالفت میں ہیں۔ ان سے اسی وقت امن میں رہے گا جب انہیں سولی دے دی جائے۔ یہ سب رہزن ہیں اور سب کی ایک زبان ہے۔

گھٹ کے بیری گنے نجان — کام پڑے پر سب مل جان
بچے جبھی جب دیوے سولی — چوروں ٹولی ایک ہی بولی

صفاتِ مذمومہ کا علاج ریاضت ہے: یہ باطنی دشمن جھوٹی باتیں

Marfat.com

بنا بنا کر تجھے برباد کرتے ہیں۔ اور تیرے قلب کو ورغلاتے ہیں۔ ریاضت کر اور انہیں راہِ راست پر لا۔ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔

جھوٹی باتیں تجھ کو کھوویں　　اندر تیرے حسب مل سوویں
کشٹ کرے تو ہو جاں سانچے　　مار کے آگے بھتنا ناچے

ریاضت و مجاہدہ: مجاہدے کے بغیر راہ معرفت نہیں ملتی اور اتنا چل کہ کہ اہلِ قافلہ سے جا ملے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اضافت افعال کی جو آب بتقاضائے انانیت اپنی طرف کر رہا ہے ترک کر دے اور توفیق الٰہی شاملِ حال ہو۔

بن کشٹی نہ مارگ ملے　　یہاں تک چل جو سنگ جا رلے
پوگے تب جب کرتب چھوٹے　　بل کے بھاگوں چھینکا ٹوٹے

طلبِ صادق: راہِ خدا میں طلبِ صادق ضروری ہے۔ نادان دوڑیگا اور گرے گا۔ حصولِ مراد میں دیر لگنے سے مت گھبرا اور صبر سے کام لے۔ ہر چیز اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہے۔ پہلے کودوں ہوتی ہے پھر دھان:

پوری دھن کا پوری کرے　　مورکھ دوڑے گر گر پڑے
دن بیتن کامت کر گیاں　　پہلے کودوں پاچھے دھان

دل بیار دست بکار: مراقبہ کرو اور توجہ الی اللہ سے کام لو اور عشق الٰہی کی شراب پیتے رہو۔ آہستہ آہستہ تمہاری رسائی ہوگی۔ بے صبر مت بنو۔ تیل اور تیل کی دھار دیکھو۔

ہر سے گیان لگا اور جی　　مدھوا اس کا چپ چپ پی
دھیرج دھیرج پاوے بار　　دیکھ تیل، تیل کی دھار

عبادت کی غرض و غایت: کہتے ہیں عبادت کا مقصد قرب اللہ ہونا چاہیئے۔ نہ نعم جنت۔ بہشت کے لئے عبادت عاشقِ صادق کے نزدیک جہنم سے بدتر ہے ؎

طاعت میں تا رہے نہ مے وانگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو

Marfat.com

جنت کے واسطے ترک دنیا ایسا ہے جیسے کوئی شخص دنبہ دے کر مینڈھا لے۔ ایسا شخص عشق حقیقی کے ذوق سے ناآشنا ہے۔ خود ناقص ہے اور دوسروں پر نکتہ چینی کرتا ہے۔

ہر کو بھجے اور مانگے سرگ — برہی جانے اس کو نرگ
چھوڑے دُنبہ لیوے مینڈھا — ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا

عبادتِ خالص: عبادت میں سالک کے لئے خلوص شرط ہے۔ وصالِ حق اور قربِ جنت دو مختلف راستے ہیں۔ دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہاری وہی کیفیت ہوگی جو دھوبی کے کتے کی ہے۔ گھر کا ہے نہ گھاٹ کا۔

ایک انگ ہوپی کن چلّے — دھیرے دھیرے ہر سے مِلّے
دبدھا میں من جاوے پھاٹ — دھوبی کا کتا گھر نہ گھاٹ

سالک کی راہ میں دشواریاں: وصول الی اللہ کا راستہ آسان نہیں ہے اس کی منزلیں کٹھن ہیں۔ جب منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ تب جانو کہ فائز المرام ہوئے ورنہ اس راہ میں قدم قدم پہ دشواریاں حائل ہیں اور خطرہ سامنے کھڑا ہے ان منازل میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اونٹ چڑھے مسافر کو کتا کاٹ لیتا ہے۔ آپ لوگوں کو مرزا غالب کا شعر یاد ہوگا۔

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

لیکن شاہ صاحب کہتے ہیں۔

ہر کو مارگ سہج سنجان — پوری پڑے تب لاگے دھیان
تس پہ ڈرہے گھاٹے باٹے — اونٹ چڑھے بھی کتا کاٹے

جذب و استغراق: جو شخص عشق الٰہی میں غرق ہے وہ ماسوا اللہ سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ نہ اس پر کسی کی تعریف کا اثر ہوتا ہے نہ تنقیص کا۔ وہ اپنے حال میں مست ہے۔ ساون سوکھا نہ بھادوں ہرا۔

جس کی دھن ہر سا تھ لگے — پھر وہ سب سے ٹوٹ رہے
ناں کبھی چکنا ناں کبھی روکھا — ساون ہرا نہ بھادوں سوکھا

محویتِ حقیقی: جب محبوب کی دھن ہے تو پھر زمانے کے گرم و سرد، راحت و غم کی تمیز باقی نہیں رہنی چاہیئے۔ جب ناچنے نکلے تو پھر حیا کیسی۔

جب دھن لاگی پیے کے رنگ — تنا سیلا ایک ہی رنگ
پھر کیا سوچے ایسا ویسا — ناچن نکلی گھونگھٹ کیسا

یہاں حافظ محمود شیرانی کے مضمون سے اقتباس ختم ہوگیا۔ "پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ" کے نام سے عبدالغفور قریشی صاحب کی کتاب ۱۹۵۶ء میں تاج بک ڈپو اردو بازار سے شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کی چار چوپائیاں بھی نقل کی ہیں مگر آپ کے نام کے ساتھ سید لکھ دیا۔ گو لغوی اعتبار سے آپ کے نام کے ساتھ سید لکھے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر اس کے اصطلاحی معنے "اولادِ حسنین" ہو گئے ہیں اس لئے اس کا استعمال درست نہیں۔ ایسی غیر محتاط تحریریں جب پرانی ہو جاتی ہیں تو اپنی قدامت کے باعث خواہ مخواہ مستند سمجھی جانے لگ جاتی ہیں۔

شاہ غلام جیلانیؒ کی وفات بہتر سال کی عمر میں ۱۸۲۰ء میں ہوئی۔ مزار مبارک قلعہ رہتک کے عین وسط میں محلہ کی جامع مسجد سے تیس چالیس گز مشرق میں ہے۔ قیام پاکستان کے بعد قبر ہموار کر دی گئی ہے اور اس پر کمیٹی کا نمبر ۲۳/۸/۴ ڈالا گیا ہے

تاریخ وفات

قطبِ زماں مقبولِ خدا کے شاہ غلام جیلانی — امیری چھوڑ فقیری لیتی زہد کیا لاثانی
بارہ برس تک ناج نہ کھایا جسم ہوا نورانی — مکہ مدینہ زیارت کر کے قرب ملا یزدانی
شہر شوال رات سترھویں واصل ہوئے سبحانی — غیاث الدین ہے خادم ان کا مشکل ہو آسانی

دیگر

وَلَادُ خُلِّتُکُمْ جَنَّات
۱۲۳۵ھ

غیاث الدین آپ کے بھائی شاہ احمد الدین کے فرزند تھے (۵۹ ب)

خلفا آپ کے خلفاء کے ذریعے آپ کا فیض جاری ہے ہمیں آپ کے گیارہ خلفاء کے نام معلوم ہو سکے ہیں جن میں سے پہلے آٹھ اپنے خاندان سے ہیں۔

۱۔ مولوی کریم الدین (۴۹ ب) بن شاہ بدر الدین۔
۲۔ شاہ شجاع الدین (۷۲ ب) ابن شاہ بدر الدینؒ۔
۳۔ شاہ غیاث الدین (۵۹ ب) ابن شاہ احمد الدین بن شاہ بدر الدینؒ۔

Marfat.com

۴۔ مولوی امام الدین (باب ہذا) بن شاہ احمد الدینؒ بن شاہ بدر الدینؒ۔
۵۔ شاہ منیر الدین (۱۰۵ب) بن شاہ نصیر الدین صدیقی الرہتکی۔
۶۔ حافظ شمس الدین (۱۰۷ب) بن شیخ عظیم الدین صدیقی الرہتکی (۱۰۸ب)
۷۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ بھی (باب ۵)
۸۔ قاضی کمال الدین ذوالقرنی رہتکی۔
۹۔ مولوی کاظم۔ پنجابی کٹڑہ دہلی میں رہتے تھے۔
۱۰۔ حاجی قاسم دہلوی۔

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) آپ کے خلفاء میں سے نہیں تھے مگر فیض ضرور پایا تھا۔

تبرکات (۱) ہادی یادگاروں میں آپ کی دو ٹوپیاں، ایک جبہ، شاہ بدر الدینؒ کا اجازت نامہ شاہ محمد اجملؒ الہ آبادی کا اجازت نامہ اور رسائل اعمال الامراض، خلاصۃ الاعمال اور لطائف المریدین۔ قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ ز) کے پاس ہیں۔

۲۔ آپ کے کچھ کپڑے اور ایک کٹورہ۔ اسحاق الدین صاحب (۸۷ ز) کی ہمشیرہ صابری بیگم صاحبہ بیوہ لئیق الدین مرحوم (۵۹ ز) کے پاس ہیں۔ لئیق الدین کو اپنی والدہ کفایت النساء بیگم دختر شاہ رفیع الدین بن مولوی کریم سے ملے تھے۔ شاہ رفیع الدین کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ مولوی کریم الدین حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔

۳۔ راقم کے پاس آپ کے کتب و رسائل میں سے قانونِ سلوک، اسناد الاشجار، رسالہ اظہار اخفا، رسالہ طریق الہدیٰ، رسالہ اثبات، رسالہ شرائط المرید، رسالہ آداب پیر و مرشد ہیں۔

مولوی امام الدینؒ

آپ شاہ احمد الدین بن شاہ اوحد مولوی بدر الدینؒ کے منجھلے فرزند تھے۔ مولوی غیاث الدین آپ کے بڑے بھائی تھے اور مولوی بہاؤ الدین چھوٹے تھے۔ آپ کے والد شاہ احمد الدینؒ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (باب ہذا) کے چھوٹے بھائی تھے ان کا ذکر باب ۷، میں نمبر ۵۹ پر آئے گا۔ مولوی امام الدینؒ عالم باعمل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ اپنے چچا حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے

کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۸۰۳ء میں ریاست دوجانہ قائم ہوئی جس کا صدر مقام دوجانہ آج کل ضلع رہتک میں ہے۔ بانی ریاست نواب عبدالصمد خاں کا انتقال ۱۸۲۶ء میں ہوا۔ ان کے جانشین نواب دوندے خاں متوفی ۱۸۵۰ء نے ریاست میں ایک قاضی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے یہ منصب مولوی امام الدینؒ کو پیش کیا۔ آپ اپنے وطن رہتک سے ہمیشہ کے لئے دوجانہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کی اولاد قیام پاکستان تک مقیم رہی۔ آپ کو دوجانہ کا منصب قضاء سنبھالے ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ہندو دیوان کے ایما پر انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نے نواب صاحب موصوف کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ نواب صاحب قاضی موصوف کے فیصلوں کے خلاف اپیل سنا کریں۔ آپ نے نواب صاحب سے فرمایا "میں قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرتا ہوں۔ اگر آپ کتاب و سنت کی مجھ سے زیادہ فہم رکھتے ہیں تو اپیل سن سکتے ہیں"۔ نواب صاحب مجبور تھے لہذا مولوی امام الدینؒ ریاست کے منصبِ قضاء سے مستعفی ہو گئے۔

آپ کے تبحر علمی اور روحانی مدارج کو دیکھتے ہوئے نواب دوندے خاں نے اشاعتِ اسلام کا واسطہ دے کر آپ کو دوجانہ میں مقیم رہنے پر آمادہ کر لیا اور آپ کا تیس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ رہنے کے لئے وہ محل دے دیا جس میں بعد میں انگریزی ڈاک خانہ بنا۔ یہ محل آسیب زدہ خیال کیا جاتا تھا۔ ہندو دیوان کا خیال تھا کہ آپ تنگ آ کر ریاست کی سکونت ترک کر دیں گے۔ ریاست میں اب تک مشہور ہے کہ اس محل میں جنوں کا سردار رہتا تھا۔ اس نے ایک روز آپ کے خادم کو تنگ کیا تو آپ نے عمل کے زور سے اس سردار کو گرفتار کر لیا اور قتل کی دھمکی دی۔ اس سردار نے عرض کیا کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں گا تو میرے پیروکار بے قابو ہو کر انسانوں کو ستائیں گے۔ اگر میری جان بخشی کر دی جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور میرا کوئی پیروکار کسی زمانہ میں بھی آپ کے متبعین میں سے کسی کو تنگ نہ کرے گا۔ آپ کو وہاں رہتے ایک عرصہ گزر گیا اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو غیر مسلم بھی آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اس زمانہ میں لوگوں پر کہیں جن سوار ہو جاتے تھے تو کہیں کسی بدروح کا اثر ہو جاتا۔ جس کسی پر اس ذہنی بیماری کا اثر ہوتا اسے لوگ دور دور سے آپ کی خدمت میں لے آتے۔ اس کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا کہ مریض اچھا ہو جاتا یہ سلسلہ آپ کی اولاد میں اب تک جاری ہے۔ چنانچہ آپ کے پڑپوتے قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ ل) عرس کرانے ہر سال ملتان سے دوجانہ جاتے ہیں اور گردونواح کے دیہات کے متعدد آسیب زدہ ہندو مریض ان کے پاس لائے جاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

دوجانہ اور اس کے گرد و نواح میں قیام پاکستان تک کی دو صدیوں میں جو اشاعت و توسیع ہوئی اور مسلمانوں میں جس قدر علومِ دین پھیلے اور جو اصلاح رسوم ہوئی۔ ان میں سے اکثر مولوی امام الدینؒ اور بعد میں آپ کی اولاد کی بدولت ہوئی۔ نیز ۱۸۵۷ء کی دار و گیر میں اور اس کے بعد خاندان کے دورِ ابتلاء میں، دوسری مسلم ریاستوں کی طرح دوجانہ بھی افرادِ خاندان کا مامن بنا۔

آپ کے نقل کردہ رسائل میں سے انیس رسائل قاری صوفی دنماحت حسن صاحب (۶۷) کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ رسائل زیادہ تر لکھنو، دہلی اور دوجانہ میں بیٹھ کر نقل کئے گئے ان میں سے کم و بیش نصف رسائل آپ نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں نقل کئے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبِ صوفیا کی تعلیم کا لازمی جزو تھی۔ ان سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آج کل کے مقابلہ میں اس زمانہ میں حصولِ علم کے لئے کتنے سفر کرنے پڑتے اور کیا کیا صعوبتیں اٹھانی پڑتیں۔ آپ کے نقل کردہ رسائل میں دس طب پر ہیں۔ ان میں فوربس کی میٹریا میڈیکا بھی ہے۔ اس کا کلکتہ میں ۱۸۲۱ء میں اردو ترجمہ ہوا تھا اور تین سال بعد آپ نے اسے نقل کر لیا یعنی آپ کی نظر طبِ جدید پر بھی تھی۔ اس رسالے کے اب سولہ صفحے باقی ہیں۔

آپ عربی، فارسی اور اردو میں شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ کے پوتے قاری فیض الحسن مرحوم (۶۷) کی بیاض میں آپ کا ایک گیارہ شعری قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے ؎

رسول اللہ نور عین نور ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ یکل الخلق اصلُ فی الظہوری

اس بیاض میں آپ کا کہا ہوا ایک اردو قصیدہ بھی ہے جس کے پچیس شعر ہیں مطلع ہے ؎

حمد لاتا ہوں خدا کی برزباں ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ اور نعتِ مرسلِ آخر زماں

اب ہم کلیاتِ قلندر شاہؒ سے دو خطوط نقل کرتے ہیں جو ہمیں مخدوم پیر غلام دستگیر نامی مرحوم لاہوری کے دولت کدہ واقع محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ پر دیکھنے کا موقع ملا۔ شاہ بدر الدینؒ کے بیان میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت قلندر شاہ شاہ بدر الدینؒ کے مرید تھے۔ ان خطوط میں جو شعر صاف پڑھے نہیں جاتے وہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

نامہ قلندر شاہ بنام میاں امام الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دریم است نہ بحر قدیم

طرفہ درے نادرہ روزگار ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ گوہرے ہر بحر از و نابدار

بلکہ دو صد بحر رواں ز آب داد　　نے نے جہاں قطرہ ز آبش بگو
نامہ بنام گوہر کان علم　　بلکہ محیط دیم و عمان علم
عالم دوراں و علیم زماں　　تازہ کن علم و ادب در جہاں
مردمک دیدہ اہل یقیں　　روشنی چشم شہ بدر دیں
نام شہم برد ز دستم زمام　　ماند سلوک سحر دم نا تمام
عقل ز من دامن خود را کشید　　دست جنوں چاک گریباں درید
بدر منیر فلک راہ بری　　مہر سپہر شرف و برتری
اوحد دوراں خود اندر کمال　　در ہمہ اقراں عدیم المثال
پیر من و مرشد و استاد من　　سرخوش در رہ دیں زاد من
برد ز من صبر و قرارم ربود　　بادیہ پیمائے جنونم نمود
موی کشاں آہ کشم خویش را　　باز ازیں وادی سود افزا
روئے بشہزادۂ دیں آورم　　شاخ شجر گیرم بر خوش برم
اے بجہاں یافتہ عزت تمام　　در صفت دیں نام تو گشتہ امام
علمہ اللہ بعز و کمال　　تاکہ بود دورہ ایں ماہ سال
شاہ چو از بندۂ خود یاد کرد　　از ہمہ بند غم آزاد کرد
بندہ ام و بندہ ام و بندہ ام　　سر بقدم گاہے تو افگندہ ام
شوق قدم بوسی تو روز و شب　　در دلم افگندہ عجب تاب و تب
ہست امیدم کہ شوم راہ سپر　　در رہ وصل تو کنم باز سر
ختم کن نامہ و تحریر آں　　نامہ بری جوی سازم رواں
نامہ برم عاشق پیران خویش　　ہست فقیرے ز فقیران خویش
فتح دیں نام غلام شما　　از دل و جاں فدوی نام شما
راقم ایں نامہ قلندر بنام　　ہست دعا گوئے تو ہر صبح و شام

عہدہ او ست بخود صوبہ دار
الفت ما کردہ بدل اختیار

Marfat.com

جواب نامہ از مولوی امام الدینؒ بنام قلندر شاہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش قدیم است ز لوح حکیم

نیست چو حرف عجیب غریب — یوجد فی کل کلام حبیب
مجمل مضمون کہ نور قدم — یافت در فاتحہ جائے بہم
باز دہم مطلب ما فی الضمیر — ہر کسے کوست بعالم شہیر
نام ز خاور شدہ تا باختر — معدن عرفاں ہمہ سرتا بسر
جودئی مردم علم الیقیں — عین یقیں گشتہ بحق الیقین
ہست ز اصحاب جد امجدم — گوہر قابل سرش تا قدم
شاہ قلندر شدہ نام شریف — یاد چو شاہ شرف اسمش لطیف
عمر خودش گرچہ بگویم سزاست — خوردئی خود را نمایم بجاست
پس زرہ لطف بزرگانہ — رحمت و شفقت مردانہ
کرد ز اصحاب خودش فتح دیں — آنکہ ز دنیا است از و فتح دیں
سوئے من ننگ ہمہ خاندان — چو مہ پُر نور سبک تر رواں
نکہت جاں بخش مثال صبا — جلوہ نما کرد نوید وفا
غنچۂ دل گل شدہ شگفت ازاں — فرح نمودار شد اندر رواں
ایں ایں خواب کہ بیداری است — بلکہ از فضل تو مرا یاری است
مرسل ایں خام رسالہ امام — در نظر پختہ تو والسلام

اوپر ہم نے دو طویل خطوں کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ اسی کلیات قلندر شاہ میں مولوی امام الدینؒ کے نام حضرت قلندر شاہؒ کا ایک اور منظوم خط ہے۔ مولوی امام الدینؒ کا انتقال گوہانہ ضلع رہتک میں ہوا۔ مدفن قلعہ رہتک میں حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے پہلو میں ہے۔ قانون سلوک معیار الانساب اور نسب نامہ الیاس میں تاریخ وفات ۱۲ ر شعبان ۱۲۶۱ھ (۱۶ ر اگست ۱۸۴۵ء) دی ہوئی ہے۔ آپ کی دختر نیک اختر کا نکاح خلیل الرحمٰن (۹ ب) بن قاضی غلام حسن سے ہوا اصل کابین نامہ ہمارے پاس ہے۔ یہ نکاح یکم جمادی الاول ۱۲۶۰ھ کو ہوا اس میں دلہن کے والد مولوی امام الدین کو مرحوم لکھا ہے اور نکاح دلہن کے بھائی مولانا حافظ الدین کی ولایت میں

Marfat.com

ہوا۔ مولوی امام الدینؒ کے پانچ فرزندوں میں صرف ایک فرزند مولانا حافظ الدین کا سلسلہ اولاد جاری ہے۔

الحاج مولانا قاری حافظ الدینؒ

ولادت: ۲۷ رمضان ۱۲۴۳ھ ۱۲ اپریل ۱۸۲۸ء رہتک

وفات: ۱۴ محرم ۱۳۲۵ھ ۲۷ فروری ۱۹۰۷ء دوجانہ

مولوی امام الدینؒ بن شاہ احمد الدینؒ بن شاہ بدر الدینؒ کے پانچ فرزندوں میں سب سے بڑے مولانا حافظ الدین تھے۔ اپنے ہم عصروں میں خاندان کے فاضل ترین بزرگ تھے۔ دوجانہ میں اپنے پدر بزرگوار کی نگرانی میں تعلیم پائی۔ نو برس کی عمر میں کلام پاک حفظ کر کے رمضان شریف میں محراب سنائی۔ والد کے انتقال پر دہلی میں چھ سال تک مشہور فاضل مولانا امام بخش صہبائی سے فارسی پڑھی۔ مولانا صہبائی کے زور دینے پر آپ نے عربی کی طرف توجہ کی۔ اور عربی علم و ادب صرف و نحو، لغت و عروض، فقہ، تفسیر، حدیث، ہیئت، ہندسہ، حساب اور فن مناظرہ کی تعلیم پائی۔ مکہ معظمہ جا کر سید احمد حسین مکی سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ وہاں سے نجد، بحرین اور مسقط کی راہ مراجعت فرمائے وطن ہوئے (۱۸۵۳ء)

دوجانہ پہنچ کر آپ نے درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنے تایا زاد بھائی مولوی عیاذ الدین متوفی ۱۸۶۳ء بن شاہ غیاث الدین سے خرقہ خلافت اور حضرت شاہ غلام جیلانیؒ اور شاہ بدر الدینؒ کے تبرکات پائے۔ صرف ریاست دوجانہ ہی نہیں بلکہ تمام ہریانہ میں تجوید قرآن اور ہفت قرات میں آپ امام کا درجہ رکھتے تھے اور اولاد حضرت قاضی قوام الدینؒ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ اور آپ کے فرزند قاری سید حسن شبیر اور پوتے قاری فیض الحسن صاحبان نے حرمین شریفین میں فن قرات کی تعلیم پائی۔

آپ کے معتقدین کا حلقہ بڑا وسیع تھا آج بھی آپ کی کرامتوں کے چرچے ہیں۔ مگر آپ کی اصلی کرامت یہ تھی کہ آپ نے دینی علوم کو عام کیا اور مسلمانوں کی کئی بری رسموں کی اصلاح کی۔ تحریک بیوگان کے بھی آپ سرگرم کارکن تھے۔ اپنے خاندان میں زر مہر کی مقدار ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ اور ایک سونے کا ٹکا (اشرفی) تھا۔ ۱۸۹۳ء میں آپ نے ایک محضر نامہ تیار کیا۔ اس پر خاندان کے با اثر حضرات کے دستخط لے کر زر مہر دس ہزار روپیہ مقرر کیا۔ دوجانہ میں محلہ علی عالم میں آپ نے چھ ہزار روپے

Marfat.com

کے صرف سے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ آپ کا متصل مزار اسی مسجد کے پہلو میں ہے۔

حکیم شکورالدین مرحوم (۴۸ ب) نے ایک نظم میں آپ کا سراپا بیان کیا ہے۔ کشادہ پیشانی، ناک پتلی اور اونچی، دونوں رخساروں پر مسّے تھے۔ داڑھی ٹھوڑی پر زیادہ تھی اور ادھر ادھر چھدری۔ نہایت متین تھے مگر بات کرتے وقت چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی۔ اسّی سال کی عمر پائی مگر آخر عمر تک سماعت اور بصارت معمول پر تھیں۔ آپ کا سلسلۂ اولاد جاری ہے (۶۶ تا ۶۸)

آپ کے آٹھ آٹھ ورقی دو رسالے "مراۃ المحمدی" اور "نجاتِ دارین" طبع ہو چکے ہیں۔ "کتاب الحوادث" کے نام سے آپ کا ایک روزنامچہ بھی محفوظ ہے۔ جس میں ۱۸۸۵ء سے ۱۸۹۷ء تک کی آپ کی شب و روز کی مصروفیات درج ہیں۔ یہ روزنامچہ عربی میں ہے اور آپ کے پڑپوتے قاری وضاحت حسن صاحب (۶۷ ل) کے پاس ہے۔ شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ بیاض فیض احسن (۶۷) میں آپ کی ایک مثنوی ہے جس میں آپ کے زمانۂ طالب علمی کے حالات ہیں۔ اسی بیاض میں آپ کے چند قصیدے ہیں۔ مثنوی کا مطلع ہے:

بنام خدا داور بے چگوں ۔۔۔ فرازندۂ آسماں بے ستوں

آپ کے تین فرزند تھے مولوی زین الدین قاری سید حسن شبّر اور مولوی سید حسین شبیر جن میں سے پہلے دو کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے (نمبر ۶۶ تا ۶۸)

باب ۴

سلسلۂ کبیریہ

مولانا کبیر الدینؒ ہندوستان میں صدیقیان رہتک و ہم کے مورثِ اعلےٰ زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ بجنیری ثم رہتکی تھے۔ آپ کے دو فرزند تھے: مولانا افتخار الدینؒ اور ان کی اولاد میں سے بعض منصب داروں اور مشائخ کا ذکر گذشتہ دو ابواب میں کیا گیا ہے۔

مولانا کبیر الدینؒ رہتک میں تولد ہوئے۔ دہلی میں تعلیم پائی۔ قاضی محمد حسن صدیقی الہمی متوفی کی ایک تحریر (ضمیمہ ۵) کے مطابق سلطان معز الدین کیقباد نے ۶۸۶ھ = ۱۲۸۷ء میں مولانا کبیر الدینؒ کو ہم کا خطیب، متولی اور میر عدل مقرر کیا۔ آپ اور آپ کے بھتیجے قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدینؒ رہتک سے جا کر ہم میں سکونت پذیر ہوئے۔ مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد اس قصبہ میں ۱۹۴۷ء تک آباد رہی اور قیامِ پاکستان پر ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئی۔ آج بتاریخ ۸ ستمبر ۱۹۶۲ء کو مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد سے تین سو ساٹھ افراد حیات ہیں۔

مولانا کبیر الدینؒ کا ہم میں انتقال ہوا۔ مرقد مبارک دھوبی قبر کے نام سے معروف ہے یہ قبر قصبہ ہم کے مرنڈہ نامی تالاب کے جنوب میں اس کچی سڑک کے کنارے پر ہے جو ہم سے توشام ضلع حصار جاتی ہے۔

پرگنہ ہم کی خدمات، خطابت، تولیت اور میر عدلی مولانا کبیر الدینؒ کے بعد آپ کی اولاد میں متواتر چلتی رہیں۔ خدمات تولیت اور میر عدلی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی عہدِ حکومت ۱۸۰۹ء میں ختم ہوئیں۔ البتہ خطابت اس خاندان میں ۱۹۳۲ء تک رہی۔ اس باب میں

Marfat.com

اور اس سے اگلے باب میں ہم جن بزرگوں کا تذکرہ کریں گے صرف ان کا کرسی نامہ ملاحظہ فرمائیں یہ مکمل شجرہ نسب نہیں ہے۔

کرسی نامہ عمائدین سلسلہ کبریہ

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ تجبیری ثم رہتکی

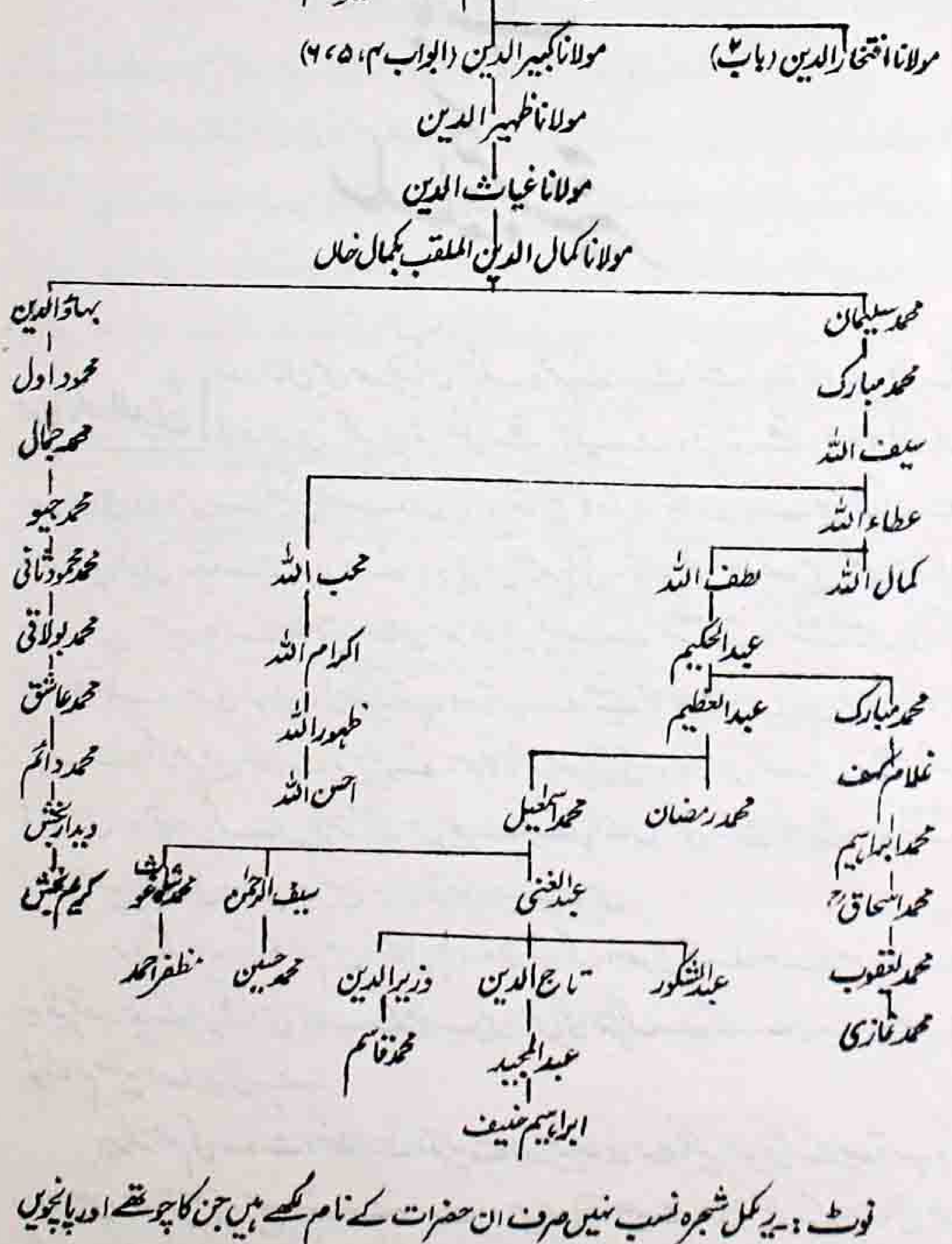

نوٹ:- یہ مکمل شجرہ نسب نہیں صرف ان حضرات کے نام لکھے ہیں جن کا چوتھے اور پانچویں باب میں ذکر آئے گا۔

Marfat.com

(د) خطیب و متولّی

خطیب کے فرائض میں جمعہ اور عید کا خطبہ تھا۔ قصبہ جہلم کی جامع مسجد اس محلہ کے مغربی گوشے میں تھی جس میں ہمارا خاندان رہتا تھا۔ اس وسیع اور پختہ مسجد کے گنبد چار پانچ میل سے نظر آتے تھے۔ مسجد تو قدیم تھی لیکن جیسا کہ کتبوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی توسیع و مرمت شاہی اہتمام میں ہمایوں، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہدوں میں ہوئی۔ مسلم عہدِ حکومت میں اس مسجد کے جاروب کش اور مؤذن کے لئے بھی مددِ معاش مقرر تھی۔ چنانچہ فرمانِ عالمگیری مجریہ ۵ رمضان ۱۰۸۶ھ کی رُو سے اس مسجد کے مؤذن جاروب کش "صلاحیت آثار خان محمد" (اس خاندان سے نہیں تھے) کو دو سکہ مبارکہ یومیہ ملتے تھے۔ مسجد کے اخراجات پورا کرنے کے لئے اس کے نام زرعی زمین وقف تھی اور خطیب اس کا متولی تھا۔ خطیب بڑی حد تک فکرِ معاش سے آزاد ہوتا۔ اسے اس قدر زرعی زمین بطور مددِ معاش مل جاتی کہ اس کا شمار رئیسوں میں ہوتا تھا۔ اکثر خطیب خود کاشت کیا کرتے تھے۔ فرمانِ اکبری مصدرہ ۲۸ ربیع الثانی ۹۸۲ھ کی رُو سے[1] "منتخبۃ المشائخ العظام شیخ جیو خطیب و جماعۃ" کو آٹھ سو دس پختہ بگیھہ (۴۸۶ ایکڑ) اراضی بطور مددِ معاش ملی۔

پرگنہ جہلم کی خدمات خطابت و تولیت حسب ذیل ترتیب سے باپ کے بعد بیٹے کے سپرد ہوئیں: مولانا کبیر الدینؒ (۲) مولانا ظہیر الدینؒ (۳) مولانا غیاث الدینؒ (۴) مولانا کمال الدین الملقب بکمال خاں (۵) مولانا بہاؤالدینؒ (۶) مولانا محمود اوّل (۷) مولانا محمد جمال (۸) منتخبۃ المشائخ العظام شیخ جیو (۹) شاہ محمد محمود ثانیؒ پھر آپ کے برادر اصغر (۱۰) مولانا ابوالغیث جہانگیر (۱۱) مولانا محمد بولاقی ابن شاہ محمد محمود خطیب (۱۲) مشیخت مآب صلاح آثار شیخ محمد مداری ابن خطیب ابوالغیث جہانگیر (۱۳) مشیخت مآب شیخ رحمت اللہ ابن خطیب ابوالغیث جہانگیر (۱۴) مولانا محمد ساقی ابن خطیب محمد بولاقی (۱۵) مولانا محمد عاشق ابن خطیب محمد بولاقی (۱۶) شیخ محمد دائم (۱۷) شیخ دیدار بخش (۱۸) شیخ کریم بخش۔ آپ لاولد فوت ہوئے۔ آپ کے جانشین آپ کے سالے (۱۹) الحاج غلام کہف ابن شاہ محمد مبارک ابن شاہ شاہ عبدالحکیم صدیقی المہجیؒ (۲۰) الحاج مولانا محمد ابراہیم (۲۱) مولوی محمد اسحاق شہید جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (۲۲) پیر محمد یعقوب متوفی ۱۹۱۲ء (۲۳) پیر جی محمد غازی متوفی ۱۹۶۰ء۔ پیر جی محمد غازی ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔

---

[1] گنجِ الآثار میں ۱۲ شوال ۹۸۶ھ کی تحریر پر آپ کے دستخط "العبد محمد محمود صدیقی بخطہٖ"۔

محمد ہادی، منظور احمد، منصور احمد، مشکور احمد، انوار احمد، مختار احمد اور افتخار احمد صاحبان آپ کے سات فرزند ہیں۔ ان کا بیان نمبر ۱۳۱ا میں آئے گا۔

میر عدل اور حاکم شرع

مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد میں خطیب و متولی کے علاوہ بعض حضرات میر عدالت یا میر عدل اور حاکم شرع بھی رہے ہیں۔ یہ مناصب عہدۂ قضاء سے مختلف ہیں۔ اسناد الاشجار میں میر عدل کی بجائے داروغہ عدالت لکھا ہے۔ جن حضرات کے نام کے ساتھ ان میں سے کوئی منصب لکھا ہوا کنز الاثار میں محفوظ رہ سکا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے سے پہلے کا فرزند ہے:

۱۔ شیخ محمد سلیمان بن مولانا کمال الدین بن مولانا غیاث الدین بن مولانا ظہیر الدین بن مولانا کبیر الدینؒ: مہر "سلیمان اہتمام شرع فلاشی لعادلہ المنیع الغالب علی جمیع امرہٖ" بر تحریر ۱۷ صفر ۹۹۹ھ و ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۰۶ھ۔

۲۔ شیخ محمد مبارک: "مہر مبارک ہست سلیمان یقین امور شرع متین ۱۰۲۶" یہ مہر ۴ محرم ۱۰۷۲ھ تک کی نظائر پر ہے۔

۳۔ شیخ محب اللہ عرف محمد حاجی بن شیخ سیف اللہ بن شیخ محمد مبارک: مہر "محب اللہ سیف اللہ یقین اہتمام امور شرع متین ۱۰۷۴"

۴۔ شیخ اکرام اللہ: مہر "اکرام بن محب اللہ یقین اہتمام امور شرع متین ۱۱۰۷" یہ مہر ۱۹ شوال ۱۱۵۰ھ تک کی نظائر پر ہے۔

۵۔ شیخ ظہور اللہ: مہر (۱) "ظہور اللہ ابن اکرام اللہ یقین اہتمام امور شرع متین ۱۱۳۰ھ" (۲) "ظہور اللہ ابن اکرام اللہ یقین اہتمام امور شرع متین" بر تحریر ۵ محرم ۱۱۸۱"

۶۔ شیخ احسن اللہ: مہر "شیخ احسن اللہ ولد ظہور اللہ اہتمام امور شرع ہو اللہ ۱۱۸۹" بر تحریر ۲ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ۔ ۲۶ فروری ۱۸۷۱ء شیخ احسن اللہ متاہل نہیں ہوئے۔

۷۔ شاہ عبدالعظیم بن شاہ عبدالحکیمؒ بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ سیف اللہ بن شیخ محمد مبارک مذکور الصدر: مہر "شیخ عبدالعظیم اہل یقین اہتمام امور شرع متین و سکاک ۱۲۲۶" اور حاشیہ میں "وافوض الامری الی اللہ نصر من اللہ فتح قریب" بر تحریر ۱۷ شوال ۱۲۲۶ھ

یعنی ۲۴ اکتوبر ۱۸۰۳ء۔ واضح رہے کہ مہر پر ۱۸۰۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ یہ مہر اگر کسی منصب کو ظاہر نہیں کرتی تو انگریزی حکومت سے متعلق خاندان کے عزائم آزادی کا ضرور کھلے بندوں اظہار کرتی ہے۔

ان سات بزرگوں کے علاوہ دو بزرگوں کی مہروں پر "حاکم شرع" پایا گیا ہے۔ ان میں سے پہلے مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد میں ہیں اور دوسرے مولانا افتخار الدینؒ کی اولاد ہے۔

۱۔ شیخ محمد جیو بن شیخ محمد جمال بن شیخ محمود اوّل: مہر "شیخ جیو بن جمال بن محمود حاکم شرع شد بعون ودود" بر تحریر، ۷ صفر ۹۹۹ھ۔

۲۔ قاضی اشرف بن قاضی احمد بن قاضی محمد اسحاق: مہر "عبدہٗ اشرف ولد قاضی احمد حاکم شرع شریف"۔

ان خدمات کے علاوہ مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد میں بعض سرکاری مناصب بھی رہے ہیں۔ جن میں قابلِ ذکر عہدہ پنج ہزاری کا ہے۔ اس عہدہ پر دو بھائی شاہ کمال اللہ اور شاہ لطف اللہ ابنائے شیخ سیف اللہ متمکن رہے مگر ان کے رجحان طبع، شہرت اور کام کی مناسبت سے ہم ان کا ذکر اگلے باب میں کریں گے۔

Marfat.com

باب ۵

مشائخ وعلمائے سلسلۂ کبیریہ

۱۔ حضرت شاہ کمال اللہؒ

ولادت : مہم ضلع رہتک۔

وفات : ۲۲ محرم ۱۱۵۵ھ ۱۸ مارچ ۱۷۴۲ء مہم۔

صاحبِ روضۃ الرضوان کے بیان کے مطابق حضرت شاہ کمال اللہؒ بن عطاء اللہ منصب پنج ہزاری پر فائز تھے۔ اور لاہور میں کتب خانہ شاہی کے مختار۔ ایک بزرگ میر ایوب بدخشی نقشبندی لاہور میں وارد ہوئے۔ شاہ کمال اللہ بھی ان کی زیارت کے لئے گئے۔ میر ایوب اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ ایک طرف مؤدب بیٹھ گئے۔ میر صاحب نے اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ اٹھا کر آپ کو دیا۔ آپ نے کھا لیا۔ کچھ دیر بعد میر صاحب نے اس لقمہ کی لذت کا حال پوچھا آپ نے جواب دیا "لذت لقمہ تا دہان، چوں فرو رفت لذت را چہ نشان" (لقمہ کی لذت صرف منہ میں ہوتی ہے جب آگے چلا جاتا ہے تو لذت بھی نہیں رہتی) میر صاحب نے فرمایا "میاں کمال اللہ یہی حالت دنیائے ناپائیدار کی ہے۔ جلد ہی اس کی سب لذتیں فنا ہو جاتی ہیں۔ اس واسطے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کُن فِی الدُّنیا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیلٍ"۔ یعنی دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کرو۔ زیادہ پاؤں نہ پھیلاؤ کہ یہ دیرپا مقام نہیں ہے۔

ان باتوں میں خدا جانے کیا جادو بھرا تھا کہ گھر آ کر سرکاری خدمت سے مستعفی ہو گئے۔ اور میر ایوب بدخشیؒ کی خدمت میں رہنا شروع کیا۔ یہاں آپ نے سلوک نقشبندیہ مجددیہ طے کیا۔

Marfat.com

انتقال سمہ میں ہوا۔ آپ متاہل نہیں ہوئے۔ آپ کے بھتیجے شاہ عبدالحکیمؒ نے کمالِ ایوبی کے نام سے آپ کی سوانح عمری لکھی تھی جو ایک آتش زدگی میں ضائع ہوگئی۔ میر ایوب بدخشی نے ۱۱۹۱ھ ۱۷۷۷ء میں امیر الامرا جہاں داد خاں کے ایما پر مثنوی معنوی کی شرح لکھی تھی جس کے دفتر ششم کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ پیرزادہ میں موجود ہے۔

۲۔ حضرت شاہ لطف اللہؒ

ولادت: سمہ ضلع رہتک

وفات: قبل از ۱۱۵۵ھ ۱۷۴۲ء سمہ۔

شاہ لطف اللہ بن مولانا عطاء اللہ بن مولانا سیف اللہ میر عدل بن مولانا محمد مبارک میر عدل بن مولانا محمد سلیمان میر عدل بن مولانا کمال الدین الملقب بہ کمال خاں خطیب و متولی بن مولانا غیاث الدین خطیب و متولی بن مولانا ظہیر الدین خطیب بن مولانا کبیر الدینؒ بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جھجیری ثم رہتکیؒ۔

آپ نے اپنے برادر بزرگ شاہ کمال اللہ کے منصب پنج ہزاری سے مستعفی ہونے پر منصب سہ ہزاری پایا اور نائب گورنر لاہور بنائے گئے۔ اپنے پدر بزرگوار مولانا عطاء اللہ کے نام کی مناسبت سے آپ کو "عطا محمد خاں" شاہی خطاب ملا۔ زمانۂ ملازمت میں سمہ کی رہائش کے لئے ایک محل بنوایا۔ روضۃ الرضوان کے بیان کے مطابق آپ ۱۱۲۱ھ ۱۷۱۰ء سے پہلے منصب پنج ہزاری پر فائز ہوئے۔ مرقد شاہ کمال اللہؒ کے پہلو میں خانقاہ کلاں سمہ میں ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ پیرزادہ کے قلمی نسخوں کے نمبر ۱۵۹۹ پر ایک مختصر لغاتِ فارسی ہے۔ اس پر شاہ لطف اللہؒ کے پوتے کے پڑپوتے خاں بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف ایم۔ اے۔ سی۔ آئی۔ ای دباب ۶ کے ہاتھ کا یہ نوٹ ہے: "عطا محمد خان صاحب کہ در لاہور نائب صوبیدار بودند و منصب سہ ہزاری داشتند و در زمان محمد شاہ ترک ملازمت کردہ بہ سمہ آمدند۔ مزار ایشاں در خانقاہ کلاں۔ لطف اللہ خود را کمال الٰہی و ایوبی نوشتہ اند۔" محمد شاہ بادشاہ کا عہدِ حکومت ۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء تک تھا آپ کی شادی خاندان میں ہی مفتی حبیب اللہ کی پوتی بی بی ساجدہ بنت عبدالقدوس سے ہوئی اور ایک فرزند عبدالحکیم اور دو لڑکیاں تولد ہوئے۔ شاہ عبدالحکیم کا ذکر ابھی کیا جائے گا۔

Marfat.com

۳۔ حضرت شاہ عبدالحکیمؒ

ولادت : ۱۱ رجب ۱۱۲۱ھ ۵ ستمبر ۱۷۰۹ء لاہور

وفات : ۲۰ جمادی الثانی ۱۱۸۷ھ ۸ نومبر ۱۷۷۳ء بہم

حضرت شاہ عبدالحکیم اورنگ زیب عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ اوّل کے عہدِ حکومت میں لاہور میں تولد ہوئے جہاں آپ کے والد شاہ لطف اللہ الملقب بہ عطا محمد خاں نائب گورنر تھے فیض گوہر تاریخی نام ہے۔ آپ کے نامور تایا حضرت شاہ کمال اللہؒ نے تمام عمر شادی نہ کی تھی۔ انہوں نے آپ کی تربیت اولاد کی طرح کی۔ ویسے بھی اس خاندان میں بالعموم بیٹوں سے زیادہ بھتیجوں سے محبت رہی ہے۔ تایا بھتیجے میں یہ تعلق خاطر اس حد تک تھا کہ شاہ عبدالحکیم بیس اکیس سال کی عمر تک اپنی ولدیت کمال اللہ لکھتے رہے۔ چنانچہ ۲۷ رجب ۱۱۳۸ھ اور غرہ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ کے کاغذات پر آپ کے دستخط "عبدالحکیم ولد شیخ کمال اللہ بخطہٖ" ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ بعد میں ہر جگہ اپنی اصلی ولدیت لکھی ہے۔ اپنے تایا سے سلسلہ نقشبندیہ میں فیض پایا۔

اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ مہربان تایا لاولد تھے۔ گھر میں دولت کے انبار تھے۔ ناز و نعم میں پرورش ہوئی۔ پہلے والد کا انتقال ہوا پھر ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۳ء میں شفیق تایا اور پیر و مرشد نے دنیا کو خیرباد کہا۔ ابھی ان صدموں سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ علاقہ میں خوفناک قحط پڑ گیا مخلوق اس طرح مرتی رہی جس طرح خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔ آپ نے اپنی دولت بے دریغ اور بسرعت قحط کے مارے سسکتے ہوئے انسانوں میں تقسیم کر دی۔ یہ استعارہ نہیں حقیقت ہے کہ آپ کے پلنگ کے پائے سونے کے تھے۔ لیکن دو ہی سال میں یہ کیفیت ہو گئی کہ جب ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۵ء میں حضرت خواجہ عبدالواحد روسی مدینہ منورہ سے چل کر دوران سفر میں پہنچے تو آپ انہیں صرف باجرے کی کھچڑی پیش کر سکے۔ ان بزرگ کا آپ کے محل کے تہ خانے میں چندروز قیام رہا انہی بزرگ نے آپ کو روشن ضمیر کا خطاب دیا۔ آپ پہلے مرید نہ کیا کرتے تھے۔ خواجہ موصوف کے اصرار پر آپ نے معدودے چند کو بیعت سے مشرف کیا۔ تاہم آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔

ان دنوں نواب نجیب الدولہ سلطنت دہلی کے اہم ترین منصب یعنی امیر الامرائی پر فائز تھے۔ یہ مرید ہونے کے لئے آئے۔ آپ اس وقت اپنے محل کے سامنے گلی میں جھاڑو دے رہے

Marfat.com

تھے۔ پہلے چوبدار اطلاع دینے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ شاہ عبدالحکیم صاحب کا کونسا مکان ہے۔ فرمایا کیوں پوچھتے ہو۔ اتنے میں نواب صاحب کی سواری آپہنچی۔ آپ نے فرمایا عبدالحکیم اسی بندے کا نام ہے۔ نواب صاحب فوراً سواری سے اتر گئے۔ آپ انہیں اپنے محل کے مردانے میں لے گئے جہاں ایک بوریا بچھا ہوا تھا۔ اسی پر نواب صاحب بھی بیٹھ گئے۔ چند دیہات کی سند معافی اور ایک طشت میں رکھ کر کچھ اشرفیاں پیش کیں۔ آپ نے دیہات لینے سے انکار کر دیا اور نقدی میں سے ایک روز کا خرچ لے کر باقی رقم اسی وقت غربا اور مساکین کو بھجوا دی۔

شاہ کمال اللہؒ، پیر ایوب بدخشیؒ اور خواجہ عبدالواحد رومی مدنیؒ کے علاوہ آپ نے سید احمدؒ سید اللہ دیاؒ، حضرت جان محمدؒ اور شیخ الہ داد حسین قصوریؒ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے پوتے حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ (رباب ہذا) کے پیر و مرشد حضرت محمد عبدالعظیم گیلانی پانی پتی نے اپنی تصنیف مصباح السالکین کا اپنی قلم سے لکھا ہوا ایک نسخہ حضرت ہادی ہریانہؒ کو دیا تھا۔ جو ہمارے ذخیرۂ کتب کی زینت ہے۔ اس میں ایک جگہ مصنف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ انھوں نے ہانسی میں شاہ عبدالحکیم سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"در ہانسی در خدمت مولوی عبدالحکیم ہم مستفید شدم چنانچہ عادت ایشاں چنیں بودہ تا در قید حیات بودند ہرگز روز عرس حضرت قطب جمال ہانسوی قدس سرہٗ نا غہ نکردہ دہم از ہانسی دہ کردہ است۔ روزے بندہ در خدمت حضرت مولوی صاحب در مقبرہ منورہ قطب جمال ہانسوی قدس اللہ سرہٗ نشستہ بود چونکہ وقت یافتم استفسار حال خود کردم۔ حضرت مولوی صاحب مرا اجازت آیت وَمَن یَتَّقِ اللّٰہ فرمودند چنانچہ اول مرتبہ کہ در جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باریافتم از برکت اقدام ایشاں بودہ" (ص ۲۳۸)

انکساری، مہمان نوازی اور فقر آپ کے خاص اوصاف تھے۔ محلہ کے گلی کوچوں میں جہاں بھی کوڑا پڑا دیکھتے اسے خود ہی اٹھا کر پھینک دیا کرتے۔ اگر کوئی مہمان یا مسافر آجاتا اور گھر میں سامان مہمان داری نہ ہوتا تو بیدریغ کسی مکان کے کونے کی کڑیاں ہی بیچ دیتے (روضۃ الرضوان ص ۱۸) ایک روز شب قدر کا جلوہ ہوا۔ آپ نے دعا مانگی۔ یا اللہ! مجھے اور میری اولاد کو فقر و فاقہ عنایت فرما" (روضۃ الرضوان ص ۱۹) اس عجیب وغریب دعا کے چرچے آج تک آپ کی

Marfat.com

اولاد میں رہتے ہیں۔ حقہ نوشی سے اس قدر متنفر تھے کہ وصیت نامہ میں اپنی اولاد کے لئے رقم فرما گئے کہ تمباکو پینے والا اور کھانے والا میرے محل میں سکونت نہ کرے۔“ (روضہ ص ۲۰)

حضرت شاہ عبدالحکیم ہیمیؒ ہریانی زبان کے ابتدائی مصنفین میں سے ہیں۔ روضۃ الرضوان سے آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہوتا ہے:

۱۔ کمال ایوبی: اس میں شاہ کمال اللہ اور میر ایوب بدخشی کے حالات و مقامات کا ذکر ہے ایک آتش زدگی میں ضائع ہوگئی۔ فارسی میں تھی۔

۲۔ رسالہ علم الفرائض: یہ رسالہ فارسی میں تھا۔ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

۳۔ منقبتین: حضرت غوث الثقلینؒ اور حضرت معین الدین اجمیریؒ کی مدح فارسی نظم میں۔ ان میں سے دوسری مدح روضۃ الرضوان میں درج ہے۔ نیز اپنے تایا شاہ کمال اللہؒ کا قطعہ تاریخ بھی کہا اور روضۃ الرضوان میں درج ہے۔

۴۔ دہیز نامہ بی بی فاطمہ: اس ہریانی نظم کے ہمارے پاس تیئیس شعر محفوظ ہیں: دو شعر یہ ہیں۔

دنیا و دیں کے کام میں گزراں نے اپنی یوں کہا
عبدالحکیم اوپر فضل اپنا کیا رب سے سبھی
تابع محمد آل اور اصحاب اولیا ان کا
تمت کیا ہے نسخہ دہیز حضرت بی بی فاطمہ

۵۔ خواب نامہ پیغمبر: پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم اپنے مضمون ”اردو کی شاخ ہریانی میں تالیفات“ مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

خواب نامہ پیغمبر۔ فہرست کتب خانہ اودھ میں اسپرنگر نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور محمد حیون کی تصنیف مانا ہے۔ (فہرست صفحہ ۶۱) لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ میرے پاس مختلف شہادتیں ہیں جن کی رو سے یہ کتاب شاہ عبدالحکیم کی تصنیف قرار پاتی ہے۔

۱۔ میرے پاس خواب نامہ کا جو نسخہ ہے اس کے خاتمہ پر عبارت ذیل درج ہے:

”ایں کتاب خواب نامہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصنیف مقبول رب الکریم شاہ عبدالحکیم بتاریخ یازدہم ذیقعدہ ۱۲۷۹ھ بدستخط زشت نمط بندہ پراگندہ عاصی معاصی احقر العباد من عباد اللہ شیخ عنایت اللہ ولد شیخ حافظ امام بخش متوطن

دہلی در شہر رہتک صورت اتمام یافت ؁ گویا عنایت اللہ سے شاہ صاحب کی تصنیف مانتا ہے۔

۲۔ روضتہ الرضوان موسوم بتذکرۃ الرمضان میں خواب نامہ وجہیز نامہ حضرت شاہ عبدالحکیم کی مصنفات میں شمار ہوئے ہیں (ص ۲۸) شاہ محمد رمضان شاہ عبدالحکیم کے پوتے تھے۔ اس لئے تذکرہ نگار کو جو اسی خاندان کے ایک فرد ہیں شاہ عبدالحکیم کے حالات ومصنفات کا صحیح علم ہو سکتا ہے۔

۳۔ لیکن سب سے اہم شہادت وہ ہے جو اصل رسالہ یعنی خواب نامے میں درج ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ یہ کہانی اصل میں فقیر رومی نے بزبان فارسی لکھی تھی اور عبدالحکیم نے اس کی ہندی کر دی ہے۔ چنانچہ

یہ کہانی خوش کہی رومی فقیر — کرم اپنے سیں تو اس کا دستگیر
فارسی ماں تھی کہانی یہ کہی — ہندوی میں چاہتا اُس کی بہی
ہندوی اس کی کری عبدالحکیم — کرم کر اپنا تو اس پر اے کریم

اس شہادت کی بنا پر ہم اسے شاہ عبدالحکیم کی تصنیف مانتے ہیں۔ خواب نامہ کل آٹھ صفحے کا رسالہ ہے جس میں فی صفحہ اٹھارہ سطریں ہیں۔ اس کا افتتاحی شعر ہے ؎

شکرِ حق کہتا ہوں پہلی بات مان — شرم میری راکھیو ہر بات مان

خاتمہ کا شعر ہے ؎

پیار سیں رہ اے بندہ سب خلق سیں — پیار کرتا ہے خدا سب خلق سیں

.... خواب نامہ کی زبان محبوب عالم اور راکرم کی زبان کے مقابلہ میں نہایت سہل اور آسان ہے اس میں ٹھیٹ ہندی الفاظ بہت کم لائے گئے ہیں۔ اور زبان اس عہد کی اردو کے نہایت قریب آگئی ہے۔ اگرچہ ہریانی کی اکثر خصوصیات موجود ہیں۔ فعل مستقبل میں جمع غائب کا فرق نمایاں ہے مثلاً مضارع

اتماں پیاری لگاں تجھ آپ سیں

اور مستقبل ع

کس طرح چھوٹانگے اس سیں عام و خاص

اس زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ کے صحیح تلفظ کی مطلق پروا نہیں

Marfat.com

کی جاتی۔ لفظ کو توڑ مروڑ کر وزن کا تابع کر لیا جاتا ہے۔ میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں۔ مثال: آئندہ میں بڈھے اور جوان کے لفظ زیرِ غور ہیں ؎

انساں تیری بڈھے یا جواں ہوں   ان عذابوں سے کبھی خالی نہ ہوں

آنے والی مثال میں تشدید کا استعمال ملاحظہ ہو ؎

دیکھ لیا کچھ نھنّوا کار گہ

کہا کا استعمال: کہا اے بابا تیرا کیا حال ہے

ہر روز کی مثال: آدتی ہے ان پہاڑوں سے ہر روز

یہاں خواب نامے کے خاتمے سے کچھ ابیات دیئے جاتے ہیں تاکہ نمونہ معلوم ہو جائے۔ مصنف نے ان اشعار میں شیخ ابراہیم بن ادھم بلخی متوفی ۲۶۱ھ کی ایک حکایت نقل کی ہے جو دوستی دوستانِ خدا کے اخلاقی پہلو پر روشنی ڈالتی ہے ؎

شاہ ابراہیم ادھم ایک رات دن   تھا خدا کی یاد میں سب جان تن
دیکھتا کیا ہے فرشتہ ہے کھڑا   لکھتا ہے کاغذ کے اوپر کچھ کھڑا
پوچھا کیا کرنے لگا کچھ کام توں   جب فرشتے نے کہا تبلاہی دوں
نام اس کے دوستوں کا میں لکھا   کیا نبی اصحاب اور کیا اولیا
جب کہا میرا بھی اس میں نام ہے   کہا کچھ نانہ ہے نہ ٹھانو نہ گانو ہے
رو پڑا ادھم جو ایسی بات سوں   کہا حق آگے جو اپنے دھیاں سوں
جو نہیں ہے نام میرا اے خدا   دوستوں کی دوستی میں رکھ سدا
دوستوں کی دوستی مجھ دل بسے   بات میری سانچ ہے تو مان سے
حکم حق آیا فرشتے کو تبھی   نام اس کا رکھ سہرے پر تو ابھی
جو کوئی ہے دوست میرے دوست کا   دوست ہے جو دوست ہے میرے دوست کا
دوست میرا جان کو کر دوستی   میں بھی رکھتا ہوں اسی سیں دوستی
پیار سیں رہے بندہ سب خلق سیں   پیار کرتا ہے خدا سب خلق سیں"

یہاں پر حافظ محمود شیرانی کے مضمون سے اقتباس ختم ہوا۔ شاہ عبدالحکیم کا مزار خانقاہ کلاں حم میں ہے آپ کے دو فرزند شاہ مبارک اور شاہ عبدالعظیم تھے۔ دونوں کا سلسلہ اولاد جاری ہے۔

Marfat.com

شاہ عبدالعظیمؒ مجذوب

وفات: ۶ شوال ۱۲۴۳ھ ۲۱ اپریل ۱۸۲۸ء۔

آپ شاہ عبدالحکیمؒ کے فرزند ثانی تھے۔ لڑکپن میں ایک مرتبہ آپ کے دادا شاہ لطف اللہ کی خانقاہ کے قریب کسی جاٹ کی بھینس نے گوبر کر دیا۔ آپ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے۔ اور کہا "کم بخت مر نہ گئی" یہ کہنا تھا کہ بھینس نے تڑپ کر جان دے دی۔ جاٹ کی شکایت پر شاہ عبدالحکیمؒ نے بیٹے کی جواب طلبی کی تو انہوں نے جواب دیا کہ اس نے خانقاہ شریف کی بے ادبی کی تھی۔ آپ کا ارشاد ہو تو کہہ دوں کہ کھڑی ہو جائے، یہ سنتے ہی حضرت شاہ عبدالحکیم نے اپنا لعابِ دہن بیٹے کی زبان پر مل دیا۔ اسی وقت آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔

اس جذب و کیفیت کے عالم میں آپ سے کئی کرامات کا ظہور رہا۔ بارش نہ ہوتی تو لوگ آپ کے پاس دعا کے لئے آتے اور آپ کے فرمانے پر مرنڈ نامی تالاب کے کنارے جمع ہو کر دلیہ پکاتے۔ کڑھاؤ چڑھوا کر آپ چلچلاتی دھوپ میں تالاب کے وسیع پختہ گھاٹ پر بیٹھ جاتے اور پکارتے۔ "دلیہ پکے کھیل کھیل، مینہ برسے جھیل جھیل، اللہ میاں مینہ دے" بچے بھی آپ کے ساتھ کہتے جاتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ اسی موقع پر کسی جانب سے ایسا بادل آیا کہ جل تھل ہو گیا۔

کسی کا ہدیہ آتا تو آپ اس میں سے ایک حصہ رکھ کر باقی سب حاضرین میں تقسیم کر دیتے اور فرماتے یہ حصہ امیر خاں کا ہے۔ چند روز بعد امیر خاں (بعد میں نواب امیر محمد خاں والئی ٹونک) کے لشکر نے جھجر کے باہر ڈیرہ ڈال دیا۔ اگلا دن دسہرے کا تھا۔ امیر خاں کے لشکر کا مرہٹہ سردار دسہرے کے روز جہاں بھی ہوتا اس مقام کو لوٹ لیتا۔ قصبہ کے ہندوؤں نے شاہ عبدالعظیمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپ خود لشکر میں تشریف لے گئے اور امیر خاں کو تلقین کر کے اسی وقت کوچ پر آمادہ کر دیا۔

نواب فیض محمد خاںؒ (م ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹ء) والئی جھجر کے خلاف مرہٹوں نے مورچہ لگایا۔ نواب صاحب نے دعا کی درخواست کی۔ عین مقابلہ کے وقت آپ نوابی لشکر کے پیچھے پیٹھ کر کے بیٹھ گئے اور سامنے ایک پکی اینٹ کھڑی کر لی۔ طرفین میں توپیں داغی جانے لگیں تو آپ نے

---

[1] یہ بیان روضۃ الرضوان میں ہے۔ غالباً یہ واقعہ نواب فیض محمد خاں کے پیشرو کے عہد میں پیش آیا۔

Marfat.com

کھڑی اینٹ پر نشانہ لگانا شروع کر دیا۔ چند مرتبہ کی سعی کے بعد اسے گرا دیا۔ اس کے گرتے ہی نعرہ لگایا "وہ مارا۔ وہ مارا" عین اسی وقت مرہٹہ سردار کے گولہ لگا اور مرہٹوں نے شکست کھائی۔

مندرجہ بالا واقعات روضۃ الرضوان سے نقل کئے گئے ہیں۔ ان پر راقم کا تبصرہ غیر ضروری ہوگا۔ قصبہ جھم ۱۸۰۶ء سے ۱۸۰۹ء تک نواب عبدالصمد خاں والیٔ دوجانہ کی عملداری میں تھا۔ نواب صاحب حضرت شاہ عبدالعظیمؒ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب کو ۱۸۰۸ء میں ایک بھینی اور اس کے توابع سارنگ اور راتو بطریق نیاز پیش کئے۔ بھینی کو پنجابی میں ڈھوک کہتے ہیں یہ بھینیاں قصبہ جھم سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ آپ کی مہر "شیخ عبدالعظیمؒ اہلِ یقین، اہتمام، امور شرع متین وسکاک ۱۲۲۶" تھی جس کے حاشیہ پر "وافوض امری الی اللہ نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب" لکھا ہوا تھا۔ یہ مہر ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ کے ایک کاغذ پر ہمارے پاس ہے۔ آپ کے دو فرزند شاہ محمد رمضان شہیدؒ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ تھے جن کے حالاتِ زندگی آگے کی سطور میں بیان ہوں گے۔

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ

ولادت: ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء جھم

شہادت: ۲۸ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ ۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء مندسور وسط ہند۔

مرقد: خانقاہ مہم ضلع رہتک۔

محمد رمضان نام تاریخ تولد کا مظہر ہے۔ آپ کی تصنیف آخرگت کا شعر ہے ؎

محمد اور رمضان دونوں ملیں ہزار اور یک صد تراسی بنیں

آپ شاہ عبدالعظیم مجذوب بن شاہ عبدالحکیم جھمیؒ بن شاہ لطف اللہؒ الملقب بعطا محمد خاں سہ ہزاری اور نائب صوبیدار لاہور کے فرزند اکبر تھے۔

بچپن حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ ابھی چار سال کے تھے کہ درویش منش فاضل دادا کا انتقال ہوگیا۔ والد مجذوب تھے۔ چنانچہ آپ کی تربیت کا بار تمام تر آپ کی والدہ ماجدہ پر پڑا۔ خاندان کے معمول کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے پائی۔ آپ کی والدہ آپ کو اور اپنے مجذوب شوہر کو لے کر ہر سال چند ماہ کے لئے موضع کاہنور چلی جایا

Marfat.com

کرتی تھیں۔ مسلم راجپوتوں کا یہ قصبہ مہم سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ضلع رہتک میں ہے۔ ان دنوں یہ راجپوت ٹولیاں بنا کر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ جو کچھ لوٹ کر لاتے اس کا دسواں حصہ شاہ عبدالعظیم مجذوب کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔

حضرت ہادی ہریانہؒ چودہ سال کے تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک روز کاہنور میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا کہ درخت کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف چلا جائے۔ تین دفعہ کی کوشش کے باوجود ناکام رہے۔ ایک ہمجولی نے کہا۔ اگر میں پھینک دوں تو کیا انعام دو گے؟ آپ نے فرمایا کہ پاس تو کچھ نہیں البتہ تمہارے مرنے کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ کر تمہاری روح کو بخشدوں گا۔ وہ ہمجولی پتھر پھینکنے میں کامیاب ہو گیا اور واہ واہ کے بعد بات آئی گئی ہوئی۔ قضائے الٰہی کچھ روز بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ نے وعدہ پورا کیا مگر رات کو خواب میں دیکھا کہ مرحوم ایفائے وعدہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔ بیدار ہو کر آپ نے دوگانہ پڑھا اور اس کا ثواب روح کو بخش دیا۔ مگر رات کو پھر مطالبہ ہوا۔ غرض کئی مرتبہ ایصال ثواب کیا اور ہر مرتبہ مرحوم کو مطالبہ کرتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس کے سبب پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ نذرانوں میں دھاڑ کی لوٹ کا مال آتا ہے اور وہ شرعًا حرام ہے اور یہی رزقِ حرام قبولِ دعا میں حارج ہے۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم جو کچھ کھا رہے ہیں وہ جائز نہیں۔ اس بے سہارا خاتون نے جواب دیا کہ یہاں تو یہی ہے اگر ہمت ہے تو کہیں حلال روزی جا تلاش کرو۔ آپ اسی وقت والدہ سے اجازت لے کر بغیر کچھ کھائے پئے چل کھڑے ہوئے اور پاپیادہ دہلی جا پہنچے۔ (روضۃ الرضوان صفحات ۴۴ تا ۴۶)

حصولِ تعلیم

ان دنوں آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت شاہ سلام اللہؒ دبابؒ ۔ جو بعد میں حضرت ہادی ہریانہؒ کے خسر ہوئے، قلعہ معلّٰی دہلی میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے۔ ان کی وساطت سے آپ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور چودہ سال تک علومِ ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ہفتہ میں دو بار منگل اور جمعہ کو شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے برادرِ بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے استفادہ کرتے رہے اور آپ سے سبقًا سبقًا ان کے والد امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصانیف قول الجمیل اور کتاب انتباہ پڑھیں اور دونوں کی اجازت پائی۔ دہلی میں یہ سلسلہ تعلیم ۱۱۹۷ھ سے ۱۲۱۱ھ (۱۷۸۳ء سے ۱۷۹۶ء تک) تک چودہ سال جاری رہا۔

Marfat.com

مرید استفادہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل بزرگوں سے کسبِ فیض کیا۔

۱۔ حکیم غلام حسین عرف حکیم سکھوا گوہانویؒ

۲۔ میر فتح علی شاہ دہلویؒ

۳۔ حضرت شائستہ خاں دہلویؒ

۴۔ شاہ ارادت اللہ دہلویؒ: قصبہ نگر اسلام علاقہ مارواڑ کے رہنے والے تھے۔

۵۔ سید غلام قطب الدین فرخ آبادیؒ

۶۔ حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی الرہتکیؒ (رباب ۳)

۷۔ شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی متوفی ۱۲۲۶ھ۔ شاہ محمد رمضانؒ نے آپ کے سلسلہ قادریہ کا اجرا کیا۔ قادریہ سلسلہ طریقت اس طرح ہے: ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ۔ شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی ثم پانی پتی۔ سید حفیظ اللہ قادری متوفی ۱۱۸۸ھ سکنہ بڑی کھاٹو علاقہ مارواڑ۔ شاہ عبداللطیفؒ۔ شیخ بڈھا۔ شیخ فتح محمدؒ۔ شیخ الہ داد۔ شیخ عبدالقادر ثالثؒ۔ سید محمد غوثؒ۔ شیخ زین العابدینؒ۔ سید عبدالقادر ثانیؒ۔ میر شمس الدینؒ۔ مخدوم سید شاہ میرؒ۔ سید بہر علیؒ۔ سید مسعودؒ۔ سید صوفیؒ۔ سید ابونصرؒ۔ سید سیف الدین عبدالوہابؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ۔

شخصیت آپ کا قد میانہ تھا۔ بازوؤں کے اعتبار سے سادنت تھے یعنی بازو اس قدر طویل تھے کہ ہاتھ کی انگلیاں گھٹنوں کے قریب پہنچ جاتی تھیں۔ جسم بھرواں تھا، رنگ گندمی سرخی مائل، پیشانی چوڑی، ابرو کشادہ، سینہ فراخ اور ریش قطع تھی۔ حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکیؒ (باب ۳) فرمایا کرتے تھے کہ ہزاروں کوس کا سفر کیا۔ اچھی سے اچھی مخلوقِ الٰہی نظر سے گزری مگر آپ کی ظاہری صورت کا بھی کوئی انسان نہ دیکھا۔ باطنی اوصاف تو کجا، (روضۃ الرضوان) سفرِ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے رفقاء میں سے جو واپس آئے بیان کرتے تھے کہ آپ کی وجاہت اور شباہت کو دیکھ کر بعض عرب سرگوشیاں کر رہے تھے کہ ہندوستان کا بادشاہ ہے جو درویشوں کے بھیس میں آیا ہوا ہے۔

صاحب روضۃ الرضوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسٹر ولیم فریزر اور دہلی کے ریذیڈنٹ مسٹر آکٹرلونی کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا وعظ سننے کا شوق تھا۔ حضرت دہلویؒ نے اپنے

Marfat.com

وعظ میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام کے فضائل اور مناقب بیان فرمائے۔ اختتام وعظ پر آکٹرلونی نے دریافت کیا کہ کیا اب بھی مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جو صحابہ کے مشابہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔ انہوں نے شوق زیارت کا اظہار کیا۔ تاریخ مقرر ہوگئی۔ ہم سے شاہ محمد رمضانؒ کو بلاکر اندر بٹھالیا مگر انہیں بتایا کچھ نہیں۔ اس روز مدرسہ میں ایک جم غفیر موجود تھا۔ مسٹر آکٹرلونی بھی آئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب دہلویؒ شاہ محمد رمضانؒ کا ہاتھ پکڑے باہر نکلے اور فرمایا:

"میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ مثل اصحاب کرام یہ صاحب میاں محمد رمضان صدیقی مہمی ہیں"۔ مجمع میں سے کسی نے پوچھا کہ مثل اصحاب کرام در سیرت یا در صورت؟ آپ نے فرمایا "ہم در صورت وہم در سیرت"۔ اس وقت شاہ محمد رمضانؒ پر رقت طاری ہوگئی اور روتے ہوئے فرمایا کہ "ہاتھی کا بوجھ گھوڑے پر رکھا جارہا ہے" (ص ۶۷، ۶۸)

ہادئ ہریانہ آپ کی زندگی کے سینکڑوں واقعات تقیب الاولیاء اور روضۃ الرضوان میں درج ہیں۔ اگر ان کے ساتھ ان روایات کا ذکر کیا جائے جو اب تک لوگوں کی زبان پر ہیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ بزرگان دین سے متعلق روایات سینہ بہ سینہ چل کر کیا سے کیا بن جاتی ہیں۔ مگر اس پر حیرت ہے کہ آپ سے متعلق روایات نہ محیر العقول ہیں اور نہ انہوں نے آپ کو ایک افسانوی شخصیت بنایا۔ یہ زبانی روایات بنیادی طور پر آپ کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں تاہم زبانی ہیں اس لئے کسی تاریخ کی کتاب کے لئے مستند شمار نہیں ہوسکتیں۔ آپ کے اتنے ٹھوس کارہائے نمایاں موجود ہیں کہ زبانی روایات کا سہارا لئے بغیر آپ کی سوانح عمری مرتب کی جاسکتی ہے۔ آپ نے معاشرہ میں اتنی زیادہ اور ایسی خوشگوار تبدیلیاں کی ہیں جن کے اثرات اب تک محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ بقول مصنف تقیب الاولیاء:

"ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی" (ج ۲ دفتر ۳ ص ۵)

لاہور کے اورنٹیل کالج میگزین کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں محقق حافظ محمود شیرانی مرحوم حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ ہریانہ دیس کے صحیح معنوں میں مصلح اور ہادی ہیں۔ ان کی عملی زندگی کے کئی پہلو ہیں یعنی فقیہی، روحانی، اصلاحی اعداد بی"

ہریانہ کی حالت حضرت ہادئ ہریانہؒ کی اصلاحی تحریک کا آغاز ۱۷۹۶ء میں ہوا۔ یہ تحریک اپنے

Marfat.com

پانی کی رہنمائی میں انتیس سال تک چلتی رہی۔ اس عرصہ کا بیشتر حصہ اور اس سے پہلے کے کچھ سال کو ہریانہ (اضلاع رہتک، حصار اور متصلہ علاقے) کا دور بدامنی سمجھنا چاہیئے۔ تمام مسلم عہدِ حکومت میں یہ علاقہ صوبہ دہلی کا حصہ رہا۔ پایۂ تخت کے قرب کے باعث یہاں کا نظم و نسق بھی مثالی رہا۔ مغل عہدِ حکومت کے دورِ پیری میں بادشاہ کے ایجنٹ یعنی وکیل مطلق کی حیثیت سے ۱۷۸۵ء میں مرہٹوں نے اس علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ ان کی سکھوں اور جاٹوں کی روز روز کی باہمی لڑائیوں نے علاقہ کا امن تباہ کر دیا۔ ۱۸۰۳ء میں دہلی پر ایسٹ انڈیا برٹش کمپنی کا قبضہ ہو گیا اور ایک مدت تک علاقہ ہریانہ میں کم و بیش جنگل کا قانون رائج رہا۔ لاقانونیت نے یہاں کے جنگجو جاٹوں اور راجپوتوں کی خوئے غارت گری کو اور بھی جلا دی۔ کمپنی کی حکومت نے اندھا دھند فوج کشی بیگار، عجیب و غریب نظامِ عدل اور کمر توڑ نظامِ مالیہ سے دیہی خود مختاری کا خاتمہ کر دیا۔ بہت سے دیہات تباہ ہو گئے۔ لوگوں نے ہل چھوڑ کر لوٹ مار اور غارت گری کو اپنا پیشہ بنا لیا۔

علاقہ میں مسلم راجپوت کل آبادی کا تقریباً دسواں حصہ تھے۔ ملکی بدنظمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندو جاٹوں اور راجپوتوں نے انہیں تبدیلئ مذہب کی وجہ سے ختم کر دینے کا پروگرام بنایا۔ جن قصبات و دیہات میں مسلم راجپوت اکثریت میں تھے وہاں تو یہ پامردی سے حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے مگر جہاں یہ اقلیت میں تھے وہاں ہندوؤں سے تہذیبی مصالحت پر مجبور ہو گئے اس تہذیبی مصالحت کی حدیں ارتداد سے جا ملی تھیں جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں بتائیں گے۔ حضرت مہدیؑ کی تحریک نے اس مصالحت کو ختم کر دیا۔ مگر چند حالتوں میں یہ تہذیبی مصالحت اتنی مستقل ثابت ہوئی اور صرف نو مسلم جاٹوں تک، کہ ہم نے سینکڑوں مولاجاٹ (مسلم جاٹ) دیکھے جو تہذیب و تمدن، رسوم، تہوار اور جزوی طور پر عقائد کے اعتبار سے ہندو جاٹوں سے قطعی مختلف نہ تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے نام بھی رام سنگھ، رام دین اور جے سنگھ ہوتے تھے۔ ہر شخص کو علم ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب اپنی لڑکیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخیر تک ہریانہ کی بعض مسلم اقوام اپنی نومولود لڑکیوں کو زندہ یا مار کر دفن کر دیا کرتی تھیں۔ جس گروہِ انسانی میں دختر کشی جیسی سنگدلانہ رسم موجود ہو اس میں اور کسی بھلائی کی تلاش بے سود ہے۔ پیر پرست اور قبر پرست مسلمان آپ نے دیکھے یا سنے ہوں گے مگر بت پرست مسلمان ہریانہ میں پایا جاتا تھا۔ مسلم راجپوتوں کی اکثریت کھلے بندوں سیتلا دیوی کی پوجا کرتی اور ٹھاکر دواروں میں جا کر رسومِ عبادت ادا کرتی۔ توہم پرستی

Marfat.com

تو اب تک دنیا کے ہر ملک میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ مگر ہریانہ میں زین خاں، ماموں الٰہ بخش، سلطان سخی سرور، گوگا اور لونا چماری کی ارواح کو مسلم راجپوتوں میں بڑی حد تک ویسا ہی درجہ حاصل تھا جو بعض ہندوؤں نے جیالی دیویوں اور دیوتاؤں کو دیا ہوا ہے۔ ماسوائے اس کے کہ مسلمان ان کے بت نہ بناتے تھے۔

خان بہادر پیر زادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی (باب ۶) حضرت ہادی ہریانہؒ کی شہادت کے ساٹھ پینسٹھ سال بعد ضلع حصار میں ضلع دار رہتے تھے۔ وہاں کے عمر راجپوتوں کی زبانی روایات اور ہادی ہریانہؒ کے زمانہ کی تحریروں اور نظموں وغیرہ کو سامنے رکھ کر اپنی تصنیف نقیب الاولیاء میں ضلع حصار کے علاقہ سوتر کے مسلم راجپوتوں کی حالت یوں بیان کی ہے:

"عرب جاہلیت میں جیسا کہ قبیلہ قبیلہ کا بت جدا تھا اسی طرح سوتر میں ہر ایک کام کے واسطے نئی بدعت اور نیا شرک تو م کا سلسلہ آئین ہو رہا تھا۔ کیا مرد، کیا عورتیں کھلے بند کفار کی رسوم کے پابند تھے۔ دھڑلے سے مسلمان دیبی کو پوجتے تھے۔ پیپل، جنڈ، کیکر کی پرستش کرتے تھے۔ آگ کو دیبی، چراغ کو دیوتا جانتے تھے۔ . . . . ان کا عقیدہ تھا کہ جس گھر میں آٹھوں پہر آگ موجود رکھی جاوے گی وہ گھر نہ صرف افلاس کی تاریکیوں سے محفوظ رہے گا بلکہ آگ کی جوت سے نعمتوں کی برکات کا نور اس گھر کے در و دیوار پر سورج بن کر چمکتا رہے گا۔"

یہی مصنف اپنی تصنیف سیمرغ میں علاقہ ہریانہ کے مسلم راجپوتوں کی معاشرتی حالت کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں:

ہے جو ہریانہ میں قوم راجپوت	سر بسر ہے میرے دعوے کا ثبوت
ان کا یہ آئین یہ دستور تھا	ہر کوئی اس رسم پہ مجبور تھا
لڑکی جب ہوتی تھی پیدا لا کلام	زندہ درگور اس کو کرتے تھے تمام
جانتے تھے کسر شان داماد کو	قتل کرتے دختر ناشاد کو
ہر قبیلہ میں یہ رسم عام تھی	زندگانی موت کا پیغام تھی
لڑکیوں ہی کی نہ تھی کچھ گت بری	شرک سے تھی ملک کی حالت بری
سیتلا کو پوجتے تھے جابجا	یہ مرض گویا کہ اک معبود تھا
ہولی دیوالی مناتے تھے تمام	کافروں کی رسم پہ تھے خاص و عام

Marfat.com

ملتے تھے بھوت پریوں کی نیاز — جانتے تھے ان کو اپنا کارساز
زین خاں کی منتوں کا زور تھا — شرک ہیں کفار کا سب طور تھا
ہر گلی کوچہ ہیں باشور و فغاں — تھا علم گوگا کی چھڑیوں کا نشاں
تھا کوئی لونا چماری کا غلام — ٹوٹکوں میں جانتا تھا اپنا کام
شیخ سدو کی نیازوں کا تھا زور — مول تھا بکروں کا بس کچھ سے کچھ اور
ہر بشر کے شرک سے لیل و نہار — تھا زباں پر نعرۂ یا دم مدار
ٹھاکروں کی بھینٹ چڑھتی تھی کہیں — غیر کے سجدے ہیں گھستے تھے جبیں
گودتے تھے نیل سے اپنا بدن — اک نئی تصویر تھا ہر عضوِ تن
میتوں پہ سوگ رکھتے سال بھر — بین کرتے ان کے حال و قال پر
جانتے تھے دستِ بُردی کو کمال — شیرِ مادر تھا انہیں غیروں کا مال

ان ابیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض شاعری نہیں بلکہ اس وقت کے ایک ہریانی مصنف حافظ رحمت خاں کی کتاب تحفہ ایمانی اور حضرت ہادی ہریانہ کی تصانیف سے اس کے حرف حرف کی تائید ہوتی ہے۔ اس نظم میں آگے چل کر جناب فضلی تبلاتے ہیں کہ تحریکِ ہادئی ہریانہ نے ان میں سے ہر ایک مذموم رسم کا خاتمہ کر دیا:

غیب سے نکلا ہرا ابرِ کرم — جس کا سر مرکز تھا نیساں مہم
حضرت رمضانؒ نے باعزم درست — وعظ پر باندھی کمر ہمت کی چست
قوم کو تعلیم کی تلقین کی — قوم کو باتیں سکھائیں دین کی
ان کو سمجھائے مفصل کھول کر — ٹھیٹ ہوتی ان کی بولی لول کر
ہو گئی اک آن ہیں کایا پلٹ — شرک و بدعت کا گیا دفتر الٹ
گُل ہوا رسمِ جہالت کا چراغ — ہو گیا سرسبز پیغمبر کا باغ
لڑکیاں لڑکوں سے پیاری ہو گئیں — باغ میں پھولوں کی کیاری ہو گئیں
شرک ہیں ڈنکا بجا اسلام کا — راجپوتوں کا فلک پہ غل ہوا
اٹھ گئے چولے دیوتاؤں کے ہونے — ڈیڑھ پوتے ماسواؤں کے ہوتے
زین خاں نے کی رہ ملک فرار — لب کو بھولا نعرۂ یا دم مدار
کفر پہ غالب ہوا حق کا چلن — شیخ سدو کا ہوا بکرا ہرن

Marfat.com

گل ہوا دیبی کی منت کا چراغ ہے دلِ شیطاں میں حسرت کا یہ داغ
مرنگوں گوگا کا جھنڈا ہو گیا
جوشِ نارِ جہل ٹھنڈا ہو گیا

اگر اس وقت ان قبائل کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اس کا قوی امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے زمامِ حکومت جانے کے بعد یہ اپنی قدیم حالت کفر پر لوٹ جاتے اور اس طرح خود بھی خسارے میں رہتے اور مسلمان بھی ان لاکھوں جری بہادروں سے محروم رہ جاتے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ یہ حقیقت ہے شاہ محمد رمضانؒ کی اصلاحی تحریک کی بدولت دولتِ ایمان سے مالا مال ہونے کے علاوہ اب یہی قبائل تمدنی، معاشی اور اخلاقی اعتبار سے اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ خدا نے یہ کام اپنے ایک نیک بندے سے کس طرح لیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

کارکنوں کی تربیت

ہر مصلح کو تحریک چلانے کے لئے کارکن درکار ہوتے ہیں۔ آپ نے مسلم راجپوتوں ہی میں سے چن چن کر ان لوگوں کو تربیت دی جو فطرتاً نیک اور اپنے گھناؤنے ماحول سے بیزار تھے۔ تحریک کے کارکنوں میں ایسے حضرات بھی پائے جاتے ہیں جو پہلے ہندو یا عیسائی تھے اور آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لاکر ایک نومسلم کے سے جوش اور ولولہ سے کام کرتے تھے آپ ہر طالب کو بیعت نہیں کر لیا کرتے تھے مگر جسے بیعت کر لیتے وہ آپ کے رنگ میں رنگا جاتا۔ گرمی میں اپنے آبائی محل کے تہ خانے میں قیام ہوتا تھا۔ وہیں بیسیوں درویش آپ کے زیرِ تربیت رہتے تھے باقی درویش محلہ اور شہر کی مساجد میں ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ درویشوں کی یہ جماعت خود کھیتی کیاری کر کے اپنے اور مسافروں کے لئے غلہ مہیا کرتی۔ کھیتی کے لئے زمین مسلم راجپوتوں نے دے دی تھی جسے دوہلی کہتے تھے ان دوہلیوں کے سرکاری واجبات اہلِ دہ ادا کرتے اور آمدنی تحریک کا سرمایہ ہوتی۔ ان میں سے مہم، کاہنی، پوٹھی، دانگ اور خانک کی دوہلیاں ۱۹۴۷ء تک شاہ محمد رمضانؒ کے ورثا کے پاس تھیں۔ مسافر خانے میں ایک ایک وقت میں سو سو درویش اور مسافر طعام پاتے اور آپ روکھی سوکھی پر بسر اوقات کرتے۔ صبح چنے کی روٹی چھاچھ کے ساتھ اور شام کو نمکین یا گڑ کا دلیہ آپ کی عام خوراک تھی۔ آپ کی اہلیہ خود چکی میں اناج پیسا کرتیں اور سوت کاتا کرتیں حالانکہ ان خاتون کے والد حضرت شاہ سلام اللہ کا شمار دہلی کے رؤسا میں ہوتا تھا۔

Marfat.com

درویشوں کی جماعت میں احمد نامی ایک گاڑی بان تھا جو ہندو جوگی سے مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں رہتا اور آپ کی رتھ چلایا کرتا تھا۔ اس کی ناز برداریاں دیکھ کر ایک بار آپ کے پیر و مرشد سید محمد عبد العظیم لاہوری ثم پانی پتی نے فرمایا: "میں نے بارہا سوچا کہ تمہارے پاس سینکڑوں آدمی کیونکر کھنچے چلے آتے ہیں اور آ کر جانے کا نام نہیں لیتے اور جو جاتے ہیں تو روتے ہوئے جاتے ہیں۔ آج معلوم ہوا کہ تمہارا حلم سب کو کھینچ لیتا ہے" (روضۃ الرضوان ص ۵۹)

ان درویشوں میں ایک انگریز یا فرانسیسی بھی تھا جو دہلی میں آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا (لقیب الاولیاء، نیز سی حرفی حافظ رحمت خاں)

ایک تبلیغی دورہ

اپنے درویشوں کی معیت میں آپ بالعموم سال کے گیارہ مہینے وطن سے باہر رہتے۔ ایک تبلیغی دورے کا تذکرہ روضۃ الرضوان میں ہوا ہے اور تفصیل لقیب الاولیاء جلد دوم دفتر دوم میں دی ہوئی ہے اقتباسات آخر الذکر کتاب سے ہیں:

ایک مرتبہ آپ ہانسی میں حضرت قطب جمال ہانسوی کی درگاہ میں قیام فرما تھے۔ عرس کا موقع تھا۔ علاقہ علاقہ کے لوگ حصولِ فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے ضلع حصار کے علاقہ سوتر کا ایک وفد آیا۔ اس وفد میں شاہ محمد لودلہ۔ مولوی نور محمد سکنہ رانیہ، حافظ رحمت خاں سکنہ موسٰی کھیڑہ اور قاضی غلام محمد فتح آبادی بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ "آپ کے فیضِ برکات سے ہریانہ اور تمام ملک ریں سوئے حصار رسوم قبیحہ سے نجات پا چکا ہے۔ لوگ فسق و فجور سے تائب ہو چکے ہیں۔ دختر کشی کی دیرینہ رسم مفقود ہو چکی ہے لیکن سوتر اور بھٹیانہ میں ہنوز خاص و عام اسی بلائیں گرفتار ہیں"۔ (ص ۴۹)

یہ باتیں سن کر آپ بہت ملول ہوئے اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوئے۔ اگلے روز اپنے درویشوں کو لے کر ہانسی سے چل پڑے۔ راستہ میں بستی بستی وعظ و تلقین فرماتے ہوئے بگھیڑ پہنچ گئے یہ مسلم راجپوتوں کا قصبہ تھا اور حصار کی تحصیل فتح آباد سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے کئی روز قیام کیا۔ پہلے روز وعظ فرما رہے تھے سارنگ نامی نمبردار نے اٹھ کر کہا کہ ہمیں شریعت کے احکام ماننے میں کوئی عذر نہیں مگر اپنی لڑکیوں کو زندہ رکھ کر کسی کا سالہ یا سسر بننا ہمیں گوارا نہیں۔ اپنے بزرگوں کی طرح ہم اس بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ اپنی چچازاد بہن کو نکاح میں لے آئیں۔

سارنگ اس علاقہ میں با اثر تھا اور اس کے ہم خیالوں کی بھی کمی نہ تھی۔ تاہم آپ کی

Marfat.com

شخصیت اور آپ کے وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہاں کی اکثریت آپ کے ہاتھ پر ان دونوں برائیوں اور دوسری مشرکانہ رسوم سے تائب ہو گئی۔ وہاں کے پڑھے لکھے لوگوں میں آپ نے اپنی مصنفات تقسیم فرمائیں۔ اور ہدایت کی کہ انہیں محلہ محلہ اور گھر گھر پڑھ کر سنایا جائے۔ دوران قیام گرد و نواح کے دیہات کے لوگ آکر آپ کے ہاتھ پر تائب ہوتے رہے۔ یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے فتح آباد کا عزم کیا۔

فتح آباد میں لدھو نامی تمن دار نے آپ کی سخت مخالفت کی مگر جلد ہی ہموار ہو گیا۔ آپ کی موجودگی ہی میں اس قصبہ کے تقریباً تمام مسلمان دختر کشی سے تائب ہو گئے اور باہمی رشتہ داریوں پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ یہاں قاضی غلام محمد کو خلیفہ مقرر کر کے آپ مواضع عیا لکی، اہروان، بھونہ وغیرہ کا دورہ کر کے اپنے وطن تشریف لے گئے۔

اس تمام سفر میں ایک دیندار راجپوت حافظ رحمت خاں ساکن موہی کھیڑہ آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے ایک سی حرفی میں حضرت شاہ محمد رمضانؒ کے فضائل اور کام کا ذکر کیا ہے۔ یہ سی حرفی نقیب الاولیاء جلد دوم دفتر دوم میں نقل ہوئی ہے۔ حرف تہجی کی ترتیب میں کل اٹھائیس بند ہیں جن میں سے ہم صرف تین یہاں نقل کرتے ہیں:۔

(ع) عین عجائب تیرا سایا — جان تنہ دلی وعظ سنایا
ہک فرنگی دوڑا آیا — ترت فرت ایماں لے آیا
ہور میں کی کراں بیاں
حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

(غ) غرور تکبر والے — پینے جیڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوئے خوشحالے — تائب ہو چھڈن بد چالے
تابع تیرے جن و انساں
حضرت ہادی شاہِ رمضانؒ

(ق) قصہ سُت دھیاں والا — قتل اولاد اونہاں دا چالا
مار دھیاں کردے منہ کالا — اونھے گیوں تو کڈھ کنسالا
دیکھ تینوں ہوئے حیراں
حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

Marfat.com

ضلع حصار کے ایک حصّہ میں پنجابی زبان بولی جاتی ہے بند (ع) میں اس فرنگی کا حوالہ ہے جو آپ کے درویشوں کی جماعت میں شامل ہوگیا تھا۔ بند (غ) میں مسلم راجپوتوں کی کثرت شراب نوشی کی طرف اشارہ ہے۔ آج بھی ہریانہ کے ہندو راجپوتوں کے کم و بیش ہر گھر میں شراب کی بھٹی ہے۔ بند (ق) میں موضع جھنڈا علاقہ پٹیالہ کا وہ واقعہ بیان ہوا ہے۔ جس کے خود حافظ رحمت خاں عینی شاہد تھے۔ رواج سے مجبور ہو کر ایک بدنصیب باپ اپنی چھ لڑکیوں کو پہلے دفن کر چکا تھا اور اب ساتویں لڑکی کو دفن کر کے آرہا تھا۔ حضرت ہادی ہریانہ ایک جگہ وعظ فرما رہے تھے اور لوگ آ آکر آپ کے ہاتھ پر رسمِ دختر کشی سے تائب ہو رہے تھے۔ یہ شخص بھی روتا ہوا آیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ اسی وقت قبرستان تشریف لے گئے۔ قبر کھدوائی تو لڑکی ایک مٹی کے برتن میں زندہ پائی گئی۔ لڑکی کو باپ اپنے گھر لے گیا۔

حکیمانہ تبلیغ کے اثرات

بچپن میں آپ کا قیام مسلمان راجپوتوں کے قصبہ کاہنور میں اکثر رہا۔ یہاں رہ کر آپ نے ان قبائل کی زندگی کا ہر پہلو دیکھا۔ ان کی نفسیات سے واقف ہوئے۔ ان کی زبان پر بھی قدرت حاصل کی۔ اس ہریانی زبان کا کرخت لہجہ عوام کی فطرت سے ہم آہنگ تھا۔ اس لئے تبلیغ بھی مؤثر ثابت ہوئی۔

علاقہ کے قریہ قریہ میں جاکر آپ نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ علاوہ ازیں آپ نے اس پیغام کی بیسیوں کتابوں میں تشریح کی۔ ان کتابوں میں سے بیشتر کی زبان ہریانی ہے۔ اس طرح آپ نے اس بولی کو اس قابل بنا دیا کہ اس میں طریقت اور شریعت کے مسائل بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی۔ ساتھ ہی تحریک کے لئے مذہبی ادب کا ذخیرہ پیدا کر کے اسے دیرپا بنا دیا۔ مگر جن کے لئے یہ کتابیں لکھی گئیں وہ باستثنائے چند حرف شناسی سے نابلد تھے۔ اس کے لئے آپ نے شعر کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس تحریک کے کارکنوں اور ائمۂ مساجد کے ذریعے یہ اشعار اَن پڑھ عوام تک پہنچ گئے۔ شعر کی اثر آفرینی مسلمہ ہے۔ اس طرح احکامِ قرآنی، احادیث، سیرت نبویؐ، ضروری مسائل فقہ آپ کی جیاتی ہی میں ہر کہ ومہ کی زبان زبان پر جاری ہو گئے۔ آج ہزاروں ابجد ناشناس ایسے ہیں جنہیں کبھی علما کی صحبت نصیب نہیں ہوئی مگر ان اشعار کی بدولت ضروری مسائل فقہ سے واقف ہیں۔

طب میں آپ کو دسترس تھی جس گاؤں میں جاتے وہاں مریضوں کا معائنہ کرتے اور اس

Marfat.com

مسلم غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ پاس دوا ہوتی تو وہ بھی مفت دے دیتے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی ہمیشہ اور ہر جگہ تبلیغی مساعی میں ممد رہی ہے۔

دورانِ سفر جہاں مسجد نہ ہوتی وہاں تعمیر مسجد کی تحریک کر دیتے۔ رہتک میں جامع مسجد تو قدیم تھی۔ اس کی ضروری مرمت اور آراستہ کاری آپ نے کرائی۔ رہتک میں بیوپاریوں کی خوبصورت مسجد آپ کی ترغیب و تحریص سے ہی تیار ہوئی۔ اس کی بنیاد بھی آپ کے دستِ مبارک سے رکھوائی گئی۔ انہی بیوپاریوں نے پاکستان آ کر ملتان کی گڑ منڈی میں جو عالیشان مسجد تعمیر کرائی ہے۔ اس سے متعلق مدرسہ کا نام مدرسہ رمضانیہ رکھا ہے۔ رہتک کی عیدگاہ بھی آپ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ایک موقع پر آپ نے یہاں خود بھر بھر کر مٹی ڈھوئی۔ موضع مڑودھی ضلع رہتک کی مسجد نمبرداروں کی مخالفت کے باوجود آپ نے تعمیر کرائی۔ موضع بلیالی میں صرف ایک غیر آبادسی مسجد تھی۔ آپ کی مساعی سے وہاں آٹھ مسجدیں ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر اردگرد کے دیہات نے بھی پیروی کی۔ ہانسی میں ایک مرتبہ حضرت قطب جمال ہانسوی رح کی خانقاہ کے میدان میں وعظ فرما رہے تھے۔ تین ہزار ہریانوی فوجی جوان بھی حاضر تھے۔ یہ جون الیگزاندر کے ماتحت تھے۔ دورانِ وعظ بارش شروع ہو گئی۔ کسی نے چھتری کھولی تو کسی نے چادر تانی مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اختتامِ وعظ پر آپ نے اس جگہ پر ایک مسقف عمارت کی تحریک کی۔ کرنل الیگزاندر کو اس کا علم ہوا تو اس نے جوانوں سے چندہ جمع کر کے آپ کی خدمت میں تین ہزار روپے بھیج دیئے۔ آپ کے برادرِ اصغر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ ہی کی نگرانی میں ایک عالیشان عمارت کھڑی ہو گئی۔

مسلم راجپوتوں میں تعمیر مساجد کا شوق پیدا ہوا تو وہ رفتہ رفتہ اسلام سے قریب تر ہوتے گئے۔ یہ مساجد جہاں عبادت گاہوں کا کام دیتی تھیں وہاں ہر گاؤں میں ہر مسجد ایک مرکز محسوس کی حیثیت رکھتی۔ اس سے پہلے ان برائے نام مسلمانوں کے جذبہ عبودیت کی تسکین کسی ٹھاکر دوارے یا دیبی کے مندر میں ہوتی تھی۔ ان کا جداگانہ کوئی معبد تھا نہ مرکز۔ ان مساجد کو مرکز تحریک بنا کر آپ نے اصل کام شروع کیا۔ ان کے بن جانے سے مسلم راجپوتوں کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ہم اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس احساس کے پیدا کرانے کے بعد آپ نے حکیمانہ طریق سے ان کی خوئے غارت گری اور ایک ایک کر کے ہر رسم شرک ختم کر دی۔

Marfat.com

بری رسوم میں سب سے بری دختر کشی تھی۔ ہادی ہریانہ نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ اس طرف دی۔ اس انسانیت سوز رسم کا خاتمہ تحریک کے ابتدائی پانچ چھ سال میں ہوگیا تھا۔ یعنی مسلم عہد حکومت ہی میں ہوگیا تھا۔

مسلمان اور بت پرستی ایک سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ہریانہ کے مسلم راجپوتوں کی اکثریت ٹھاکر دواروں میں جاکر پوجا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں چیچک کا مرض عام تھا۔ ایک دفعہ یہ بیماری شروع ہوجاتی تو علاقہ کے ہزاروں لوگ اس کا شکار ہوجاتے۔ کوئی گھر نہ ہوتا جس میں دو ایک اموات نہ ہوجائیں اور جو بچ رہتے وہ بچپن ہی میں بدشکل ہوجاتے۔ علاج کی غیر موجودگی میں انسان اپنے آپ کو اس موذی مرض کے مقابلہ پر عاجز پاتا تھا۔ یہ عام خیال تھا کہ سیتلا دیوی ناراض ہوکر یہ بلا عوام پر چھوڑ دیتی ہے۔ اس کا مداوا اس طرح کیا جاتا کہ موضع رندھانہ (دھنانہ) میں سیتلا دیوی کے کریہہ المنظر اور ہیبتناک بت کی بڑے اہتمام سے پوجا کی جاتی۔ مسلمان راجپوت بھی اپنی قدیم عقیدت کے ساتھ اس کی پوجا کرتے اور گلگلے اور پوڑے پکا کر نذر گزارتے۔ سیتلا دیوی کے مندر رہتک جھجر اور بدھلان میں بھی تھے کیسی حتمی علاج کی غیر موجودگی میں اس مشرکانہ رسم سے مسلم راجپوتوں کو پاک کرنا کار دارد تھا۔ آپ نے سالہا سال کی کوشش کے بعد اس رسم کفر کا خاتمہ کیا۔ کچھ تو اسلامی حمیت پیدا کرکے اور کچھ ایک متوازی رسم جاری کرکے سیتلا دیوی کی ذات سے عقیدت کا دھارا بدل کر دوسری طرف کر دیا۔ چنانچہ آپ نے میٹھے روزے کا اجرا کیا اس روز لڑکیاں بڑی بڑی میٹھی روٹیاں پکاتیں اور عورتیں ان روٹیوں سے روزہ افطار کرتیں۔

ہندوؤں کے مختلف الخیال فرقوں میں صرف ایک عقیدہ مشترک ہے اور وہ ہے احترام گاؤ۔ کچھ تو مسلم راجپوت بھی اپنے اجداد کی طرح گائے کا بیجا احترام کرتے تھے۔ وہ لوگ جن کا پیشہ ہی جدال و قتال تھا اور جن کے نزدیک انسان کے خون کی کوئی قیمت نہ تھی حتیٰ کہ اپنی لڑکیوں تک کو مار ڈالنا جن کا قومی شعار تھا ان کے نزدیک گائے کو ذبح کرنا ایک گناہ تھا! ان کے ذہن سے ہر ہندوانہ خیال نکالنے کے لئے ضروری تھا کہ گائے کے گوشت سے ان کی کراہت کم کی جائے۔ اس کے لئے آپ نے بی بی مریم کے روزے کا اجرا کیا۔ یہ روزہ بعض لوگ اب تک ستره رجب کو رکھتے ہیں۔ عوام اس رسم کو روٹ بوٹ کہتے ہیں اس روز گائے کے گوشت کا بھنا ہوا ایک ایک پاؤ کا بوٹ روغنی روٹی پر رکھ کر عزیز و اقارب

میں تقسیم کیا جاتا۔ ایک زمانہ میں ہریانہ کے مسلمانوں میں یہ رسم وہی درجہ رکھتی تھی جو آج شیعوں میں کونڈوں کو حاصل ہے۔

جہالت اور توہم پرستی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہریانہ میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو بالعموم یہ یقین کر لیا جاتا کہ اسے نظر لگ گئی ہے یا اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے یا اس پر کسی جن یا کسی بد روح کا اثر ہے۔ اپنے اپنے زمانہ میں گوگا، زین خاں، لونا چماری، شیخ سدو اور ماموں اللہ بخش نے بڑی شہرت پائی تھی۔ ان اصلی یا فرضی شخصیتوں کے گرد افسانوں کا ایک طومار لگ گیا تھا۔ علاقہ کی ایک بھی عورت کو یہ جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ وہ منہ سے لفظ جن ادا کر دے۔ بامر مجبوری اگر یہ نام لینا پڑتا تو ادھر ادھر دیکھ کر سرگوشی میں جن کی بجائے ماموں جن کہہ دیا کرتیں۔ جب کسی پر جادو یا جن یا بد روح کا اثر فرض کر لیا جاتا تو ان میں سے کسی ایک کی خبیث روح سے استمداد طلب کی جاتی۔ منتیں مانی جاتیں۔ عملیات سے جن اتارے جاتے۔ حضرت شاہ محمد رمضانؒ سے ایسی درخواستیں دن رات کی جاتیں مگر جن یا بد روح اتارنے کے لئے آپ نے کبھی مروجہ طریقہ استعمال نہیں کیا۔ ہمیشہ دوا سے علاج کیا البتہ وہ دعا ہر مریض کے لئے مانگا کرتے تھے۔ آپ نے ان تمام مشرکانہ رسوم کا خاتمہ کر دیا ہم آپ کی تصنیف عقائد عظیم سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ ہریانہ کی نومسلم اقوام میں اس وقت کون کون سی مشرکانہ رسوم تھیں:

"۔۔۔ طاغوت اسے کہتے ہیں جیسے کوئی ایک زبردست کو ڈرتا ہوا پوجے۔ جیسے بھوت یا پریت کا اوتار را وتاری۔ جیسے شیخ سدو کا بھوکی باولی ہونے کے ڈر سے بکرا یا بکری یا سرور سلطان کے ڈر سے کہ کوڑھی کر دے گا، پراٹھے کو سجدہ کرے یا کسی کو پوجے یا بھڈر یعنی کالی گائے یا گوگا کے ڈر سے کہ سانپ سے کٹوا دے گا رت جگا کرے۔ سیتلا کے ڈر سے خوشامد کا مارا بت خانے میں جا کر بت پوجنے لگے تو کفر میں پڑا۔

اور وثن وہ چیز ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک چیز کو عجائب یا خوبصورت پیدا کیا اور کوئی اوسے پوجنے لگ جاوے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے گنگا کا اچھا پانی پیدا کیا اور کوئی اوسے پوجنے لگ جاوے یا پتھر میں آگ نکلنے لگے کوئی دیی نام رکھ کر کوئی حاجت مانگنے لگے یا سجدہ کرے۔ یا کسی بزرگ کے مزار کا جاہ وجلال

دیکھ کر سجدہ کرنے لگے۔۔۔۔ جیسے حویلی بنائے۔ اس میں ایک طاق پیر کا ٹھہرا دیا یا ایک بت خانہ بنا کر کسی بزرگ کا نام لے کر زمین کو لیپ دیا۔ یا تعزیہ بنا کر اوس کی طرف معاملہ کربلا کا کرنے لگے یا بیاہ میں چاک پوجنے یا کاغذ پر کعبۃ اللہ کی صورت لکھ کر اوس کی طرف سجدہ کرنے لگے۔ یا طواف کرنے لگے یہ سب شرک ہے:" (صفحات ۲۴-۲۵)

نومسلموں اور ان کی اولاد کو ہندوؤں سے تمیز کرنا مشکل تھا۔ ہریانہ کے ہندو بھی داڑھی رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے یہ نہایت ہی مفید کام کیا کہ مسلم راجپوت مردوں نے دھوتی چھوڑ کر تہبند اختیار کیا اور خواتین نے گھاگرا ترک کر کے پاجامہ۔

ان اور ایسی ہی بہت سی اور باتوں کا یہ اثر ہوا کہ معاشرتی اعتبار سے مسلم راجپوت اپنی قدیم ہندو برادریوں سے قطعی مختلف ہو گئے۔ رسم دختر کشی ختم ہوئی۔ رہزنی چھوڑ کر زراعت اور فوجی ملازمت کے سے پیشے اختیار کئے۔ اخلاق و عادات میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ جمود ٹوٹا اور ترقی پذیر معاشرہ ظہور میں آیا۔ ہر طرف قال اللہ اور قال الرسول کے چرچے ہونے لگے۔ متعدد غیر مسلم اپنے عقائد اور رسم و رواج کے مقابلہ پر ایک بہتر نظامِ حیات کو دیکھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم اسلام لائے۔ ان نومسلموں کی اولاد اس وقت پاکستان میں ہے۔ جن میں سے بعض کو ہم بھی جانتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر جن ہندوؤں نے اسلام قبول کیا ان میں سے دو خدمتِ اسلام اور زہد و اتقا میں اس درجہ کو پہنچے کہ انہیں آپ کے خلیفہ بننے کا امتیاز حاصل ہوا۔ ان کا ذکر اس بیان کے آخیر میں خلفاء کے سلسلہ میں آئے گا۔ کوئی ایسی تحریر دستیاب نہ ہو سکی جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ہندو اپنے مذہب کے لئے آپ کو ایک خطرہ سمجھتے تھے۔ ایسا ہونا تو ضرور چاہیئے تھا مگر تعجب ہے کہ صورتِ حال اس سے مختلف تھی۔ دورانِ سفر راستے میں وہ گاؤں بھی پڑتے تھے جہاں تمام تر ہندوؤں کی آبادی ہوتی تھی۔ آپ بستی سے باہر کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتے۔ ہندو بھی زیارت کے لئے آتے اور جب آپ وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے تو توہم پرست ہندو جاٹ اس جگہ کو اتنا مقدس سمجھنے لگتے کہ وہاں ایک چبوترہ بنا دیتے۔ ۱۹۴۷ء تک کئی ہندو دیہات کے باہر "شاہ رمضان کے چبوترے" موجود تھے۔ ممکن ہے اب بھی ہوں۔ اس نیک نفس پاکباز عظیم شخصیت کی ذات سے غیر مسلموں کی عقیدت کچھ ایسی غیر متزلزل تھی کہ آپ کی شہادت کے

Marfat.com

ڈیڑھ صدی بعد بھی آپ کے خاندان کے ہر فرد کو ہندو عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں جب اور مقامات کی طرح ضلع رہتک میں بھی جنگل کا قانون رائج ہوا اور انسانوں نے درندوں سے زیادہ سفاکی دکھائی اور انیس ہزار بے گناہ مسلمانوں کو صرف ضلع رہتک میں شہید کر دیا۔ اس پُرآشوب زمانہ میں بھی جھجر میں وہ محلہ محفوظ رہا جہاں ہادیٔ ہریانہ کا خاندان آباد تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندو جاٹ انخلا کے وقت اپنی بیل گاڑیوں میں بٹھا کر ان میں سے بعض کو بحفاظت قصبہ کاہنور میں چھوڑ کر گئے جہاں سے وہ پاکستان آ گئے۔

مخالفت

اگر کسی مصلح کی مخالفت نہیں ہوئی تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے معاشرہ میں کوئی اہم تبدیلی نہیں کی۔ ہندوؤں کی طرف سے مخالفت کا تو کوئی بیان ہم تک نہیں پہنچا۔ البتہ حکومت نے آپ کی جاگیر ضبط کر لی اور بعض مسلمان نمبردار اور تمن دار اس تحریک کو ناکام بنانے میں اپنے تمام وسائل حرکت میں لے آئے۔ عوامی بیداری اور دینداری سے اس طبقہ کے مفاد پر زد پڑتی تھی۔ تکلیف دہ مخالفت ان لوگوں کی طرف سے ہوئی جن سے تعاون کی توقع تھی۔

حضرت ہادیٔ ہریانہؒ کے درویشوں کی جماعت میں ایک ممتاز بزرگ مولوی نور محمد صاحب تھے۔ ان کا وطن تورانیہ تھا مگر اقامت بگھیڑ میں اختیار کی ہوئی تھی۔ رام پور کے فارغ التحصیل تھے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد رمضان سے عقیدت میں اتنا غلو کرتے کہ فرماتے "جس شخص پر حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی حویلی کی خاک اڑ کر پڑ جائے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔" مگر جب حضرت شاہ صاحبؒ ہی نے حافظ مستقیم کو بگھیڑ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تو یہ بزرگ جماعت سے کنارہ کشی کر گئے۔ تحریک کے تمام اچھے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے آپ کے وحدت وجود پر عقیدے کو خوب اچھالا۔ کفر کے فتوے حاصل کئے۔ مولوی صاحب موصوف کے معتقدین میں سے خواتین اپلے تھاپتی جاتیں اور ہر تھاپ کے ساتھ منہ سے کہتی جاتیں "رومی کافر۔ جامی کافر۔ ہمی کافر ہے" مولوی صاحب نے حضرت ہادیٔ ہریانہؒ کی کتاب بلبل باغ نبی کے مقابلہ پر پنجابی نظم میں شہباز شریعت لکھی۔ بلبل کے مقابلہ پر شہباز لانے سے دم خم کا اندازہ ہوتا ہے۔ انداز یہ ہے۔

شہباز رسالہ شریعت والا پائے پیا وچ ڈھاراں
سنو رنگیلی بلبل ماری چڑیاں لکھ ہزاراں

رنگیلی بھی حضرت شاہ محمد رمضان کی ایک تصنیف ہے۔ آپ کی ایک اور تصنیف آخر گشتہ سے متعلق ارشاد ہوا ہے

Marfat.com

فر بلبل والے آخرگت ہک ہور کتاب بنائی
جس وِچ کلمے کفر الاّبیں سن تو مومن بھائی

بات یہاں تک بڑھی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کو حکم بنایا گیا جنہوں نے شاہ محمد رمضانؒ کے حق میں فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ روضۃ الرضوان، نقیب الاولیاء اور ہماری تصنیف ہادی ہریانہ میں میں نقل ہوا ہے۔ نیز اس کے عربی حصّہ کی شرح تحفہ مظفریہ کے نام سے مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی صاحب نے لکھی تھی جو حال ہی میں حیدرآباد دکن سے فیصلہ شاہ صاحب دہلوی کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ مولوی نور محمد صاحب ایک سچے موحد تھے۔ آپ نے ضلع حصار کے علاقہ سوتر سے شرک و بدعت کا خاتمہ کرنے میں بڑا ہی گراں قدر کام کیا مگر مخالفت میں نیک نفس لوگوں کی زبان اور قلم سے کیا کچھ نہیں نکل جاتا تعجب اس پر ہے کہ تمام اشتعال انگیزی کے جواب میں حضرت ہادی ہریانہ نے اشارۃً بھی اپنی تصانیف میں ایک حرف بھی مولوی نور محمد صاحب سے متعلق نہیں لکھا۔

تصانیف اب سے نصف صدی پیشتر صاحب نقیب الاولیا نے لکھا:

"آپ کی تصانیف کی قبولیتِ عام کا یہ بلامبالغہ حال ہے کہ میوات، ہریانہ، سوتر، نواح دہلی غرض ملک کے ہر حصّہ میں کوئی گھر خالی نہیں جہاں عقائد عظیم، آخرگت بلبل باغ نبی موجود نہ ہوں"

ہمیں آپ کی مندرجۂ ذیل تصانیف کا علم ہے۔ ان میں سے پہلی سات اور آخری ہمارے پاس ہیں:

(۱) عقائد عظیم (۲) آخرگت (۳) بلبل باغ نبی (۴) رنگیلی (۵) وصیت نامہ (۶) ترجمہ قصیدہ امالی۔ (۷) ادب چھوکرہ: ہریانی نظم میں بچوں کی تعلیم کے لئے مجموعہ نصائح ہے (۸) بوڑھی بیاض۔ (۹) فتاوی احمدی: ہریانی نظم۔ (۱۰) رسالہ برق لامع: ہریانی نظم (۱۱) رسالہ رمضانی: علم فرائض پر (۱۲) رسالہ رد روافض: ایک شیعہ عالم کے سوالات اور اعتراضات کا فارسی نثر میں جواب (۱۳) متفرقات: بےکسی کتاب کا نام نہیں۔ اس میں منظوم شجرے، بعض بزرگوں کی شان میں فارسی زبان میں قصائد، حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے نام فارسی میں ایک خط، اوراد و وظائف اور اعمال و اشغال کے بارے میں بعض تحریریں۔ ان میں سے ہم پہلی چھ سے تعارف کراتے ہیں۔

۱۔ عقائد عظیم ہریانی نثر میں عقائد پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ پیرزادہ میں نمبر ۱۶۸۳ پر ہے جس کے کاتب پیر فلاح الدین (۲۱۵ ا) ہیں

یہ کتاب کم از کم چار مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ پہلی مرتبہ سر سید احمد خاں کے بڑے بھائی سید محمد خاں نے اپنے سید المطابع سے شائع کیا۔ دوسری مرتبہ مولوی محمد حسین آرام پوری نے فخر المطابع دہلی سے شائع کرایا۔ ازاں بعد مولوی مشتاق احمد (۱۳۰۵ھ) اور پھر حافظ محمد قاسم (۱۳۰۴ھ) نے اسے شائع کرایا۔ ہمارے پیش نظر فخر المطابع ایڈیشن ہے۔ آغاز:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اس پیچھے سن کہ یہ رسالہ عقائد کے مذکور ہیں۔ الٰہی اس میں جو حق ہو سو بلوائیو اور تو قبول کریو اور اپنے مقبولوں کے دلوں میں قبول کروائیو اور جس چیز سے تو اور تیرا دوست بیزار ہوا سے اپنے فضل و کرم بچوائیو۔ مسلمانوں سے عرض ہے جو اس میں کچھ نقصان پاویں بتاویں اور بولی کی تکرار نہ کریں کیونکہ یہ باہر کے لوگ، جو عربی فارسی سے بہرہ نہیں رکھتے ان کو سمجھانے کو ہے اور اونہیں کی زبان میں لکھی گئی ہے کہ آسانی سے سمجھ لیں اور نام اس رسالہ کا عقائد عظیم رکھا گیا ۔۔۔۔ اور اس کے اکٹھے کرنیوالے کا نام محمد رمضان ہے۔"

اب دو مختصر اقتباس ملاحظہ ہوں:

سوال: بندگی کسے کہتے ہیں؟

جواب: بندگی اوسے کہتے ہیں کہ امر خدا کا بے ریا با موافق مسنون کے ادا کرے (ص ۴۳)

نکتہ: قریب کہتے ہیں نزدیک کو اور اقرب کہتے ہیں نزدیک تر کو۔ تو آدمی بعض قریب کو دیکھ سکتا ہے جیسے اپنے ہاتھ پاؤں کو۔ اور بعض ایسی چیز ہوتی ہے کہ سامنے آنکھ کے ہو اور بینائی کو دکھائی نہ دے جیسے آنکھ کو آنکھ کی بینائی نہیں دکھتی۔ مگر قیاس سے کہ اور کی دیکھ کر اپنے اوپر قیاس کر لیا کہ ہماری بھی ایسی ہے۔ اور جان اپنے قریب ہے اور دریافت نہیں ہوتی اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے بھی نزدیک ہیں تو دریافت کیونکر ہوں" (ص ۴۲)

۲۔ آخر گت

ہریانی نظم میں حالات بعد الموت کا بیان ہے۔ اس موضوع سے جدید تعلیم یافتہ حضرات بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں خوف آخرت کا فقدان ہمارے معاشرے کی اکثر خامیوں اور برائیوں کا ذمہ دار ہے۔ یہ کتاب ۲۵۲۲ دو ہزار پانچ سو بائیس ابیات پر مشتمل ہے۔ تاریخ تصنیف نام سے نکلتی ہے ۔

Marfat.com

آخرگت میں تاریخ ہے اس کتاب   ہے پھر آخرت نامہ نام کتاب

۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء

مولوی رحمت اللہ مکی کا قول ہے " آخرگت دیکھا کرو۔ اس وقت ایسی کتاب کوئی اور تالیف نہیں ہوئی" (روضۃ الرضوان ص ۷۰) یہ کتاب بڑی ہی مقبول رہی ہے۔ کئی مرتبہ طبع ہوئی پہلی مرتبہ مصنف علیہ الرحمۃ کی شہادت سے چوبیس سال بعد ۱۲۶۴ھ سنہ ۱۸۴۹ء میں مطبع میرزائی دہلی میں چھپی۔ اس کے حاشیہ پر مولوی محمد علی کی آثار محشر ہے۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ مجلس پریس دہلی کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری میں ہے۔ اسے مطبع نامی دہلی نے بھی ۱۳۰۳ھ میں طبع کیا۔ یہ کتاب راجپوت پریس رہتک سے مولوی مشتاق احمد (۵۳ ب) نے اور ان کے فرزند پیر غلام مصطفیٰ مرحوم نے سنہ ۱۹۴۹ء میں ملتان سے شائع کرائی حضرت ہادی ہریانہ رح کی صرف یہی کتاب ہے جو پاکستان میں اب تک طبع ہوئی ہے۔ مولوی محمد ساکن لکھوکی نے اس کا ترجمہ بہ اضافۂ بعض مضامین پنجابی زبان میں کیا[۱]" اب ہم اس کے جستہ جستہ شعر نقل کرتے ہیں۔ جن کی تشریح ضروری نہیں :

تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک   میں دیدار تیرے کی چاہوں ہوں بھیک
فضل اور کرم اپنے سے اے کریم   مجھے حکم اپنے کا کر تو علیم

دعا یاں مرن کی کبھی تو نہ مانگ   کہ شاید کبھی ہووے نیکی کا سانگ

پناہ تیری چاہوں ہوں اس علم سے   کہ جس سے نہ ہو فائدہ کچھ ہمیں

کوئی بے ادب طعن رب کو کرے   تو شیطان اس شخص کو جان لے
جو مجلس میں یہ ذکر کرنے لگے   او سے دے اٹھا یا تو خود اٹھ رہے

۳۔ **بلبل باغ نبی** | ہریانی نظم میں تقریباً ساڑھے چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخیر میں تاریخ تصنیف ۱۳ رجب ۱۲۲۶ھ ۳ اگست سنہ ۱۸۱۱ء دی گئی ہے۔ ہمارے پاس حافظ غلام حیدر کا کتابت کردہ نسخہ ہے جو عہد محمد اکبر شاہ بادشاہ میں لکھا گیا ایک

---

[۱] حافظ محمود شیرانی : مضمون "ہریانی میں تالیفات" مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین فروری سنہ ۱۹۳۲ء ص ۲۸

قلمی نسخہ ملتان میں قاری صوفی وضاحت حسن صاحب (۶۷ ل) پاس ہے۔ اس نسخہ کی ختم کتابت کی تاریخ ۱۹ رشوال ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء ہے۔ کتاب بلبل باغ نبی ایک سے زیادہ مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ ہمارے پاس اس کا وہ مطبوعہ نسخہ ہے جو مولوی مشتاق احمد (۵ ۳ ب) نے ۱۳۲۵ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع کرایا۔ کتاب کے موضوعات راہ سلوک، مسائل فقہ، اخلاقیات، حقوق و فرائض، آدابِ محفل، شمائل النبی، اسمائے باری تعالیٰ وغیرہ ہیں۔

۴۔ رنگیلی | ہریانی زبان میں ایک سو نواسی اشعار پر مشتمل ہے۔ ہمارے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔

۵۔ وصیت نامہ | ہریانی نظم میں کل ستاون شعر ہیں۔ ہمارے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔ اس نظم کو شاہ محمد رمضانؒ کی تعلیم کا نچوڑ سمجھنا چاہیئے۔ مگر اس کی زبان اب بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ بغیر ایزاد مضامین اس کا منظوم ترجمہ سید عطاء الحق مدرس عربک ہائی اسکول دہلی نے کیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں دہلی سے شائع کرایا۔ اس کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی ہے۔ نمونہ:

تجھ کو دے تعلیم جو تیرا بڑا — اس کو لینے سے نہ منہ کو موڑنا
اپنے رتبہ پر نہ اترانا کبھی — ہے تواضع ہی نشانی بزرگ کی
باجماعت تم پڑھو دائم نماز — تاکہ ہو جائے در مقصود باز
ہو جو جاہل شرع سے باہر فقیر — مت بنانا اس کو ہرگز اپنا پیر
اپنی شہرت سے صدا کرنا حذر — ہے مصیبت اور آفت کا یہ گھر
مت بنا تکیہ مکان و خانقاہ — دردِ سر ہے مفت کا یہ خواہ مخواہ
نہ پہن بودے پرانے پارچات — کر حذر ریشم سے اے عالی صفات
شیخ گر ملتا نہیں ہے متقی — اہل دل اور تابع فرمان نبی
کیوں ہوا ہے لغو اسموں کا اسیر — کیا نہیں کافی تجھے قرآن پیر
کیا نہیں شافع تجھے کافی رسول — ڈھونڈتا ہے کیوں شفاعاتِ فضول

سفرِ حج | ۱۸۲۴ء میں آپ سات مخلصین کو ساتھ لے کر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ ساحل سمندر تک، کچھ سفر پیدل کیا اور کچھ بہلی پر۔ راستہ میں پڑنے والے ہر مقام پر آپ وعظ و تلقین فرماتے گئے۔ وسط ہند (مدھ پردیش) کے شہر مندسور میں کئی روز تک قیام رہا۔ ہر روز وعظ ہوتا اور لوگ جوق در جوق شرکت کرتے۔ کچھ بوہرے بھی آپ کے

Marfat.com

کے وعظ سے متاثر ہوگئے تو بوہرہ جماعت نے آپ کے جلسوں میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حج قریب تھا اس لئے آپ جہاز پر سوار ہوگئے۔ جہاز میں بھی وعظ و تلقین کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ آپ کے گرد ہمیشہ ہجوم لگا رہتا۔ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس کے بعد آپ عازم ہندوستان ہوئے۔

شہادت حج سے واپسی پر مندرسور میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ آپ نے مسجد میں قیام فرمایا۔ اس مسجد کے پاس کچھ بوہروں کے مکان تھے۔ خلاف معمول منگل کے روز آپ نے کپڑے بدل کر خوشبو لگائی۔ آپ اور آپ کے ہمراہی نماز کے بعد مسجد میں مراقب تھے اور معمولات و مشاغل میں مصروف تھے کہ بوہروں کی ایک جماعت شور و غل کرتی ہوئی مسجد میں آگھسی۔ اس وقت مسجد میں آپ کے پانچ ہمراہی حاجی رحمت خاں، حاجی گل محمد ولایتی، حاجی نور محمد کاہنوری، حاجی قمر الدین سکنہ دانگ ضلع حصار اور سید عبد القادر تھے۔ نیز سید احمد علی کرنالی، قاضی معین الدین مانڈل گڑھ والے اور پرتاپ گڑھ کے قاضی صاحب مصروف عبادت تھے۔ قاضی صاحب پرتاپ گڑھ پچاس آدمیوں کو ساتھ لے کر آئے تھے کہ حضرت ہادئ ہریانہ کو اپنے ہاں لے جائیں۔ یہ پچاس آدمی شہر میں کسی اور جگہ مقیم تھے۔ مسجد میں مقیم ان حضرات نے بوہرہ ہلڑ بازوں کو مسجد سے نکالنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک مسلح ٹولی نے مسجد پر ہلہ بول دیا۔ حاجی رحمت خاں نے بندوق اٹھائی اور شست باندھی ہی تھی کہ آپ نے روک دیا اور فرمایا پہل کر کے ثواب گھٹاتے ہو۔ ان سے بندوق چھین لینی چاہی۔ بندوق نیچے گر گئی اور اس کا کندہ ٹوٹ گیا۔ فوراً حملہ آوروں نے بندوقیں چلا دیں۔ اس پر اجازت لے کر حاجی رحمت خاں اور حاجی گل محمد خاں ولایتی تلواریں میان سے سونت کر اٹھے۔ سات آٹھ بوہروں کو زخم آئے۔ باقی نے راہِ فرار اختیار کی۔ یہ بوہرے ساتھ کے مکان پر چڑھ کر گولیاں برسانے لگے۔ سب جاں نثاروں نے ہادئ ہریانہ کو بیچ میں لے لیا کہ آپ پر آنچ نہ آئے۔ اتنے میں بوہروں کی ایک مسلح جماعت مسجد کا دروازہ توڑ کر اندر آگھسی۔ یہ جمعیت بہت بڑی تھی۔ ان میں چالیس تو زیدی عرب تھے جو نشانہ بازی میں مشہور تھے اور بوہروں نے ایسے موقعوں پر استعمال کرنے کے لئے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ سینکڑوں اور تھے۔ دست بدست لڑائی میں تو کچھ دیر مقابلہ رہا۔ آخر و شجر ولایت کے برگ و بار جھڑنے لگے۔ سب سے پہلے حاجی رحمت خاں نے زیر ناف گولی کھائی اور شہید

ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ان کے بعد قاضی معین الدین مانڈل گڑھ والے کی باری آئی۔ پھر سید عبد القادر نے جام شہادت پیا۔ بعد ازاں سید احمد علی صاحب جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حاجی گل محمد صاحب کے دونوں پاؤں کٹ گئے اور حاجی نور محمد صاحب کے اول ایک کاری زخم تلوار کا لگا۔ پھر ایک گولی ران میں ایسی لگی کہ بیتاب ہو کر گر پڑے۔ حاجی قمر الدین اور قاضی جی پرتاپ گڑھ والے بھی سخت مجروح ہوئے۔

"قافلہ سالار حضرت شاہ محمد رمضانؒ ساتھیوں کی شہادت سے پہلے ہی بازو میں دو گولیاں کھا چکے تھے۔ ان بہادروں کے شہید ہونے کے بعد دو گولیاں اور آپ کے سینہ مبارک میں آکر لگیں۔ ایک گولی جبین مبارک میں ایسی آکر لگی کہ دماغ کو چیرتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی۔ آپ مع سجدے میں گر پڑے اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔[1]

یہ واقعہ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ ۱۰ جنوری ۱۸۲۵ء کا ہے۔ ابھی حملہ آوروں کا جوش انتقام ٹھنڈا نہ ہوا تھا انہوں نے ہادی ہریانہؒ کی نعش پر خنجر اور تلواروں کے پینتالیس زخم لگائے اور آپ کا سامان اور قیمتی کتب خانہ لوٹ کر چلے گئے۔ ہادی شہید کے باقی ماندہ ساتھی جو کہ ناکہ بندی کی وجہ سے پہلے نہ آسکے تھے اب آگئے۔ زخمیوں کو پانی پلایا اور نعشوں پر آنسو بہا کر چادریں ڈال دیں۔

فوراً ہی ایک آدمی نیمچ چھاؤنی بھیجا گیا۔ جہاں الیگزانڈر کا رسالہ پڑا ہوا تھا اور جس میں ہادی ہریانہ کے معتقد ہریانی سپاہی تھے۔ قاضی شہر حاکم مندسور کے پاس اطلاع کے لئے گئے لیکن وہ پہلے ہی فتنہ پردازوں سے ملا ہوا تھا۔ لوگ افسوس کرتے ہوئے مسجد میں جمع ہو گئے اور پھر شہر میں ہر طرف فساد برپا ہو گیا۔ لوگوں نے بوہروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ کرنل الیگزانڈر نے ایک دستہ فوج مندسور بھیجا۔ شہر کا نظام فوج نے اپنے ہاتھ میں لیا تو فساد فرو ہوا۔ قاضی شہر نے آپ کی نعش کو پالکی میں رکھا اور دوسرے شہدا کو چارپائیوں پر لٹایا۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد باقی شہدا تو وہیں دفن کر دیئے گئے اور آپ کی نعش کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ نیمچ چھاؤنی لے گئے۔ وہاں لکڑی کے تابوت میں رکھ کر چھ ماہ کی میعاد پر نعش مبارک سپرد خاک کر دی گئی۔

حضرت ہادی ہریانہ شہیدؒ کے برادر اصغر شاہ محمد اسماعیلؒ چالیس معتقدین اور سولہ

---

[1] روضۃ الرضوان صفحات ۱۰۸، ۱۰۹

Marfat.com

کہاروں کو ساتھ لے کر ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ کو مہم پہنچ گئے۔ ۵ شوال کو تابوت نکالا اور زخمی ہمراہیوں کو ساتھ لے کر یہ قافلہ مہم کو روانہ ہوا۔ راستہ میں ہر بستی کے لوگ جوق در جوق زیارت کو آتے اور ہر جگہ نمازِ جنازہ ادا کی جاتی۔ جب یہ قافلہ مہم پہنچا تو گرد و نواح کے لوگ اور سارا قصبہ امنڈ پڑا۔ قصبہ کے باہر ہی تمام رات نمازِ جنازہ ہوتی رہی۔ ۲ ذیقعد ۱۲۴۰ھ کو آپ مہم میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ بعد میں اس قبر پر شیخ بہاول بخش تحصیلدار اور رئیس باول کانٹی نے سادہ سا مقبرہ بنوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جھجر کے سپہ سالار عبدالصمد خاں نے اس پر استرکاری کرائی۔ آپ کے عرس ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جمادی الاوّل کو ہوتے رہے ان عرسوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں صرف ختمِ قرآن اور نعت خوانی ہوتی۔ قوالی کی بھی اجازت نہ تھی۔

اولاد آپ نے صرف ایک شادی کی جس سے دو فرزند اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ فرزند تو صغرسنی میں وفات پا گئے۔ لڑکیوں کی اولاد چلی۔

خلفاء گو آپ کا نسبی سلسلہ جاری نہیں مگر آپ کا روحانی فیض جاری ہے جن خلفاء کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔

۱۔ مولوی شاہ محمد غوث گنگوہیؒ: شاہ عبدالکریم چشتی کے فرزند تھے جو عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ سے ہادئ ہریانہؒ کے بھتیجے اور داماد شاہ عبدالغنی مہمیؒ نے خرقہ خلافت پایا۔

۲۔ شیخ عظیم الدین مہمیؒ: خاندان سے صرف یہی آپ کے خلیفہ تھے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ جاری نہیں۔ انہوں نے شاہ محمد رمضانؒ کے حالات پر فارسی میں دو کتابیں انیس الاعتقاد اور صراط العرفان لکھیں۔ اول الذکر کا وہ قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے جس کے کاتب خود مصنف ہیں۔

۳۔ میاں جی محمد شاہ ولائتی۔
۴۔ میاں امیر حسین علی
۵۔ قاضی غلام محمد فتح آبادی
۶۔ پیر جی شہاب الدین ساکن جھنجھنو
۷۔ میاں شاہ محمد بودلہ ساکن بنگھڑ
۸۔ حافظ رحمت
۹۔ حافظ مستقیم
۱۰۔ قاضی دیندار نابینا
۱۱۔ حافظ قلندر بخش
۱۲۔ مولوی احمد یار خاں فتح پوری

Marfat.com

۱۳۔ میاں جلال شاہ ۱۴۔ میاں جماعت علی شاہ

۱۵۔ میاں حاجی خدا بخش سکنہ اہروان ضلع حصار

۱۶۔ مولوی خدا بخش ڈسکوی : آپ عسل پور کے رہنے والے تھے۔ سائیں رحمت شاہ کے والد تھے۔ ذات کے راجپوت۔ حافظ قرآن اور عالم باعمل تھے۔

۱۷۔ پیر امیر بخش ؒ۔ موضع بلیالی ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔

۱۸۔ قاری محمد بیگ دہلوی: آپ کے علاوہ حضرت ہادی ہریانہ نے اور کسی کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت نہیں کیا۔

۱۹۔ حافظ محمد ضیاء الدین: مولوی معین الدین نارنولی کے فرزند تھے۔ انہوں نے ہادی ہریانہ کے نظریہ وحدت وجود پر خیالات ایک رسالہ میں جمع کئے ہیں۔

۲۰۔ میاں شاہ پیر محمد:۔ موضع ملتانیاں نواح بھٹنڈا کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر ہی میں موضع شیر خاں والا علاقہ پٹیالہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سائیں رحمت شاہ ڈسکوی اور فتح محمد نابینا ایسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔

۲۱۔ میاں معصوم علی : نارنول علاقہ پٹیالہ میں مادر زاد عریاں پھرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ہادی ہریانہؒ وہاں تشریف لے گئے تو اسی حال میں سامنے آ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "جا کپڑے پہن۔ ننگا مت پھر"۔ اسی وقت حالت جذب سے ہوش میں آ گئے۔ انہوں نے عمر بھر انگریزوں کے ملازمین اور متوسلین کے ہاں کھانا نہیں کھایا۔

۲۲۔ میر حیدر علی نارنولی۔

۲۳۔ میاں عبد اللہ شاہ درویش : موضع منگالہ کے کاشتکار تھے۔ حضرت ہادی ہریانہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ دہلی میں رہا کرتے تھے۔ ان کے مشہور خلفاء میں میر اشرف علی، میر ہاشم علی دہلوی، حاجی نور محمد کاہنوری اور میاں لال شاہ ریواڑی والے تھے۔

۲۴۔ میاں منور شاہ لاہوری: پہلے ہندو سادھو تھے۔ حضرت ہادی ہریانہؒ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

Marfat.com

شاہ محمد اسماعیل شہید ہانسیؒ

ولادت: سنہ ۱۲۰۰ھ سنہ ۱۷۸۶ء کاہنور ضلع رہتک۔

شہادت: ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۴ھ ۱۲ فروری سنہ ۱۸۵۸ء جیل خانہ حصار

آپ ہادئی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے چھوٹے بھائی اور شاہ عبد العظیم بن شاہ عبد الحکیمؒ کے فرزند تھے۔ راجپوتوں کے مشہور قصبہ کاہنور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والدین اپنے وطن مہم سے اکثر جاتے رہتے تھے۔ وہیں ایک راجپوت خاتون کا دودھ پیا جسے آپ کی اولاد اب تک تعظیم کے ساتھ دادی جھونہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ فضلائے روزگار میں سے تھے۔ فن موسیقی پر ایک رسالہ لکھا جس کے صرف چار صفحے ہمارے پاس رہ گئے ہیں۔ علم طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اس فن میں آپ کا مصنفہ یا نقل کردہ سولہ صفحے کا ایک رسالہ ہمارے پاس ہے۔ شعر کا بھی اچھا ذوق تھا۔ ہمارے پاس آپ کے تصنیف کردہ یا نقل کردہ بیس رسائل ہیں جن میں رسالہ ریاض الادویہ (تصنیف عہد ہمایونی) شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) کے رسائل طریق الہدیٰ اور اظہار اخفا، شاہ شرف الدین یحییٰ منیری کا رسالہ فنا، حضرت ابوسعید بن فضل اللہ احمد المحمد الحسینی کے رسائل ہدایت الطالبین اور ارشاد السالکین اور مولانا عضد الدین کا رسالہ فضل المتاخرین قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تین بیاضیں بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ایک میں دعائیں، عملیات اور کتاب آئینۂ احمدی ہے۔ دوسری میں غزلیں اور نظمیں اور تیسری میں اپنے سفر لکھنؤ و الہ آباد سنہ ۱۲۳۷ھ کے حالات ہیں۔ اس بیاض کا نام آپ نے خود بیاض حاصل السفر رکھا ہے اور اس پر پشت پہلو مہر ''عظیم شد بعطائے حکیم اسمٰعیلؒ'' لگی ہوئی ہے۔ آپ کی ایک بیاض مصلح الدین صاحب (۱۵۳ ا) کے پاس ہے۔ اس بیاض میں دعائیں، عملیات، سفر الہ آباد کے حالات، صوفیا کے بعض اقوال حضرت شاہ محمد افضل الہ آبادیؒ کی کہی ہوئی ایک طویل تضمین، حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۲) کے اس تعزیت نامہ کی نقل جو انہوں نے محمد محفوظ خاں بہادر (۲۷ ب) کی شہادت پر ان کے فرزند کو بھیجا ہے۔

آپ ایک عالم باعمل تھے۔ والد مجذوب تھے۔ بڑے بھائی حضرت ہادئی ہریانہ سال میں گیارہ مہینے گھر سے باہر رہتے تھے۔ چنانچہ ہوش سنبھالتے ہی گھر اور جاگیر کا انتظام در و بست آپ

Marfat.com

کے کاندھوں پر آپڑا۔ نواب عبدالصمد خاں والئ دوجانہ نے جو جاگیر ۱۸۰۶ء آپ کے والد محترم کو نذر کی تھی۔ اس کی دیکھ بھال بھی آپ ہی کرتے۔ کمپنی کے ابتدائی دورِ حکومت میں اس جاگیر کی تصدیق و توثیق بھی آپ ہی کی مساعی سے ہوئی۔ حضرت قطب جمال ہانسویؒ کی خانقاہ کے میدان میں جو عمارت حضرت ہادئ ہریانہؒ کی ترغیب و تحریض سے بنی اس کی تعمیر آپ کی نگرانی میں ہوئی۔ ہادئ ہریانہؒ کی نعش مبارک آپ ہی نیمچ چھاونی سے لائے اور آپ کے اہتمام میں ہی خانقاہ تعمیر ہوئی مگر آپ نے اپنی زندگی میں اس خانقاہ کو تکیہ نہیں بننے دیا۔ حتیٰ کہ یہاں قوالی کی بھی اجازت نہ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہ شریف کے معاملات ہمیشہ شرک و بدعت سے پاک رہے۔

جب ہادئ ہریانہؒ سے ناراض ہو کر ریذیڈنٹ علاقۂ دہلی ولیم فریزر نے آپ کی جاگیر ضبط کر لی تو شاہ محمد اسمٰعیلؒ کو والئ ٹونک نے اپنے ہاں بلا لیا۔ جب تک آپ ٹونک میں رہے آپ کو سات روپے یومیہ ملتے رہے اور جب وہاں سے ہانسی تشریف لے آئے تو تاحینِ حیات آپ کو ریاست سے تین روپے یومیہ ملتے رہے اس زمانہ میں روپے کی قوتِ خرید آج سے کم و بیش بیس گنا تھی۔

آپ کا قد میانہ تھا۔ گندم گوں گول چہرہ۔ اکثر انگرکھا (انگرکھا) پہنتے، دستار باندھتے۔ پاجامہ غرارے دار پہنتے اور نری کی پاپوش استعمال فرماتے۔

آپ نے بہت سے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر راہِ سلوک طے کی۔ تین ماہ کے لئے الٰہ آباد میں شاہ محمد فاخر ابن شاہ خوب اللہ کے خانوادہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (رباب ۳) کے تھے۔ جن کا سلسلہ چشتیہ قادریہ آپ سے بھی جاری ہوا ہمیں آپ کے صرف چار خلفاء کے نام معلوم ہو سکے ہیں: آپ کے فرزند مولوی سیف الرحمٰنؒ شہید جنگِ آزادی، حافظ سراج الدینؒ، حافظ لکھا ساکن موضع باہمن والا ضلع حصار اور حضرت راج شاہؒ۔ ان میں سے آخر الذکر بزرگ کے حالات پر ایک کتاب ملت راجشاہی طبع ہو چکی ہے۔ ان کا مدفن سوندھ شریف ڈاک خانہ تاوڑو تحصیل نوح ضلع گوڑگاؤں میں ہے صوفیائے میوات میں ان سے زیادہ محترم شخصیت کا ہمیں علم نہیں۔ یہ بزرگ میواتی تھے۔ اور ان کا شجرۂ نسب یہ ہے: راج خاں ولد سمیع خاں ولد عظمت خان ولد روپ چند ولد شمو ولد تتا ولد پہاڑ۔

Marfat.com

جنگ آزادی کے وقت آپ کی قمری حساب سے چوہتر سال عمر تھی۔ رہتک ضلع پر انگریزی اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ سرفروشوں کا ایک دستہ پندرہ سو افراد پر مشتمل دہلی سے ہانسی جا رہا تھا۔ راستہ میں مہم میں ٹھہر گیا۔ یہاں اس دستہ کے سردار نے ایک ہندو بقال مسمیٰ بابر اور اس کے کچھ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ لوگ جنگ آزادی کی مساعی میں رکاوٹ ڈال رہے تھے۔ بابر بقال کے رشتہدار اور تحصیلدار مہم کا باپ بزرگ شہر حضرت شاہ محمد اسمٰعیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پاؤں پکڑ کر التجا کی کہ ان کی مدد کی جائے۔ اپنے ہم وطنوں کی ہمدردی میں آپ نے سفارش کی اور بابر بقال اور دوسرے رہا کر دیئے گئے

جنگ آزادی ناکام ہوئی۔ انگریزی فوج غالباً سکنرز ہارس (بعد کی فسٹ بنگال لانسرز) بھوانی سے مہم کی طرف آ رہی تھی۔ ابھی مہم سے تین میل کے فاصلے پر موضع سیسر پہنچی تھی کہ تحصیلدار مہم، بابر بقال اور بعض نمبرداروں نے اس کا استقبال کیا اور آفیسر کمانڈنگ کے کان بھرے کہ مہم میں شاہ محمد اسمٰعیل اور ان کا خاندان ”شر و فساد“ کا بانی تھا۔ چنانچہ آفیسر کمانڈنگ نے عبدو خاں اور شہاب خاں نمبرداروں کو حضرت شاہ محمد اسمٰعیل کو لینے کے لئے بھیجا۔ آپ اپنے فرزند مولوی سیف الرحمٰن کو لے کر موضع سیسر پہنچ گئے۔ جہاں دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کو حصار اور آپ کے فرزند کو رہتک بھیج دیا گیا۔ آپ کی جائداد ضبط کر لی گئی اور گھر کا تمام اسباب نیلام کر دیا۔

جنگ آزادی کے تینتالیس سال بعد آپ کے نامور فاضل پوتے خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف ایم-اے دبائی نے اپنی نظم ”موتیوں کا ہار“ میں ضمنی طور پہ اس گرفتاری کا حال لکھا ہے۔

اس کو گزرے تین اور چالیس سال	حق نے بھیجا ہند پر اپنا وبال
ہو گئی کچھ بدگمانی دل نشیں	کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں
ایک لشکر یا کہوں قہر خدا	ایک چھوٹے شہر سے ہو کر گیا
لوگ واں کے دیکھ یہ ڈرنے لگے	جستجو ہمدرد کی کرنے لگے
اک ولی حق کا تھا اس جا قیام	قطب وقت اور عہد کا اپنے امام
پاس اس کے آئے وہ سب ڈھونڈتے	التجا کی تا شفاعت وہ کرے

لہ قصبہ مہم ٹہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل

Marfat.com

رحم آیا ان کو ان کے حال پر — ہو لیا وہ ساتھ ان کے بے خطر
فوج سے کرکے سفارش بر ملا — شہر اپنا لوٹ سے بچوا لیا
کچھ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا — دور دورہ مخبروں کا ہو گیا
ہر جگہ پر ہو گیا شر و فساد — خوب نکلے سب کے پھر ذاتی عناد
عقل چل دی حاکموں کو کر سلام — سر چڑھا ان کے جنونِ انتقام
دعوئ تہذیب سب نکلا دروغ — عقل کو غصے کے آگے کیا فروغ
عقل اور تہذیب جب جاتی رہے — آدمیت پھر کہاں باقی رہے
حاکموں کی ہو گئیں عقلیں خفیف — بے گناہ مارے گئے لاکھوں شریف
ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا — مار ڈالے پہ نہ دل ٹھنڈا ہوا
ایسے نازک وقت میں وہ باصفا — حاسدوں کی سعی سے پکڑا گیا
باغِ عرفاں کا گلِ صد برگ تر — دشمنوں کو خار آتا تھا نظر
مولویوں نے یہ خبر حاکم کو دی — سازش اس کی باغیوں کے ساتھ تھی
باغیوں کے ورنہ کیوں جاتا وہ پاس — اور ان کو کیا پڑا تھا اس کا پاس
یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا — کیوں گیا تھا کام اس نے کیا کیا
تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی — لگ رہی تھی ملک میں اک آگ سی
تھی یہی کافی انہیں بس اک دلیل — ہے یہ موقع ہوں بڑے سارے ذلیل
جن کے ہو کہنے میں اک خلقِ خدا — مصلحت رکھنا نہیں ان کا بجا
ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند — خود پسندوں کو نہیں آتا پسند
اعتراض ان پر ہے اب کرنا فضول — ہوں یہی شاید حکومت کے اصول
بے گناہ تھا شوقِ حق ہیں تر زباں — مثنوی کا شعر یہ تھا بر زباں

دشمنِ طاؤس آمد پرِ او
اے بسا شہ را بکشتہ فرِ او

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل کے ایک اور پوتے مولوی عبدالشکور روضۃ الرضوان میں لکھتے ہیں:

سرکارِ انگریزی نے آپ کو صدر ضلع حصار میں نظر بند کر دیا...... پنجشنبہ کا دن تھا تو آپ نے حسبِ معمول دودھ چاول پر فاتحہ دلائی۔ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے گئے اگلا

Marfat.com

دن جمعہ کا تھا۔ جمادی الآخر کی ۲۸ر تاریخ ۱۲۷۴ھ اور صبح کا وقت تھا کہ آپ ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور اسی روز اسی ابتلا میں جانِ شیریں جان آفریں کے حوالے کی۔" (ص ۴۳)

آپ کے ایک اور پوتے خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی (راب ۶) نے آپ کی منقبت میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کے ستائیس شعروں میں سے پانچ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ قصیدہ گلبانگِ سخن میں شائع ہو چکا ہے۔

خدیو خطۂ عرفان و کت خدائی کمال — خدائیگانِ طریقت محمد اسمٰعیل
شہے کہ نقش نگینش بود بنجاتم او — "عظیم شد ز عطائے حکیم اسمٰعیل"
شہید تیغ رضا آنکہ فی سبیل اللہ — نمود از سر تسلیم خون خویش سبیل
چہ باک نعش ترا بعد مرگ از آتش — کہ ہست آتشِ نمرود گلستانِ خلیل
زمانہ بیں کہ چہ با روزگار بابر کرد
نہ برد جاں بسلامت ز روزگار مجیل

دوسرے شعر کا مصرعہ ثانی آپ کی مہر کا سجع تھا۔ چوتھے شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جنونِ انتقام میں انگریزوں نے چاہا کہ آپ کی نعش غائب کر دی جائے تاکہ آپ کے معتقدین اسے دیکھ کر اور زیادہ مشتعل نہ ہو جائیں۔ بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ دہکائی گئی اور آپ کی نعش کو اس میں ڈال دیا مگر آگ نے بھی اس شہید ملت رحمۃ اللہ علیہ کی نعش پر اثر نہ کیا۔ آخری شعر میں بابر سے مراد وہ بنیا ہے جس نے آپ کے خلاف مخبری کی تھی۔ اس بنئے کو چھ سو اٹھارہ بگھہ دو ۵/۴ (۲۷۰ ایکڑ) اراضی تین پشت کی معافی پر ملی۔ سترہ سال بعد ۲۹ اپریل ۱۸۷۵ء کو بابر ولد تپر چند کو آپ کے کسی عقیدت مند نے قتل کر دیا۔ پولیس کو قاتل کا سراغ نہیں ملا۔

آپ کی شہادت سے متعلق تمام روایات اور تحریری مواد دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ محبسِ حصار میں آپ کو پھانسی دی گئی۔ مگر آپ کی ہر دلعزیزی کے پیشِ نظر یہ مشہور کر دیا کہ آپ نے دودھ اور چاول کھائے جس سے آپ کو ہیضہ ہو گیا اور آپ جیل میں وفات پا گئے۔

نسیم احمد امروہی نے روزنامہ الجمعیت دہلی کی ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں آپ کے فرزند مولوی محمد یحییٰ کی بیاض سے آپ کا قطعۂ تاریخ شہادت نقل کیا ہے۔ یہ قطعہ مہتاب خاں ساکن کرکوٹی علاقہ کشن گنج راجپوتانہ کا کہا ہوا ہے۔

جناب شاہ اسمٰعیل بھی — وہ تھے مقبول اور اللہ کے پیارے

Marfat.com

اذیت اور سختی بہت دیکھی سوا اسلام کے کچھ نہ پکارے
کیا اسلام پر جی کو فدا ان پکڑ کرے گئے تھے جب نصارے
کہی ماہتاب نے تاریخ رحلت
شہید ہو جنت اعلیٰ میں سدھارے

آپ کی اولاد نرینہ میں سے شاہ عبدالغنی، شاہ عبدالسمیع، ابوالحسن مولوی سیف الرحمٰن شہید مولوی محمد یعقوب، پیر محمد شاہ غوث اور شاہ محمد یونس کا سلسلۂ اولاد جاری ہے (نمبر ۲۵ تا ۲۸ اب) ایک فرزند مولوی محمد یحییٰ کے اولاد ہوئی مگر اب اولادِ نرینہ کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی اولاد میں سے اس وقت وہ بیاسی افراد حیات ہیں اور سب پاکستان میں ہیں۔ آپ کو آپ کے ہم نام مجاہد شاہ محمد اسمٰعیل شہید بالاکوٹ سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ کی قبر حصار میں تھی بعد میں جب وہاں ریلوے سٹیشن بنا تو مال گدام بناتے وقت اسے ہموار کر دیا۔

شاہ عبدالغنی مہمیؒ

ولادت: ۲ محرم ۱۲۲۸ھ ۳۰ جنوری ۱۸۱۳ء مہم

وفات: ۲۶ رجب ۱۳۰۸ھ ۷ مارچ ۱۸۹۱ء دوجانہ

مرقد: خانقاہ مہم ضلع رہتک۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہید مہمی کے سات بیٹوں میں سے سب سے بڑے شاہ عبدالغنی تھے مادہ تاریخ تولد ذوالفقار علی ہے۔ شاہ محمد غوث گنگوہی، سیّد محمد نبیرہ حضرت حفیظ اللہ کھاٹوی، پیر جی رمضان علی تبتلی اور جانشین شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی پانی پتی، مولانا محی الدین مدراسی، جناب زید از اولاد مصنف حزب البحر، شاہ محمد اسحاق نبیرہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے فیض حاصل کیا۔ شاہ احمد سعید دہلوی نقشبندی مجددی سجادہ نشین شاہ غلام علی، مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی، حضرت اللہ بخش تونسوی سجادہ نشین شاہ سلیمان تونسویؒ سے آپ کے تعلقات نہایت مخلصانہ تھے۔

صوفیا کے حالات پر جو تذکرے اب تک لکھے گئے ہیں ان میں ایک عام قاری کے لئے سب سے دلچسپ اور ہلکے پھلکے انداز میں لکھی ہوئی کتاب تذکرہ غوثیہ ہے۔ یہ حضرت غوث علی پانی پتیؒ کے حالات میں ہے۔ شاہ عبدالغنیؒ سے عمر میں بڑے تھے۔ پہلی ملاقات ہوئی تو بڑے ہونے کے باوجود شاہ عبدالغنی کے پیروں کو ہاتھ لگایا اور حج کے موقع پر خانہ کعبہ میں اپنا جبہ عنایت فرمایا۔

Marfat.com

شاہ عبدالغنی بھی حضرت شاہ محمد غوث گنگوہیؒ (ہادی ہریانہ کے خلیفہ) بن شاہ عبدالکریم چشتیؒ (از ابنائے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ) کے خلیفہ مجاز تھے اور انہی کے توسط سے حضرت ہادیٔ ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ہذا) کے سجادہ نشین کہلائے۔ ہمارے پاس شاہ عبدالغنی کے قلم سے اس اجازت نامہ کی نقل موجود ہے جو حضرت گنگوہیؒ نے شاہ عبدالغنی کو دیا۔

آپ زہد و اتقاء، صبر و شکر، حلم و میانہ روی، علم و فضیلت جیسے اخلاق درویشانہ کے حامل تھے۔ جے پور، جاورہ، دوجانہ اور فرخ نگر کے والی آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ ذاتی جائداد بھی تھی مگر مالی حالت ویسی ہی متوسط تھی جیسے خاندان کے اور کنبوں کی۔ علاقہ مالوہ کی بستی کھاچروں کی ایک کسبی نے دوسو روپے اور ایک منجھولی پیش کی کہ مرید کرلیں۔ آپ نے انہیں لینے سے انکار کر دیا اور مرید کرنے کے لئے شرط لگادی کہ پہلے پیشے سے تائب ہوجائے۔ ایک روز ہانسی میں مرزا ولی بیگ رئیس نے نذر گزاری۔ یہ رئیس تمام ہندوانہ رسوم کے ساتھ ہولی بھی منایا کرتا تھا۔ آپ نے بھری محفل میں یہ نذر قبول کرنے سے انکار کر دیا اور رئیس ہانسی تائب ہوگیا۔

آپ کے تعمیری کاموں میں اہم کے مدرسہ رمضانیہ کا قیام تھا۔ جس کی تاریخ تاسیس آپ کے بھتیجے خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد نے کہی جو ہم گلبانگ سخن سے یہاں نقل کرتے ہیں:

شیخ آفاق مرشدِ کامل ‏ ‏ ‏ شبلیٔ وقت مردِ حق آگاہ
پیر دانا بہ سرِّ آگاہی ‏ ‏ ‏ معرفت دستگاہ شرع پناہ
شاہ عبدالغنی جہانِ کمال ‏ ‏ ‏ زیبِ سجادگیٔ رمضان شاہؒ
چوں پے فیض عام مدرسۂ ‏ ‏ ‏ کرد تعمیر حسبۃً للّٰہ
بہر ترقیم سال تعمیرش ‏ ‏ ‏ دل من بود و دیدہ چشم براہ
از دلِ علم و از کمال عمل
چشمۂ فیض شد رقم ناگاہ

۱۲۳۸ + ۳۰ + ۳۰ = ۱۲۹۸ھ

آپ کے خلفاء جن سے فیض جاری ہوا یہ ہیں:

۱۔ حافظ جان محمد بھی راجپوت ‏ ‏ ‏ ۲۔ سید اکبر علی دہلوی
۳۔ میاں مراد شاہ ‏ ‏ ‏ ۴۔ میاں ہوشناک راجپوت سکنہ اکان والی ضلع حصار

Marfat.com

۵۔ مولوی حافظ محمد مستقیم فاضل دیوبند سکنہ اہروان ضلع حصار۔

۶۔ میاں حاجی ابراہیم ہانسوی مہاجر مکی۔

۷۔۸۔ دو بھائی حکیم عین الدین اور مولوی غلام کبریا سکنہ موضع لاہلی ضلع حصار

۹۔ الحاج فضل علی صدیقی الہمی ابن نذر علی: آپ سلسلہ کبریہ سے تھے سلسلہ اولاد آگے نہ چلا۔

۱۰۔۱۱۔ مولوی سلام الدین و مولوی سعید الدین فرزندان شاہ عبد السمیع صدیقی الہمیؒ۔

۱۲۔۱۳۔ آپ کے فرزندان پیر تاج الدین و پیر وزیر الدین جن میں سے آخر الذکر آپ کے جانشین بھی تھے۔

انتقال دوجانہ میں ہوا۔ اپنے خسر اور تایا حضرت ہادی ہریانہؒ کی خانقاہ واقع مہم میں دفن ہوئے۔ رشید الرحمٰن صاحب (ایم اے) نے تاریخ وفات لکھی:

شمع بزم معرفت حضرت شہ عبد الغنی — رُو نہادہ از قضائے ایزدی سوئے عدم

روشنی نور عرفاں گشت پنہا از نظر — خاک بر سر ریخت ہر اہل ارادت از الم

زانکہ پرسید ند ہر یک سال نقل از رشید

او پئے تفہیم گفتہ بلبل باغ ارم

۱۳۰۸ھ

آپ کی شادی حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی دختر سے ہوئی۔ پانچ فرزند ہوئے: محمد سلیمان، محمد شاہ، عبد الشکور، تاج الدین اور وزیر الدین۔ ان میں سے آخری دو کی اولادِ نرینہ کا سلسلہ جاری ہے دنمبر ۵ ۱۲ تا ۱۴) تیسرے فرزند الحاج مولوی عبد الشکور (۱۸۴۴ء ۱۹۱۵ء) کے سوانح ان کے خلیفہ سید عطاء الحق نے تفریح القلوب کے نام سے دہلی سے طبع کرائے۔ انہوں نے جوانی میں والد کے ساتھ حج کا فریضہ ادا کیا۔ مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی، مفتی عنایت اللہ کاکوروی، مولانا لطف اللہ اور مولوی فیض الحسن سہارنپوری آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ اولاد نرینہ سے محروم رہے مگر آپ کی دختر عائشہ بیگم صاحبہ والدہ پیرزادہ ابراہیم حنیف (دہابڑ) نے حالات خواتین نامی کتاب لکھ کر بہت سے مردوں سے زیادہ کام کر دکھایا۔ مولوی عبد الشکور نے ایک اور مفید یادگار "روضۃ الرضوان موسوم بہ تذکرۃ الرضوانؒ" چھوڑی ہے۔ یہ کتاب آپ کی تالیف ہے۔ مگر اس کی تہذیب و ترتیب و اشاعت آپ کے خلیفہ سید عطاء الحق مدرس علوم شرقیہ اینگلو عربک ہائی سکول دہلی کے ہاتھوں میں ہوئی۔ یہ کتاب مولوی صاحب کے انتقال کے وقت زیرِ طبع تھی۔ اور دو ماہ

Marfat.com

بعد دہلی سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو ہم اس باب کو اس تفصیل کے ساتھ نہ لکھتے۔ اور نہ ہی ہمیں شاہ کمال اللہ اور شاہ لطف اللہؒ کے ان حالات کا علم ہو سکتا جو ہم گذشتہ باب میں لکھ آئے ہیں۔ ہم مولوی صاحب کو اس اعتبار سے خاندان کے محسنین میں سے سمجھتے ہیں۔ روضۃ الرضوان میں ایک نامکمل شجرۂ نسب بھی شائع ہوا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ہم عصروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس کتاب میں جو شجرہ شائع کیا ہے اس میں اپنے دادا کی اولاد میں سے ان حضرات کا نام اڑا دیا جن سے آپ ناخوش تھے۔ بے شک یہ ایک بڑی فروگذاشت ہے مگر یہ سہو سید عطاء الحق کی ناواقفیت کی بنا پر ہوا۔ مولوی صاحب نے جو مسودہ سید صاحب کو بھیجا تھا اس میں کوئی شجرہ نسب نہ تھا۔ یہ مسودہ ہمارے پاس ہے۔ مولوی صاحب کے مرض الموت کے زمانہ میں یا انتقال کے بعد سید عطاء الحق کو خیال پیدا ہوا کہ شجرہ بھی شامل کر دیا جائے۔ تعجب یہ ہے کہ اس شجرے میں پیرزادہ ابراہیم حنیف کے والد (مولوی صاحب کے دادا اور بھتیجے) کا نام بھی نہیں۔

باب ۶

بعض اکابرین

اس باب میں ہم زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کی اولاد میں سے ان مشاہیر کا ذکر کریں گے جنہوں نے ہندوستان گیر شہرت حاصل کی اور برطانوی عہدِ حکومت میں فوت ہوئے۔ کتاب کی ترتیب ایسی ہے کہ پیرزادہ ابراہیم حنیف کا حال ہم باب ۸ میں نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ لاولد فوت ہوئے لہٰذا ان کا ذکر بھی اسی باب میں ہوگا بعض اور مشاہیر اس باب میں جگہ پانے کے مستحق تھے مگر افسوس ہے کہ اپنی انتہائی کوشش کے باوجود ہم ان کے مستند حالات جمع نہ کر سکے۔

طوطیٔ دکن الحاج حافظ مولوی نظام الدین

ولادت: صفر ۱۲۷۴ھ اکتوبر ۱۸۵۷ء جھجر (اب ضلع رہتک میں)

وفات: ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ۴ اکتوبر ۱۹۲۶ء حیدر آباد دکن

قاضی محمد سعید ابن شیخ عبد الصمد کا ذکر باب ۲ میں آچکا ہے۔ ان کے چھوٹے بھائی شیخ محمد رفیق تھے۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۰۰ھ ۲۳ جنوری ۱۶۸۹ء کی ایک تحریر پر آپ کے دستخط "محمد رفیق ولد عبد الصمد بخطہٖ" ہیں۔ یہ تحریر ہمارے پاس ہے۔ ایک جدید شجرے میں انہیں قاضی لکھا ہے۔ غالباً یہ اللباس تو شام ضلع حصار کے قاضی کی ایک مہر "قاضی رفیق نعمانی خادم شرع شریف محمد ۱۱۲۲" سے ہوا ہے جوان کے ہم عصر تھے۔ شیخ محمد رفیق کے چار فرزندوں میں سے صرف شیخ عبد الرحمٰن کا سلسلہ اولاد جاری رہا۔ شیخ عبد الرحمان کی مہر "شیخ عبد الرحمٰن ۲۵ رجب ۱۱۴۲ھ ۲ فروری ۱۷۳۰ء" کی ایک

Marfat.com

تحریر پر محفوظ ہے۔ آپ کے اکلوتے فرزند عبدالمومن اور ان کے فرزند عبدالمہیمن تھے۔ شیخ عبدالمہیمن کی زرعی زمین کی تفصیل ہمارے پاس محفوظ ہے یہ سترہ سے زیادہ قطعات پر مشتمل تھی[۱]۔ ۵ شعبان ۱۱۷۱ھ کی ایک تحریر پر آپ کے دستخط "عبدالمہیمن ولد عبدالمومن بخطہ" موجود ہیں۔

شیخ عبدالمہیمن کے دو فرزند تھے: شیخ عبدالصمد اور شیخ فیض الدین۔ دونوں نقل مکان کر کے جھجر جا بسے[۲]۔ پروفیسر علاؤالدین شمس صدیقی (نمبر ۲) کی روایت ہے کہ نواب فیض محمد خاں والی جھجر (۱۸۱۱ - ۱۸۳۵) نے مولوی عبدالمہیمن سے درخواست کی کہ ریاست جھجر کے لئے دہلی سے کوئی مفتی بھیجا جائے۔ آپ نے اپنے فرزند شیخ عبدالصمد کو اس خدمت کے لئے جھجر بھیج دیا۔ چنانچہ آپ وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ اسی ماخذ سے ہمیں معلوم ہوا کہ مفتی عبدالصمد اور نواب عبدالرحمٰن آخری والئ جھجر کو دہلی میں فوارے کے نزدیک ۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں پھانسی دی۔

مفتی عبدالصمد شہیدؒ کے فرزند شیخ صدرالدین متوفی ۱۸۶۵ء انگریزی فوج میں رسالدار میجر تھے۔ آپ کی مہر "شیخ صدرالدین ولد عبدالصمد ۱۲۴۰" کنزالآثار میں ایک خط اور ایک رہن نامہ پر ثبت ہے۔ یہ خط شیخ صدرالدین نے قاضی محمد حسن (باب ۲) کو لکھا تھا کہ رقم بھیج دی جائے۔ رہن نامہ ۵ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ ۲۲ اگست ۱۸۳۳ء کا تحریر کیا ہوا ہے اور بحق قاضی غلام حسن (عرف قاضی محمد حسن باب ۲) ہے۔

شیخ صدرالدین کے بڑے فرزند شمس الدین انگریزی فوج میں حوالدار تھے۔ یہ نہایت خوبصورت اور قدآور نوجوان تھے۔ چھاؤنی بڈھ کھیڑہ علاقہ ہوتی مردان میں کسی نے آپ کو ۱۸۵۹ء میں زہر دے دیا جس سے وفات پائی۔

شیخ شمس الدین کے نامور فرزند حافظ مولوی نظام الدین تھے۔ تین سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ نو سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور رمضان شریف میں محراب سنائی۔ اسی

---

[۱] تحریر رجب ۱۱۷۰ھ ۱۷۵۷ء "۲۵ بیگھہ خام + ۸ بیگھہ + ایک قطعہ + ۵ بیگھہ خام + ۹ بیگھہ + چار قطعے + چھ بیگھہ + سات بیگھہ خام + نو بیگھہ + ایک قطعہ + ایک قطعہ + ۹ بیگھہ خام + ۱۸ بیگھہ + ۳/۴ بیگھہ + ..."

[۲] پیرزادہ ابراہیم حنیف معرف الانساب میں شیخ عبدالصمد کے بارے میں لکھتے ہیں "شیخ فیض الدین و شیخ عبدالصمد بن شیخ عبدالمہیمن بزمانہ نواب فیض محمد خاں والی از نصبہ مہم بقصبہ جھجر نقل مکان کردند در جھجر مسکن ساختند و اولادش تا ایں حال در آنجا مقیم ہستند بزبانی مولوی نظام الدین"

Marfat.com

سال دادا جان انتقال کر گئے۔ پندرہ سال کے تھے کہ چچا نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اب یہ قطعی بے آسرا ہو گئے۔ رفتہ رفتہ تمام زرعی زمین حتیٰ کہ سکنی مکان تک رہن رکھنا پڑا۔ پھر جھجر میں دیہاتی چھٹی رسان ہو گئے۔ جھجر میں خطیب جامع مسجد مولوی عبدالرحیم مرحوم کی بڑی ہی قدر و منزلت تھی جس سے متاثر ہو کر آپ نے بھی حصول علم دین اور تبلیغ کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ حصولِ علم کے لئے آپ پانچ چھ سال دہلی میں رہے۔ یہاں آپ کو میلاد خوانی کا شوق پیدا ہوا۔ علامہ شبلی نعمانی نے آپ کو ندوۃ العلماء کا سفیر منتخب کیا۔ آپ نے کلکتہ کو اپنا مصدر مقام بنایا۔ اس سلسلہ میں مانڈے، البین اور اکیاب بھی گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم بھی آپ کی شیریں بیانی سے متاثر تھے۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم نے مولانا ابوالکلام آزاد کی سوانح عمری شائع کی ہے اس سوانح عمری میں مولوی نظام الدین کا دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔

ستائیس سال کی عمر میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ آپ کے استاد مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی نے دہلی میں ایک تبلیغی جماعت انجمن ہدایت الاسلام کے نام سے بنائی۔ یہ انجمن آریہ سماج کی شدھی کی تحریک کا جواب تھی۔ آپ اس انجمن کے مبلغ کی حیثیت سے برصغیر کے ہر صوبہ اور ہر ضلع میں گئے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ اس انجمن کی سفارت لے کر حیدرآباد دکن گئے اس سفارت کے صدر آپ تھے۔ ان تمام سفراء کا ایک گروپ فوٹو آپ کے فرزند ریاض الدین صاحب (۱۹ نمبر) کے پاس ہے۔ مدرسہ نظامیہ میں جلسہ ہوا۔ حاضرین کی تعداد ایک لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ نظام حیدرآباد بھی سامعین میں سے تھے۔ تقریر سن کر نظام نے آپ کو سوا سو روپے ماہانہ پر حیدرآباد ہی میں رکھ لیا اور اصلاح المسلمین کا کام سپرد کیا۔ اگلے سال آپ جھجر سے بال بچوں کو مستقلاً حیدرآباد دکن لے گئے۔

حیدرآباد میں گھر پر ہی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ صبح کے وقت ایک گھنٹہ درس حدیث دیتے۔ بارہ ربیع الاول، ۲۷ رجب اور شب قدر کے موقعوں پر مکہ مسجد میں آپ کی تقریر سننے کے لئے نظام حیدرآباد بھی آتے۔ مولوی فصیح اللہ حسینی ابن سید محمد بغدادی، مولوی معین الدین حسینی اور مولوی محمد حسن خاں ندوی واعظ کا نپوری آپ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ صوفی مولوی محمد حسین چشتی مرادآبادی کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ حلقہ مریدین خاصا وسیع تھا۔ آپ کا سلسلہ خلفاء کی معرفت جاری رہے۔ آپ کے فرزند اکبر حکیم معین الدین صاحب (۱۸) آپ کے جانشین ہوئے۔ مگر وہ مرید نہیں کرتے۔ سرخ و سپید رنگ تھا۔ جسم بھرا ہوا

Marfat.com

اور قد میانہ تھا، محنت، استقلال، رحم دلی اور خدا ترسی آپ کے خاص اوصاف تھے۔ پیسہ کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ وفات کے وقت صرف تیس روپے پاس تھے جو کفن پر خرچ کرنے کی تاکید کر گئے۔ البتہ ذاتی کتب خانہ گرانقدر تھا۔

آپ کے تین فرزند ہیں۔ حکیم ڈاکٹر معین الدین، ریاض الدین اور پروفیسر علاؤ الدین شمس صاحبان جن کا ذکر باب میں ۱۸ تا ۲۰ نمبروں پر آئے گا۔

خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم اے سی آئی ای

ولادت: ۱۰ محرم ۱۲۷۳ھ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۶ء ہانسی

وفات: ۷ شوال ۱۳۴۶ھ ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء دہلی۔

پیرزادہ محمد حسین عارف کے نامور والد ابو الحسن مولوی سیف الرحمٰن شہید (۱۸۱۹ء-۱۸۵۷ء) ابن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ابن شاہ عبد العظیمؒ ابن شاہ عبد الحکیمؒ ابن شاہ لطف اللہ الملقب بعطا محمد جمال (باب ۵) تھے۔ مولوی سیف الرحمٰن شہیدؒ اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے مگر خود مرید نہ کرتے تھے ہمارے پاس آپ کے بھتیجہ مولوی عبد الشکور (باب ۵) کی ایسی تحریریں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سیف الرحمٰن شہید صاحبِ طریقت تو ضرور تھے مگر اس سے کسی بھی قسم کی مالی منفعت کو قطعی ناجائز سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سجادہ نشینی کو بھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ نہایت ہی زیرک اور ہوشمند صائب الرائے بزرگ تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے صلاح کار تھے۔ والد بزرگوار کی زرعی اراضی کا اس حسن و خوبی سے انتظام کیا کہ قصبہ کے غیر مسلم زمیندار آپ سے حسد کرنے لگے۔

۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی چھڑ گئی۔ مجاہدین کا ایک دستہ دہلی سے ہانسی جاتے وقت ہم سے گزرا۔ مولوی سیف الرحمٰن نے اس دستہ کو اپنی خدمات پیش کر دیں اور آپ اعزازی رسالدار بنا دیئے گئے تھے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے جنگ آزادی میں کیا حصہ لیا مگر اس تحریک کی ناکامی پر آپ کو گرفتار کر کے رہتک لایا گیا۔ اور ۷ ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ ۲۵ نومبر ۱۸۵۷ء کو اس خونی درخت پر پھانسی دی گئی جو اب گورنمنٹ کالج کی حدود میں ہے۔ آپ کا مرقد محلہ قلعہ میں شاہ ولایت کی مسجد سے باہر ہے۔ یکم جمادی الثانی ۱۲۳۴ھ ۲۸ مارچ ۱۸۱۹ء تاریخ پیدائش ہے۔

اپنے والد اور دادا کی شہادت کے وقت پیرزادہ محمد حسین کی عمر چند ماہ تھی۔ پھر مصائب کا

وہ دور شروع ہوا جس کی بھٹی سے نکل کر انسان کندن بن جاتا ہے۔ آپ کے برادر بزرگ حکیم علاؤالدین (۵۰ ب) آپ سے عمر میں بیس سال بڑے تھے۔ حکیم صاحب موصوف نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ چنانچہ اپنی تصنیف موتیوں کا ہار میں لکھتے ہیں:

ہار ڈال اس کے کہ جو ہے مستحق ۔۔۔ وہ، دیا جس نے تجھے پہلا سبق
ہے یہ سب تعلیم کا جس کی اثر ۔۔۔ پرورش کا جس کی ہے یہ سب ثمر
وہ جنید (عالم صوفی) وقت شبلیِ (صوفی) زماں ۔۔۔ اصمعی (ادیب) ہند ارسطوئے (حکیم) جہاں
یعنی وہ اخ مکرم ذو مقام ۔۔۔ ہے علاؤ الدین احمد جس کا نام
اس کے ہیں احسان تجھ پہ بے حساب ۔۔۔ نام سے اس کے مقدس کر کتاب ۔۔۔ مصنفؒ

تعلیم آپ خاندان سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اعلیٰ انگریزی تعلیم پائی۔ ۱۸۷۱ء میں دہلی سے انٹرنس (موجودہ سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ اگزامینیشن) دیا اور تمام پنجاب کے کامیاب امیدواروں میں پانچویں نمبر پر اور مسلمانوں میں سر فہرست کامیاب ہوئے۔ انٹرنس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ ابھی تک پنجاب یونیورسٹی وجود میں نہ آئی تھی۔ ۱۸۷۹ء میں آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ مضامین انگریزی۔ ریاضی اور فلسفہ تھے۔ اسی سال آپ پنجاب کے ہائی پروفی شنسی ان آرٹس کے امتحان میں اول آئے۔ ۱۸۸۱ء میں آنرز ان آرٹس کے امتحان میں آپ پنجاب میں واحد کامیاب امیدوار تھے۔ اس شاندار کامیابی پر آپ کو میر کوٹلہ میکلوڈ میڈل ملنے کے علاوہ میکلوڈ پنجاب عربک فیلو بھی بنا دیا گیا اور آپ اورنٹیل کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔

اورنٹیل کالج لاہور میں آپ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۵ء تک تعلیم دیتے رہے۔ پنجاب یونیورسٹی ۱۸۸۲ء میں قائم ہوئی اور ۱۸۸۳ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فارسی فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔ ۱۸۸۱ء میں آپ اس کالج میں صدر شعبہ اردو تھے۔ ایم اے پاس کرنے کے بعد آپ اس کالج میں ریاضی اور فلسفہ بھی پڑھانے لگے۔ آپ پنجاب کی جماعت قانونی کے رکن اور اخبار انجمن پنجاب کے ایڈیٹر بھی تھے۔ نیز آپ کے سپرد دارالترجمہ تھا۔ یونیورسٹی کالج انگریزی اور عربی سے ادب و سائنس کی کتابوں کا اردو ترجمہ کراتا تھا۔ اس کام کی نگرانی اور طباعت آپ کے ذمہ تھے۔ اس حیثیت سے آپ نے خود بھی متعدد کتابوں کا ترجمہ کیا جن کی تفصیل ذرا بعد میں پیش کی جائے گی۔

ملازمت ۱۸۸۸ء میں ای اے سی کے امتحان میں امتیاز سے کامیابی حاصل کر کے آپ سول سروس

میں آ گئے۔ ۱۸۹۰ء میں ڈسٹرکٹ جج (موجودہ سینیر سب جج) بنا دیئے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں آپ ڈیپوٹیشن پر کشمیر گئے اور وہاں نئے ہائی کورٹ کا اجرا کیا جس کے آپ واحد جج تھے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ ڈویژنل اور اینڈ سیشنز جج بنا کر حصار بھیج دیئے گئے۔ جہاں سے ۱۹۱۲ء میں ریٹائر ہو کر آپ اپنے وطن آ گئے لیکن کچھ مہینے بعد آپ نے دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

تعمیری کام

علمی ذوق، استقلال، قوت عمل آپ کے خاص اوصاف تھے آپ جہاں رہے وہاں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی۔ اپنے وطن جہم میں محلہ کی بڑی مسجد کے سامنے کے حصہ پر نیلی روغنی ٹائلیں لگوائیں۔ ملتان کی عیدگاہ کی تعمیر نو آپ کے اہتمام میں ہوئی۔ اس پر آپ کے نام کا پتھر لگا ہوا ہے۔ کشمیر میں چار سال رہے۔ ذبیحہ گاؤ اور شرح سود پر آپ کے معرکۃ الآراء فیصلوں سے دربار کشمیر ہراساں ہو گیا۔ اب سے ساٹھ برس پہلے کشمیری مسلمان کی جو دردناک حالت تھی اس کا نقشہ آپ نے اپنی نظم آئینہ کشمیر میں اس طرح کھینچا ہے۔

اگرچہ ہر جگہ افلاس کا غلبہ ہے خطہ میں — مسلمانوں کا لیکن حال یاں بالکل برا دیکھا
نہ ان میں علم اور دولت نہ عزت اور حکومت ہے — تجارت کے اصولوں سے انہیں ناآشنا دیکھا
اگر حرفت سے آدھا پیٹ بھر لیتے ہیں چندان میں — تو اس پر بھی حریفوں کا دہان آزوا دیکھا
نہ ہے دربار میں انکی رسائی اور نہ لشکر میں — نگہ ہاں کفش بردار دں میں اک دو کو کھڑا دیکھا
دفاتر اور مدارس اور عدالت میں ہیں وہ عنقا — ہوا کیا پانچ دس کے جو گلے میں پڑ تلا دیکھا
قصور ان کا ہے خود کچھ اور کچھ ہے دوسرں کا بھی — بیاں کرنا تفصیل اس کو میں نے ناروا دیکھا
علاج اس ذلت و افلاس کا پوچھو اگر مجھ سے — تو چلتا نسخہ اس کے واسطے تعلیم کا دیکھا
اگر ہو اتفاق اس کثرتِ تعداد کے ہمراہ — تو یہ جانوں کہ تم نے کام سب اپنا بنا دیکھا
فقط ہے اتفاق اور کوشش کی کمی ورنہ — ذہانت میں نہ میں نے کوئی تم سا دوسرا دیکھا
تمہارے بھائی بھی پنجاب کے دینگے مدد تم کو — کہ ایسے وقت میں کب بھائی کو دیتے دغا دیکھا

یہ طویل نظم ۱۹۰۷ء میں کہی تھی جب آپ کشمیر ہائی کورٹ کے واحد جج تھے۔ ایسے ذمہ دار عہدے پر ہوتے ہوئے ایک انسان ایک خوابیدہ قوم کو بیدار کرنے کے لئے اور کیا کہہ سکتا ہے۔ یہ نظم اس وقت کے ہر ایک پڑھے لکھے کشمیری مسلمان کی زبان پر تھی۔ بلکہ مسلمانوں سے متعلق حصے کو چھوڑتے ہوئے باقی نظم ہندو کشمیریوں کو بھی یاد تھی۔ اس نظم کے مندرجہ بالا اشعار حذف کر کے اسے انڈین بک ایجنسی نے سناتن دھرم پریس امرت سر سے شائع کرایا جس کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ ہم نے کشمیر

Marfat.com

کے بعض سربرآوردہ معمر حضرات کو یہ کہتے سنا کہ کشمیریوں کی موجودہ بیداری کی بنیاد پیرزادہ صاحب نے رکھی۔ آپ نے کشمیر کے محکمۂ انصاف میں کئی مسلمانوں کو ملازم رکھا۔ آپ سے پہلے وہاں اس محکمہ میں صرف دو چار مسلمان چپڑاسی تھے۔ ہمارے محترم دوست قائد کشمیر چودھری غلام عباس کے والد کو بھی پیرزادہ صاحب نے اہلمد رکھا تھا۔ چودھری صاحب موصوف نے اس بارے میں راقم الحروف کے نام جو خط لکھا اسے پورا نقل کیا جاتا ہے۔

مکتوب گرامی قائد کشمیر چودھری غلام عباس صاحب

۴۰- میورد روڈ راولپنڈی

۲۴ مئی ۱۹۶۳ء

محترمی صدیقی صاحب۔ سلام مسنون

معافی چاہتا ہوں۔ کچھ عرصہ سے مسلسل علالت کی وجہ سے آپ کے خط کا جواب جلد ارسال نہ کر سکا۔

پیرزادہ صاحب مرحوم کے متعلق، جیسا کہ میں نے زبانی عرض کیا تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ وہ ریاست سے مراجعت کے وقت والد مرحوم کو زریں مرغوں کے دو جوڑے دے گئے تھے غالباً اس کے علاوہ اور بھی چیزیں تھیں۔ میری عمر اس وقت ۴-۳ سال سے زائد نہ ہوگی۔ اس لئے پیرزادہ صاحب کے متعلق میری یادداشت کے نقوش دھندلے سے ہیں۔

ہوش سنبھالنے پر والد صاحب ان کے متعلق اکثر باتیں کیا کرتے تھے اور جب میں کالج میں داخل ہوا تو ان کے ضمن میں اکثر و بیشتر باتوں کا مجھے براہ راست علم ہوا۔

پیرزادہ صاحب مرحوم اس وقت ریاست کشمیر میں پہلے مسلمان جج ہائی کورٹ مقرر ہوئے تھے۔ وہ زمانہ سیاسی یا قومی احساس کا بالکل نہ تھا۔ اس لئے کہ مسلمان اقتصادی اور تعلیمی مجبوری سے دبے ہوئے تھے اور ہندو مہاراجے اور حکومت غالباً غیر ارادی طور سے متعصب تھی۔ پیرزادہ صاحب پہلے مسلمان نڈر افسر تھے جنہوں نے مسلمانوں کی پس ماندگی کو شدت سے محسوس کیا اور اپنے زمانہ ملازمت تک اپنی بساط سے بڑھ کر ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں ان کی اعلانیہ حوصلہ افزائی کی۔ اس زمانہ میں ہائی کورٹ کا صرف ایک ہی جج ہوا کرتا تھا اس لئے عدلیہ پیرزادہ صاحب کے ماتحت تھی۔ انہوں نے صرف ہائی کورٹ کے دفتر میں ہی نہیں بلکہ تمام ماتحت اداروں میں کافی ملازم اور منصف اور سب جج مقرر کئے۔ اسی

Marfat.com

وجہ سے ان کو ریاست سے غالباً قبل از وقت واپس ہونا پڑا۔

علاوہ ازیں پیرزادہ صاحب بے حد ہمدرد، متدین اور متورع بزرگ تھے۔ ۱۹۳۰ء تک جبکہ ہری سنگھ کے خلاف ہماری سیاسی تحریک کا عملی آغاز نہیں ہوا تھا یا پیرزادہ صاحب تھے یا بعد میں لکھنؤ کے شیخ مقبول حسین صاحب مشیر مال حکومت کشمیر جن کے چرچے اور تعریفیں زبان زد اسلامیان ریاست التزاماً اور مسلسل جاری رہیں۔ ۱۹۳۰ء کے بعد تو حکومت کو امر مجبوری مسلمانوں کے سامنے جھکنا پڑا۔

امید ہے کہ آپ کے مزاج مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند غلام عباس

ملازمت سے ریٹائر ہو کر آپ دہلی میں مقیم ہو گئے اور عمر کے بقایا پندرہ سال انتہائی مصروفیت میں گزارے۔ آپ بیک وقت تعلیمی، علمی و ادبی، اصلاحی و تبلیغی اور سیاسی و انتظامی کاموں میں منہمک رہے۔ بلدیہ دہلی کے نائب صدر رہے۔ صدر خود ڈپٹی کمشنر بااعتبار عہدہ ہوتا تھا۔ جامع مسجد دہلی، مسجد فتح پوری دہلی اور اینگلو عربک کالج دہلی کی کمیٹیاں مسلمانان دہلی کی دینی اور دنیوی تعلیم کی ذمہ دار تھیں۔ آپ ان تینوں کمیٹیوں کے سیکرٹری رہے۔ دہلی یونیورسٹی ۱۹۲۳ء میں قائم ہوئی آپ اس کے محرکین میں سے تھے اور یونیورسٹی کورٹ، ایگزیکٹو کونسل، اکیڈمک کونسل اور فیکلٹی آف لا کے ممبر تھے۔ وفات تک آپ دہلی یونیورسٹی لائبریری کے آنریری لائبریرین بھی رہے۔ اس یونیورسٹی نے آپ کو ایم اے کی اعزازی (Ad eundem) ڈگری بھی دی۔

اب بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ طبیہ کالج دہلی کے قیام میں پس پردہ کس کا ہاتھ تھا۔ دراصل آپ کے پیش نظر کام رہتا تھا نام نہیں۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں آپ کے نہایت ہی بے تکلف اور عزیز ترین دوست تھے۔ حکیم صاحب موصوف کو ان کی پیشہ ورانہ مصروفیات اور سیاسی دلچسپیوں کے باوجود اس عظیم کام کے لئے تیار کرنا صرف اور صرف پیرزادہ صاحب کا کام تھا۔ پیرزادہ صاحب نے طبیہ کالج کے قیام کی سکیم تیار کی اس کی تکمیل کا ذمہ لیا تو مسیح الملک اس پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ طبیہ کالج کمیٹی قائم ہوئی جس کے سیکرٹری مسیح الملک تھے اور جائنٹ سیکرٹری پیرزادہ محمد حسین۔ آپ نے کارکن تلاش کئے، پیسہ جمع کیا اور آدھی آدھی رات تک موقع پر بیٹھ کر اپنی نگرانی میں اس فخر مشرق ادارے کی عمارات بنوائیں۔ کالج جاری ہوا تو اس کا درو بست انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا۔ مسیح الملک انتظامی امور میں دخل نہ دیا کرتے تھے

Marfat.com

آپ کے انتقال پر اس کالج کے سٹاف اور طلباء کے شدید اصرار پر آپ کو اس کالج کے احاطے میں ایک ممتاز جگہ دفن کیا گیا۔

شاید دہلی کے مسلمانوں کا کوئی اجتماعی کام ایسا نہ تھا جس میں آپ شریک نہ ہوں۔ چنانچہ آپ دہلی صوبائی مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک سالانہ اجلاس کے صدر مجلس استقبالیہ بھی۔ آریہ سماج نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی جو تحریک شدھی کے نام سے چلائی تھی۔ اس کے تدارک کے لئے مسلمانوں نے کئی تبلیغی انجمنیں قائم کیں۔ مرکزی جمعیتِ تبلیغ اسلام کا ۱۹۲۷ء میں وہ یادگار جلسہ ہوا جس کی صدارت نومسلم انگریز الحاج لارڈ ہیڈلے فاروق نے کی تھی۔ اس جلسہ کی مجلسِ استقبالیہ کے صدر پیرزادہ صاحب تھے۔ اس موقع پر آپ نے جو خطبۂ صدارت پڑھا اس کا ایک مطبوعہ نسخہ ہمارے پاس ہے۔

کتب خانہ آپ کا گراں قدر کتب خانہ ڈاکٹر مولوی میاں محمد شفیع مرحوم مہم جا کر پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لئے دو ہزار تین سو روپے کے عوض آپ کی وفات کے بعد ۱۹۲۹ء میں لاہور لے آئے۔ یہ ذخیرہ کتب مجموعہ پیرزادہ کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی زینت ہے اس میں خطی نسخوں کی تعداد ۱۶۵ ہے اور مطبوعہ کتابیں ۸۰۹ ہیں۔

مترجم دہلی دربار ۱۹۱۱ء کی رپورٹ گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کی تھی۔ اس رپورٹ کے ۲۸۱ صفحہ پر پیرزادہ صاحب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

پیرزادہ مولوی محمد حسین، خان صاحب (۱۸۹۷ء) خان بہادر (۱۹۱۰ء)، ایم اے پنجاب یونیورسٹی (۱۸۸۳ء)، ڈویژنل اینڈ سیشن جج حصار۔ آپ مہم ضلع رہتک کے قدیم اور معزز قریشی خاندان سے ہیں۔ دہلی کے پٹھان سلاطین اور مغل شاہنشاہوں کے ماتحت اس خاندان کے متعدد افراد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اضلاع حصار، رہتک، کرنال اور گوڑگانوں کے مسلم راجپوتوں کو حلقۂ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں اس خاندان نے نمایاں کام کیا ہے۔ پیرزادہ محمد حسین خاں کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور آپ نے علم ہیئت، علم سکون سیالات، اصولِ قانون، دستوری قانون، معاشیات

اور فلسفہ کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرکے اردو ادب کو مالا مال کر دیا۔ (ترجمہ)[5]

اس تعارف کے آخیر میں جن تصنیفات اور تراجم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہمیں گیارہ کا علم ہے۔ یہ سب ترجمے لاہور میں ہوئے۔ ان میں سے پہلے دس ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۳ء تک کئے جب کہ آپ میکلوڈ عربک فیلو تھے۔

۱۔ رسالہ علم سکون سیالات۔

۲۔ مفتاح الافلاک یا علم ہیئت: ۱۸۸۳ء میں انجمن پنجاب نے شائع کیا۔

۳۔ تشریحات قوانین انگلستان: ۱۸۸۲ء میں مطبع گلزار محمدی لاہور میں طبع ہوئی۔

۴۔ اصول قانون: یہ ترجمہ بھی مطبع گلزار محمدی لاہور میں طبع ہوا۔

---

۵ — Pirzada Maulvi Mohammad Husain, Khan Sahib (1897), Khan Bahadur (1910), M.A. of the Punjab University (1883), Divisional and Sessions Judge, Hissar. He belongs to a very old and respectable Qureshi family of Maham, District Rohtak. Several members of the family held high posts under the Pathan Kings and the Mughal Emperors of Delhi. The family played a conspicuous part in the conversion and reformation of the Mohammadan Rajputs in the Districts of Hissar, Rohtak, Karnal and Gurgaon. Pirzada Mohammad Husain Khan has done much for enriching the vernacular literature by translating works on Astronomy, Hydrostatics, Jurisprudence, Constitutional Law, Political Economy and Philosophy into Urdu and is the author of many books in addition."

Marfat.com

۵۔ منطق استقرائی: یہ کتاب ۱۸۸۲ء میں انجمن پنجاب نے شائع کی۔

۶۔ علم اصول قانون: ۱۸۸۴ء میں مطبع انجمن پنجاب لاہور میں طبع ہوئی۔

۷۔ رسالہ سیاست مدن۔

۸۔ سر ولیم ہملٹن صاحب کے فلسفہ کا خلاصہ۔

۹۔ رسالہ علم سیارات۔

۱۰۔ رسالہ اقسام حقیقت اراضی و طریق ہائے مالگذاری مروجہ ہند۔

۱۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ: عجائب الاسفار کے اس حصّہ کا ترجمہ جو ہندوستان سے متعلق ہے۔ تین بار طبع ہو چکا ہے۔ پہلی دفعہ ۱۸۹۸ء میں دار الاشاعت پنجاب لاہور سے شائع ہوا۔ دوسری مرتبہ ۱۹۱۸ء میں شیخ نذیر حسین شریف حسین تاجر کتب محلہ گڑھیا جامع مسجد دہلی نے شائع کیا۔ تیسری مرتبہ حال ہی میں کراچی کے ایک ناشر کتب نے بلیروزنامہ کی اجازت کے شائع کیا۔ اور غضب یہ کیا کہ اس کا دیباچہ اس کے ساتھ شائع نہیں کیا بلکہ سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول کے ساتھ شامل کر دیا جس کے مترجم کوئی اور صاحب ہیں۔ پیرزادہ صاحب کے ترجمہ سے متعلق اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ سفرنامہ ابن بطوطہ کے اس حصّہ کا ترجمہ کسی بھی زبان میں اس سے بہتر نہیں ہوا۔ شیخ محمد اکرام سی ایس پی اس ترجمہ کی بابت لکھتے ہیں:

> "اس سفرنامے کا اردو ترجمہ خان بہادر مولوی محمد حسین نے بڑے سیر حاصل اور فاضلانہ حواشی اور تشریحات کے ساتھ شائع کیا ہے جن سے ترجمہ کی قدر و قیمت اصل کتاب سے دو چند ہو گئی ہے" (آب کوثر مطبوعہ فیروز سنز لاہور بار سوم ص ۴۰۵)

مندرجہ بالا تراجم میں سے پہلی پانچ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہیں۔ نمبر ۵ اور ۶ ہمارے پاس ہیں۔

شاعر پیرزادہ صاحب شاعر بھی تھے۔ عارف تخلص تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں اپنے استاد محمد حسین آزاد کے زیر اثر نیا راستہ اختیار کیا۔

آنکھیں تو نے دیکھی ہیں آزاد کی ۔۔۔ طرز نو کی نظم کے استاد کی

جہاں تک سادگی اور روزمرہ کا تعلق ہے حالی اور داغ سے بھی متاثر تھے۔

داغ اور حالی ہیں اس فن کے امام ۔۔۔ ہیں سلامی ان کے اہل فن تمام

Marfat.com

کون اپنے سحر پہ نازاں نہیں　　پر کھلانا سانپ کا آساں نہیں
شوخیٔ طرز بیاں ان پر ہے ختم　　سادہ کاری زباں ان پر ہے ختم

۱۸۹۵ئہ میں فیروزپور میں تھے۔ وہاں مرزا ارشد گورگانی سے اصلاح لی۔

جستجو ہے کیوں کسی استاد کی　　پاس ہے جب میرزا عبد الغنی
مستند ہے ہند میں جس کی زباں　　نقل محفل جس کی ہے طرز بیاں

عارف ہمی کا مختصر سا کلام مشرقی شریفانہ معیاری زندگی کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ وہ خود ایسی ہی زندگی کی ایک علامت تھے۔ یہاں قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ ان کی نظم گوئی گل و بلبل کے فرضی افسانوں سے پاک ہے۔ یہاں زندی اور ہوس ناکی کی اصطلاحات کو تصوف کا لبادہ بھی نہیں پہنایا گیا۔ زبان پر اور اظہار پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی مندرجہ ذیل مثنویاں اور نظمیں شائع ہو چکی ہیں:

۱۔ عقد گوہر موسوم بہ موتیوں کا ہار: ۱۳۲۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی معنوی کی سو حکایات کا اسی بحر میں اردو ترجمہ ہے۔ ہر حکایت بیان کرنے کے بعد عارف ہمی نے اس سے کوئی سبق آموز نتیجہ اخذ کیا ہے۔ پہلی بار ۱۹۰۰ئہ میں رفاہ عام پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ دوسری بار دو سال بعد شائع ہوئی۔ غالباً بعد میں بھی شائع ہوتی رہی۔ علامہ اقبال کے قطعات تاریخ۔ قطعہ تاریخ خان بہادر مولوی محرم علی چشتی لاہوری، قطعۂ تاریخ میر کرامت علی امرت سری اس کے ساتھ شائع ہوئے ہیں بعید نہیں کہ علامہ اقبال کو مولانا رومی کی ذات سے جو عقیدت تھی یہ کتاب اس کا نقطہ آغاز ہو ہم یہاں ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔

حکایت (۱۵)

ایک کشتی پر ہوا نحوی سوار　　تھا کہیں جانا اسے دریا کے پار
تھا نہ کچھ خطرہ موافق تھی ہوا　　باتیں کشتی بان سے کرنے لگا
پوچھا جب وہ کر چکے کچھ راہ طے　　نحو میں بھی آپ کو کچھ دخل ہے
سن کے کشتی بان نے یہ عرض کی　　مولوی صاحب نہ کیجے دل لگی
نحو کہتے ہیں کسے کیا ہے وہ شے　　نحو یہ کس جانور کا نام ہے
ہنس کے نحوی نے کہا جی واہ واہ　　تم نے اپنی عمر کی آدھی تباہ

Marfat.com

جس کو نحو آتی نہیں حیوان ہے — نام ہی کا وہ فقط انسان ہے
ناخدا نحوی کا سن کر یہ خطاب — سٹ پٹایا دل میں ہو کر لاجواب
یک بیک بادِ مخالف جب چلی — اور کشتی بھی بھنور میں جا پھنسی
ہوش نحوی کے وہیں پراں ہوئے — دست و پا سب خوف سے بیجاں ہوئے
تب کہا نحوی سے کشتی بان نے — مولوی صاحب سنبھل کر بیٹھئے
اب کوئی دم میں ہے کشتی ڈوبتی — کچھ نہیں باقی امیدِ زندگی
موت آتی ہے نظر مجھ کو یہیں — تیرنا بھی جانتے ہو یا نہیں
یوں دبی آواز سے اس نے کہا — تیرنا تو میں نہیں کچھ جانتا
پائی پڑھنے سے نہ فرصت اس قدر — تیرنا بھی سیکھتا اے خوش سیر
یہ بھی بولا طنز سے پھر واہ جی — عمر تم نے مفت کل برباد کی

نتیجہ

جسم کی ورزش کا کر تو التزام — رکھ یہی تاکید بچوں کو مدام
ورزشِ جسمی کا تم رکھو خیال — وقت لو اس کے لئے بھی کچھ نکال

۲۔ حکایاتِ لقمان

۳۔ خون کے پیاسے: یہ اردو نثر میں قصہ ہے۔

۴۔ قصیدہ بانت سعاد: اس نام کے مشہور عربی قصیدہ کا منظوم ترجمہ ہے۔

۵۔ قصیدہ بردہ: ۱۳۲۵ھ۔ عربی قصیدہ کا ترجمہ۔ اختتام پر بیس شعروں میں مترجم نے بارگاہِ نبویؐ میں اپنا حال عرض کیا ہے جس کے آخری دو شعر ہیں:

آپ کے خُلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید — ہو جو عارف پر عنایت سے کبھی چشمِ کرم
یعنی کھنچ جائیں طنابیں دشت و دریا کی تمام — حکم حق سے پاس ہو جائیں مدینہ اور مہم

مہم آپ کا وطن تھا۔

۶۔ منظوم ترجمہ آیت الکرسی
۷۔ امیدِ معرفت
۸۔ خیر مقدم
۹۔ زاہدِ خشک
۱۰۔ پیرِ مغاں
۱۱۔ شرابی اور اس کی بیوی
۱۲۔ عروسِ دنیا
۱۳۔ خدا خود میرِ ساماں ہے ہر اک بے برگ و ساماں کا

Marfat.com

۱۴۔ تین قطعات ۱۵۔ عدل اور قوم

۱۶۔ ذکر العارفین: خاکی کی نظم ورود المسلمین (۱۹۰۶ھ) کا ترجمہ (۱۳۲۹ھ) ہے۔

۱۷۔ یادِ حق: عراقی کی نظم پر تضمین ہے۔ کل آٹھ بندوں میں سے تین یہ ہیں:

کب تلک آخر تلاش آب و ناں تا بکے محو خد و خالِ بتاں

چھوڑ فخر علم و ذکر خانداں بگذر اے غافل ز فکر این و آں

یادِ حق کن تا بمانی جاوداں

کب تلک الٹے گا کاغذ کے ورق کب تلک لے گا کتابوں سے سبق

پردۂ اوہام کر اک بار شق تا فراموشت بگردد غیرِ حق

در حقیقت ہستی دیگر مداں

مغزِ معنی کے لئے ہیں لفظ پوست کہ زباں سے اوست اپنی یا ازوست

پھر بھلا اک دم نہ دل سے یاد دوست چوں فراموشت شد آنچہ در دل دوست

ذاکری گرچہ نہ جنبانی زباں

۱۸۔ تضمین وفد انصاری: مولانا شبلی کی نظم پر تضمین ہے۔ کل ستائیس بند ہیں جن میں سے سات بند پیش کئے جاتے ہیں۔

کرے گی شکر کیا اس کا زباں انساں کی بیچاری مگر ہے فرض بندے کا ہے ذکر خدا جاری

جبیں کو خاک پہ رکھ کر بصد عجز و بصد زاری ادا کرتے ہیں ہم شکر جناب حضرت باری

کہ آئے خیریت سے ممبران وفد انصاری

سنی آرہ نیمیاں اور طیاری ہیں عجلت کی نہ آتش کی پرواگی، نہ زر کی اور نہ شہرت کی

سمندر پار کر کے غازیان دین کی نصرت کی ہزاروں کوس جا کر بھائیوں کی اپنے خدمت کی

یہی تھا دردِ اسلامی یہی تھی رسم غمخواری

کسی عابد کو تم سی یہ عبادت مل نہیں سکتی کسی زاہد کو تم سی یہ ریاضت مل نہیں سکتی

کسی صوفی کو تم سی استقامت مل نہیں سکتی کسی کو خواب میں بھی یہ سعادت مل نہیں سکتی

مریضوں کے لئے وہ آپ کی راتوں کی بیداری

جریح تشنہ کو تلوار کا پانی پلا دینا بلکتے بچے کو گولی کا تر لقمہ بنا دینا

بلانا باپ کو بیٹی کی بے شرمی دکھا دینا گھروں کو لوٹنے کے بعد زندوں کو جلا دینا

نئی تہذیب کے تم نے نئے قانون بھی دیکھے ہیں

Marfat.com

تمہیں معلوم ہیں جو جو مصائب جھیل کر جاں پر
لڑے دلدادگانِ دین - قرباں ان کے ایماں پر
لہو کی ندیاں دیکھی ہیں تم نے کوہ میداں پر
لہو کی چادریں دیکھی ہیں رخسارِ شہیداں پر

زمیں پر پارہ ہائے سینہ پر خوں بھی دیکھے ہیں

عجب کیا ہے حمیت کا اگر چشمہ اُبل آئے
عجب کیا شوکتِ اسلام کا نعم البدل آئے
عجب کیا ہے کوئی فاروق بھی ہم میں نکل آئے
عجب کیا ہے اگر بیڑا عرق ہو کر پھر اچھل آئے

کہ ہم نے انقلابِ چرخ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

کوئی بھی بات عاجز کی اگر جاتی ہے واں مانی
پہنچتی ہے اگر واں تک صدائے آہ انسانی
اگر ریشِ سفید پیر پر ہے فضلِ ربانی
دعائے کہنہ سالاں ہے اگر مقبول یزدانی

تو اب دستِ دعا ہے اور یہ شبلی نعمانی

۱۹۔ فضلِ خدا:

خدا کے اپنے بندوں پر ہیں جو الطافِ پنہانی
اسے معلوم کر سکتا ہے کب یہ فہمِ انسانی
جب اسکا فضل ہوتا ہے بوقت عین دشواری
دلِ غمگیں سے ہو جاتی ہے زائل سب پریشانی
یہ اکثر دیکھتے ہو تھا ابھی وہ غم سے پژمردہ
وہی دل ہے ابھی بشاش، اسی دل کو ہے حیرانی
نہ ہو مایوس رحمت سے بوقت رنج اے غافل
کہ صبر و شکر میں مضمر ہے فضل ولطفِ رحمانی
قضارا تو اگر پھنس جائے نرغہ میں مصائب کے
توکل اس خدا پر کر، نہیں جس کا کوئی ثانی
خدا کی بارگاہ میں لا وسیلہ ذات احمد کو
کہ حل ہو جائے گی تیری ہر اک مشکل بآسانی
وسیلہ ایک اس کا ہی رہے گا حشر تک قائم
وسیلے اور باقی سب یہیں رہ جائیں گے فانی
طریقہ چھوڑ کر اس کا جو رستہ اور ڈھونڈے گا
نہ حاصل ہو گا عارف کچھ بجز یاس و پریشانی

سلام اس تربت اقدس پہ بھیجو ہر طرف سے تم
کہ جس کا سبز گنبد ہے نشانِ رحمِ ربانی

۲۰۔ مینڈک اور شہزادی کا قصہ: دو سو پچیس اشعار پر مشتمل ایک کہانی ہے۔ اس تعداد میں اخلاقی نتائج اور دعا بھی شامل ہے۔ منظر کشی ملاحظہ ہو:

غم تنہائی سے اُکتا گیا جی
تو ٹھانی ایک دن سیر چمن کی
اکیلی وہ گئی سیرِ چمن کو
کیا شرمندہ رُخ سے یاسمن کو
کہیں جا موتیا کا پھول توڑا
کہیں شوخی سے نواسے کو چھوڑا

Marfat.com

کہیں سنبل کا لے کر تازیانہ | اڑا یا شاخ پر گل کا نشانہ
زباں لی کھینچ سوسن کے دہاں سے | کہ غنچے تنگ تھے اسکی زباں سے
جب اس کو دیکھ غنچہ مسکرایا | تو منہ اس کا شرارت سے چڑایا
کہیں بادام کو آنکھیں دکھائیں | کہیں پستہ سے جا باتیں بنائیں
غرض جب تھک گئی وہ پھر پھرا کر | تو بیٹھی اک جگہ سبزہ پہ آکر
عجب اک لطف و فرحت کا سماں تھا | ہوا ٹھنڈی تھی اور چشمہ رواں تھا

پرندے گا رہے تھے سُر ملا کر
مزہ لیتا تھا سبزہ سر ہلا کر

۲۱- آئینۂ کشمیر: یہ نظم ۱۹۰۷ء میں کشمیر میں کہی گئی ۔ اس میں راستہ کا حال ، سری نگر کا بیان ، نواحِ شہر کا نقشہ ، کشمیر کے موسم ، باشندے اور مسلمان چند ایک عنوان ہیں ۔ پوری نظم ۱۶۵ ابیات پر مشتمل ہے ۔ یہ نظم منظر کشی ، انسانی ہمدردی ، ملی سوز اور جرأت اظہار کا اعلےٰ نمونہ ہے ۔ اس نظم سے بعض حضرات کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ اس وقت راولپنڈی سے سری نگر تک تانگے جاتے تھے ۔ مسلمانوں سے متعلق اشعار پہلے پیش کئے جا چکے ہیں ۔ ابتدائی شعر ہے ۔

یہ سچ کہتے ہیں جس نے کاشمیر پُر فضا دیکھا | تو اس دنیا میں گویا گلشنِ جنت نما دیکھا

اور راستہ کا حال اس طرح بیاں ہوا ہے ۔

نہیں کچھ قابلِ ذکر اس کے رستے کی بھی تکلیفیں | بغیر از رنج تن کس نے خوشی کے در کو وا دیکھا
کبھی دیکھا کہ تانگہ آسماں سے باتیں کرتا ہے | کبھی تحت الثریٰ کی سمت اسے جاتا ہوا دیکھا
مسافر کا نہ پوچھو حال اس دم دل کی دھڑکن سے | اگر بچہ کوئی ٹوٹا ہوا نیچے گرا دیکھا
سوا سو کوس تک دونوں طرف دیوار پتھر کی | نظر تھی بند ، پھر تم کو بتائیں کیا کہ کیا دیکھا
کبھی اوپر کو جو دیکھا تو سمجھا اب گرا پتھر | کبھی دیکھا اگر نیچے نظر کا سر پھرا دیکھا
چڑھائی پر مری کے وہ سڑک پُر پیچ ہیں پیچاں | کہ گویا گرد طوبےٰ کے سفید اک اژدہا دیکھا
پہاڑوں کا عجب عالم بیاں میں آ نہیں سکتا | ہر اک حالت اور ہیئت کو جب دیکھا نیا دیکھا
کبھی عُریاں مادر زاد ننگوں کی طرح بالکل | جٹا دھاری کوئی پتوں سے سر تا پا دیکھا
کسی کے تن پہ تھی سبز و سیہ مخمل کی برساتی | کوئی سر پہ لپیٹے برف کی چٹی ردا دیکھا

Marfat.com

۲۳- جوان بیٹے کو باپ کی وصیت؛ آپ کے تین فرزند تھے۔ بشیر احمد، شریف احمد اور عفیف احمد ان میں سے آخری دو اور ان کی اولاد کا ذکر باب ۸ میں ۱۵۴ سے ۱۵۸ نمبروں پر آئے گا۔ بشیر احمد بیرسٹر ایٹ لا تھے۔ انگلستان میں علامہ اقبال کے ساتھ ہی لا کی ڈگری لی۔ اس وصیت نامہ کا اسلوب بڑا ہی پیارا ہے۔

جواں تو اور میں پیرِ کہن سال — مرا جاتا ترا آتا ہے اقبال
ہوا مجھ سے نہ کوئی کام کا کام — پریشانی ہوا آخر کو انجام
گناہوں میں گنوائی عمرِ رفتہ — گزارے یوں ہی سال و ماہ و ہفتہ
کوئی نخلِ عمل ایسا لگاتا — کہ جس کے پھل کو میں اس وقت کھاتا
مگر ہے فائدہ افسوس سے کیا — کہ پچھتائے نہیں اب کام بنتا
جو اوقاتِ عمل تھے کھو دیئے سب — جگہ پھولوں کے کانٹے بو دیئے سب
تری مٹھی میں ہے سرمایۂ خیر — ترے سر پہ ہے چتر سایۂ خیر

....

تعلم کا مگر رکھ شوق دائم — جو اس خمسہ میں جب تک کہ قائم
نہ چھوڑو علم کو چاہے کہیں ہو — فرنگ اس کا ہو معدن یا کہ چیں ہو
عمل کر اس پہ جو تو نے پڑھا ہے — کہ علمِ بے عمل قہرِ خدا ہے
عمل کامل چکے خلعت تو پھر کر — اسے اخلاص کی بُو سے معطر
خدا کی ہے اگر تجھ پر عنایت — تری ہر کام میں ہوگی یہ غایت
کہ خوش ہو تجھ سے تیرا حق تعالیٰ — یہی مقصد ہے ہر مقصد سے اعلیٰ
غرض تیری نہ کوئی درمیاں ہو — ریا کا بھی نہ کچھ اس میں نشاں ہو
رہے گا اپنی ہر کوشش میں ناکام — اگر تو چاہتا ہے کام میں نام

غریبوں سے میل جول کی طرف اشارہ ہے:

عدد کے صفر کو دائیں لگائیں — تو وہ چند اپنی عزت کو بڑھائیں

تعدد ازدواج کی بابت فرمایا:

نہیں گر کوئی امر سخت مانع — تو رہنا ایک ہی بیوی پہ قانع
کبھی بھی دوسری شادی نہ کرنا — اور اپنی خانہ بربادی نہ کرنا

Marfat.com

مندرجہ بالا منظومات میں آخری اٹھارہ یک جا "خزینہ معارف یعنی مجموعہ نظم عارف" کے نام سے رحمانی پریس دہلی میں طبع کرا کے نذیر حسین حافظ محمد شریف حسین تاجران کتب محلہ گڑھیا دہلی نے شائع کیں۔ قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد اور بیر کشمیر جدا جدا بھی طبع ہو چکی ہیں۔ پیرزادہ صاحب پر ہمارا ایک مفصل مضمون اورنٹیل کالج میگزین لاہور کی مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔

خان بہادر ابوسلیمان پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی

ولادت: ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء مہم ضلع رہتک۔

وفات: ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ ۲۸ مئی ۱۹۳۰ء مہم

خان بہادر مظفر احمد فضلی کے دادا حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید مہمی کا ذکر گزشتہ باب میں آچکا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار پیر محمد شاہ غوث (۱۸۳۱ - ۱۹۱۵ء) طویل القامت، فربہ اندام، مضبوط اعضا، رنگ گندمی سرخی مائل، آواز بلند، بارعب بزرگ تھے۔

مظفر احمد مادۂ تاریخ تولد ہے۔ اپنے وطن مہم سے ورنیکلر مڈل پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے لکھنؤ چلے گئے۔ پھر اپنے تایا مولوی محمد یحییٰ کے وساطت سے ٹونک میں پندرہ روپے ماہانہ پر نواب صاحب کے زمرۂ مصاحبین میں شامل ہو گئے۔ آپ کے خسر اور ماموں شیخ جمیل اللہ (۳ ھ ب) ڈپٹی کلکٹر انہار نے وہاں سے بلا کر ۱۸۹۰ء میں ضلعدار لگوا دیا۔ اس حیثیت سے آپ اضلاع حصار، کرنال اور لائل پور میں رہے۔ پھر ڈپٹی کلکٹر ہو گئے اور اضلاع منٹگمری ملتان، لاہور، شیخوپورہ، امرتسر اور فیروزپور میں رہے۔ ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر پانی کی بہم رسانی کا کام آپ کے سپرد تھا۔ اسی سال آپ کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ ملازمت سے ریٹائر ہو کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی جہاں بازار سبزی منڈی میں آپ کی سکنی جائداد کٹرہ خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد کے نام سے معروف تھی۔ انتقال مہم میں ہوا اور حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان (دیکھئے باب ۵) کی خانقاہ کے احاطے میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد کا ذکر باب ۸ میں نمبر ۱۷۲ سے ۱۷۵ پر آئے گا۔

ملازم ہونے سے پیشتر شیخ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں پانچ سال رہے اور بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کا خرقہ خلافت پایا۔ اپنے پیر و مرشد کے نام کی رعایت سے فضلی تخلص اختیار کیا۔ شیخ موصوف کی وفات پر آپ کے سجادہ نشین سید احمد میاں سے تجدید

Marfat.com

بیعت کی۔ دوران ملازمت ضلع گجرات میں شاہ ثناء اللہ المعروف بشاہ خرابات کی صحبت میں چلہ کشی کی۔ جن دنوں آپ کا قیام پنڈی شیخ موسیٰ ضلع لائل پور میں تھا آپ نے پیر رستم علی شاہ ہاشمی المعروف بہ پیر گھوبے شاہ سے سلسلۂ مداریہ کی نسبت حاصل کی۔ شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی کے سجادہ نشین سے جن حالات میں فیض حاصل کیا اس کا ذکر آپ کی تصنیف نقیب الاولیاء جلد دوم دفتر دوم کے صفحہ ۲۷ پر اس طرح ہے،

"پیرجی اشرف علی صاحب نبیرہ شاہ رمضان علی متبنّیٰ شاہ محمد عظیم گیلانی صاحب ولایت پانی پت ہمارے تمام خاندانی بزرگوں کے قدیم محسن ہیں۔ لیکن ان کی جناب میں ہم کو بے تکلفانہ شرف باریابی حاصل نہ تھا۔ تالیف نقیب الاولیاء کے بعد غیب سے اچانک ظاہر ہوئے اور شاہ محمد عظیم کے مزارِ مقدس پر لے جاکر دستارِ سجادہ نشینی حضرت شاہ محمد عظیمؒ میرے سر پہ اپنے دستِ مبارک سے باندھی۔ میرے سر کو جو خاک زمین افتادگی تھا آسمانِ شرف پر پہنچا دیا۔"

آپ کا قد متوسط اور رنگ گورا چٹا سرخی مائل تھا۔ مختصر داڑھی رکھتے تھے۔ عام طور پر انگرکھا، چوڑی دار یا چوڑی موری کا پاجامہ اور کامدار جوتہ پہنتے۔ آنکھوں میں ایک مرعوب کن چمک تھی۔ جس علاقے میں آپ رہے وہاں کے رؤسا اور عوام آپ کی مٹھی میں ہوتے اور بالعموم آپ کی ذات ہی مرجع خاص و عام ہوتی۔ زمیندار اپنی اغراض کے لئے آتے۔ دیندار عوام روحانی فیض کے متلاشی ہوتے۔ صوفیا اور سجادہ نشین آپ کو ہم پلّہ سمجھ کر راہ و رسم بڑھاتے۔ ایک طبقہ آپ کے حضور میں اپنی علمی تشنگی دور کرنے آتا۔ آپ کے اور آپ کے خاندان کے عوام پر اثرات سے فائدہ اٹھانے کے لئے انگریز حاکم آپ کی خاطر مدارات کرتے۔ غیر ملکی سیاح اور راجے مہاراجے آپ کے نوادرات دیکھنے اور ان میں سے کچھ حاصل کرنے کی سعی میں لگے رہتے۔ آپ اکثر کو تو ایک چاول پر پوری قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھوا کر دے دیا کرتے تھے۔ مگر بعض ایسے بھی تھے جو کچھ نہ کچھ لئے بغیر نہ ٹلتے۔ آپ کے دوست لارڈ ڈبلیو ایچ ہیلی چیف کمشنر دہلی ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے۔ جو آپ سے چند نوادرات لینے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ اپنے خط محررہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ہوم ۶۷۶ میں ان عطیات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی فہرست لکھتے ہیں:

"..... (۳) کتاب جامع الاصول جس کے متعلق یقین ہے کہ نویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں لکھی گئی۔ اور جس کے متعلق آپ نے مجھے بتایا تھا کہ ایک جرمن ایجنٹ نے چھ ہزار روپے

کی پیشکش کی ہوئی ہے (۴) شاہ جہان کے عہد کی اقتصادیات پر ایک کتاب (۵) ایک اور کتاب جو ہندو مذہبی رسوم سے متعلق ہے (۶) شاہجہان کے لڑکے شاہ شجاع کی دو غوریاں جن میں سے ایک پر اس کا نام کندہ ہے اور جن کے متعلق آپ نے مجھے بتایا کہ دربار کے موقع پر ان کے لئے چار ہزار روپے پیش کئے گئے (۷) متعدد ذاتی اشیا جن میں قالین، پردے، سنجار اکا جگ۔ ایک رائفل، تلوار اور ریوالور شامل ہیں (ترجمہ)

ڈاکٹر جانسٹن آئی سی ایس کے خط نمبر ۸۶۶ ہوم بنام نبک آف بنگال حیدرآباد دکن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تحائف میں سے صرف ایک کتاب جامع الاصول نظام حیدرآباد نے بارہ ہزار روپے میں خریدی۔ اس داد و دہش کے باوجود آپ کے پاس نوادرات کا نہایت عمدہ ذخیرہ تھا۔ ان میں سے آپ سب سے زیادہ اہمیت ان تبرکات کو دیتے تھے جو ورا ثتاً آپ تک پہنچے اور جنہیں آپ نے شیشے کے کیس میں رکھا ہوا تھا اور صرف خاص خاص عقیدت مندوں کو کڑی شرائط کے ساتھ ان کی زیارت کراتے تھے۔ ان تبرکات کی تعداد دس تھی۔

آپ کی وفات کے بعد یہ تبرکات آپ کے بھتیجے اور داماد پیرزادہ شفیق احمد صاحب (۱۷۶) کے پاس رہے۔ ۱۹۴۷ء میں وہ بمشکل اپنی جان بچا کر اپنے مکان واقع سبزی دہلی سے خالی ہاتھ پاکستان آسکے۔ اور یہ تبرکات دہلی میں رہ گئے۔

آپ کو کتب بینی اور کتب جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ آپ کے کتب خانہ کا جو بیان ہم نے مختلف حضرات سے سنا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاندان میں کسی اور شخص کے پاس اتنا بڑا ذخیرہ کتب کبھی نہ ہوا۔ کتب کی تعداد تیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ بے بہا ذخیرہ بھی ۱۹۴۷ء میں مہم میں رہ گیا۔

ہمارے نزدیک آپ کی زندگی کا روشن ترین پہلو آپ کا علمی انہماک اور ادبی ذوق تھا۔ اردو، فارسی اور عربی پر یکساں قدرت تھی اور تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اردو میں نثری سرمایہ بھی چھوڑا مگر ۱۹۴۷ء میں یہ سب کچھ اس بری طرح برباد ہوا کہ ہم ندامت محسوس کر رہے ہیں کہ آپ کی تصنیفات کی مکمل فہرست بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ صاحبزادہ عرفان احمد صاحب (۱۷۷) نے آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف بتائی ہیں۔

۱۔ فریادِ قرابت (۱۹۰۵ء): خاندان میں اس کتاب کو بڑی شہرت رہی۔ بڑی عمر کی خواتین میں اکثر کے اس کے کچھ شعر یاد ہوں گے۔ کل پانچ سو کے قریب شعر ہیں۔ پہلے سات

صفحوں میں نثر اور نظم میں دیباچہ ہے۔ حمد کے بعد فرماتے ہیں۔

عزیزوں کے ہاتھوں سے اندوہگیں | اقارب کے ظلموں سے زار و حزیں
جگر خستۂ خنجر اقربا | خرد بستۂ بند دام ہوا
نصیبوں کا دکھیا با حوالِ زار | ز سرتا بپا شکوۂ روزگار

اور پھر اقربا کے خلاف ایک دفتر شکایات کھل جاتا ہے۔ اس کتاب کو منشی غلام قادر تاجر کتب حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ نے شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ ہمیں پیرزادہ نذیر احمد صاحب (۲۷) نے عنایت فرمایا ہے۔

۲۔ گلبانگ سخن (۱۹۰۵ء): ایک سو ستر صفحوں کی یہ کتاب جناب فضلی کے فارسی کلام پر مشتمل ہے۔ اس کے آخیر میں مولوی اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی تقریظ اور مولوی بہاء الدین بہائی متوطن متھیلا ضلع سکھر کی کہی ہوئی تاریخ طباعت ہے۔ یہ کتاب بھی منشی غلام قادر تاجر کتب حافظ آباد نے شائع کرائی۔ کتاب میں حمد و نعت، غزلیات، قصائد اور رباعیات ہیں۔ اس کے ۹۳ سے ۹۶ صفحوں پر بعض بزرگوں کی تاریخہائے وفات ہیں۔ اپنے جد بزرگوار شاہ محمد اسماعیل شہید کی منقبت میں ستائیس شعر ہیں۔ ایک قصیدہ خویش و اقربا کے مظالم پر ہے جس کے شروع کے اشعار اپنے وطن مہم کے بارے میں ہیں۔

السلامت اے مہم اے حضرت خیر البلاد | اے ز شہر ہر بلا ایزد نگہدار تو باد
دیر ماں اے تازہ کار حسن و خوبی دیر ماں | تازہ باش اے غازۂ رخسار معشوق مراد
مرحبا اے یادگار نزہتِ باغ ارم | حبذا اے نو بہارِ گلشنِ مینو سواد
حسن بر خاک جگر گیر تو می نازد بلی | خیزد از خاک ہمایون تو عذرا یا سعاد
چشمۂ آب تو باشد ہمدم آب حیات | گوشۂ دشت تو باشد رشک ربع سداد
فیض تاثیر تو بہ اعجاز ہوا | بردماند یاسمنہا از ہر شاخ قتاد
ما اگر دوریم از تو، تو ز ما نزدیک باش | یعنی حبیب جانِ ما از یاد تو خالی مباد
روضۂ رضواں تو ئی رو داد سکانت گواہ | بعد ازیں حاجت نباشد بہر دیگر استشہاد

دشمنم شیطاں و من آدم مہم خلد بریں
چوں نگویم دوستاں آورخ مہم را خیر باد

ایک غزل میں اپنے وطن کی زباندانی کا ذکر کیا ہے ؎

Marfat.com

نخواہم رفت در ایران بہ تحصیل زبان دانی — کہ کاشانست در ہندوستاں کاشانۂ خویشم

اب ہم گلبانگ سخن سے چند شعر اور دو غزلیں پیش کرتے ہیں؛

برتر از آسمانست پایۂ ما — آسمانست زیر سایۂ ما

شادم بدلفریبیٔ امید وصلِ یار — از سادگی نقیض محالات می کنم

کام دل از فلک نمے خواہم — بہ جراحت نمک نمے خواہم

اے ماہ برج اصفیا اے مہر تو ایمانِ من — اے جانِ من قربانِ تو یکشب بیا مہمانِ من
درماندہ و زارِ توام مشتاق دیدارِ توام — رنجور بیمارِ توام، دیدارِ تو درمانِ من
آدخ تبانِ آذری با عشوہ ہائے مرمری — کردند از جادوگری صد رخنہ در ایمانِ من
ہاں از گناہ من نگر حالِ تباہ من نگر — روزِ سیاہ من نگر اے مہر نور افشانِ من
شد از غم جاں سوزِ من شام غریباں روزِ من — اے ماہ شب افروزِ من بازے لمعہ بر جانِ من
در دستِ خوانِ عشق تو کو مہماں عشقِ تو — من میزبانِ عشقِ تو غم نعمت الوانِ من
من مصطفےٰ را چاکرم تاج و کمر را درخورم — فغفور باشد کہترم، دارا بود دربانِ من
صدیق اکبرؓ جدِّ من فرجد تو فرجد من — حدِّ تو باشد حدِّ من آن تو باشد آنِ من

فضلی ہمی در غمت خوں می خورد جاں می کند
روحی فداک المدد مولائے من سلطانِ من

گریہ در عمر مگر سود نداد — نقش بر آب کشیدیم عبث
عشق محتاج براہین نبود — جیب ناموس دریدیم عبث
دین گزیدیم و ز دنیا رفتیم — نسیہ با نقد خریدیم عبث

غیرت از غیر بریدن می گفت
فضلی از خویش بریدیم عبث

Marfat.com

۳۔ نقیب الاولیاء (دستخطی ۱۹۱۴ء): پیر حیدر علی شاہ ہاشمی سکنہ پنڈی شیخ موسیٰ ضلع لائلپور نے صاحب زادہ عرفان احمد (م ۱۷) سے روایت کی کہ انہوں نے نقیب الاولیاء کے سترہ مطبوعہ حصے دیکھے ہیں۔ ہاشمی صاحب موصوف کے ذخیرہ کتب سے لے کر صاحب زادہ صاحب نے ہمیں نقیب الاولیاء جلد دوم دفتر دوم کا ایک مجلد نسخہ بھیجا ہے جو ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اس پر میر کرامت اللہ میر امرت سری کی تقریظ ہے۔ اس نسخہ میں بتایا گیا ہے کہ شاہ محمد رمضانؒ کے مناقب دفتر اوّل میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس دفتر میں تفصیل کے ساتھ مولوی نور محمد صاحب سکنہ رانیہ و بیگھڑ ضلع حصار کی حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضانؒ کے خلاف مہم کا بیان ہے۔ اس تنازعہ میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے جو فتویٰ دیا تھا وہ بھی اس کتاب میں پورا نقل ہوا ہے۔ اس فتویٰ کے عربی حصّہ کی تشریح مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی نے تحفۂ مظفریہ کے نام سے کی تھی وہ بھی اس میں درج ہے۔

۴۔ سیمرغ: ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب گذشتہ) کی تصنیف بلبلِ باغِ نبی کے رد میں مولوی نور محمد صاحب نے ایک منظوم کتاب شہبازِ شریعت لکھی۔ اس اختلاف پر دو اور کتابیں جرعہ اور شیرِ رسول لکھی گئیں۔ جناب فضلی نے اس اختلافی چڑیا گھر میں سیمرغ کا اضافہ کیا۔ نمونہ:

حضرت رمضان جہانِ معرفت | مہرِ عرفاں آسمانِ معرفت
رازدانِ سنتِ خیر الانام | عارفِ حق، نکتہ دانِ معرفت
ناز ہے تیرے عمل پہ علم کو | ہے عمل تیر انشانِ معرفت
کہ دیا ثابت بیان راز کے | ہے شریعت توامانِ معرفت
بلبلِ باغِ نبی کا حرف حرف | سر بسر ہے داستانِ معرفت
مرحبا رنگ رنگیلی کی بہار | رنگ پر ہے گلستانِ معرفت
دیکھو آخر گت کو گر دیکھی نہ ہو | شہرِ شرع میں دکانِ معرفت
مرحبا علمِ عقائد کی کتاب | ہے گرامی ارمغانِ معرفت
باز کیا اور باز کی پرواز کیا | جو اڑے پر آسمانِ معرفت
باز سے کہہ دو کہ باز آ لافسے | جوش پر ہے قہرمانِ معرفت
نغمہ زن فضلی ہے یا گلزار میں | بلبلِ شیوہ زبانِ معرفت

Marfat.com

بلبل باغِ نبی، رنگیلی، آخر گت، عقائد عظیم حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضانؒ کی تصانیف ہیں اور باز (شہباز شریعت) مولوی نور محمد صاحب کی تصنیف ہے۔

۵۔ کارنامۂ اسلام: زیادہ تر بزرگان دین کی مدح اور منقبت میں ہے۔ بیچ بیچ میں غزلیں بھی ہیں۔ نمونہ:

بیا اے کہ بہرت چہا ساختیم | چو راحت بدردِ بلا ساختیم
در انداختیم از میاں خرقہ را | فنا را بہ عین بقا ساختیم
نہ بودیم مرد علی قلبچ اق | ہوا و ہوس را ہوا ساختیم
در افتاد بندے کہ در کار ما | بجو در ناق گوہے کشا ساختیم
گزشتن ز راہت چو مشکل نمود | ز افتادگی ہا عصا ساختیم
بہ بزمِ شہادت مدام از سرور | ز لا نفی ہر ماسوا ساختیم

۶۔ مثنوی لسان العرفان: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک طویل مثنوی ہے۔ طبع ہو چکی ہے مگر ہماری نظر سے نہیں گزری۔

۷۔ تنجیم القرآن: اردو میں قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ سولہ سیپارے طبع ہو چکے تھے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے برادر اصغر خانصاحب (ڈپٹی) پیر منور احمد صاحب (۱۹۷۶ء) نے اس کی تکمیل کی۔ یہ تکملہ مسودہ کی شکل میں صاحب زادہ عرفان احمد (۱۹۷۴ء) کے پاس ہے۔

۸۔ قصیدہ بلیغ البیان: اپنے پیر و مرشد شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی منقبت میں ہے۔ دو مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ پہلی مرتبہ چار صفحوں پر اور دوسری مرتبہ باضافہ اشعار آٹھ صفحوں پر۔

۹-۱۰۔ فریاد فضلی اور مثنوی وارداتِ دل: ان دو کتابوں کا ہم نے قصیدہ بلیغ البیان میں اشتہار دیکھا ہے۔

۱۱۔ مثنوی رازِ بیخودی: آپ کی جس کتاب کو برِ صغیر پاک و ہند میں کچھ شہرت حاصل ہوئی وہ مثنوی رازِ بے خودی تھی۔ ۱۹۱۵ء میں علامہ اقبال کی مثنوی اسرارِ خودی شائع ہوئی۔ تو صوفیاء کرام کے حلقہ میں ہلچل مچ گئی۔ اس پر کئی طرف سے اظہارِ ناراضگی ہوا۔ اس موقع پر پیر زادہ صاحب نقیب الصوفیاء کی حیثیت سے میدان میں اتر آئے اور اسرارِ خودی کے جواب میں مثنوی رازِ بے خودی کہی۔ مثنوی اسرارِ خودی میں حافظ شیرازی کے متعلق صوفیاء کے نزدیک یہ اشعار قابلِ اعتراض تھے۔

Marfat.com

ہوشیار از حافظ صہبا گسار
جامش از زہر اجل سرمایہ دار
نیست غیر از بادہ در بازار او
از دو جام آشفتہ شد دستار او
چوں جرس صد نالہ رسوا کشید
عیش ہم در منزل جاناں ندید
آں فقیہہ ملتِ مے خوارگاں
آں امام ملتِ بے چارگاں
گوسفنداست و نوا آموخت است
فتنہ و ناز و ادا آموخت است
دلربا تہا مے او زہر است و بس
چشم او غارت گر شہر است و بس
از بز ایراں ایں زیرک تر است
پردۂ عودش حجابِ اکبر است
بگذر از جامش کہ در مینائے خویش
چوں مریداں حسن دارد حشیش
محفل او درخورِ ابرار نیست
ساغر او قابل احرار نیست

بے نیاز از محفلِ حافظ گذر
الحذر از گوسفنداں الحذر

حافظ شیرازی کے ساتھ اس سے پہلے اتنی جسارت بھلا کس نے کی تھی۔ ہم نے خود پیرزادہ صاحب کی مثنوی رازِ بے خودی نہیں دیکھی۔ اسے مطالعہ کرنے والوں میں سے بعض نے اس کا ذکر ہم سے کیا۔ اس کے کچھ شعر ہمیں آغا محمد بخش صاحب ایم اے سکنہ کوٹ چھٹہ ضلع ڈیرہ غازیخان نے لکھ کر بھیجے۔ پھر ہماری نظر سے علامہ اقبال کی مثنوی اسرارِ خودی پر حافظ محمد اسلم جیراجپوری کا وہ تبصرہ گذرا جو پہلے رسالہ الناظر بابت ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا اور پھر فاضل تبصرہ نگار کی نظرِ ثانی کے بعد جامعہ ملیہ دہلی کے رسالہ جوہر کے اقبال نمبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ حافظ اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب نے مثنوی میں خواجہ صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اگر نہ لکھتے تو بہتر تھا"

پیرزادہ مظفر احمد فضلی کے بارے میں قدرے بے تکلفی سے لکھا:

"پیرزادہ صاحب نے اس دھوم دھام سے اس مثنوی کا جواب لکھا ہے کہ وہ بھی اصل بحث کو نظر انداز کر گئے اور صرف افلاطون اور حافظ کی مدح سرائی اور ڈاکٹر صاحب پر شتلشیں حیبت کرنے میں رہے۔ بز و گوسفند کے جواب میں شغال اور کہیں خر بنا دیا اور دشمنِ اسلام اور رہزنِ اسلام وغیرہ خطابات بخشے"

اس تبصرہ میں پیرزادہ صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار بھی نقل کئے ہیں:

Marfat.com

خود زما خیلے بسے وحشت سگال — جامہ زن در نیل دستاں چوں شغال
فلسفی فطرت ز دیں برگشتگاں — در بیابانِ جنوں سرگشتگاں
عقل و دین و داد را دشمن ہمہ — در لباس سخن گاں رہزن ہمہ
از دم گفتار دستاں داستاں — فلسفہ در دل تصوف بر زباں
دشمن جاں آمدند اسلام را — رہزن جاں آمدند اسلام را
وائے بر ایں پختگانِ عقلِ خام — اولیاء را میش و بز کردند نام

از دم مکرِ شغالاں الحذر
الحذر از بد سگالاں الحذر

پیرزادہ صاحب کہتے ہیں:

از خودی پیغارہ زن اسلاف را — کردہ پامالِ جنوں انصاف را
بندۂ دُنیا بہ دُنیا دیں فروش — سر بسر ملت فروش آئین فروش
الادب پیغارہ بر مستاں مزن — شیشۂ خود بر سرِ سنداں مزن
در گذر از بادہ خوار اے محتسب — مست را معذور دار اے محتسب

آگے کہا:

ہر چہ گفتی از خودی حاشا غلط — سر بسر از لفظ تا معنی غلط
در حیاتِ کس خودی را نسبت بار — در حرم مزدور دیداں را چہ کار
از خودی بگذر کہ کار ایں است و بس — خاصہ علم را اشعار ایں است و بس
اے خودی را مرکبِ خود شناختی — دبہ در پائے نیل انداختی
اے خیال خامت اسرارِ خودی — پختہ کار از پند اسرارِ خودی
زہر را تریاق می گوئی بگوئے — بر ہلاکِ خویش می پوئی بپوئے
در عیارستان بازار صفا! — سکۂ قال تو باشد نا روا
اے کہ حافظ را شماتت می کنی — رند میکش را ملامت می کنی

اے بعلم خویش مخمورِ عمل
تو چہ دانی سرِ مستانِ ازل

پیرزادہ صاحب کی یہ مثنوی علامہ اقبال کی نظر سے بھی گزری۔ چنانچہ حافظ محمد اسلم جیراجپوری

Marfat.com

کو اپنے خط محررہ ۱۷ ارمئی ۱۹۱۹ء (مندرجہ اقبال نامہ حصّہ اول ص ۴۹) میں لکھتے ہیں۔

"پیرزادہ مظفر الدین صاحب نے میرا مقصد مطلق نہیں سمجھا۔ تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرونِ اولیٰ میں اس کا لیا جاتا رہا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں۔"

یہاں مظفر احمد کی بجائے مظفر الدین سہوِ قلم ہے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حافظ شیرازی کے متعلق اقبال کے جن اشعار پر پیرزادہ صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ علامہ اقبال نے اسرارِ خودی کے دوسرے ایڈیشن میں انہیں حذف کر دیا۔

پروفیسر پیرزادہ ابراہیم حنیف

ولادت: ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۹ھ ۱۶ دسمبر ۱۸۹۱ء مہم ضلع رہتک

وفات: ۱۲ ر شوال ۱۳۷۹ھ ۹ اپریل ۱۹۶۰ء سیالکوٹ۔

پیرزادہ ابراہیم حنیف ابن پیرزادہ عبدالمجید ابن پیر تاج الدین ابن شاہ عبدالغنیؒ ابن شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ تمام عمر اپنوں اور غیروں کے لئے معمّہ بنے رہے۔ کچھ لوگ انہیں عالم بے بدل، وقت کا غزالی، سچا موحد اور اسلام کی ڈھال کہتے سنے گئے ہیں تو بعض انہیں گمراہ نابغہ، دیدہ ذہن اور بد خو و غلط قسم کا انسان بتاتے ہیں۔ عام طور پر عظیم شخصیتوں سے متعلق ہی آراء کا اس قدر اختلاف ہوا کرتا ہے۔

راقم الحروف کو ان کی وفات سے چار مہینے اور دس دن پہلے ان سے ملنے کا آخری موقع ملا۔ گورا چٹا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ گال پچک گئے تھے۔ وضع قطع اور نفاستِ لباس سے یکسر بے نیاز تھے۔ جسم نحیف اور لاغر تھا۔ اس حالت میں بڑی بڑی بادامی روشن آنکھوں سے بیچارگی کی بجائے رعب و دبدبہ کا اظہار رہتا تھا۔ کیا مجال کہ کوئی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تھوڑی دیر بھی بات کر سکے۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ اس چراغ سحری کے حالات زندگی قلم بند کر لینے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے کہا:

"ماموں! اپنے حالات زندگی تو لکھوا دیں۔"

"چھوڑو۔ کوئی مفید کام کرو۔"

یہ کہہ کر انہوں نے موضوع بدل دیا۔ ایک گھنٹہ بعد خود انہوں نے مہم کا ذکر چھیڑا تو میں نے غنیمت

Marfat.com

جانا اور پوچھا۔

"آپ کو ہم چھوڑے چالیس سال ہو گئے۔ اپنے بچپن کے حالات تو بھول گئے ہوں گے"۔ اس "بھول گئے ہوں گے" پر چونکے اور یہ بتانے کے لئے کہ ان کی یادداشت کتنی اچھی ہے گویا ہوئے۔ میرے ہاتھ میں پہلے ہی کاغذ پنسل تھے۔ قوسین ہماری ہیں:

"مجھے ایک ایک بات یاد ہے۔ چار سال کی بھی۔ بسم اللہ (مولانا حکیم) علاؤالدین (۱۰۵اب) نے پڑھائی۔ ابا زندہ تھے۔ ایک مہینہ چھ دن بعد مرے۔ پھر حافظ نصیر الدین کے مدرسہ میں جانے لگا، دادی گئے تھے۔ وہ چلے گئے تو بو بو محمدی سے پڑھنے لگا۔ کون بو بو محمدی؟"

ایسے سوال کر کے وہ سامع کو متوجہ رکھتے تھے اور بسا اوقات ایسے موقعوں پر سوال کرتے کہ ایک باخبر اور چوکنا انسان بھی الجھن میں پڑھ جاتا۔ مگر وہ یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ ان کی مجلس میں ان کے علاوہ اور کوئی بولنے کی جسارت کرے۔ اس لئے خود ہی جواب دے دیتے۔ نقاہت کے باعث چھوٹے چھوٹے فقروں میں مطلب ادا کرتے مگر آواز بڑی صاف تھی چنانچہ سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

"شیخ محمد ولی کی بیوی۔ باقر (علی ۶) کی تائی۔ پھر (مولوی) رئیس الدین کے پاس خانقاہ میں بیٹھ گیا۔ سرکاری مدرسہ میں بھی جانے لگا۔ بہت چھوٹا تھا۔ اماں نے اٹھا لیا۔ خود پڑھانے لگیں پھر مدرسہ میں داخل ہو گیا۔ چوتھی جماعت میں مدرسہ سے جی چرانے لگا۔ پکڑ دھکڑ ہوئی تو چلے گئے۔ ورنہ کہیں چھپ رہتے۔ میں بیمار پڑ گیا۔ ڈاکٹر ظہور الدین لہتکی (۵۹ ب) تمہاری نانی کے علاج کو آئے۔ ان کی دوا سے میں بھی اچھا ہو گیا۔ مگر مدرسہ نہیں گیا (مولوی) رئیس الدین کے مدرسہ جانے لگا۔ وہاں ابراہیم خاں مجھے چڑاتا۔ میں نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ پھر حافظ امیر احمد (۱۸) کے مدرسہ میں بٹھایا۔ میں نے سات سیپارے حفظ کر لیئے۔

"ماموں عزیز الرحمٰن (۱۶ ب) سے مجھے کتابوں اور تصویروں کی چاٹ پڑی اور سراج الرحمٰن (۳ ب) سے شعر کا چسکا۔ ماموں عزیز مجھے قصے اور ناول پڑھنے کو دیتے۔ میں چھ سال کا تھا۔ داستان امیر حمزہ اچھی طرح پڑھ لی تھی۔ ان سے لے کر میں نے طلسم ہوشربا، قصص الانبیاء، انوار الاخلاق، روضۃ الشہداء، گل بکاولی، فسانۂ آزاد اور بہت سے قصے پڑھے۔ ابا کے مرنے کے بعد باجی (نانا) کے گھر رہا کرتے۔ رشتہ داروں میں کسی نے مدد نہ کی۔ سب جلتے تھے۔ سب خبیث تھے۔ بھائی حمید نے تیاری کرا کے مجھے پانچویں میں داخل کرا دیا۔ خیر میں نے اردو مڈل کیا (۱۹۱۱ء) میں بعمر ۱۹ سال چار ماہ۔ اپنے سکول میں اور ضلع کے مسلمانوں میں اول رہا۔ وکٹوریہ جوبلی وظیفہ ملا۔ میں نے اس سے

فائدہ نہ اٹھایا۔ باجی (یعنی نانا مولوی عبدالشکور باب گذشتہ) انگریزی کے خلاف تھے۔

"مڈل پاس کر کے ٹونک چلا گیا ماموں سعید الدین کے پاس۔ کون سعید الدین؟ قوام الدین (۴۰۸) کے دادا بھائی۔ وہ نیما ہیڑہ میں ناظم (ڈپٹی کمشنر) تھے۔ میں نے سیاہ نویسی سے تحصیلداری تک کا کام سیکھا۔ ملازمت نہ ملی۔ چھ مہینے وہاں رہا۔ واپس آگیا (خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی) مظفر احمد (باب ہذا) کے پاس امرت سر چلا گیا۔ میں نے کام سیکھ کر ضلعداری دراصل پٹواری کا امتحان دیا۔ بڑے اچھے نمبر آئے مگر مجھے کام پسند نہ آیا۔ میں سہم آگیا۔ یہاں باجی (نانا) کا چوراسی سال کی عمر میں انتقال ہو گیا اب میں دنیا میں اکیلا رہ گیا۔ (عمر ۱۴ سال) محلے والے سب دشمن تھے۔ میں اکیلا کس کس کا مقابلہ کرتا۔ باجی کے چہلم پر سب مرید جمع ہوئے اور مجھے جانشینی کی پگڑی پہنادی۔

میں پھر ٹونک چلا گیا۔ تیاری کر کے وکالت کا امتحان دیا۔ پانسو میں چار سو اٹھتیس نمبر آئے (قانون شہادت، انشا پردازی اور دستور العمل مال کے پرچوں میں پورے پورے نمبر آئے تھے۔ سند موجود ہے) مجھ سے پہلے ریاست کی تاریخ میں کوئی درجہ اول میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ یہ ۱۹۱۳ء کی بات ہے۔ میں نے ٹونک میں وکالت شروع کر دی، وہاں چھ سال رہا۔ لاکھوں کمائے۔ وہاں کے امرا مجھ سے حسد کرنے لگے۔ ٹونک چھوڑنا پڑا۔ سہم آگیا (۱۹۱۹ء)

سہم آیا یہاں بھی سازشیوں کی کمی نہ تھی۔ پھر ایک واقعہ پیش آیا۔ مجھے جان کا خطرہ ہو گیا میں دلی چلا گیا۔ تاریخ یاد ہے۔ مارچ کی گیارہ تھی اور ۱۹۲۱ء۔ اس کے بعد صرف ایک دفعہ سہم گیا۔ مکان کا تصفیہ کرنے۔ میں، اماں اور خورشید دلی میں شاہ تارا کی گلی میں رہنے لگے۔ مسجد فتح پوری میں ایک مہینہ پڑھ کر منشی فاضل کا امتحان دیا اور پاس ہو گیا (۱۹۲۱ء) اگلے سال ادیب فاضل کیا۔

پھر ایم بی ہائی سکول مدرسہ مسجد فتح پوری، ہائی سکول مہرولی اور رامجس ہائی سکول دلی میں پڑھایا ہر جگہ حاسدوں سے واسطہ پڑا کسی جگہ پورے ایک سال بھی نہیں رہا۔ پھر تین سال رامجس کالج میں فارسی کا پروفیسر رہا۔ جب شردھانند (شاتم رسول) کے قاتل عبدالرشید (شہیدؒ) کو قتل کی سزا ملی۔ استعفیٰ دے دیا (۱۹۲۷ء)۔ دو سال اور دلی میں رہا۔ ۱۹۲۹ء میں لاہور آگیا"

یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ کھانا آگیا۔ چارپائی پر بیٹھے بیٹھے شوربے کے ساتھ ایک پھلکا کھایا۔ مگر اس آپ بیتی کو پھر کبھی نہ چھیڑا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے کاغذات میں "حیات ناشاد" کے نام سے ان کی خود نوشت سوانح عمری لکھی ہوئی ملی۔ یہ ۱۹۲۳ء تک کے حالات پر مشتمل ہے اور ان کے زبانی بیان کی تصدیق ہی نہیں کرتی بلکہ اس میں حیران کن جزئیات بھی ملتی ہیں۔ حیات ناشاد

Marfat.com

کے علاوہ ساٹھ صفحوں پر مشتمل ایک زائچہ ولادت بھی ہے جو انہوں نے مشہور منجمین کی مدد سے ۱۹۱۹ء میں تیار کیا۔ ایک بیاض میں ان کا شاعرانہ کلام ہے۔ ایک بیاض میں سفروں کی تفصیل ہے اور میزان لگا کر لکھا ہے کہ یکم جنوری ۱۹۲۲ء تک کل ۴۰۰۲ سفر کئے جن میں ۲۶۸۷۶ میل فاصلہ طے کیا۔ ان بیاضوں اور ان کی اپنے متعلق اور تحریروں کو پڑھ کر میں تو کچھ ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی ذات سے متعلق اتنی واقفیت نہیں رکھتا جتنی اس نابغۂ روزگار سے۔

ان کے والد پیرزادہ عبدالمجید ایک فرشتہ خصلت انسان تھے۔ امین یا قانون گو تھے۔ جس وقت ان کا انتقال ہوا پیرزادہ ابراہیم حنیف پانچ برس کے تھے۔ یہ اپنے نانا الحاج مولوی عبدالشکور رباب ھا کی کفالت میں چلے گئے۔ شاہ عبدالغنیؒ رباب ھا کی وفات کے وقت ان کے تین فرزند حیات تھے: مولوی عبدالشکور، پیر تاج الدین (۳۶ اب) اور پیر وزیرالدین (۴۰ اب) مولوی عبدالشکور پیرزادہ ابراہیم کے نانا تھے اور پیر تاج الدین دادا۔ ان دونوں کو نظرانداز کرتے ہوئے۔ شاہ عبدالغنیؒ نے اپنے سب سے چھوٹے فرزند پیر وزیرالدین صاحب کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا۔ نانا اور دادا کی اس مفروضہ حق تلفی کی آواز پیدائش کے دن سے پیرزادہ صاحب کے کان میں پڑ رہی تھی۔ بچپن میں ان کی والدہ نے انہیں رشتہ داروں سے چھپا چھپا کر رکھا اور ان کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ تمام رشتہ دار تیرے جانی دشمن ہیں۔

پیرزادہ صاحب کی زندگی پر ان کی والدہ عائشہ بیگم صاحبہ کا بڑا ہی گہرا اثر تھا۔ یہ خاتون چھبیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں اور چھپن سال بیوگی میں گزار کر بیاسی سال کی عمر میں ۱۹۵۲ء میں سیالکوٹ میں فوت ہوئیں۔ پڑھی لکھی تھیں۔ محلّہ میں لڑکیوں کے مدرسہ میں معلمہ بھی رہیں۔ انہوں نے حالاتِ خواتین کے نام سے ایک بڑی ہی مفید کتاب لکھی۔ اس کتاب میں اپنے خاندان کی ڈیڑھ سو سال کی خواتین کا نسوانی زبان میں حال ہے۔ زبان بھی مصنفہ کی اپنی نہیں بلکہ جن الفاظ میں انہوں نے بڑی بوڑھیوں سے ان کے اپنے اور ان بڑی بوڑھیوں کی نانیوں اور دادیوں کے حالات سنے بعینہٖ انہی الفاظ میں لکھ دیئے۔ ایسے واقعات کا انتخاب کیا ہے کہ چلتی پھرتی گھریلو زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت تاریخی کے علاوہ لسانی بھی ہے۔ یہ خاتون عمر بھر بیٹے کی چارپائی کی پٹی سے اپنی چارپائی کی پٹی لگا کر سوئیں۔ جب پیرزادہ صاحب کی شادی ہو گئی اور رخصتی کے دن یہ گھر بسا ان خاتون کی چارپائی خاوند بیوی کے چارپائیوں کے درمیان ہوتی اور بیٹے کو ایسی باتیں بتائی جاتیں۔

Marfat.com

"اے بٹیا۔ دیکھیو میں روٹی ڈال رہی تھی۔ بہو سے کہا روٹی کھالے۔ وہ پاس آکے بیٹھ گئی۔ میں نے سالن اتار دیا۔ اپلے پاس پڑے تھے۔ میں اندر گئی۔ آ کے کیا دیکھوں کہ بہو اپلوں سے سالن کھا رہی ہے۔ باؤلی ہے۔"

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ سعادت مند بیٹے کو ماں کی بات کا یقین آجاتا مگر یہ ازدواجی رشتہ زیادہ دیر قائم نہ رہا۔ ۱۹۲۰ء میں پیرزادہ صاحب نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد پیرزادہ صاحب نے شادی نہ کی۔ قطع نسل کا ماں بیٹوں کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ ماں اُسّی برس کی تھیں کہ ایک روز راقم الحروف کی والدہ محترمہ ان سے ملنے گئیں۔

"اری بیٹی اچھا ہوا تو آگئی۔ میرے حنیف کے بیٹا ہوا ہے۔"

"کب ہوا۔ کہاں سے ہوگیا۔ کب میں شادی کرلی۔"

"بہو انگلستان میں ہے۔ بچہ بھی وہیں ہے۔"

"میں تو دودھ دھلائی لوں گی۔"

"ہاں لے یہ پانچ روپے تو اب لے لے جب بہو آئے گی تو سو دوں گی۔"

لطف یہ ہے کہ ساٹھ سالہ فاضل بیٹے نے بھی اس بے بنیاد بات کی تائید کر دی۔ ان ماں بیٹوں کے علاوہ اس گھر کا ایک اور فرد تھا؛ خورشید عالم (۱۹۰۸-۱۹۴۸ء) یہ پیرزادہ صاحب کے بڑے بھائی عبدالحمید متوفی ۱۹۰۸ء کا فرزند تھا۔ اس خطرے سے کہ اس نومولود کو اس کی ماں جان سے نہ مار دے بچہ کو کبھی ماں کی گود میں نہ جانے دیا۔ دودھ بھی اس طرح پلایا جاتا کہ دادی بچے کو اپنی گود میں لئے کھڑی رہتیں اور پاس کھڑی ہوئی ماں دودھ پلاتی جاتی۔ جب خورشید عالم کی بیوہ والدہ نے نکاح ثانی کرلیا تو اس کے بعد ماں کو بچے کی شکل نہ دیکھنے دی یہاں تک کہ ماں دیوانی ہوگئی۔

انسان کو انسان سے جس قدر محبت ہوسکتی ہے وہ پیرزادہ صاحب کو اپنے بھتیجے خورشید عالم سے تھی۔ اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جاتا کہ "دشمن" مار نہ ڈالیں۔ اس کا زائچہ ولادت نکلوایا گیا اس کی زندگی کا ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ بھی پیرزادہ صاحب نے ایک علیحدہ بیاض میں لکھا ہے اگر کسی صبح ذرا دیر سے اٹھتا تو ماں بیٹا بے چین ہوجاتے۔ اس کی توجیہات کی جاتیں اور اپنے جذبات کو پیرزادہ صاحب قلمبند کرتے۔ اس کے متعلق جتنے خواب دیکھے وہ لکھے گئے اور ان کی تعبیر بھی۔ پیرزادہ صاحب ممبئی سے ٹونک گئے اور یہ بچہ ایک سال تک ممبئی میں اپنی دادی کے پاس رہا۔ اس ایک

Marfat.com

سال میں پیرزادہ صاحب نے اس دس گیارہ سال کے بچے کو جتنے خط لکھے ان کا اندراج ڈاک رسی میں کیا اور پھر خود ہی ماہانہ اوسط نکال لی۔ ۲/۱ ۸۰ خطوط ماہانہ اوسط نکلی۔ ایک روز ان کی عمر کا حساب نکالا اتنے سال، اتنے مہینے، اتنے دن۔ پھر ان کے گھنٹے بنائے۔ پھر منٹ اور پھر سیکنڈ اور لکھا کہ اس وقت خورشید عالم کی عمر اتنے سیکنڈ ہے۔ لاہور آکر خورشید عالم نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ماں بیٹے کے لئے یہ خیال بھی ناگوار تھا کہ خورشید عالم ان کی ذات کے علاوہ اور کسی انسان میں دلچسپی لے۔ یہ رنگ تربیت اتنا پختہ تھا کہ خورشید عالم وفات کے وقت چالیس سال کے تھے مگر شادی نہ کی تھی۔

اس گھر میں یہی تین افراد تھے۔ کسی مہمان کو گھر میں سونے کی کبھی اجازت نہ ملی۔ کبھی کوئی گھریلو ملازم نہ رکھا۔ ماں اسی بیاسی سال کی ہوگئیں۔ ہاتھ میں اس حد تک رعشہ ہوگیا تھا کہ ایک دفعہ آگ جلانے میں پوری ماچس کی ڈبی خرچ ہو جاتی مگر خود ہی تین چار کچی پکی روٹیاں ڈال لیتیں۔ ضبط نفس کا یہ عالم تھا کہ اپنے گھر میں پیرزادہ صاحب نے شاید ایک مرتبہ بھی پر تکلف کھانا نہ کھایا ہو۔ یہی حال لباس کا تھا۔ دو سادہ سے جوڑوں سے زیادہ نہ ہوتے۔ پان، سگرٹ، حقہ تو کبھی شوقیہ بھی استعمال نہ کئے۔

مڈل پاس کرنے کے بعد پیرزادہ صاحب نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درخواست بھیجی۔ اس درخواست پر علامہ شبلی نعمانیؒ کا جواب آیا:

"جناب من۔ السلام علیکم۔ ندوہ میں کوئی وظیفہ اس وقت خالی نہیں۔ سو روپے ماہوار اس مد پر خرچ کئے جاتے ہیں اور اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔"

شبلی ۲ راگست ۱۹۱۱ء"

اس کا پیرزادہ صاحب کو اتنا افسوس تھا کہ اس کی شدت بارہ سال بعد بھی کم نہ ہوئی چنانچہ ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں:

"اب جب خیال آتا ہے کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے اور دل سے بے اختیار یہ آہ نکلتی ہے کہ اے اللہ سب کو معاف کردوں گا مگر مولوی شبلی کی یہ فرو گذاشت ہرگز نہ معاف کرونگا۔ جب فیصلہ کا دن ہوگا تو اپنے ذوقِ علم کی ایسی حسرتناک موت کا مرثیہ پڑھونگا اور مولانا شبلی پر ذوق علمی کے خون کا دعویٰ کروں گا؟ (حیات ناشاد)

ایک بیچارے علامہ شبلی نعمانیؒ پہ کیا منحصر ہے۔ پیرزادہ صاحب کی تحریریں شاہد ہیں کہ ان

کا جس سے بھی واسطہ پڑا وہ لازماً برا تھا اور انہوں نے اسے کبھی معاف نہیں کیا۔

ہم سے ہجرت پیرزادہ صاحب کی زندگی کا ایک اہم واقعہ تھا۔ اس پر انہوں نے بہت کچھ لکھا۔ شدتِ جذبات سے چشمہ شعر بھی ابل پڑا حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی شعر موزوں نہیں کیا اور نہ بعد میں شعر کہے۔ یہ دور صرف ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کا تھا۔ ان دنوں یہ نواب سراج الدین سائل سے مشورۂ سخن کیا کرتے تھے۔ ایک بزرگ اور ان کی اولاد پر ایک بیباک اور طویل مثنوی لکھی۔ اتنی زوردار کہ سودا کی ہجویات اور جان صاحب کی ہزلیات بھی اس کے مقابلہ میں پھیکی معلوم ہوں۔ اس میں خیالی دشمنوں کی جی بھر کر خبر لی ہے مگر اسے مشتہر نہیں کیا۔ صرف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ لکھنے کے بعد اپنی زندگی میں کسی سے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ علاوہ ازیں اس دور میں انہوں نے کچھ نوحے، غزلیں اور نظمیں بھی کہیں۔ ناگفتنی کو چھوڑتے ہوئے ہم صرف گفتنی سے کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں:

تھیں دعائیں لب پہ، دل میں درد تھا، آنکھوں میں نم
اس طرح چھوڑا سراپا فضل نے ہائے حرم

[redacted] [redacted]

چھیڑنے کو ہمیں کہتے ہیں چلو ہم چلو — دیکھو صورت تو ذرا ہیں یہ بلانے والے

نہ ہے نصیب وہ گھامڑ ہمیں نصیحت دیں — قضاؤ قدر بھی ورثہ میں جن کو لعنت دیں

یاں کے افسردہ طبع کہنے لگا یوں ہمدم — کیوں گھلا جاتا ہے جی میں ہے ترا کیسا غم
حزن سے چہرہ ترا کس لئے افسردہ ہے — یاس سے کس لئے آنکھیں ہیں سدا یوں پر نم
دن کو سکھ راتوں کو آرام نہیں تجھ کو نصیب — للہ بتلا، کہیں آتا تو نہیں یاد حرم
دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے — ہم نے غربت میں سنا دوست سے جب نام حرم
پوچھ مت پوچھ ملے دوست فسانۂ فراق — بیکسی قتل کئے ڈالتی ہے ہاں ہر دم
بدسلوکی نے کیا مجھ کو گھلا کر آخر — غربت اور یادِ وطن کرتے ہیں ہر وقت ستم

Marfat.com

دہلی میں پیرزادہ صاحب اعلیٰ درجہ کا علمی ذوق لے کر گئے۔ اب تک وہ کئی علمی اور تحقیقی کام کر چکے تھے جن کا ذکر ذرا بعد میں آئے گا۔ دہلی میں ان دنوں خلافت کے چرچے تھے اور گلیوں میں بچوں کی ٹولیاں

بولی اماں محمد علی کی　　　جان بیٹا خلافت پہ دے دو

گاتی پھرتی تھیں۔ یہ وہی آواز تھی جس کی مخالفت کرنے کی وجہ سے انہیں مہم چھوڑنا پڑا تھا۔ یہ دہلی میں نو سال رہے (مارچ ۱۹۲۱ء سے دسمبر ۱۹۲۹ء تک) ان جیسی صلاحیت رکھنے والے کے لئے چنداں مشکل نہ تھا کہ وکالت ترک کر کے گزر اوقات کی کوئی اور سبیل کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحان پاس کر کے یکے بعد دیگرے چار سکولوں میں ملازمت اختیار کی وہ دہلی کے علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے اور بغیر کسی ڈگری کے حامل ہوتے ہوئے محض اپنی ٹھوس علمی قابلیت کی بنا پر رامجس سٹی کالج دہلی میں فارسی کے لیکچرر لگ گئے اور دہلی یونیورسٹی نے اس تقرر کی منظوری دے دی۔

اب دہلی میں خلافت کی بجائے شدھی کے چرچے تھے۔ ہندوؤں کی جارحیت سے مسلمان بڑا خائف تھا۔ شاتم رسول شردھانند کے قاتل عبدالرشید کو عدالت سے پھانسی کی سزا ملی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو پیرزادہ صاحب نے گھر بیٹھے کالج کے مینیجر کو اپنا استعفیٰ دے دیا:

"جناب من۔ چونکہ میرا ضمیر مجھے آئندہ کام جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے میں اپنی پوسٹ سے مستعفی ہوتا ہوں۔ مہربانی کر کے استعفا منظور کیا جائے۔"

پیرزادہ محمد حنیف پرشین لیکچرر

انہوں نے رواں مہینے کے چودہ روز کی تنخواہ ایک ہندو ادارے سے لینا بھی گوارا نہ کی۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کے توڑ میں مسلمانوں نے بہت سی انجمنیں قائم کیں۔ پیرزادہ صاحب نے ان میں سے کسی کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک نہ کیا کیونکہ ان انجمنوں کی تمام ترکارکردگی مدافعانہ تھی اور یہ بات ان کی افتاد طبع کے خلاف تھی۔ ہندوؤں سے نبٹنے کے لئے انہوں نے ہندی اور سنسکرت زبان سیکھی۔ ہندومت کا مطالعہ اصل ماخذوں سے کیا۔ وید، اپنشد، منوشاستر اور پوران پڑھے اور ڈیفنس آف اسلام، آل محمد اور سری کرشن اسمبلی کے نام سے جماعتوں کے قیام کا اعلان کیا جن کے وہ خود واحد عہدیدار اور کارکن تھے۔ ۱۹۲۷ء کے اخیر میں انہوں نے ایک رسالہ موسومہ "دوالی کا تحفہ" شائع کیا۔ اس میں بتایا کہ سری کرشن ایک غیر آریہ اسرائیلی پیغمبر تھے

Marfat.com

رام اور ابراہیم ایک ہی پیغمبر کے دو نام ہیں۔ رام غیر آریائی لفظ ہے۔ تورات اور انجیل میں برام، ابرام (کنیت ابو رام) یعنی رام کا نام آیا ہے جو کثرت استعمال سے ابراہام اور ابراہیم بن گیا۔ اسی رسالہ میں اعلان کیا کہ ہم نے سری کرشن اسمبلی قائم کی ہے اس پر ۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء کے اخبار ملاپ لاہور نے دو کالمی دوہری سرخیاں جڑیں: "ایک مسلمان نے بھگوان کرشن چندر کو اسرائیلی پیغمبر بنا دیا" "سری کرشن کے نام پر ایک اسمبلی بھی قائم کردی" پانچ روز بعد دہلی کے اخبار الامان نے اپنی ۲۳ جنوری ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں اس رسالہ کو پورا نقل کیا۔ رسالہ جنرل نیوز دہلی نے ۲۲ ستمبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں پیرزادہ صاحب کی تحقیق کو سراہا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء کے پیغام صلح لاہور اور ۳۰ نومبر ۱۹۳۰ء کے اخبار حمایت اسلام لاہور نے اس رسالہ کو پورا نقل کیا۔ ۲۷ نومبر ۱۹۳۰ء کے اخبار سیاست لاہور میں اس رسالہ پر تبصرہ ہوا۔

شردھانند کا قتل پیرزادہ صاحب کی زندگی کا ایک اہم ترین موڑ تھا۔ ان کے رسالے "دیوالی کا تحفہ" پر پریس نے بڑا ہی حوصلہ افزا تبصرہ کیا۔ خود اعتمادی تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اب انہیں یہ احساس ہوا کہ اپنے جوہر دکھانے کا میدان ہاتھ آگیا۔ انہوں نے اسی سلسلہ کے تین اور ٹریکٹ شائع کئے: آل محمد۔ مُردے مت جلاؤ اور اپیل بنام آریہ صاحبان۔ پہلے رسالہ میں لفظ آریہ کی تحقیق کر کے راجپوتوں اور جاٹوں کو غیر آریہ بتایا۔ دوسرے رسالہ پر، جون ۱۹۳۱ء کے پیغام صلح لاہور میں ریویو شائع ہوا اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ پیرزادہ صاحب نے لاہور کے عیسائی رسالہ المائدہ میں یہ دعوے دہرایا کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ لفظ مندر مفعل کے وزن پر عربی ہے اور اس کی جمع منادر بھی عربی طریق پر ہے جیسے مسجد سے مساجد۔

ہندوؤں کی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے بھی اپنی تبلیغی مساعی تیز کر دیں۔ ان کے جواب میں مسلمانوں نے جو مدافعانہ رویہ اختیار کیا ہوا تھا پیرزادہ صاحب اس سے مطمئن نہ تھے۔ اصل ماخذوں سے عیسائیت کا مطالعہ کرنے کے لئے انہوں نے یونانی اور عبرانی زبانیں سیکھیں۔ عیسائیت پر ان کا رسالہ مراسلہ بنام ہیڈ آف کامرچ مشن دہلی شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے لکھا:

"...... میری عبرانی اردو لغات میں دس ہزار کے قریب عبرانی اور سامینک الفاظ کی فلالوجی لکھی جا چکی ہے...... کتاب مقدس کے اردو، فارسی، عربی ترجمے اصل عبرانی کے لحاظ سے غلط ہیں۔ یہی حال غالباً عہد نامہ جدید کا ہوگا۔ بدقسمتی سے اس کی اصل عبرانی کتابیں معدوم ہیں اور اب سارا مدار یونانی نسخوں پر ہے۔ ان میں اب عبرانی کا صرف ایک

Marfat.com

آدھ جملہ باقی ہے۔ مگر ازاں جملہ خاص جملہ ایلی ایلی لما سبقتنی کا ترجمہ تو صحیح غلط ہے اور اس کا تعلق زبور ۲۲: اسے بھی ٹھیک نہیں۔ زبور میں سبقتنی کا لفظ نہیں بلکہ عذ بتنی ہے اور ان دونوں کے مفہوم اور معانی میں بے حد فرق ہے۔"

اس پورے مراسلہ کو تین موٹی موٹی سرخیوں کے ساتھ الجمعیتہ دہلی نے ۲۷ جولائی ۱۹۲۸ء کو شائع کیا "عیسائیت کی بنیاد ہل گئی" "عبرانی اناجیل سے اسلامی عقیدے کا اثبات" "حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے" اور ساتھ ہی ایڈیٹر نے یہ نوٹ دیا:

"مراسلہ نگار صاحب ایک مدت سے مذاہب کی تحقیق اور ان کی جوہری باتوں پر تابلانہ نقد و نظر فرما رہے ہیں اور جس موضوع پر آپ قلم اٹھاتے ہیں اس کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کے ساتھ ہی اس کے لوازمات اور ادبی خصوصیات میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔"

یہی مراسلہ اخبار جنرل نیوز نے ایک نوٹ کے ساتھ اپنی یکم جنوری ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ دہلی ہی میں انہوں نے ایک رسالہ "من انصار اللہ" (۱۹۲۸ء) شائع کیا۔ جس میں انہوں نے کہا "میں ہر محقق مذہب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ دنیا کے ہر مسلمہ علمی معیار پر اسلام کی صداقت مجھ سے حاصل کر سکتے ہیں (۹؟)" یہ پمفلٹ اخبار الجمعیتہ دہلی نے اپنی ۵ نومبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں نقل کیا۔ لاہور آ کر انہوں نے "اپیل بنام عیسائی صاحبان" اور "بنام پرنسپل مسلم اسٹڈی سرکل" نامی ٹریکٹ شائع کئے۔ آخر الذکر ایک عیسائی ادارہ ہے۔ عیسائی مشنریوں میں پہلے دہلی اور بعد میں ٹنیولی (مدراس) کے بشپ ریورنڈ ایف جے ویسٹرن پیرزادہ صاحب کے بڑے مداح تھے انہوں نے پیرزادہ صاحب سے الجھنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ بلکہ ہمیشہ تالیف قلوب کا نسخہ استعمال کرتے رہے۔ کچھ ایسا ہی رویہ علی گڑھ میتھوڈسٹ ایس کوپل مشن کے بشپ ریورنڈ راک ویل کلینسی کا تھا۔ ان دونوں کے پیرزادہ صاحب کے نام بیسیوں خطوط موجود ہیں جن میں کسی مذہبی اختلاف کا ذکر نہیں۔ ہندی نژاد عیسائیوں سے ان کی کبھی نہ بنی۔ دہلی کے پادری احمد مسیح، اخبار نور افشاں لاہور کے ایڈیٹر پادری غلام مسیح اور ریورنڈ جی ای چیٹرجی ایم اے سے ان کی ہمیشہ نوک جھونک رہی۔ پادری احمد مسیح کی ایک اینٹ کے جواب میں جو پتھر پھینکا اس کی سختی ملاحظہ ہو:

"نظر بریں میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اگر عمر کا تقاضا نہیں تو جناب پولوس کی اس پالیسی کا اثر ضرور ہے کہ جھوٹ بولنا ذرا بھی گناہ نہیں بشرطیکہ اس طرح کلیسا کی حمایت ہو سکے۔ چرچ اور انگلینڈ کے خداوندان دولت کو خوش کرنے کے لئے ہمارے دیسی مظلوم بھائی

اگر اتنا بھی نہ کر سکیں تو پھر وہ کس مرض کی دوا ٹھہریں گے اور فن کا کڑوا دانہ کیونکر ہضم ہوگا"
مالی مشکلات میں گھرے ہوئے ایک شخص کے لئے دو تین سال کے عرصہ میں ہندی، سنسکرت یونانی اور عبرانی زبانیں سیکھ لینا ایک معجزہ ہے۔ خود نمائی کا جذبہ خواہ وہ کتنا ہی شدید ہو انسان سے یہ کام نہیں کرا سکتا۔ یہ خدمتِ اسلام کی سچی لگن تھی کہ بغیر وسائل کے اور باقاعدہ کسی یونیورسٹی میں پڑھے بغیر پیرزادہ صاحب یہ زبانیں سیکھ گئے۔ اس میں قطعی شک نہیں کہ عیسائیت اور ہندومت کے متعلق ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور اصل ماخذوں سے تھا۔ اپنے وسیع مطالعہ کی بنا پر وہ بہت کچھ اور بہت اچھا لکھ سکتے تھے مگر حیرت ہے کہ ان کے مصنفہ رسائل میں ایک بھی رسالہ ایسا نہیں جو دائمی اقدار کا حامل ہو۔ بد قسمتی سے ان کا انداز تحریر عیسائی مشنریوں اور ہندو پرچارکوں سے مختلف نہ تھا، وہی مناظرانہ للکار، دل آزارانہ فقرے اور ذاتی حملے وہ اپنا شعار بنا بیٹھے۔ یہ دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انہیں علامہ شبلیؒ کی تربیت میسر آجاتی تو یہ جوہر قابل اسلام کی کچھ ٹھوس خدمت سرانجام دے جاتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس دور کی مناظرانہ فضا میں انہوں نے "واہ واہ" اپنی جھولی خوب بھری ہوگی۔ ان کی تحریروں سے مسلمانوں کی کچھ حوصلہ افزائی اور غیر مسلموں کی حوصلہ شکنی ہوئی ہوگی۔ ارتداد کی آندھی کا بھی کچھ زور دبا ہوگا مگر پیرزادہ ایسے فاضل اجل سے اس سے کہیں زیادہ توقع وابستہ کی جاسکتی تھی۔

دسمبر ۱۹۲۹ء میں پیرزادہ صاحب اپنی والدہ اور بھتیجے کو لے کر دہلی سے لاہور آگئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہاں قادیانیت کو اسلام کے لئے اندرونی خطرہ محسوس کیا۔ مرزا غلام احمد صاحب کی تمام مطبوعہ تحریریں مطالعہ کیں۔ قادیانیوں کا تمام پراپیگنڈا لٹریچر پڑھا اور براہ راست مرزا بشیر الدین محمود صاحب اور مولانا محمد علی صاحب ایم اے کو مناظرہ کی دعوت دی۔ مولانا محمد علی لاہوری کو ۲۰ فروری ۱۹۳۲ء کو رجسٹرڈ پوسٹ کارڈ لکھا کہ میں اپنے رسائل آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں جن میں سے بعض کو آپ نے اپنے مسلک میں شامل کر لیا ہے۔ مثلاً اپنے نام کے ساتھ مولانا لکھنا ترک کردیا ہے اور مثیل مسیح کی احمدی اصطلاح ترک کردی ہے اور مثیلِ عیسیٰ پر انحصار کر لیا ہے"
اسی سن میں انہوں نے رسالہ "اہل اسلام اور اہل الکتب سے اپیل" شائع کیا جس میں جماعتِ احمدیہ لاہور سے خط و کتابت شامل تھی اور آخیر میں نوٹ دیا "آج شب کو مسٹر محمد علی کے ایجنٹ نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے قبل ازیں ایک مرزائی کی شرارت سے مجھ پر حملہ ہو چکا ہے"۔
بچپن کی ٹریننگ کی وجہ سے پیرزادہ صاحب چونکہ لڑائی لڑنے کے عادی تھے۔ عیسائیوں

Marfat.com

ہندوؤں اور قادیانیوں کے بعد ان کی توجہ مسلمان علماء کی طرف ہوئی۔ ویسے ان کا اختلاف دنیا کے تقریباً ہر زندہ اور مرحوم مسلمان کے عقائد و عمل سے تھا۔ ان کے مذہبی رسائل میں آلِ محمد، تفسیر آل محمد (الکوثر کی تفسیر)، خالص اسلامی صلوٰۃ (اہل القرآن اور بقول ان کے چکڑالویوں کی نماز پر اعتراضات)، رواجی نماز (حافظ محمد اسلم جیراجپوری کے نماز کے بارے میں خیالات پر اعتراضات)، مولانا صرف اللہ تعالےٰ ہے الموسوم بہ مولوی ازم مردہ باد، مسلم غیور بیدار باش، اسلامی کلنڈر ہیں۔

ان رسالوں پر اسی نوعیت کے جریدوں یعنی اخبار نیر اسلام لاہور، پیغام صلح لاہور، شحنۂ شریعت کانپور، رسالہ اشاعت القرآن لاہور (اہل القرآن کا جریدہ) وغیرہ میں تنقید ہوئی۔ اپنے رسائل میں پیرزادہ صاحب نے بتایا کہ اپنے آپ کو آلِ محمد کہو۔ نماز پڑھنا مجوسیوں کی پیروی ہے۔ موجودہ ہجری تقویم غیر اسلامی ہے مسلمان غلط مہینہ میں روزہ رکھتے ہیں۔ غلط تاریخ کو حج ادا کرتے ہیں۔ نام کے ساتھ مولوی لکھنا شرک ہے۔ امام بخاریؒ مجوسی الاصل تھے۔ انہوں نے اسلام بگاڑنے کے لئے حدیث کی کتاب گھڑلی۔ پیرزادہ صاحب نے اپنی تفسیر القرآن لکھنا شروع کی۔ اس کے نامکمل اور بے ترتیب مسودات دس بکسوں میں موجود ہیں۔ ان کی تمام مذہبی تحریروں کو پڑھنے کے بعد، جو کہ بڑا ہی پتہ ماری کا کام تھا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک مذہبی انارکسٹ اپنے ذوقِ تخریب کی تسکین کر رہا ہے۔ انکے نزدیک ہر مسئلہ عقیدہ اور عمل غلط ہے۔ مگر انہوں نے کہیں نہیں بتایا کہ حق کیا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس فقید المثال قوتِ حافظہ کے مالک نے یہ کام دن کا چین اور رات کا آرام قربان کر کے کیا، ازدواجی زندگی اور راحتِ دنیا سے بے نیازِ محض ہو کر کیا تو علم و اخلاص کی برتری میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ ذہن انسانی کی نیرنگیاں ملاحظہ ہوں۔ اسی ذہنی ساخت کے سینکڑوں پڑھے لکھے ان کے ہم خیال تھے۔ ان میں نواب مانگرول، وکلا، کمتر درجہ کے ائمہ مساجد و مناظرین، کلرک، تجار اور طلبا و طالبات سب ہی تھے۔ ان معتقدین میں سے جو شخص بھی ان کے زیادہ نزدیک تھا اس سے متعلق ان کی اتنی ہی زیادہ بری رائے تھی جسے وہ قلم بند کرتے رہتے تھے۔ بداعتمادی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

بچپن میں اپنے ماحول کے خلاف ذہنی طور پر مسلح رہنے کی جو عادت پڑ گئی تھی اس کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ جہم سے نکل کر ان کا واسطہ زیادہ تر کشادہ ماحول سے پڑا۔ وہ تمام دنیا کو اپنا مخالف سمجھنے لگے۔ وہ لوگوں کو مبارزت پر للکارتے اور پلٹ پلٹ کر حملہ کرتے اور سمجھتے

کہ زندہ رہنے کی یہی ایک صورت ہے۔ انہوں نے ایک استفتاء تیار کیا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا اللہ ہی دہر ہے یا نہیں۔ نیز اللہ کو دہر کہنا، الحاد کفر و شرک اور زندیقی ہے یا نہیں" اسے چھپوا کر علما کے پاس بھیج دیا۔ ان علما میں مولوی اشرف علی تھانویؒ، مفتی کفایت اللہ، مفتی محمد شفیع، خواجہ مسعود بخاری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا مودودی اور مولانا علی الحائری کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ حضرات فتویٰ دیں گے کہ دہر خدا نہیں اور میں مشتہر کروں گا کہ ان علما نے امام بخاریؒ کو دہریہ، مشرک اور زندیق قرار دے دیا ہے۔ یہ ہتھیار اوچھا پڑا۔ ان حضرات کے جواب سے یہ مطلب پورا نہ ہوا تو پیرزادہ صاحب نے انہیں کرید نے کیلئے خطوط لکھے۔ مفتی کفایت اللہ کو لکھا: "سردست صرف فتویٰ مطلوب ہے تائید یا تردید سے کوئی تعلق نہیں اس لئے آپ کا قبل از مرگ واویلا محض عبث ہے"۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو لکھا: "آپ ناظرین اہلِ حدیث کو صداقت اور واقعات سے بے خبر رکھ کر گمراہ کرنے کے ٹھیکیدار بننا چاہتے ہیں۔ اور در اصل آپ کے پاس کوئی جواب موجود نہیں"۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو لکھا: "حدیث فان اللہ ھو الدھر سے آپ پر جو بدحواسی اور ہذیان طاری ہو گیا اسے دیکھ کر آپ کی حالتِ زار پر میرا دل بہت کڑھا اور آپ کی اخلاقی موت اور تہذیب و علمیت کا جنازہ دیکھ کر مجھے آپ کے ہم مشرب پسماندگان سے پوری ہمدردی ہے"۔ جب اس اندازِ تحریر پر ان بزرگوں نے سکوت اختیار کر لیا تو پیرزادہ صاحب نے فخریہ اعلان کیا: "ہم نے ان مجوسی ملاّؤں کو لاجواب کر دیا"۔

انہوں نے "داعی الی اللہ" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ بھی شائع کرنا چاہا جس کے صرف دو پرچے نکلے۔ پہلا شمارہ یکم شعبان ۱۳۵۲ھ کا تھا۔ اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا تعارف ان شائستہ الفاظ میں کروایا ہے: "مزامیر الشیطان ملا لہو الحدیث ثناء اللہ صاحب" اور لکھا: "امرتسری روایتی ملاں کی خاطر تواضع کے لئے یہ آرگن جاری کیا جا رہا ہے"۔

پیرزادہ صاحب کی بچ تحریریں عیسائیوں، ہندوؤں اور قادیانیوں کے خلاف تھیں مسلمانوں کے اخبارات اور رسائل میں چھپتی رہیں لیکن جب انہوں نے مسلمہ عقائد کے خلاف قلم اٹھایا تو ان اخبارات و جرائد نے انہیں شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ پیرزادہ صاحب نے ان مضامین کو بلا تکلف غیرمسلموں کے جرائد میں چھپوانا شروع کر دیا۔ یہ جرائد بڑی طمانیت کے ساتھ اپنے چٹ پٹے تبصروں کو شامل کر کے ان مضامین کو شائع کرتے رہے۔ ہم نے لاہور کے عیسائی رسالہ

Marfat.com

المائدہ میں ان کے یہ مضامین دیکھے ہیں:

اگست ۱۹۳۳ء: ملّاؤ ہوش کرو۔

ستمبر ۱۹۳۳ء: حدیث۔

اکتوبر ۱۹۳۴ء: روایت پرستوں کی مجوسی نماز

نومبر ۱۹۳۴ء: روایتی نماز کی فلاسفی۔

جنوری ۱۹۳۵ء: نمازوں کے لئے تحقیقاتی کمیٹی کی ضرورت۔

رواۃ بخاری ادبر الشیطان لہ ضراط کے متعلق ابوالاعلیٰ مودودی سے بھی استفسار کیا تھا۔ انہوں نے رسالہ ترجمان القرآن کی اشاعت شعبان ۱۳۵۲ھ میں اس کا جواب دیا۔ پھر رواۃ بخاری لاتسبوا الدھر کے متعلق استفسار کیا۔ اس دوسرے استفسار کے جواب میں مولانا مودودی نے ترجمان القرآن کی رمضان ۱۳۵۳ھ کی اشاعت میں تحریر کیا۔

"آپ کے اصل استفسار کا جواب دینے سے پہلے اس طرز عمل کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس سلسلہ میں اختیار کیا ہے۔

میں نے آپ کا وہ مضمون پڑھا ہے جو آپ نے عیسائیوں کے رسالہ المائدہ میں روایتی نماز کی فلاسفی کے عنوان سے لکھا ہے۔ آپ کے جذبات کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن کم از کم میرے جذبات یہ ہیں کہ اگر مجھے خدانخواستہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے جھگڑا کرنا بھی ہوگا تو غیر مسلموں کے سامنے جا کر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ کجا کہ وہ جھگڑا کسی مذہبی مسئلہ میں ہو اور اس سے غیر مسلموں کو اسلام اور مسلمانوں پر استہزا کرنے کے لئے اچھا خاصا سامان تفریح ہاتھ آتا ہو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان بھی جس میں ذرا سی بھی اسلامی غیرت ہوگی ایسا کرنا پسند نہ کریگا۔ بلکہ مجھے تو ابھی تک عیسائیوں، ہندوؤں اور دوسرے مذہب کے پیروؤں میں بھی کوئی مثال ایسی نہیں ملی کہ کسی شخص نے خود اپنے ہم مذہبوں کے مذہبی عقائد کا مذاق اڑانے یا ان پر لعن طعن کرنے کے لئے کسی دوسرے مذہب والوں کے اخبار کو ذریعہ بنایا ہو۔ پھر آپ تو ماشاءاللہ "داعی الی اللہ" ہیں۔ ابراہیم حنیف آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ مسلمانوں سے مذہبی مسائل میں جھگڑا کرنے کے لئے ان لوگوں کے رسالہ کو واسطہ بنائے جو اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اور اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ کے قائل ہیں جن کے سامنے ایک داعی الی اللہ کو تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

Marfat.com

اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی دعوت پیش کرنی چاہیئے تھی۔ ان کے سامنے آپ اپنے آپس کے اختلافات پیش فرما رہے ہیں۔ اور وہ بھی اس انداز میں کہ دوسروں کی نگاہوں میں جمہورِ اسلام کے عقائد اور ان کے مذہب کا استخفاف ہو۔

آپ نے اپنے مذکورہ بالا مضمون میں جو زبان استعمال کی ہے اور جس انداز سے حدیث زیرِ بحث اور اس کی صحت کے قائلوں اور عموماً حدیث کے ماننے والوں پر نقد فرمایا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج کل مناظرہ کا جو عام رنگ ہے اسی قسم کے مناظرے کی اسپرٹ آپ کے اندر بھی بھری ہوئی ہے۔ اس اسپرٹ کا اظہار آپ کے مندرجہ بالا خط سے بھی ہوتا ہے۔ نیز آپ کا یہ فعل بھی اسی اسپرٹ کا مظہر ہے کہ آپ نے یہ خط رجسٹری کے ذریعے سے میرے نام ارسال فرمایا ہے۔ گویا خط بھیجنے سے پہلے ہی اپنے مخاطب کے متعلق آپ کافی بدگمان تھے اور اس کے مقابلہ میں قانونی احتیاطیں برت لینا ضروری سمجھتے تھے تاکہ آئندہ اس پر گرفت کی جا سکے۔ اس ذہنیت اور اس جنگی روح کو دیکھ کر میں نہ چاہتا تھا کہ آپ کے اس عنایت نامہ کی طرف توجہ کروں کیونکہ میں پیشہ ور مناظر نہیں ہوں۔ زبانی اور قلمی کشتیوں کے دنگل آراستہ کرنا میرا شیوہ نہیں۔ جس مباحثہ کا مقصد احقاقِ تحقیق نہ ہو اس میں ایک منٹ صرف کرنا تضیع اوقات سمجھتا ہوں لیکن اس کے باوجود میرا ضمیر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ آپ کی اصلاحِ خیال کے لئے کم از کم ایک مرتبہ ضرور کوشش کی جائے۔

اس سے آگے مولانا مودودی نے تفصیل کے ساتھ استفسار کا جواب دیا ہے۔ پیرزادہ صاحب مردوں کے ساتھ زیادہ بیباک ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی مطبوعہ تحریروں میں ایسے جملوں کی کمی نہیں بخاری اور ترمذی کا پاجیانہ اہتمام؟ زبانی گفتگو میں تو وہ اس قدر آگے بڑھ جاتے تھے کہ صحابہ کبار پر بھی زبان درازی کر جاتے۔ مگر ہم اس دل آزار بیان کو طول نہیں دینا چاہتے۔ ہم کٹ حجت اور بے لگام مذہبی انارکسٹ پیرزادہ ابراہیم حنیف کے تذکرہ کو چھوڑتے ہوئے بحر العلوم ابراہیم حنیف کا ذکر کرتے ہیں اگر یہ بزرگ خدمت اسلام کو اپنے پروگرام میں شامل نہ کرتے تو شاید ان سے کوئی ایسا علمی یا ادبی کارنامہ سرزد ہو جاتا کہ رہتی دنیا تک ان کا نام احترام سے لیا جاتا۔ انہوں نے کبھی چھوٹے موٹے کام پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ جس کام کو شروع کیا ایسا تھا جو بڑے بڑے اداروں کے کرنے کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ ان کا کوئی کام پائۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔ کام کو اتنا پھیلاتے جاتے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ محنت برائے محنت کے قائل ہیں۔ یا عمر خضر کی توقع کئے بیٹھے ہیں۔ ان کی بیشتر ادبی اور تحقیقی کوششیں اس ابتدائی زمانہ کی ہیں جب ان میں مناظرانہ جنگی روح نے حلول نہ کیا تھا۔ ان کی علمی مساعی کا ہم سلسلہ وار ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ انسان اور اس کی فلاسفی: یہ مسودہ ۱۷×۲۷/۴ سائز کے ۴۰۴ صفحوں پر مشتمل ہے۔ سرورق پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۶ء تک لکھی گئی۔ یعنی ابتدا اس وقت کی جب یہ ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے اور حرف آخر اس زمانہ میں لکھا جب یہ رامجس کالج دہلی میں فارسی کے لکچرر تھے۔ اس مسودہ کا مطالعہ کرکے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اس نابغۂ روزگار کو کسی اچھے دار العلوم میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا تو یہ علمی دنیا کا درخشندہ ستارا ہوتا۔ زیرِ نظر کتاب کو قاموس العلوم کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اس میں علم کی متعدد شاخوں پر سیر حاصل واقفیت ہے۔ قدیم و جدید نظریات پیش کئے ہیں۔ موضوعات کی طویل فہرست میں سے چند ایک یہ ہیں: فلسفہ قدیم و جدید، علم النفس، مسئلۂ ارتقاء، ہندو فلسفہ، تشریح علم الابدان، کیمیا، طبیعات، مصوری، نقاشی، ہیئت، ریاضی، تقویم، موسیقی، رسم الخط، فصاحت و بلاغت، علم الصرف، علم بیان، عروض، فن معمہ، جمل، رمل، نجوم، رجال الغیب، تفاؤل، علم الرؤیاء، جوتش، شگون، جنون، منطق، مسمریزم، علم الاخلاق، جغرافیہ، خوراک، خاندان، معاشرہ، فلسفہ، جذبات، فلسفۂ عشق، فلسفۂ شہوات، جبر و قدر، علم الاصنام پرستی، مذہب۔

۲۔ مشرقی شاعری اور حسن و عشق: اس کتاب کا مسودہ محفوظ ہے۔ اسے بعض اہلِ علم نے پڑھ کر اس پر تبصرے لکھ کر دیئے جو پیرزادہ صاحب نے شائع کرائے۔ تبصرہ نگاروں میں حکیم ناصر نذیر فراق دہلوی، لالہ سورج نرائن مہر، سید اولاد حسین شاداں بلگرامی، مرزا حیرت دہلوی اور سائل دہلوی ہیں ان کی آراء کے بعض حصے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

ا۔ "میں نے کہیں کہیں سے اس کتاب کو دیکھا جو اپنی نوعیت ہی میں نہیں بلکہ اپنی خصوصیت میں بھی لاثانی ہے۔ اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں زیادہ مطالعہ اور جفاکشی سے کام لیا گیا ہے۔ مشرقی مذاق شاعری کی ایک مکمل کتاب ہے۔ یہ حصہ پیرزادہ ابراہیم حنیف صاحب جیسے منتی کا تھا۔ جس کی دل سے میں داد دیتا ہوں"۔ میرزا حیرت بقلم خود ۵ جولائی ۱۹۲۳ء۔

ب۔ انسان اور اس کی فلاسفی اور حسن و عشق کی فلاسفی من تصنیف منشی فاضل جناب پیرزادہ صاحب ابراہیم حنیف بعض مقامات سے دیکھی۔ یہ کتاب ان کی وسعتِ نظر اور اعلیٰ قابلیت اور

Marfat.com

دماغی قوت پر دال ہے۔ اگر یہ شائع ہوئی تو بہت سے لوگوں کی معلومات میں معتد بہ اضافہ کرے گی اور اردو زبان میں ایک خاص اور مفید اضافہ ہوگا ۔۔۔۔ سید اولاد حسین شاداں بگرامی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور ۲۵ر جولائی ۱۹۲۱ء

ج ۔ " ۔۔۔۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف صاحب ۔۔۔۔ نوجوان ہیں مگر علوم و فنون میں اتنا ملکہ اور عبور حاصل کیا ہے جو سو برس کی عمر والوں کو نصیب نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔ آپ کی تازہ تصنیف جو میری نظر سے گذری ہے اسے میں عجیب و غریب کہہ سکتا ہوں ۔ اگر یہ کتاب لندن یا برلن میں لکھی جاتی تو غالباً اس کے مصنف کی اتنی قدردانی ہوتی کہ وہ مالا مال ہو جاتا اور لوگ اس کے دیکھنے کے لئے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے ۔۔۔۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف میرے نزدیک اس دور میں علامہ جلال الدین دوانی یا ابونصر ثانی ہیں"

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلوی ۔ ۱۵ر جون ۱۹۲۳ء

د ۔ " اک ہنر ہے کوششِ اہلِ ہنر کو دیکھنا
چاہیئے دردِ دل و دردِ جگر کو دیکھنا
صوت کوئی ہو ملا کرتی ہے اس کو حسِ گوش
آنکھ کا ہے اقتضا زیر و زبر کو دیکھنا
عقل کو لازم ہے نیک و بد کی کر لینا تمیز
دیکھنے کی طرح واجب ہے جدھر کو دیکھنا
روبرو سائل کے حسن و عشق کی تالیف ہے
خواہش اس کی اس مطول مختصر کو دیکھنا
اعتبارِ اہلِ تالیف اس قدر ہے معتبر
اعتباری آنکھ سے اس معتبر کو دیکھنا
قدر کرنی چاہیئے اس صاحبِ تالیف کی
دیکھ کر اس کو نہ ہرگز سیم و زر کو دیکھنا
پیرزادہ ہے یہ مہم ہی مقدس جاننے کا
جسکا ایثارِ تخیل آگے چل کر دیکھنا
نام اس کا ہے حنیف اور خضر اسکا بوحنیفہ
اس پسر کو دیکھنا اور اس پدر کو دیکھنا

ہے دعا سائل کی یہ پروان چڑھ جائے کتاب
ہو مبارک اس کا ہر عالی نظر کو دیکھنا

نواب سراج الدین احمد سائل دہلوی"

یہ کتاب مسودہ کی شکل میں نو جلدوں پر مشتمل ہے ۔ اس میں سات مشرقی زبانوں کے شعرائے کے پچاس ہزار سے زیادہ منتخب اشعار ہیں ۔ عربی کے تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) اتنے ہی ہندی کے اردو رسم الخط میں ۔ فارسی اور اردو کے اکتالیس ہزار نو سو پچانوے (۴۱۹۹۵) ۔ عبرانی کے آٹھ سو اشعار کا اردو ترجمہ ، پنجابی کے پانچ سو اور سنسکرت کے دو سو اردو رسم الخط میں ۔ اس مسودہ کو دیکھکر

Marfat.com

پیرزادہ صاحب کی وسعت مطالعہ، محنت اور ذوق شعری کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا مگر کتابی شکل میں اس کی اشاعت کوئی بھی مقصد پورا نہ کرے گی۔

۳۔ اردو ترجمہ مقامات حریری: یہ مسودہ بھی محفوظ ہے۔

۴۔ اردو کلاسیکل ڈکشنری: وہ کام جس کے لئے پیرزادہ صاحب نے راتوں کی نیند حرام کی اس لغت کی تیاری تھی۔ اس کی اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے وزارت تعلیمات پاکستان سے ۱۹۵۳ء میں خط و کتابت کی۔ انہوں نے لکھا: "اس ڈکشنری میں جملہ اردو الفاظ کے روٹس، اوریجن اور ریفرنس کمپیرٹیو فلالوجی اور اٹمالوجی کی روشنی میں بہت تحقیقات کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔" ایک اور خط میں لکھا: "اس کا مکمل مسودہ بیس ہزار صفحات پر موجود ہے۔" تیسرے خط میں بتایا: "اس میں جس زبان کا لفظ لکھا ہے وہ اسی زبان کے رسم الخط میں ہے اس لئے اس کی اشاعت برطانیہ کلاں ہی میں ممکن ہے۔" وزارت تعلیمات نے ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس لغت کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا کر حکومت کو مشورہ دیں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حکومت کو کیا رپورٹ پیش کی مگر اس پر پیرزادہ صاحب نے ۱۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ڈپٹی ایڈوائزر وزارت پاکستان کو جو خط لکھا اس کا ایک حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"وزارت تعلیمات پاکستان کراچی کے پروانہ مجریہ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی تعمیل میں جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب آف انجمن ترقی اردو کراچی مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء بروز پیر ہمارے دفتر میں برائے معائنہ اردو کلاسیکل ڈکشنری مرتبہ اردوئے معلیٰ اکیڈمی کراچی تشریف فرما ہوئے۔ ہم نے حسب الحکم آنجناب کو تمام ریکارڈ کا معائنہ کرا دیا اور جو کچھ انہوں نے ملاحظہ کے لئے طلب فرمایا ان کی خدمت میں فی الفور پیش کر دیا۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب موصوف یہاں پر اردو کے بہترین نمائندہ مشہور ہیں لیکن افسوس کہ عبرانی، یونانی، لاطینی، جرمنی، فرنچ، روسی، ژند و پاژند، سنسکرت وغیرہ امہات اردو کلاسیکل زبانوں سے ناواقفیت کے باعث اور بالخصوص بین الاقوامی کمپیرٹیو فلالوجی نہ جاننے سے وہ ہمارے ورک کو سمجھ ہی نہ سکے۔"

پھر کچھ ناگفتنی کے بعد لکھا:

"ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی دکان سے مقابلتاً ارزاں لغت اردو گھر گھر کی جو کتابیں شائع کی ہیں دراصل وہ اپنی اس بزنس کے مقابلہ میں اور کسی کے ورک کی قدر سے بالکل

Marfat.com

عاری ہیں۔

یہ اقتباس پڑھنے کے بعد آپ اس میدان سے اس لغت پر تبصرہ کی جسارت کی توقع نہ کریں۔ جس چیز کو انہوں نے اردو کلاسیکل ڈکشنری کا نام دیا ہے اس کے مسودات پندرہ بکسوں میں محفوظ ہیں مگر مرتب و مکمل نہیں۔ اگر یہ مکمل ہو کر ترتیب پا جاتی تو اردو زبان کی پہلی معقول و معیاری لغت ہوتی۔ مگر زندہ انسانوں میں ہم کسی ایسے عالم کی موجودگی سے لاعلم ہیں جو اس کی تکمیل کر سکے۔

۵۔ تفسیرِ قرآن: پیرزادہ صاحب کا چالیس جلدوں میں اردو میں تفسیر قرآن شائع کرانے کا ارادہ تھا۔ اس سلسلہ میں ان کے لکھے ہوئے نوٹس تیرہ بکسوں میں بند ہیں۔ نامکمل و بے ترتیب اور ساتھ ہی بے کار۔

ایسا معلوم ہوتا ہے پیرزادہ صاحب تحقیق برائے تحقیق کے قائل تھے۔ اس کے بعد ان کا مقصدِ حیات یہ تھا کہ اس تحقیق کو ہوا نہ لگ جائے وہ اسے نہ کسی کو دکھاتے نہ شائع کرتے۔

ماہرِ انساب: یہ نہ سمجھ لیا کہ اس نابغہ روزگار کی تمام عمر کی سعی و تحقیقات اکارت گئیں زیرِ مطالعہ کتاب کے محدود نقطۂ نظر سے اگر انہوں نے کوئی مفید کام کیا ہے تو وہ اپنے خاندان کے نسب نامہ سے متعلق تھا۔ اس خاندان میں ان سے بہتر کوئی ماہرِ انساب نہیں ہوا۔ خاندان پر ان کا سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ انہوں نے وہ بنیادی نسب نامہ محفوظ کر لیا جس کی بعد کے نسب نگار تکمیل کرتے رہے۔ خاندان کے نسب ناموں کی تاریخ ہم اس کتاب کے آخری باب میں درج کریں گے ———— یہاں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ شیخ امداد الحق کا مرتبہ نسب نامہ انہیں ۱۹۰۱ء میں مل گیا اور پھر اپنی وفات یعنی نصف صدی تک انہوں نے اس کا کسی سے ذکر نہ کیا اور نہ کسی کو دکھایا۔ اسے بنیادی نسخہ بنا کر انہوں نے ایک نسب نامہ ترتیب دیا جس کا نام معرف الانساب رکھا۔ معرف الانساب کی تیاری میں انہوں نے جو تحقیق و کاوش کی ہے اسے دیکھ کر بے ساختہ ان کے حق میں منہ سے کلماتِ تحسین نکلتے ہیں۔ ہم شیخ امداد الحق کے مرتبہ نسب نامہ (معیار الانساب) کی حفاظت اور معرف الانساب کی تیاری کو پیرزادہ صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ ایک اور چیز جسے انہوں نے محفوظ کیا وہ خاندان سے متعلق دو سو کے قریب قدیم تحریریں (خطوط، رہن نامے، ہبہ نامے، قسمت نامے، استشہاد نامے، کابین نامے عدالتی فیصلے، بعض خطوط اور شاہی فرامین) ہیں۔ شاید قدرت کو یہ چیزیں محفوظ کرانی مقصود تھیں کہ پیرزادہ صاحب ۱۹۱۹ء میں ترکِ وطن پر مجبور ہو گئے اور دس سال بعد لاہور آ گئے ورنہ ۱۹۴۷ء

Marfat.com

کی نقل مکانی میں یہ بے بہا دولت بھی تباہ ہو جاتی۔

راجمس کالج سے سبک دوش ہونے کے بعد ان کی گزر اوقات درسی کتب پڑھتی جو وقتاً فوقتاً لکھتے رہے۔ لاہور آ کر انہوں نے آل انڈیا لٹریری بک سوسائٹی اور اردوئے معلیٰ اکیڈمی کے نام سے دو ادارے قائم کئے اور پہلی جماعت سے دسویں جماعت کے لئے اردو کی کتابیں لکھیں جن میں سے آٹھویں جماعت تک کی کتابیں بمبئی، اجمیر، الہ آباد، بہار، صوبہ سرحد، کشمیر اور پنجاب میں بطور امدادی کتب محکمہ تعلیمات نے منظور کیں۔ انہی درسی کتابوں کے سلسلہ کی ایک کتاب "درسِ غالب" تھی۔ اس میں غالب کے اردو دیوان کو صحت کے ساتھ ردیف وار ترتیب دیا۔ التزام یہ کیا گیا کہ صرف غزلیات ہی نہیں بلکہ دیگر اصناف سخن کو بھی ساتھ ہی ردیف وار ترتیب دیا۔ یہ مجسمہ بدگمانی تھے۔ اس لئے انہوں نے درسی کتابوں کا کاروبار چلانے کے لئے کسی کو اپنے ساتھ نہیں ملایا نہ کوئی ملازم رکھا۔ جب تک ان کے بھتیجے خورشید عالم حیات رہے کاروبار چلتا رہا مگر صرف اتنا کہ دال روٹی چلتی رہی۔ قیامِ پاکستان پر یہ کاروبار بھی دھیما پڑ گیا اور خورشید عالم کی وفات ۱۹۴۸ء پر تو بالکل بند ہو گیا۔ یہاں تک کہ بقایا سٹاک کو فروخت کرنے کے ۱۹۴۹ء میں نصف قیمت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد کوئی کتاب نہ چھپوائی اور اس مردِ قلندر کے دن عسرت و تنگدستی میں گزرنے لگے۔ حالانکہ کرایہ مکان کے علاوہ ان ماں بیٹوں کا ماہانہ خرچ بمشکل چالیس روپے ہوگا۔ اس کے لئے بھی انہیں آخری عمر میں دوسروں کا مرہونِ منت ہونا پڑا۔ ان کے معتقدین میں سے ایک پبلک پراسی کیوٹر اور رحیم یار خاں کی ایک نیک دل خاتون منی آرڈر کے ذریعے سے انہیں کبھی کبھی سو پچاس روپے بھیج دیتے۔ وہ منی آرڈر کوپن اور دونوں کے لکھے ہوئے خطوط محفوظ ہیں۔

انہوں نے عمر میں جس قدر خط لکھے وہ یا تو رجسٹری کر کے بھیجے یا انڈر پوسٹل سرٹیفکیٹ اور ان کی نقل بھی ضرور رکھی۔ انہیں جن حضرات نے خطوط لکھے وہ سب محفوظ ہیں۔ ان کا مطالعہ بڑا دلچسپ ہے۔ ان کے مکتوب نگاروں میں سے بعض یہ ہیں: علامہ شبلی نعمانی، علامہ سر محمد اقبال، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، سر عبدالقادر، سر چھوٹو رام، چودھری لال چند، میر غلام بھیک نیرنگ، خان بہادر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، چودھری غلام احمد پرویز، ڈاکٹر مولوی عبدالحق شیخ محمد امین بیرسٹر، خان بہادر مظفر احمد فضلی، محمد عثمان فارقلیط دہلوی، سید اولاد حسین شاداں بلگرامی عندلیب شادانی، عبدالعلیم، محمد الدین المخاطب بدولی اللہ سجادہ نشین خانقاہ شعیبیہ تجارہ راجپوتانہ،

Marfat.com

صاحبزادہ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف، خان بہادر احمد خاں آنریری مجسٹریٹ ڈیرہ اسماعیل خاں، حکیم نیر واسطی، غلام نسین انبالوی، شمس العلماء سید احمد شاہی امام جامع مسجد دہلی، نواب محمد جہانگیر والی مانگرول، دیوان سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین درگاہ شریف خواجہ اجمیری، سورج نرائن مہر، برہمانند بھارتی، صاحب زادہ لالہ رگھو ناتھ سہائے۔ ریورنڈ راک ویل کلنسی، ریورنڈ ایف جے ویسٹرن صاحبان، ان میں سے جن بڑے آدمیوں کے خطوط ہیں وہ پیرزادہ صاحب کے کسی خط کے جواب میں ہیں۔ علاوہ ازیں مذہبی مناقشوں پر ان کے نام خطوط لکھنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ اس خط و کتابت کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ پیرزادہ صاحب "مولوی" یا "مولانا" کو گالی سمجھتے تھے اور اکثر مکتوب نگار ان کے نام کے ساتھ یہ لقب لکھ دیا کرتے تھے۔ لفافہ کھولنے سے پہلے پیرزادہ صاحب لفظ مولانا پر خوب دل لگا کر سیاہی پھیرتے۔

انہیں جہاں بھی رہتے دیکھا اس حالت میں دیکھا کہ جس کمرے میں رہتے اس کا دروازہ اندر سے بند ہوتا۔ کوئی ملنے آتا تو دروازہ کھولنے سے پہلے اچھی طرح اطمینان کر لیتے کہ کون ہے۔ جس کمرے میں ان کا سامان ہوتا اسی میں رہائش رکھتے۔ کیا مجال کہ ان کی غیر موجودگی میں وہاں پرندہ بھی پر مار سکے۔ یہ سامان بیس بائیس سال سے تو ہم نے بھی ہمیشہ اس حال میں دیکھا کہ ٹین کے صندوقوں یا لکڑی کی پیٹیوں میں بند ہے۔ اس پر ٹین کی پتیاں جڑی ہوئی ہیں اور اوپر بوری منڈھی ہوئی ہے جس کا منہ سلا ہوا ہے۔ یہ بکس کمرے کے تین طرف دیواروں کے ساتھ اوپر نیچے چھت تک رکھے ہوئے ہوتے جو بھی ان سے ملنے جاتا اس کی خواہش ہوتی کہ معلوم کیا جائے کہ ان بوریوں میں کیا بند ہے۔ سینکڑوں حریصوں نے ان بکسوں کے حصول کے لئے عقیدت مندی کا لبادہ اوڑھ کر ان کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا۔ وقت پڑنے پر کچھ مالی امداد بھی کرتے رہے مگر یہ اس قدر زیرک تھے کہ نگاہیں دیکھ کر دل کی بات تاڑ جایا کرتے تھے۔ عمر کے آخیر دس بارہ سال ایسے گزرے کہ وہ ان بکسوں کو جان سے لگائے لگائے شہر در شہر پھرتے رہے۔ کبھی کسی معتقد کے ہاں ایک کمرے میں، کبھی کسی کرایہ کے کمرے میں اور کبھی ہوٹل میں۔ جب بھی انہیں اپنے میزبان یا عقیدت مند کی نیت پر شبہ ہوتا یہ فوراً سامان لدوا کر کسی دوسرے شہر چلے جاتے۔ چنانچہ لاہور، منٹگمری، رحیم یار خاں، کراچی اور سیالکوٹ تک یہ بکس ان کے ساتھ ساتھ پھرتے رہے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ ان میں میری چالیس سال کی تحقیقات کے مسودے ہیں، روس میں جا کر چھپواؤں گا۔ پاسپورٹ کا انتظام کر رہا ہوں۔ وفات کے وقت ان بکسوں کی تعداد ساٹھ تھی۔ انتقال کے چھ ماہ بعد تک یہ سیالکوٹ کے ٹھیکیدار مولا بخش کی تحویل میں

Marfat.com

رہے۔ جب پیرزادہ صاحب کے ورثاء کی تحریری اجازت لے کر سیالکوٹ گیا تو محبی میاں بشیر احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کی اعانت سے مقامی پولیس نے پورا تعاون کیا۔ باقاعدہ رپورٹ درج ہوئی پولیس نے روزنامچے میں تفصیلی فہرست اشیا درج کی۔ اس پر محبی خواجہ محمد صفدر ایڈوکیٹ (حال قائد حزبِ اختلاف مغربی پاکستان اسمبلی) مسٹر محمد انور ایڈوکیٹ، محبی غلام محمد حاضر صاحب، عبدالحکیم صاحب وغیرہ معززین شہر نے دستخط کئے۔ جس شخص نے نصف صدی تک مذہبی، ادبی اور علمی حلقوں میں ہلچل سی مچائے رکھی اس کی ضروریاتِ زندگی کس قدر مختصر تھیں: ایک کھٹولا، دری، تکیہ، کھیس، رضائی، دو جوڑے کپڑے، سب نہایت معمولی اور میلے کچیلے —— جوتہ، بالٹی، لوٹا، انگیٹھی سلور کی دیگچی، ڈھکنا، دو چمچے، ایک پیالہ، ایک مٹی کی صراحی اور بس۔ معززینِ شہر کی موجودگی میں یہ اشیاء وہیں غربا میں تقسیم کردی گئیں۔ باقی اٹھتر بکسوں کو کھولا تو اس رازِ سربستہ کا انکشاف ہوا جس کی ٹوہ میں سینکڑوں حریص لگے رہتے تھے۔ تیرہ بکسوں میں درسی کتابیں، ان کے مسودے، تصویریں، اور قاعدوں کے بلاک۔ اٹھائیس بکسوں میں تفسیر قرآن اور اردو کلاسیکل ڈکشنری وغیرہ کے منتشر اوراق اور بے ترتیب مسودات، پانچ بکسوں میں مذہبی مناقشوں پر مطبوعہ ٹریکٹ، چار بکسوں میں عیسائیت قادیانیت اور ہندومت سے متعلق ٹریکٹ اور کتابیں، پانچ بکسوں میں ان کے شاگردوں کے پرچے مقدمات کے کاغذات، پرانے اخبار اور رسائل، ایک بکس میں خطوط، ایک بکس میں اپنے خاندان سے متعلق کاغذات اور شجرے، دو بکسوں میں کتابیں۔ ان کے مسودات کی مفت پیشکش انجمن ترقی اردو، پنجاب پبلک لائبریری اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو کی ہوئی ہے۔

Marfat.com

باب

سلسلۂ افتخاریہ سے جو حضرات پاکستان آئے

اس باب کی ترتیب یہ ہے کہ اگلے تین صفحوں میں زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جگنیری تم رہتکیؒ کے خلفِ اکبر مولانا افتخار الدینؒ کی اولاد کا جزوی شجرہ دے کر اسے تیس شاخوں میں تقسیم کر لیا گیا ہے۔ صاحبِ شاخ کا نمبر انگریزی طرز کے عدد میں ڈالا گیا ہے۔ ان میں سے اگلے دو صفحوں میں ہر شاخ کے کنبوں کے سرپرستوں کی ترتیب وار فہرست دی گئی ہے۔ یہ اپنے اپنے کنبہ کے وہ سرپرست ہیں جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے یا کسی اور ملک میں مقیم تھے۔ یہ تعداد ایک سو تیس بنتی ہے۔ سرپرست کنبہ سے ذکور میں سے وہ فرد مراد ہے جس کا باپ یا دادا حیات نہ ہو ہر سرپرست کنبہ کے نام کے ساتھ اردو طرزِ انشاد میں کوئی نمبر ملے گا۔ یہ اس سرپرست کنبہ کا مستقل نمبر ہے جو اس نام کے ساتھ اس کتاب میں ہر جگہ ملے گا۔

کنبوں کے سرپرستوں کی فہرست کے بعد ایک ایک کر کے نمبر وار ہر سرپرستِ کنبہ کا حال لکھا گیا ہے۔ پھر اسی نمبر کے تحت الف جز میں اس سرپرست کی اولاد کا حال ہے اور ب جز میں اس کے آباؤ اجداد کا۔ مولانا افتخار الدینؒ کی اولاد سے اس وقت ایک ہزار تیرہ (۱۰۱۳) افراد حیات ہیں۔

Marfat.com

قاضی ہدایت اللہ بن قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدینؒ

- قاضی محمد
  - حامد
    - قاضی مبارز الدین
      - قاضی محمد اسحاق
        - قاضی عبد الرحیم
          - عبد الصمد
            - قاضی محمد سعید
              - محمد تقی
                - فتح علی
                  - قاضی محمد مکرم
                    - محمد مشرف
                      - عبد الرحیم
                        - عبد الکریم
                          - ۱ (حالات صفحہ ۱۸۲ پر)
                  - قاضی علی اکبر
                    - قاضی محمدی
                      - قاضی غلام حسن
                        - 2 (حالات صفحہ ۱۸۶ پر)
                      - غلام حسین
                        - ولی اللہ
                          - 3 (حالات صفحہ ۱۹۰ پر)
                    - شیخ احمد
                      - حامد علی
                        - فضل الرحمان
                          - 4 (حالات صفحہ ۱۹۱ پر)
            - محمد رفیق
              - عبد الرحمان
                - عبد المومن
                  - عبد المہیمن
                    - مفتی عبد الصمد
                      - صدر الدین
                        - 5 (حالات صفحہ ۱۹۸ پر)
- مفتی قادن
  - مفتی فضل اللہ
    - مفتی محمد حاکم
      - مفتی عبد المجید
        - مفتی محمد
          - مفتی نظام الدین 6 تا 14 صفحہ ۱۷۷ دیکھیں
          - عبد اللہ
            - محمد حاتم
              - عبد الرسول
                - عبد الکریم
                  - فخر الدین
                    - 15 تا 30 (صفحہ ۲۰۷ پر دیکھیں)

Marfat.com

مفتی نظام الدین بن مفتی محمد (اسمائے اجداد ۱۶۰ صفحہ پر)

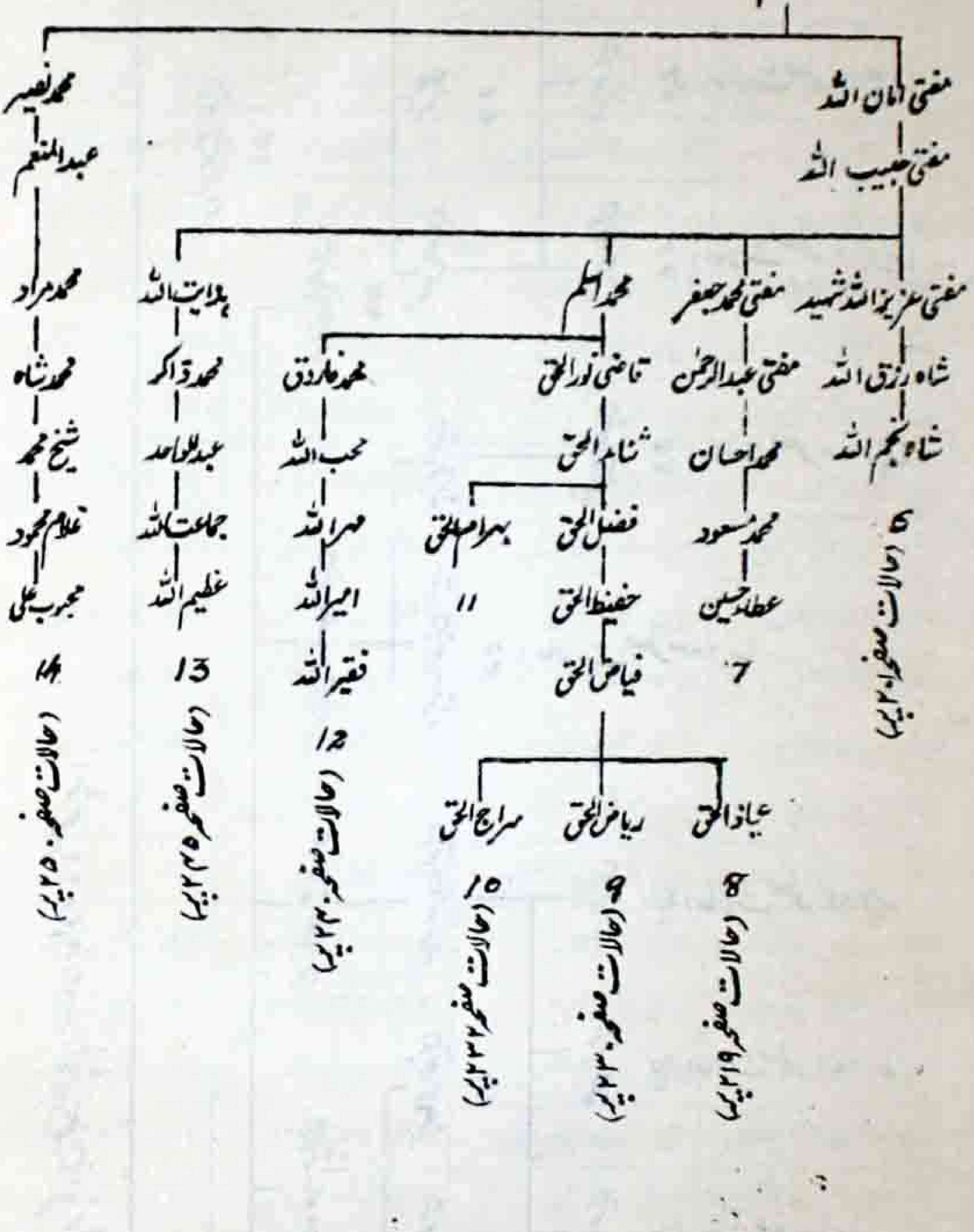

Marfat.com

مولوی فخر الدین مہمی ثم رہتکی بن عبد الکریم (سلسلہ اجداد ۶۷ صفحہ پر)

- شاہ بدر الدین
  - شاہ غلام احمد الدین
    - غیاث الدین 15
    - امام الدین 16
    - بہاء الدین 17
  - شاہ غلام جیلانی
  - شاہ شجاع الدین
    - غلام سرور الدین
      - سعید الدین 18 (حالات صفحہ ۲۶۹ پر)
      - تاج الدین 19 (حالات صفحہ ۲۷۲ پر)
      - عین الدین 20 (حالات صفحہ ۲۷۹ پر)
      - نور الدین 21 (حالات صفحہ ۲۸۲ پر)
  - مولوی شہاب الدین
    - وجیہ الدین شہید 22 (حالات صفحہ ۲۸۳ پر)
    - ہنروالدین
      - فصیح الدین 23 (حالات صفحہ ۲۸۸ پر)
  - مولوی کریم الدین 24
- مولوی بدیع الدین 25
- مولوی حمید الدین
  - عظیم الدین
    - شمس الدین
      - حسین الدین 26 (حالات صفحہ ۳۰۲ پر)
      - معز الدین 27 (حالات صفحہ ۳۰۶ پر)
      - فیاض علی 28 (حالات صفحہ ۳۰۹ پر)
    - رستم علی 29
    - بہادر علی 30

Marfat.com

پاکستان آنے والے کنبوں کے سرپرستوں کی ترتیب

1 اولاد عبدالکریم
- (۱) فصیح الدین
- (۲) ریاض الدین
- (۳) ظل الرحمٰن
- (۴) فیاض الرحمٰن
- (۵) لطیف الرحمٰن
- (۶) باقر علی

2 اولاد غلام حسن
- (۷) حسام الدین
- (۸) عطاء الرحمٰن
- (۹) سعید الرحمٰن
- (۱۰) مجید الرحمٰن

3 اولاد ولی اللہ
- (۱۱) وحید الدین
- (۱۲) ضیاء الدین
- (۱۳) مظفر احمد

4 اولاد فضل الرحمٰن
- (۱۴) حبیب الرحمٰن
- (۱۵) بشیر الرحمٰن
- (۱۶) مطیع الرحمٰن
- (۱۷) امین الرحمٰن

5 اولاد صدر الدین
- (۱۸) معین الدین
- (۱۹) ریاض الدین
- (۲۰) علاء الدین

6 اولاد نجم اللہ
- (۲۱) راغب اللہ
- (۲۲) طالب اللہ
- (۲۳) منظور الحق
- (۲۴) شفاء اللہ
- (۲۵) ضمیر الدین
- (۲۶) محمود الرحمٰن

7 اولاد عطاء حسین
- (۲۷) امیر حسن
- (۲۸) محمد حسن
- (۲۹) صدیق الحسن

8 اولاد عیاض الحق
- (۳۰) نثار الحق
- (۳۱) اسرار الحق
- (۳۲) نور الحق
- (۳۳) محمود الحق

9 اولاد ریاض الحق
- (۳۴) رمضان الحق
- (۳۵) فرقان الحق
- (۳۶) عمران الحق

10 اولاد سراج الحق
- (۳۷) ضیاء الحق
- (۳۸) احتیاج الحق
- (۳۹) اندراج الحق

11 اولاد بہرام الحق
- (۴۰) اعتماد الحق
- (۴۱) اقتدار الحق
- (۴۲) انظار الحق

12 اولاد فقیر اللہ
- (۴۳) شیخ الاسلام
- (۴۴) ابوعبداللہ
- (۴۵) زبیر اللہ
- (۴۶) فرحت اللہ
- (۴۷) انعام اللہ
- (۴۸) امین اللہ
- (۴۹) محمود اللہ

13 اولاد عظیم اللہ
- (۵۰) محمد فاروق
- (۵۱) عبدالرؤف
- (۵۲) منظور احمد
- (۵۳) احمد حسین

14 اولاد محبوب علی
- (۵۴) محمد یوسف
- (۵۵) محمد محسن
- (۵۶) محمد مستحسن
- (۵۷) ظفر الحسن
- (۵۸) محمد اسحٰق

15 اولاد غیاث الدین
- (۵۹) ضمیر الدین
- (۶۰) کبیر الدین
- (۶۱) دبیر الدین
- (۶۲) نصیر الدین
- (۶۳) ہمایوں فر
- (۶۴) اثیر الدین
- (۶۵) عمیر الدین

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

16 اولاد امام الدین

(۶۶) حبیب احمد
(۶۷) فیض الحسن
(۶۸) غلام ربانی

17 اولاد بہاء الدین

(۶۹) مفید الدین
(۷۰) مستفید الدین
(۷۱) مقصود علی

18 اولاد سعید الدین

(۷۲) قیام الدین
(۷۳) سرور سعید
(۷۴) شمس الاسلام

19 اولاد تاج الدین

(۷۵) کفیل احمد
(۷۶) خلیل الدین

20 اولاد عین الدین

(۷۷) عزیز الدین
(۷۸) قیام الدین
(۷۹) نہال الدین
۸۰ سعید الدین

(۸۱) امتیاز الدین
(۸۲) محبوب عالم

21 اولاد نور الدین

(۸۳) معین الدین

22 اولاد وجیہ الدین

(۸۴) مسرور الدین
(۸۵) عثمان الدین
(۸۶) صدیق الدین
(۸۷) قطب الدین
(۸۸) صابر علی

23 اولاد فصیح الدین

(۸۹) سمیع الدین
(۹۰) ولی الدین
(۹۱) ریاست علی
(۹۲) اعجاز علی
(۹۳) ظہیر الدین

24 اولاد کریم الدین

(۹۴) حکیم الدین
(۹۵) انعام الدین
(۹۶) احتشام الدین

(۹۷) محمد اسلم
(۹۸) محمد آصف
(۹۹) سلطان احمد
(۱۰۰) اقبال احمد
(۱۰۱) بدر الدین
(۱۰۲) اعجاز الدین
(۱۰۳) اعزاز الدین
(۱۰۴) حلیم الدین

25 اولاد بدیع الدین

(۱۰۵) عقیل الدین
(۱۰۶) حسین الدین

26 اولاد حسین الدین

(۱۰۷) نجم الدین
(۱۰۸) شفیق الدین
(۱۰۹) خلیق الدین
(۱۱۰) لئیق الدین
(۱۱۱) ارشاد الدین
(۱۱۲) حمید الدین
(۱۱۳) عبد القدوس
(۱۱۴) محب الدین

27 اولاد معز الدین

(۱۱۵) یامین الدین
(۱۱۶) بشیر الدین
(۱۱۷) طبیب الدین

28 اولاد فیاض علی

(۱۱۸) محمد مسلم
(۱۱۹) محمد اسلم علی
(۱۲۰) ابراہیم علی

29 اولاد رستم علی

(۱۲۱) شفاعت علی
(۱۲۲) افضل علی
(۱۲۳) مستجاب علی
(۱۲۴) ایوب علی
(۱۲۵) حشمت علی
(۱۲۶) جمشید علی
(۱۲۷) کفایت علی
(۱۲۸) کاظم علی
(۱۲۹) سجاد علی

30 اولاد بہادر علی

(۱۳۰) حیات علی

Marfat.com

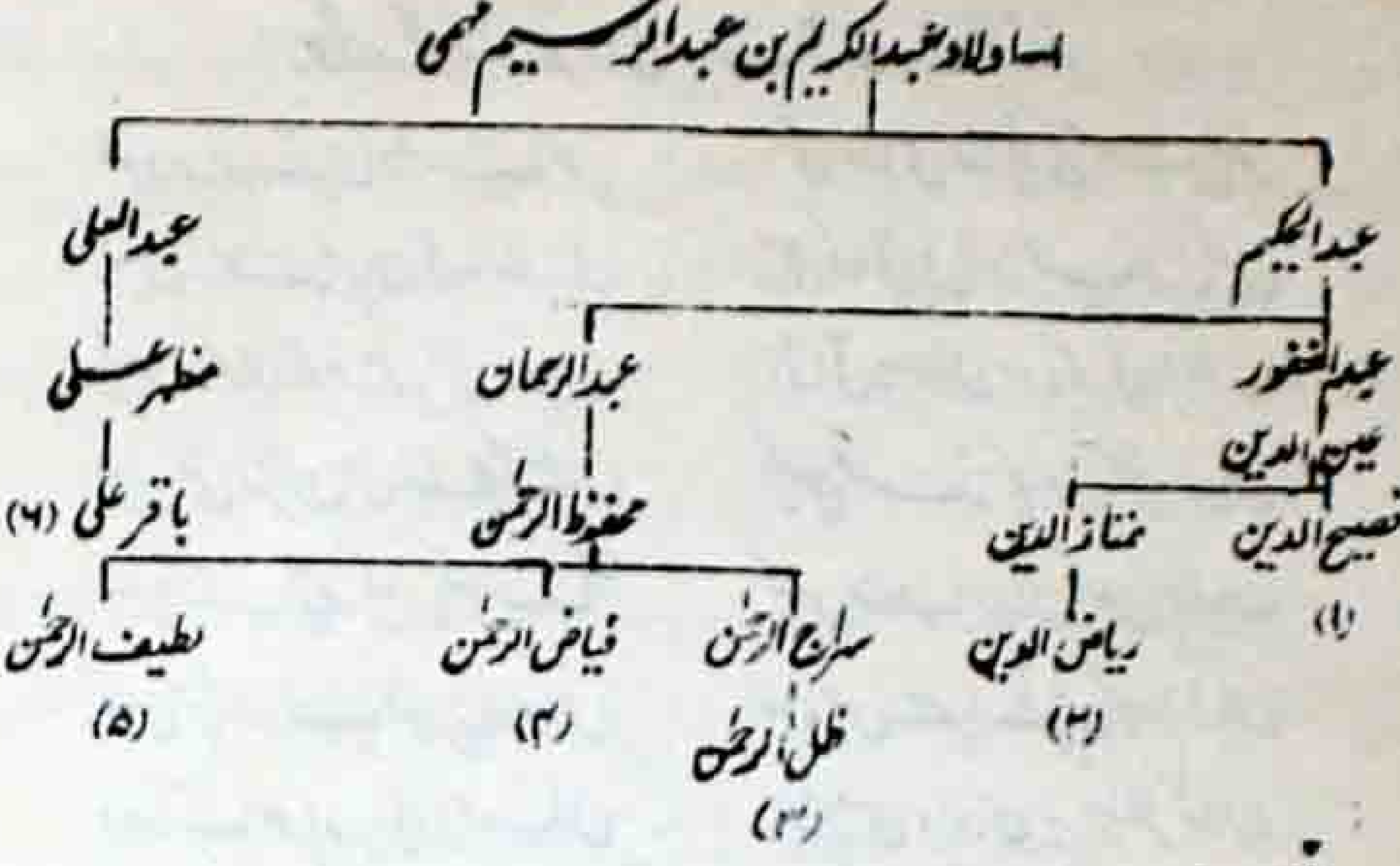

ا۔ **فصیح الدین** (۱۸۷۰-۱۹۵۳ء)

محکمہ انہار میں ہیڈ منشی تھے۔ لاہور میں انتقال ہوا۔

و۔ آپ کے فرزند صبیح الدین المولد ۱۹۱۹ء لاہور میں ملازم ہیں۔

۲۔ ریاض الدین (المولد ۱۹۱۲ء)

۲۵-۴ ۲۳ مریڑ حسن راولپنڈی (عارضی)

بھرواں جسم، مجلسی عادت، شعبۂ برقیات میں سرکل ہیڈ ڈرافسمین ہیں۔ مہم ضلع رہتک میں پیدا ہوئے۔

ا۔ آپ کے خلفِ اکبر غیاث الدین ۱۹۳۴ء میں جوگندر نگر ضلع کانگڑہ میں پیدا ہوئے۔ واپڈا میں سٹینوگرافر ہیں۔ دوسرے فرزند ایاز الدین ۱۹۳۵ء میں مہم میں پیدا ہوئے باقی دو فرزند زاہد اقبال المولد ۱۹۵۵ء اور حفیظ اقبال المولد ۱۹۵۸ء ہیں۔

ب۔ آپ کے والد ممتاز الدین ممتاز (۱۸۸۰-۱۹۴۸ء) مہم میں تولد ہوئے۔ جوگندر نگر میں انتقال ہوا۔ جہاں وہ شعبۂ برقیات میں ہیڈ ڈرافسمین تھے۔ جسم بھرواں اور قد میانہ تھا۔ ممتاز تخلص تھا۔

نمونۂ کلام:

شہیدانِ رہِ آئین و ملت — قتیلانِ رہِ تسلیم و محبت
نگہ داران راہ و رسمِ منزل — ہمیشہ رہتے ہیں بے رنج و کلفت

بپیشِ نظر جو طیبہ مانند طور آیا — دل میں سرور آیا آنکھوں میں نور آیا
ازل سے جوں میں شیدا کی جمال روئے سرور کا — مجھے آبا کی ورثہ میں ملا ہے بس یہی ترکہ

(منقول از قلمی بیاض)

Marfat.com

جوگندر نگر جانے والی پہاڑی ریل گاڑی

نمودار ہوتے ہی وقتِ سحر — تھی صناعیِ صانع کی پیشِ نظر
کہیں زلفِ پیچاں کی مانند ریل — چلی کھاتی بل اور عجب کرتی کھیل
کہیں وادیِ کوہ میں تھی رواں — اڑاتی دھواں اور کرتی فغاں
کہیں تھی سرنگوں میں بھک بھک رواں — کبھی قلّۂ کوہ پہ تھی دواں
کہیں خشک ٹیلے کہیں کھیتیاں — کہیں صاف میداں کہیں چوٹیاں
کہیں چشمۂ آبِ شیریں رواں — مزہ جس سے پاتے ہیں کام و زباں
وہ وقتِ سحر اور پیارا سماں — بجز ایسی وادی یہ منظر کہاں
گرِیلی کو کر کے عبور ایک دم — تلدرا درے میں ہے رکھتی قدم
کبھی بان گنگا کو لے ساتھ ساتھ — چلی جاتی ہے دور تک بائیں ہاتھ
کہیں باتھو اور بان گنگا کا جوڑ — ہے جو اک نہایت خطرناک موڑ
عبور اس کو کرتی ہے یہ بے درنگ — بھلیر آکے پڑتی ہے دھندلی سرنگ

(منقول از اخبار تعلیم لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

ممتاز الدین ممتاز کے والد عین الدین (۱۸۵۳ - ۱۹۱۹ء) کا مہم میں انتقال ہوا۔ قد چھوٹا تھا۔ اور دل محبت بھرا۔ نہایت اجلا لباس پہنتے۔ قصبہ کے مشہور تیر اکوں میں سے تھے۔ ان کے والد عبد الغفور متوفی ۱۸۸۰ء کے متعلق سنا ہے کہ ریاست جھجر میں عہدیدار تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصّہ لیا۔ انگریزوں نے انہیں گرفتار کرنا چاہا مگر یہ بچ بچا کر قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی) پہنچ گئے اور ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی تک رشتہ داروں میں روپوش رہے۔ عبد الغفور کے والد عبد الحکیم متوفی ۱۸۶۷ء قصبہ مہم کے سربر آوردہ حضرات میں سے تھے۔ ہمارے پاس ۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۶۱ھ کے لکھے ہوئے دو بیعناموں پر آپ کے دستخط ہیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد آپ بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالے گئے۔ آپ کے ایک فرزند عبد الغفور روپوش ہو کر محمدی چلے گئے۔ ایک داماد مخدوم بخش بن احمد حسن (از اولادِ مفتی محمد جعفر) اسی دارو گیر میں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ پھر ان کے متعلق کسی نے کچھ نہ سنا۔ دو اور داماد وجیہ الدین شہیدؒ (۴۰ ب) اور امیر اللہ شہیدؒ (۴۵ ب) کو انگریزوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصّہ لینے کی پاداش میں پھانسی دی۔

عبد الحکیم کے والد عبد الکریم کی گواہی "شیخ عبد الکریم بادنہ" ۲۹ رمضان ۱۲۳۲ھ / ۱۲ اگست ۱۸۱۷ء

کی ایک تحریر پر موجود ہے۔ ان کے والد عبدالرحیم کے ۱۱ ر جمادی الاول سنہ ۱۱۶۸ھ ۲۳ فروری سنہ ۱۷۵۵ء کے لکھے ہوئے بیعنامے پر دستخط موجود ہیں۔ شیخ عبدالرحیم کے برادر خورد کے بارے میں شیخ امداد الحق معیار الانساب میں لکھتے ہیں: "مقید از سہم برخاستہ در قصبہ تال بھوپال رفتہ سکونت اختیار کردند و در آنجا نکاح ہم ساختند۔ اولاد ہم گردیدہ ہمونجا ماندند ہیچ احوال شاں معلوم نیست"۔ شیخ عبدالرحیم کے والد قاضی محمد مشرف اپنے والد قاضی محمد مکرم کی وفات پر کچھ عرصہ تک منصب قضا پر فائز رہے مگر جلد ہی ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی علی اکبر پرگنہ سہم کے قاضی بنا دیئے گئے۔ شیخ محمد مشرف کے شہادتی دستخط ہمارے پاس آٹھ بیعناموں پر محفوظ ہیں۔[1] یہ بیعنامے سنہ ۱۷۲۲ء سے سنہ ۱۷۸۲ء تک کے ہیں۔ قاضی محمد مکرم اور ان کے اجداد کا حال ب ۲ میں آچکا ہے۔

۳۔ ظل الرحمٰن (المولد ۱۹۲۴ء دہلی)

بی ۹۸ سلور کوارٹرز۔ ابی سینیا لائنز۔ کراچی

محکمۂ تعمیرات عامہ میں ملازم ہیں۔

(ا) اولاد میں چار لڑکیاں ہیں۔

(ب) آپ کے والد منشی سراج الرحمٰن (۱۸۸۵ء - ۱۹۴۵ء) کا دہلی میں انتقال ہوا۔ وہیں اخبار و رسائل کی کتابت کیا کرتے تھے، پستہ قد، سلامت رو، مرنجاں مرنج اور نہایت سادہ لوح بزرگ تھے، شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے، مبتلا تخلص تھا۔ ہمارے پاس آپ کا ایک خط محفوظ ہے۔

منشی سراج الرحمٰن کے والد مولوی محفوظ الرحمٰن (۱۸۵۷ء - ۱۹۳۰ء) قد آور تھے۔ بدن چھریرا تھا اور داڑھی بھرواں۔ ریاست جھالاواڑ راجستھان میں سررشتہ دار فوجداری تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ خط پاکیزہ تھا۔ آپ کے کئی خطوط ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ خاندان کے نسب نامے سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ محفوظ اور یکہ رنگ تخلص کرتے تھے۔ وحید الدین نیرنگ کاکوروی کے تلامذہ میں سے تھے۔ بیاض سہم میں رہ گئی۔ آپ کے فرزند فیاض الرحمٰن صاحب حسب ذیل شعر آپ کا بتلاتے ہیں:

فکرِ عقبیٰ، غمِ دنیا و تمنائے وصال
سینکڑوں جھگڑے لگا رکھے ہیں اس جان کے ساتھ

راجہ جھالاواڑ کی توصیف میں رام جھرونکا نام سے ایک مسدس لکھی۔ یہ مسدس ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء

---

[1] یہ بیعنامے ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۴ھ، ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۶ھ، ۱۲ رمضان سنہ ۱۱۶۲ھ، ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۶ھ، ۱۵ شعبان سنہ ۱۱۷۱ھ، ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۱۷۲ھ، ۲۰ رجب سنہ ۱۱۸۳ھ، ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۱۹۶ھ کے ہیں۔

Marfat.com

کوچیل پریس بھالاواڑ میں طبع ہوئی - بھائی ضیاء الحق صاحب (۲۷) اس بار کراچی سے حسن ابدال آئے تو اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ساتھ لائے - نمونہ:

ڈھونڈے گا جو پائے گا کرن ہار پھل کھائے — مہا کام جس نے کئے مہا پرش کہلائے
کرم یوگ کے کارنے بڑھ بھاگی ہو جائے — بڑے لوگ نے سانچ کہا ہے کرتا ہی کچھ پائے

رام بھروسے بیٹھ کر سب کا مجرا لے
جیسی واکی چاکری ویسیا وا کو دے

اس کے سب محتاج ہیں جو کرتا دھرتا ہو — وہی ہے پیارا رام کا کام کرے ہے جو
دواکشر یہ پریم کے دھیان راکھ سن لو — جس کو پی چاہے بھاں وہی سہاگن ہو

رام بھروسے بیٹھ کر سب کا مجرا لے
جیسی واکی چاکری ویسیا وا کو دے

اگر کرم تیتے نہیں اور نا کچھ کرنی کی — اور نا کچھ کینی چاکری اور میلا کیا نہ جی
پھر تو اس کو رام نے یہی دکشنا دی — روکھی سوکھی کھائے کے ٹھنڈا پانی پی

رام بھروسے بیٹھ کر سب کو مجرا لے
جیسی واکی چاکری ویسیا وا کو دے

کرم یوگ کے کارنے کس نے پایا راج — کون ہے ہیرا بنس میں کون ہے کل کی لاج
وہ شری بھوانی سنگھ جی مہاراج دھراج — سدا بھوانی داہنے ورا ٹل ہے جن کا راج

رام بھروسے بیٹھ کر سب کو مجرا لے
جیسی واکی چاکری ویسیا وا کو دے

یک نمک اس سنسار میں تیرا کیا تھا کام — نا کوئی کارج ہی کیا نا لیسنا ہر نام
لکھ دنیا پرتمانے تیرا ان میں نام — دو بھدا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام

رام بھروسے بیٹھ کر سب کا مجرا لے
جیسی واکی چاکری ویسیا وا کو دے

مولوی محفوظ الرحمٰن کے والد عبدالرحمٰن کا انتقال یکم شوال ۱۲۷۶ھ ۲۲ راپریل ۱۸۶۰ء کو ہوا یہ عبدالحکیم کے فرزند تھے جن کا ذکر نمبر (۲ب) پر آچکا ہے

۴۔ فیاض الرحمان (المولد ۱۸۹۳ء)

مکان نمبر ۱۰۹ نزد تھانہ۔ قصبہ لالیاں۔ ضلع جھنگ

قد چھ فٹ کے قریب، چھریرا بدن۔ بینائی اور صحت اچھی ہے۔ جنگِ عظیم میں بغداد میں ڈرافسمین تھے۔ ۱۹۳۰ء میں واپس آ گئے۔ چند سال بعد پھر بغداد چلے گئے اور وہاں سے بحرین۔ جہاں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ہیڈ ڈرافسمین رہ کر پاکستان آ گئے۔ آج کل لالیانہ ضلع جھنگ میں واپڈا کے نئے بجلی گھر میں اوورسیر ہیں۔

ا۔ آپ کے فرزند اکبر الطاف الرحمن المولد ۱۹۱۷ء بچپن میں دو سال عراق میں رہے۔ دیولالی ضلع پونا سے فزیوتھریپی یعنی برقی علاج کی تربیت حاصل کر کے سند لی۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی اور مجلس وضع قوانین ہند میں ٹرانسپورٹیشن کے اسسٹنٹ سپروائزر رہے۔ پاکستان آ کر کمبائینڈ ملٹری ہاسپٹل کراچی سے فزیوتھریپسٹ کلاس ون کا کورس پاس کیا۔ گیارہ سال سنٹرل ہاسپٹل کراچی میں اسسٹنٹ فزیوتھریپسٹ رہے اور اب یہی کام سنٹرل گورنمنٹ ہاسپٹل راولپنڈی میں کر رہے ہیں۔ قد نکلا ہوا ہے اور بدن اکہرا ہے۔ محنت و استقلال آپ کے اوصاف ہیں۔ آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ (پتہ ۴/۲۵ رابرٹ لائن۔ ویسٹ رج۔ راولپنڈی چھاؤنی)

فیاض الرحمان کے دوسرے فرزند کمال الرحمن (۱۹۲۹ - ۱۹۶۲ء) کا لائل پور میں انتقال ہوا۔ بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ صاحبِ اولاد تھے۔ تیسرے فرزند فاروق الرحمن المولد ۱۹۳۲ء جہلم میں پیدا ہوئے۔

۵۔ لطیف الرحمن (المولد ۱۹۰۹ء)

۶/۵ برنس لائن کراچی

قد میانہ ہے اور جسم بھرواں۔ ذہین اور خوش مزاج ہیں۔ مذہبی ادب کے مطالعہ کا شوق ہے۔ چیف انجینئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کراچی کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ منشی فاضل اور بی۔ اے ہیں۔

ا۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ بڑے فرزند رؤف لطیف ۱۹۳۸ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ انگلینڈ میں انجینئرنگ کی تعلیم پا رہے ہیں۔ دوسرے فرزند نجم الثاقب المولد ۱۹۵۷ء ہیں۔

۶۔ باقر علی (۱۹۰۵-۱۹۵۱ء)

عقب اناج منڈی رینالہ خورد ضلع منٹگمری۔

بھرواں جسم تھا اور آواز گرجدار۔ بے دھڑک اور خوش مزاج تھے۔ گرداور قانون گو تھے۔ انتقال لاہور میں ہوا۔ مدفن رینالہ خورد میں ہے۔

Marfat.com

(ر) آپ کی اولاد میں پانچ فرزند ہیں۔ بڑے فرزند معظم قدر نیشنل بنک آف پاکستان شاخ اوکاڑہ میں کلرک ہیں۔ دوسرے فرزند تنویر الاسلام سائنس انٹر پاس کر کے جرمنی چلے گئے۔ وہاں میکینیکل انجینئرنگ کی تعلیم پا رہے ہیں تیسرے فرزند توصیف الاسلام نے امسال بی اے کا امتحان دیا ہے اور اقبال احمد زیر تعلیم ہیں۔ پانچویں فرزند توقیر الاسلام ہیں۔

(ب) آپ کے والد مظہر علی (۱۸۵۶-۱۹۱۲ء) حصار میں نقل نویس اور عرائض نویس رہے اور دادا عبد العلی (۱۸۰۸-۱۸۹۶ء) ان بزرگوں میں سے تھے جن کے عصا کی آواز سن کر محلہ کے نوجوان اور بچے گھبرا جاتے تھے۔ فوج میں ملازم تھے۔ سبکدوش ہو کر محلہ میں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ بچہ بچہ نے ان سے قرآن پاک پڑھا۔

یہ ان بزرگوں میں سے تھے جن کا ہر جاننے والا دلی احترام کرتا تھا۔ آپ کی مہر "شیخ عبد العلی ۱۲۷۸ھ" ۸ ربیع الاول ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء اور ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء کی تحریروں پر ہمارے پاس محفوظ ہے۔ شیخ عبد العلی کے والد عبد الکریم اور ان کے اجداد کا ذکر اسی باب میں نمبر ۲ ب پر آ چکا ہے۔

ج ـــــ اولاد قاضی غلام حسن بن قاضی محمدی مہمی

قاسم علی — نظام الدین — حسام الدین (۷)

خلیل الرحمٰن — جلیل الرحمٰن:
- حمید الرحمٰن — عطاء الرحمٰن (۸)
- سعید الرحمٰن (۹)
- مجید الرحمٰن (۱۰)

۷۔ حسام الدین (۱۸۹۶ - ۱۹۵۹ء)

چھوچھکو اس ضلع رہتک میں برانچ پوسٹ رہے ہیں کراچی میں انتقال ہوا۔ مسکین طبع اور نیک چلن انسان تھے۔

(ا) آپ کے تین فرزندوں میں سے بڑے ضیاء الدین المولد ۱۹۲۴ء شعبۂ برقیات میں ٹیکنیشن ہیں (پتہ۔ مارٹن روڈ۔ انکواری آفس۔ کوارٹر نمبر ۲ عقب بلاک ۳۶ کراچی)

(ب) حسام الدین صاحب کے والد نظام الدین کا فروری ۱۹۰۶ء میں حصار میں انتقال ہوا۔ نیک خصلت اور بامزاج بزرگ تھے اور دادا قاسم علی المتوفی ۱۸۶۷ء منکسر المزاج، دبلے، پتلے اور لمبے قد تھے۔ داڑھی مختصر تھی۔

[redacted] نظام الدین کے ایک بھائی قطب الدین تھے جنہوں نے عظیم آباد پٹنہ میں دوسری شادی کر لی تھی۔ اس عظیم آبادی خاتون سے دو فرزند فخر الدین اور فصیح الدین عرف محمد تقی تولد ہوئے تھے جن کے حالات کا ہمیں علم نہیں۔ قاسم علی کے والد قاضی غلام حسن المعروف بقاضی محمد حسن اور ان کے اجداد کا باب ۲ میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

۸۔ عطاء الرحمٰن منظر (المولد ۱۹۰۵ء)

قاضی عطاء الرحمٰن مادہ سن پیدائش ہے۔ محکمہ برقیات میں سٹور کیپر ہیں۔ آج کل کوئٹہ میں ہیں۔ منظر تخلص ہے۔ حضرت سیماب اکبر آبادی سے اصلاح سخن کراتے رہے۔ ۱۹۲۵ء سے آپ کا کلام اور مضامین رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں التجا بحضور خواجہ خواجگان، کے عنوان سے ایک مسدس شائع کرائی۔ کل ستر ہ بند ہیں۔ پہلا بند ہے۔

تیری در کی جبین سائی تھا ذوقِ انتہا میرا　　　خدا کا شکر ہے پورا ہوا یہ مدعا میرا

Marfat.com

مجھے بے آیا ہے اجمیر میں بخت رسا میرا — بجز تیرے نہیں کوئی جہاں میں آسرا میرا

ہے تیرے روضۂ اقدس پہ جلوہ نورِ یزداں کا

شبِ تاریک میں بھی لطف ہے صبحِ درخشاں کا

اپنی والدہ کی وفات پر جو مرثیہ کہا اسے پڑھکر علامہ اقبالؒ کا مرثیہ" والدہ مرحومہ کی یاد میں" یاد آجاتا ہے۔ طویل مرثیہ سے چار بند ملاحظہ ہوں۔

اے عدم آباد اے شہرِ خموشاں کی زمیں — گوہر نایاب ہیں تجھ میں بہت خلوت گزیں

سچ بتا ہے کونسی ایسی کشش تجھ میں نہاں — اپنے بچے کو تڑپتا چھوڑ کر آتی ہے ماں

ہاں ترے گوشے میں اک میری بھی جنت دفن ہے — میری دنیا دفن ہے میری مسرت دفن ہے

تیری بستی میں لٹا میرا متاعِ کارواں

تیرے ہی ویرانے میں ٹوٹا ہے مجھ پر آسماں

تو مگر اے تربتِ مادر نہیں کعبہ سے کم — دفن ہے وہ تجھ میں جنت جسکے ہے زیرِ قدم

تیری مٹی میں ہے پوشیدہ مرا لطفِ حیات — تیری مٹی میں ہے پنہاں میری ساری کائنات

تیری مٹی میں چھپا ہے زندگی کا آفتاب — عمر بھر کی حسرتیں ہیں تجھ میں میری محوِ خواب

تیری مٹی میں ملا میری تمناؤں کا خوں — اب نہیں ممکن ملیں پھر مجھے صبر و سکوں

مل گئے مٹی میں اوراقِ کتابِ زندگی

روح تھی جس میں وہ کھو بیٹھا ہوں بابِ زندگی

معترف ہوں اس کا میں خدمت نہ تیری کر سکا — عذرِ خدمت کر رہا ہوں عفو کی ہے التجا

یاد بھی ہے کچھ تجھے اے ساکنِ باغِ جناں — تھی کبھی آغوش میں تیرے کبھی ننھی سی جاں

پرورش میں جس کی تجھ کو کچھ نہ اپنا ہوش تھا — صبح ہو یا شام گہوارہ ترا آغوش تھا

ہوں وہی برگشتہ قسمت بخت واژوں کا شکار

جس کی اک لمحہ کی فرقت بھی تجھے تھی ناگوار

آہ لیکن اب یہ حالت ہے کوئی پرساں نہیں — دردِ قسمت نے دیا وہ جس کا کچھ درماں نہیں

دھیمے دھیمے ٹمٹماتا ہے چراغِ زندگی — ہے کوئی دم میں چھلکنے کو ایاغِ زندگی

یاد ہے دل میں تری لو اب کوئی حسرت نہیں — تیرے احساں بھول جاؤں یہ مری فطرت نہیں

رحمتِ حق کی تری تربت پہ ارزانی رہے

تیری ہستی مورد الطافِ رحمانی رہے

Marfat.com

نثر میں تنقیدی اور مزاحیہ مضامین لکھتے رہے ہیں۔ تاریخ نکالنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ خاندان کے بیسیوں بچوں کے تاریخی نام آپ کے رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے رشتہ کے بھائی انوار الدین صاحب کا انتقال ہوا تو تاریخ وفات نکالی: قاضی انوار الدین بھی = انوار الدین خلد آشیانی = ۱۳۵۹ھ

ا۔ آپ کے فرزند اختر سعید المولد ۱۹۳۶ء، احمد سعید المولد ۱۹۴۰ء اور اقبال حمید المولد ۱۹۴۵ء لاہور میں تجارت کر رہے ہیں۔

(ب) آپ کے والد حمید الرحمٰن (۱۸۶۰-۱۹۳۳ء) اچھے تن و توش کے خوش پوش اور خوب رو بزرگ تھے۔ عمدہ حقہ اور پان کا شوق تھا۔ بڑے دلیر اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے۔ ریاست پٹیالہ اور دوجانہ میں تھانیدار تھے۔ محکمہ انہار میں ایمن بھی رہ چکے تھے۔

حمید الرحمٰن کے والد جلیل الرحمٰن (۱۸۰۹-۱۹۱۲ء) طویل القامت تھے۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ ایک عرصہ تک ریاست دوجانہ کے میر منشی (چیف سیکرٹری) رہے۔ بھوانی ضلع حصار میں انتقال ہوا۔ ان کے والد خلیل الرحمٰن متوفی ۱۲۶۶ھ شریعت پناہ قاضی غلام حسن المعروف بقاضی محمد حسن کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ ہمارے پاس ۲۱ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ ۹ جون ۱۸۴۴ء کا تحریر کردہ کابین نامہ محفوظ ہے جس کی رو سے آپ کا نکاح بی بی سکینہ بنت مولوی امام الدین (باب ۳) سے ہوا۔ اس پر آپ کی چھوٹی سی مربع مہر ہے اور دستخط "خلیل الرحمٰن بخطہٖ" بھی ثبت ہیں۔

۹۔ سعید الرحمٰن (۱۸۸۵-۱۹۵۶ء)

جسم دوہرا تھا اور آواز کراری۔ خوش مزاج۔ صاف گو اور متعبد بزرگ تھے۔ کسی کو مشکل میں پاتے تو مشورہ ضرور دیتے۔ محکمہ مال میں پٹواری تھے۔ لاہور میں انتقال ہوا۔ عطاء الرحمٰن منظر (۸) نے "محترم سعید الرحمان صدیقی" سے مادہ تاریخ وفات نکالا۔
۱۳۷۶ھ

ا۔ آپ کے فرزند اکبر ظفر سعید المولد ۱۹۲۲ء نہایت محنتی، مستقل مزاج اور صالح نوجوان ہیں۔ ریلوے میں فورمین ہیں آج کل لاہور میں ہیں۔ دوسرے فرزند اظہر سعید دو سال کے تھے کہ شفیق چچا مجید الرحمٰن صاحب (۱۰) نے متبنّیٰ بنالیا۔ اب بھی انہی کے پاس رہتے ہیں۔ محکمہ صحتِ عامہ میں اکاؤنٹس کلرک ہیں۔

۱۰۔ مجید الرحمٰن (المولد ۱۸۹۲ء)

۳۰ بھمن سٹریٹ نمبر ۶ پرانی انارکلی۔ لاہور

سینتالیس سال محکمہ انہار کی ملازمت کرنے کے بعد ہیڈ ڈرافٹس مین (گریڈ ۱) کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ہر ایک کے کام آتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

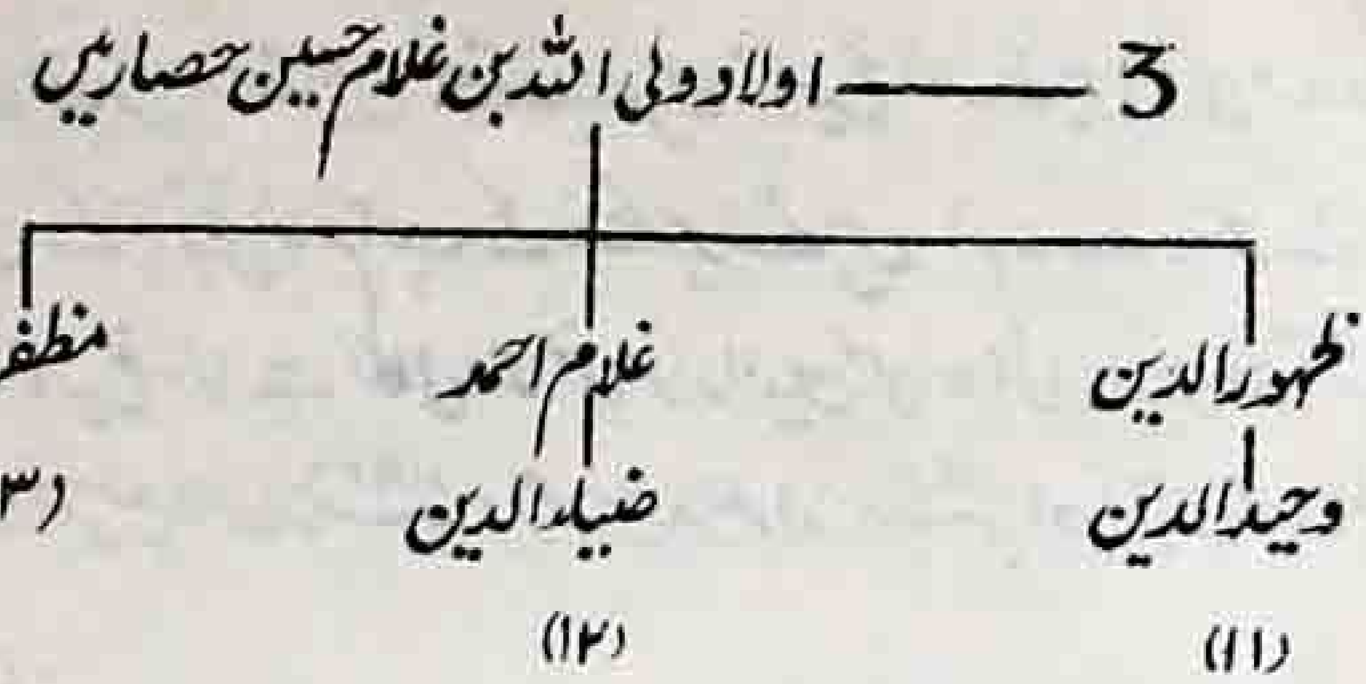

۱۱- وحید الدین (متوفی ۱۹۴۷ء)

راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ اولاد میں صرف ایک دختر ہے۔

۱۲- ضیاء الدین

حصار سے آ کر گجرات وطن بنایا۔ عمر بیالیس سال کے قریب بتائی جاتی ہے۔ پولیس ٹریننگ کالج سہالہ ضلع راولپنڈی میں اے۔ایس۔آئی سٹاف ہیں۔

د- آپ کے والد غلام احمد ضلع کچہری حصار میں ریڈر تھے۔ دل محبت بھرا تھا۔ حصار میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ان کے والد ولی اللہ نے جہم کی سکونت ترک کی اور حصار چلے گئے تھے۔ ولی اللہ کے والد غلام حسین دبلے پتلے متوسط قد کے وضعدار بزرگ تھے۔ رنگ گندمی تھا اور داڑھی سجتی تھی۔ شخصیت بڑی ہی بارعب تھی۔ جہم کی جامع مسجد کے ایک چبوترے پر آپ کا تخت بچھا رہتا تھا۔ لوگ سامنے مؤدب بیٹھے رہتے۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ ۸ جون ۱۸۴۴ء کی ایک تحریر پر آپ کے دستخط "گواہ شد غلام حسین ولد قاضی محمدی" ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آپ کی نعش باہر سے آئی۔ مدفن جہم میں قبرستان موسوم بہ شیر ابدال میں ہے۔ آپ کے والد قاضی محمدی اور اوپر کی پشتوں کا باب ۲ میں ذکر آ چکا ہے۔

۱۳- مظفر احمد (۱۸۷۸-۱۹۶۱ء)

ریٹائر ہونے کے وقت دہلی میں پوسٹ ماسٹر درجہ اول تھے۔ وہاں سے رہتک چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے۔ ملتان میں انتقال ہوا۔ آپ کا خیال آتے ہی مجھے آپ کی یہ نصیحت یاد آ جاتی ہے کہ پیشاب آ رہا ہو تو ہرگز نہ روکو۔ زندگی کو نفاست اور ضابطہ سے گزارنا آپ کو خوب آتا تھا۔ لباس کی نفاست آخر دم تک تھی۔ کنبہ پرور مخیر اور ہمدرد بزرگ تھے۔ پیدا ہانسی میں ہوئے تھے۔

د- آپ کے فرزند محمد احمد ۱۹۲۵ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ راولپنڈی میں کاروبار کرتے ہیں۔

4 اولاد فضل الرحمٰن بن حامد علی مہی

رشید الرحمٰن — جمیل الرحمٰن

رشید الرحمٰن: حبیب الرحمٰن (۱۴) — بشیر الرحمٰن (۱۵)

جمیل الرحمٰن: عزیز الرحمٰن — امین الرحمٰن (۱۷)

عزیز الرحمٰن: مطیع الرحمٰن (۱۶)

۱۴۔ حبیب الرحمٰن (۱۸۹۳-۱۹۵۷ء)

دبلے پتلے تھے اور قد میانہ تھا۔ تنہائی پسند اور خوش پوش تھے۔ محکمہ ڈاک و تار میں سب پوسٹ ماسٹر تھے۔ انتقال موضع عارف والا ضلع منٹگمری میں ہوا۔

(ا) آپ کے اکلوتے فرزند محبوب الرحمٰن ملتان میں واپڈا کے شعبہ برقیات میں ہیڈ کلرک ہیں۔ ایران بھی ہو آئے ہیں۔

(ب) آپ کے والد رشید الرحمٰن (۱۸۵۶-۱۹۲۹) کا قد میانہ۔ بدن بھاری۔ رنگ گورا تھا۔ شرعی پاجامہ بند گلے کا کوٹ، سر پر صافہ یا بید کی بنی ہوئی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ پاکی اور صفائی کا غیر معمولی اہتمام کرتے ان دنوں میں ریاستیں اپنے ارد گرد کے برٹش اضلاع میں اپنے معاملات کی پیروی کے لئے اپنے نمائندے بھیجا کرتی تھیں جنہیں وکیلِ ریاست کہا جاتا تھا اور جن کی حیثیت سفیر کی سی تھی۔ آپ کئی سال تک حصار میں ریاست پٹیالہ کے وکیل رہے۔ پھر میونسپل کمیٹی بھوانی ضلع حصار میں بائیس برس تک انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ چنگی رہے۔ ریٹائر ہو کر ہم آ گئے جہاں انتقال ہوا۔ آپ خاندان کا نسب نامہ بھی رکھتے تھے۔ جو کتابی شکل میں تھا۔ ہر صفحہ پر پندرہ خانے تھے، نام، نام والد، نام والدہ، نام دادا دادی، نام زوجہ نام والد اور والدۂ زوجہ، زوجہ کے دادا، دادی، نانا اور نانی کے نام۔ اولاد ذکور اور اولاد اناث اور کیفیت۔ یہ نسب نامہ تو ۱۹۴۷ء میں ضائع ہو گیا مگر اس نسب نامہ رشید کی ہمارے پاس جزوی نقل ہے ہمارے پاس آپ کے لکھے ہوئے کچھ خطوط بھی ہیں۔ نسب نگاری کا شوق آپ کو شیخ امداد الحق عرف محمد احمد (۴۰ ب) کی صحبت میں ہوا۔ تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کی کہی ہوئی شاہ عبد الغنی کی تاریخ وفات ہم باب ۵ میں درج کر چکے ہیں۔ مولوی محمد اصغر (۴۹ ب) کی والدہ امید سے تھیں۔ ان کے والد مولوی سلام الدین نے بچے کا تاریخی نام پوچھا۔ معاً فرمایا "اصغر" کہا اگر لڑکی ہو جائے تو۔ بلا تامل جواب دیا "صغرا"۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ قاضی اور رشید تخلص تھے۔ کلام ضائع ہو گیا۔ آپ کے حسب ذیل اشعار

Marfat.com

آپ کی دختر نے عنایت فرمائے ہیں۔

چلے جو دوش عزیزاں پہ سوئے گورستاں | عدم میں شور تھا پیدل گئے سوار آئے

یہ تو پوچھیں مرے مرقد سے گزرنے والے | کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے

پوچھتے گھر مرے آئے کہ یہ گھر کس کا ہے | بے بلائے چلے آئے یہ اثر کس کا ہے

سر مرا دیکھ کے مقتل میں تجاہل کے طریق | ٹھوکریں مار کے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے

رشید الرحمٰن کے والد فضل الرحمٰن (۱۸۲۰ء - ۱۸۹۲ء) جھم میں فوت ہوئے۔ اچھے تعلیم یافتہ اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ جھم کے سرکاری مدرسہ میں سب سے پہلے آپ ہی سرکاری مدرس مقرر ہوئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کا ایک لشکر دہلی سے ہانسی کی طرف چلا۔ امیر لشکر کوئی شہزادہ تھا یا شہزادہ مشہور ہوگیا تھا اور فضل الرحمٰن اس کے صلاح کار اور نائب تھے۔ اس لشکر کا جھم اور ہانسی کے درمیان پٹیالہ کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مجاہدین کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ شہزادہ چھپ چھپا کر حجاز چلا گیا۔ اور فضل الرحمٰن بھیس بدل کر اپنے خالو عزیز اللہ صدیقی جھمی کے پاس محمدی ضلع لکھیم پور کھیری چلے گئے۔ ملکہ وکٹوریہ کے اعلانِ معافی کے بعد جھم آئے اور کچھ عرصہ بعد دربار پٹیالہ میں ملازم ہو گئے۔ وہاں کئی سال ملازم رہے۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا مگر کلام ضائع ہوگیا۔ ۵ رجب سنہ ۱۲۵۰ھ ۱۸۶۳ء کے ایک کابین نامہ پر آپ کی شہادت "فضل الرحمٰن ولد حامد علی محفوظ ہے۔ آپ کے خطوط میں سے دو خط محفوظ ہیں جو آپ نے اپنی والدہ کو لکھے۔

فضل الرحمٰن کے والد حامد علی کے دستخط "حامد علی ولد شیخ احمد بخط" ۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۵ھ، ستمبر ۱۸۲۹ء کی تحریر پر محفوظ ہیں۔ یہی دستخط ایک اور تحریر پر ہیں جو سنہ ۱۲۳۴ھ کے بعد کی ہے۔

حامد علی کے والد شیخ احمد کے دستخط "شیخ احمد ولد شیخ علی اکبر بخط" ۲۵ شعبان سنہ ۱۲۲۰ھ، ۸ نومبر سنہ ۱۸۰۵ء پر اور "شیخ احمد ولد قاضی علی اکبر بخط" ۲۹ رمضان سنہ ۱۲۳۲ھ ۱۲ اگست سنہ ۱۸۱۷ء کی تحریروں پر ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

شیخ احمد کے والد قاضی علی اکبر اور ان کے اجداد کا ذکر باب ۲ میں ہو چکا ہے۔

۱۵- بشیر الرحمٰن (۱۸۹۶ء - ۱۹۵۲ء)

محکمہ برقیات میں ڈویژنل ہیڈ ڈرافٹس مین کی اسامی سے ریٹائر ہوئے اور لاہور میں وفات پائی قد نکلا ہوا تھا اور جسم دبلا پتلا۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ مزاج میں ظرافت اور سنجیدگی کا خوش گوار امتزاج تھا

Marfat.com

۷۔ آپ کے فرزند اکبر ارشاد الرحمٰن (عرش صدیقی) المولد ۱۹۲۷ء پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے انگلش (۱۹۵۵ء) ہیں اور ایمرسن کالج ملتان میں پروفیسر ہیں۔ خاندان کے جن حضرات نے اب تک ایم اے کیا ہے وہ نہایت ہی ناسازگار حالات میں کیا۔ آپ بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ قدم قدم پر حوادث کے تھپیڑے ایسے لگے کہ زمانہ طالب علمی میں ہی پختہ کار ہو گئے۔ آپ کا شمار ملک کے ادیبوں میں ہوتا ہے۔ رسالہ دستور میں آپ کا افسانہ "اونچا روزگار" شائع ہوا اور بہت پسند کیا گیا۔ "صحرا" بھی آپ کا افسانہ ہے۔ افسانہ "اک جہاں سب سے الگ" رسالہ تعبیر انسانیت میں شائع ہوا۔ چیخوف کا ترجمہ "باپ" قندیل میں شائع ہوا۔ ترگنیف کا ترجمہ "سرخ پھول" بھی شائع ہو چکا ہے۔ ادب لطیف، ادبی دنیا، ماہِ نو، لیل و نہار، روزنامہ امروز وغیرہ میں بھی آپ کے افسانے اور شاعرانہ کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ دو تنقیدی مضامین بھی اشاعت پا چکے ہیں۔ مگر اب افسانہ و نظم سے ہٹ کر ناول نگاری کی طرف رجحان ہے۔ آپ کا ایک ترجمہ "امیر علی کی سرگزشت" شائع ہو چکا ہے۔ پتہ: ۱۹۱ نواں شہر ملتان

نمونۂ کلام:

چمن سے اٹھ کے وہ گل جائیں تو کہاں جائیں — جنہیں وطن کی فضائیں نہ سازگار آئیں
حیات مانگ کے لی تھی نہ موت مانگیں گے — نہیں طریق ہمارا کہ ہاتھ پھیلائیں
تہی حیات سے ہے دامن شبِ تیرہ — چلو جھپٹ کے ستاروں سے زندگی لائیں
جہاں ہے ہم سے کہ ہم وہ نسیم گلشن ہیں — چلیں تو پیار کی خوشبو فضا میں پھیلائیں
یہ دل کہ مدفنِ صد آرزو ہے برسوں سے — کہو وہ بات کہ مدفن پہ پھول اُگ آئیں
نظر فریب ہے ہر دم جہاں کی صد رنگی — یہ اور بات ہے ہم زندگی کا غم کھائیں

بفیض جذبۂ پنہاں عرش ہم وہاں ہیں جہاں
نظر اٹھا نہ سکیں لب سے کچھ نہ کہہ پائیں

(مطبوعہ لالہ زار لاہور)

اٹھاؤ رنج مگر کم لگن نہ ہونے دو — فسردہ یارو فضائے چمن نہ ہونے دو
وفا کے نام پہ مٹتے رہو پہ کچھ نہ کہو — فنا حکایتِ دار و رسن نہ ہونے دو
سجاؤ خونِ جگر سے رخِ عروسِ خیال — اداس بزم چراغِ سخن نہ ہونے دو
چمن سے حسن چھپے، شہر میں ہوں بن پیدا — خدا کے شہر کو یوں اہرمن نہ ہونے دو
پکارتا ہے مجھے دشتِ آرزو کا جمال — مجھے سنبھالو مجھے بے وطن نہ ہونے دو

Marfat.com

بناؤ دل کو لباسِ غم و عزمِ کمال اسے متاعِ گراں کا کفن نہ ہونے دو
یہی ہے عشق تقاضائے آرزوئے وصال
سدا تڑپتے رہو کم جلن نہ ہونے دو (مطبوعہ امروز لاہور)

گیت

اپنا آپ بچا کے رکھیو، جگ سے ساجن میرے
اس نگری کے کھونٹ کھونٹ میں بھاگے پھریں لٹیرے
رہتے ہیں سونے مگھٹ میں سوئے گھور اندھیرے
سانپوں سے، کانٹوں سے، بھرے ہیں دھن والوں کے بسیرے
اپنا آپ بچا کر رکھیو، جگ سے ساجن میرے
روپ ہے تیرا دھوپ سا ساجن نہیں تیرے جیون تارے
ہونٹ ترے جیون کومل کلیاں جھلمل رنگ ہیں سارے
بال ہیں تیرے کالے کالے، ساون کے ہرکارے
اور پڑی ہے لوٹ جگت میں جاگ رہے ہیں لٹیرے
اپنا آپ بچا کر رکھیو، جگ سے ساجن میرے
دیکھنا پانے کی چاہت میں اپنا آپ گنوا دو
من مندر کو کھنڈر بنا دو، نین دیئے بجھا دو
سونے کی اگنی سے کھیلو گھر میں راکھ بچھا دو
رونے سے پھر کب بستے ہیں اجڑے شام سویرے
اپنا آپ بچا کر رکھیو، جگ سے ساجن میرے

(مطبوعہ ادبِ لطیف لاہور)

غزل

ترے شہر میں زبوں ہیں شب و روزِ مے گساراں کبھی محتسب کا کھٹکا کبھی خوفِ شہریاراں
یہ حفاظتِ چمن ہے کہ ہوں گل مکینِ زنداں یہ تحفظِ جنوں ہے ہو سپر درِ سنگِ باراں
نری بے توجہی ہے، میرے سوزِ دل کی خالق تجھے زیب دے رہا ہے یہ غرورِ تاجداراں
چلو آج چل کے دیکھو مرے شہر خار و خس کو کہ حنائے دستِ گلشن ہے خبرِ دو بہاراں

Marfat.com

کرو اس خزاں کا ماتم کہ دکھا رہا ہوں سب کو — یہ اداس عالمِ دل، یہ عنایتِ نگاراں
میں ہوں طائرِ فسردہ میری ہمرہی نہ چھوڑو — مرے قہقہے رفیقو، ہیں رہینِ لطفِ یاراں
وہی ہاتھ عرش جس نے چمن وفا کو لوٹا
اسی دستِ ناز میں ہے سرِ رشتۂ بہاراں (مطبوعہ قندیل لاہور)

غزل

اگرچہ مرگ دواں تھی غم کی پہنائی — ترے خیال میں ڈوبے تو زندگی پائی
بھرا ہوا تھا گلوں سے بہار کا دامن — مگر ہوائے زمانہ ہمیں نہ راس آئی
ہر اک بہار نے دی تیری زندگی کی خبر — ہر اک خزاں نے مری داستاں دہرائی
سب اک طلسمِ تمنا و شوق ہے ورنہ — نہ تو ہے شورشِ دوراں نہ میں ہوں سودائی
نجوم و ماہ نے ظلمت میں ڈھونڈ لیں کرنیں — بھٹک رہے ہیں مگر روشنی کے شیدائی
ادھر بھی عرش کبھی شمعِ دل سے لو نکلے
اسی خیال میں جاگے اسی میں نیند آئی

(مطبوعہ یادگار لاہور و معیار گجرات)

غزل

دل خوں ہے دل کا حال رقم ہو تو کس طرح — دل سے قلم کا فاصلہ کم ہو تو کس طرح
دل ہے کہیں دماغ کہیں اور ہم کہیں — شیرازۂ حیات بہم ہو تو کس طرح
کیونکر کہیں کہ درد نہیں حاصلِ حیات — پیشِ نظر جو ہے وہ عدم ہو تو کس طرح
دل سے زبان۔ زباں سے چھنی طاقتِ سخن — مائل ادھر مزاجِ صنم ہو تو کس طرح
دل کش تو ہے یہ ترکِ تعلق کا مشورہ — خوگر مگر یہ طرفہ ستم ہو تو کس طرح
میں اور میرے گرد یہ تنہائی سفر — اے دل علاجِ سوزِ الم ہو تو کس طرح
کیوں ضد ہے شہریار کو اے عرش اس قدر
یہ سر کہ واقفِ دار ہے خم ہو تو کس طرح

(مطبوعہ لیل و نہار لاہور)

عرش صدیقی کے چھوٹے بھائی اعجاز الرحمٰن محکمہ برقیات میں ہیڈ ڈرافٹس مین ہیں۔ دو اور چھوٹے بھائی حامد صغیر اور اختر محمود دسویں جماعت پاس کر چکے ہیں اور لاہور میں ملازم ہیں۔

Marfat.com

۱۶- مطیع الرحمان (المولد ۱۹۰۹ء)

۷ — چوبرجی گورنمنٹ کوارٹرز- لاہور

قد میانہ، چھریرا بدن اور رنگ گورا ہے۔ خاموش طبع اور مرنجاں مرنج ہیں۔ مطالعہ کا شوق ہے۔ قابل اور غیر معمولی دیانت دار ہیں۔ محکمہ برقیات میں آفس سپرنٹنڈنٹ ہیں۔

(ا) آپ کی اولاد میں پانچ فرزند ہیں۔ نعیم الرحمٰن، عجیب الرحمٰن، محمد علی، احمد علی اور محمد نجیب۔

(ب) آپ کے والد عزیز الرحمان (۱۸۸۶-۱۹۱۹ء) کا قد نکلا ہوا تھا۔ بدن دبلا پتلا تھا اور رنگ گورا۔ خوش پوش و خوش گفتار تھے۔ محکمہ انہار میں منشی تھے۔ "وفات یافت عزیز یگانہ مطلق" مصرع تاریخ وفات ہے۔

عزیز الرحمان صاحب کے والد پیر جمیل الرحمٰن (۱۸۶۳-۱۹۲۴ء) نے دینی تعلیم گھر پر اور خاص طور پر اپنی والدہ سے پائی جو ایک فاضل خاتون تھیں۔ مڈل پاس کر کے اپنے والد کے پاس ریاست پٹیالہ میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ریاست گوالیار کے محکمہ جنگلات کے صدر دفتر میں اہل کار ہو گئے ۱۹۰۴ء میں اس ریاست کی سرکاری زبان اردو سے ہندی کر دی گئی تو آپ نے ملازمت ترک کر دی اور عزم وطن کیا۔ آپ کے مرشد اور خسر مولانا حافظ الدین (باب ۳) کے کئی مرید ریاست میں اعلےٰ عہدوں پر تھے انھوں نے آپ کو وہیں روک لیا اور چھاؤنی کی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ آپ کے مواعظ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مرہٹہ اور دوسرے ہندو سردار اور رئیس بھی آپ کا خطبہ سننے آتے۔ آپ گوالیار میں خطیب عیدین بھی تھے اور سرکاری ہاتھی پر سوار ہو کر عیدگاہ لے جائے جاتے۔ خوش اعتقاد مریدوں نے آپ کی کرامات کے چرچے شہر شہر پہنچا دیئے۔ اس قدر و منزلت کے باوجود مزاج میں استغنا تھا۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۶) معرف الانساب میں لکھتے ہیں:

> "عابد زاہد اور سچے مسلمان ہیں۔ کثرت تلاوت سے قرآن مجید گویا حفظ ہو گیا ہے۔ اس زمانہ میں بلحاظ دین داری اور تہذیب اخلاق نہایت مرجع شان رکھتے ہیں۔" (ص ۲۷)

خاندان اور خاندان سے باہر نیکی کی ایک نادر مثال تھے۔ ہم نے کسی بدگو کو بھی آپ کی برائی کرتے نہیں سنا۔ غیر معمولی پاکیزگی نفس کے باعث آپ کی زندگی سلف صالحین کا سچا نمونہ تھی۔ آپ کا قد میانہ اور رنگ گورا چٹا تھا۔ بھری ہوئی داڑھی اور بڑی بڑی غلافی آنکھیں تھیں۔ انتقال رہتک میں ہوا۔ آپ کے فرزند اصغر امین الرحمٰن (۷، ۱) نے دو تاریخ ہائے وفات کہیں۔ صنعت صوری و معنوی میں: "پنج شنبہ بست ماہ شعبان" = ۱۳۴۲ھ اور صنعت تخرجہ میں: از باغ طریقت

گل رنگیں برخاست" ۱۷۲۲-۳۸۰ = ۱۳۴۲ھ۔ جمیل الرحمٰن کے نامور والد فضل الرحمٰن کا ذکر نمبر ۸ ب پر ملاحظہ ہو۔

۱۷- امین الرحمٰن (المولد ۱۸۹۰ء)

۱۲ کیا ہی گلی ۱۱۱ کرشن نگر - لاہور

دوجانہ میں اپنے نانا مولانا حافظ الدین (باب ۲) کے گھر میں پیدا ہوئے۔ کئی جگہ سول اور فوجی ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں محکمہ برقیات میں آئے اور اڑتیس سال ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینئر کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔ دراز قد، دوہرا بدن، گندمی رنگ لمبوترہ چہرہ، کم گو اور خوش مزاج۔ آپ کی مدد اور توجہ سے کئی نوجوان برسر روزگار ہوئے۔ امین تخلص ہے لیکن اب صرف شاعری کی ایک صنف تاریخ گوئی کا شوق ہے۔ اس کتاب کے صفحات پر جگہ جگہ آپ کی کہی ہوئی تاریخیں یا آپ کے رکھے ہوئے تاریخی نام موجود ہیں۔ راقم الحروف پر بڑی شفقت کرتے ہیں اور اس کتاب کی تیاری میں آپ نے بڑی مدد کی ہے۔

ا- آپ کے فرزند اکبر عبیدالرحمٰن المولد دہلی ۱۹۲۵ء ہفتہ کے روز دوپہر کے وقت پیدا ہوئے۔ اس روز دوسرا روزہ تھا۔ امین الرحمٰن نے "نصف شنبہ دویمین شہر صیام" (۱۳۴۳ھ) صنعت صوری و معنوی میں مصرعہ تاریخ ولادت کہا۔ آپ نے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کر کے لاہور میں بیٹھے بیٹھے بجلی اور وائرلیس انجینئرنگ کے کئی غیر ملکی امتحان پاس کئے اور پھر ۱۹۴۹ء میں انگلستان چلے گئے۔ وہاں لندن یونیورسٹی کے ایک انجینئرنگ کالج میں داخل ہو کر چار سال کا کام دو سال میں ختم کر کے ٹیلی کمیونیکیشن انجینئرنگ کا ڈپلوما لیا۔ پھر برٹش انسٹی ٹیوٹ آف ریڈیو انجینئرز کے گریجوئیٹ شپ کا امتحان نمایاں اعزاز سے پاس کیا۔ ساتھ ہی ریڈار کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۵۲ء میں واپس پاکستان آ کر حکومت پاکستان کے محکمہ سول ایوی ایشن میں کمیونی کیشن انجینئر لگ گئے۔ دس سال بعد مستعفی ہو کر لاہور آ گئے اور فی الحال میسرز علی ادلنوز میں انجینئر ہیں۔ لمبا قد، گندمی رنگ، بھرا ہوا بدن، کتابی چہرہ بڑی بڑی آنکھیں اور بال گھونگریالے ہیں۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ عرفان جمیل اور رضوان جمیل۔

عبیدالرحمٰن کے چھوٹے بھائی فضل الرحمٰن المولد ۱۹۳۰ء گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کر کے ۱۹۵۴ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے وہاں درجہ اول میں گیس انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا۔ شمالی انگلستان میں ریڈ کار کے مقام پر امپیریل کیمیکل انڈسٹریز میں ٹیکنیکل آفیسر ہیں۔ قد نکلا ہوا اور جامہ زیب نوجوان ہیں۔ طبیعت میں شوخی ہے۔ وہیں انگلستان میں ایک انگریز لڑکی سے شادی کی۔ بچوں کے نام جمیل، امین اور انور ہیں۔

پتہ: الیف رحمان، ۳ ڈنمیل روڈ، ریڈ کار (یورک شائر۔ انگلینڈ) فضل الرحمٰن کی بہن تنویر بانو بی اے پنجاب (۱۹۶۰ء) بی ایڈ پنجاب (۱۹۶۲ء) ہیں۔

Marfat.com

5 —— اولاد صدر الدین بن مفتی عبدالصمد

شمس الدین

مولوی نظام الدین

علاء الدین (۲۰)	ریاض الدین (۱۹)	معین الدین (۱۸)

۱۸- معین الدین (المولد ۱۹۰۲ء)

مکان نمبر ۴۳، اے کلاس محلہ ملک پیٹ اعظم پورہ رسمینٹ بلاکس، حیدرآباد دکن

حکیم معین الدین جھجر ضلع رہتک میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ۱۹۱۴ء میں مستقلاً حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہاں طبیہ کالج حیدرآباد سے امتیازی سند لی اور سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۲۶ء میں طبیہ کالج دہلی سے فاضل طب وجراحت کی سند لی اور حیدرآباد دکن میں ملازمت کرلی۔ نظامیہ جنرل ہاسپیٹل کے سپرنٹنڈنٹ اور طبیہ کالج حیدرآباد کے پرنسپل تھے کہ ۱۹۵۸ء میں ریٹائر ہوگئے۔ طب پر آپ کے تحقیقی مضامین متعدد طبی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ قد میانہ ہے۔ جسم سے دبلے پتلے ہیں۔ مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ آپ کا ذاتی ذخیرہ کتب گراں قدر ہے۔ غیر معمولی طور پر محتاط ہیں۔ نہایت ہی باضابطہ اور خاموش زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے والد کے خلیفہ اور جانشین ہیں مگر مرید نہیں کرتے۔

(ا) قیام پاکستان کے بعد آپ کی پہلی زوجہ اپنے آٹھ لڑکوں اور تین لڑکیوں کو لے کر حیدرآباد سے لاہور آگئی تھیں۔ اور اب نمبر ۱۷، سری رام سٹریٹ کرشن نگر لاہور میں مقیم ہیں۔ لاہور آکر آپ کے فرزندان نے نامساعد حالات میں جس محنت وجانفشانی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور جس طرح ایک دوسرے کو پڑھاتے رہے وہ اوروں کے لئے ایک مثال ہے۔ آپ کے خلف اکبر اظہر الدین ظہیر ۱۹۲۶ء میں جھجر میں پیدا ہوئے۔ بی۔ایس۔سی، بی۔ٹی، ایم۔اے اردو (۱۹۶۲ء) - ایم۔اے فارسی (۱۹۶۳ء) ہیں۔ فی الحال اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور میں سائنس پڑھاتے ہیں۔ دوسرے فرزند پروفیسر محی الدین ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ بی کام (عثمانیہ)۔ ایم۔اے اسلامیات پنجاب (۱۹۵۶ء)، ایم۔اے عربک پنجاب (۱۹۶۱ء)۔ ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان میں پڑھاتے ہیں۔ تیسرے فرزند انوار الدین ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ پنجاب سے ایم ایس سی فزکس کیا اور گورنمنٹ کے وظیفہ پر ڈیڑھ سال میلان (اٹلی) میں جیوفزسٹ کی ٹریننگ حاصل کی۔ اب جیولوجیکل سروے آف پاکستان کوئٹہ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں۔ رئیس الدین ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۶ء

Marfat.com

میں پنجاب سے بی ایس سی کیا اور اب نشتر میڈیکل کالج ملتان کے فائنل ایر میں ہیں۔ باقی چار فرزند انیس الدین المولد ۱۹۳۹ء، ضیاء الدین المولد ۱۹۴۳ء، نجم الدین المولد ۱۹۴۵ء اور نعیم الدین المولد ۱۹۴۷ء کالجوں میں پڑھ رہے ہیں۔

(ب) حکیم معین الدین کے والد مولوی نظام الدین کا ذکر باب ۶ میں آچکا ہے۔

۱۹۔ ریاض الدین (المولد ۱۹۰۹ء)

۱۰۲۱/۴ گلی پھولوں والی۔ گڑمنڈی ملتان۔

دہلی میں تولد ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہیں تھرڈ ایئر تک تعلیم پائی۔ نظامت تعلیمات حیدرآباد دکن میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تھے کہ سقوط حیدرآباد ہوگیا۔ اور آپ ۱۹۵۲ء میں ملتان چلے آئے۔ اب وہاں محکمہ خوراک میں سینئر کلرک ہیں۔

ا۔ آپ کے چار فرزند ہیں: خلف اکبر رضی الدین المولد ۱۹۴۰ء ایم۔ ایس سی کلاس میں پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے فرزند رفیع الدین المولد ۱۹۴۲ء بی اے میں اور تیسرے فرزند سیف الدین المولد ۱۹۴۵ء گیارھویں میں اور سب سے چھوٹے صفی الدین المولد ۱۹۴۸ء نویں جماعت میں پڑھ رہے ہیں۔

۲۰۔ علاؤالدین (المولد ۱۹۱۴ء)

صادق پبلک سکول بہاولپور۔

کسی انجمن میں بیٹھے ہوں آپ کو دور سے معلوم ہوجائے گا کہ یہ پروفیسر شمس صدیقی (علاؤالدین) ہیں۔ لطائف و حکایات، شعر و شاعری، اقبالیات اور آپ بیتی آپ کے موضوعات ہیں۔ محفل خواص ہو تو ٹھوس علمی باتوں کی بھی آپ کے پاس کمی نہیں۔ اپنے سے چھوٹوں سے بھی اس طرح ملتے ہیں کہ گویا چھوٹے آپ ہی ہیں۔ ولادت جھجر ضلع رہتک میں ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں آپ کے والد بزرگوار نے حیدرآباد دکن میں مستقل سکونت اختیار کر چکے تھے۔ شمس وہیں تعلیم پاتے رہے ایم اے اسلامیات (۱۹۵۵ء) اور ایم اے اردو (۱۹۶۱ء) ہیں۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک جاگیردار کالج حیدرآباد اور پھر ۱۹۵۲ء تک نظام کالج حیدرآباد دکن میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۲ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ ۱۹۵۶ء سے صادق پبلک سکول بہاولپور میں صدر شعبۂ اسلامیات ہیں۔ بہاولپور کی کوئی علمی، ادبی یا مذہبی مجلس ہو آپ ضرور مدعو ہوں گے۔ آپ کو تقریر پر بھی مجبور کیا جائے گا اور مشاعرہ ہو تو کلام سنانے کا بھی ضرور تقاضا ہوگا۔ شمس تخلص ہے۔ ترنم سے بھی پڑھتے ہیں راقم الحروف نے کئی بار اس کتاب میں شامل کرنے کے لئے انتخاب کلام کا تقاضا کیا مگر ہر بار طرح

Marfat.com

دبے گئے اور اس گل کی مہک سے قارئین کو محروم کر گئے۔

۱۔ آپ کے دو فرزند ہیں: خلف اکبر مسعود اختر جاوید ۱۹۴۰ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کی فورتھ ٹرم میں زیر تربیت ہیں۔ دوسرے فرزند محمود اختر شاہد ۱۹۴۶ء میں ممبئی میں پیدا ہوئے۔ کالج میں پڑھ رہے ہیں۔ آپ کی تین لڑکیوں میں سے بڑی تھرڈ ایر میڈیکل۔ دوسری بی اے میں اور تیسری گیارھویں میں پڑھ رہی ہیں۔

Marfat.com

6 — اولاد شاہ نجم اللہ بن شاہ رزق اللہ

قمر اللہ ← صفت اللہ ← خواجہ بخش ← خدا بخش ← ثناء اللہ ← اظہار اللہ

قمر اللہ ← صبغۃ اللہ ← امیر اللہ شہید ← بشیر الرحمن ← ضمیر الدین (۲۵)

درویش محمد ← اسعد علی ← عبد اللہ ← عبد الرحمن ← محمود الرحمن (۲۶)

اظہار اللہ: راغب اللہ (۲۱) — طالب اللہ (۲۲) — منظور الحق (۲۳) — شہزاد اللہ (۲۴)

۲۱۔ **راغب اللہ** (المولد ۱۹۰۶ء)

میرے برادر بزرگ ہیں۔ متعدد بار حج کر چکے ہیں۔ کراچی میں کاروبار کرتے ہیں۔

۲۲۔ **طالب اللہ** (المولد ۱۹۱۰ء)

۲۲۳ وارڈ نمبر ۱ محلہ ملک ٹیلہ۔ ملتان

مولد جھجھ ضلع رہتک ہے۔ ملازمت کے سلسلے میں آسام تک کی سیاحت کا موقع ملا۔ کئی جگہ ملازمت کی اور کئی بار تجارت شروع کی۔ بھائیوں پر جان چھڑکتے ہیں، صاف دل، صاف گو، نڈر اور زندہ دل ہیں متوسط القامت، چھریرا بدن۔ ابھری ہوئی پیشانی۔

ا۔ آپ کے سات فرزند ہیں۔ خلف اکبر آفتاب احمد (المولد ۱۹۴۴ء رہتک) اس سال سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹ کا امتحان دے رہے ہیں۔ قد آور ہیں۔ دوسرے فرزند شکور احمد (المولد ۱۹۴۷ء رہتک) ایف ایس سی (میڈیکل) کلاس میں ہیں۔ باقی پانچ فرزند مسعود احمد، محمد اسلم، محمد آصف، محمد امین اور سلیم احمد ملتان میں تولد ہوئے۔

ب۔ ہمارے والد اظہار اللہ (۱۸۷۷ء-۱۹۴۲ء) کا مولد و منشا قصبہ جھجھ ضلع رہتک ہے۔ گیارہ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ کھاری باؤلی دہلی کی ایک بڑی فرم میں منشی (اکاؤنٹنٹ) تھے تجارتی حساب کتاب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ بھائی صاحب (۲۱) کو ایک رات بٹھا کر حساب کتاب رکھنا اور ہندی میں رقوم لکھنا سکھا دیا۔ ان معدودے چند نیک انسانوں میں سے تھے جو غیبت اور ضرر رسانی

Marfat.com

سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کی برائی کسی زبان سے نہیں سنی گئی۔ حد درجہ متواضع اور ملنسار تھے۔ دہلی میں آپ کا گھر اہلِ وطن کا مہمان خانہ تھا۔ خوش مزاج ایسے تھے کہ روتوں کو ہنسا دیتے۔

ہمارے دادا ثناء اللہ متوفی ۱۸۸۸ء ریاست بیکانیر میں تھانیدار تھے۔ اکل حلال پر اس قدر زور تھا کہ تفتیشِ جرائم کے لئے جاتے تو آٹا، دال، نمک، مرچ حتیٰ کہ لکڑیاں بھی ساتھ لے جاتے۔ چھٹی پر مہم آئے۔ تھے کہ انتقال ہوگیا۔ آپ کا تحریر کردہ اپنا کرسی نامہ ہمارے پاس محفوظ ہے جسے ہم نے اس کتاب کے آخیر میں ضمیمہ ۴ میں درج کیا ہے۔ یہ تحریر ۱۸۷۸ء کی ہے۔

دادا ثناء اللہ کے والد خدا بخش متوفی ۱۸۶۹ء کا مولد و منشا مہم ہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے جو دار و گیر کی اس میں یہ روپوش ہو گئے تھے۔ ان کے گھر کا تمام اثاثہ نیلام کر دیا گیا۔ آپ کے دستخط "خدا بخش ولد خواجہ بخش"، ۸ ذی قعدہ ۱۲۸۰ھ ۱۵ اپریل ۱۸۶۴ء کی ایک تحریر پر ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

خدا بخش کے والد خواجہ بخش کی جاگیر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ایکٹ نمبر ۳ ۱۸۳۸ء کی رُو سے ضبط کر لی تھی۔ اس ایکٹ کی رو سے سب کی جائدادیں ضبط کر لی گئی تھیں۔ ہمارے پاس وہ استشہاد نامہ موجود ہے جس پر انہوں نے مہم کے انتیس سربرآوردہ حضرات کے دستخط کروائے کہ ضبط شدہ چار سو بیگھہ (دو سو پچاس ایکڑ) اراضی شاہانِ قدیم کے عہد سے ان کے اجداد کی ملکیت رہی ہے۔ یہ اراضی واگزار نہ ہو سکی۔ یہ استشہاد نامہ ۱۸۴۰ء کا ہے۔

خدا بخش کے والد حافظ صفت اللہ تھے۔ آپ کی شہادت دو استشہاد ناموں میں محفوظ ہے۔ ان میں سے ایک، جامع مسجد مہم کی امامت کے بارے میں ہے اور پیر زادہ عبدالسلام (۱۳۲) کے پاس ہے۔ دوسرے استشہاد نامے پر شریعت پناہ قاضی غلام حسن (باب ۲) نے ۲۷ شوال ۱۲۲۷ھ ۳ نومبر ۱۸۱۲ء کو ان کی شہادت درج کرائی۔ یہ دوسرا استشہاد نامہ اس کتاب کے ضمیمہ ۸ میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کی والدہ شاہ عبدالحکیم مہمی (باب ۴) کی دختر تھیں اور ان کی ہمشیرہ ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی (باب ۵) کی خوشدامن تھیں۔

حافظ صفت اللہ کے والد حافظ قمر اللہ کے دستخط "قمر اللہ ولد حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ" ہمارے پاس ۱۷۴۳ء سے ۱۷۶۹ء تک کی چھ تحریروں پر محفوظ ہیں۔ حافظ قمر اللہ کے والد حضرت شاہ نجم اللہ

ا کنز الآثار، ۱۴ جمادی الاول ۱۱۵۶ھ، غرہ جمادی الثانی ۱۱۶۲ھ، ۲۵ اور ۲۶ ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ، ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ اور ۲۰ رجب ۱۱۸۳ھ۔

الخاطب بہ حافظ عالم خاں دشاہی خطاب) بن شاہ رزق اللہ بن مفتی عزیز اللہ شہیدؒ اور ان کے اجداد کا ذکر اس کتاب کے باب میں ۳۲ سے ۵۳ صفحوں پر کیا جا چکا ہے۔ اس سلسلہ کے افراد کے دستخطوں اور مہروں کے عکس ۱۴۶ اور ۲۴۶ صفحات پر دیئے جائیں گے۔

۲۳۔ منظور الحق (پیدائش ۱۹۱۷ء)

کیڈٹ کالج حسن ابدال

یہ مآثر الاجداد کا مؤلف ہے۔ قد ساڑھے پانچ فٹ۔ وزن پورا ڈیڑھ من۔ گندمی رنگ۔ کشادہ پیشانی۔ یکم اپریل ۱۹۵۴ء کو کیڈٹ کالج حسن ابدال قائم ہوا۔ اسی تاریخ سے اس کالج میں پڑھا رہا ہوں۔ اس جنت ارضی میں ایک بنگلہ مع فرنیچر رہائش کے لئے بلا کرایہ ملا ہوا ہے۔ رہائش گاہ کے ایک طرف کالج کے سینئر لڑکوں کی رہائش و تربیت گاہ ہے جس کا میں ہاؤس ماسٹر ہوں اور دوسری طرف اوپن ایر تھیٹر ہے جس میں ہر ہفتہ فلم دکھائی جاتی ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کالج کا ذریعہ تعلیم انگریزی ہے۔ بس اس ایک خامی کے علاوہ یہ ایک معیاری درسگاہ ہے۔ صبح سات بجے کام شروع کرتا ہوں۔ دن میں دو تین گھنٹے فرصت مل جاتی ہے۔ رات کے دس بجے طلبا پڑھائی سے فارغ ہوتے ہیں اور پندرہ منٹ بعد سو جاتے ہیں۔ انہیں سلا کر گھر جاتا ہوں اور گھنٹہ دو گھنٹے مطالعہ کر کے سو جاتا ہوں۔ اوقات فرصت اپنے مختصر سے ذاتی کتب خانہ میں گزارتا ہوں جس میں ہوتے ہوتے تین ہزار کے قریب کتابیں جمع ہو گئی ہیں۔ اس سال تنخواہ سات سو تیس روپے ماہانہ مل رہی ہے۔ کچھ آمدنی تصنیف و تالیف اور امتحانی پرچوں سے ہو جاتی ہے۔

دہلی سے چونسٹھ میل مغرب میں ضلع رہتک کا قصبہ مہم ہے جسے مسلمان مہم شریف کہتے تھے۔ اس قصبہ کے محلہ پیرزادگاں میں تولد ہوا۔ نام تاریخ پیدائش کا مادہ ہے۔ بچپن کے سات سال دہلی میں گزرے۔ مہم، بھوانی، ڈیرہ غازی خاں اور رہتک میں پڑھ کر پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک گورنمنٹ انٹرمیڈی ایٹ کالج رہتک سے کیا۔ کالج میں اول آیا۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہ تھی۔ پہلی جماعت سے ہر امتحان میں اول آ رہا تھا۔ یہ اندھوں میں کانا راجہ والی بات ہے۔ تعلیمی اعتبار سے ضلع رہتک بہت ہی پسماندہ تھا۔

رہتک سے انٹر کرنے کے بعد ایم اے او کالج امرتسر سے ۱۹۳۹ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ کالج میں دوم آیا۔ ریاضی اور فلسفہ اختیاری مضامین تھے۔ اگلے سال گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ

Marfat.com

کالج لاہور سے ایس۔ اے۔ وی اور اس سے اگلے سال بی ٹی کیا۔ اولاد زبدۃ الاولیا قاضی قوام الدینؒ میں خان بہادر مولوی محمد حسین پہلے ایم اے تھے (۱۸۸۳ء) پورے ستر سال بعد اس خاندان میں دوسرا ایم اے مرد یہ راقم الحروف ہوا۔ اُس وقت میں تین بچوں کا باپ تھا۔

ایم اے کی ڈگری لے لینا قابلِ فخر ہے نہ لائق ذکر۔ کہنے کی بات یہ ہے کہ والدِ بزرگوار کے انتقال کے بعد گھر کی مالی حالت بری نہیں بلکہ یکسر بَقی ہی نہیں۔ ساتویں جماعت کے بعد گھر سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ رہائش، لباس، خوراک کا بار بھی گھر پہ نہ ڈالا۔ اگر کل لین دین کا حساب کیا جائے تو زمانہ طالب العلمی میں میں نے کچھ اوپر چار سو روپے سے گھر کی خدمت کی ہوگی۔ اور یہ میرا فرض بھی تھا۔

کالج میں نکّہ بازی اور دوڑوں اور چھلانگوں میں کئی انعام لئے۔ گورنمنٹ مڈل سکول رہتک گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج رہتک اور ایم اے او کالج امرتسر کی فٹ بال ٹیموں کا کپتان اور اور گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی فٹ بال ٹیم کا سیکرٹری رہا۔ کالج کی ادبی محفلوں میں بھی بھرپور حصّہ لیتا رہا۔

دورانِ تعلیم ہی اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لے کر میں نے معلمی کے پیشے کا انتخاب کر لیا تھا مجھے اس انتخاب پر کبھی تاسف نہیں ہوا۔ بلکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی اور راہ پر پڑ جاتا تو اب تک بھٹکتا پھرتا۔ کیا خدا کی اس عنایت کا شکر یہ ادا ہو سکتا ہے کہ قیامِ پاکستان سے اب تک میرا پڑھایا ہوا ایک شاگرد بھی یونیورسٹی یا بورڈ کے امتحان میں فیل نہیں ہوا۔ مجھے تو اپنے کسی ایسے شاگرد کا بھی علم نہیں جس نے میرے مضمون میں فرسٹ ڈویژن کے نمبر نہ لئے ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مایوسی مجھ سے کتراتی ہے۔

سیاست میں میری عملی دلچسپی کا آغاز مارچ ۱۹۴۱ء کی اس پاکستان کانفرنس سے ہوا جو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے لاہور میں منعقد کی اور جس کی صدارت قائداعظم نے کی۔ اس کانفرنس میں قائدِ اعظم نے پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ اس کمیٹی کے رکن پاکستان کانفرنس کے پانچ بنیادی کارکن تھے۔ جن میں سے ایک راقم الحروف بھی تھا۔ پوری روداد تو اس وقت کے اخباروں اور ۳۰ اگست اور ۱۱ ستمبر ۱۹۶۲ء کے روزنامہ نوائے وقت لاہور کے پرچوں میں مل سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ رہتک، انبالہ اور راولپنڈی کی شہری مسلم لیگوں کی تشکیل جدید راقم الحروف کی مساعی سے ہوئی۔ اسی سلسلہ میں جھجر، سونی پت، بہادر گڑھ، گوہانہ، کلانو

گوڑگاؤں، نوح، جگادھری، لدھیانہ، جگراؤں، جالندھر، مدار، ہوشیار پور، گجرات، اور گوجر خاں کا دورہ کیا۔ لدھیانہ اور راولپنڈی میں پاکستان کے حق میں پہلا پبلک جلسہ منعقد کرایا۔ اور تقاریر کیں۔ لاہور کا دلی دروازہ مجلس احرار کے جلسوں کے لئے مخصوص تھا۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں نے لاہور کے بازاروں کے چوکوں میں سر سکندر حیات نواز اخبارات انقلاب اور شہباز جلائے اور اسی روز یعنی ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کی شام کو دلی دروازے کے باہر جلسہ کیا۔ اس اجتماع کو راقم الحروف نے بھی خطاب کیا۔ اس دروازے پر پاکستان کے حق میں یہ پہلا پبلک جلسہ تھا۔

۷ اور ۸ مارچ ۱۹۴۲ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا سالانہ اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ اس کا محرک، منتظم اور صدر مجلس استقبالیہ راقم الحروف تھا۔ اسی سن میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خصوصی الہ آباد میں ہوا۔ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نواب زادہ لیاقت علی خاں شہید کی دعوت پر اس اجلاس کی مجلس موضوعات میں شرکت کی۔ ایسی ہی ایک دعوت پر اسی سال آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے موقع پر کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔ ۸ اور ۱۰ ستمبر کو مجموعی طور پر چھ گھنٹے تک بمبئی میں قائداعظم کے دولت کدہ پر ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

۱۹۴۷ء اگست، ستمبر اور نصف اکتوبر میں رہتک مسلم لیگ کا دفتر راقم کے زیر ہدایت کام کرتا رہا۔

جس روز ضلع میں قتل عام شروع ہوا اس سے صرف ایک روز پہلے میں نے دفتر کا چارج لیا۔ سابق آئی این اے کے کیپٹن ممتاز احمد خاں نہایت خلوص اور جانفشانی سے میرے پی اے کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ان ڈھائی مہینوں میں یہ معمول رہا کہ صبح سویرے منہ اندھیرے دفتر چلا جاتا اور مغرب کے وقت یا کرفیو کے وقت سے ذرا پہلے گھر آجاتا۔ جو کچھ ان ڈھائی مہینوں میں کیا اس کی تفصیل تو اسی کتاب میں کسی اور جگہ آئے گی مختصر یہ کہ ضلع کی ایک لاکھ ستر ہزار مسلم آبادی میں سے کم و بیش انیس ہزار مسلمان ہندوؤں نے شہید کر دیئے۔ ضلع سے باہر ہماری خبر نہیں جاتی تھی۔ حالات نے ایسی سنگین صورت اختیار کر لی تھی کہ کسی مسلمان کے لئے سفر کرنا تو ایک طرف بازار سے سودا لانا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ ایسے میں دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ کسی کارکن کو دہلی بھیجا جائے اور

Marfat.com

اس کی جان کو خطرہ میں ڈالا جائے۔ نتائج سے لاپرواہ ہو کر خود ہی ایک روز گھر سے نکل پڑا۔

قلعہ رہتک سے نکل کر ہندو آبادی میں سے ہوتا ہُوا جھجر سٹینڈ پہ پہنچا۔ ان دنوں ایک یا دو لاریاں جھجر جایا کرتی تھیں۔ ٹکٹ لے کر لاری میں بیٹھ گیا۔ میرے علاوہ تمام مسافر ہندو تھے۔ یہ لوگ مزے لے لے کر مسلمانوں کے قتل کی باتیں کر رہے تھے۔ خیر میں جھجر پہنچ گیا۔ یہاں کا ہر مسلمان میرا واقف تھا۔ مجھے دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہُوا اور کچھ ڈھارس بھی ہوئی۔ تین چار روز کوشش کر کے نواب صاحب دوجانہ نے دو جیپوں میں اپنی فوج کے جوان میرے ساتھ کر دیئے۔

معلوم ہُوا تھا کہ نئی دہلی میں رہتک مسلم لیگ کے صدر راؤ خورشید علی خاں ایڈوکیٹ رائل ہوٹل میں مقیم ہیں کیونکہ وہ کسی صورت رہتک نہ جا سکتے تھے۔ میں انہیں ساتھ لے کر ہائی کمشنر پاکستان مقیم دہلی سے ملنا چاہتا تھا۔ رائل ہوٹل کے دروازے پر جا کر میں جیپ سے اترا۔ وہاں ایک مسلمان ریاست کی جیپوں کا کھڑا ہونا خطرے سے خالی نہ تھا اس لئے انہیں کہہ دیا کہ وہ دوجانہ ہاؤس چلے جائیں۔

میں ہوٹل میں گیا۔ مینجر نے بتایا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں۔ اس وقت صورت حال کی نزاکت کا احساس ہوا۔ مینجر کے کمرے سے گیٹ تک اور گیٹ سے کناٹ پیلس تک پہنچا۔ وہاں ایک تانگہ بان چاوڑی بازار کی صدا لگا رہا تھا۔ اس میں تین نوجوان لڑکے بیٹھے تھے۔ چوتھا میں بیٹھ گیا۔ راستہ میں یہ تینوں لڑکے اور تانگہ بان اپنی اپنی بہادری کے قصے بیان کر رہے تھے۔ تانگہ اجمیری دروازے میں داخل ہُوا تو ایک نوجوان نے کہا: "رات تو مزہ ہی آگیا۔ ہم بارہ بجے گھر سے نکلے۔ ایک طرف اشارہ کر کے، اس مکان کے آگے جمع ہو گئے۔ دو فوجی گورکھے ادھر سے آئے۔ کہنے لگے آؤ تمہیں شکار بتائیں۔ بس اس گلی میں مسلمان رہ گئے تھے۔ کل آٹھ دس گھر تھے اور ہم صرف پانچ تھے۔ ان گورکھوں نے ہمیں پٹرول لا کر دیا۔ ہم نے باری باری سب گھروں میں آگ لگا دی۔ سالے سب جل بھن گئے۔"

یہ کام انہوں نے کرفیو کے وقت میں کیا۔ خیر حوض قاضی آیا اور میں تانگے سے اتر کر رودگراں کی طرف چلا جہاں بھائی حبیب الدین (۱۱۷) رہتے تھے۔ مجھے وہاں دیکھ کر ان سب کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا کیونکہ ان تک یہ افواہ پہنچ چکی تھی کہ رہتک پر حملہ ہو چکا

ہے اور تمام مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ یہ ہمارا کئی دن تک سوگ کر چکے تھے اور ہماری ارواح کو ایصالِ ثواب بھی کر چکے تھے۔

جب میں نے پاکستان ہائی کمیشن کے دفتر واقع "گل رعنا" نئی دہلی جانے کے ارادے کا اظہار کیا تو انہوں نے مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کے لئے دہلی کی خطرناک صورتِ حال سے مجھے آگاہ کر دیا۔ مگر میں نے اگلی صبح انہیں خدا حافظ کہا اور محلہ رودگراں سے چل پڑا۔ سڑک پر آیا تو اور سواریوں کے ساتھ میں بھی ایک تانگے میں بیٹھ گیا۔ جب آٹھ دس تانگوں میں سواریاں ہو گئیں تو ایک ساتھ گھوڑوں کو ہانک دیا گیا۔ حوض قاضی سے چاوڑی بازار میں مڑے۔ تانگے آگے پیچھے جا رہے تھے۔ کوئی تین چوتھائی بازار طے کیا ہو گا کہ اچانک ہم سے ایک تانگہ چھوڑ کر پچھلے تانگے کے گھوڑے کے آگے دو دستی بم آکر پھٹے۔ گھوڑا پچھلی ٹانگوں کے بل سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کی پچھلی سیٹ کی دونوں سواریاں سڑک پر گر پڑیں۔ ان میں سے ایک مرد تھا اور ایک برقعہ پوش خاتون۔ معاً ساتھ کی تنگ گلی سے تین ہٹے کٹے نوجوان نکلے۔ تینوں کے ہاتھ میں خنجر تھے۔ دو خنجر تان کر کھڑے ہو گئے اور ایک نے اس خاتون کو اٹھایا اور گلی میں لے گیا۔ اس خاتون کے ساتھی کے سر پر تو دو خنجر لہرا رہے تھے۔ مگر مجھ بے غیرت کو نہ معلوم کیا ہو گیا تھا کہ ایک مسلمان خاتون کی بے حرمتی ان گنہ گار آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ تانگہ تیزی سے چلتا چلتا جامع مسجد پہنچ گیا۔

وہاں پہنچ کر گل رعنا کے لئے تانگہ کرنا چاہا۔ کوئی ایک درجن تانگے والوں سے پوچھا۔ ہر ایک کا کم و بیش یہی جواب تھا "ہماری موت نے دھکا نہیں دیا جو وہاں جائیں"۔ خیر وہاں سے پرانے قلعہ تانگے عام جا رہے تھے۔ میں بھی وہاں چلا گیا۔ وہاں دہلی کے لاکھوں اجڑے ہوؤں کا کیمپ تھا۔ پرانے قلعہ سے پیدل ہی گل رعنا چل پڑا۔ راستہ معلوم نہ تھا۔ راستے میں ہندو ملتے رہے۔ کسے گمان ہو سکتا تھا کہ ان سڑکوں پر آج کوئی مسلمان بھی چل رہا ہے۔ کچھ دور جا کر ایک خاکروب سے گل رعنا کا پتہ دریافت کیا۔ اس نے پہلے تو معنی خیز نظروں سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر راستہ بتا دیا۔ کچھ سمجھ میں آیا اور کچھ نہیں آیا۔ اور یہ بھی اندازہ نہیں کہ اس نے واقعی میں ٹھیک راستہ بتایا۔ تین گھنٹے ادھر ادھر بھٹکتا پھرا اور بالآخر منزل مقصود پہنچ گیا۔

پاکستان کے ہائی کمشنر کا دفتر کیا تھا سرائے بنا ہوا تھا۔ ایک کمرے میں میو لیڈر چودھری یسین خاں ایڈووکیٹ ایم ایل اے ملے۔ یہ اپنے خاندان کے معتقدین میں سے ہیں بغلگیر ہوئے

Marfat.com

اور ایک ایک کا نام بنام حال پوچھا اور کہنے لگے "میں یہاں ایک ہفتہ سے پڑا ہوں، میری کوئی نہیں سنتا۔ تم نے یہ خطرہ فضول مول لیا۔"

میں سوشل سیکرٹری سے ملا۔ عرض مدعا کے بعد انیس صفحات پر ٹائپ شدہ یادداشت پیش کی۔ انہوں نے کہا آج ہائی کمشنر اس کا مطالعہ کر لیں گے آپ کل ملیں۔ میں پیدل پرانے قلعہ پہنچا اور وہاں سے تانگے میں گھر اور اگلے روز اسی راستے سے پھر سوشل سیکرٹری کے پاس گیا کہنے لگے آج تو وہ بڑے مصروف ہیں۔ پرسوں ملیئے گا پرسوں گیا تو پھر اپنا تعارف کرانا پڑا۔ ٹائپ شدہ یادداشت کی تلاش ہوئی، کبھی اس ٹرے میں دیکھا تو کبھی اس دراز میں۔ کہنے لگے وہ تو نہیں ملتی ایک اور دے جاؤ۔ میں چڑ اٹھا کر سیدھا ہائی کمشنر کے پاس گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ وہ تمام باتیں ہمدردی کے ساتھ اور غور سے سنتے رہے۔ پھر اپنی مجبوریاں گنوا کر کہنے لگے۔ اس بارے میں آپ وزیرِ اعظم پنجاب نواب افتخار حسین خاں آف ممدوٹ سے لاہور جا کر مل لیں۔ میں ہوائی جہاز میں آپ کی سیٹ کا انتظام کرائے دیتا ہوں۔ کیونکہ وہاں سے پاکستان آکر جانا محال نظر آتا تھا اس لئے میں نے یہ پیشکش قبول کرنے سے معذرت کی اور گھر چلا آیا۔ دہلی سے جھجر ہوتے ہوئے رہتک ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ساٹھ میل طے کرنے کے لئے اتنی ہی بار موت کا سامنا ہوا لیکن تجربہ ہوا کہ موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔

رہتک میں میری واپسی حیران کن تھی اکثر کو یہی خیال تھا کہ میں مارا جا چکا ہوں گا۔ مگر مجھے خود اپنے اوپر تعجب ہے میں نے یہ سفر اختیار کر کے موت کے منہ میں چھلانگ لگائی اور یہی سمجھتا رہا کہ فٹ بال کھیل رہا ہوں۔

رہتک آکر معلوم ہوا کہ راؤ خورشید علی خاں پولیس کی حفاظت میں دہلی سے رہتک آ گئے تھے۔ انہوں نے مسلم لیگ کا کاروبار سنبھالا اور میری عقل بہانہ جُو نے حیلے تراشنے شروع کر دیئے اور رفتہ رفتہ میں نے اپنے آپ کو مسلم لیگ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا۔ کچھ دن بعد بین الملکتی اعلان ہوا کہ انبالہ ڈویژن کے مسلمان پاکستان جائیں گے اور کچھ روز بعد ریڈیو پاکستان لاہور سے اعلان ہوا کہ سرکاری ملازمین کے انخلا کے لئے جو فوجی کنوائے رہتک جا رہا ہے اس میں میرے اور میرے لواحقین کے لئے بھی سیٹیں ہیں۔

تین نومبر کو ہم نے اپنا وہ وطن چھوڑا جہاں ہمارے جدِ اعلیٰ سات سو سال پہلے آکر آباد ہوئے تھے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے ترکِ وطن کا اتنا بھی افسوس نہیں تھا جتنا

Marfat.com

ایک پنسل کھو جانے کا ہوتا ہے بلکہ اپنی سعی پیہم سے حاصل کئے ہوئے نئے وطن میں جانے کی خوشی تھی۔

راستہ جس طرح کٹا یہ ایک طویل داستان ہے۔ المختصر ہم کرنال، انبالہ اور لدھیانہ میں ایک ایک رات کاٹ کر آگے بڑھے۔ ہجوم خطرات میں میرا دماغ معمول سے کچھ زیادہ ہی پرسکون ہوتا ہے بیاس کے پل پر کچھ دن پہلے مہاجرین کی دو ریل گاڑیوں کو روک کر سکھوں نے اس کے مسافروں کو شہید کر دیا تھا۔ ان گاڑیوں میں اپنے خاندان کے کچھ افراد بھی تھے۔ اسوقت تک ہمیں علم نہیں تھا کہ ان کا کیا بنا۔ اس مقام سے خونی واقعات کی بڑی ہی دلخراش یادیں وابستہ تھیں۔ ہمارے کنوائے نے پل پار ہی کیا تھا کہ ایک موٹر لاری بگڑ گئی۔ اسے درست کرنے کے لئے کچھ دیر کنوائے ٹھہرا یہ ایسا مقام تھا کہ یہاں زیادہ دیر کنوائے کو ٹھہرایا نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی زنجیر بھی نہ تھی کہ اسے کسی اور ٹرک کے ساتھ باندھ دیا جاتا۔ میں مُصر تھا کہ اس بگڑی ہوئی موٹر لاری کو سکھ درندوں کے لئے چھوڑ کر باقی کنوائے آگے نہیں جانا چاہیئے۔ مگر کنوائے کمانڈر فیضی سب کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری گاڑیوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ کنوائے کمانڈر نے کہا۔ امرت سر کچھ زیادہ دور نہیں۔ شام ہو چلی ہے وہاں پہنچ کر ایک لاری واپس لے آنا۔ اس بگڑی ہوئی لاری میں زیادہ عورتیں تھیں اور کچھ بوڑھے اور بچے۔ اس میں ہمارے کنبہ کے آٹھ افراد تھے: میرے خسر پیرزادہ فخر الدین، ان کے دو لڑکے محمد حسین (محمد میاں)، اور ذکی الدین احمد (احمد میاں)، ان کی چار لڑکیاں سرور صدیقہ (میری اہلیہ)، انور، منور اور تنویر، اہلیہ برادر عزیز شفاء اللہ اور میرا لڑکا احمد منصور جس کی اس وقت عمر چودہ مہینے تھی۔ یہ برخوردار اوپر کا دودھ پیا کرتے تھے اور پچھلے تین دن سے انہیں دودھ نہیں ملا تھا یہاں تک کہ پانی بھی صرف دو دفعہ مل سکا تھا۔ ہم حیران تھے کہ یہ بچہ کس طرح زندہ ہے۔

ہم نے برین گنوں سے مسلح دو سپاہی ان کی حفاظت کے لئے چھوڑے اور کاروان آگے چل پڑا۔ امرت سر پہنچ کر ہم نے ایک جیپ اور ایک لاری لی اور فوراً واپس چل پڑے۔ محلہ شریف پورہ کے پاس ہمیں ہندوستانی فوج نے روک لیا اور کہا کہ واپس جانے کے لئے لاہور میں متعین فلاں ہندوستانی فوجی افسر سے اجازت نامہ لینا پڑے گا۔ ہر چند انہیں صورتِ حالات سے آگاہ کیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

میرا دماغ ہجوم وساوس کی آماجگاہ بن گیا اور قوتِ برداشت جواب دے بیٹھی۔ جا کر افسر انخلا کے دفتر میں کوشش کی وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ فیصلہ کیا کہ کنوائے فوراً لاہور چل پڑے

Marfat.com

ہم پاکستان کی طرف چل رہے تھے ۔ وہ منزل مقصود سامنے تھی جس کے لئے مسلمانوں نے سر دھڑ کی بازی لگادی تھی۔ واہگہ سرحد پار کر کے سرزمین پاک پر قدم رکھا۔ اس زمین پر قدم رکھا جس کے حصول کے لئے اپنی جان کو کبھی وقعت نہیں دی مگر اس وقت میری آنکھوں سے غم کے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ ۶ نومبر ۱۹۴۷ء۔

ہمیں لاکر لاہور کے نزدیک والٹن کیمپ میں ڈال دیا گیا۔ سردی خاصی تھی۔ بغیر سائبان کے زمین پر سب بیٹھ گئے۔ سامان کوئی ساتھ تھا نہیں۔ اس وقت اندازہ ہوا کہ ہماری خواتین میں بے پناہ قوتِ برداشت ہے۔ آہ و بکا ہے نہ سیاپا۔ بس زبان گنگ ہوگئی اور آنسو خشک ہوگئے۔ خوشید امن تو آتے ہی بے ہوش ہوگئیں۔ ان سب کو بھوکا پیاسا اس غیر حالت میں چھوڑ کر سیدھا ریزی ڈنسی گیا جہاں انخلا کے کمشنر کا دفتر تھا۔ وہاں شبینہ ڈیوٹی پر جو حضرات تھے انہیں ماجرا کہہ سنایا مگر آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ انہیں شب و روز جو ایسے ہی لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا ان پر کیا اثر ہوتا۔ کہا کل آنا۔

گئی رات واپس والٹن کیمپ پہنچا۔ صبح اٹھتے ہی پھر ریزی ڈنسی چلا گیا۔ یہاں جواب ملا کہ مدد نہیں بھیجی جا سکتی۔ سارے دن کی ناکام تگ و دو کے بعد والٹن کیمپ پہنچا۔ یہاں اب تک اڑ کر کسی کے منہ میں کھیل بھی نہیں گئی تھی۔ کیمپ میں ہیضہ پھیلا ہوا تھا۔ دھڑا دھڑ اموات واقع ہو رہی تھیں مگر اتنا تھا کہ یہاں عزت و ناموس کو خطرہ نہ تھا۔ خیال آتا تھا تو بیاس کے پل کا نہ جانے کیا بنا ہوگا۔ کہیں وہ سکھوں کے ہاتھ تو نہ چڑھ گئے ہوں گے۔ حکومت مدد نہیں کرتی۔ پیدل چلوں تو کتنے دن میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ان کی حفاظت میری ذمہ داری تھی۔ ساری عمر کے لئے ضمیر کی ملامت سے بہتر یہ ہے کہ اس کی تلاش میں مارا جاؤں۔ تمام رات ایسے ہی منصوبے بناتے آنکھوں میں کٹی۔

صبح ہوئی کنبہ کی ایک خاتون تانگہ میں آئیں اور بتایا کہ بیاس کے پل پر رہنے والے سب بخیریت آگئے ہیں اور اب ریاض الدین (۲) کے ہاں ہیں۔

پاکستان آکر میری تمام ملی سرگرمیوں کا خاتمہ ہوگیا اور لفظ سیاست سے چڑ ہوگئی۔ ہاں وہ صلاحیتیں جو کبھی قومی کاموں کے لئے وقف تھیں۔ اب مطالعہ، تصنیف و تالیف اور خاص طور پر فرائض منصبی کی بجا آوری میں کام آتی ہیں۔ اب ملت کی بہبودی کے لئے کوئی بڑا منصوبہ نہیں بناتا۔ اپنے محدود حلقہ میں یہ حقیر کام کیا کہ ۱۹۴۷ء سے اب تک ریاضی پڑھا رہا ہوں اور خدا کے

Marfat.com

فضل وکرم کا شکر گزار ہوں۔

اخبار ورسائل میں ۱۹۲۴ء سے کبھی کبھی میرے مضمون شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۱ء تک لاہور زون کے مدارس میں میری تین کتابیں لازمی کتب ریاضی کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں۔ یہ کتابیں معیاری جیومیٹری (برائے جماعت ششم)، معیاری الجبرا و جیومیٹری (برائے ہفتم، ہشتم) تھیں۔ دو سوانحی کتب سالار مسعود غازی اور ہادی ہر بانہ بھی طبع ہو چکی ہیں تاریخ ریاضی اور اقبالیات پر تین کتابوں کے مسودے منتظر طباعت ہیں۔ یہ ہے اس شخص کی داستانِ حیات جس پر الطافِ خداوندی بے پایاں ہیں مگر جس سے اب تک کوئی بھی خدمتِ اسلام بن نہ آئی۔

ا۔ میری اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ بڑا لڑکا احمد منصور ۱۳ ستمبر ۱۹۴۶ء کو رہتک میں پیدا ہوا۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا اور امسال یعنی ۱۹۶۴ء میں گورڈن کالج راولپنڈی سے ایف۔ایس سی (میڈیکل) کا امتحان دیا ہے۔ دوسرا لڑکا ارشد محمود ۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ملتان میں پیدا ہوا۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال میں ایف۔ایس سی (سیکنڈ ایر) کلاس میں پڑھ رہا ہے۔ میٹرک میں وظیفہ لیا۔ اس سے پہلے بھی وظیفہ لیتا رہا ہے۔ تیسرا لڑکا احمد رضا ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ملتان میں پیدا ہوا۔ اور کیڈٹ کالج حسن ابدال کی نویں جماعت میں پڑھ رہا ہے۔ لڑکیوں میں بڑی ربیعہ ثروت (پیدائش ۷ ستمبر ۱۹۵۴ء) کنونٹ سکول واہ کی پانچویں جماعت میں ہے ملتان میں پیدا ہوئی تھی۔ باقی دو بچیاں تابندہ (پیدائش ۱۲ جولائی ۱۹۶۱ء) اور عین البدر (پیدائش ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء) حسن ابدال میں پیدا ہوئیں۔

۴۲۔ شفاعت اللہ (پیدائش ۱۹۲۴ء)

۱۸ اسانده روڈ لاہور۔ فون نمبر ۶۶۲۸۶

قد پانچ فٹ دس انچ، وزن ایک سو ستاون پونڈ۔ مہم میں تولد ہوئے۔ بمبئی، کلکتہ، آسام اور برما تک سفر کر چکے ہیں۔ نقل مکانی کر کے ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان پہنچے اور اب مستقلاً لاہور میں رہتے ہیں۔ مشہور فرم نقل کریڈٹ کمپنی کے سینیئر منیجر ہیں۔ کاروباری سوجھ بوجھ اچھی پائی ہے۔ بڑے ہی ملنسار، بردبار، مخیر اور متواضع ہیں۔ صلہ رحمی کا بڑا خیال ہے۔ غربا کی اس طرح مدد کر جاتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے اور دوسرے کو خبر نہ ہو۔ والدہ مکرمہ (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۶۳ء) کی جو خدمت انہوں نے کی اس پر مجھے بھی رشک آتا ہے۔ ان کے پاس عزیز واقارب کے فوٹوؤں کا جو گرانقدر ذخیرہ ہے اس کا ذکر صفحہ ۶۲۳ پر

Marfat.com

ہوگا۔ مآثر الاجداد کی تیاری میں انہوں نے میری سب سے زیادہ مدد کی۔

ا۔ ان کے چار فرزند اور دو لڑکیاں ہیں۔ سب لاہور میں پیدا ہوئے۔ بڑے فرزند محمد اشرف (پیدائش ۱۳ مارچ ۱۹۵۰ء) کیڈٹ کالج حسن ابدال کی نویں جماعت میں پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے محمد منیر (پیدائش ۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء) ساتویں جماعت میں ہیں۔ تیسرے فرزند شاہد عزیز پیدائش ۴ جون ۱۹۵۶ء) دوسری جماعت میں ہیں۔ چوتھے فرزند عامر سعید ۷ فروری ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے رفعت صدیقہ (پیدائش ۲۵ جولائی ۱۹۵۴ء) اور طلعت بانو (پیدائش ۴ جولائی ۱۹۵۸ء) مدرسۃ البنات کی پانچویں اور پہلی جماعتوں میں پڑھ رہی ہیں۔

۲۵۔ ضمیر الدین (المولد ۱۹۰۷ء)

قد متوسط، لمبوترا سر، رنگ پختہ گندمی۔ ڈاک خانے میں کلرک تھے۔ ایک انگلی ضائع ہوگئی تو ملازمت ترک کی۔ پھر حصار میں کاروبار کرتے رہے۔ اب نعلیہ ٹرنک فیکٹری بازار تلواڑہ ان راولپنڈی میں ملازم ہیں۔

ا۔ آپ کے اکلوتے فرزند ظہیر الدین ۱۹۵۲ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ زیر تعلیم ہیں۔

ب۔ آپ کے والد بشیر الرحمٰن ۱۲۷۱ھ (۵۶-۱۸۵۵ء) میں تولد ہوئے اور ۲۲ ۱۹ء میں ہم میں انتقال ہوا دُبلے پتلے سے متقی و پرہیز گار اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ ساری عمر جامع مسجد کی خدمت کی۔ دو برس سے بھی چھوٹے تھے کہ آپ کے والد امیر اللہ کو جرم بغاوت میں ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو رہتک میں پھانسی دے دی گئی اور گھر کا اثاثہ ضبط کر کے مکان کو نیلام کر دیا۔ قبل ازیں ۱۸۳۸ء میں کمپنی کی حکومت نے آپ کی جاگیر ضبط کر لی تھی۔

امیر اللہ شہید ایک متدین عالم اور قابل مدرس تھے اپنے وقت کے بہت ہی ہر دلعزیز اور با اثر بزرگوں میں سے تھے۔ قاضی عبد الرحمان بن قاضی غلام حسن (باب ۲) اور حکیم مولوی علاؤ الدین ایسے فاضل آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے آپ کا تمام علمی سرمایہ برباد کر دیا۔ اس وقت آپ کے اکلوتے فرزند دو سال کے تھے۔ اوروں کے پاس جو کچھ بچارہ گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اعلیٰ درجہ کا علمی و ادبی ذوق پایا تھا۔ اردو، فارسی اور عربی میں شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کی ایک منظوم کتاب کا پہلا ورق ہمارے پاس ہے جس میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف کتاب کے چند شعر ہیں۔

یکایک مرا زادہ ایں خیال | کنم علم تکثیر بر پنجہ خصال
نخستیں فصل نقش پہ کردن است | دوم فصل در در خدا بردن است
تہجی بفصل سوم شد بیاں | کہ از وی تو یابی ملک ہا نہاں
بفصل چہارم بیانِ نماز | کہ من یافتم زاں بزرگاں راز

Marfat.com

بہ پنجم فصل ذکر کردن خدا — کہ از ذکرِ خالق نہ باشی جُدا

آپ کی ایک بیاض بھی ہمارے پاس محفوظ ہے، اس کے شروع اور آخر کے صفحات غائب ہیں۔ اس میں جو رسائل آپ کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ دو صفحات پر ایک اردو نظم کے ۳۶ سے ۶۳ تک شعر ہیں۔ یہ نظم غالباً آپ خطبۂ جمعہ میں پڑھا کرتے تھے، خطباتِ علمی میں جو نظم پڑھی جاتی ہے اس کا یہی ماخذ ہے۔

پو جانہ کیجے گو رکی غیبت نہ کیجے اور کی — ۳۶ — عادت نہ کیجے جور کی یہ تو برا اطوار ہے

ہر اک سے میٹھا لو بیو۔۔۔۔ لب کو کھولیو — ۴۲ — تو لو تو پورا تو لیو زیادہ کمی مردار ہے

۲۔ ترجمہ فقہ اکبر: امام اعظم سے منسوب کتاب فقہ اکبر کا اٹھارہ صفحوں پر مشتمل فارسی نثر میں ترجمہ ہے آخر میں مترجم کے دستخط ہیں۔ لکھتے ہیں: میگوید بندۂ ضعیف خاکپائے مسلماناں کہ بعضی مخلصاں سوال کردند کہ برائی مایاں ترجمہ فقہ اکبر کہ تصنیف امام المسلمین حضرت امام اعظم است رضی اللہ تعالے عنہ بکند تا بر مایاں مسائل دین آسان شود۔ پس دیدم کہ رغبت بسیار در عقائد دارند خط عربی ندارند و از خواندن مطولات عذر و عجز نمایند۔ شروع کردم در ترجمہ با وردن (؟) مسائل دیگر کہ ضروریست مستعیناً باللہ، باید دانست از امام اعظمؒ دو فقہ اکبر است کہ نظر ایں فقیر آمدہ است در یکے مجرد مسائل است بے دلیل و در دیگر مسائل با دلیل است۔ پس ایں ترجمہ از انست کہ درو مسائل بیدلیل است۔

۳۔ عربی میں خطبہ جمعۃ الوداع۔ پانچ صفحے

۴۔ انتیس اشعار پر مشتمل ایک اردو نظم جس میں بتایا گیا ہے کہ سفر کب کب کرنا چاہیئے مطلع ہے

رجال الغیب کا ہے گا یہ احوال — کہ وہ گردش میں رہتے ہیں مہ و سال

۵۔ اکتیس اشعار پر مشتمل اردو و فارسی میں نظم "سبحان من ترانی" معلوم تضمین ہے یا پوری آپ کی نظم ہے۔ دو شعر ہیں:

آدم کہ جدِ ما بود سالار انبیاء بود — وردش ہمیں دعا بود سبحان من ترانی

چھٹی دلاؤ ان کو دے دیں دعا جو تم کو — کھیلیں تمام دن کو سبحان من ترانی

۶۔ اسی اشعار پر مشتمل ایک فارسی مثنوی۔ اس کے آخر میں دستخط ہیں "بدستِ خط بدخط امیر اللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ ساکن قصبہ مہم بتاریخ دہم ربیع الاول ۱۲۵۶ھ" یعنی یہ ۱۸۴۱ء میں لکھی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بزرگ محمد منیر یا احمد منیر نقشبندی سے ۱۱ر شوال ۱۲۵۶ھ کو بیعت

Marfat.com

ہوئے:

وصفِ شیخ خود چہ گویم اے نگار	۳		در نگنجد وصف او اندر حصار
نام پاکش را نگارم ای بشیر	۴		نہ محمد را تو بہ برق منیر[1]
یک توجہ کرد جذبم در رسید	۶		در زمانم دل بسوئے خود کشید
روز دو شنبہ بوقت شاشتگاہ	۹		یازدہ تاریخ از شوال ماہ
یک ہزار و دو صد سالِ ہجر	۱۰		شش و پنجاہ بہم بنہ بالادگر
بہ دایں نعمت مرا بخشید حق	۱۱		شکر او را روز و شب خوانم سبق
اے امیر اکنوں تو بس ہشیار باش	۱۲		از ہوا بگذر و اندر کار باش
من غلام نقشبند از جان و دل	۱۳		من نثار نقشبند از آن کل

۷۔ منظوم فارسی ترجمہ عربی قصیدہ غوثیہ: ۱۲ ذیقعد ۱۲۵۶ھ کو پورا ہوا۔

۸۔ سولہ صفحات میں تین خطوط۔ یہ خطوط فارسی میں ہیں۔ نہ معلوم یہ خطوط کسی کو لکھے گئے یا انشائے امیر قسم کی کوئی چیز کا ایک حصہ ہیں پہلے خط میں ان اجزا سے بحث ہے جن سے جسم انسانی بنا ہے دوسرے میں ماہیت عناصر بتائی گئی ہے اور تیسرے میں صحبتِ ناجنس پر سیر حاصل تبصرہ ہے تیسرے خط کے آخر میں ۶ شوال ۱۲۵۷ھ لکھا ہوا ہے۔

۹۔ منظوم فارسی ترجمہ چہل حدیث: ۱۷ محرم ۱۲۵۷ھ کو تمام ہوا۔

۱۰۔ ایک عربی قصیدہ ۲۶ شعروں پر مشتمل محررہ ذیقعد ۱۲۵۷ھ

۱۱۔ منظوم اردو ترجمہ چہل حدیث: ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ کو ختم ہوا۔ مثلاً افضل العبادۃ طلب العلم کا ترجمہ کیا ہے ؎

ہے افضل عبادت طلب علم کی — تو رکھ جستجو روز و شب علم کی

۱۲۔ چالیس اشعار کی ایک فارسی نظم۔

پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۶) اپنے معرف الانساب میں لکھتے ہیں: شیخ امیر اللہ شہید عرف میاں جی امی زخی والی مسجد میں سلسلہ درس و تدریس رکھتے تھے، فارسی انشاء پردازی علم مجلسی و کتابی میں پوری قابلیت رکھتے تھے۔ ان کے زمانہ کے ہندو مسلمان بچے سب ان کے تلامذہ میں سے تھے، شعر بھی کہتے تھے۔ دادے جی اسماعیل کے ساتھ بزمانہ وزیر الدولہ ٹونک بھی گئے۔

---

[1] تاج احمد نہ تو بر فرق امیر

Marfat.com

زمانہ کے لحاظ سے استاد تھے۔ غدر کے سلسلہ میں بلا وجہ آپ بھی شہادت سے فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔" (ص ۶۵)

بیاض کے علاوہ ہمارے پاس ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۲ء تک کے چار کاغذات پر آپ کے دستخط ہیں نیز ہمارے پاس وہ خط بھی موجود ہے جو دفعدار کرامت علی نے راولپنڈی سے آپ کے نام بھیجا۔ یہ خط ہم دفعدار کرامت علی کے بیان میں نمبر ۵۰ ب پر نقل کریں گے۔

امیر اللہ شہیدؒ کے والد صبغۃ اللہ کے دستخط ہمارے پاس چھ کاغذات پر محفوظ ہیں۔ یہ کاغذات ۱۷۹۷ء سے ۱۸۳۳ء کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کاغذ جو ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ کو لکھا گیا۔ اس پر آپ کی شہادت ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی (باب ۵) کے قلم سے ہے۔

صبغۃ اللہ کے والد حافظ قمر اللہ بن حضرت شاہ نجم اللہ الملقب بحافظ عالم خاں ثانی کا ذکر نمبر ۲۲ ب پر آچکا ہے۔

۲۶۔ محمود الرحمٰن

۱۲ جنوری ۱۸۹۰ء کو گوپامؤ ضلع ہردوئی میں پیدا ہوئے۔ مسکن قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری تھا۔ جہاں سے ۱۹۴۷ء میں کراچی چلے آئے۔ بہت ہی بے فکرے سیلانی ہیں۔ گھر بار کی طرف کبھی نکر نہیں کیا۔ اب بھی مفقود الخبر ہیں۔

ا۔ آپ کے اکلوتے فرزند مقصود الرحمٰن ۱۵ جون ۱۹۲۳ء کو ہاتھرس (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس ہیں اور اپنی والدہ سیدہ بیگم صاحبہ بنت مولوی سمیع الدین قریشی کے ساتھ کراچی میں رہتے ہیں۔

(ب) محمود الرحمٰن کے والد مولوی عبد الرحمٰن (۱۸۵۲ء - ۱۹۱۴ء) کا محمدی ضلع لکھیم پور کھیری میں انتقال ہوا۔ پہلے مہم میں رہائش تھی جہاں سے محمدی چلے گئے

لہ کنز الآثار: (۱) امیر اللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ بخطہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۴۰ھ اور ۲۹ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ (۲) شہد بما فیہ امیر اللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ بخطہ ۱۷ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ (۳) محمد امیر اللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ بخطہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ۔

لہ (۱) گواہ شد صبغۃ اللہ ۲ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ

(۲) گواہ شد شیخ صبغۃ اللہ ولد شیخ قمر اللہ بادنہ ۵ صفر ۱۲۲۰ھ و ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ

(۳) گواہ شد شیخ صبغۃ اللہ ولد شیخ قمر اللہ ۲۵ شوال ۱۲۲۰ھ (۴) شیخ صبغۃ اللہ بادنہ ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ

(۵) صبغۃ اللہ بخطہ ۵ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ۔

Marfat.com

مولوی عبدالرحمٰن کے والد کا نام عبداللہ تھا اور ان کے والد مشہور طبیب حکیم اسد علی تھے۔ حکیم اسد علی کا نام ہمارے پاس ۲۱ رشوال ۱۱۹۳ھ ۲۲ نومبر ۱۷۷۹ء کے ایک بیعنامہ کے متن میں ہے اور آپ کے دستخط "شیخ اسد علی" ۱۱ محرم ۱۲۳۲ھ یکم دسمبر ۱۸۱۶ء کی ایک تحریر پر ہیں۔

حکیم اسد علی کے والد حکیم محمد درویش کے دستخط "محمد درویش ولد عالم خاں" ۲ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ ۲۶ فروری ۱۷۸۱ء کے ایک بیعنامہ پر محفوظ ہیں۔ حافظ عالم خاں المعروف بہ شاہ نجم اللہؒ کا ذکر باب ۳ میں آچکا ہے۔

7 ـــ اولاد عطاء حسین بن محمد مسعود

علی حسین

محمد شاہ — ابوالحسن

احمد شاہ — محمد حسن — صدیق الحسن

امیر حسن (۲۷) — (۲۸) — (۲۹)

۲۷۔ امیر حسن (المولد ۱۹۲۳ء)

کراچی میں موٹر ڈرائیور ہیں۔

ب۔ آپ کے والد حافظ احمد شاہ شہید (۱۸۸۷-۱۹۴۷ء) فوج میں لانس نائک تھے۔ بہادری کی امتیازی سند اور تین پشتوں تک چار روپے ماہانہ وظیفہ ملا۔ قیام پاکستان کے وقت دہلی کے محلہ پہاڑ گنج میں رہتے تھے۔ جہاں آپ کو ہندو بلوائیوں نے ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو شہید کر دیا۔

حافظ احمد شاہ شہید کے والد حافظ محمد شاہ (۱۸۴۶-۱۹۰۰ء) اور دادا الحاج علی حسین (۱۸۲۲-۱۹۰۰ء) رہتک میں فوت ہوئے۔ آخر الذکر بزرگ واعظ خوش بیان تھے۔ غالباً ۱۸۵۷ء کی دارو گیر میں اپنا وطن مہم چھوڑ کر رہتک جا بسے تھے۔ ان کے اجداد مہم میں ۱۲۸۰ء سے رہتے آئے تھے۔

الحاج علی حسین کے والد عطاء حسین تھے اور ان کے والد محمد مسعود اپنے زمانہ میں پرگنہ مہم کے سب سے بڑے جاگیر دار تھے۔ ان کی جاگیر ۱۸۳۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ضبط کر لی تھی۔ محمد مسعود کے بڑے بھائی محمد محفوظ خاں شہید ۱۸۰۰ء اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے علاقہ کا انتظام کرنے گئے تھے کہ زمینداروں سے مقابلہ پیش آیا اور آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شہید کی زوجہ شاہ بدر الدینؒ (باب ۳) کی دختر تھیں اور دختر ڈاکٹر ظہور الدین رہتکی (۵۹ ب) کی پڑدادی تھیں۔

محمد مسعود خاں کے والد خان بہادر محمد احسان تھے۔ ان کی ایک مہر "محمد احسان میر عدل" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرگنہ مہم کے میر عدل تھے۔ ان کی ایک اور مہر تھی: نصر الدولہ محمد احسان خاں بہادر نصرت جنگ ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ء) ایک اور مہر "مستقیم الدولہ محمد احسان خاں بہادر سپہدار جنگ" تھی۔ پہلی مہر کنز الآثار میں مندرج ایک تحریر پر ہے۔ دوسری اور تیسری کے الفاظ معیار الانساب اور معرفت الانساب دونوں میں نقل ہوئے ہیں۔ خان بہادر محمد احسان مہم کے محلہ قضاۃ (پیرزادگان)

Marfat.com

کے جس مکان میں رہتے تھے وہ بنگلہ کہلاتا تھا۔ اس کا اکثر حصہ چوبی تھا اور ستون ہاتھی دانت کے تھے۔ یہ وہی مکان تھا جو بعد میں شاہ عبدالغنیؒ (باب ۵) نے خرید لیا تھا اور جس میں پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۶) رہتے تھے۔ محمد احسان کی ملکیت چوبیس گاؤں تھے اور انہوں نے اپنی اہلیہ کا مہر ایک لاکھ اسی ہزار روپے اور سونے کا ایک ٹکہ (ٹکہ = اشرفی) ادا کیا تھا۔ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کی فوج کے کمانڈر انچیف نے دہلی فتح کیا۔ لارڈ لیک آگے بڑھ کر سکھوں سے ٹکر نہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے دہلی چھوڑ کر جمنا سے ستلج تک کا علاقہ اپنے وفاداروں میں تقسیم کرنا چاہا۔ رہتک سے ہانسی تک کے علاقہ کی پیشکش خان بہادر محمد احسان کو کی گئی مگر انہوں نے معذرت کی اور جے پور چلے گئے۔ نہ معلوم وہاں سپہ دار (کمانڈر انچیف) کی حیثیت سے گئے یا کسی اور حیثیت سے۔ آپ کی قبر جے پور ریاست کے مشہور قلعہ آمیر کی فصیل کے ساتھ ہے۔ آپ کی اولاد سے محمد حسن صاحب کا بیان ہے کہ آپ الور کی فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔ باب ۳ میں لکھا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ اپنے ماموں کے پاس پورب چلے گئے تھے، جہاں عم بزرگوار نے آپ کو چار پلٹنوں کا سردار بنا دیا تھا۔ یہ سوتیلے ماموں خان بہادر محمد احسان تھے اور ضرور کسی اہم فوجی عہدے پر مامور ہوں گے۔

خان بہادر محمد احسان کے والد مفتی عبدالرحمان بن مفتی محمد جعفر اور ان کے اجداد کا ذکر باب ۲ میں آ چکا ہے۔

۲۸۔ محمد حسن

ہائی سکولوں میں سینئر ٹریننگ انسٹرکٹر رہے۔ بڑی ہی باضابطہ زندگی کے عادی ہیں۔ ملتان چھاؤنی میں رہتے ہیں۔

۲۹۔ صدیق الحسن

ملتان میں حسن پروانہ روڈ پر رہتے ہیں۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہو کر اب معمولی سی تجارت کرتے ہیں۔

ا۔ شمس الحسن اور قمر الحسن آپ کے دو فرزند ہیں۔

ب۔ آپ کے والد مولوی ابوالحسن پنشنر فوجی سوار تھے۔ اوپر کی پشتوں کا ذکر نمبر ۲۷ ب پر آ چکا ہے۔

---

8 اولاد حکیم عیاذ الحق بن حکیم فیاض الحق

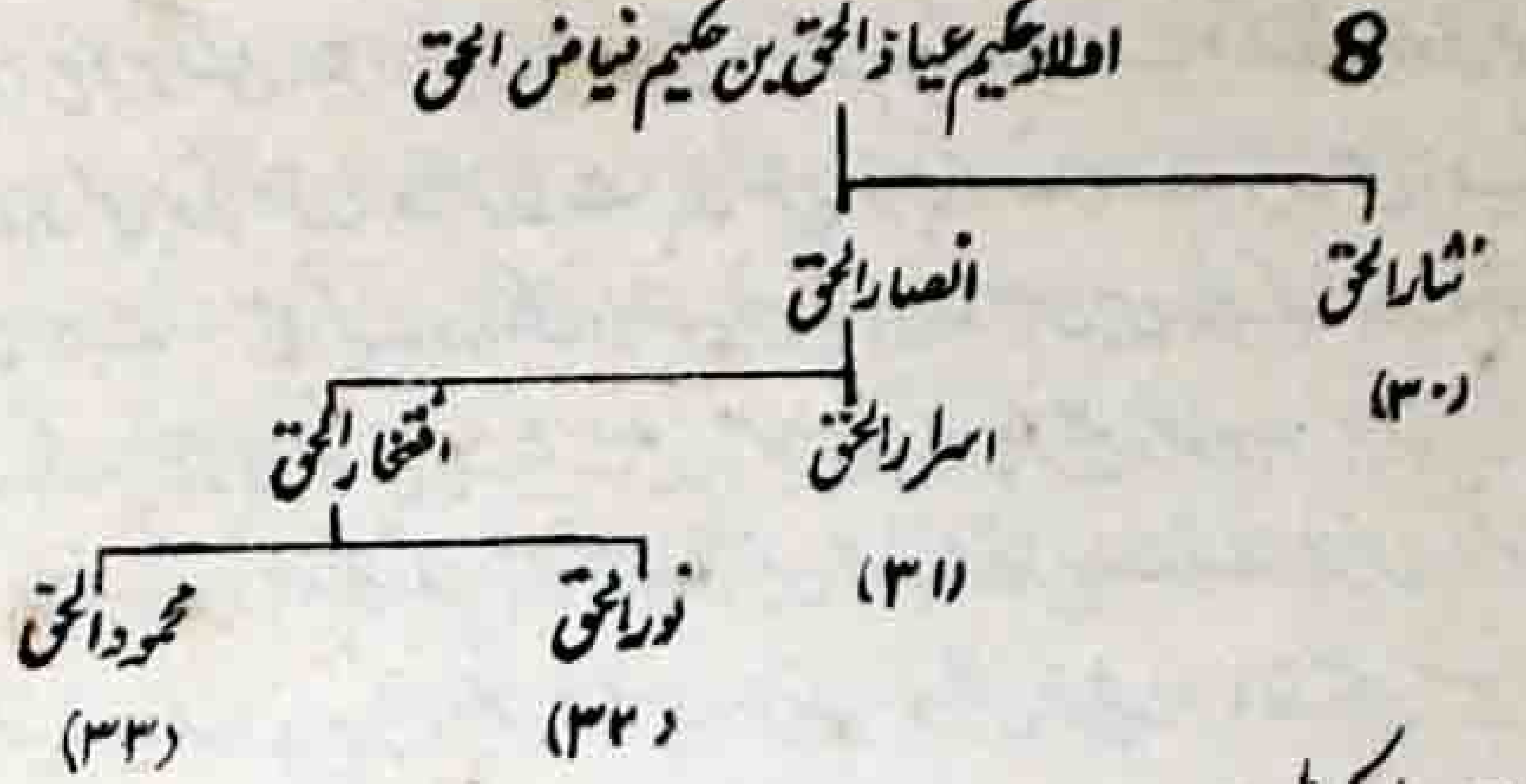

۳۰- نثار الحق (ڈاکٹر)

محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی) سے رہتک آ گئے تھے۔ وہاں سے برما چلے گئے۔ وہاں غالباً سول سرجن تھے۔ وہیں ۱۹۰۴ء (؟) میں انتقال ہوا۔ وہاں آپ نے ایک برمی خاتون سے شادی کر لی تھی جس کے بطن سے سنا جاتا ہے تین فرزند اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ سب لڑکیوں کی شادی غیر خاندانوں میں ہوئی۔ ان لڑکیوں کی اولاد مغربی پاکستان میں بتائی جاتی ہے۔ فرزندان کے نام نیاز الحق، امان الحق اور عبد الحق تھے۔ نیاز الحق پروم (برما) میں محکمہ آبکاری کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ نہ معلوم یہ اور ان کی اولاد اب کہاں ہے۔ عبد الحق کے متعلق سنا ہے کہ پروم میں گھڑیوں کی تجارت کرتے تھے۔

۳۱- اسرار الحق (۱۸۶۸-۱۹۵۴ء)

خطیب ہند مولانا اسرار الحق ٹونک میں پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کے نانا مولوی امین الدین (۹۵ ب) میر منشی تھے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پاکر رامپور اور پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تکمیل کی۔ چشتیہ، قادریہ، نظامیہ، اور نقشبندیہ سلسلوں میں مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ رہائش قلعہ رہتک میں تھی۔ مگر وعظ و تلقین کے سلسلہ میں اکثر باہر رہتے۔ ۱۹۳۲ء سے وفات تک جامع مسجد قصابان صدر کراچی کے خطیب رہے۔ آپ کی اصل حیثیت واعظ کی تھی۔ بھاری بھرکم جسم، دراز قامت، کشادہ پیشانی، گورا چٹا رنگ اور نورانی چہرے کے ساتھ وعظ کرنے کھڑے ہو جاتے تو مجمع ساکت و ساکن گھنٹوں آپ کو سنتا رہتا۔ روزہ رکھ کر بھی دن میں دو دو تین تین وعظ کر جاتے اور کوئی وعظ دو گھنٹوں سے کم نہ ہوتا۔ صحت ایسی قابلِ رشک تھی کہ اسّی برس کی عمر میں بغیر عینک کے پڑھتے اور کھڑے ہو کر وعظ کرتے۔ پرکشش شخصیت اور فاخرہ لباس کے ساتھ جب آپ کی آواز گرجتی تو پانچ سات ہزار کے مجمع میں آخری صف میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی آسانی سے سن سکتے تھے۔ آواز میں لوچ تھا۔ قوتِ حافظہ غضب کی تھی۔ ہندی، سنسکرت اور انگریزی کے طویل اقتباسات بلا تکلف یادداشت سے پیش کرتے چلے جاتے۔ آپ کی تقریر میں حقائق، دلائل، جذبات

Marfat.com

اور سنجیدہ مزاح کا خوشگوار امتزاج ہوتا۔ آپ کی تقریر کو ہر مذہب وملت کے لوگ ذوق شوق سے سننے آتے۔ اپنی ہی کہی ہوئی نعتوں اور نظموں سے اپنی تقریر مزین کرتے جاتے۔ ہمیں بھی آپ کا ایک وعظ سننے کا موقع ملا ہے۔ ابھی ایک دردناک واقعہ بیان کیا اور سامعین میں سے کچھ آبدیدہ ہوگئے۔ اور کچھ رونے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک ایسی پھلجھڑی چھوڑی کہ مجمع زعفران زار ہوگیا۔

برصغیر پاک وہند کی اکثر بڑی بڑی انجمنیں آپ کو تقریر کے لئے بلاتیں۔ انجمن حمایت اسلام لاہور، انجمن اسلامیہ فیروزپور، انجمن اسلامیہ امرتسر، انجمن غوثیہ مہوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ یوپی، انجمن ہدایت الاسلام دہلی، انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں وغیرہ انہیں ہر سال بلاتیں۔ مثنوی معنوی خوب پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی سن کر ہی غالباً ۱۹۱۰ء کے ایک جلسہ میں سفیر کابل نے آپ کو طوطی ہند کا خطاب دیا جو جلد ہی لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا اور آپ کے نام کا جزو بن گیا۔

آپ کے مواعظ محض گرمئی محفل کا باعث نہ بنتے۔ ان سے لاکھوں کی اصلاح ہوئی اور ان کا دین سے شغف بڑھا۔ کم از کم چار سو غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ ہمیں برصغیر پاک ہند کے تقریباً تمام نامور مقررین اور واعظین کو سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی اور ہم عصر کے مواعظ سے اثر پذیر ہو کر اتنی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہو۔

خط نہایت پاکیزہ تھا۔ اتنا باریک لکھ سکتے تھے کہ ایک چاول پر پوری سورۂ اخلاص آجاتی۔ اسرار تخلص تھا۔ حمد ونعت، بزرگان کی مدح اور دیگر اخلاقی نظمیں دیوانِ اسرار کے نام سے طبع ہو چکی ہیں دیوانِ اسرار حصہ اول مطبوعہ ۱۳۳۲ھ دہلی ہمارے پیشِ نظر ہے۔ کلام معمولی ہے شاید ۱۹۲۸ء کی بات ہے کہ آپ نے علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے ایک اجتماع میں نظم پڑھی صرف ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

امواج پر ہے بحرِ علی پور آج کل
شیطاں لعین ہوگیا کافور آج کل

اخبار زمیندار کے فکاہ نگار کو مسالہ مل گیا اور اس شعر کا فکاہی کالم میں کچھ اس طرح مذاق اڑایا کہ بحر الکاہل اور بحرِ اوقیانوس تو سننے میں آئے تھے۔ اب طوطی ہند نے بحرِ علی پور بھی دریافت کر لیا۔ نمونہ کلام:

ایک نعت سے صرف دو بند:

کچھ شک نہیں کہ جس کو محبت خدا سے ہے
اس کو لگاؤ مجلس خیر الوریٰ سے ہے

مقصودِ حق عشق اگر مصطفےٰ سے ہے
حاصل وہ بس حضور کی حبِ ولا سے ہے

Marfat.com

ہاں بزمِ ذکرِ حق و رسولِ انام ہے
ہر مرد و زن کے لب پہ درود و سلام ہے

اسرارِ حق یہ شغل مبارک ہے کس قدر — ذکرِ خدا کی خوبیوں کو سوچے گر بشر
مومن کا قلب جس سے ہو نورانی بیشتر — اس سے زیادہ نسخہ نہیں کوئی پر اثر

ہاں بزمِ ذکرِ حق و رسولِ انام ہے
ہر مرد و زن کے لب پہ درود و سلام ہے

مرثیہ بر وفات علامہ اقبال سے دو بند:

ادب کی روح فصاحت کی جان تھا اقبال — جواہراتِ معانی کی کان تھا اقبال
وہ فلسفی حقیقت بیان تھا اقبال — کہ فخرِ خطۂ ہندوستان تھا اقبال
جہانِ فانی میں ایسا تھا میہماں اقبال
کہ دے کے درسِ بقا ہو گیا رواں اقبال

وہ فلسفی جلیل اور وہ شاعرِ اعظم — وہ ترجمانِ حقیقت وہ اک ادیب اتم
وہ نکتہ دانِ سیاست و خیر خواہ امم — ہو کون کون سی اس کی صفات کا ماتم
نہیں ہے داغ یہ معمولی اس کی رحلت کا
وہ دورِ حاضرہ میں منتخب تھا امت کا

حضرت طوطیٔ ہند کا انتقال کراچی میں ہوا۔

۱۳۲۱ھ آپ کی اولاد میں سے قیامِ پاکستان کے وقت چار فرزند تھے۔ جن میں سے ایک وفات پا چکے ہیں غیر معمولی ذہانت سب کا وصفِ خاص ہے۔

خلفِ اکبر الحاج حکیم مولانا ابرار الحق متوسط القامت گورے چٹے معتقد بزرگ ہیں۔ فرنگی محل لکھنؤ سے درسِ نظامی اور شاید لکھنؤ ہی سے کامل الطب والجراحت کی سند لی۔ کئی شہروں میں مطب کرتے رہے راولپنڈی چوک صدر میں مطب کرتے تھے کہ خلافت کی تحریک زور پکڑ گئی۔ آپ رہتک گئے اور ۱۹۲۲ء میں حسبِ معمول ایک پُر جوش تقریر کی جس کی پاداش میں چھ ماہ قید فرنگ میں رہے۔ قیامِ پاکستان پر کراچی آئے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں بنیادی جمہوریت کے رکن منتخب ہوئے۔ کراچی میں مطب کرتے ہیں۔ تفسیرِ قرآن بڑے مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ تقریر عالمانہ ہوتی ہے

(پتہ: الف ۳/۱۲ فیڈرل ایریا کراچی ۱۹)

Marfat.com

مولانا ابرار الحق کے چار فرزند ہیں۔ بڑے عزیز الحق (المولد ۱۹۲۹ء) دفتر امورِ خارجہ پاکستان میں اسسٹنٹ ہیں۔ مالی پریشانی نے میٹرک کے بعد ہی ملازمت کے چکہ میں ڈال دیا۔ چار سال سفارتِ پاکستان قاہرہ میں بطور اسسٹنٹ رہے۔ سوڈان وغیرہ بھی گئے اور عربی روانی سے بولنے لگے۔ پھر لگاتار آٹھ سال سفیر پاکستان متعین تہران کے ساتھ رہے۔ یہاں فارسی بول چال پر قدرت حاصل کی اور عراق و لبنان بھی گئے۔ وہاں سے ۱۹۶۲ء میں واپس آئے۔ جس محنت و جانفشانی سے ان برادرِ عزیز نے اس جہانِ مسابقت میں اپنا راستہ تراشا ہے وہ خاندان کے نوجوانوں کے لئے مشعلِ راہ رہے گا۔ عالمی مسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور خاندان کی حالت پر تڑپتے رہتے ہیں۔ صاحبِ اولاد ہیں۔ پتہ: وزارتِ خارجہ کراچی) ان کے چھوٹے بھائی علی الحق (المولد ۱۹۳۱ء) نے ۱۹۶۲ء میں کراچی سے ایم کام پرائیویٹ کیا اور فی الحال مشہور فرم سے اینڈ بکر کی شاخ کراچی میں سیلز اسسٹنٹ ہیں۔ مولانا ابرار الحق کے تیسرے فرزند الحاج ڈاکٹر متعال بالحق (المولد ۱۹۳۳ء) کو اس خاندان سے پہلا پی۔ ایچ۔ ڈی ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ آفرین صد آفرین۔ یہ بات نہیں کہ گھر سے خرچ ملتا رہا اور یہ ڈگریاں حاصل کرتے رہے بلکہ آفرین اس بات پر ہے کہ جو کچھ کیا اپنی ہمت سے کیا۔ کماتے رہے اور پڑھتے رہے۔ کراچی یونیورسٹی سے بی۔ اے (اکنامکس) کرنے کے بعد وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ مشرقِ وسطےٰ میں ملازمت اور حج کرتے ہوئے یورپ چلے گئے۔ انٹرنیشنل سکول آف اکنامکس برگیس (بلجیم) سے پوسٹ گریجوئیٹ کی ڈگری لی۔ جرمنی جاکر وہاں کیل یونیورسٹی میں اپنا مقالہ تیار کیا اور سوئٹزرلینڈ کی باسل یونیورسٹی سے اکنامکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ اب اسی یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنس میں پروفیسر ہیں ان کے چھوٹے بھائی علام الحق المولد ۱۹۴۹ء آٹھویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔

حضرت طوطیٔ ہند کے دوسرے فرزند قاری انوار الحق (۱۹۰۰-۱۹۴۹ء) نے مشہور قاری عبد الخالق سہارن پوری سے سندِ قرأت پائی تھی۔ مصری لہجہ میں ایسی خوبی سے تلاوت کرتے کہ عرب بھی عش عش کرا ٹھتے۔ عزیز الحق صاحب نے بتایا ہے کہ کراچی میں وفات پائی۔ قاری انوار الحق مرحوم کے خلفِ اکبر نثار الحق میٹرک پاس ہیں۔ کراچی میں مرکزی سیکرٹری ایٹ میں کیشئر ہیں۔ ان میں دادا کی صفات پائی جاتی ہیں۔ مرید بھی کرتے ہیں۔ مشہور میلاد خواں ہیں۔ تین تین ماہ پیشتر میلاد خوانی کا آپ کا پروگرام بنا رہتا ہے۔ قاری انوار الحق مرحوم کے دوسرے فرزند حماد الحق کسی مل میں کام کرتے ہیں۔

طوطیٔ ہند کے تیسرے فرزند ذکار الحق اختر شادانی (المولد ۱۹۱۰ء) گورنمنٹ ہائی سکول کیمبل پور میں مدرس السنہ شرقیہ ہیں۔ شادانی اس لئے کہ علامہ اولاد حسین شاداں بلگرامی سے فارسی پڑھ کر منشی فاضل

کیا تھا۔ میو سکول آف آرٹس لاہور سے ڈرائنگ اور نجاری کے سند یافتہ ہیں۔ شریف النفس اور شگفتہ انسان ہیں۔ جسم بھرواں ہے اور قد میانہ۔ محنت اور استقلال اور عدم مرعوبیت آپ کے خاص اوصاف ہیں۔ آپ کے دونوں فرزند احتشام الحق اور اظہار الحق ابھی خورد سال ہیں۔ اختر تخلص کرتے ہیں۔ (پتہ: ۹۴ اے کیمبل پور) ایک نعت کے کچھ شعر ملاحظہ ہوں:

مرا دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو ۔۔۔ ہم عاجزوں کے غم کا مداوا تمہی تو ہو
رتبہ بلند سب سے خدا نے جسے دیا ۔۔۔ عرش بریں پہ جس کو بلایا تمہی تو ہو
ادنیٰ سے اک اشارہ انگشت پاک سے ۔۔۔ جس نے کیا تھا چاند دو پارہ تمہی تو ہو
وہ جس نے اپنے شانۂ دانش سے بیگماں ۔۔۔ فطرت کے گیسوؤں کو سنوارا تمہی تو ہو
تاریک آندھیوں میں جلائی ہیں مشعلیں ۔۔۔ ظلمت کدوں میں شمع فروزاں تمہی تو ہو

اختر سے مردہ دل کو عطا زندگی کرو
افسانۂ حیات کا عنواں تمہی تو ہو

طوطیٔ ہند کے چوتھے فرزند انصار الحق (پتہ: کوارٹر نمبر ۲۱۰ ڈرگ روڈ۔ کالونی نمبر ۵۔ کراچی نمبر ۲۷) ہیں۔ تخلیقی قوتیں اہت ہیں۔ پیشے بدلتے رہتے ہیں۔ آج کل تجارتی پبلسٹی کرتے ہیں۔ قوتِ گویائی ورثہ میں پائی ہے۔ آپ کی فرم کا نام "انصار پبلسٹی سروس" ہے۔

۳۱ ب۔ طوطیٔ ہند مولانا اسرار الحق کے والد انصار الحق (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۲۳ء) قصبہ محمدی ضلع کھیم پور کھیری (یوپی) میں تولد ہوئے۔ لڑکپن میں رہتک آ گئے تھے۔ وہیں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں انتقال ہوا۔ دبلے، پتلے، طویل القامت۔ چہرہ کتابی۔ رنگ بالکل سفید۔ طبیعت سادہ۔ منکسر المزاج، نرم دل اور خوش خلق بزرگ تھے۔ فن خطاطی اور بالخصوص خط گلزار کے ماہرین میں سے تھے۔ انگریزی بھی جانتے تھے۔ برما میں اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر نثار الحق کے زیرِ نگرانی انگریزی کی تعلیم پائی۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ آپ کے کچھ منظوم خطوط اور کچھ مثنویاں الحاج ضیاء الحق (۲۷) کے پاس کراچی میں ہیں۔

انصار الحق کے والد حکیم عیاض الحق کا محمدی میں ۳ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔ ان کے والد الحاج مولوی حکیم فیاض الحق (متوفی ۴ رمضان ۱۲۶۹ھ ۲۱ جون ۱۸۵۳ء) فوج میں ملازم تھے۔ انہوں نے اور مولانا حافظ الدینؒ (باب ۳) نے ایک ہی سال حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ واپسی میں بمبئی میں جہاز سے اتر رہے تھے کہ ایک موج بہا کر لے گئی اور نعش نہ ملی۔ عالم و فاضل اور مصنف تھے۔ آپ کی مصنفات میں سے ہمیں صرف مولود نامہ اور قیامت نامہ کے ناموں

Marfat.com

کا علم ہو سکا۔ مولود نامہ کا قلمی نسخہ الحاج ضیاء الحق (۷،۳) کے پاس ہے۔ ۱۲۵۵ھ میں لکھا گیا۔ کل ۱۵۶ صفحے ہیں جن میں سے ۹ سے ۵۸ صفحوں پر بیشتر نثر ہے۔ نمونہ:

میرے ایک مشفق ہیں عبد الکریم — شریعت کے اوپر ہیں وہ مستقیم
جو قصبہ محمدی کا مشہور ہے — اوسی میں مکان ان کا معمور ہے
مکان ان کا ہے میرے گھر کے قریب — خدا نے کیا ان کو صاحب نصیب
کہا ایک دن مجھ سے کہ اے یار من — کہے تو نے اکثر ہیں شعر و سخن
نہیں کوئی مولود نامہ کہا — اسی کا یہ ارمان مجھکو رہا
خدا کا کرم جب کہ مجھ پر ہوا — رسالہ یہ منظوم میں نے لیا
بئن بارہ سو اور پچپن کہا — ز ہجرت رسولِ شفیع الورا

سنو حال معراج اے مومناں — کہ فیاض کرتا ہے ہندی زباں

بھرے غار ہوتے ہیں حشرات سے — نہیں خالی ہوتے ہیں آفات سے
توقف ذرا آپ فرمایئے — کروں صاف اس کو تو پھر آیئے
جو تکلیف ہوئی ہو وہ ہو بہ مجھے — تنِ نازنیں پر نہ آئے دکے
غرض یہ کہ صدیقؓ عالی گہر — گئے غار کے بیچ میں تب اتر
بہت تنگ و تاریک پایا اسے — کیا صاف تب اس کو صدیقؓ نے
نظر آئے پھر اس میں سوراخ چند — کیا اپنی چادر کے ٹکڑوں سے بند
مگر ایک سوراخ باقی رہا — کوئی پاس ان کے نہ ٹکڑا بچا
انگوٹھے سے پاؤں کے وہ بند کر — کہا لاؤ تشریف خیر البشرؐ
خدا کا وہ محبوب داخل ہوا — بزانوئے صدیقؓ سر رکھ دیا
پھر آرام سے آپ واں سو گئے — تعلق سے فارغ نبی سو گئے
پھر اک سانپ آیا بحکم خدا — تو کاٹا انگوٹھا ابو بکر کا
کیا درد سے ضبط صدیقؓ نے — پھر آخر کو آنسو ٹپکنے لگے
گرا اشک چہرہ مبارک پہ جب — پڑے چونک اوس وقت شاہِ عرب

Marfat.com

لگے پوچھنے حال صدیقؓ سے
کہ کیونکر تیرے اشک بہنے لگے

....

الٰہی تو یہ خوب ہے جانتا
میں پوتا ہوں حضرت ابوبکرؓ کا

غزل مستزاد در مفارقتِ رسول

جب احمد مُرسل سوئے فردوس سدھارے
افسوس صد افسوس

عالم ہُوا تاریک اس اندوہ کے مارے
افسوس صد افسوس

سُورج ہُوا بے نور، بہانے لگا آنسو
منہ ڈھانپ کے اپنا

بے نُور ہوئے چرخ پہ مہتاب ستارے
افسوس صد افسوس

جبریلِ امیں نعش پیمبر پہ تھے گریاں
باجُملہ ملائک

کہتے تھے دیا داغ ہمیں تم نے پیارے
افسوس صد افسوس

سب اہلِ حرم کلبہ احزانِ نبی میں
با آہِ جگر سوز

کہتے تھے کہ ہم ہوگئے اب گور کنارے
افسوس صد افسوس

بی عائشہ فرماتی تھی اس طرح سے رو کر
اے سید پیمبر

تنہا ہمیں تم چھوڑ کے جنت کو سدھارے
افسوس صد افسوس

اے مومنو تھا حضرت حفصہ کا عجب حال
کہتی تھیں کہ ہے ہے

اب شہر مدینہ سے اٹھے سائیں ہمارے
افسوس صد افسوس

صدیق و عمر روتے تھے با حال پریشاں
در مسجد نبوی

اور حضرت عثمان بھی رو کر یہ پکارے
افسوس صد افسوس

دل تھامے ہوئے کہتے تھے انصار و مہاجر
یا شاہ جن و انس

تنہا ہمیں تم چھوڑ کے کس سمت سدھارے
افسوس صد افسوس

اور ابنِ انس مرگئے بس روتے ہی روتے
در فرقتِ احمد

آنکھوں سے بہے ان کی بہت خون کے دھارے
افسوس صد افسوس

اس واقعہ جانکاہ کا احوال لکھوں کیا
نیاز ہو خاموش

پھٹتا ہے کلیجہ مرا اس درد کے مارے
افسوس صد افسوس

نمونہ نثر:

Marfat.com

"معارج النبوت میں نقل ہے کہ حضرت شبلی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ میرے ہمسایہ میں ایک شخص مرگیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے شبلی میں اپنا حال کیا بیان کروں کہ جس وقت لوگ مجھ کو قبر میں رکھ کر چلے تو منکر نکیر ڈراؤنی صورت سے میرے پاس آئے اور ان کے ہاتھ میں آتشیں گرز تھے۔ مجھ سے پوچھا کہ کون تیرا رب ہے اور رسول تیرا کون ہے اور دین تیرا کیا ہے۔ پس میں ان فرشتوں کی صورت دیکھ کر ڈر گیا اور زبان میری گونگی ہوگئی جواب نہ دے سکا اور میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور ان کے سامنے عاجز ہوگیا حالانکہ میرا خاتمہ ساتھ ایمان کے ہوا تھا۔ واللہ اعلم میری زبان کیوں بہک گئی مجھ سے کیا قصور ہوا ہوگا۔ اسی وقت مجھ کو غیب سے آواز آئی کہ تیری زبان اس لئے بہک گئی اور تو گونگا ہوگیا کہ دنیا میں گالیاں اور فحش بکتا تھا۔"

یہ میلاد نامہ اس موضوع پر اور کتابوں سے مختلف ہے۔ عام مولود نامے نور محمدی کی پیدائش سے شروع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر ختم ہوجاتے ہیں۔ مگر اس میں سیرت پاک سے جستہ جستہ واقعات لے کر بھی نظم کئے گئے ہیں۔ یہ ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء میں لکھا گیا۔

الحاج مولوی فیاض الحق کے چھوٹے بھائی حکیم عزیز الحق متوفی ۱۸۵۵ء لکھنؤ کے دار الشفاء کے مہتمم تھے اور شاہ اودھ نواب واجد علی شاہ کے مرض برص کا مرشد خوشبو سے علاج کرنے پر آپ کو گرانقدر جاگیر ملی تھی۔ اس جاگیر میں یوپی کے موجودہ ضلع لکھیم پور کھیری کے مواضع گوکن، دلاور پور، اسفار نگر، حکیم پور گرنٹ اور خاص محمدی میں جو اس وقت ضلع کا صدر مقام تھا چک بڑھیا اور ایک باغ شامل تھے۔ مولوی فیاض الحق کے سپرد اس جاگیر کا انتظام تھا اور وہ محمدی میں رہتے تھے۔

الحاج مولوی فیاض الحق کے والد حفیظ الحق خاندان سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قصبہ کھیری میں اپنا مکان تعمیر کرایا۔ یہ مکان محلہ سید واڑہ میں تھا۔ حفیظ الحق غالباً جھجر میں متولد ہوئے۔ ملازمت کے سلسلہ میں دہلی رہے پھر اودھ کی فوج میں کسی عہدے پر مامور ہوکر لکھنؤ چلے گئے۔ دوران ملازمت محمدی میں قیام رہا۔ انتقال لکھنؤ میں ۲۸ رمضان ۱۲۵۹ھ ۲۲ اکتوبر ۱۸۴۳ء کو ہوا۔

حفیظ الحق کے والد حکیم قاضی فضل الحق ریاست بہادر گڑھ (اب یہ علاقہ ضلع رہتک میں ہے) کے قاضی تھے۔ اس منصب پر وہ ۱۲۲۸ھ میں فائز تھے۔ ہمارے پاس ان کے دستخط "فضل الحق ولد شیخ ثناء الحق بخطہ" (مہر) ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء کے ایک بیعنامہ پر موجود ہیں جو جھجر میں لکھا گیا۔ اس

Marfat.com

پر بادئی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمیٰ (باب ۵) کے بھی شہادتی دستخط ہیں۔

حکیم قاضی فضل الحق کے والد ثناء الحق کی بیضوی خورد نستعلیق خوشخط مہر "ثناءالحق" ۵ شعبان ۱۲۱۱ھ ۱۷۹۶ء کی ایک رسید پر ہمارے پاس محفوظ ہے۔ ان کی وفات ۹ ذی الحجہ کو ہوئی۔ سن نامعلوم ہے۔

ثناء الحق کے والد قاضی نورالحق ریاست بہادر گڑھ کے قاضی تھے۔ وہیں ۱۷ ذیقعدہ ۱۱۷۹ھ ۱۷۶۶ء کو وفات پائی۔ آپ کی مہر "نورالحق بن شیخ محمد اسلم صدیقی ۱۱۶۴" ۱۱ جمادی الاول ۱۱۶۸ھ اور آپ کے دستخط "نورالحق ولد شیخ محمد اسلم" ۱۰ ربیع الثانی ۱۱۴۲ھ اور ۱۲ رمضان ۱۱۶۲ھ کی تحریروں پر ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

قاضی نورالحق کے والد شیخ محمد اسلم کے دستخط "محمد اسلم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بخطہ" ہمارے پاس، ۲۷ شوال ۱۰۹۸ھ، ۲۴ رجب ۱۰۹۹ھ، ۱۲ ربیع الثانی و ۱۱ شوال ۱۱۰۰ھ کی تحریروں پر محفوظ ہیں — آپ کے والد مفتی حبیب اللہ (۱۶۱۹ - ۱۶۸۲ء) اور ان کے اجداد کا تذکرہ باب ۲ میں کیا جا چکا ہے۔

محمدی کی آبادی اس وقت تیس ہزار کے قریب ہوگی۔ خاندان کے افراد دیوی تھان اور شکلاپور محلوں میں آباد ہیں۔ محلہ دیوی استھان میں کوئی ہندو آباد نہیں اور شکلاپور میں مسلم اکثریت ہے۔ قصبہ محمدی ریلوے لائن پر واقع نہیں۔ یہ گولا گوکرن ناتھ اور شاہجہان پور ریلوے سٹیشنوں سے بیس بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یوپی کے ضلع کھیری لکھیم پور میں ہے۔ لکھیم پور سے محمدی پختہ راستے سے چالیس اور کچے راستے سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور لکھیم پور لکھنؤ سے بچاسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ کھیری ایک قصبہ ہے جو لکھیم پور ریلوے سٹیشن سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ضلع کا نام کھیری لکھیم پور ہے اور صدر مقام لکھیم پور ہے۔ کھیری یا لکھیم پور میں اس وقت اپنے خاندان کا کوئی فرد نہیں رہا۔

۳۲ - نورالحق (۱۹۱۱ء - ۱۹۶۱ء)

مولانا صوفی محمد نورالحق افتخاری کا انتقال کلکتہ میں ہوا۔ اپنے والد کے خلیفۂ مجاز اور جانشین تھے۔ اولاد میں صرف چار لڑکیاں چھوڑیں۔

۳۳ - محمود الحق (المولد ۱۹۲۵ء)

5-2/161 سعود آباد کالونی - ڈاک خانہ ماڈل کالونی - کراچی ۲۷ -

قدوقامت اچھا ہے اور کم آمیز ہیں۔ سیرام پور بنگال میں ان کی تمباکو فیکٹری تھی۔ قیام پاکستان

Marfat.com

پر ڈھاکہ جا کر مارشل تمباکو فیکٹری کھولی۔ یہ پاکستان میں سگار سازی کی پہلی فیکٹری تھی۔ ڈھاکہ میں کاروبار نہیں چل سکا تو کراچی آکر تمباکو فیکٹری کھولی۔ اسے چھوڑ کر کراچی میں مارشل پرویزن سٹور کھولا۔ ۱۹۶۱ء سے مرکزی حکومت کے محکمہ سوشل ویلفیئر میں ٹیکنیکل انسٹرکٹر ہیں۔ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور میں خاکسار تحریک کے ناظمِ اعلیٰ تھے۔ پھر تحریک قیام پاکستان میں حصہ لیا۔ بنگال کے ضلع ہگلی میں مسلم نیشنل گارڈز کے ناظمِ اعلیٰ تھے۔ پاکستان کو آزادی ملی تو سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

ا۔ آپ کی اولادیں آٹھ لڑکیاں ہیں۔

ب۔ محمد محمود الحق صاحب کے والد حضرت حکیم صوفی افتخار الحق چشتی القادری (۱۸۸۰-۱۹۴۶ء) ٹونک میں پیدا ہوئے۔ والد سے الگ ہو کر دہلی، لکھنؤ اور بدایوں میں عربی اور طب کی تعلیم پائی۔ طبابت اس حد تک کرتے کہ قوت لایموت کے لئے ازبس ضروری ہو۔ بڑودہ، سورت، علی گڑھ اور کلکتہ میں مطب کیا۔ سولہ روپے وزٹنگ فیس تھی۔ شاہانہ ٹھاٹھ سے رہتے۔ لباس بھی فاخرہ ہوتا۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ بھاری مگر موزوں جسم تھا۔ بارعب چہرہ تھا۔ ایک وقت کھانا کھاتے اور بہت تھوڑا کھاتے مگر باورچی باکمال رکھتے۔ نظام حیدر آباد کا سابق باورچی عظیم اللہ آپ کے پاس ایک مدت تک رہا۔ بڑے ہی عبادت گزار اور شب بیدار تھے اگر کبھی نماز قضا ہو جاتی تو اپنے جسم کو خوب سزا دیتے۔ رومال میں چابیوں کا گچھا بندھا ہوتا اسے اپنے جسم پر اتنا مارتے کہ خون نکل آتا۔ رات کے وقت اپنی زوجہ کے ہاتھ میں قمچی دے کر انہیں بٹھا دیا کرتے تھے کہ اگر اونگھ آئے تو چھڑی لگائیو۔ بڑے ہی سخت گیر تھے۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ غصہ آجاتا تو الامان الحفیظ۔ ۱۹۳۳ء میں لکھنؤ میں قیام تھا کہ بائیں طرف فالج پڑا جو آخری عمر تک رہا۔ ساتھ ہی کمر پر ایک پھوڑا دنبل نکلا جس کا قطر ایک بالشت تھا مگر اس جسمانی تکلیف کے باوجود نہایت صبر و شکر سے عبادت میں مشغول رہتے۔

مسئلہ وحدت وجود میں بڑا غلو کرتے۔ ۱۹۲۳ء میں بعض علمائے ہند نے آپ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ آپ نے ایک کتابچہ میں ان علماء سے نواسی سوالات کئے۔ اپنے ایک رسالہ "جواز تعزیہ" میں دعویٰ کیا ہے کہ اگر میرے دلائل کو غلط ثابت کر دیا جائے تو میں اپنے پانچ لاکھ مریدوں کے ساتھ شاگرد ہو جاؤں گا۔ آپ کا ایک اور رسالہ رشید رشید حنفی بھی شائع ہو چکا ہے۔ ایک اور رسالہ حقیقت بیعت کا مسودہ موجود ہے۔ صوفی شاعر تھے۔ بسمل تخلص تھا۔ آپ کا مجموعۂ کلام دیوان بسمل کے نام سے موجود ہے ابھی طبع نہیں ہوا۔ آپ کے فرزند صوفی محمد محمود الحق آپ کی سوانح عمری شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے پیری مریدی کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ بڑی ہی جذباتی تقریر کرتے۔ قمری ہند خطاب تھا۔ آپ کے ہاتھ پر متعدد غیر مسلم اسلام لائے جن میں انگریز عیسائی، یہودی، سکھ اور ہندو بھی شامل ہیں۔ پنڈت حبیب الرحمٰن پروفیسر سنسکرت علی گڑھ یونیورسٹی پہلے ہندو تھے۔ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔ وسط ہند کی ریاست راج گڑھ کے راجہ (نواب بہادر حبیب اللہ خاں ڈھاکہ کے خسر) کو بھی آپ نے ہی مسلمان کیا۔ انتقال کلکتہ میں ہوا۔ مزار آستانہ افتخاریہ کے نام سے کلکتہ میں تپشیا کے مقام پر ہے۔ آپ کا عرس ۷، اور ۸ جمادی الاول کو ہوتا ہے۔ آپ کے اجداد کا تذکرہ نمبر ۱۳۱ ب پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

۹— اولاد ریاض الحق بن مولوی فیاض الحق

رضوان الحق

عمران الحق	فرقان الحق	رمضان الحق
(۳۶)	(۳۵)	(۳۴)

۳۴- رمضان الحق (۱۸۹۳-۱۹۵۹ء)

حکیم مولوی رمضان الحق کا مولد و منشا قصبہ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور (یوپی) ہے۔ الحاج قاری محمد احسن سے قرآن پڑھا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور سے ۱۹۱۶ء میں سند فراغت لی۔ دیوبند ہی سے طب پڑھ کر حکیم مختار احمد امروہوی سے شہر بریلی میں طب کی عملی تعلیم پائی اور محمدی جاکر مطب کھول لیا۔ یہ بزرگ پیدائشی مریض تھے اور اپنی وفات تک مریض رہے۔ ضیق النفس کے دورے پڑا کرتے تھے مگر آپ کے علاج سے لاکھوں نے شفا پائی۔ تقویٰ آپ کی خصوصیت تھی۔ جہاں شبہ ہوتا کہ اکل حلال نہیں وہاں فیس نہ لیتے۔ غربا سے بھی فیس نہ لیتے۔ بلکہ انہیں دوائیاں بھی مفت دیتے۔ ایک مریض خانہ بنایا ہوا تھا جہاں طعام و قیام کا انتظام بھی مفت تھا۔

شکار کا شوق تھا مگر نہ تو بندوق چلا سکتے تھے نہ پیدل چل سکتے تھے اور نہ ہی شکار کا گوشت کھاتے تھے۔ امراء ہاتھی وغیرہ پر بٹھا کر لے جاتے۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ مجبور ہو کر دو مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں ملازم ہو کر درس دیتے رہے۔ شاہجہان پور کے عربی مدرسہ میں بھی پڑھاتے رہے۔

جوانی ہی میں پرجوش مبلغ تھے۔ عمر کے ساتھ وعظ و تلقین کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ ضلع کھیری لکھیم پور کے ایک ایک گاؤں میں وعظ کیا۔ محمدی میں ہر سال ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کراتے۔ اس موقع کے علاوہ بھی علماء کو محمدی میں بلاتے رہتے۔ آزادی ہند کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ اپنے وطن محمدی میں دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے آپ نے ایک جامع منصوبہ بنایا۔ مدرسہ کی مالی امداد کے لئے مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا سید محمد میاں دہلوی کے دستخطوں سے اپیلیں شائع ہوئیں۔ محمدی میں مدرسہ انجمن اسلامیہ تو کوئی ایک صدی پہلے تھا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے اس میں عربی کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اس کے لئے آپ نے کلکتہ اور ہمالیہ کی ترائی رنگانجرا کے دورے کئے۔

اس مدرسہ کے قیام سے پیشتر بھی آپ باقاعدگی سے درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے درس میں انگریزی تعلیم یافتہ اشخاص بھی بڑے شوق سے شرکت کرتے۔ آپ کی یہ درس گاہ اقامتی بھی تھی جس میں

Marfat.com

بنگال، برما اور افغانستان کے طالب علم بھی حصولِ علم کرتے رہتے تھے۔ یہاں بھی طلباء کے قیام وطعام کا انتظام مفت تھا۔ آپ نے قصبہ کی ایک معمولی سی مسجد کو وسعت دے کر بڑا بنوایا۔ آپ کی چالیس سالہ مساعی کا اثر اذہان پہ جو ہوا ہو گا اس کا تو اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ظاہرا اثر یہ تھا کہ قصبہ کی تمام مساجد آباد ہو گئیں۔ جس مسجد میں نمازِ جمعہ کے لئے بمشکل پچاس مسلمان آیا کرتے تھے اس میں نمازیوں کی تعداد ایک ہزار تک ہو گئی۔ ضلع لکھیم پور کھیری اور اس سے ملحقہ اضلاع میں آپ کی بڑی ہی قدر و منزلت تھی۔

ا۔ آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند حکیم مولوی نظام الحق ہیں جو ۱۹۲۶ء میں محمدی میں تولد ہوئے فاضل دیوبند ہیں۔ اپنے والد اور حکیم مختار احمد سے تکمیل طب کی۔ محمدی میں طبابت کرتے ہیں۔ جامع مسجد محمدی کے خطیب ہیں۔ آپ کے والد کا قائم کردہ مدرسہ ادارہ محمودیہ بھی آپ کی نگرانی میں چل رہا ہے۔ علاقہ کے لوگ دینی مسائل میں آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ صاحبِ اولاد ہیں۔ پتہ: محلہ دینی استھان قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری۔ انڈیا۔

ب۔ حکیم مولوی رمضان الحق کے والد ڈاکٹر رضوان الحق (۱۸۵۶-۱۹۲۶ء) ڈسٹرکٹ سرجن تھے۔ ان کے والد ریاض الحق حکیم فیاض الحق (۳۱ ب) کے خلفِ ثانی تھے۔

۳۵۔ فرقان الحق (المولد ۱۹۰۲ء اندازاً)

محلہ دینی استھان قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری۔ یو پی۔ انڈیا۔

مولوی فرقان الحق قاضی علاقہ اور محمدی کی جامع مسجد کے پیش امام ہیں۔ اسی قصبہ کی انجمن اسلامیہ کے مدرسہ اسلامیہ میں مدرس ہیں۔

ا۔ آپ کے خلف اکبر برہان الحق قصبہ محمدی کے محلہ بازار گنج میں سائیکل مرچنٹ ہیں۔ صاحبِ اولاد ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی عثمان الحق المولد ۱۹۴۷ء اور سلمان الحق ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔

۳۶۔ عمران الحق (المولد ۱۹۰۷ء اندازاً)

ایل ۴۔ کوارٹر نمبر ۳۲۔ بینا روڈ۔ محلہ برما مینس۔ شہر جمشید پور۔ صوبہ بہار۔ انڈیا۔

مولوی عمران الحق ٹاٹا کمپنی جمشید پور میں ملازم ہیں۔

ا۔ محمد ایوب، محمد یعقوب، محمد یوسف اور محمد یونس آپ کے فرزند ہیں۔ ان میں سے اوّل الذکر شادی شدہ ہیں۔

Marfat.com

۵/ ——— اولاد مولوی سراج الحق بن مولوی فیاض الحق

منہاج الحق — ضیاء الحق (۳۷)

احتیاج الحق (۳۸)

اندراج الحق (۳۹)

۳۷- ضیاء الحق (المولد ۱۹۱۶ء)

کے ۴۴/۶ - ماڈل کالونی - کراچی ۲۷

الحاج محمد ضیاء الحق بی اے بی ٹی کراچی کے کسی ہائی سکول میں تعلیم دیتے ہیں - اور ہومیوپیتھی پریکٹیشنر ہیں۔ وضع قطع اور شکل وشباہت سے مشرقیت کی نمائندگی کرتے ہیں - ڈبلے پتلے ہیں۔ رنگ نکھرا ہوا ہے کراچی سے ہر سال موسم گرما گزارنے ایبٹ آباد جاتے ہیں جہاں آپ کے سکنی مکان ہیں۔ راقم الحروف سے انس ہے۔ راستہ میں صرف تین روز میرے ہاں قیام کرتے ہیں۔ پیدائش اپنے نانا مولوی عین الدین (۲۷ب) کے ہاں بھوپال کے قصبہ آشتہ میں ہوئی مگر محمدی کے رہنے والے ہیں - ایک جگہ جم کر کام نہیں کرتے۔ ایبے یونارہ ڈومشن سکول شاہجہان پور، ایونگ کرسچن کالج الہ آباد، گورنمنٹ جوبلی انٹر کالج، کرائسٹ چرچ کالج اور علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ ۱۹۴۰ء میں آگرہ یونیورسٹی سے بی اے اور اگلے سال علی گڑھ یونیورسٹی سے بی ٹی کیا۔ ساڑھے پانچ سال آرمی ایجوکیشن کور میں انسٹرکٹر رہے اور ایک سال متھرا اور دہلی میں اسسٹنٹ ری ہیبی لی ٹیشن ایڈوائس آفیسر رہے - قیام پاکستان پر کراچی آکر کیبنٹ سیکرٹری ایٹ میں اسسٹنٹ ہوئے۔ مگر پھر محکمہ تعلیم میں آگئے۔

ضیاء الحق صاحب کی ایک ہمشیرہ پروفیسر شفیق بانو صاحبہ (مس ایس بی منہاج) جو آج کل بہاولپور کے کالج میں ہیں۔ اس سے قبل گورنمنٹ زنانہ کالج کوئٹہ کی نو سال تک پرنسپل رہی ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں بی اے اور اگلے سال بی ٹی کیا۔ ۱۹۴۸ء میں وہیں سے ایم اے ڈیپوی لیس اکر کے جون میں کراچی آگئیں اور ۱۹۴۹ء میں سندھ یونیورسٹی کراچی سے ایم اے جغرافیہ کیا۔ پھر پی - ایچ ڈی کی تیاری کرتی رہیں۔ مگر سلسلۂ ملازمت میں آکر یہ کام ادھورا رہ گیا۔ یہ اس خاندان کی خواتین سے پہلی ایم اے ہیں۔ مردوں میں آپ سے پہلے صرف پیرزادہ محمد حسین عارف (باب ۶) نے ایم - اے کیا۔

ا- الحاج ضیاء الحق کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔

ب- آپ کے والد منہاج الحق (۱۸۷۹ - ۱۹۴۳ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ محمدی میں ابتدائی تعلیم پا کر ڈاکٹر نثار الحق (۳۰) کے پاس برما چلے گئے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب موصوف اور ان کے چھوٹے بھائی انصار الحق

Marfat.com

(۱۳ب) سے انگریزی پڑھی اور کچھ عرصہ ریلوے میل سروس میں سارٹر رہ کر ۱۸۹۹ء میں محمدی واپس آ گئے۔ یہاں محکمۂ پولیس میں بطور کانسٹیبل بھرتی ہوئی اور حسن کارکردگی کے باعث ۱۹۱۶ء میں سب انسپکٹر درجہ اول ہو گئے۔ ۱۹۳۳ء میں ریٹائر ہو کر محمدی میں انجمن اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے۔ وہیں انتقال ہوا۔ آپ کا جسم بھاری بھرکم مگر کسرتی تھا۔ اعضا مضبوط تھے۔ قدرت نے آپ کو حافظہ اور مشاہدہ کی قوتیں معمول سے زیادہ عطا کی تھیں۔ آپ کی ایک بیاض جس میں منتخب اشعار ہیں آپ کے فرزند ضیاءالحق صاحب کے پاس ہے۔ ڈائری نہایت باقاعدگی سے لکھتے۔ چنانچہ ۱۱ ردسمبر ۱۹۲۰ء سے وفات سے آٹھ روز پہلے یعنی ۷ ستمبر ۱۹۴۳ء تک کی آپ کی ڈائری چار جلدوں میں آپ کے فرزند کے پاس ہے۔

منہاج الحق کے والد مولوی سراج الحق (متوفی ۱۹۱۷ء) لکھنؤ میں تولد ہوئے اور لکھیم پور میں فوت ہوئے۔ موہن لال گنج ضلع لکھنؤ میں سب رجسٹرار کے منصب پر فائز رہے۔ ریٹائر ہو کر پھر اپنے وطن محمدی چلے گئے۔ عربی اور فارسی ادب کا ذوق تھا اور قصوں سے خاص لگاؤ۔ آپ کی تصنیفات مسودات کی شکل میں الحاج ضیاءالحق (۳۷) کے پاس ہیں جن میں پدماوت کو مختصر کر کے اردو نثر میں لکھا ہے۔ یہ اردو نثر ایک سو چھپن صفحات پر مشتمل ہے اور یکم اپریل ۱۹۱۶ء کو تکمیل کو پہنچی۔ ایک اور قصہ گاماں خاتون اپنے سن وفات میں لکھا۔ تیتیس صفحوں میں قصہ سلیمان و بلقیس لکھا۔ فقیرادو دختر گازر آپ کا طبع زاد قصہ ہے۔ آخری قصہ کے ایک کردار پیر بزرگ چراغ علی شاہ ہیں۔ یہ مصنف کے کردار کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ قصہ ثمر خاں، قصہ نیک بی بی اور قصہ خوش نصیب خان بھی آپ کی تخلیقات ہیں۔ آپ خاندان کا شجرہ بھی رکھتے تھے جو اب محمدی میں محفوظ ہے۔ اس کے لئے آپ نے مہم کا سفر بھی کیا تھا۔ مولوی سراج الحق کے والد الحاج حکیم مولوی فیاض الحق اور ان کے اجداد کا حال اسی باب کے نمبر ۱۳ب پر ملاحظہ ہو۔

۳۸۔ احتیاج الحق (۱۸۸۷ - ۱۹۴۴ء)

مولوی احتیاج الحق المعروف بہ ریحان الحق کا مسکن محمدی تھا۔ جوانی میں بسلسلہ ملازمت لکھنؤ اور دہلی میں رہے۔ انتقال بھوپال میں ہوا۔ ہمیں آپ کے دو فرزندوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ عبدالصمد اور عبدالاحد۔ غالبا بھوپال یا مدھیہ پردیش میں کسی اور جگہ اپنی والدہ کے پاس رہتے ہیں۔

۳۹۔ اندراج الحق والمولد ۱۹۱۰ء اندازاً)

۵ ک ۲ بی ایریا۔ لالو کھیت کراچی۔

Marfat.com

محری میں پیدا ہوئے۔ ایک سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی۔ مگر تکمیل سے پہلے پولیس میں ملازم ہو گئے۔ دس سال ملازمت کر کے مستعفی ہو گئے اور لکھنؤ کے ایک آنہ فنڈ سکول میں مدرسی کرنے لگے۔ پاکستان آکر بھی ایک مدرسہ میں انگریزی، ریاضی اور جغرافیہ پڑھاتے رہے۔ اب درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ظہیر الحق عرف ہے۔ پھول شاہ اور جلال الدین القاب ہیں۔ مردِ مجاہد ہیں۔ کراچی میں اپنا مکان بغیر کسی راج مزدور کی مدد کے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ سیمنٹ کے بلاک بھی خود بنائے۔

۷۔ آپ کے فرزندوں میں سے حمید الحق، وحید الحق، مجید الحق، سعید الحق اور رشید الحق کے ناموں کا ہمیں علم ہو سکا ہے۔

Marfat.com

۱۱ — اولاد قاضی بہرام الحق بن ثناءالحق

- احتشام الحق
  - امداد الحق
  - عماد الحق شہید
    - اعتماد الحق (۴۰)
- وزیر الحق
  - اظہار الحق
    - نظار الحق
      - اقتدار الحق (۴۱)
      - انظار الحق (۴۲)

۴۰۔ اعتماد الحق

ڈاکٹر اعتماد الحق مرحوم ۴ جمادی الاول ۱۲۷۴ھ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ء کو مہم میں باپ کی شہادت کے دو مہینے آٹھ دن بعد تولد ہوئے، غمزدہ دادا نے "آفتاب جاہ آل احتشام" ۱۲۷۴ھ سے پیدائش کا مادہ نکالا۔ ساڑھے چار سال کے تھے کہ دادا نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے ایک تایا تھے امداد الحق، انہیں بھی عبور دریائے شور کی سزا ملی ہوئی تھی۔ ان کے نانا نجیب الدین (۱۰۵ ب) اور ماموں عزیز الدین بھی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کی پاداش میں شہید کر دیئے گئے اور اعتماد الحق حوادث زمانہ کے تھپیڑے سہنے کے لئے اکیلے رہ گئے۔

جوانی میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ وہاں سرکاری ایلوپیتھک ڈاکٹر تھے۔ انگریزی ادویات کی ایک بڑی فرم بھی چلا رہے تھے۔ علم و فضل کے علاوہ دولت اور عزت میں بھی ممتاز تھے۔ تمام ریاست میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ قد آور اور خوش شکل تھے۔ جسم متناسب تھا۔ انتقال ۱۹۲۰ء کے قریب ہوا۔ سنتے ہیں ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر دہلی آئے تھے تو اپنی کار ساتھ تھی۔

ا۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ انوار الحق، عبد الحق، اذکار الحق۔ انوار الحق حیدر آباد دکن میں باغ عام کے ناظم تھے اور والد کے بعد ادویات کا کاروبار بھی چلاتے رہے۔ سقوط حیدر آباد کے بعد ان بھائیوں میں سے ایک بمبئی چلا گیا تھا۔ انوار الحق کے ۱۹۲۵ء میں کم از کم دو لڑکے ضرور تھے۔ جنکی اُس وقت بارہ سے پندرہ سال تک عمر ہو گی۔ انوار الحق کا پتہ ہوا کرتا تھا: قریب ریڈیو سٹیشن سماجی گھوڑا روبرو حسین ساگر ٹینک حیدر آباد دکن۔

ب۔ ڈاکٹر اعتماد الحق کے والد عماد الحق شہیدؒ، فروری ۱۸۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ چوبیس سال کچھ ماہ کے تھے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہوئے اور ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو

Marfat.com

رہتک میں پھانسی پر لٹکائے گئے ۔ مدفن مہم میں ہے ۔ تعلیم یافتہ، فاضل اور ذی حیثیت تھے۔

شیخ امداد الحق

(۱۸۲۲ء - ۱۸۹۱ء)

عماد الحق شہیدؒ کے بڑے بھائی شیخ امداد الحق تھے۔ ۹ صفر ۱۲۳۸ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ۱۱ر رمضان ۱۳۰۸ھ کو قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری میں انتقال ہوا۔ ان کی زوجہ کا نام بھی محمدی تھا اور یہ ان کے چچا وزیر الحق کی لڑکی تھیں جو حکومت اودھ کے چیف سیکرٹری تھے۔ یہ شادی ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں مگر سب کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ ایک بچہ امیر الحق کو متبنّیٰ بنالیا۔ شیخ امیر الحق کی اولاد لکھیم پور کھیری میں موجود ہے اور ہمارے خاندان کی شاخ محمدی سے ایسے گہرے تعلقات ہیں کہ باہر کے لوگ یہ محسوس نہیں کرسکتے کہ شیخ امیر الحق اور ان کی اولاد اس خاندان سے نہیں۔

شیخ امداد الحق کا مسکن مہم میں تھا۔ آپ کی مہر "امداد الحق صدیقی ۱۲۸۷" ، ۷ ربیع الاوّل ۱۲۸۵ھ ۲۸ جون ۱۸۶۸ء کی تحریر پہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آپ کے دستخط "امداد الحق ولد احتشام الحق بقلم خود" دہم جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ۸ مارچ ۱۸۸۴ء کی تحریر پر موجود ہیں۔ اپنے مرتبہ نسب نامہ میں آپ نے اپنا نام محمد احمد بھی لکھا ہے۔ مگر یہ خود اختیار کردہ نام چل نہ سکا۔ "شیخ امداد الحق بہت وضعدار سچے، صاف گو، بے لاگ، درست رو، سیر چشم، ہمدرد، مستقل مزاج، نڈر، بے باک، متحمل، صابر نیک مزاج اور بہت ہی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ حسن معنوی کے ساتھ ہی وجاہت ظاہری بھی رکھتے تھے۔ عظیم الجثہ، طویل القامت، گوراچٹا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں بھری ہوئی داڑھی رکھتے تھے، نسب نامہ، فتوح الشام سے دلچسپی تھی۔ واقفیت عامہ میں صاحب معلومات شہرہ تھے۔ شطرنج اور گنجفہ کا شوق تھا"۔ [1]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کے پاداش میں آپ گرفتار ہوئے۔ عبور دریائے شور کی سزا ملی۔ تقریباً بارہ سال جلاوطن رہے۔ واپسی پر نہایت مغموم اور دل شکستہ رہتے۔ بھگواں کپڑے پہننے لگے۔ مہم سے دل برداشتہ ہوکر ۱۸۸۴ء کے قریب رہتک چلے گئے تھے۔ یہاں اس بیٹھک میں رہتے تھے جو ۱۹۴۷ء میں نواب علی فاروقی کے مکان میں تھی۔ رہتک سے محمدی چلے گئے۔

شیخ امداد الحق نے اپنے والد کے مرتبہ سلسلۃ الانساب کے تکملہ کے طور پر خود نسب نامہ

---

[1] پیرزادہ ابراہیم حنیف : دیباچہ وقایۃ الانساب۔

Marfat.com

مرتب کیا جسے پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم (باب ۲) نے معیار الانساب کا نام دیا ہے۔
شیخ امداد الحق کے قلم کا لکھا ہوا معیار الانساب کا نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اس نسخہ کا جائزہ ہم اس کتاب کے آخری باب "خاندان کے نسب ناموں کی تاریخ" میں لیں گے۔
عماد الحق شہید اور شیخ امداد الحق کے والد احتشام الحق کا گھرانہ جھم میں علم و فضل اور دولت میں ممتاز تھا۔ صاحب جاگیر اور معافی دار تھے یعنی آپ کی جاگیر پر سرکاری واجبات وصول نہیں کئے جاتے تھے۔ ۱۸۳۶ء کے ایکٹ ۳ کی رُو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے تمام جاگیریں ضبط کر لی تھیں۔ اپنے خاندان سے اس وقت جتنے جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئی تھیں۔ ان سب نے احتشام الحق کو اپنا وکیل مقرر کیا اور جاگیروں سے متعلق تمام کاغذات آپ کی تحویل میں دے دیئے یہ جاگیریں واگزار نہ ہوئیں۔ یہ پہلا صدمہ تھا جو آپ کو اٹھانا پڑا۔ ۱۸۵۷ء میں آپ بڑی آزمائش میں ڈالے گئے۔ آپ کے بڑے فرزند امداد الحق کو جلاوطن کیا گیا۔ چھوٹے فرزند اعتماد الحق شہید کو انگریزوں نے پھانسی دی۔ آپ کے خسر غلام ارتضٰی بن غلام اتقیاء بن غلام انبیاء بن مفتی محمد جعفر (باب۲) دار و گیر سے بچنے کے لئے ایسے رُوپوش ہوئے۔ کہ پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ آپ کا انتقال جھم میں ۲۶ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ ۲۴ جون ۱۸۶۲ء کو ہوا۔ آپ کی مُہر "شیخ احتشام الحق ۱۲۳۱" ۲۲ جمادی الاول ۱۲۶۱ھ اور ۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ ۱۸۲۹ء کی تحریروں پر پائی گئی ہے۔ آپ کی ایک اور مُہر "احتشام الحق" ۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ کے ایک کابین نامہ پر ہے۔ نیز آپ کے دستخط "شیخ احتشام الحق ولد شیخ بہرام الحق" ۵ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۹ء کی ایک تحریر پر ہیں۔
شیخ احتشام الحق سے مدتوں پہلے خاندان کا شجرہ لکھا جاتا تھا۔ مگر نسب نامہ کی موجودہ طرح آپ نے ڈالی۔ اس پر تفصیلی بحث اس کتاب کے آخری باب موسومہ "خاندان کے نسب ناموں کی تاریخ" میں ہوگی۔ آپ کے مرتبہ نسب نامہ کا نام سلسلۃ الانساب تھا۔
احتشام الحق کے والد قاضی بہرام الحق کا انتقال ۵ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ ۴ جنوری ۱۸۲۷ء کو لکھنؤ میں ہوا جہاں احتشام الحق کے چھوٹے بھائی وزیر الحق حکومت اودھ کے چیف سیکرٹری تھے بہرام الحق ریاست بہادر گڑھ (اب ضلع رہتک میں ہے) کے قاضی تھے۔ آپ کی مُہر "بہرام الحق ۱۲۰۹" ۱۱ المحرم ۱۲۳۲ھ کی ایک تحریر پر موجود ہے۔ یہ کاغذ آپ کے وطن جھم میں لکھا گیا۔ قاضی بہرام الحق کے والد ثناء الحق بن قاضی نور الحق کا ذکر باب نمبر ۳ ب پر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ اقتدار الحق (المولد ۱۹۰۴)

محلہ شکلاپور۔ قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی۔ انڈیا)

الحاج محمد اقتدار الحق اپنی سکنی اور زرعی جائداد کی نگرانی کرتے ہیں۔ سیاحت کا شوق ہے حق گو ہیں۔ آپ کے بیوی اور بچے کراچی میں ہیں۔

لو۔ آپ کے دو فرزند ہیں: انتظار الحق ۱۹۴۴ء میں محمدی میں تولد ہوئے اور دوسرے ذوالفقار الحق ناہد ۹ رجنوری ۱۹۴۷ء کو بندرابن متھرا میں تولد ہوئے۔

(ب) آپ کے والد مولوی نظار الحق (۱۸۷۳-۱۹۴۵ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور محمدی میں وفات پائی۔ نام مادۂ سنِ پیدائش ہے (۱۲۹۰ھ) پندرہ سال تک محمدی میں سب رجسٹرار رہے اور پھر اودھ کے کئی ضلعوں میں اسی منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۲۸ء میں پنشن پائی۔ متوسط القامت، دبلے پتلے اور وضعدار بزرگ تھے۔ لباس ہمیشہ فاخرہ ہوتا۔ مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ اپنی ٹم ٹم بھی رکھی ہوئی تھی۔ گھر سے باہر بغیر سواری کے نہ جاتے خواہ بازار جانا ہوتا یا جمعہ کی یا عید کی نماز پڑھنے کے لئے۔

مولوی نظار الحق کے والد مولوی اظہار الحق (۱۸۳۰-۱۸۹۷ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ محمدی میں اعزازی سب رجسٹرار تھے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ دفتر نہ جاتے بلکہ اپنے مردان خانہ میں کچہری لگاتے۔ جائداد بہت تھی۔ رئیسانہ زندگی بسر کرتے۔ آپ کا شمار اچھے تعلیم یافتہ اور باعلم بزرگوں میں تھا۔ وفات محمدی میں ہوئی۔

مولوی اظہار الحق کے بڑے بھائی مولانا ممتاز الحق لکھنوی (۱۸۲۶ء؟-۱۹۰۵ء) لکھنؤ میں تولد ہوئے اور لکھیم پور میں انتقال ہوا جہاں وہ مدرس تھے۔ بڑے ہی فاضل تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "تشریح احکام الفرقان مسمی بہ عنوان الفرقان" ۱۸۷۹ء میں مطبع نولکشور میں طبع ہوئی۔ اس کے صفحات تو کل ۴۵ ہیں مگر بڑا ہی مفید رسالہ ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ ہمارے پاس ہے آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔

مولوی اظہار الحق کے والد وزیر الحق غالباً ۱۷۹۰ء میں تولد ہوئے۔ نواب واجد علی شاہ کے میر منشی بن کر لکھنؤ گئے۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ معزول ہوئے تو وزیر الحق انگریزی حکومت میں محمدی کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔ زمانۂ علالت میں لکھنؤ گئے تھے کہ وہیں ۲۴ ذیقعد ۱۲۸۱ھ، ۲ اپریل ۱۸۶۵ء کو انتقال ہو گیا۔

وزیر الحق کے والد قاضی بہرام الحق کا ذکر نمبر ۰۴ ب پر کیا جا چکا ہے۔

۴۲۔ انظار الحق (المولد ۱۹۱۱ء)

۴/۲-۳ خوب چند روڈ۔ کوئٹہ

میٹرک پاس کرنے کے بعد لکھنؤ کمرشل کالج سے کمرشل کلاس کا ڈپلومہ لیا۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک دہلی کے جائنٹ واٹر بورڈ میں کام کیا۔ پاکستان آکر قلات سٹیٹ کے سول سپلائز ڈیپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ لگے اور پھر سپرنٹنڈنٹ ہوگئے۔ اپنے کام میں بڑے ہوشیار ہیں۔ قابلِ اعتماد کارکن ہیں۔ محنت اور دیانت آپ کے خاص اوصاف ہیں۔ منکسر المزاج اور مستقل مزاج ہیں۔

ل۔ آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ عرفان الحق ۱۹۴۹ء میں کوئٹہ میں تولد ہوئے رضوان الحق ۱۹۵۱ء میں ڈھاڈر (قلات) میں، ریحان الحق ۱۹۵۳ء میں قلات میں پیدا ہوئے اور سلمان الحق ۱۹۵۴ء میں تولد ہوئے۔

Marfat.com

12 اولاد شیخ فقیر اللہ بن امیر اللہ

- جمیل اللہ
  - ظہور اللہ
    - شیخ الاسلام (۴۳)
    - ابو عبداللہ (۴۴)
    - زبیر اللہ (۴۵)
- مراد اللہ
  - مظہر لیسین
    - فرحت اللہ (۴۶)
  - انعام اللہ (۴۷)
- عنایت اللہ
  - کفایت اللہ
    - امین اللہ (۴۸)
    - محمود اللہ (۴۹)

۴۳۔ شیخ الاسلام (المولد ۱۸۹۰ء)

۴/۱۴ دیانت پورہ۔ کہروڑ پکا ضلع ملتان

صاحب جائیداد ہیں اور اپنی زرعی زمینوں کا انتظام مستعدی سے کرتے ہیں۔ سادگی آپ کا وصفِ خاص ہے۔

ا۔ آپ کی اولاد میں دو فرزند محمد عارف المولد ۱۹۲۶ء اور محمد اسمٰعیل المولد ۱۹۲۹ء ہیں۔

ب۔ آپ کے والد الحاج ظہور اللہ شہید (۱۸۶۱ء-۱۹۴۷ء) ہجرت کر کے قافلہ کے ذریعہ اپنے وطن مہم ضلع رہتک سے پاکستان آرہے تھے کہ فتح آباد ضلع حصار میں فوت ہو گئے۔ اصطلاحاً ایسے حالات میں وفات شہادت کہلاتی ہے۔ آپ کا جسم چھریرا تھا اور قد طویل۔ ضلعدار ہو گئے تھے مگر خود مستعفی ہو گئے۔ قصبہ کے رئیس اعظم تھے۔ امیر کبیر ہونے کے باوجود فضول خرچ نہ تھے۔ خود بھی بڑی جائیداد پیدا کی۔ علم کیمیا سے دلچسپی تھی۔ نمکیات اور کشتے اچھے بنا لیتے تھے۔ بعض مرکبات کو مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذخیرہ کتب جو ۱۹۴۷ء میں ضائع ہو گیا بڑا ہی قیمتی تھا۔ تاریخِ اسلام کا اچھا ذوق تھا۔ خاندان کے نسب نامہ پر بھی گہری نظر تھی۔ آپ کی قلم سے لکھی ہوئی بہت سے بزرگوں کی وفات کی تاریخیں ہمارے پاس ہیں۔ آپ نے زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جھجیری ثم رہتکی کے بھتیجے قاضی بندگی شیخ موسیٰ جھجیری ثم گڑھ مکتیسری کی اولاد کا شجرہ بھی تیار کیا اور اس کے لئے بریلی بھی گئے۔ آپ کو نوادرات جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ ۱۹۱۰ء کے رہتک گزیٹئر میں لکھا ہے: "مہم میں ایک اور قابلِ ذکر قدیم چیز ایک چائنا لوٹا ہے جس پر شاہجہان کا نام کندہ ہے۔ یہ عیاں ہے کہ وہ جعلی نہیں۔ یہ لوٹا دہلی دربار کی نمائش میں رکھا گیا تھا۔ اور پیرزادہ ظہور اللہ کی ملکیت ہے۔" (ص ۴۴) یہ لوٹا آپ کے فرزند الحاج محمد زبیر اللہ (۴۵) کے پاس ہے۔ آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے رکن اور سمال ٹاؤن کمیٹی مہم کے صدر بھی رہ چکے تھے۔ تحریکِ خلافت میں آپ نے دل کھول کر

Marfat.com

کارکنوں کی مدد کی۔ اور مسلم لیگ جھم کے صدر بھی رہے۔ آپ کو طریقت سے بھی عملی لگاؤ تھا۔ اپنے ماموں پیر وزیر الدین (۱۳۰۴ ب ا) سے خرقۂ خلافت پایا۔ سند میرے پاس موجود ہے۔ آپ کے قلم سے لکھے ہوئے متعدد شجرہائے طریقت اور کچھ خطوط بھی میرے پاس ہیں۔

الحاج ظہور اللہ شہید کے والد ڈپٹی جمیل اللہ (۱۸۳۹-۱۹۲۳ء) کا جھم میں انتقال ہوا۔ بڑے ہی وجیہ، قد آور اور بارعب بزرگ تھے۔ قد چھ فٹ کے قریب تھا۔ اور جسم بھرواں تھا۔ ۱۸۵۶ء میں محکمۂ نہر میں ملازم ہوئے۔ اور ۱۸۹۶ء میں ڈپٹی کلکٹر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ آپ خاندان سے اولین ڈپٹی کلکٹر انہار تھے۔ ریٹائر ہو کر زیادہ تر دہلی میں رہتے تھے۔ آپ نے ڈپٹی نذیر احمد کے ساتھ اشتراک کر کے صدر بازار دہلی کا ایک کاروباری ادارہ موسومہ "ولایت علی قمر الدین" خرید لیا۔ دہلی میں آپ کثیر الاحباب تھے۔ اکثر قدیم خاندانوں سے ایسے تعلقات تھے جیسے اپنے اقرباء سے ہوں۔

مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے دواخانہ کی فہرست ادویات میں ایک دوائی موسومہ معجون ڈپٹی صاحب شامل ہوا کرتی تھی۔ وہ آپ کا ہی عطا کردہ نسخہ تھا۔ مسیح الملک آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ آپ کو چچا کہا کرتے تھے اور یہ بھی انہیں بھتیجا ہی سمجھتے تھے۔ ایک روز حکیم صاحب موصوف، مولانا سید احمد امام جامع مسجد دہلی اور مشہور تاجر حاجی عبد الغفار آپ کی عیادت کے لئے آئے۔ امام صاحب اور حاجی صاحب کمرے میں داخل ہو گئے اور حکیم صاحب کمرے سے باہر دروازے سے کان لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی ڈپٹی صاحب نے پوچھا: "کہاں ہے وہ اُلّو کا پٹھا کانگرسی" اور جب مسیح الملک کمرے کے اندر گئے تو ان کی سرزنش ہوئی۔

خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف ایم۔ اے۔ سی آئی ای (باب ۱۶) سشن جج کبھی کبھی سرکاری تقریب کے لئے انگریزی سوٹ پہن لیا کرتے۔ ایک روز ایسی ہی تقریب کے لئے سوٹ پہن کر نکلے کہ ان کا سامنا ہو گیا۔ ڈپٹی صاحب موصوف نے ان کے سر سے پاؤں تک نظر ڈال کر ان کے پیچھے کی طرف دیکھا اور کہا: "حسین! ستّے کی کسر رہ گئی ہے" بس یہ فقرہ کام کر گیا۔ اس روز کے بعد خان بہادر صاحب نے اپنے اس اکلوتے سوٹ کو ہمیشہ کے لئے صندوق میں بند کئے رکھا۔ یہ احترام اور یہ محبت کی باتیں اب قصۂ پارینہ معلوم ہوتی ہیں۔

ڈپٹی جمیل اللہ کے والد فقیر اللہ متوفی ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء بڑے ارمانوں کی اولاد تھے۔ اٹھارہ انیس بھائی بہن پیدا ہو کر بچپن میں مر گئے۔ غالباً محکمۂ انہار میں ملازم تھے۔ عمائدین قصبہ جھم میں سے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزی فوج نے محلہ کا محاصرہ کر کے خانہ تلاشی لی تو خواتین کو

حکم ہوا کہ شیخ فقیر اللہ کے مکان میں چلی جائیں۔ آپ حضرت غوث علی پانی پتی کے مریدوں میں سے تھے۔ حضرت پانی پتی جھم آتے تو آپ کے مکان میں قیام فرماتے۔

آپ کی مہر "فقیر اللہ ۱۲۷۴" ۱۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ کی ایک تحریر پر محفوظ ہے۔ انتقال جھم میں ہوا۔

فقیر اللہ کے والد امیر اللہ کی گواہی "شیخ امیر اللہ ولد شیخ مہر اللہ باذنہ" ۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۵ء تک کی تین[1] تحریروں پر محفوظ ہے۔ آپ کے والد رسالدار مہر اللہ تھے۔ جن کی چوکور متوسط مہر "مہر اللہ ولد شیخ محب اللہ ۱۱۹۶ء" ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ کی تحریر پر پائی گئی ہے۔ نیز پانچ[2] اور تحریروں کے متن میں آپ کا نام آیا ہے۔ رسالدار مہر اللہ کے والد محب اللہ کو، ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ م ۲۲ جون ۱۷۹۷ء کی ایک تحریر میں مرحوم لکھا ہے اور ان کے والد محمد فاروق کے دستخط "محمد فاروق ولد شیخ محمد اسلم بخطہ" ہمارے پاس ۱۷۱۱ء سے ۱۷۵۳ء تک کے سات[3] کاغذات پر محفوظ ہے۔ شیخ محمد فاروق کے والد شیخ محمد اسلم تھے۔ جن کے دستخط "محمد اسلم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بخطہ"۔ ہمارے پاس ۲ شوال ۱۰۸۰ھ ۱۶۷۰ء، ۴ رجب ۱۰۹۷ھ، ۱۲ ربیع الثانی و ۱۱ شوال ۱۱۰۰ھ کی تحریروں پر موجود ہیں۔ مفتی حبیب اللہ اور ان کے اجداد کا ذکر (باب ۳) میں آچکا ہے۔

۴۴۔ **ابوعبداللہ** (المولد ۱۸۹۸ء)

۴/۴۸ دیانت پورہ۔ کہروڑ پکا ضلع ملتان۔

اپنی زمینوں پر زراعت کراتے ہیں۔ طبابت بھی کرتے ہیں۔

ل۔ آپ کے فرزند محمد ظہور عالم ۱۹۲۶ء میں جھم میں پیدا ہوئے۔ ایف اے پاس ہیں اور بہاولپور میں ضلعدار ہیں۔

۴۵۔ **زبیر اللہ** (المولد ۱۹۰۳ء)

۴/۴۸ دیانت پورہ۔ کہروڑ پکا ضلع ملتان

---

[1] ۲۷ شوال ۱۲۴۹ھ، ۱۹ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ اور ۲۲ جمادی الاول ۱۲۶۱ھ

[2] ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۱۰ھ، سلخ محرم و ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ، ۷ ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ اور ۵ صفر ۱۲۲۰ھ

[3] ۷ شعبان ۱۱۲۵ھ، ۷ جمادی الاول ۱۱۲۸ھ، ۲۴ جمادی الثانی ۱۱۲۹ھ، ۱۲ ربیع الاول ۱۱۳۷ھ، ۷ ربیع الثانی ۱۱۴۲ھ، غرہ رجب ۱۱۶۵ھ اور ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ

Marfat.com

۱۹۲۶ء میں حج بیت اللہ کیا۔ اپنی زرعی زمینوں کا انتظام کرتے ہیں۔

د۔ الحاج زبیر اللہ کے فرزند غلام جیلانی ۱۹۲۸ء میں مہم میں پیدا ہوئے۔ پہلے محکمہ بحالیات میں تھے۔ اب فارن افیئرز میں ہائی کمیشن پاکستان کلکتہ کے دفتر میں کام کرتے ہیں۔

۴۶۔ فرحت اللہ (المولد ۱۸۹۹ء)

۲ نہرو سٹریٹ۔ کرشن نگر۔ لاہور

رہتک اور جھنگ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے اکاؤنٹنٹ اور سیکرٹری رہے۔ بڑے ہی باخبر اور مجلسی بزرگ ہیں۔ کثیر الاحباب ہیں۔ آپ شریکِ محفل ہوں تو بڑے اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھ سکتے اور چھوٹوں کو چھوٹے پن کا زیادہ احساس پیدا نہیں ہونے دیتے۔ ملتِ اسلامیہ کی بہبودی اور برتری کے لئے ان کے سینے میں تڑپتا ہوا دل ہے۔ رہتک میں ملازمت کے دوران بھی ہر مفید مسلم تحریک کے کارکن آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ پاکستان کے حق میں آپ دلائل کے ذریعے ہر مخالف کا منہ بند کر دیتے تھے۔ ویسے بھی بارعب آواز اور چھا جانے والی شخصیت رکھتے ہیں۔ خوش خوراک و خوش پوشاک متعد بزرگ ہیں۔

ا۔ آپ کی اولاد میں چھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر ظفر اللہ المولد ۱۹۲۰ء فوج میں جمعدار تھے۔ وہاں سے سبکدوش ہو کر مدت تک راشننگ ڈیپارٹمنٹ میں کام کیا۔ اب محکمہ آبادکاری لاہور میں اسسٹنٹ ہیں۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے تمام بھائی رہتک میں پیدا ہوئے۔ ان کے چھوٹے بھائی رفعت اللہ المولد ۱۹۲۳ء مرکزی محکمہ آبکاری لاہور میں اپر ڈویژن کلرک ہیں۔ ان سے چھوٹے نصرت اللہ المولد ۱۹۲۴ء پاکستان براڈکاسٹنگ انجینئرنگ بندر روڈ کراچی میں اسسٹنٹ ہیں۔ ان سے چھوٹے حامد اللہ المولد ۱۹۳۰ء زرعی زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ پانچویں فرزند نور اللہ المولد ۱۹۳۶ء اوورسیر ہیں۔ اور سب سے چھوٹے عابد افتخار المولد ۱۹۳۹ء ہیں۔

ب۔ فرحت اللہ کے والد مظہر لیسین (۱۸۶۰ - ۱۹۴۵ء) کا مولد مہم ہے۔ انتقال رہتک میں ہوا اور مدفن مہم ہے۔ کچھ عرصہ پٹواری نہر رہے مگر مستعفی ہو کر اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ صاف دل اور صاف گو بزرگ تھے اور اپنے اجداد کی طرح بڑی عمر میں بھی ان کے اعضاء مضبوط رہے۔

مظہر لیسین کے والد الحاج حافظ مراد اللہ (۱۸۰۴ - ۱۹۰۹ء) اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ غیرت مند اور دلیر بزرگ تھے۔ جوانی میں بھی بڑے ہی عابد اور پابند شریعت تھے۔ جامع مسجد مہم کی ایک دیوار پر ان کے ہاتھ سے یہ فقرہ لکھا ہوا تھا "نوشتہ عاصی حافظ مراد اللہ شیخ صدیقی بتاریخ ۲۶ رمضان المبارک ..... ایں جا معتکف بودم ۱۲۷۵ھ" مہم میں محلہ کی مسجد کے سرانچہ پر بیٹھے تلاوت

کلام پاک کرتے رہتے اور رات کو تہجد پڑھتے۔ سال میں تین مہینے کے روزے رکھتے۔ اعضا مضبوط تھے اور اپنے اجداد کی طرح قد آور تھے۔ آپ کے اجداد کا حال اسی باب کے نمبر ۴۳ ب پر ملاحظہ ہو۔

۴۷۔ **انعام اللہ** (۱۸۹۵ ۔ ۱۹۵۷ء)

بھرواں جسم تھا اور رنگت گوری چٹی۔ نیک انسان تھے۔ محنت کر کے اکلِ حلال کھاتے پھیری سانی کرتے تھے۔ لاہور میں انتقال ہوا۔

ا۔ آپ کے فرزندوں کے نام ذکاءاللہ، عزیز اللہ اور نسیم اللہ ہیں اور لاہور میں رہتے ہیں۔

۴۸۔ **امین اللہ** (المولد ۱۹۰۴ء)

۴۵ وارڈ ۲ کہروڑ پکّا۔ ضلع ملتان

مدرسہ غوثیہ کہروڑ پکا کے پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ علامہ اقبال کے کلام کا بیشتر حصّہ ازبر ہے۔

ا۔ آپ کی اولاد میں ایک خورد سال فرزند سردار محمد شوکت اللہ ہے۔

ب۔ آپ کے والد منشی کفایت اللہ (۱۸۸۵ ۔ ۱۹۴۴ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ہانسی میں وفات پائی مسکن ہم تھا کچھ عرصہ نقل نویس اور مدرس رہے۔ عرشی تخلص کرتے تھے۔ اردو اور فارسی میں مشقِ سخن کرتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ نے مجھے ایک غزل سنائی تھی۔ فرماتے تھے کہ ڈاکٹر اقبال کو یہ غزل لاہور میں سنائی تھی۔ اس میں پوشیدہ چوٹوں کو علامہ نے خندہ پیشانی سے سنا۔ دو شعر یاد رہ گئے ہیں۔

یہ کیا سمجھے کہ میں نا آشنا ہوں رسمِ الفت سے
مجھے محفل میں آنے سے ہے مانع ننگِ عریانی

زباں تلوار سی چلتی ہے لیکن جانتے ہیں وہ
کہاں پنجاب کی اردو کہاں نازِ زباں دانی

جناب عرشی کے والد عنایت اللہ کا ۱۹۰۶ء میں سرگودھا میں انتقال ہوا۔ بڑی سیاحت کی۔ فارسی کا اعلیٰ ذوق پایا تھا۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ تاریخ گوئی کا ملکہ بھی تھا۔ تعلیمیافتہ، بامذاق، مہذب اور غیر معمولی طور پر دیانت دار بزرگ تھے۔ ہمارے پاس آپ کے دستخط "محمد عنایت اللہ ولد شیخ فقیر اللہ بقلم خود" ۔ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ کے ایک ہبہ نامہ پر محفوظ ہیں۔ آپ کے اجداد کا تذکرہ نمبر ۴۳ ب پر ملاحظہ ہو۔

۴۹۔ **محمود اللہ** (المولد ۱۹۱۲ء)

۲۰۸ وارڈ نمبر ۹ نواں شہر ملتان۔

ہم میں تولد ہوئے ملتان میں محکمہ انہار میں ہیڈ ورنیکلر کلرک ہیں۔ کچھ عرصہ عارضی ضلعدار بھی رہے

و۔ آپ کے دو فرزند انوار اللہ تاثیر المولد ۱۹۴۸ء اور محمد احسان اللہ المولد ۱۹۵۶ء ہیں۔ دونوں زیر تعلیم ہیں۔

Marfat.com

13 ـــــ اولاد عظیم اللہ بن جماعت اللہ فہمی

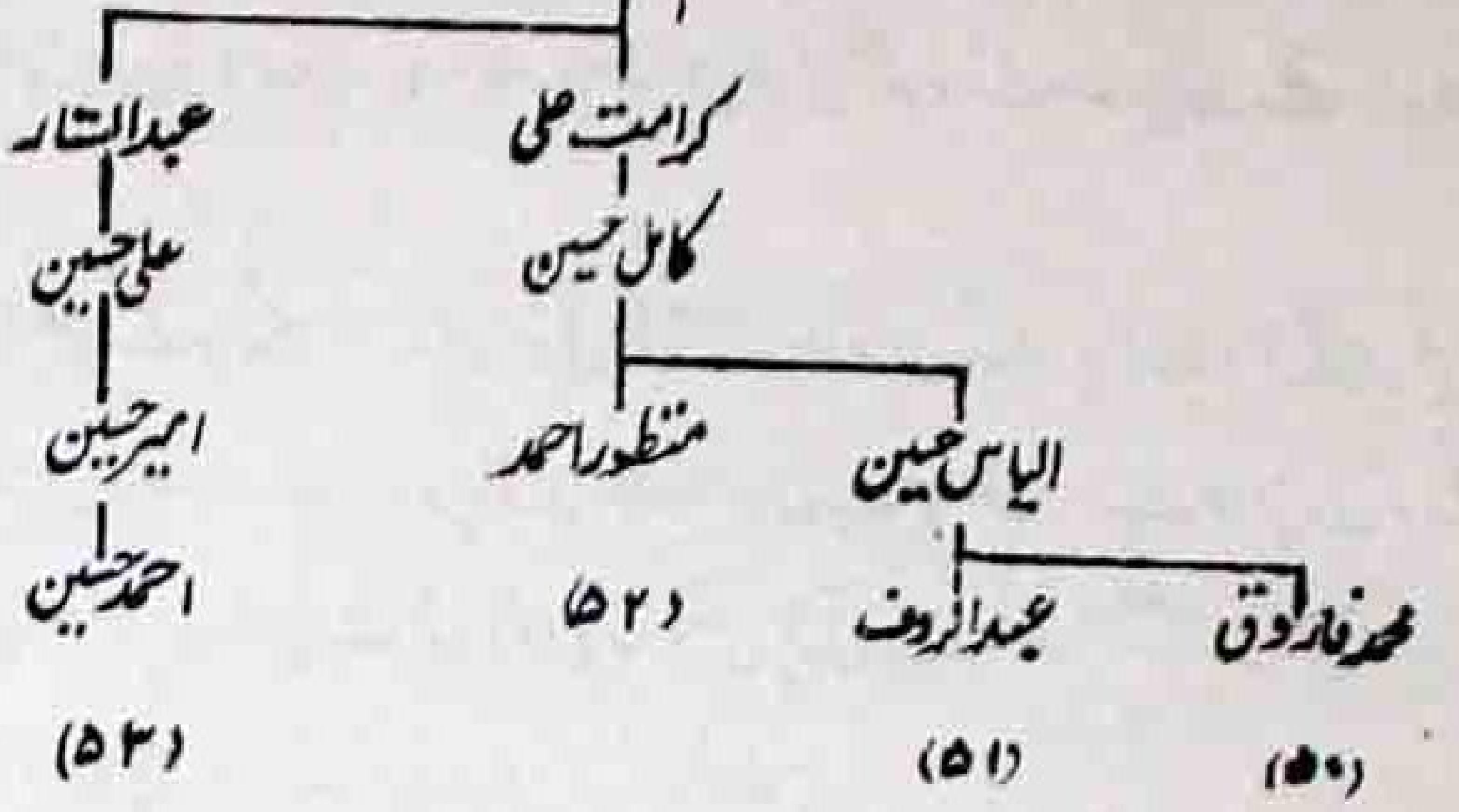

۵۰۔ محمد فاروق (المولد ۱۹۲۳ء)

ڈیول دال بین فیکٹری ۔ فیکٹری ایریا ۔ سرگودھا

تجارت کرتے ہیں ۔ فہم میں تولد ہوئے ۔

ا۔ آپ کے چار فرزند ہیں :۔ فرید احمد المولد ۱۹۵۱ء، محمد اختر المولد ۱۹۵۳ء، محمد ارشد المولد ۱۹۵۶ء اور محمد افضل ۔

ب۔ آپ کے والد پیر الیاس حسین (م ۱۸۹۴ء-۱۹۴۰ء) بڑے ہی مسکین طبع تھے ۔ قد میانہ تھا ۔ فہم میں وفات پائی ۔

پیرزادہ الیاس حسین کے والد الحاج پیر کامل حسین متوفی ۱۹۱۴ء کاملین وقت میں سے تھے ۔ قد چھ فٹ سے بھی نکلا ہوا تھا ۔ جسم درمیانہ تھا ۔ رنگ گورا چٹا ۔ نازک چہرہ اس پر دراز ریش ۔ گھٹنوں تک کرتا اور شرعی پاجامہ ۔ فوج میں وفعدار تھے ۔ تھکا دینے والے فرائض کی بجا آوری کے بعد ریاضت و عبادت اور ذکر و اذکار میں مشغول ہو جاتے ۔ فوج میں آپ کے مریدوں کی کافی تعداد تھی ۔ انگریز افسر بھی آپ کا احترام کرتے ۔ بڑے ہی حلیم الطبع ہونے کے باوجود قینچی ساتھ رکھتے اور جس مسلم راجپوت فوجی کی مونچھیں دیکھتے کاٹ دیتے ۔ مسلم راجپوت کی مونچھیں کاٹ دینا کچھ معمولی بات نہیں ۔ ایک دن خان بہادر پیرزادہ محمد حسین ایم اے سیشن جج کو فہم میں محلہ کی مسجد کے سامنے کھڑا کر کے ان کی مونچھیں کاٹ دیں اور وہ بھی مودب کھڑے رہے ۔ میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ وہ سات سال کی تھیں ۔ دن کے وقت ایک نزدیکی گھر جانے کے لئے اپنے گھر سے بے پردہ باہر نکلیں وہاں نانے جی کامل کھڑے ہوئے تھے پکڑ کرلے گئے اور جامع مسجد کے کنوئیں میں الٹا لٹکا دیا کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ احتجاج کرے ۔ آپ کے وطن فہم سے ایک رسالہ گزرا تو آپ نے اس کی چائے سے تواضع کی اور رسالہ کے ہر جوان نے آپ کی خدمت میں

Marfat.com

ایک روپیہ بطور نذر پیش کیا۔ آپ پیر صاحب مانکی شریف کے مریدوں میں سے تھے۔ انتقال بھی مانکی میں ہوا۔ آپ کے خلفِ اکبر ڈاکٹر محمد یٰسین (۱۸۷۹ - ۱۹۰۹ء) میڈیکل سکول آگرہ کے سند یافتہ تھے۔ اولادِ نرینہ سے محروم رہے۔

الحاج پیر کامل حسین کے والد کرامت علی متوفی ۱۸۶۲ئہ خاندان کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے تھے۔ رجمنٹ ۱۲ ٹرپ ۵ میں دفعدار تھے۔ راولپنڈی سے انہوں نے جو خطوط اپنے عزیزوں کو لکھے ان میں سے چند میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان سے کئی باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً ۱۸۴۹ئہ میں راولپنڈی میں قرآن دستیاب نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ امیر اللہ شہیدؒ (۲۵ ب) کو لکھتے ہیں۔

شیخ محمد امیر اللہ بعافیت باشند۔ برادر عزیز القدر عزیز از جان گرامی منش بعد دعوات مزید حیات توفیر درجات مطالعہ باد کہ دریں جا ہمہ وجوہ خیریت است ...... ایشاں برائے کلام مجید نوشتہ بود۔ صورت اینست کہ دریں جا مقام پنڈے راول کلام مجید دستیاب نمے شود۔ اگر نوکرے یا کمان سمت لاہور خواہد شد از انجا مزید نمودہ ہمدست کسے مردم معتبر ضرور ضرور ارسال نمایم۔ اگر میاں خدا بخش پسر خواجہ بخش و عبد العلے و خلیل الرحمٰن را نوکر نمودن منظور باشد تا ضرور ایں جا خود را رسانند۔ اگر نوکرے خود اسپہ نمایند تا مبلغ دو صد روپے نفر ہمراہ خود آرند۔ اگر بندہ ہا را خود اسپہ کرانید ست منظور باشد تا مبلغ دو صد روپے برائے مشار الیہ از فقیر اللہ گرفتہ نویسد۔ ...؟

دفعدار کرامت علی کی خط و کتابت کے سلسلے میں ہمارے پاس ایک نہایت اہم رسید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں خط بھیجنے کا یہ طریقہ تھا کہ خط تھانہ میں دے کر دو آنے محصول جو نگی ادا کئے جاتے اور رسید لے لی جاتی۔ چنانچہ ۱۱ اپریل ۱۸۴۹ئہ کو ہم سے دو خط بھیجے گئے۔ ایک دفعدار کرامت کو راولپنڈی اور دوسرا کریم بخش کے نام لکھنؤ۔ ایک سادہ کاغذ پر مکتوب الیہ کا نام اور مقام لکھ کر نیچے دو آنے لکھا ہے اور تھانے دار ہم کے دستخطوں کے نیچے تھانہ ہم ضلع رہتک کی معین شکل کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اس کی پشت پر ایک اور رسید ہے جس کی عبارت ہے: "۱۵ جولائی ۱۸۴۹ئہ یک قطعہ خط برائے روانگی مقام راول پنڈی موسومہ کرامت علے رجمنٹ ۱۲ معہ محصول اصلح تفویض تھانہ ہم۔ العبد ...... محرر تھانہ ہم" اس کے نیچے وہی معین شکل کی مہر ہے۔

دفعدار کرامت علی کے والد عظیم اللہ سے متعلق جو بچی کھچی تحریریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور کے اس خاندان سے دو متمول ترین کنبوں میں سے ایک آپ کا کنبہ

Marfat.com

تھا۔ ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء میں آپ نے اپنی قلم سے "فہرست موجودگی فردہائے پارینہ از قسم فرامین وغیرہ" تیار کی۔ اس پر آپ کی مُہر "عظیم اللہ صدیقی ۱۲۳۴" لگی ہوئی ہے۔ کل ۵۳ عدد فرامین، چک نامے، بیع نامے اور قسمت نامے وغیرہ ہیں۔ ان کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذاتی ملکیت ایک چھوٹے موٹے نواب سے کم نہ تھی۔ اس فہرست کے آخیر میں رقم طراز ہیں: "میں یہ نوشتہ برائے اطلاع برخورداران شیخ کرامت علی و شیخ عبداللہ لکھ رہا ہوں۔ اونکو یہ معاملہ سمجھنا چاہیئے اور دادا صاحب اور نانا صاحب شیخ محمد عثمان کے کاغذات شامل حال یکجا ہیں۔ مگر خلیۃ علیحدہ علیحدہ ہے۔ نجر شہر طرہ ہے ۱۲۳۵" مگر اپنی حیات ہی میں شیخ صاحب موصوف کو یہ صدمہ برداشت کرنا پڑا کہ ایکٹ ۳ ۱۸۳۸ء کی رُو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے اوروں کی طرح آپ کی جاگیر بھی ضبط کر لی اور پھر واگزار نہ کی۔ آپ کے پاس سکنی مکان اور معمولی سی خود خرید زرعی اراضی رہ گئی۔ دولت جاتی رہی مگر مسکنت اور شرافت ان کی اولاد سے اب تک کوئی انقلاب نہ چھین سکا۔ ہمارے پاس تین[۱] ایسی تحریریں محفوظ ہیں جن کے متن میں عظیم اللہ کا نام آیا ہے۔ علاوہ ازیں، ۲ شوال ۱۲۴۴ھ ۲ مئی ۱۸۲۹ء کا لکھا ہوا مختارنامہ منجانب شیخ عظیم الدین ولد شرف الدین نرخ نویس باب ۲ ہے جس میں تحریر ہے کہ تیر چند (بابو بقال کا والد۔ بابو بقال وہ شخص ہے جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مخبری کر کے ہمارے خاندان کے کئی افراد کو پھانسی دلائی تھی) وغیرہ محصول چنگی ادا نہیں کرتے۔ یہ محصول نرخ نویس کا حق الخدمت ہوا کرتا تھا۔ شیخ عظیم اللہ کو مختار بنایا کہ کلکٹر رہتک کی عدالت میں چارہ جوئی کریں۔ نیز آپ کی ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۴۷ھ تک کی چار[۲] مختلف مہریں پانچ تحریروں پر دستیاب ہوئی ہیں یہ تحریریں ۱۸۱۲ء سے ۱۸۳۳ء تک کی ہیں۔

عظیم اللہ کے والد جماعت اللہ پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ باقی چار عبدالخالق، رحمت اللہ، شاہ قدرت اللہ اور عزت اللہ تھے۔ پانچوں امیر کبیر، تعلیم یافتہ اور ذی عزت تھے۔ لوگ حسد سے انہیں "پنج بھیا" کہا کرتے پھر ان کی اولاد کے لئے بھی کہنے لگے کہ "پنج بھیوں میں سے ہیں"۔ ہمارے پاس آپ کے دستخط تین[۳] تحریروں پر موجود ہیں۔ نیز چھ[۴] ایسی تحریریں ہیں جن کی رُو سے آپ نے زمینیں خریدیں

---

۱ کنز الآثار: ۵ صفر ۱۲۲۰ھ، تخمیناً ۱۲۳۴ھ اور ۷ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۲۱ء۔ آخر الذکر عدالت فوجداری کا شیخ عظیم اللہ کے مزاحمین کے نام حکم ہے کہ شیخ صاحب موصوف کو باقاعدگی سے ادائیگی کیا کرے۔ ۲ کنز الآثار: (۱) مہر "عظیم اللہ صدیقی ۱۲۰۵" بر محضر نامہ قاضی غلام حسن ۱۲۲۷ مندرج ضمیمہ کتاب ہذا (۲) چوکور مہر "عظیم اللہ صدیقی" بر تحریر ۲۵ شعبان ۱۲۳۴ھ و ۹ جمادی الثانی ۱۲۳۵ھ (۳) مہر "عظیم اللہ صدیقی ۱۲۴۳" بر تحریر ۱۱ شوال ۱۲۳۶ھ اور (۴) مہر "عظیم اللہ صدیقی ۱۲۴۷" بر تحریر ۲ ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ۔ ۳ "العبد شیخ جماعت اللہ بخطہ" غرہ رجب ۱۱۶۰ھ "جماعت اللہ ولد شیخ عبدالواحد" ۵ شعبان ۱۱۷۱ھ عہد عالمگیر اور "عزت اللہ و جماعت اللہ ولدان شیخ عبدالواحد بخطہ" غرہ رجب ۱۱۶۹ھ
۴ کنز الآثار: غرہ جمادی الثانی و ۱۲ رجمادی الثانی و ۲۱ رمضان ۱۱۶۲ھ

Marfat.com

یہ دستخط اور تحریریں ۱۷۵۳ء سے ۱۷۶۵ء تک کی ہیں۔ آپ کی زوجہ بی بی حکیمہ بنت مفتی محمد عثمان (باب ۲) کا نام ۵ر صفر اور ۲۵ر شوال ۱۲۲۰ھ کی تحریروں کے متن آیا ہے۔

جماعت اللہ کے والد عبدالواحد کو مال و متاع کے علاوہ خدا نے علم و فضل سے بھی نوازا تھا آپ حضرت شاہ نصراللہ نصرتی (باب ۳) کے مریدین میں سے تھے۔ شاہ نصراللہ کی مثنوی جنون المجانین ۱۱۰۰ھ کے اولین کاتب آپ ہی تھے۔ اس کا ذکر خود شاہ نصراللہ نے اس مثنوی میں کیا ہے۔ مثنوی میں عبدالوحید نام آیا ہے مگر عنوان میں عبدالواحد نام آیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ اسی خانوادے سے ہیں۔ ہم یہ شعر نقل کرتے ہیں۔

کاتب ایں مثنوی عبدالوحید — اے خدا او را بکن شیخ رشید

فیض ربانی نصیبش کن تمام — جذبِ رحمانی جبینش کن مدام

علاوہ ازیں ہمارے پاس ۱۷۱۳ء سے ۱۷۰۳ء تک کے آپ کے دستخط پانچ تحریروں پر محفوظ ہیں[۱] نیز ۵ شعبان ۱۱۲۰ھ کا وہ ہبہ نامہ بھی ہمارے پاس ہے جس کی رو سے آپ نے کچھ زرعی زمین خریدی۔

شیخ عبدالواحد کے والد محمد ذاکر کے دستخط "محمد ذاکر ولد شیخ ہدایت اللہ" ۱۱ر شوال ۱۱۰۰ھ ۱۹ر جولائی ۱۶۸۹ء عہد عالمگیری کے ایک بخشش نامہ پر ہمارے پاس ہیں۔ شیخ ہدایت اللہ کے دستخط "ہدایت اللہ ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بخط" (عدد ۵) ۴ر محرم ۱۰۷۲ھ اور ۱۱ر محرم ۱۰۸۰ھ کی تحریروں پر ہمارے پاس ہیں۔ آپ نے ۱۰۸۹ھ ۱۶۷۸ء میں اپنا مکان تعمیر کرایا اس پر کتبہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ۔ باصدق ابی بکر، باعدل عمر، باآزرمِ عثمان باعلم علی بنا نہاد ہدایت اللہ ابن شیخ حبیب اللہ مفتی ۱۰۸۹ھ"

مفتی حبیب اللہ اور ان کے اجداد کا ذکر باب ۲ میں آچکا ہے۔ مفتی حبیب اللہ نے غرہ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ ۱۶۷۱ء کو اپنی جائیداد تقسیم کی تھی۔ اس قسمت نامہ پر شیخ ہدایت اللہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ "العبد ہدایت اللہ ولد شیخ حبیب اللہ مفتی۔ آنچہ حضرت قبلہ گاہی قسمت کردہ دادند قبول است"

۵۱- عبدالرؤف (المولد ۱۹۲۵ء)

ڈبل دال بین فیکٹری۔ فیکٹری ایریا۔ سرگودھا۔

مسکین طبع۔ صوفی منش۔ کم گو اور محنتی ہیں۔ سرگودھا میں دال بین فیکٹری آپ کی ہے۔ نیز میانوالی میں آپ کا کاروبار ہے۔

---

[۱] کنز الآثار: "عبدالواحد ولد شیخ محمد ذاکر بخط" (عدد ۵) ۷ شعبان ۱۱۲۵ھ، ۱۱ر شوال ۱۱۲۹ھ، ۱۲ و ۱۵ محرم اور ۲۵ر رجب ۱۱۳۲ھ

د۔ آپ کے فرزند جاوید اقبال ۱۹۵۵ء میں سرگودھا میں تولد ہوئے دوسرے فرزند اسی سال تولد ہوئے ہیں۔

۵۲۔ منظور احمد (المولد ۱۹۰۱ء)

مکان نمبر ۷، گلی نمبر ۳۲۔ ہری اوم سٹریٹ۔ رام نگر۔ لاہور

بلحاظ قدوقامت خاندان میں غالباً طویل ترین ہیں۔ قد ۶ فٹ چار انچ ہے۔ متناسب اعضا اور خوش پوش ہیں۔ اوٹو انجینئر ہیں۔ کامیاب تجارت کرتے ہیں۔

د۔ آپ کے دو فرزند سعید احمد المولد ۱۹۳۱ء اور رفیق احمد المولد ۱۹۳۳ء الیکٹریشن ہیں تیسرے فرزند محمد غیوب احمد المولد ۱۹۵۵ء ہیں۔

۵۳۔ احمد حسین

کوارٹر نمبر ۱۰/۱۷، ناظم آباد کراچی۔

غالباً موٹر ڈرائیور ہیں۔

ب۔ آپ کے والد امیر حسین ۱۸۹۱ء میں ٹونک میں تولد ہوئے۔ چندوہ ضلع حصار میں آپ کی زرعی زمین تھی۔ فوج میں ملازم رہے۔ پھر بہادر گڑھ ضلع رہتک کی میونسپل کمیٹی میں محرر ہو گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ امیر حسین کے والد علی حسین (۱۸۷۰-۱۹۲۲ء) کا مسکن مبہم ہے۔ چندوہ ضلع حصار میں انتقال ہوا۔ ۱۸۹۷-۹۸ء میں خیر پور میں ملازم تھے۔ ریاست ٹونک میں بھی ملازم رہے۔ جسم کے چوڑے چکلے تھے۔ علی حسین کے والد عبدالستار بن عظیم اللہ مبہم میں فوت ہوئے۔ رنگ گندمی، بڑے وجیہہ۔ قد چھ فٹ سے نکلا ہوا۔ ۱۸۴۹ء میں یا ولیعہدی میں فوج میں ملازم تھے۔ آپ کے قلم سے لکھی ہوئی علم جفر پر ایک کتاب کا مسودہ ہمارے پاس ہے۔ عبدالستار کے والد عظیم اللہ اور ان کے بزرگوں کا حال اسی باب کے نمبر ۵۰ ب پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

۱۴ ـــــ اولاد محبوب علی بن غلام محمود

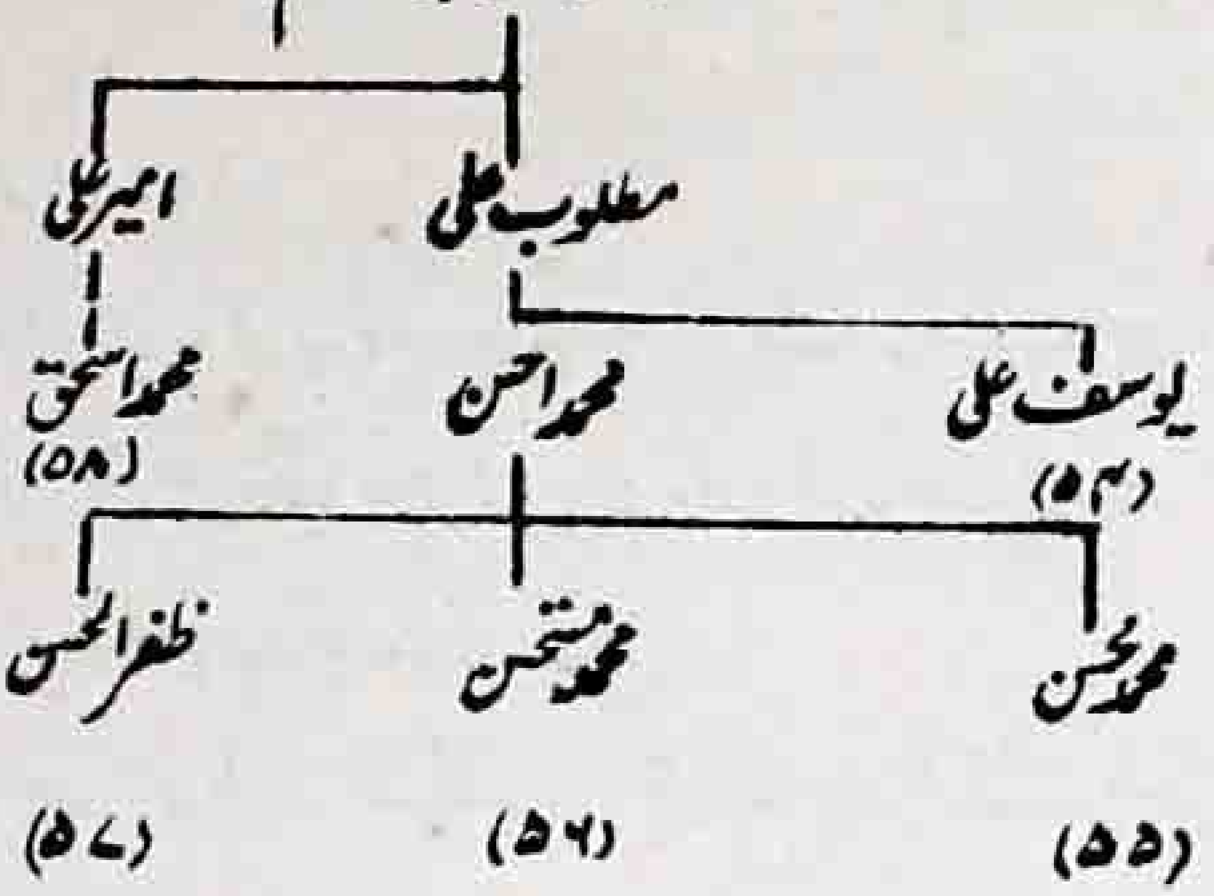

۵۴- یوسف علی

ان کا ۲۹ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ ۲۱ جنوری ۱۸۹۰ء کو انتقال ہُوا۔

ہندوستان کے صوبجات متوسط (مدھیہ پردیش = سی پی) چلے گئے تھے۔ ان کے دو فرزندان ظفر علی اور مظفر علی کا شجرہ الماس میں نام آیا ہے۔ ان کے اجداد کا ذکر ۵۵ ب نمبر پہ ملاحظہ ہو۔

۵۵- محمد محسن (المولد ۱۸۸۴ء)

حامد منزل۔ محلہ حوائی ٹولہ۔ کٹرہ وفا بیگ۔ لکھنؤ۔

خاندان کے معمر ترین بزرگ ہیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ تمام عمر اپنے آپ کو سید لکھتے اور لکھواتے رہے ان کے خطوط سے معلوم ہوا کہ ان کی ننہال سادات سے ہیں۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تین چار سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ نانی نے پرورش کی اور لکھنؤ میں اپنے پاس رکھا۔ باپ کے پاس نہ جانے دیا۔ جب یہ اکیس بائیس برس کے تھے تو ان کے والد لکھنؤ گئے۔ اور وہاں سے انہیں دو روز کے لئے محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی) انڈیا لے گئے اور دو روز کے لئے گڑھی لے گئے جہاں وہ راجہ محمدی کے فرزند کے اتالیق تھے۔ اس کے بعد باپ بیٹے کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کی شادی ننہال میں ہوئی۔ پندرہ سولہ برس حیدر آباد میں بھی رہے۔

ا۔ آپ کے خلف اکبر جمال محمد المولد ۱۹۳۵ء لکھنؤ میں تولد ہوئے۔ گورنمنٹ بس سروس میں ملازم ہیں۔ تا حال شادی نہیں ہوئی۔ دوسرے فرزند مصطفےٰ کمال المولد ۱۹۴۰ء لاہور سے میٹرک کرنے کے بعد کہیں ملازم ہو گئے۔ معرفت شکیل احمد عباسی۔ چوہدری عبد العزیز ہوٹل۔ نمبر ۳۔ ایجرٹن روڈ لاہور تیسرے فرزند سعید احمد المولد ۱۹۴۷ء لکھنؤ میں زیر تعلیم ہیں۔ آپ کی چھ لڑکیاں ہیں جن میں سے بڑی لڑکی جمال عائشہ بی اے ایل ٹی ڈاکٹر عبد السلام سندیلوی کی زوجہ ہیں۔

Marfat.com

ب۔ محمد محسن کے والد الحاج قاری محمد احسن ۲۰ جمادی الاول ۱۲۷۴ھ ۱۶ جنوری ۱۸۵۸ء کو دوجانہ میں تولد ہوئے۔ اپنے چچا الحاج امیر علی مکی کے ہاں مکہ معظمہ میں پرورش پائی۔ وہیں فنِ قرأت پر عبور حاصل کیا۔ عربی خالص حجازی لہجہ میں بولتے۔ عالم جوانی میں لکھنؤ چلے گئے۔ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری میں مدرسہ انجمن ترقی تعلیم محمدی قائم ہُوا تو مولوی نظار الحق (۱۱۳ب) وغیرہ کے ایما پر آپ کو لکھنؤ سے محمدی بلالیا گیا۔ اور وہاں آپ پندرہ سولہ سال تک فنِ قرأت سکھلاتے رہے۔ وہیں دوسری شادی کی اور اولاد ہوئی اور وہیں وفات پائی۔ خدمتِ قرآن اور استغنا آپ کے خاص اوصاف تھے۔ آپ خاندان کا شجرہ بھی رکھتے تھے۔

الحاج قاری محمد احسن کے والد الحاج مطلوب علی تھے اور والدہ مولوی امام الدینؒ (باب ۳) کی دختر تھیں۔ ان کے والد الحاج محبوب علی کا انتقال ۲۸ محرم ۱۲۸۶ھ ۱۰ مئی ۱۸۶۹ء کو ہوا۔ الحاج محبوب علی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی دار وگیر کے موقع پر ہجرت کرکے مکہ معظمہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ کے داماد عماد الحق شہیدؒ (۱۰۳ب) کو انگریزوں نے پھانسی دے دی تھی۔ ایک بار ہندوستان آئے تھے کہ دہلی میں انتقال ہوگیا۔

الحاج محبوب علی مہاجر مکیؒ کے والد شیخ محمود نے ۱۹ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ ۲۵ نومبر ۱۷۸۲ء کو اپنا کھیت موسوم بہ کشت نیم والا واقعہ مہم راقم الحروف کے جدِ اعلیٰ حافظ صفت اللہ (۲۲ب) کو فروخت کیا تھا۔ یہ کاغذ محفوظ ہے۔ ان کی زوجہ نصر الدولہ محمد احسان خاں بہادر نصرت جنگ مستقیم الدولہ سپہدار جنگ صدیقی مہمی (۲۰ب) کی دختر تھیں۔

شیخ محمود کے والد شیخ محمد المعروف بہ شیخ منکا و شیخ منگن کے دستخط ۱۱۲۹ھ سے ۱۱۷۵ھ تک کی نو[1] تحریروں پر ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

شیخ محمد کے والد محمد شاہ کے دستخط "محمد شاہ ولد شیخ مراد بخطہ" ہمارے پاس پانچ[2] قدیم تحریروں پر موجود ہیں جو ۱۶۸۹ء سے ۱۱۲۶ھ تک کی ہیں۔ ان کی والدہ راقم الحروف کے جدِ اعلیٰ شاہ رزق اللہ الملقب بہ حافظ عالم خاں (باب ۲) کی دختر تھیں۔

---

[1] شیخ منگن ولد شیخ محمد شاہ بخطہ: (عمدہ) ۱۵ محرم ۱۱۳۲ھ، ۷ ذیقعد ۱۱۴۲ھ "شیخ منکا ولد شیخ محمد شاہ بخطہ" (عمدہ) ۷ شوال ۱۱۴۳ھ "شیخ محمد ولد شیخ محمد شاہ بخطہ" غرہ جمادی الثانی ۱۱۶۲ھ، ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۶۲ھ، ۲۰ ربیع جمادی الثانی ۱۱۶۶ھ، ۵ شعبان ۱۱۷۱ھ

[2] کنز الآثار: ۱۲ ربیع الثانی و ۱۰ شوال ۱۱۰۰ ہجری، ۲۲ جمادی الآخر ۱۱۲۹ھ، ۱۲ ربیع الاول ۱۱۳۷ھ اور ۲۷ رجب ۱۱۳۸ھ۔

Marfat.com

شیخ محمد مراد ولد شیخ عبد المنعم کے دستخط ۲۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ ۱۹ فروری ۱۶۸۵ء اور مابعد ۱۰۹۳ھ عہد عالمگیری کی تحریروں پر ہمارے پاس ہیں۔ نیز ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۶۳ھ ۱۶۵۳ء اور ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۶۵ھ کی دو تحریریں ہیں جن کے متن میں آپ کا نام آیا ہے۔

شیخ عبد المنعم کے دستخط "عبد المنعم بخطہ" ۱۱ محرم ۱۰۸۰ھ یکم جون ۱۶۶۹ء کی ایک تحریر پر محفوظ ہیں۔ اور ۲۷ شوال ۱۰۸۰ھ کی ایک تحریر کے متن میں ان کا نام آیا ہے۔

شیخ عبد المنعم کے والد شیخ نصیر خاں کو خطاب خانی ملا ہوا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا آپ کس سرکاری منصب پر فائز تھے۔ شیخ نصیر خاں نے شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں نور بی بی بنت شیخ عبد اللہ محتسب (میاں شاہ بدر اللہ باب ۳) کی وقف کی ہوئی زمین پر جہم میں وہ مسجد تعمیر کرائی جسے ۱۹۴۷ء تک نرخی جی کی مسجد کہتے تھے۔ شیخ محمد نصیر خاں کے والد مفتی نظام الدین اور ان کے اجداد کا ذکر باب ۲ میں آ چکا ہے۔

۵۶۔ **محمد مستحسن علی** (المولد ۱۹۰۱ء؟)

برمکان شاہ وصی اللہ نمبر ۲۳۔ روشن باغ۔ الہ آباد

مولد و مسکن قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی۔ انڈیا) ہے اور عارضی طور پر الہ آباد میں مقیم ہیں جہاں وہ غالباً کسی عربی مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں۔ اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بزرگوں کی صحبت میں رہنے سے علم دین میں بڑا دخل ہو گیا ہے۔ مطالعہ وسیع ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ شاہ وصی اللہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

ا۔ آپ کے فرزند مولانا محمد یونس المولد ۱۹۳۴ء دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں اور الہ آباد کے کسی دینی مدرسہ میں معلم حدیث و فقہ ہیں۔

(۵۷) **ظفر الحسن** (المولد ۱۹۱۱ء)

جنرل مرچنٹ۔ قصبہ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور (یوپی۔ انڈیا)

نام مادۂ سن پیدائش ہے۔ راجگان محمدی اور نانپارہ ضلع بہرائچ کی جاگیروں کے مختار عام اور تحصیلدار رہے۔ اب بساط خانہ کی دکان کرتے ہیں۔

ا۔ آپ کے فرزند فیض الحسن المولد ۱۹۴۲ء گذشتہ سال ایف ایس سی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔

۵۸۔ **محمد اسحاق مکی** (۱۸۸۱ء۔۱۹۴۸ء)

مولد و منشا مکہ معظمہ۔ وہیں مدرسہ فخریہ عثمانیہ میں تعلیم پائی۔ یہ مدرسہ ۱۸۸۱ء میں مولانا قاری عبد الخالق گونڈوی ثم مکی نے قائم کیا تھا۔ ان کے اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اپنی زندگی کے آخری وقت میں انہوں نے

Marfat.com

یہ مدرسہ حضرت قاری محمد اسحاقؒ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے مدرسہ کی نظامت سنبھالتے ہی اسے بڑی وسعت دی اس کی مالی حالت درست کرنے کے لئے کئی بار ہندوستان کا سفر کیا اس مدرسہ نے اتنی ترقی کی کہ اس میں مشرق کے ہر ملک کے طلبا تعلیم پاتے ہیں کئی کئی سو طلبہ بیک وقت حفظ قرآن کرتے ہیں۔ اس میں سعودی عرب کے جدید تعلیمی نظام کے مطابق نصاب بھی پڑھایا جاتا ہے۔ حضرت قاری محمد اسحاقؒ نہر زبیدہ کے مدیر (چیرمین بورڈ آف دی گورنرز) بھی تھے۔

و۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ خلف اکبر قاری محمد علی کی پیدائش مکہ معظمہ میں ۱۳۴۰ھ ۲۱-۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مکہ معظمہ میں حاصل کر کے مزید تعلیم کے لئے مصر چلے گئے۔ وہاں سے آکر سعودی عرب حکومت کی ملازمت اختیار کر لی۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات پر مدرسہ عثمانیہ فخریہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اب یہ مدرسہ آپ کی نگرانی میں چل رہا ہے۔ پہلے یہ مدرسہ کعبۃ اللہ کے باب ابراہیم کے اوپر والی عمارت میں تھا۔ گذشتہ سال خانہ کعبہ کی توسیع ہوئی تو یہ حصہ بھی حرم شریف میں داخل کر دیا گیا۔ اب یہ مدرسہ کسی اور باب پہ چلا گیا ہے۔ حضرت قاری محمد علی اردو بھی اچھی جانتے ہیں۔ میرے پاس ان کے خطوط اردو ہی میں آتے ہیں۔ انہوں نے غالباً ابھی تک شادی نہیں کی۔ (پتہ: مہتمم مدرسہ فخریہ عثمانیہ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۳۰ مکہ معظمہ) ان کی والدہ تو خاندان سے تھیں۔ لیکن ان کے چھوٹے بھائی حسن کی والدہ زینب بنت ابراہیم قطبی الہندی ہیں۔ حسن مکہ معظمہ میں ۱۳۶۰ھ میں تولد ہوئے۔ مصر میں ہوائی جہاز کی انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا اور اب سعودی عرب کی ہوائی سروس میں ملازم ہیں۔

ب۔ حضرت قاری محمد اسحاقؒ کے والد محبوب علی کا مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ ان کے اجداد کا تذکرہ اسی باب میں نمبر ۵۵ پہ ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

15 — اولاد مولوی غیاث الدین بن شاہ احمد الدینؒ رہتکی

مفتی عیاذ الدین

بخشی مظہر الدین

ڈاکٹر ظہور الدین

ضمیر الدین (۵۹) — کبیر الدین (۶۰) — دبیر الدین (۶۱) — سفیر الدین — اثیر الدین (۶۴) — عبیر الدین (۶۵)

سفیر الدین: نصیر الدین (۶۲) — ہمایوں فر (۶۳)

۵۹- ضمیر الدین (۱۸۷۶-۱۹۵۲ء)

رہتک میں پیدا ہوئے اور ملتان میں وفات پائی۔ پہلے ریاست بھرت پور میں داروغہ جنگلات تھے پھر رہتک میں میونسپل لائبریرین ہو گئے۔ آپ کے کچھ غیر مطبوعہ افسانے اور ایک ناول وفادار بیوی کا مسودہ آپ کے فرزند منیر الدین کے پاس ہے۔ شاعری سے شغف تھا۔ اظہر تخلص کرتے تھے۔ کلام رسائل میں تو شائع ہوتا رہا مگر یکجا شائع ہونے کی نوبت نہ آئی اور تمام ۱۹۴۷ء میں ضائع ہو گیا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ملتان آکر جو کچھ کہا اس میں سے کچھ ہدیۂ قارئین ہے:

غزل

جو درد ہی باعث تسکیں جب پھر درد کا درماں کون کرے
جب ہجر ہی وصل سے بڑھ کر ہو پھر وصل کا ساماں کون کرے

مایوس نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اک جلوہ مرے میخانے میں
اب تیرے سوا اے رشکِ قمر اس گھر کو شبستاں کون کرے

اظہار محبت تو کر دوں لیکن وہ خفا ہو جائیں گے
اب بیکسی اور تنہائی میں اس دل کو پریشاں کون کرے

اک دل میں خلش سی ہوتی ہے کانٹا سا جگر میں چبھتا ہے
بیتاب ہوں میں وہ بے پروا، مشکل میری آساں کون کرے

اے رشکِ قمر اے سروِ رواں ہے قتل دل پر دورِ خزاں
اس اجڑے چمن کو تیرے سوا اب رشکِ گلستاں کون کرے

Marfat.com

یہ عشق کی منزل ہے اے دل کچھ کھیل نہیں ہے بچوں کا
خاروں سے الجھ کر صحرا میں خود چاک گریباں کون کرے
ہم خاک بھی ہو کر اے اظہر پہنچے نہ کسی کے دامن تک
جب وہ ہی بچائیں دامن کو پھر چاک بداماں کون کرے

بہت دن رہے ہم یہاں شاد ماں — مگر غم کا اب گھر ہے ہندوستاں
نہ محفوظ دولت نہ ہے آبرو — ہر اک شخص کی اب ہے خطرے میں جاں

رُباعی

دانش فریب خوردہ ہے اور کور چشم علم — تاریک ان کی نظروں میں نورِ سحر ہے آج
اہلِ خرد کی نظروں میں جو فعل عیب تھا — اہلِ جہاں کے سامنے وہ ہی ہنر ہے آج

جفائیں سینکڑوں جھیلیں زباں سے اُف نہ کی اظہر — محبت میں اگر ثابت قدم نکلے تو ہم نکلے

مدح بیجا نہیں افراطِ محبت کی دلیل — دوست وہ ہے جو ترے نقص بتائے تجھکو

ہیں دیکھی ہوئی میں نے ساقی کی آنکھیں — یہ دل شیخ و واعظ کا قائل نہیں ہے

عمر بھر گو مصیبتیں جھیلیں — حق ہستی مگر ادا نہ ہوا

اہلِ دنیا ز خدا عیش جہاں می طلبند — از خدا مردِ خدا عین خدا می خواہد

اے رشک خورشید قمر زلف و رخت شام و سحر — اے اختر تابندہ تر از آسمان کیستی

۱۔ آپ کے چار فرزندوں میں سے دو پاکستان میں فوت ہوئے۔ فرزند اکبر شفیق الدین (۱۸۹۵ء-۱۹۵۰ء) لاولد فوت ہوئے۔ خلف ثانی محمد اسحاق (۱۸۹۸ء-۱۹۵۰ء) محکمہ تعلیم میں مینول ٹریننگ انسٹرکٹر تھے ملتان

Marfat.com

میں انتقال ہوا۔ محمد اسحاق مرحوم کے دو فرزند ہیں: نورالحسن بی اے پاس ہیں۔ تنویرالحسن کسی انشورنس کمپنی کی شاخ کراچی میں سٹینوگرافر بتائے جاتے ہیں۔ (پتہ: ۵۵ نرائن نواس۔ نشکارپور کالونی۔ کراچی) تنویرالحسن کی بڑی بہن کنیز فاطمہ بی اے آنرز کی شادی آگرہ کے محمد اقبال صاحب بی کام سے ہوئی۔ خاوند بیوی آج کل یورپ میں ہیں۔ دوسری بہن خلیق فاطمہ سینئر کیمبرج پاس ہیں ان کی شادی ڈاکٹر ظفر احمد سے ہوئی

ب۔ منشی ضمیرالدین اظہر کے والد الحاج ڈاکٹر ظہورالدین ظہور (۱۸۵۳-۱۹۱۳ء) آگرہ میڈیکل سکول کے سندیافتہ تھے۔ پچیس سال فوج میں ڈاکٹر رہے۔ جن میں سے سولہ سال بنگال لانسرز کے ساتھ رہے ۱۸۹۷ء میں ریٹائر ہوئے اس رجمنٹ کے آفیسر کمانڈنگ کرنل رچرڈسن (بعد میں لفٹیننٹ جنرل سر جارج رچرڈسن) نے آپ کی سبکدوشی پر جو سند خوشنودی دی اسکے دو فقروں کا ترجمہ ہے:

"ظہورالدین کی حسن کارکردگی کو رجمنٹ نے اس طرح خراج تحسین دیا کہ پانچ سو روپے جمع کر کے انہیں ایک خلعت اور ایک گھڑی پیش کی۔ ہندوستان میں اپنے طویل عرصۂ ملازمت میں، میری یاد میں مجھے ایک بھی دیسی افسر نہیں ملا جس سے ہر مذہب کے لوگ اتنی محبت کرتے ہوں۔"

ملازمت سے سبکدوش ہو کر آپ رہتک میں پریکٹس کیا کرتے تھے اور افراد خاندان کا مفت علاج کرتے۔ جھجر بس سٹینڈ پر جو مسجد ہے وہ آپ کی زمین پر آپ کی مساعی سے تعمیر ہوئی اور مسجد ڈاکٹر ظہورالدین کے نام سے معروف ہوئی۔ آپ کی شخصیت بڑی ہی پر وقار تھی۔ دوہرا جسم۔ نورانی چہرہ۔ تنہائی پسند اور پابند اوقات تھے۔ نثر میں آپ کی کتاب آرائش دارین ہے جس کا مطبوعہ نسخہ آپ کے فرزند الحاج کبیرالدین احمد (۲۰) کے پاس ہے۔ یہ کتاب دہلی میں غالباً ۱۹۰۰ء میں طبع ہوئی۔ شعر گوئی کا مشغلہ بھی جاری رہتا۔ ظہور تخلص کرتے تھے۔

ڈاکٹر ظہورالدین کے والد بخشی مظہرالدین (متوفی ۱۸۶۷ء) دوجانہ میں بخشی تھے۔ آپ کے والد شاہ عیاذالدین تھے۔ ۲ رجمادی الثانی ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء کے ایک بیع نامہ میں لکھا ہے:

"حلیہ شاہ عیاذالدین ولد شاہ غیاث الدین قوم شیخ ساکن قصبہ رہتک، عمر شصت سال، پیشہ نوکری۔ گندم رنگ، فراخ پیشانی، کشادہ ابرو۔ میش چشم۔ بلند بینی۔ ریش و بروت ابلق۔ دراز قامت۔ فربہ اندام۔ مسہ بر رخسارہ"

مفتی عیاذالدین کا ۹ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ ۱۰ ستمبر ۱۸۶۳ء کو انتقال ہوا۔ مسکن رہتک تھا۔ آپ نے اپنے والد سے اجازت خلافت پائی۔ یہ اجازت نامہ ۲ شعبان ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۶ء کو تحریر ہوا۔ اور

Marfat.com

قاری وضاحت حسن (۶۷ ل) کے پاس ہے۔ مولانا حافظ الدینؒ شاہ عیاذ الدینؒ کے خلفاء میں سے تھے آپ پرگنہ رہتک کے مفتی تھے چنانچہ آپ کی دو مہریں ایک ہی تاریخ کے دو کاغذات پر میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہ دونوں کاغذ ۶ ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ ۱۲ جنوری ۱۸۱۰ء کو رہتک میں لکھے گئے۔ ان دو مہروں میں سے ایک چوکور مہر "عیاذ الدین مفتی ۱۲۲۲ھ" ہے اور دوسری گول کلاں مہر "عیاذ الدین مفتی دین احمد ۱۲۲۲ھ" ہے۔ گویا آپ بائیس سال کی عمر میں منصب افتاء پر فائز تھے اور اس وقت آپ کے والد اور دادا حیات تھے۔ محمد احسن الدین (۱۹۳ ڈ) کے پاس ۱۹ شعبان ۱۲۲۹ھ کا محررہ استشہاد نامہ ہے جس پر مہر ہے۔ "عیاذ الدین مفتی ۱۲۲۶ھ" احسن الدین کے پاس تین کاغذ اور ہیں۔ ۹ ذی الحجہ ۱۲۱۸ھ کی ایک تحریر کی رو سے مسمات رحمت النساء بنت شاہ بدرالدینؒ نے اپنی سونی پت کی زمینوں کو شاہ عیاذ الدین اور ان کے والد شاہ غیاث الدینؒ کو تفویض کیا۔ آٹھ آٹھ آنے کے دو سرکاری تمسکات پر آپ کا نام آیا ہے پہلا کاغذ ۱۹ اپریل ۱۸۴۲ء کا ہے اور دوسرا ۹ جون ۱۸۶۴ء کا ہے۔ تمام کاغذات میں عیاذ کی املا ذ سے ہے قانونِ سلوک صفحہ ۱۳۵ پر آپ کی یہ تاریخ وفات درج ہے جو غالباً مولوی عین الدین غمگین (۷۷ ب) کی لکھی ہوئی ہے۔

حسرت کہ قضا عیاذ دیں کرد | کو بود بملک معرفت شاہ
با غایت درد گفتہ ام سال | اے شاہ عیاذ دین حق آہ

۱۲۷۶ + ۴ = ۱۲۸۰ھ

مفتی شاہ عیاذ الدینؒ کے والد شاہ غیاث الدینؒ اپنے تایا حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکیؒ (باب ۳) کے خلیفہ و جانشین تھے اور صاحب دل، صاحب کمال اور صاحب تصنیفات بزرگ تھے (قانونِ سلوک ص ۱۲۷) ہماری نظر سے آپ کی کوئی تصنیف نہیں گزری۔ آپ کی لکھی ہوئی تاریخ ہائے وفات حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے ذکر میں درج کی جا چکی ہیں۔ وفات ۹ شعبان ۱۲۵۲ھ ۱۸۳۶ء کو ہوئی۔ مولوی عین الدین غمگین (۷۷ ب) نے تاریخ وفات کہی:

آں غیاث الدین شاہ ملکِ زہد | قلبِ من غمگین شد و زارید و گفت
از سرش بنواختہ تاج ممات | رونقِ خلد بریں۔ سالِ وفات

۱۲۵۲

شاہ غیاث الدینؒ کے والد شاہ غلام احمد الدینؒ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) کے چھوٹے بھائی تھے (تحریر شاہ غیاث الدین مملوکہ قاری وضاحت حسن نمبر ۶۷ ل) محمد احسن الدین (۱۹۳ ڈ) کے پاس

۱۹ رمضان ۱۲۲۰ھ ۱۱ دسمبر ۱۸۰۵ء کا ایک فرمانِ شاہی ہے۔ اس پر مستطیل مہر "محمد بخش خان بہادر ولد محمد عارف خان بہادر ۱۱۹۵" لگی ہوئی ہے۔ اسے ہم پورا نقل کرتے ہیں:

عاملان حال و استقبال پرگنہ رہتک مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد موضوح یوست کہ املاک شاہ غلام احمد الدین وغیرہ وارثان حقائق و معارف آگاہ مولوی شاہ بدرالدین چشتی قادری قدس سرہ در (؟) قصبہ و دیہات موضع کوتانہ و پارہ بموجب فرمان عالیشان و پروانہ حضور از قدیم مقرر و از ابواب نذرانہ سرکار و پنجم حصہ معاف و مرفوع القلم است لہٰذا اجرائے استحقاق حق نمودہ اراضی مذکور موافق ؟ ... قدیم معاف و واگزار نمودہ اند کہ سال بسال مصرف وارثان مذکور واگزارند و نوعی احکام معترض و مزاحمت نرسانند و مبلغ سی و شش روپیہ من جملہ نذرانہ سرکار موافق سال گذشتہ و حال معاف دانستہ باشند ......"

در موضع کوتانہ	در موضع پارہ
۱۸ بیگہ	۱۸ مت بیگہ

فی التاریخ نوازدہم (۱۹) شہر رمضان المبارک ۲۸ سنہ
موافق ۱۲۲۰ ہجری"

مولوی معین الدین غمگین (۷۷ ب) نے تاریخ وفات کہی:

غلام احمد الدین چوں زد نیا ۔۔۔ سوئے ملک بقا رفتہ بصد جاہ
دلِ غمگیں بہ تاریخش بنالید ۔۔۔ غلام احمد الدین آہ با آہ

۱۲۲۴ھ

آپ نے ۱۰ صفر ۱۲۲۴ھ ۸ دسمبر ۱۸۱۰ء کو وفات پائی۔ آپ کے والد شاہ اوحد مولوی بدرالدینؒ اور ان کے اجداد کا تذکرہ باب ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۶۰۔ کبیر الدین احمد (المولد ۱۸۹۶ء)

۱۵ ایچ ۔ مری روڈ ۔ راولپنڈی

الحاج ڈاکٹر کبیر الدین احمد ۱۹۳۰ء کے ایم بی راہو میں ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں میٹرک کیا۔ ۱۹۵۲ء تک جنرل ہیڈ کوارٹرز میں دہلی، شملہ اور راولپنڈی میں ملازم رہے اور ڈپٹی اسسٹنٹ ملٹری سیکرٹری کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ یہ منصب میجر کے عہدے کے برابر ہے۔ دورانِ ملازمت شکل و شباہت اور

وضع قطع سے ان میں اور کسی انگریز میں تمیز کرنا مشکل تھا مگر پابندِ صوم وصلوٰۃ ہمیشہ رہے۔ ریٹائر ہو کر مشرقی لباس اور مقطع ریش میں مشرقی نفاست کے ایک اعلیٰ نمونہ نظر آتے ہیں۔ تمام وقت ذکر واذکار اور تعلیم و تلقین میں گزرتا ہے۔ دراز قامت، متناسب اعضا، خوش رو اور خوش پوش بزرگ ہیں۔ صحت بھی اچھی ہے۔ بڑی بڑی آنکھیں، کشادہ پیشانی، رنگ گورا چٹا۔ اردو انگریزی خط نہایت پاکیزہ ہے اور قوتِ مشاہدہ غضب کی ہے۔

و۔ آپ کے خلفِ اکبر اظہر الدین احمد نسیم المولد ۱۹۱۵ء منسٹری آف ڈیفنس میں ایڈمنسٹریٹو آفیسر ہیں۔ دوسرے فرزند شمیم الدین احمد المولد ۱۹۲۷ء آجکل ڈھاکہ میں پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز (پی آئی اے) کے ڈسٹرکٹ میجر ہیں۔ لوزان (سوئٹزرلینڈ) کی ایک خاتون مس کیلہ سے شادی کی تھی۔ رشید شمیم احمد، ریاض ندیم احمد اور رضی الدین احمد تین فرزند بھی تولد ہوئے۔ مگر ۱۹۶۱ء میں اس خاتون کو طلاق دے دی۔ الحاج کبیر الدین احمد کے تیسرے فرزند معظم سلیم ۱۹۳۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں گارڈن کالج راولپنڈی سے بی۔ ایس۔ سی کیا۔ اس کالج کی کرکٹ کلب کے کیپٹن بھی رہے۔ اب لندن میں سلفر پیجز لمیٹڈ کمپنی میں آڈیٹر ہیں۔ وہاں کرکٹ بھی کھیلتے ہیں۔ آپ کے باقی تین فرزند ظفر عباس المولد ۱۹۳۷ء فرید الزمان المولد ۱۹۴۵ء اور فصیح الزمان المولد ۱۹۵۰ء ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔

۶۱۔ دبیر الدین احمد (المولد ۱۸۹۸ء)

خاندان کے جن افراد کے کردار کی عظمت سے راقم الحروف متاثر ہوا ان میں ایک آپ ہیں۔ طویل القامت، خوبرو اور خوش پوش اور خوش خصال ہیں۔ مساواتی قسم کے بزرگ نہیں۔ نہایت باضابطہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ میٹرک پاس ہیں۔ ریٹائر ہوتے وقت ڈپٹی کمشنر سرگودھا کے ہیڈ کلرک تھے۔ تمام مدت ملازمت نیک نامی میں گزاری۔ تنہائی پسند اور خاموش طبع ہیں۔ زیرِ مطالعہ تالیف کے لئے میں نے آپ کو خط لکھا تو مشفقانہ سرزنش ہوئی کہ "پدرم سلطان بود" کو چھوڑو اور کوئی تعمیری کام کرو اور یہ بھی بتا دیا کہ کیا کرو اور کس طرح کرو۔ جب میں سرگودھا جا کر آپ سے ملا تو طبعی شرافت سے مجبور ہو گئے اور اس سلسلہ میں جو کچھ آپ کے پاس تھا بلا تامل میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ ان میں اہم ترین چیز خاندان کا کتابی شکل میں نسب نامہ ہے۔ حکیم شکور الدین (۴۰ ب) کے پاس جو نسب نامہ تھا اسے نقل کر کے اس کی تکمیل کی اور اس کا مقابلہ کاغذات مال سے کیا۔ آپ کی موجودہ زوجہ یعنی راس مسعود کی تاج محمود اور ندیم پروینہ کی والدہ شاعرہ ہیں۔ انجم تخلص کرتی ہیں ساانجم معدیقی قلمی نام ہے۔ پورا کلام دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ صرف دو مطبوعہ نظمیں نظر سے گزری ہیں وہی درج ذیل ہیں:

Marfat.com

نعت

حبیب پاک سے میرا سلام کہہ دینا — جھکا کے سر کو بصد احترام کہہ دینا
یہ عرض اپنی ہے اے نیک نام کہہ دینا — ہے بے قرار کوئی تشنہ کام کہہ دینا
تمہاری یاد میں خیر الانام کہہ دینا

درِ حبیب پہ تم جا رہے ہو خوش ہو کر — تم اپنی آنکھ سے دیکھو گے روضۂ سرورؐ
مچل رہا ہے مرا دل تڑپ رہا ہے جگر — رسولؐ پاک ہو عاصی پہ بھی کرم کی نظر
جہاں میں آپؐ کا ہے فیضِ عام کہہ دینا

بلا بھی لیجئے عاصی کو اب تو روضہ پر — دکھا بھی دیجئے روئے جمال پر انور
ہٹا بھی دیجئے رُخ سے حجاب یا سرورؐ — بسر ہوں اب تو مدینہ میں اسکے شام و سحر
یہی ہے آرزو دل میں مدام کہہ دینا

بلایا آپؐ نے لاکھوں کو اپنی خدمت میں — مگر فراق ہی لکھا تھا اپنی قسمت میں
تڑپ رہی ہے شہ حضرت تمہاری فرقت میں — یہ غم ہے۔ دم نہ نکل جائے حیف حسرت میں
ہو اس کے آنے کا بھی انتظام کہہ دینا

تمہاری یاد میں یا شاہ زار زار ہے وہ — غمِ فراقِ مدینہ میں اشکبار ہے وہ
ہر ایک لحظہ و ہر دم بہ اضطرار ہے وہ — قسم خدا کی بلا لیجیے بے قرار ہے وہ
کہ اس غریب کا انجم ہے نام کہہ دینا

(منقول از ماہ نامہ حور عید نمبر ۱۹۵۲ء۔ ایک بند چھوڑ دیا گیا)

آہ قائدِ اعظمؒ (نصف)

اے قوم کے سردار مکرم و معظمؒ — اے قائدِ اعظمؒ
تو مردِ مجاہد تھا نہ بھولیں گے تجھے ہم — اے قائدِ اعظمؒ
دنیا میں تری موت سے کہرام مچا ہے — دل ڈوب رہا ہے
یہ صدمہ جانکاہ قیامت سے نہیں کم — اے قائدِ اعظمؒ
اس صدمۂ جانسوز سے ہر خورد و کلاں کا — ہر پیر و جواں کا
دل درد سے لبریز ہے اور چشم ہے پُرنم — اے قائدِ اعظمؒ
تونے کیا اس دور میں احسان یہ ہم پر — اے قوم کے رہبر

Marfat.com

ادنچا کیا اس دور میں اسلام کا پرچم — اے قائدِ اعظمؒ
انجم کی دعا ہے یہی اللہ سے ہر آن — اے مردِ مسلمان
مرقد پہ ترے بارشِ انوار ہو پیہم — اے قائدِ اعظمؒ

(منقول از رسالہ شاہد لاہور اشاعت ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

الف۔ دبیرالدین کے آٹھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر بشیرالدین ۱۹۱۹ء میں رہتک میں تولد ہوئے۔ تین سال میرے ہم جماعت رہے ہیں۔ محنتی اور شریف النفس ہیں۔ میٹرک پاس کر کے رہتک میں فوٹو گرافی کی دکان کھولی۔ اب کراچی میں یہی کام کر رہے ہیں۔ سیرت کمیٹی رہتک کے سیکرٹری بھی رہے۔ ۱۹۴۲ء میں جب راقم الحروف نے رہتک مسلم لیگ کی از سرِ نو تنظیم کی تو یہ میرے دستِ راست تھے اور جماعت کے سیکرٹری بنائے گئے۔ ۱۹۴۶ء میں "خلاف خضر وزارت تحریک" میں پیش پیش تھے اور ۱۹۴۷ء میں جب مسلمانوں کا خون پانی سے بھی زیادہ ارزاں تھا یہ ہماری مختصر سی گولہ بارود فیکٹری کے انچارج تھے۔

دبیرالدین کے دوسرے فرزند صمدالدین المولد ۱۹۲۲ء مالک فوٹو سنٹر حسین آگاہی روڈ ملتان ہیں (گھر ۳/۸۲۴ اچوڑی سرائے ملتان) ان کی سُریلی آواز آج بھی چوتھائی صدی بعد کانوں میں گونجتی ہے یہ نعتیں اور نظمیں پڑھ کر سحر خیزی کا پیغام پہنچاتے تھے۔ رہتک مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔

تیسرے فرزند سعیدالدین دفتر خزانہ سرگودھا میں کلرک ہیں۔ چوتھے فرزند زبیرالدین لاہور میں کسی اچھی ملازمت پر ہیں۔ پانچویں فرزند سلیم اظہر بی ایس سی انجینئرنگ بتائے جاتے ہیں۔ چھٹے فرزند حافظ راس مسعود کراچی میں کسی غیر ملکی فرم میں سٹینوگرافر ہیں۔ باقی دو فرزندوں کے نام تاج محمود اور ندیم پرویز ہیں۔ دبیرالدین کی پانچ زندہ دختروں میں سے ایک مس شمسہ خاتون بی اے بی ایڈ ہیں۔

(۶۲) نصیرالدین (المولد ۱۹۲۲ء)

لفٹننٹ کرنل نصیرالدین احمد معرفت آرڈیننس ڈائرکٹوریٹ جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی۔

خاندان سے پہلے فرد ہیں جو برطانوی عہد حکومت اور آزادی پاکستان کے بعد اس فوجی منصب تک پہنچے۔ پیدائش رہتک میں ہوئی۔

الف۔ آپ کے تین فرزند ہیں: پرویز اقبال ۱۹۵۰ء میں کراچی میں تولد ہوئے۔ سہیل احمد ۱۹۵۱ء میں راولپنڈی میں اور نسیم احمد ۱۹۵۳ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔

ب۔ آپ کے والد سفیرالدین (۱۸۹۹-۱۹۴۳ء) کا رہتک میں انتقال ہوا۔ ڈاک خانہ میں کلرک تھے مگر بڑی ہی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ رہتک میں سٹیج ڈرامہ کو آپ نے ہی مقبول بنایا۔ قد آور خوش شکل

Marfat.com

جسیم۔ فیاض۔ مہمان نواز ہر دلعزیز اور مجلسی انسان تھے۔

۶۳۔ ہمایوں فر (المولد ۱۹۳۵ء)

ٹھیکیداری کر رہے ہیں۔

۶۴۔ اثیر الدین (المولد ۱۹۰۱)

مکان نمبر ۱۰۷۳۔ پیپل ساون کپورہ۔ وارڈ نمبر ۴۔ ملتان

قد میانہ، دوہرا جسم، گوراچٹا رنگ۔ خاموش طبع اور صلح کل ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں میٹرک کیا۔ دبازار کلاں رہتک ہیں برانچ پوسٹ ماسٹر تھے۔ جوتوں کا اپنا کارخانہ بھی تھا۔ اب ملتان میں کاروبار کر رہے ہیں۔

۱۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر محمد اسلم بی۔ اے المولد ۱۹۳۰ء جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی میں اسسٹنٹ ہیں۔ خلف ثانی محمد محسن المولد ۱۹۳۴ء بی اے کرنے نہ پائے تھے کہ حبیب بنک ملتان میں اکاؤنٹنٹ لگ گئے۔ تیسرے فرزند مظہر جمیل المولد ۱۹۳۹ء میٹرک پاس ہیں اور اپنے والد کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں سب سے چھوٹے محمد حمید رضا المولد ۱۹۴۳ء ہیں۔

۶۵ عبیر الدین (المولد ۱۹۰۶ء)

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریلوے کراچی کے دفتر میں اکاؤنٹس برانچ میں ہیں۔ انہوں نے اپنے بڑے بھائی دبیر الدین کے فرزند اظہر الدین بی ایس سی اور دختر شمسہ خاتون بی اے۔ بی ایڈ کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا ہے۔

16 ــــــ اولاد مولوی امام الدینؒ بن شاہ احمد الدینؒ

مولانا حافظ الدین

زین العابدین — سید حسن شبّر

سلیم الدین (بن زین العابدین)

حبیب احمد (۶۶)

فیض الحسن (۶۷) — غلام ربانی (۶۸) (بن سید حسن شبّر)

۶۶۔ حبیب احمد

میانہ قد، جسم بھرا ہوا اور گورے چٹے تھے تعلیم و تدریس اور پیش امامی شغل رہا۔

ا۔ آپ کے تین فرزند ہیں: مطلوب احمد، محمد احمد اور خطیب احمد۔

ب۔ آپ کے والد مولوی سلیم الدین کا ۱۹۲۶ء میں رہتک میں انتقال ہوا۔ مدفن دوجانہ میں ہے۔ قلندری رنگ کے باکمال اور بڑے اسرار بزرگ تھے۔ کاٹھیاواڑ کے رؤسا آپ کے معتقد تھے۔ بھرت پور کے رئیس الف خاں بھی آپ کے متبعین میں سے تھے۔ رئیسانہ ٹھاٹھ سے رہتے۔ ایک وقت میں بیسیوں جوڑے جوتے ہوتے اور اتنی ہی شیروانیاں۔ علامہ عندلیب شادانی نے آپ پر ایک مضمون "مولوی سلیم الدین" لکھا تھا جو شائع بھی ہوا۔

مولوی سلیم الدین کے والد مولوی زین العابدین کا دوجانہ میں ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔ چندے رہتک کے بیوپاریوں کی مسجد میں پیش امام رہے۔ مگر عمر کا بڑا حصہ دوجانہ میں گزارا۔ بڑے خوش مذاق انسان تھے۔ آپ کے والد کا تذکرہ باب ۳ میں ہو چکا ہے۔

۶۷۔ فیض الحسن (۱۸۹۳-۱۹۵۱ء)

مہم میں پیدا ہوئے۔ دوجانہ میں کلام اللہ حفظ کیا۔ اور چودہ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لئے حجاز بھیج دیئے گئے۔ مدرسہ صولتیہ میں داخل ہو گئے۔ چندے بعد مدینہ منورہ جا کر شیخ السادات کے مدرسہ میں تعلیم پانے لگے۔ تین سال میں قرأت اور صرف و نحو کی ادھوری تعلیم پا کر دوجانہ آ گئے۔ رہتک کے مدرسہ خیر المعاد میں پڑھتے رہے پھر کانپور جا کر مولوی سلیمان صاحب سے دورہ حدیث کیا اور مولوی مشتاق احمد سے منطق پڑھی۔ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ مجاز تھے۔ بیعت ثانی حکیم شکور الدین (۵۰ ب) سے کی۔ آپ نے دوجانہ میں مدرسہ اقتداریہ قائم کیا۔ آزادی پاکستان کے بعد آپ کا قیام دوجانہ ہی میں رہا۔ وہیں

Marfat.com

انتقال ہوا۔ قاری فیض الحسن کی زندگی کا کارنامہ یہ ہے کہ موضع گڑھا ڈھجر اور دوجانہ کے درمیان کے مولاجاٹ ۱۹۴۷ء میں مرتد ہو گئے تھے۔ آپ نے انہیں پھر سے مسلمان کر کے پاکستان بھجوایا۔ اب یہ پینتیس گھر موضع جٹا والا گلزار پور ضلع ملتان میں رہتے ہیں۔ صوبہ دہلی میں نجف گڑھ کے قریب موضع دچاؤ کو بھی آپ نے پھر سے مسلمان کیا۔

۱۔ آپ کے اکلوتے فرزند قاری وضاحت حسن ۱۹۱۵ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ نام مادہ تاریخ پیدائش ہے (۱۳۳۳ھ) قرآن دوجانہ میں حفظ کیا۔ اور درس نظامی کی تکمیل رہتک کے مدرسہ خیر المعاد میں مولانا حامد علی سے کی۔ اپنے نانا حکیم مولوی شکور الدین (۴۸ ب) سے طب پڑھی۔ اپنے والد کے مرید خلیفہ مجاز ہیں۔ چاروں خانوادوں کی اجازت ہے مگر مرید صرف سلسلہ قادریہ میں کرتے ہیں۔

آپ کے تین فرزند ہیں: صباحت حسن، مبشر حسن اور مہدی حسن۔ (پتہ: مکان نمبر ۲۱ وارڈ نمبر ۲ چھجہ مہنوکا۔ ملتان شہر)

قاری وضاحت حسن کے پاس خاندان سے متعلق گراں قدر ذخیرہ ہے جس سے ہم نے اس کتاب کے بعض حصوں کی تیاری میں مدد لی ہے۔ آپ کے پاس جو اہم چیزیں ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ نسب نامہ مرتبہ محمد الیاس آثم (۷۳ ب)

۲۔ اوراد حبیبیہ مصنفہ الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی (باب ۲)

۳۔ قلمی نسخہ بلبل باغ نبی مصنفہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵)

۴۔ وہ خلافت نامے اور اجازت نامے، تبرکات اور قلمی نسخے جو شاہ بدر الدینؒ (باب ۳)، شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳)، شاہ غیاث الدینؒ (۹۵ ب) مولوی امام الدینؒ (باب ۳) شاہ عیاذ الدینؒ (۹۵ ب) اور مولانا حافظ الدینؒ (باب ۳) کو اپنے مرشدین سے ملے۔ اور جو انہوں نے اپنے خلفاء کو دیئے۔

۵۔ لطائف المریدین مصنفہ شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳)

۶۔ خانوادہ افضلیہ الہ آباد یہ کی کئی قلمی کتابیں۔

۷۔ مولوی امام الدینؒ (باب ۳) کے تحریر کردہ ستر رسائل۔

۸۔ بیاض قاری فیض الحسن۔

۹۔ شاہ بدر الدینؒ (باب ۳) کا کرتہ

۱۰۔ شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) کی دو ٹوپیاں اور ایک جبہ۔

Marfat.com

۱۱- مولوی امام الدین کے رپا پوش۔

۱۲- مولانا حافظ الدین (باب ۳) کا عربی میں روزنامچہ۔

---

۶۷ ب- قاری فیض الحسن کے والد الحاج مولانا قاری سید حسن شبّیر ۹ محرم ۱۳۲۷ھ ۱۹۱۸ء کو دوجانہ میں فوت ہوئے۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ دوجانہ میں مولانا حافظ الدینؒ (باب ۳) کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد کے اندر تمام طغرے آپ کے ہاتھ کے ہیں۔ مکہ معظمہ میں سات سال رہ کر قاری عبداللہ مصری سے قرأت سبع کی تکمیل کی اور وہ نام پیدا کیا کہ تمام برِّ صغیر میں ایک دو قاری آپ کے ہم پلّہ ہوں گے۔ کچھ عرصہ کانپور میں قیام رہا۔ یہاں پانچ سو طلبا تجوید قرآن کیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں زیادہ ممتاز مولوی مشتاق احمد کانپوری تھے جو بعد میں اجمیر اور کلکتہ کے کالجوں میں پڑھاتے رہے۔ اپنے والد الحاج مولانا حافظ الدین (باب ۳) کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ اردو اور عربی میں شعر کہہ لیا کرتے تھے) اپنے خسر حکیم مولانا علاؤالدین (۵۰ ا ب) کی وفات پر جو عربی میں قطعہ تاریخ کہا وہ اگلے باب میں درج ہوگا۔ قاری تخلص کرتے تھے۔ ایک غزل کا مقطع ہے۔

وعدہ تھا سرِ شام کہ رات آگئی قاری　　اس رشکِ قمر نے کہیں دھوکا نہ دیا ہو

نعت

جو رتبہ کہ آپ نے پایا ہے کوئی اور وہ پانا کیا جانے
اور جن کو خدا نے پڑھایا ہے کوئی ان کو پڑھانا کیا جانے

گو آپ نبی اُمّی ہیں اور صاحبِ علم لدنّی ہیں
اور مبلغ حکمت کلی ہیں کوئی ان کا فسانہ کیا جانے

جو تجھ پہ فدا ہو عشق اتم تیری دید کا شوق ہو اس کو بہم
اور آنکھیں بچھائیں زیرِ قدم وہ فرش بچھانا کیا جانے

جو بلبل گلشن یثرب ہے وہ عاشق غنچہ و گل کب ہے
شیدائے مدینہ بدل جب ہے وہ اور ٹھکانا کیا جانے

اے ختمِ رسل اے فخرِ امم، اے فیض رسا اے ابر نعم
جز تیرے کوئی اے بحرِ کرم کوثر کا پلانا کیا جانے

گو آدمِ ثانی نوح ہوئے پر اپنی ہی کشتی لے کے تِرے
کونین کا بیڑا غیر ترے کوئی پار لگانا کیا جانے

کوئی لایا زبور، انجیل کوئی، توریت کتاب کسی کو ملی
پر تیرے سوا کوئی اور نبی قرآن کا لانا کیا جانے
گو محفل مدح میں نغمہ سرا ہیں اور ہزاروں خوش لہجہ
پر لطف فزا کوئی قاری سا ہاں نعت سنانا کیا جانے

الحاج قاری سید حسن شبر کے چھوٹے بھائی مولوی سید حسین شبیر کا رہتک میں ۱۱ رجب ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء کو انتقال ہوا۔ مرقد پہ مسقف مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ ریلوے مال گودام کے نزدیک بیری والی سڑک پر ہے شریعت کے بڑے پابند تھے۔ شہر کے بیوپاری آپ کے مرید تھے۔ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خود نیک تھے اور دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے۔ انتقال ہوا تو آپ کا جنازہ تمام شہر میں لے جایا گیا۔ ایسا پہلے یا بعد میں کبھی نہیں ہوا۔ اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔

قاضی سید حسن شبر کے والد مولانا حافظ الدینؒ کا باب ۳ میں ذکر آچکا ہے

(۶۸) غلام ربانی

کراچی میں رہتے ہیں۔

(۱) آپ کے دو فرزند ہیں۔

Marfat.com

17— اولاد مولوی بہاءالدین بن شاہ احمدالدینؒ

- سدیدالدین
  - مفیدالدین (۶۹)
  - مستفیدالدین (۷۰)
- ناصرالدین
  - محفوظ علی
    - مقصود علی (۷۱)

۶۹- مفیدالدین (المولود ۱۹۰۲ء)

۲۷ گوردنانک روڈ کرشن نگر-لاہور

اکہرا جسم، متوسط قامت، حلیم الطبع اور نیک نفس ہیں۔ پیدائش رہتک میں ہوئی مگر بچپن اور جوانی اجمیر میں گزرے۔ ریلوے دفتر میں ملازم تھے۔ قیامِ پاکستان پر لاہور آئے اور ریلوے ہیڈ کوارٹرز سے آفس سپرنٹنڈنٹ کے منصب سے ریٹائر ہوئے اور اب واپڈا کے اکاؤنٹس آفس میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔

ل- آپ کے چار فرزند ہیں: بڑے لڑکے وحید الدین ۱۹۲۳ء میں مہم میں پیدا ہوئے۔ کہیں ہیڈ ڈرافٹسمین ہیں۔ دوسرے عبیدالدین ۱۹۲۱ء میں اجمیر میں پیدا ہوئے۔ تیسرے فرزند سعیدالدین ۱۹۲۳ء اجمیر میں پیدا ہوئے واپڈا میں کلرک ہیں۔ چوتھے فرزند صلاح الدین ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔

ب- آپ کے والد پروفیسر مولوی سدیدالدین (۱۸۶۹-۱۹۰۹ء) دوجانہ میں تولد ہوئے ۱۸۷۹ء میں مدرسۃ الاسلام دہلی سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۸۸۳ء میں آپ سینٹ جان کالج آگرہ میں شعبۂ السنۂ شرقیہ کے صدر مقرر ہوئے۔ قیامِ آگرہ کے دوران ۱۸۸۵ء میں آپ نے انگریزی مڈل کیا اور نجی طور پر انگریزی پر عبور حاصل کر لیا۔ آپ انگریزوں کو بھی اُردو اور فارسی پڑھاتے رہے۔ ۱۸۹۸ء میں آپ گورنمنٹ کالج اجمیر میں صدر شعبہ السنہ شرقیہ مقرر ہوئے اور پھر اجمیر کے ہو رہے۔ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کے خلفِ اکبر مفیدالدین کے پاس آپ کی بعض سندیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا محکمہ میں بڑا احترام تھا اور آپ نے متعدد درسی کتب لکھیں جن میں تعلیم الفارسی کے دو حصے تھے۔ خزانہ لغت کے نام سے آپ نے ایک اُردو لغت تدوین کی جس کا پہلا حصہ طبع ہو چکا تھا دوسرا حصہ طباعت کے لئے تیار تھا کہ موت نے مہلت نہ دی۔ شاہ غلام جیلانیؒ (دیکھیے ۳) کی چوپائیاں سلوک آپ نے پہلی بار طبع کرائی ہیں۔ شعرگوئی کا شوق بھی تھا۔ قریشی تخلص کرتے تھے۔ العارفین کے نام سے ایک مثنوی کہی جس میں قرآن اور احادیث کے بعض حصوں کو نظم کیا۔ ہماری نظر سے آپ کی کوئی تصنیف نہیں گزری۔

Marfat.com

وفات اجمیر میں ہوئی۔

پروفیسر سدید الدین کے والد مولوی بہاء الدین کا دوجانہ میں ۱۵ ذالحجہ ۱۳۰۲ھ ۱۵ ستمبر ۱۸۸۵ء کو انتقال ہوا جہاں آپ زینت بخش مسند رشد و ہدایت تھے۔ مولوی بہاء الدین کے والد شاہ غلام احمد الدینؒ کا حال اسی باب میں نمبر ۵۹ ب پر ملاحظہ ہو۔

۷۰۔ مستفید الدین (المولد ۱۹۰۳ء)

مکان نمبر ۵۳۹ وارڈ نمبر ۴ بنگلہ سیوارام ملتان۔

بڑے ہی ماہر خیاط ہیں مگر مدت ہوئی اس کام کو چھوڑ دیا۔ رہتک سے ہجرت کر کے ملتان آئے

ا۔ توحید الدین، توقیر الدین اور محمد یوسف آپ کے فرزند ہیں۔

۷۱۔ مقصود علی

ان کی بابت صرف اس قدر معلوم ہے کہ عمر ۵۰ سال سے کم ہے اور فوج میں ملازم ہیں۔

ب۔ آپ کے والد محفوظ علی کا دہلی ہیں اور دادا حافظ ناصر الدین کا دوجانہ میں انتقال ہوا۔ حافظ ناصر الدین کے والد مولوی بہاء الدین اور ان کے اجداد کا تذکرہ ۶۹ ب نمبر پہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

18 ـــــ اولاد مولوی سعید الدین بن غلام سرور الدین

- رشید الدین
  - نعیم الدین
    - قیام الدین (۴۲)
- فرید الدین
  - محمد الیاس
    - سرور سعید (۴۳)
  - شمس الاسلام (۴۴)

۴۲۔ قیام الدین (المولد ۱۹۱۲ء)

کراچی میں موٹر ڈرائیور ہیں۔

ا۔ سلیم الدین، خورشید انور، شمیم الدین اور حبیب الرحمٰن آپ کے چار فرزند ہیں۔

ب۔ آپ کے والد نعیم الدین فارسی کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ بیعت بھی کرتے تھے۔ قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری میں کسی جاگیردار کے ہاں ملازم رہے۔ گوہاٹہ ٹرانسپورٹ میں آفس کلرک بھی رہے پھر دہلی میں تجارت کی۔

پ۔ نعیم الدین کے والد مولوی رشید الدین کا ۲۴ر جولائی ۱۹۲۷ء کو دان پور میں انتقال ہوا۔ ریاست دان پور ضلع علی گڑھ میں ہے۔ وہاں ہیڈ مولوی اور مہتمم توشہ خانہ تھے۔ اچھے تعلیم یافتہ تھے۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ آپ کے والد سعید الدین کا رہتک میں ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو انتقال ہوا اور ان کے والد شاہ غلام سرور الدین کا کرنال میں ۲۹ ر ذیقعد ۱۲۷۵ھ ۳۰ جون ۱۸۵۹ء کو انتقال ہوا۔ دفن رہتک میں ہوئے۔ محمد احسن الدین (۱۹۳ ر) کے پاس ۹ ر اپریل ۱۸۴۲ء کا آٹھ آنے والا سرکاری تمسک ہے۔ جس کے متن میں آپ کا نام آیا ہے نیز اس تمسک پر آپ کے دستخط "غلام سرور الدین" ہیں۔ ہمارے پاس ۲۲ جمادی الاول ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء کی ایک تحریر پر آپ کی مُہر "غلام سرور الدین ۱۲۱۹" لگی ہوئی ہے۔ ۵ ر مارچ ۱۹۶۷ء کے رسالہ لیل و نہار لاہور میں بذل حق محمود کا مضمون "مثنوی آبلہ حرارت عشق" شائع ہوا۔ اس میں صاحب مضمون لکھتے ہیں: "اردو میں ہیر رانجھا کا ایک قصہ غلام سرور الدین نے لکھا۔ وہ رہتک کے سررشتہ دار تھے اور ان کے قصے کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ اس کی کتابت ۱۸۵۰ء میں مکمل ہوئی۔"

غلام سرور الدین کے والد الحاج شاہ شجاع الدین کا انتقال ۲۳ ر رمضان ۱۲۴۸ھ ۱۳ ر فروری ۱۸۳۳ء کو ہوا۔ "محو ذات ایزدی والا پاک" مادہ تاریخ وفات ہے۔ احسن الدین (۱۹۳ ر) کے پاس

Marfat.com

دو کاغذات ہیں جن میں آپ کا نام آیا ہے۔ ایک کاغذ زرعی زمین سے تعلق ہے۔ اور ۲۰ شعبان ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۸ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے متن میں آپ کا نام شجاع الدین آیا ہے۔ دوسرا کاغذ ۹ اپریل ۱۸۴۴ء کا ہے۔ اس پر آپ کی مربع مہر "شجاع الدین ۱۲۳۶" لگی ہوئی ہے۔ ہمارے پاس ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ ۱۸۱۰ء کی ایک تحریر ہے جس پر آپ کے دستخط گواہ شد حاجی شجاع الدین ولد مولوی شاہ بدر الدین چشتی القادری قدس سرہٗ ہیں۔ شاہ بدر الدینؒ کا حال باب ۳ میں ملاحظہ ہو۔

۷۳۔ سرور سعید

۱۹۴۲ء میں دہلی میں تولد ہوئے۔ کراچی میں رہتے ہیں۔

ب۔ آپ کے والد محمد الیاس آثم کا قد لمبا تھا اور جسم دبلا، کشادہ پیشانی تھی۔ حلقۂ احباب بڑا وسیع تھا۔ رہتک میں پیدا ہوئے۔ کرنال میں تعلیم پائی۔ دہلی کی جامع مسجد کمیٹی کے خزانچی تھے۔ اجرت پر کتابت پینٹنگ اور نقشہ نویسی بھی کر لیا کرتے تھے۔ متین اور محتاط تھے۔ آپ کو خاندان میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے خاندان کے شجرے کی تکمیل کر کے اسے ۱۹۳۵ء میں شائع کرایا۔ یہ مطبوعہ شجرہ ۲۰"×۳۰" سائز پر تھا۔ اس میں صرف ذکور کے نام آئے تھے۔ حکیم شکور الدین (م ۱۹۸۰ء) کے ایما پر آپ نے خاندان کا نسب نامہ بھی تیار کیا۔ اس نسب نامہ کی تفصیل اس کتاب کے آخری باب میں آئے گی۔ آپ کا لکھا ہوا نسب نامہ اب قاری وضاحت حسن (۶۷) کے پاس ہے۔ ہمیں آپ کے کلام میں سے ایک رباعی اور ایک تضمین ملی ہے۔ تضمین کا ایک بند ہے۔

تضمین بر نعتِ احمد

ہر ایک درد کی دنیا میں جو دوا ہوگی	وہ الفت آپکی اے رحمتِ خدا ہوگی
تمہیں سے حاجتِ ہر دو جہاں روا ہوگی	نگاہ مہر تمہاری جدھر ذرا ہوگی

وہ الفت آپ کی اے رحمتِ خدا ہوگی

رباعی

پھول ہنستے ہیں تو روتا ہوں بہنگام بہار	کاش معلوم نہ ہوتا مجھے انجامِ بہار
لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی ہے	میں سمجھتا ہوں کہ گلشن پہ ہے الزامِ بہار

محمد الیاس آثم کے والد فرید الدین (م ۱۸۷۰ - ۱۹۲۹ء) نے عربی اور فارسی کی تعلیم ٹونک اور اجمیر میں پائی۔ عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ عاجز تخلص تھا۔ بڑے مخیر تھے۔ طوائف اور بے سہارا لوگوں کا اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے نکاح کرا دیا کرتے تھے۔ آپ کے والد

Marfat.com

مولوی سعید الدین کا ذکر نمبر ۲۷ ب پر آچکا ہے۔

۴۷۔ شمس الاسلام (المولد ۱۹۰۵ء)

گلی حکیم شمس الاسلام وارڈ نمبر ۲ کپ بازار ملتان

نویں جماعت پاس کر کے مسجد فتح پوری دہلی میں آٹھ سال تک عربی اور فارسی پڑھی۔ پھر چار سال تک طبیہ کالج دہلی میں پڑھتے رہے اور ۱۹۲۸ء میں سند فراغت لی۔ دس سال تک میونسپل کمیٹی رہتک میں بطور طبیب ملازم رہے اور پھر قیام پاکستان تک رہتک میں طبابت کرتے رہے۔ انیس سال تک رہتک ضلع کی طبیہ کمیٹی کے صدر رہے۔ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ رہتک آٹھ سال تک فعال رہی۔ اس کی عاملہ کے رکن تھے۔ دس سال مدرسہ خیر المعاد کی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری رہے اور اتنی ہی مدت سیرت کمیٹی رہتک کے سیکرٹری رہے اور ۳۵ - ۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ رہتک کے سیکرٹری رہے۔ آپ کو اولیاء اللہ کے عرسوں سے خاص دلچسپی ہے۔ لوگوں کو عرسوں میں شرکت پر آمادہ کرنے کے لئے آپ نے ایک انجمن خدام الاولیاء قائم کی جس کے دو سال تک منتظم اعلیٰ رہے آپ رہتک کی نماز کمیٹی کے بھی سرگرم کارکن رہے۔ تاریخ و ادب کا اچھا ذوق پایا ہے۔ رہتک کے میونسپل ہال میں بزم ادب کے زیر اہتمام مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ آپ پانچ سال تک بحیثیت سیکرٹری ان مشاعروں کا انتظام کرتے رہے۔ خود بھی شاعر ہیں۔

رہتک سے ہجرت کر کے حکیم شمس الاسلام ۱۹۴۷ء میں ملتان آئے۔ یہاں تین سال تک انجمن صدیقیاں کے سیکرٹری رہے۔ اس کے بعد پے در پے ایسے حالات سے دوچار ہوئے کہ خدمت ملی کا جذبہ سرد پڑ گیا۔

د۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ خلف اکبر ضیاء الاسلام ۱۹۳۲ء میں رہتک میں تولد ہوئے اور اب سٹیٹ بنک آف پاکستان کراچی میں فرسٹ گریڈ کلرک ہیں۔ دوسرے فرزند نظر الاسلام ۱۹۴۳ء میں رہتک میں اور تیسرے فرزند عارف الاسلام ۱۹۵۱ء میں ملتان میں تولد ہوئے۔

Marfat.com

۱۹ ــــــ اولاد حافظ تاج الدین بن شاہ غلام سرور الدین

نفیس الدین ــ خلیل الدین (۷۶)

کفیل احمد (۷۵)

۷۵۔ کفیل احمد (المولد ۱۹۱۱ء)

بیت الحبیب ۔ ۱۰/۵ ۱۱ سی ۔ ملیر کالونی ۔ کراچی ۲۷

میری بار بار درخواست پر الحاج کفیل احمد الماس بمانی نے اپنی حیات کے یہ مختصر حالات لکھ کر بھیجے : "ناچیز راقم الحروف ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں بمقام قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری اودھ (الہند) میں تولد ہوا۔ دینیاتی اور مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ٹیکنیکل لائن اختیار کی۔ تعلیم رہتک دستکاری سکول، آرٹ سکول جے پور، ٹیکنیکل سکول لدھیانہ اور اسلامیہ ہائی سکول لدھیانہ وغیرہ میں حاصل کرنے کے بعد سنہ ۱۹۴۲ء میں دہلی میں پولیٹکنک میں فٹر انسٹرکٹر کا امتحان پاس کیا۔ میکینک کورس جبل پور سنہ ۱۹۴۱ء و سپیشل امتحان سنہ ۱۹۴۴ء میں بمقام متھرا پاس کیا۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ٹوٹے پھوٹے اشعار کا شوق ہوا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں نادرات جمع کرنے کا شوق و انساب ظاہر ہوا۔ سنہ ۱۹۱۹ء سے قبل تقسیم یعنی سنہ ۱۹۴۷ء تک متحدہ ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مقامات کا سفر کیا۔ سنہ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں سفر حجاز کیا۔ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء میں لدھیانہ سے کراچی اور یہاں سے فروری کے اول ہفتہ میں رحمانی جہاز براستہ سمندر جدہ یہاں سے مکہ معظمہ اور پھر حج و زیارت بیت اللہ شریف سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پھر جون میں بذریعہ جہاز علوی کراچی آکر اترے اور لدھیانہ پہنچے۔ اسکے بعد سنہ ۱۹۳۴ء کے آخیر میں بمقام جے پور مرحومہ امتہ الحبیب سے عقد ہوا جس کا شجرہ الماس میں بھی ذکر ہے۔ مرحومہ کے شکم سے ایک دختر عقیل النساء زندہ و سلامت موجود ہے جس کی اکتوبر سنہ ۱۹۵۹ء میں میاں جمیل احمد پسر سید احمد سے شادی کر دی ہے۔ یہ لوگ ریاست ٹونک کے رہنے والے ہیں اور سید کہلاتے ہیں۔ میری نظر سے ابھی ان کا شجرہ نسب نہیں گزرا جمیل میاں عزیز الدین (۱۱ شجرہ الماس) کے سالے ہوتے ہیں۔ امتہ الحبیب مرحومہ کا بعمر ۴۲ سال ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں بمقام کراچی انتقال ہوا اور والدہ محترمہ جنابہ محمودہ بیگم کا بعد قیام پاکستان بعمر ۵۳ سال سنہ ۱۳۶۶ھ میں بمقام لاہور انتقال ہوا۔ سفر حج کے علاوہ جدہ سے مکہ معظمہ آنا جانا۔ مکہ معظمہ سے عرفات آنا جانا و مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ اور وہاں سے جدہ سب پیدل سفر کیا۔

Marfat.com

ملازمت، عرصہ پانچ چھ سال تک لدھیانہ میں حاجی محمد اسمٰعیل عبدالحق صاحب کی فرم میں منتظم و منشی رہا۔ جنوری ۱۹۳۴ء میں وہاں سے ملازمت چھوڑ دی۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۱ء تک گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں لائبریری اسسٹنٹ کے عہدے پر تعین رہا۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک وار سروس میں رہا اور مختلف مقامات مثلاً جالندھر، لاہور، انبالہ، سہارنپور، فیروزپور، جبل پور، بیکانیر، گورکھپور، دہلی وغیرہ میں مختلف اوقات میں فٹر انسٹرکٹر، سپروائزر اور انچارج ٹریننگ سنٹر رہا۔ ریلوے انجن ڈرائیوری کی تربیت بھی حاصل کی، بوقت تقسیم ہند ۱۹۴۷ء میں پی۔ ڈبلیو ڈی جے پور میں تھا۔ فرنیچر سیکشن میں منتظم۔

نومبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آگیا تھا۔ اس کے بعد آتا جاتا رہا اور ستمبر ۱۹۴۸ء کے بعد پھر ہندوستان نہیں گیا اور جب سے یہاں کراچی میں مقیم ہوں۔ ۱۹۵۱ء تک کراچی میں پیرا ماؤنٹ بس سروس میں انسپکٹر انچارج اور ایم یوسف اینڈ کمپنی میں فروٹ وغیرہ سپلائی کرنے پر پاکستان افواج کو منتظم رہا۔ زندگی بھر ملازمت کے ساتھ تحریر و تصنیف و سکے وغیرہ جمع کرنے کا شوق تو تھا ہی لیکن تجارت کا سلسلہ بھی رہا۔ زندگی میں دو ہزار پرانے و مختلف ممالک کے سکے (coins) جمع کیے۔ ساڑھے پانچ سو کے قریب نیشنل میوزیم پاکستان کو پہلے سکے دیئے تھے اور ساڑھے سات سو اب دیئے ہیں حکومت پاکستان کراچی کو، مئی ۱۹۵۲ء میں پہلا اور نومبر ۱۹۵۲ء میں دوسرا چشم چپ کا اپریشن ہوا اور پھر جنوری ۱۹۵۵ء میں چشم راست کا جناح اسپتال کراچی میں پہلے صحت میری اچھی تھی ۱۹۳۶ء میں اتفاقیہ لدھیانہ میں میرے دوست سردار محمد اسمٰعیل خاں ایم اے۔ یہ پوپل زئی خاندان سے تھے بعد میں تحصیلدار ہو گئے۔ ان کی بیوی مرحومہ کو بسبب مرض مہلک ایک پونڈ خون دیا تھا اس وقت سے صحت جھٹک گئی تھی۔ بیوی کا انتقال، امراضِ چشم یہ چیزیں اور اس پریشانی کا سبب بنیں۔ سردار اسمٰعیل خاں کے ایک بھائی سردار محمد جمیل خاں بھی تھے۔ معلوم ہی نہیں یہ لوگ کہاں ہیں۔ ناچیز الماس بیانی ۲۸/۱۲/۱۹۶۰

علاوہ ازیں الماس بیانی نے اپنا کچھ کلام بھی ارسال فرمایا تھا اور بعد میں ایک طویل منظوم خط بھی راقم کے نام بھیجا۔ آپ کے مرتبہ شجرۂ الماس پر اس کتاب کے آخری باب میں بحث ہو گی۔

و۔ آپ کے ابھی تک کوئی اولادِ نرینہ نہیں۔

ب۔ آپ کے والد حافظ مولوی نفیس الدین (۱۸۶۷–۱۹۲۵ء) الملقب بہ ابوسراج مُنی المعروف بہ عالم صاحب و مولوی درے باز۔ ہاتھ میں لمبا سا عصا رکھتے اور سیاہ کپڑوں میں ملبوس رہتے۔ بھوپال میں تولد ہوئے۔ قرآن حفظ کیا اور دیوبند سے سندِ فراغت ملی اور بھوپال کی فوج میں رسالدار ہو گئے۔

Marfat.com

مولانا وجیہ الدین کے مرید و خلیفہ تھے پیر و مرشد کے ایما پر ملازمت ترک کر دی۔ اور مبلغ اسلام بن گئے۔ سیاحت کا شوق تھا، قیام دہلی، رہتک اور بجے پور میں رہا۔ تحریک خلافت میں عملی حصّہ لیا اور اسیر فرنگ ہوئے۔ عمر کی پچاسویں بہار میں قصبہ بانگر مئو ضلع اناؤ (یو پی۔ انڈیا) میں انتقال ہوا۔ وہیں جامع مسجد میں مزار ہے۔

حافظ مولوی نفیس الدین کے والد الحاج حافظ تاج الدین کا بھوپال میں ۴ ستمبر ۱۹۰۵ء کو انتقال ہوا۔ جہاں آپ تحصیلدار تھے۔ ان کے والد غلام سرور الدین کا حال نمبر ۲، ب پر ملاحظہ ہو۔

۷۴۔ غلیل الدین آزاد صمدانی (۱۸۹۲ء-۱۹۵۷ء)

بھوپال میں تولد ہوئے جہاں آپ کے والد تحصیلدار تھے۔ انہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابھی دس برس کے تھے کہ پدر بزرگوار کے سایہ سے محروم ہو گئے اور دورِ عسرت شروع ہوا۔ بھوپال میں مولانا ذوالفقار احمد اور مولانا محمد یوسف محدث اور کانپور میں مولانا مشتاق احمد بن مولانا احمد حسن سے حدیث و منطق پڑھی۔ مسجد فتح پوری دہلی میں بھی حدیث و فقہ کی تعلیم پائی۔

مالی حالت ناتسلی بخش تھی۔ بھرت پور کی پولیس میں کانسٹیبل بھرتی ہوئے اور ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر ہو گئے۔ مگر کسی قسم کی پابندی آپ کی افتادِ طبع کے خلاف تھی۔ ترک ملازمت کر کے ملی کارکن بن گئے۔ آریہ سماج نے شدھی سنگھٹن چلائی ہوئی تھی۔ اور مسلمانوں کو مرتد بنایا جا رہا تھا آپ نے جا بجا آریاؤں سے مناظرے کئے۔ تبلیغی سلسلہ میں عدن اور افریقہ بھی گئے۔ تحریک خلافت میں باندہ جیل میں قید رہے۔ ۱۹۳۱ء میں ایک سال کے لئے ہوٹل بھی کھولا۔ مسلم لیگ نے تحریک پاکستان شروع کی تو آپ اس کے پُرجوش مبلغ بن گئے۔ مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا عبد الحامد بدایونی کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اسی سلسلہ میں ہردوئی (یو پی) کی جیل میں قید بھی رہے۔

آپ کی زندگی مجاہد کی سی زندگی تھی۔ ہمیشہ گھر سے باہر رہتے۔ گھر تو یونہی سال دو سال میں چکر لگا جاتے۔ مریدوں کی تعلیم کے لئے اکثر بمبئی اور گجرات کاٹھیاواڑ میں رہتے اور تبلیغی و سیاسی سلسلہ میں جگہ جگہ جاتے۔ ۱۹۱۹ء میں مولانا محمد احمد امین گورکھپوری سے خرقۂ خلافت پایا۔ شاہ علی حسین سے بھی بیعت تھے جنہوں نے آپ کا نام غلیل اللہ شاہ رکھا اور صمدانی لقب دیا۔

قیام پاکستان کے وقت آپ کی سکونت ہردوئی (یو پی) میں تھی۔ صوبائی حکومت نے آپ کی گرفتاری کے وارنٹ نکالے ہوئے تھے۔ آپ بچ بچا کر تن تنہا راولپنڈی چلے آئے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ مری کے آنریری ری ہیبلی ٹیشن آفیسر تھے اور نواب افتخار حسین ممدوٹ وزیر اعظم پنجاب کے ساتھ دوروں میں

Marfat.com

تقاریر کرتے۔ ۱۹۴۹ء میں اپنے بیوی بچوں کو لینے کے لئے بمبئی کے راستے ہندوستان گئے۔ بمبئی میں آپ وٹ لئے گئے۔ اور آپ پر قاتلانہ حملہ ہؤا ساتھ مسٹر ابراہیم اسمٰعیل چندریگر کے فرزند کے ہمراہ پاکستان آگئے آپ کے بیوی بچوں نے یہ خبر اخبار میں پڑھی اور وہ بھی پاکستان آگئے۔ آپ ان سب کو لے کر ملتان چلے گئے جہاں آپ کا انتقال ہؤا۔

چھ فٹ سے نکلتا ہؤا قد تھا۔ آواز گرجدار تھی۔ خلافت اور تحریک پاکستان کے حق میں آپ کے مضامین اخبارات میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ اعلیٰ ادبی ذوق پایا تھا۔ شعر گوئی پر قدرت حاصل تھی۔ خلیل اور آزاد تخلص کرتے۔ ۱۹۴۱ء سے پہلے کا کلام ضائع ہو چکا ہے۔ بعد کے کلام کا نمونہ آپ کی بیاض سے انتخاب کر کے لکھا جا رہا ہے۔ یہ بیاض آپ کے فرزند جمیل احمد کے پاس ملتان میں ہے۔

غزل

نہیں رہا تنِ عاشق میں گو کہ دم باقی — مگر ہے دل میں ابھی سوزشِ الم باقی
عدو کا گریہ غم بھی خوشی کے آنسو ہوں — مری مسرتِ خنداں میں لاکھوں غم باقی
سہر نیاز ہے سجدے میں ایک مدت سے — مگر ہے دل میں پرستاری صنم باقی
جنابِ شیخ کا رشتہ ہؤا برہمن سے — مگر ہے چشمک بتخانہ و حرم باقی
وہی ہے میکدہ، ساقی وہی ہے مے بھی وہی — نہیں ہے میکشوں میں آج کیف و کم باقی

یہ نامرادی شبِ غم کی اے معاذ اللہ
نہیں دعا کا بھی پیشِ خدا بھرم باقی

متفرق اشعار

آئینِ محبت سے نہ ہو کچھ جسے نسبت — تو ایسی خرد سے مجھے بیگانہ بنا دے

کیسا غمِ فراق امید وصال کیا — ہم نے تو اپنے آپ کو بھی اب بھلا دیا

حضرتِ عشق کا گھر دل پہ کرم ہو جائے — آرزو مرگ کی ہو جینے کا غم ہو جائے

قدم جب سے رکھا ہے راہِ وفا میں — اب ہر راہ کو بے خطر دیکھتا ہوں

Marfat.com

ہستی کی خبر ہو گئی آنکھیں بھی باقی رہ گئیں ۔۔۔ جلوۂ یار دیکھ کر ہوش گیا تو کیا گیا

نہ تو غم کی فکر ہے کچھ مجھے نہ خوشی کی دہر میں آرزو ۔۔۔ اسے سوز و ساز سے کیا غرض جو رہا ہو محفلِ ناز میں

انجام مساعی ہو کچھ بھی لیکن ہے خوشی دل میں اس کی
دنیا نے میری ہمت دیکھی۔ دنیا نے مرا دل دیکھ لیا

---

۷۶ لو۔ مولانا خلیل احمد آزاد صمدانی کے صرف ایک فرزند جمیل احمد ہیں۔ شاہ آباد ضلع ہردوئی میں ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے میٹرک کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ملتان آ گئے اور اب محکمۂ فوڈ میں سپروائزر ہیں (پتہ: گرینڈ ہوٹل۔ ملتان چھاؤنی) جمیل تخلص ہے، پندرہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے۔ نمونہ کلام:

غزل

اگر ہمارے لبوں تک نہ جام آئے گا ۔۔۔ تو کس پہ ساقیِ بزم اتہام آئے گا
نیازِ عشق میں وہ کب مقام آئے گا ۔۔۔ سلام جائے نہ جائے پیام آئے گا
نظر نظر ہے توجہ کی مستحق یا رب ۔۔۔ یہ ایک دل مرا کس کس کے کام آئے گا
وفورِ جذبۂ دل ہم نہ تجھ سے کہتے تھے ۔۔۔ خود آئیں گے وہ نہ ان کا پیام آئے گا
حجاب آج ہے تکمیلِ شوق کی خاطر ۔۔۔ کل آپ سامنے حسنِ تمام آئے گا
دلِ تباہ کی روداد غم میں زیرِ قلم ۔۔۔ فلک کے ساتھ تمہارا بھی نام آئے گا

نسیم صبح کی رفتار کہہ رہی ہے جمیل
چمن میں آج کوئی خوش خرام آئے گا

متفرق اشعار

اک بے وفا کی یاد کو دل میں بسا لیا ۔۔۔ کتنا حسیں فریب کیا زندگی کے ساتھ

جفاؤں کا تسلسل ٹوٹ جائے ۔۔۔ تو لطفِ زندگی لطفِ وفا کیا

ہو مسیحا کا حال کیا جانے ۔۔۔ درد کو دل اگر دوا جانے
ہجر کیا شے ہے وصل کیا ہے جمیل ۔۔۔ محوِ حسن خیال کیا جانے

Marfat.com

خلش خارِ تمنا میری ہمدم کب تک — تیر ایسا کہ رہے جزو رگِ جاں ہو کر

محبت میں یہ نازک حادثہ بھی پیش آتا ہے — کہ یادِ یار بھی دل پر گراں معلوم ہوتی ہے

حسن کے التفات میں وہ کہاں — بے رخی میں جو بات ہوتی ہے

جمیل احمد کی والدہ اور دونوں بہنیں بھی شعر گو ہیں۔ بڑی بہن شوکت جہاں نسرین صدیقی میٹرک اور نارمل ہیں۔ ان کی ایک غزل ہے:

یہ غم نہیں کہ چھُٹا میرا آشیاں مجھ سے — ملال یہ ہے کہ ناخوش ہے باغباں مجھ سے
سمٹ کے آگیا دلِ نامراد آنکھوں میں — وہ سُن رہے ہیں مرے غم کی داستاں مجھ سے
اداس دل ہے فسردہ ہے روح، نم آنکھیں — اُلجھ رہی ہیں زمانہ کی تلخیاں مجھ سے
نگاہ تیز، جبیں پر شکن، لبوں پہ ہنسی — عجیب لطف سے ملتے ہیں مہرباں مجھ سے
مرے جگر کے لہو سے کھِلے ہیں لالہ و گل — ترے چمن کی بہاریں ہیں باغباں مجھ سے
ترے کرم نے سنبھالا کہاں کہاں مجھ کو — ہوئی ہے راہ میں لغزش کہاں کہاں مجھ سے

جبینِ شوق کا نسرینؔ امتحاں کب تک
رہے گا دُور کہاں تک وہ آستاں مجھ سے

مولانا خلیل احمد آزاد صمدانی کی دوسری دُختر مس فرحت جہاں فرحتؔ شاید ایف اے پاس ہیں۔ فرحتؔ تخلص کرتی ہیں۔ ان کا کلام ماہنامہ خمار حیدر آباد، لاہور ٹائمز، ماہنامہ حرم لاہور اور ماہنامہ جامِ نو کراچی وغیرہ میں شائع ہوتا رہا ہے۔ نمونہ کلام:

غزل

غم آپ کا رہا جو غمِ زندگی کے ساتھ — ہم نے تمام عمر گزاری خوشی کے ساتھ
بیکار زندگی ہے جو محرومِ غم رہے — جینے میں لطف کیا جو جئیں بے حسی کے ساتھ
طوفانِ نوح ختم ہوا مدتیں ہوئیں — کیوں آج بھی ہے غرق جہاں بیکسی کے ساتھ
یارب مرے شکستہ نشیمن کی خیر ہو — منڈلا رہی ہے برق نئی روشنی کے ساتھ
لطفِ حیات ہی سے واقف ہو دل کبھی — کچھ تلخ کامیاں نہ ہوں گر زندگی کے ساتھ

فرحتؔ نہ غم سے ڈر نہ جہاں کے ستم سے ڈر
ہر مرحلے سے ہنس کے گزر جا خوشی کے ساتھ

Marfat.com

متفرق اشعار

بادِ صبا کی گُل سے ملاقات ہو گئی گلشن میں آج بارشِ نغمات ہو گئی

میں تک زندگی بھی ساتھ دے گی جہاں تک آپ یاد آتے رہیں گے

لب پہ تیرا ذکر ہو اور دل میں تیری یاد ہو ان بہاروں پہ بھی حیرت ہے چمن برباد ہو

ابھی سے زیست نے کیوں موت کی دعا مانگی ابھی تو آہ و فغاں کے مقام آئے ہیں

اے گردشِ تقدیر تماشائے الم اور باقی ہے مرے دل میں ابھی طاقتِ غم اور

منزل کے قدم چھو کر منزل سے پلٹ آئے اے شوق نہ اس حد تک مدہوش کیا ہوتا

اے میرے ذوقِ جنوں دے نہ فریبِ امید کہیں اُجڑے ہوئے گلشن میں بہار آئی ہے

تیری آرزو، تیری جستجو، تیرا شوق دید ہے دمبدم
یہی سوزِ حاصلِ زیست ہے، یہی زندگی کی بہار ہے

Marfat.com

20 ـــــ اولاد مولوی عین الدین بن شاہ غلام سرور الدین

انیس الدین — امتیاز الدین (۸۱) — محبوب عالم (۸۲)

انیس الدین:
عزیز الدین (۷۷) — قیام الدین (۷۸) — نہال الدین (۷۹) — سعید الدین (۸۰)

۷۷۔ الحاج عزیز الدین (المولد ۱۸۹۴ء اندازاً)

مولد بھوپال ہے۔ ۱۹۱۳ء میں میٹرک کیا۔ سنٹرل انڈیا کے ڈاکخانوں میں پوسٹ ماسٹر رہے۔ نواب صاحب کوروائی ان کے ہم جماعت رہے تھے اس لئے یہ کوروائی کے ڈاک خانہ میں زیادہ عرصہ رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد سلطانیہ لائن پوسٹ آفس بھوپال میں سب پوسٹ ماسٹر لگ گئے۔ پچھلے سال وہیں تھے۔ اگر وہاں سے سبکدوش ہو چکے ہیں تو اب اپنے گھر شہر سرونج مدھیہ پردیش انڈیا میں ہوں گے۔ قد میانہ، با اصول بتائے جاتے ہیں۔

ا۔ آپ کے تین فرزند ہیں: ظفر الدین المولد ۱۹۲۹ء، مظفر الدین المولد ۱۹۵۱ء اور افتخار الدین المولد ۱۹۶۰ء (تینوں سن اندازاً)

ب۔ آپ کے والد انیس الدین ۱۸۶۵ء (اندازاً) میں پیدا ہوئے اور یکم اگست ۱۹۴۲ء کو محمد گڑھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی تمام عمر ریاستوں کی ملازمت میں گزری۔ پہلے سیہور میں سٹیشن ماسٹر تھے۔ وہاں سے مستعفی ہو کر پھر ۱۹۱۷ء تک بھوپال میں مہتمم سٹیشن یعنی تھانیدار رہے۔ ریاست بنا اور کوروائی میں سررشتہ دار رہے۔ پھر بھوپال سے پچاس میل دور ایک ریاست نرسنگھ گڑھ میں کوتوال ہو گئے۔ آخر میں ریاست محمد گڑھ میں سررشتہ دار تھے۔ قد میانہ تھا، جسم گول، خوبصورت تھے اور بینائی آخیر تک اچھی تھی۔

انیس الدین کے والد الحاج مولوی عین الدین غمگین جامع الصفات بزرگ تھے۔ زمینوں سے معقول آمدنی تھی۔ بھوپال کی تحصیل گوہر گنج میں تحصیلدار تھے اور اس قصبہ کے خطیب جمعہ بھی تھے۔ واعظ خوش بیان تھے۔ دیانت اور نیک نفسی کی وجہ سے علاقہ میں بڑے مقبول تھے۔ وہیں ۱۸۹۵ء میں انتقال ہوا۔ سخی اور کنبہ پرور تھے۔ ادبی ذوق اچھا پایا تھا۔ شعر گوئی بھی مشغلہ تھا۔ غمگین تخلص کرتے۔ آپ کا آٹھ صفحات پر مشتمل ایک منظوم رسالہ موسوم بہ عرض مقاصد ۱۳۰۵ھ میں موج نربدا پریس ہوشنگ آباد سے شائع ہوا۔ آپ کی لکھی ہوئی بعض تاریخہائے وفات قانون سلوک میں طبع ہو چکی ہیں۔ جہاں سے ہم نے انہیں اس کتاب میں مناسب مقامات پر نقل کیا ہے۔ الحاج مولوی عین الدین کے والد غلام سرور الدین

Marfat.com

کا ذکر اسی باب میں نمبر ۲، ب پر ملاحظہ ہو۔

۷۸۔ قیام الدین (المولد ۱۹۰۰ء)

مکان نمبر ۱۸۶/۸ محلہ سجان رائے بازار کریم پورہ۔ پشاور شہر

بھوپال کے قصبہ آشتہ میں تولد ہوئے۔ موضع ھنگوارہ ضلع بھیلسا۔ علاقہ گوالیار مدھیہ پردیش میں زراعت اور تجارت کرتے تھے۔ وہاں سے ۱۹۵۳ء میں پشاور آ گئے۔

ل۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ خلف اکبر اقبال الدین ۱۹۳۱ء میں اندور میں تولد ہوئے۔ مڈل تک تعلیم پائی۔ کچھ کاروبار کرتے ہیں۔ مولانا محمد الیاس مرحوم کی تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن ہیں۔ باقی تین فرزند جمال الدین المولد ۱۹۳۴ء، نظام الدین اور فہیم الدین ہیں۔

۷۹۔ حافظ نہال الدین (المولد ۱۹۰۶ء)

بھوپال کے قصبہ آشتہ میں تولد ہوئے۔ اسی ریاست کے قصبہ سیہور میں پراسیکیوٹنگ سب انسپکٹر تھے۔ قیام پاکستان پر لاہور آئے اور اب سنٹرل ریکارڈ آفس لاہور کی رجسٹریشن برانچ کے انچارج ہیں۔ دبلے پتلے اور متوسط القامت ہیں۔ رمضان شریف میں قرآن سناتے ہیں۔ نہایت مصروف رہتے ہیں۔ طبیعت میں عجلت اور بے نیازی ہے۔

ل۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر فہیم الدین المولد ۱۹۲۶ء سنٹرل ریکارڈ آفس میں پٹواری ہیں۔ وسیم الدین المولد ۱۹۳۲ء کی کراچی میں بیٹری ایجنسی ہے۔ نعیم الدین المولد ۱۹۳۵ء کراچی میں کسی فیکٹری میں ملازم ہیں۔ چوتھے فرزند سلیم الدین المولد ۱۹۳۸ء سٹیٹ بنک آف پاکستان لاہور کی لکوی ڈیشن برانچ میں کلرک ہیں۔ انہیں کے آفس کے پتہ پر سب کو خط لکھا جا سکتا ہے۔ نعیم الدین المولد ۱۹۴۲ء میٹرک پاس ہیں اور ریلوے ورکشاپ میں گزشتہ سال کام سیکھ رہے تھے۔ سب سے چھوٹے حلیم الدین ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔

۸۰۔ سعید الدین

مقدم موضع ساگونی تحصیل سیہور بھوپال۔

بھائیوں میں سب سے زیادہ خوشحال ہیں۔ بڑا کاروبار ہے۔ موضع ساگونی کے واحد مالک ہیں سیہور کے محلہ سپاہی پورہ میں بھی آپ کا ایک مکان ہے۔

ل۔ آپ کی اولاد میں سے صرف ایک فرزند انور سعید کا نام معلوم ہو سکا ہے۔

۸۱۔ الحاج قاری امتیاز الدین طوق (۱۸۷۱ء - ۱۹۵۳ء)

Marfat.com

غالباً قصبہ گوہر گنج ضلع بھوپال میں تولد ہوئے جہاں آپ کے والد مولوی عین الدین غمگین (۱۱۲ ب) تحصیلدار تھے۔ دس سال کے تھے کہ والد حج کو گئے اور انہیں بھی ساتھ لیتے گئے اور حصولِ تعلیم کے لئے انہیں وہیں چھوڑ آئے۔ آپ نے مکہ معظمہ میں تین سال رہ کر تکمیلِ قرأت کی۔ عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔ تمام عمر گوشہ نشینی میں گزار دی۔ مہینوں خانقاہوں میں پڑے رہتے۔ ریاضت اور مجاہدہ پر بڑا زور تھا۔ کئی کئی دن کسی سے بات نہ کرتے اور تلاوتِ کلام پاک کرتے رہتے اور کلام اللہ کی تعریف میں شعر کہتے رہتے۔ آپ کا کلام کبھی شائع نہیں ہوا۔ کلام معمولی ہے۔ ملتان میں انتقال ہوا۔

او۔ الحاج قاری امتیاز الدین طوق کے دو فرزند ہیں۔ بڑے فرزند اعزاز الدین المولد ۱۸۹۸ء لاولد ہیں اور خلفِ اصغر حافظ قاری محمد صدیق ۱۹۰۸ء میں جے پور میں تولد ہوئے اور اب گوپی محلہ وارڈ نمبر ۱ ملتان کی گوندنی والی غوثیہ مسجد کے پیشِ امام وخطیب ہیں۔ مسجد کے دروازے کے اوپر کے مکان میں رہتے ہیں۔ متوسط القامت، مناسب بدن، ہنس مکھ، ملنسار اور منکسر المزاج ہیں۔ آپ میں تصنع نام کو نہیں۔ عمر کے ابتدائی پانچ سال جے پور اور اگلے تین سال دہلی میں رہے اور پھر ۱۹۴۷ء تک کم وبیش رہتک میں رہے۔ گورنمنٹ سکول رہتک میں چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ ترکِ موالات کی تحریک چلی۔ چرچے ہونے لگے کہ انگریزی پڑھنا حرام ہے اور آپ نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ اکیس سال مسجد معماران رہتک کے پیش امام رہے۔ اسی دوران میں کلام اللہ حفظ کیا اور مدرسہ خیر المعاد رہتک میں درسِ نظامیہ کی تعلیم پاتے رہے۔ ایک سال مسلم ہائی سکول کلانور میں مدرس رہے۔ قیامِ پاکستان سے ایک سال پہلے گھی کا کاروبار شروع کیا۔ نہایت شریف النفس اور خدا ترس انسان ہیں

حافظ محمد صدیق کے فرزند بدر الحسن آج کل اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر شیر شاہ ہیں۔ یہ سٹیشن ضلع ملتان میں ہے۔

۲۸۔ محبوب عالم

ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس سرونج ہیں۔ سرونج (ٹونک) میں ہی قیام ہے۔

او۔ آپ کے صرف ایک فرزند مقبول عالم کا نام معلوم ہو سکا ہے۔ ان کی عمر تقریباً پچاس سال بتائی جاتی ہے۔

Marfat.com

۲۱ ـــــ اولاد نورالدین بن شاہ غلام سرورالدین

منظورالدین

نصیرالدین

معین الدین

(۸۳)

۸۳۔ **معین الدین** (المولد ۱۹۲۴ء محض اندازاً)

بھوپال میں بتائے جاتے ہیں۔ وہیں آپ کی اولاد ہے۔ شاید اہلمد ہیں۔

ب۔ آپ کے والد نصیرالدین المتخلص بہ سلطان تھے۔ اچھے مغنّی تھے۔ دوست دار، خوش طبع، اور بذلہ سنج تھے۔ بھوپال میں اہلمد تھے۔ تاریخ پیدائش ۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ ۲۱ مئی ۱۸۹۶ء سیواس علاقہ بھوپال میں پیدا ہوئے۔ انتقال ۱۹ رجون ۱۹۵۵ء کو بھوپال میں ہوا۔

نصیرالدین کے والد منظورالدین (۱۸۶۷-۱۹۲۲ء) کا اپنے خسر مولوی عین الدین (۷۷ ب) کے ہاں گوہر گنج بھوپال میں قیام ہوا کرتا تھا۔ نقل نویس تھے اور ان کے والد نورالدین کا ٹونک میں ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ ۲۶ جنوری ۱۸۷۲ء کو انتقال ہوا۔ نورالدین کے والد غلام سرورالدین کا ذکر نمبر ۷۲ ب پر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

۲۲ — اولاد وجیہ الدین شہیدؒ بن مولوی شہاب الدین

وزیر الدین — امین الدین — نظیر الدین

وزیر الدین: شکور الدین، عثمان الدین، صدیق الدین

شکور الدین: مسرور الدین (۸۴)

عثمان الدین (۸۵)

صدیق الدین (۸۶)

امین الدین: قطب الدین (۸۷)

نظیر الدین: محمد صابر (۸۸)

۸۴۔ مسرور الدین (المولد ۱۹۰۲ء)

معرفت شریف احمد قریشی بی اے بی ٹی ڈی ۳، پی ای سی ایچ سوسائٹی۔ کراچی

الحاج حکیم مسرور الدین متوسط القامت ہیں۔ چھریرا بدن، گھنی داڑھی، آنکھوں سے ذہانت اور چہرے سے مسکراہٹ ٹپکتی ہے۔ اپنے والد سے طب پڑھی اور مولوی مشتاق احمد کانپوری کے پاس رہ کر دورہ حدیث کیا۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ خیر المعاد رہتک میں پائی۔ رہتک کے میونسپل کمشنر رہے اور رہتک کے خطیب عیدین تھے۔

ل۔ آپ کی اولاد میں صرف چھ لڑکیاں ہیں۔ بڑی دختر ڈاکٹر صادقہ بانو آغا اسسٹنٹ ڈائرکٹر جنرل آف ہیلتھ ہیں۔ چوتھی دختر ڈاکٹر مس مرتقا بانو ایم بی بی ایس ہیں۔ پانچویں دختر کانیہ بانو اپنے شوہر مصباح الظفر کے ساتھ یوایس اے میں ہیں۔ چھٹی دختر مس شافیہ بانو نے بی۔ ایس۔ سی کا امتحان دیا ہے۔

ب۔ الحاج حکیم مسرور الدین کے والد الحاج حکیم مولوی شکور الدین (۱۸۶۱-۱۹۳۶ء) شہر رہتک کے ایک ہر دلعزیز اور محترم بزرگ تھے۔ حکمت دہلی میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے برادرِ بزرگ، حکیم عبد المجید خاں سے پڑھی۔ مسیح الملک آپ کے ہم سبق تھے۔ قلعہ رہتک میں طبابت کیا کرتے تھے اور رشتہ داروں کا مفت علاج کرتے۔ رہتک شہر کے خطیب عیدین تھے۔ حضرت مولانا حافظ الدین (باب ۳) کے مرید و خلیفہ تھے۔ رہتک سے لکھنؤ جاتے وقت شیخ امداد الحق (۲۰ ب) آپ کو اپنے مرتبہ نسب نامہ کی ایک نقل (نسخہ ثانی) دے گئے۔ اس نسخہ کو بنیاد بنا کر آپ نے محمد الیاس آثم (۳، ب) سے خاندان کا نسب نامہ اور شجرہ مرتب کرایا۔

حکیم شکور الدین نے ۱۹۰۸ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ فارسی اور عربی پر عبور تھا۔ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے فرزند کا مکان تعمیر ہوا۔ قطعہ تاریخ کہا۔ اس کے عنوان اور ہر مصرع سے جدا جدا سن تعمیر نکلتا ہے۔ پہلے مصرع سے سن عیسوی نکلتا ہے اور مصرع ثانی سے سنِ ہجری۔

Marfat.com

تاریخ محل یادِ الٰہی

۱۳۵۰ھ

تشکور الدین بگو واللہ تاریخ — محل پُر فزا البستان نشان دید

۱۹۳۲ء — ۱۳۵۰ھ

چو دید این خانہ، خانہ زیب بستان — حکیم و مولوی مسرور خندید

۱۹۳۲ء — ۱۳۵۰ھ

آپ کے اجداد کا بیان نمبر ۸۵ ب پر ملاحظہ ہو۔

۸۵۔ عثمان الدین (۱۸۷۲ء - ۱۹۵۸ء)

رہتک میں تولد ہوئے اور ملتان میں انتقال ہوا۔ سات سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ اپنے نانا امیر علی صدیقی الملہی کے پاس جھانسی چلے گئے۔ نانا خانوادہ چشتیہ کے ایک کامل بزرگ تھے۔ تھے تو اپنے ہی خاندان سے مگر جھانسی میں نہ معلوم کس بزرگ کے گدی نشین تھے۔ لاکھوں مرید تھے۔ وہاں پانچ سال رہ کر آپ نے تعلیم پائی اور پھر رہتک واپس آ گئے۔ قصبہ بیری سے مڈل پاس کیا۔ پھر سیاحت کا شوق ہوا تو سولہ سال کی عمر میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ٹونک، بھوپال، جھانسی، حیدرآباد دکن، لکھنؤ اور کلکتہ تک پیدل سفر کیا۔ ۱۸۹۸ء میں پیرزادہ محمد حسین عارف (باب ۶) نے آپ کو فاضلکا میں ناظر لگوا دیا جہاں سے ۱۹۲۷ء میں ریٹائر ہوئے اور اپنے وطن رہتک آ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ آپ قلعہ رہتک کی جامع مسجد کے اعزازی خطیب بھی رہے۔ آپ نے تین رسالے بھی لکھے۔ ایک ردِ شیعت پر ہے جو نواب محسن الملک کی کتاب آیاتِ بیّنات سے ماخوذ ہے۔ دوسرا رسالہ مولوی نعیم الدین مرادآبادی کی کتاب عتیق البیان سے اخذ و اضافہ کے بعد تیار ہوا اور رسالہ کا نام رُد بہ تہمت ہے۔ ان میں سے کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا۔ یہ رسائل مصلح الدین (۵۳ ل) کے پاس ہیں۔

ا۔ عثمان الدین کے چھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر ریحان الدین مصطفٰے المولد ۱۸۹۱ء ایک پُر اسرار شخصیت تھے۔ دیوبند میں پڑھ رہے تھے کہ تحریکِ خلافت شروع ہو گئی اور آپ ایک قافلہ لے کر افغانستان چلے گئے۔ ایک مدت تک افغانستان، ایران آذربائیجان اور ترکی وغیرہ میں رہے۔ ملک ملک کی زبان سیکھی۔ واپس آئے تو اشتراکی خیالات سے سرشار تھے۔ شملہ سے اوپر گھمبر کی وادی آٹھ نو میل پھیلی ہوئی ہے۔ وہاں اپنا مرکز قائم کیا۔ آپ کبھی کبھی وطن آتے اور بزرگوں کی لکھی ہوئی کتابیں خرید کر لے جاتے۔ سننے میں آیا ہے کہ وادی گھمبر میں ایک گوجری سے شادی کر لی تھی۔ اور ۱۹۴۷ء میں آپ ہندوستان میں کسی جگہ

Marfat.com

قتل کر دیئے گئے۔ تاریخ انقلاب روس، معراج النبی اور رسالہ تصوف آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف ہیں تصوف پر رسالہ اور آپ کی ایک بیاض مصلح الدین (۵۳۲ل) کے پاس ہے۔

عثمان الدین کے خلف ثانی محتشم الدین المولد ۱۹۰۲ء میں تولد ہوئے۔ مدتوں پٹواری رہے۔ اب کسی زمیندار کے کاردار ہیں۔ (پتہ: محلہ سماد والا۔ پاکپتن)

تیسرے فرزند احتشام الدین شرف (پتہ: مکان ۴۸۵ وارڈ نمبر ۴ چھجہ ہانو۔ ملتان) اور ٹی ہنڈ یافتہ لائبریرین، ادیب فاضل، منشی فاضل، مولوی فاضل اور بی۔ اے ہیں۔ آج کل کنٹونمنٹ بورڈ ہائی سکول ملتان چھاونی میں مدرس ہیں۔ مالی دشواریوں نے اس جوہر قابل کو فرصت ہی نہ دی ورنہ شاید آپ آج ادیبوں کی صف اول میں ہوتے۔ بڑے ہی مرنجاں مرنج ہیں۔ شہرت سے اجتناب کرنے کی خاندانی بیماری میں مبتلا ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ تدریسی کتب میں آپ کی لکھی ہوئی فارسی ترجمہ، ترکیب نحوی، اردو پرچہ ب اور میٹریکولیشن سائنس شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی پہلی علمی تصنیف غالباً کتاب الدعوات والاصلاح تھی۔ جس کا دیباچہ مولانا ظفر علی خاں نے تعارف کے ساتھ اخبار زمیندار کی بیس پچیس قسطوں میں شائع ہوا۔ پہلی قسط ۹ مئی ۱۹۳۷ء کے پرچے میں تھی یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔ پاکستان آکر تدریسی کتب کے علاوہ ۱۹۴۰ء میں آپ کی کتاب پردہ اور اسلام شائع ہوئی۔ گورنمنٹ نے اس پر پانچ سو روپیہ انعام دیا۔ اور اس کا دیباچہ ریڈیو پاکستان سے نشر کیا۔ اگلے سال ملتان سے آپ کی کتاب ہمارے مشائخ یا رہبان شائع ہوئی۔ ملتان ہی سے آپ کے افسانوں کا مجموعہ گوہر کے نام سے شائع ہوا۔ شرف تخلص ہے۔ بہت کچھ کہا مگر اس بے نیازی کا کیا علاج کہ آپ کے پاس اپنا کلام ہے نہ کوئی تصنیف لہذا ایک ادیب سے اس تعارف کو ادھورا سمجھا جائے۔

عثمان الدین کے چوتھے فرزند سفیان الدین ۱۹۱۶ء میں فاضلکا میں پیدا ہوئے۔ اب ملتان میں سائیکلوں کی دکان کرتے ہیں۔ ساتھ ہی موٹروں کی مرمت کی ورکشاپ بھی ہے (پتہ: مکان نمبر ۵۲۶ وارڈ نمبر ۴ اندرون لوہاری دروازہ ملتان)

پانچویں فرزند عبد الصمد ۱۹۳۲ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ ڈپٹی کمشنر ملتان کے دفتر میں ٹائپسٹ ہیں چھٹے فرزند عبد الوہاب ۱۹۳۵ء میں رہتک میں پیدا ہوئے اور کراچی میں موٹر میکینک ہیں۔ ان کی اپنی ورکشاپ ہے۔

ب۔ عثمان الدین کے والد وزیر الدین متوفی ۱۹۰۵ء ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سینئر کلرک تھے حکیم شمس الاسلام (دہلی) کے پاس کتاب جواہر زواہر مصنفہ شاہ محمد علیم بجیائی افضلی الہ آبادی ابن شاہ محمد موسیٰ کا

ایک قلمی نسخہ ہے جسے وزیر الدین نے ۱۸۸۷ئہ میں کتابت کیا تھا۔

وزیر الدین کے جلیل القدر والد وجیہہ الدین شہیدؒ نواب جھجر عبدالرحمان خاں کے میر منشی و چیف سیکرٹری تھے۔ جرم بغاوت میں نواب صاحب گرفتار کر لئے گئے مگر وجیہہ الدین سمند خاں کے ساتھ فرار کر گئے۔ کچھ دن بعد آپ کو قلعہ رہتک سے گرفتار کر لیا گیا۔ اور آپ کی ملکیت یعنی دو گاؤں، پانچ سو بگیھہ اراضی (ایک بگیھہ = ۵/۸ ایکڑ) اور رہائشی مکان ضبط کر لیا گیا اور آپ کو جھجر میں ۱۹ رجمادی الثانی ۱۲۷۴ھ ۴ فروری ۱۸۵۸ئہ کو پھانسی دے دی گئی۔

وجیہہ الدین شہید کے والد مولوی شہاب الدین اپنے والد شاہ اوحد مولوی بدر الدینؒ (باب ۳) کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے تھے۔ والد کے انتقال پر اپنے وطن رہتک چلے آئے۔ چندے نواب جھجر کے ہاں کسی منصب پر مامور رہے۔ پھر اپنی زمینوں کا انتظام کرتے رہے۔ احسن الدین (۱۹۳۱) کے پاس ۲۰ شعبان ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۸ئہ کی ایک تحریر کے متن میں آپ کا نام آیا ہے۔ یعنی اس تاریخ کو آپ حیات تھے۔

۸۶۔ صدیق الدین (۱۸۷۴ء-۱۹۵۰ء)

پٹوار سے ملازمت شروع کی۔ ریٹائر ہوتے وقت ہیڈ ورنیکلر کلرک تھے۔ پھر ریاست پاٹودی میں تحصیلدار ہو گئے۔ وہاں سے ۱۹۴۲ئہ میں سبکدوش ہو کر اپنے وطن رہتک آ گئے۔ راقم الحروف نے ۱۹۴۲ئہ میں رہتک ضلع کی مسلم لیگ کی از سر نو تنظیم کی تو آپ کو سیکرٹری مقرر کیا۔ ضعیفی کے باوجود آپ یہ خدمت دو سال تک سر انجام دیتے رہے۔ بڑے ہی وضعدار بزرگ تھے۔ انتقال مظفر گڑھ میں ہوا۔

و۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ تینوں رہتک میں پیدا ہوئے۔ خلفِ اکبر بدر الدین المولد ۱۹۱۶ئہ میونسپل کمیٹی ملتان میں چونگی انسپکٹر ہیں۔ دوسرے فرزند فخر الدین ۱۹۲۰ئہ میں تولد ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۴۳ئہ میں خاندان کی طرف سے جد امجد زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جھنجیری ثم رہتکی کے مزار کی مرمت کرائی۔ اب مظفر گڑھ میں انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز ہیں (پتہ، محلہ قائم والا مظفر گڑھ) تیسرے فرزند شمس الدین بھی مظفر گڑھ میں ہیں۔

۸۷۔ قطب الدین (۱۸۶۳ء-۱۹۵۳ء)

قد قدرے چھوٹا۔ خوش شکل، خوش مذاق، متدین اور مستعد بزرگ تھے۔ پینتیس سال تک کلانور ضلع رہتک میں قاضی اور مسجد کے پیش امام رہے۔ بسر اوقات کے لئے پرچون کی دوکان کھولی ہوئی تھی۔ رہتک اکثر بھی یہی کاروبار کیا کرتے تھے۔ ملتان میں انتقال ہوا۔

و۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر اسحاق الدین ۱۹۰۱ئہ میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۳ئہ میں

Marfat.com

ڈسپنسنگ کا امتحان پاس کر کے آٹھ دس سال تک ضلع رہتک کے مختلف ہسپتالوں میں ڈسپنسر رہے۔ پھر موٹر ڈرائیور ہو گئے۔ ڈرائیوری چھوڑ کر پرچون کی دکان کرتے رہے۔ اب ملتان کے وارڈ نمبر ۷ مکان نمبر ۵۲ میں رہتے ہیں۔ شعر گوئی کا شوق ہے۔ آئزک اور بیچین تخلص کرتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء تک کا کلام ضائع ہو گیا۔

قاضی قطب الدین کے دوسرے فرزند اشتیاق الدین ۱۹۲۳ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ پنجاب نیشنل سلک مل ممتاز آباد میں چھ سال الیکٹریشن رہے ہیں۔ رہتک میں ریڈیو مکینک تھے۔

قطب الدین کی دختر صابری بیگم بیوہ لئیق الدین اب اپنے بھائی اسحاق الدین کے ساتھ ملتان میں رہتی ہیں۔ آپ کے پاس حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) کے متعدد اہم تبرکات ہیں جن کی ہم نے بھی زیارت کی ہے۔ شاہ غلام جیلانیؒ سے یہ چیزیں ان کے چھوٹے بھائی مولوی کریم الدین (۹۵ ب) کو پہنچیں۔ مولوی کریم الدین سے ان کے فرزند شاہ رفیع الدین کو ملیں جن کا رہتک میں ۱۸/۷ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ کو انتقال ہوا۔ ان کے اولادِ نرینہ نہ تھی اس لئے دختر کفایت النساء زوجہ ڈاکٹر ظہور الدین (۵۹ ب) کو یہ تبرکات ملے۔ پھر ضمیر الدین اظہر (۵۹) اور لئیق الدین (۵۹ ل) کو یہ تبرکات ملے۔ لئیق الدین لاولد گئے اور اب ان کی بیوہ کے پاس یہ تبرکات ہیں۔

ب۔ قاضی قطب الدین کے والد امین الدین کا ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا اور ان کے والد وجیہہ الدین شہیدؒ کا ۸۵ ب پر ذکر آ چکا ہے۔

۸۸۔ محمد صابر (المولد ۱۸۸۵ء)

نینی تال میں پولیس میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہو کر قلعہ رہتک میں پرچون کی دکان کرتے رہے۔ آزادیٔ پاکستان کے وقت سنا جاتا ہے کہ بیوی بچوں سمیت کانپور میں تھے۔ ان کے ایک لڑکے کو عرفاً مجمیؔ کہتے تھے۔

ب۔ آپ کے والد نظیر الدین منشی خانہ ٹونک میں ملازم تھے۔ نظیر الدین کے بھتیجے حافظ مستقیم الدین ولد فہیم الدین کو ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں نے روہڑ کی مسجد میں شہید کر دیا۔ حافظ مستقیم الدین شہیدؒ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ نظیر الدین کے والد وجیہہ الدین شہیدؒ کا نمبر ۸۵ ب پر ذکر آ چکا ہے۔

Marfat.com

23 ـــــ اولاد فصیح الدین بن ہزبر الدین

فیض الدین

رئیس الدین — ظہیر الدین (۹۳)

سمیع الدین (۸۹) — ولی الدین (۹۰) — ریاست علی (۹۱) — اعجاز علی (۹۲)

۸۹ - سمیع الدین

شجاع آباد ضلع ملتان میں رہتے ہیں۔

ا- آپ کے فرزند ظہور الدین یا ظہور احمد شجاع آباد میں عرائض نویس ہیں۔

ب- آپ کے والد رئیس الدین کا ۱۹۴۰ء میں گوہانہ ضلع رہتک میں انتقال ہوا۔ رئیس الدین کے والد فیض الدین تجارت کرتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں رہتک میں انتقال ہوا۔ فیض الدین کے والد فصیح الدین تھے اور ان کے والد ہزبر الدین کا رہتک میں ۳۰ اپریل ۱۸۷۱ء کو انتقال ہوا۔ ہزبر الدین مولوی شہاب الدین کے فرزند تھے جن کا ذکر نمبر ۸۵ ب پر آچکا ہے۔

۹۰ - ولی الدین (متوفی ۱۹۵۵ء)

قدیمانہ تھا۔ شریف الطبع تھے۔ موٹر ڈرائیور تھے۔ ملتان میں انتقال ہوا۔

ا- آپ کے دو فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر سعید الدین ۱۹۳۵ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ برانچ آڈٹ آفس حیدر آباد مغربی پاکستان میں ٹائپسٹ ہیں۔ دوسرے فرزند وحید اختر المولد ۱۹۴۱ء بی اے میں پڑھ رہے ہیں۔

۹۱ - ریاست علی

کراچی میں ہیں۔

۹۲ - اعجاز علی

مکان نمبر ۴ چکی کیپاونڈ۔ رتن تالاب۔ کراچی۔

کراچی پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل ہیں۔ ان کی والدہ سیدانی تھیں۔ یہ خود بھی سید مشہور ہیں۔

ا- آپ کے دو فرزندوں کے نام منظور حسین اور مسعود حسین ہیں۔

۹۳ - ظہیر الدین (۱۸۸۲ - ۱۹۵۳ء)

Marfat.com

رہتک سے ترکِ سکونت کرکے اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی انڈیا) چلے گئے تھے۔ فوج اور پولیس میں ملازم رہے۔ پنشن لینے کے بعد ریاست محمدی کے علاقہ میں حوالدار پولیس رہے۔ بڑی محنت کرنے والے حلیم الطبع تھے۔ قد سات فٹ کے قریب تھا۔

و۔ آپ کے پانچ لڑکے حیات ہیں۔ خلف اکبر معین الدین ۱۹۱۵ء میں محمدی میں پیدا ہوئے۔ آر مرڈ کانسٹبلری میں تھے۔ مستعفی ہوکر پاپوش سازی کا کارخانہ کھولا ہوا ہے۔ قرآن شریف بھی حفظ کر رہے ہیں۔ ان کی زوجہ صدر النساء صاحبہ گورنمنٹ مڈل سکول برائے طالبات اناؤ یوپی انڈیا میں استانی ہیں۔

ظہیر الدین کے دوسرے فرزند محی الدین المولد ۱۹۱۷ء پہلے محمدی میں قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ تین سال سے نیشنل دواخانہ نمبر ۱۱۹ لوئر جیت پور روڈ کلکتہ نمبر ۱ میں دواسازی پر ملازم ہیں۔

تیسرے فرزند نظام الدین المولد ۱۹۲۰ء بینائی کی خرابی کی وجہ سے صرف مڈل پاس کرسکے کہیں ملازم ہیں۔ باقی دو فرزند سراج الدین اور مجیب الدین لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ انہیں امتیاز علی صاحب کے کارخانہ زردوزی محلہ محمود نگر شہر لکھنؤ کے پتہ پر خط لکھا جاسکتا ہے۔

ب۔ ظہیر الدین کے والد فیض الدین تھے جن کا نمبر ۸۹ ب پر ذکر آچکا ہے۔

---

24 ——— اولاد مولوی کریم الدین بن شاہ بدر الدینؒ

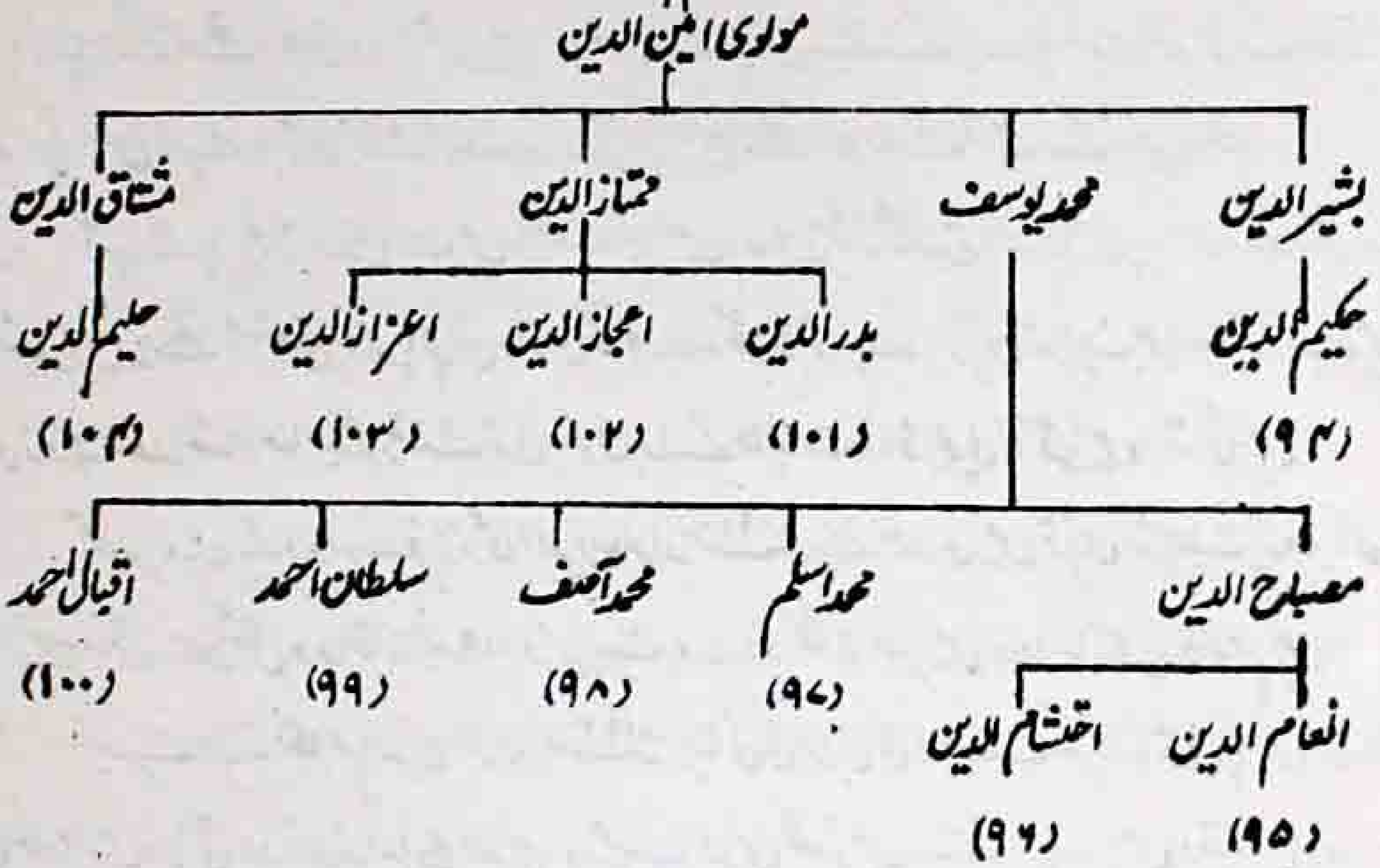

۹۴- حکیم الدین (۱۹۰۰-۱۹۵۷ء)

ملتان میں انتقال ہوا۔ آپ کی اولاد میں صرف ایک دختر زاہدہ بیگم صاحبہ بی اے۔ بی ٹی ہیں جن کی شادی خاندان سے باہر ہوئی۔ آپ کے والد حافظ بشیر الدین صاحب ریاست ٹونک کی طرف سے گوالیار میں سفیر تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔

۹۵- انعام الدین (۱۹۰۱-۱۹۴۸ء)

قیام پاکستان کے بعد خاندان سے واحد ای۔ اے۔ سی تھے منٹگمری میں افسر مال تھے کہ انتقال ہوگیا۔

و- آپ کے تین فرزند ہیں۔ خلف اکبر اکرام الدین ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ کسی بنک میں کلرک ہیں۔ دوسرے فرزند سلیم محمود ۱۹۲۳ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ایف اے پاس ہیں۔ ملتان میں ریذنٹ کلرک ہیں۔ تیسرے فرزند ہمیر پور ضلع کانگڑہ میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔

ب- آپ کے والد مولوی مصباح الدین (۱۸۷۴-۱۹۴۶ء) ٹونک میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ ۱۸۹۱ء میں سترہ سال کی عمر میں نواب صاحب ٹونک کے پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ساتھ ہی انگریزی دفتر کی افسری اور عہدہ نائب میر منشی (ڈپٹی چیف سیکرٹری) پر تعینات رہے۔ مگر صرف دو سال بعد ۱۸۹۳ء میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ریاست چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور اپنے وطن رہتک آگئے اور عمر کے بقایا ترپن سال تصنیف و تالیف اور نظم میں گزارے۔

Marfat.com

۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں:

بحالتِ سکونت وطن اس سے بہتر کوئی کام مجھکو معلوم نہ ہوا کہ مختلف علوم کی کتابوں کے ترجمے اور تصانیف سے اہل ملک کو بھی اپنی ناچیز کوشش سے فائدہ پہنچاؤں۔ اسی سبب سے گذشتہ سال محاربہ فرانس و پروشیا ملک کی خدمت میں پیش کی تھی۔ (الہارون ص ۲۱۸)

رہتک سے آپ لدھیانہ چلے گئے جہاں پینتیس سال علمی مشاغل میں گذارے۔ آپ کی تصانیف و تراجم میں سے ہمیں صرف یہ نام معلوم ہو سکے ہیں: لباب الاحادیث، مصباح الادب، چمنستانِ عرب، خنجہ حج، شمیم الجن، محاربہ فرانس و پروشیا۔ الہارون۔ الہارون یعنی سوانح عمری ہارون الرشید ۱۸۹۹ء میں قومی پریس دہلی میں طبع ہوئی اور سلسلہ آصفیہ میں شامل ہے۔ دو سو بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲۱۵ سے ۲۱۸ صفحات پر مؤلف نے اپنے حالات لکھے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ مولوی مصباح الدین نے ذہانت ورثہ میں پائی تھی، بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

مولوی مصباح الدین کے والد حافظ محمد یوسف (۱۸۵۵ء–۱۹۲۸ء) ریاست ٹونک کے چیف سیکرٹری تھے۔ الہارون میں آپ کے فرزند مولوی مصباح الدین لکھتے ہیں: "حافظ محمد یوسف میرے والد مکرم بارہ سال کی عمر میں بسلک ملازمت نواب صاحب بہادر فرمانروائے حال کے دربار میں اپنے والد کے ساتھ احکام نویسی کی خدمت پر جایا کرتے۔ بعد چند سال کے کارگزاری سے بعہدہ منشی خاص (پرائیویٹ سیکرٹری) حضور نواب صاحب بہادر مقرر ہوئے اور پھر بعد چندے بجائے اپنے والد مغفور کے بعہدہ جلیلہ میر منشی یعنی افسری محکمہ دارالانشاء ریاست سے سربلند ہوئے۔ ابتدائے جوانی سے دربار ریاست سے تعلق تھا۔ بدیں وجہ جملہ مہمات ریاست سے ان کو واقفیت تامہ حاصل تھی۔ بالخصوص نواب صاحب کی مزاج دانی و رمز شناسی میں ملکہ کامل رکھتے تھے۔ ہز ہائی نس کے منشاء مضمون پر ابتدائی فقرہ کلام سے حاوی ہو کر پورا پورا منشا نواب صاحب بہادر کا اپنی ذہانت خداداد سے لکھ دیتے۔ نواب صاحب بہادر ان کی قابلیت اور کارگزاری سے کمال درجہ خوش تھے۔ علاوہ بیش قرار مشاہرہ و جاگیر کے دو گاؤں سیر حاصل بطور انعام ازراہ قدر دانی میرے والد مکرم کو مرحمت فرمائے اور بوفور عزت افزائی ملقب بہ خطاب "فضیلت و نجابت مرتبت، صداقت و دیانت منزلت دبیر بدائع اختصاص حافظ محمد یوسف میر منشی خاص دبیر الملک فرمایا۔"

نواب حافظ ابراہیم علی خاں والیٔ ٹونک اور الحاج حافظ محمد یوسف بچپن میں ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ نواب صاحب کی اپنے چچا عبید اللہ خاں متوفی ۱۹۰۰ء سے نہ بنتی تھی۔ صاحب زادہ عبید اللہ کا ریذیڈنٹ پر بڑا اثر تھا۔ انہوں نے ریذیڈنٹ کو سکھایا کہ حافظ محمد یوسف ریاست کے سیاہ و سپید کا مالک بن بیٹھا

Marfat.com

اور درپردہ ان عناصر کی سرپرستی کر رہا ہے جو انگریزوں کے خلاف ہیں۔ ریذیڈنٹ نے حکامِ بالا سے مشورہ کرکے نواب صاحب کو مجبور کیا کہ حافظ محمد یوسف کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ریاست بدر کر دیا جائے۔ حافظ صاحب موصوف کی جاگیر میں دو گاؤں تھے جن میں سے ایک ہنوتیا تھا۔ ٹونک شہر میں بارہ دکانیں اور ان سب پر کمرے تھے۔ علاوہ ازیں متعدد مکانات آپ کی ملکیت تھے۔ بازار وزیر میں انگریزی ڈاک خانہ کے نزدیک ایک شاندار حویلی میں آپ کا قیام تھا۔ ریاست کی کلیدی اسامیوں پر آپ کے رشتہ دار فائز تھے[ف] جس روز آپ نے ریاست چھوڑی وہ دن ریاست کی تاریخ میں خاصا ہنگامہ خیز تھا۔ نواب صاحب اپنے اس ہمراز و بہی خواہ کو بادلِ نخواستہ سبکدوش کر رہے تھے۔ ایک فرمان کے ذریعے جواب آپ کے فرزند سلطان احمد (۹۹) کے پاس ہے نواب صاحب نے حافظ صاحب موصوف کی خدمات کو سراہا اور ذمہ لیا کہ حدودِ ریاست میں آپ کی جاگیر سے تعرض نہ ہوگا۔ مگر بعد میں ایک محل واگزار ہو سکا جسے نواب صاحب نے اپنی بیگم کی وصیت پورا کرنے کے لئے خود خرید لیا۔ بہرکیف آپ تمام جائیداد اور لاکھوں روپے کا سامان چھوڑ کر صرف سوا لاکھ روپے کے زیورات اور نقدی لے کر اپنے وطن رہتک آ گئے۔ آپ کے ساتھ رشتہ داروں کو بھی ٹونک چھوڑنا پڑا۔

ریاست ٹونک سے آپ اپنے وطن رہتک چلے آئے۔ آپ نے دہلی میں تجارت شروع کی مگر نقصان اٹھایا۔ پھر فیصلہ کیا کہ جدید طریقوں سے زراعت کرائی جائے چنانچہ آپ نے مسٹر الک سے ضلع کرنال کا موضع بھینسوال خریدا مگر اسے بھی ۱۹۰۵ء میں قائدِ ملت نواب زادہ لیاقت علی خاں کے چچا عمر دراز علی خاں کے ہاتھوں چالیس ہزار روپے میں فروخت کر دیا اور اپنی زندگی تبلیغِ اسلام کے لئے وقف کر دی۔ آپ رہتک میں بیوپاریوں کی مسجد کے ایک مدت تک اعزازی خطیب رہے۔ وفات رہتک میں ہوئی۔ عربی اور فارسی

ف آپ کے بڑے بھائی الحاج حافظ بشیر الدین ٹونک کی طرف سے ریاست گوالیار میں سفیر تھے۔ ایک چھوٹے بھائی حافظ ممتاز الدین سیکرٹری ایٹ میں ملازم تھے دوسرے چھوٹے بھائی حافظ مشتاق الدین ریاست کے ایک ضلع سرونج میں نائب ناظم یعنی اسسٹنٹ کلکٹر تھے۔ آپ کے خسر انوار الدین ناظم علی گڑھ تھے۔ علی گڑھ ریاست ٹونک کا ایک ضلع تھا اور ناظم ڈپٹی کمشنر کو کہتے ہیں۔ آپ کے فرزند مولوی مصباح الدین نواب صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ ارشاد الدین کے والد رشید الدین (۱۱۱ ب) انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔ طوطیٔ ہند مولوی اسرار الحق (۳۱) کے والد انصار الحق، حکیم شمس الاسلام کے والد اور چچا منشی فرید الدین اور مولوی رشید الدین، محمد صابر (۸۸) کے والد نظیر الدین، طبیب الدین (۷۷) کے والد حبیب الدین سیکرٹری ایٹ میں ملازم تھے۔ ڈاکٹر محمد فاروق (۱۹۵) کے والد ڈاکٹر عباس علی سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن تھے۔ ان کے علاوہ کئی اور رشتہ دار وہاں تھے۔

Marfat.com

زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ معمولی سی انگریزی بھی جانتے تھے۔ شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ یوسف تخلص تھا حبیب احمد (۶۶) کی زوجہ طیب بیگم صاحبہ مرحومہ نے مندرجہ ذیل غزل بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ یہ حافظ صاحب موصوف کی ہے۔

غزل

ترے حق میں ہے یہ مری دعا جو قبول اس کو خدا کرے
تو شبِ فراق میں شمع ساں تپشِ الم سے جلا کرے

تیرے ظلم کا میں بدل کروں کوئی دن تو ایسا خدا کرے
نہ لگاؤں میں تجھے منہ ذرا میری منتیں تو کیا کرے

مری حسرتوں میں مرا کرے کفِ غم ہمیشہ ملا کرے
تو مجھے ہی یاد کیا کرے تجھے یاد میری بلا کرے

ترے رُخ پہ رنگ ہو یاس کا کبھی منہ نہ دیکھے مراد کا
پڑیں تجھ پہ گردشیں چرخ کی انہی گردشوں میں رہا کرے

وہ تری زبان کی سختیاں مجھے یاد سب ہیں وہ جھڑکیاں
وہی جھڑکیاں وہی گھڑکیاں میں دیا کروں تو سنا کرے

رکھا تجھ سے میں نے علاقہ کیوں یہ گناہ مجھ سے ہوا زبوں
کہ نہ مجھ سے حشر میں پوچھ ہو یہ خطا معاف خدا کرے

ترے حق میں کم نہ ہو موت سے یہ کلام یوسفِ خستہ دل
یونہی جل جلا کے تو خاک ہو یہ غزل ہمیشہ پڑھا کرے

الحاج محمد یوسف کے والد مولوی امین الدین تھے۔ آپ کے پوتے مولوی مصباح الدین (۹۵ ب) الهارون میں لکھتے ہیں۔ قوسین ہماری ہیں: "سنہ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں میرے جدِ محترم مولوی پیرجی محمد امین الدین احمد صاحب مرحوم نے حضور نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ والئ ریاست ٹونک کا سلسلہ ملازمت و نمک خوارگی اختیار کیا۔ مختلف عہدوں پر عزت پائی۔ محکمہ دار الانشاء ریاست کی افسری پر چھیالیس سال مامور رہے اور حسنِ خدمات سے تین پشت تک کے رؤسا حکمران ٹونک کو خوشنود رکھا اور جاگیر و مناصب حاصل کئے۔۔۔۔ جدِ بزرگوار نے سنہ ۱۳۰۵ھ قدسی میں ایک معقد پنشن ریاست سے حاصل کی اور عہدہ منصبی پر حافظ محمد یوسف اپنے خلف الصدق کو۔۔۔ مقرر کرا دیا۔ سنہ ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) میں

Marfat.com

جدِ مکرم نے وفات پائی . . . . حضرت جدِ مرحوم اپنی کریم النفسی اور متواضعانہ اخلاق سے کمال نیک نام و ہر دلعزیز رہے ہیں ۔ ان کی وفات سے جملہ ارکین ریاست اور ہز ہائنس حضور پُر نور جناب نواب امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر صولت جنگ جی سی آئی ای فرمانروائے حال ریاست ٹونک کو سخت ملال ہوا اور حضور نواب صاحب بہادر نے بنا بر ادائے رسم تعزیتِ مرحوم اپنے شاہانہ اخلاق سے ہمارے غریب خانہ پر رونق افروز ہو کے نمک خواروں کا اعزاز بڑھایا ۔ اور اظہارِ رنج والم فرما کر جو کچھ معاش اور جاگیر جدِ مرحوم کے نام مقرر تھی ۔ ازراہِ شفقتِ رئیسانہ وہ کل جائداد میرے والد مکرم حافظ محمد یوسف کو عطا کی ۔" (ص ۲۱۶)

مولوی امین الدین کا ریاست کی ایک کلیدی اسامی پر متواتر چھیالیس سال تک رہنا اور تین حکمرانوں کے عہد میں رہنا ریاستوں کی تاریخ میں ایک غیر معمولی بات ہے ۔ خاص طور پر اس لئے کہ آپ ریاست کے باشندے نہیں تھے ۔ اس دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمتِ عملی سے خاندان کی معاشی حالت دگرگوں ہو گئی تھی ۔ مولوی امین الدین کی وجہ سے خاندان کے بیسیوں افراد نے ریاست میں ملازمت حاصل کی ۔ مولوی صاحب کے چاروں فرزند حافظِ قرآن اور حاجی حرمین شریفین تھے ۔ نواب صاحب کی ان پر نوازش کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ آپ کی زوجہ حج کے لئے چلیں ۔ کنبے کے چالیس افراد چھوٹے بڑے ساتھ تھے ۔ اس سفر کے تمام اخراجات نواب صاحب نے دیئے تھے ۔ یہ قافلہ راستہ میں لٹ گیا تو نواب صاحب نے دوبارہ اخراجات دیئے اور نقصان کی بھی تلافی کی ۔

آپ کے پوتے مولوی مصباح الدین نے الہارون میں آپ کا سن وفات ۱۳۰۷ھ لکھا ہے ۔ پیرزادہ ابن حکیم حنیف نے تاریخ ٹونک کے حوالے سے معرف الانساب میں یہ تفصیل دی ہے : "وفات ۱۹ صفر ۱۳۰۸ھ ہم ۲ اکتوبر ۱۸۹۰ء یوم شنبہ ۱۱ بجے دن بعارضہ درد قولنج" لہٰذا ۱۳۰۷ھ کو کتابت کی غلطی سمجھا جائے ۔ رشید الرحمٰن (۱۴۱ ب) نے قطعہ تاریخ وفات لکھا :

جب کیا امری امین الدین نے	جانب دار البقا اپنا گزر
کشمکش تھی بہرِ تاریخ وصال	تب مجھے پیرِ خرد نے دی خبر
بے ششش و پنج اس طرح تاریخ کر	یوم شنبہ سیزدہ شہر صفر
۱۱	۱۳۱۹ - ۱۱ = ۱۳۰۸

مولوی امین الدین کے والد مولوی کریم الدین ، شاہ بدر الدینؒ (باب ۳) کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ۔ محمد احسن الدین (۱۹۳ و) کے پاس ۱۹ شعبان ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء کی ایک تحریر پر آپ کی مُہر

کریم الدین ولد شاہ بدرالدین ۱۲۲۶ھ ہے۔ ان کے پاس ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۸ء کی ایک تحریر پر آپ کے دستخط "کریم الدین ابن مولوی بدرالدین بخطہ" ہیں۔ ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء عہد اکبر شاہ ثانی کی ایک تحریر ہے جس پر آپ کے دستخط "کریم الدین ابن مولوی شاہ بدرالدین قدس سرہٗ ہیں۔ یہ تحریر بھی بہم میں لکھی گئی۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۶ء کی ایک تحریر پر آپ کے نام کے ساتھ مرحوم لکھا ہوا ہے۔ ہم باب ۳ میں آپ کے بھتیجے مولوی امام الدینؒ کے بیان میں حضرت قلندر شاہ کا ایک منظوم خط نقل کر آئے ہیں اس کا ایک شعر ہے ؎

کریم الدین مارا نیز از ما رسانی صد نیاز و بندگی ہا

مولوی عین الدین غمگین نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔ جو قانونِ سلوک میں درج ہے۔

ظل خود بر داشت از سرہائے ما آں کریم الدین شاہ عارفاں
بر فنا در ذاتِ حق اندر حیات در ممالش ہم فنایش بیں ہماں
زیں سبب اے ماہر علم خفی "فانی ذات احدؒ" سالش بداں

۱۳۵۵ھ

۹۶۔ احتشام الدین عبرت (۱۹۰۸ء-۱۹۵۸ء)

قد لمبا، بھاری بھرکم جسم۔ سرخ و سپید رنگ۔ قہقہوں سے بھرپور۔ اپنے گرد احباب کا مجمع لگائے رکھتے۔ جو کمایا خود کھایا اور احباب کو کھلایا۔ شطرنج کے ماہرین میں سے تھے۔ ڈھاکہ میں مرکزی حکومت کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر سول سپلائز تھے کہ وہیں انتقال ہو گیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے گریجوئیٹ تھے۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ عبرت تخلص تھا۔

ا۔ آپ کے چار فرزند ہیں خلف اکبر اختر عباس بی ایس سی ۱۹۲۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہی ہونہار نوجوان ہیں۔ پہلے ریڈیو پاکستان میں اسسٹنٹ انجینئر تھے اور ہز ماسٹرز وائس میں وائس انجینئر بھی ہے۔ اب کنٹریکٹ کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان لاہور کے اکثر پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں اردو بنگالی اور پنجابی کے سنگر بھی ہیں۔

دوسرے فرزند فاروق احمد ۱۹۳۱ء میں بہم میں پیدا ہوئے۔ تیسرے فرزند تجمل حسین ۱۹۳۳ء میں نواں شہر میں پیدا ہوئے۔ پاکستان کریڈٹ انڈسٹریل کارپوریشن کراچی میں سپروائزر ہیں۔ چوتھے فرزند محمود علی ۱۹۳۹ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ زیر تعلیم ہیں۔

Marfat.com

۹۷- محمد اسلم

۳۵۸ وارڈ نمبر ۲ ملتان

قدمیانہ، متناسب اعضا۔ گورا چٹا رنگ، ملنسار اور مستعد انسان ہیں۔ ہریانہ ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ ملتان کے ڈائرکٹر اور ورکس مینجر ہیں۔ تحریک پاکستان سے عملی دلچسپی رہی ہے۔ سٹی مسلم لیگ کے وائس پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء تک میونسپل کمیٹی ملتان کے رکن رہے اور اب بنیادی جمہوریت کے رکن ہیں۔

ل۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر محمد اکرم ۱۹۳۷ء میں تولد ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں لاہور سے بی ایس سی الیکٹرک انجینئرنگ کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے واپڈا کی شاخ حیدر آباد میں ایس ڈی او تعینات ہوئے اور وہاں سے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں ملازمت اختیار کی اور ایک سال بعد فروری ۱۹۶۲ء میں محکمہ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے سڈنی (آسٹریلیا) بھیج دیا۔ آپ کے دوسرے فرزند مسعود اختر ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے اور اب یو۔ ایس۔ اے کی مورگن ٹاؤن ولسیٹ ورجینیا کی یونیورسٹی میں پٹرولیم انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تیسرے فرزند محمود اختر ۱۹۴۸ء میں تولد ہوئے۔ میٹرک فرسٹ ڈویژن میں کیا اور اب ایمرسن کالج ملتان میں تعلیم پا رہے ہیں۔ چوتھے فرزند منصور اختر ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ فرسٹ ڈویژن میں ورنیکلر فائنل پاس کر کے وظیفہ لیا۔ اب نویں جماعت میں ہیں۔ سلیم اختر المولد ۱۹۵۳ء اور ندیم اختر المولد ۱۹۵۸ء بھی زیر تعلیم ہیں۔

۹۸- محمد آصف (۱۹۰۶- ۱۹۶۲ء)

چہرہ زیبا، دراز قد، متناسب اعضا، ملنسار اور منکسر المزاج اور باحیا تھے۔ جوانی میں مکہ مار کر نمبری اینٹ توڑ دیا کرتے تھے۔ بطور کانسٹیبل پولیس میں بھرتی ہوئے۔ لائل پور میں انسپکٹر پولیس تھے کہ وفات ہو گئی۔

ل۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔ خلفِ اکبر صوفی محمد احمد ۲۰ دسمبر ۱۹۲۵ء کو رہتک میں تولد ہوئے۔ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی میں کلرک ہیں۔ خاموش طبع ہیں اور صرف نیکوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ سلف صالحین کے طریقہ پر گامزن ہیں۔ پیر صاحب دیول شریف (تحصیل مری) حضرت پیر عبد المجید کے خلفا میں سے ہیں۔

(پتہ: ای ۲۱۹ نزد مسجد کیلے والی۔ راولپنڈی)

محمد آصف مرحوم کے دوسرے فرزند سید احمد بی۔ ایس۔ سی ہیں۔ باقی چار قمر الزمان، نایاب اختر نواب اختر اور بدر الزمان زیر تعلیم ہیں۔

۹۹۔ سلطان احمد (المولد ۱۹۱۳ء)

۳۹ ٹیگور سٹریٹ۔ گوالمنڈی۔ لاہور

رہتک میں تولد ہوئے۔ گورے چٹے۔ چہرہ زیبا۔ جسم قدرے بھاری۔ میٹرک اور ادیب فاضل ہیں منشی منیر الدین اظہر (۵۹) کے تلامذہ میں ہیں۔ مسٹر الیف ایل برین آئی سی ایس چیف کمشنر اصلاح دیہات پنجاب کے ایما پر آپ نے ایک جلسہ عام میں اصلاح دیہات کے موضوع پر اپنی نظم سنائی۔ اس نظم نے آپ کا مستقبل متعین کر دیا۔ اس نظم پر آپ کو سونے کا تمغہ ملا۔ ۱۹۳۷ء میں یہی نظم آپ نے ریڈیو سٹیشن دہلی سے سنائی اور پھر دس سال تک دہلی ریڈیو سٹیشن سے رائٹر پروڈیوسر کی حیثیت سے منسلک رہے۔ اس اثناء میں آپ مذاحیہ اور تاریخی ڈرامے لکھتے رہے۔ چوہدری سلطان کے نام سے روزانہ دیہاتی پروگرام اپنی نگرانی میں نشر کراتے جس میں خود بھی حصہ لیتے۔ ہفتہ میں دو بار سامعین کے خطوط کا جواب دیتے۔ آپ کے ڈراموں کا ایک مجموعہ "چودھری سلطان کے ڈرامے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔

ہز ماسٹرز وائس اور کولمبیا ریکارڈنگ کمپنی نے آپ کے بیسیوں ڈراموں اور گیتوں کے گراموفون ریکارڈ بھرے ہیں۔

دہلی میں آپ نے فلمی کہانی چندر کانتا لکھی۔ لاہور آ کر ۱۹۵۵ء تک آپ منشی جی کے نام سے ریڈیو سٹیشن کے دیہاتی پروگرام کے رائٹر پروڈیوسر رہے ہیں۔ لاہور آ کر آپ کا رجحان زیادہ تر فلم انڈسٹری کی طرف ہو گیا۔ آپ نے ایک فلمی کہانی سچائی کے نام سے لکھی جو پاکستان کی پہلی فلم کی کہانی بنی۔ پھر آپ نے لاہور رام کینز لمیٹڈ کے نام سے ایک فلم کمپنی قائم کی۔ اس فرم کی فلم سیلاب کی کہانی آپ کی لکھی ہوئی ہے

ا۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ شہزاد عالم ۱۹۳۶ء میں رہتک میں تولد ہوئے۔ ملتان کے نئے پاور سٹیشن میں ڈرافسمین ہیں۔ ہمایوں فر ۱۹۴۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ باقی تین بدر منیر المولد ۱۹۴۹ء۔ فرخ سیر المولد ۱۹۵۱ء اور خالد بن سلطان المولد ۱۹۵۳ء لاہور میں تولد ہوئے۔

۱۰۰۔ اقبال احمد (المولد ۱۹۱۶ء)

مکان نمبر ۴۲ ۵ بنگلہ سیوارام۔ وارڈ نمبر ۴۔ ملتان

بھرا ہوا جسم۔ گورے چٹے۔ خوش مذاق۔ ہریانہ ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ کے حصہ دار اور ہیڈ کلرک ہیں بنیادی جمہوریت کے رکن ہیں۔ بڑے ہی ملنسار اور ہمدرد انسان ہیں۔

ا۔ محمد عالم اور زین العابدین خالد آپ کے دو فرزند ہیں۔

Marfat.com

۱۰۱- بدرالدین (المولد ۱۸۹۲ء)

ہسپتالوں میں ڈسپنسر رہے۔ اب مظفر گڑھ یا ملتان میں پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ اولاد کا حال معلوم نہیں۔

ب- آپ کے والد الحاج حافظ ممتاز الدین (۱۸۶۳-۱۹۲۸ء) سول سیکرٹری ایٹ ٹونک میں ملازم رہے۔ پھر بھاری پیمانہ پر لبساط خانہ اور چمڑے بارود کی تجارت کرتے رہے۔ انتقال ٹونک میں ہوا۔

۱۰۲- اعجاز الدین (المولد ۱۹۱۵ء)

مکان بی ایک پلاٹ نمبر ۱۱ لالو کھیت کراچی۔

ٹونک میں سول ریڈر تھے۔ وکالت کا امتحان بھی پاس کیا ہوا ہے۔ ٹونک سے کراچی آئے اور اب کمرشل ایریا بی ون لالو کھیت کراچی میں برما شل آئل کے سب ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

۱۰۳- اعزاز الدین (المولد ۱۹۲۰ء)

۲/۱۶۳ ایچ۔ ملیر مہاجر کالونی کراچی۔

ٹونک میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس ہیں۔ ریاست ٹونک کے محکمہ پولیس میں اکاونٹنٹ اور کیشیر تھے۔ وہاں سے کراچی آئے اور حکومت پاکستان کے پیٹنٹ آفس۔ محمدی ہاؤس، فورتھ فلور، میکلوڈ روڈ کراچی میں کلرک ہیں۔ پانچ بچے ہوئے لیکن سب وفات پا گئے۔

۱۰۴- حلیم الدین (۱۸۸۷-۱۹۶۰ء)

قد چھوٹا، جسم بھرواں، ناک نقشہ اچھا۔ بڑے ہی حلیم الطبع اور مستعد بزرگ تھے۔ آخری عمر تک اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے رہے۔ بی بی اینڈ سی۔ آئی ریلوے میں سٹیشن ماسٹر تھے۔ ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہو کر قلعہ رہتک میں اپنا خوبصورت سا مکان تعمیر کرایا۔ رہتک میں دی مسلم ٹریڈرز کمپنی لمیٹڈ کے حصہ دار، ڈائرکٹر اور سیکرٹری تھے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آکر سٹیشن ماسٹر شورکوٹ روڈ لگ گئے۔ آپ ٹونک میں پیدا ہوئے اور لاہور میں وفات پائی۔

ل- آپ کے دو فرزند ہیں۔ خلف اکبر محمد مظہر حق ۱۹۲۷ء میں رہتک میں تولد ہوئے۔ نام سے سن پیدائش نکلتا ہے (۱۳۴۵ھ) منسٹری آف ڈیفنس میں مترجم ہیں۔ فارسی، روسی، فرانسیسی اور جرمنی سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اگر انہیں فراغت میسر ہوتی تو اچھے ماہر لسانیات ہوتے۔

پیرزادہ حلیم الدین کے خلف اصغر محمد سرور حق ۱۹۴۰ء میں اچھنیرہ ضلع آگرہ میں تولد ہوئے۔ پی اے ایف پبلک سکول سرگودھا سے سینیئر کیمبرج کیا اور اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ ایس۔ سی۔ گذشتہ سال

کراچی میں گورنمنٹ سکیورٹی پرنٹنگ کارپوریشن لمیٹڈ کراچی میں اسسٹنٹ مینیجر کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔
ب ۔ پیرزادہ حلیم الدین کے والد الحاج حافظ پیر مشتاق الدین (۱۸۶۳-۱۹۱۳ء) ٹونک میں پیدا
ہوئے ۔ ٹونک کے ضلع سرونج میں نائب ناظم یعنی اسسٹنٹ کلکٹر تھے ۔ ۱۸۹۳ء میں ٹونک کو چھوڑا ۔
اور دہلی میں چاولوں کی تھوک فروشی کا کاروبار شروع کیا ۔ تجارت کا تجربہ نہ تھا تمام اثاثہ ختم ہو گیا ۔ حافظ
قرآن تھے ۔ گجرات کاٹھیاواڑ ، بنگال یا مانڈلے میں سے کسی نہ کسی ایک جگہ ہر رمضان میں قرآن شریف
سنایا کرتے ۔ ایک دفعہ مانڈلے سے بحری جہاز میں آ رہے تھے کہ سمندر میں گر گئے مگر بچا لیے گئے ۔ سیلون
بھی گئے ۔ وہاں ایک پہاڑی پر ایک پاؤں کا نشان ہے جسے حضرت آدمؑ کا قدم شریف کہتے ہیں اسے
دیکھنے بھی گئے ۔ انتقال دہلی میں ہوا ۔ آپ کے والد مولوی پیر جی امین الدین کا تذکرہ نمبر ۹۵ ب پر ملاحظہ ہو ۔

Marfat.com

25 ـــــ اولاد مولوی بدیع الدین بن مولوی فخر الدین

نصیر الدین
|
منیر الدین
|
حفیظ الدین
|
رضی الدین

عقیل الدین (۱۰۵) — حسین الدین (۱۰۶)

۱۰۵۔ عقیل الدین مخمور (المولد ۱۸۹۵ء)

مکان نمبر ۵۳۰/۸ ایچ آریہ محلہ۔ کالج روڈ۔ راولپنڈی۔

میٹرک پاس کرنے کے چار سال بعد ۱۹۱۹ء میں کلکتہ کے بورڈ آف اگزامینرز کا ٹیچر شپ ان اردو کا امتحان پاس کیا۔ اس کے دس سال بعد ادیب فاضل اور ۱۹۳۰ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۰ء سے دو سال تک مصر میں انگریزوں کو اردو پڑھائی۔ پھر بارہ سال تک رہتک کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ملازمت کی۔ کچھ عرصہ عرضی نویسی کرنے کے بعد کیڈٹ کالج بنگلور اور او۔سی۔ٹی۔یو رڑکی میں اردو کے انسٹرکٹر رہے۔ پھر قیام پاکستان تک دہلی میں آرمی لنگویج ٹیچر رہے۔ اب راولپنڈی میں عرائض نویسی کرتے ہیں۔ قوتِ حافظہ اچھی ہے۔ مخمور تخلص کرتے ہیں۔

ا۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ خلف اکبر عتیق الدین ۱۹۱۳ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ شعر گوئی کا مشغلہ بھی رکھتے ہیں۔ ایف۔ اے پاس ہیں۔ ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف پاکستان کراچی کے دفتر میں جونیئر اکاؤنٹنٹ ہیں۔ پتہ: پی اینڈ ٹی کالونی گزری روڈ۔ کوارٹر نمبر ایف ۱۹۔ کراچی۔

فرزند ثانی خلیل الدین بی اے رہتک میں ۱۹۳۰ء میں تولد ہوئے۔ آج کل جنرل ہیڈ کوارٹرز میں کلرک ہیں۔ تیسرے فرزند شکیل الدین فوج میں لانس نائک ہیں۔

ب۔ عقیل الدین کے والد رضی الدین (۱۸۶۰ء-۱۹۰۷ء) قلعہ رہتک میں پیدا ہوئے۔ مکتبی تعلیم پائی۔ زمین کاشت کراتے۔ عرائض نویسی کرتے تھے۔ خود اجرت کسی سے طلب نہ کرتے۔ کوئی دیتا کوئی نہ دیتا۔ انتقال رہتک میں ہوا۔

منشی رضی الدین کے والد الحاج حفیظ الدین کا خط بڑا اچھا تھا۔ کچھ عرصہ ریاست نابھہ میں ملازم رہے۔ قلعہ رہتک میں گھر کے سامنے چھوٹی مسجد تھی اس میں اکثر معتکف رہتے۔ گھر پر مکتب قائم کیا ہوا

Marfat.com

تھا جس میں اوروں کے علاوہ حافظ انور علی صاحب سول جج اور متعدد کائستھوں نے تعلیم پائی۔

الحاج حفیظ الدین کے والد شاہ منیر الدینؒ کا انتقال ۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ء کو ہوا۔ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے والد شیخ نصیر الدین کے دستخط ۱۹ شعبان سنہ ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء کے ایک استشہاد نامہ پر احسن الدین (۱۹۳ ل) کے پاس محفوظ ہیں۔ آپ کے والد مولوی بدیع الدین مولوی فخر الدین جھمی ثم رہتکی کے فرزند تھے۔ آپ کا انتقال ۲۵ شوال کو ہوا۔ سن محفوظ نہ رہ سکا۔ احسن الدین (۱۹۳ ل) کے پاس وہ کاغذ ہے جس کی رو سے پسران شیخ امجد (۱۸۴ ب) نے چار بیگھہ زمین واقع موضع سانگھو والی بعوض چھ روپیہ مولوی بدیع الدین کو فروخت کی۔ یہ تحریر ۱۵ ذیقعد سنہ ۶ جلوس اکبر شاہ ثانی سنہ ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء کی ہے۔

مولوی فخر الدین اور ان کے اجداد کا تذکرہ باب ۳ میں حضرت شاہ بدر الدینؒ کے بیان میں ملاحظہ ہو۔

۱۰۶۔ا حسین الدین (المولد ۱۹۰۵ء)

مکان ۱۲۳ وارڈ نمبر ۸ مسلم۔ چاہ بوہڑ والا۔ ملتان شہر۔

رہتک میں پیدا ہوئے، قد میانہ، ناک نقشہ اچھا۔ گورے چٹے۔ تنتیس سال پٹواری رہ کر سنہ ۱۹۵۹ء میں ریٹائر ہوئے۔

ب۔ آپ کے دو فرزند محمد احسن المولد سنہ ۱۹۴۱ء اور محمد محسن المولد سنہ ۱۹۵۱ء ہیں۔

Marfat.com

26 —— اولاد حسین الدین ابنِ حافظ شمس الدین

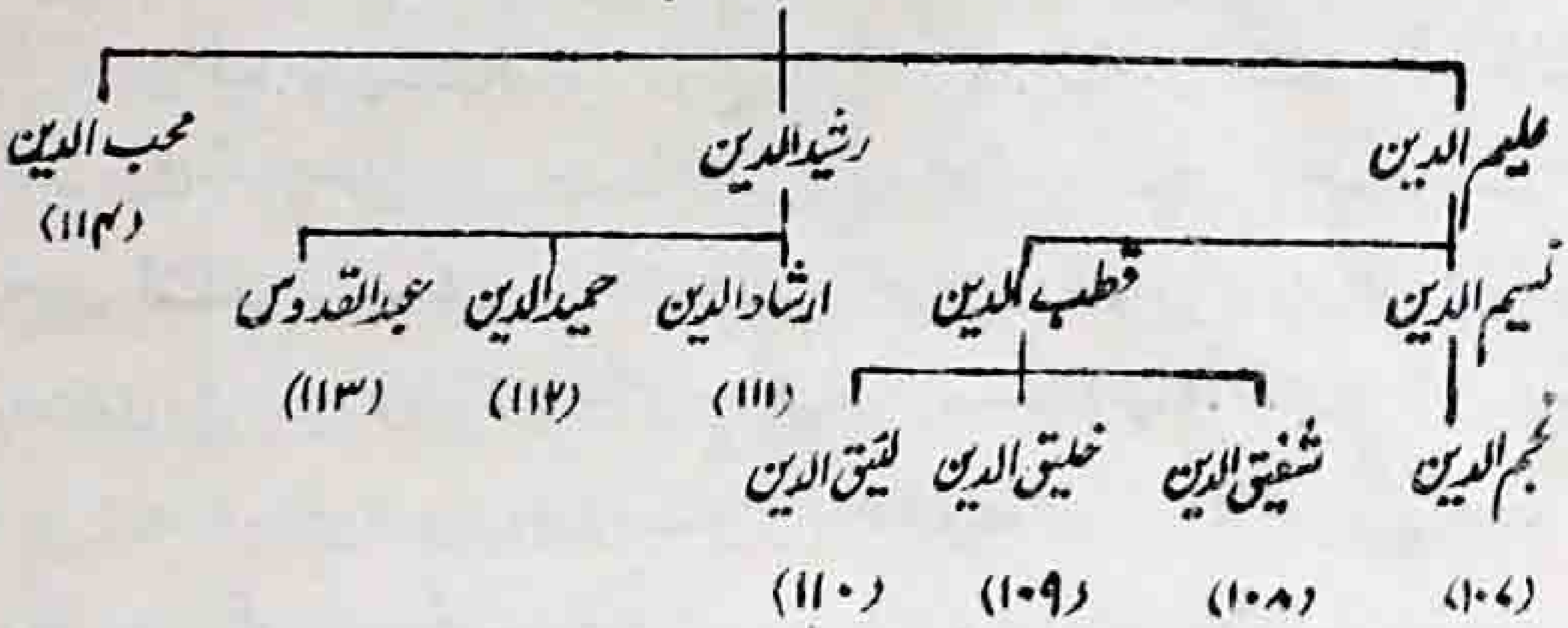

۱۰۷۔ نجم الدین

ملتان میں انتقال ہوا۔ اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ ان کے والد صوفی نسیم الدین (۱۸۶۲-۱۹۲۰ء) منشی فاضل تھے۔ نہایت خوبرو اور فرشتہ خصلت بزرگ تھے۔ رہتک میں عرائض نویسی کرتے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔

۱۰۸۔ شفیق الدین (۱۸۹۶-۱۹۵۲ء)

رہتک میں پیدا ہوئے۔ محکمہ نہر میں ہیڈ مستری تھے۔ بلّہ ہیڈورکس میں انتقال ہوا۔

ا۔ آپ کے تین فرزند ہیں: بڑے صدیق الدین ہیں۔ دوسرے حمید حسن لودھراں میں پوسٹ مین ہیں اور تیسرے عیاذ الدین انفنٹری میں سپاہی تھے۔

ب۔ آپ کے والد قطب الدین (۱۸۶۸-۱۹۰۹ء) مولوی فخر الدین بن عبدالکریم (باب ۳) کی اولاد میں سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے میٹرک پاس کیا۔ گورے چٹے۔ قد میانہ۔ جسم درمیانہ۔ متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ علم و ادب سے بڑا شغف تھا۔ آپ کی ایک تصنیف رابعہ بصری بتائی جاتی ہے۔ جالندھر میں انسپکٹر پولیس تھے وہیں دورانِ ملازمت انتقال ہوا۔

قطب الدین کے والد داروغہ علیم الدین اپنے زمانہ میں اضلاع رہتک اور کرنال کے نامی گرامی تھانیداروں میں سے تھے۔ انتقال ۱۵ رجب ۱۳۱۴ھ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوا۔

داروغہ علیم الدین کے والد حسین الدین (۱۸۰۵-۱۸۸۳ء) ۱۸۵۷ء میں ضلع حصار میں بھوانی یا فتح آباد میں انسپکٹر پولیس تھے۔ شورش ہوئی تو مہم آگئے اور یہاں سے ٹونک جاکر ناظم ڈپٹی کمشنر ہوگئے۔ صحتِ جسمانی کا یہ حال تھا کہ ساٹھ سال کی عمر میں پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی اس دوسری شادی سے آٹھ بچے ہوئے۔ انتقال رہتک میں ہوا۔

Marfat.com

حسین الدین کے والد حافظ شمس الدین بڑے ہی عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ ہر وقت ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ طویل عمر پائی۔ ۳۱ اگست ۱۸۷۱ء کو رہتک میں انتقال ہوا۔

حافظ شمس الدین کے والد عظیم الدین بن مولوی صدر الدین تھے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۱ء کا ایک بیعنامہ احسن الدین (۱۹۳ ل) کے پاس ہے اس پر ایک دستخط گواہ شد محمد عظیم الدینؒ ہیں۔

مولوی صدر الدین اپنے والد مولوی فخر الدین ابن عبدالکریم (ذکر شاہ بدر الدین باب ۳) کے ساتھ جھم سے ترکِ وطن کر کے رہتک جا بسے تھے۔ یہاں آپ نے کئی مکان اور زرعی زمین خریدی۔ گویانہ اور سونی پت میں بھی آپ کی زرعی زمین تھی۔ رہتک میں آپ نے زیادہ زمین اولاد شیخ امجد (۱۸۴ اب) سے خریدی۔ اکبر شاہ ثانی بادشاہ (۱۸۰۶-۱۸۳۷ء) کے عہد کے دو کاغذات احسن الدین (۱۹۳ و) کے پاس ہیں جن کی رُو سے شیخ صدر الدین نے اولاد شیخ امجد سے اراضی خریدی۔ مولوی صدر الدین کے انتقال کے بعد کی ایک تحریر محررہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۸ء احسن الدین (۱۹۳ ب) کے پاس ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صدر الدین کے ترکہ میں سے ان کی دونوں بیٹیوں کو بھی حصّہ ملا اور یہ حصّہ اتنا زیادہ تھا کہ ایک بیٹی نے اپنے حصّے کا ایک حصّہ ایک ہزار روپے میں فروخت کیا اور اس زمانہ میں زمین کوڑیوں کے مول بکتی تھی۔ یعنی ڈیڑھ روپے بیگھہ۔

مولوی صدر الدین کے والد مولوی فخر الدین اور ان کے اجداد کا تذکرہ باب ۳ میں شاہ بدر الدینؒ کے ذکر میں ملاحظہ ہوں۔

۱۰۹۔ **خلیق الدین (۱۸۹۷-۱۹۵۳ء)**

لاہور میں انتقال ہوا۔ شرم و حیا آپ کا خاص وصف تھا۔ نہایت ہی خلیق و شفیق تھے۔ پیادہ دیوانی تھے۔

ل۔ آپ کے تین فرزند ہیں: بڑے لڑکے انیس الدین المولد ۱۹۳۴ء پہلے پولیس میں سپاہی تھے۔ اب پرچون کی دکان کرتے ہیں۔ پتہ: دکان کریانہ صرافہ بازار۔ لودھراں۔ ضلع ملتان۔ تیسرے فرزند تسلیم الدین ۱۹۴۰ء میں سونی پت میں پیدا ہوئے۔ ماہر میکنیکل فٹر ہیں۔ ریزرو فوج میں ہیں۔

۱۱۰۔ **لئیق الدین (المولد ۱۹۰۰ء)**

مکان: باب المجیدی۔ مدینہ منورہ۔ سعودی عرب

دکان: باب البصری " " "

الحاج لئیق الدین رہتکی ثم مدنی جالندھر میں تولد ہوئے۔ سرکاری مدارس میں ڈرائنگ ماسٹر رہے۔

Marfat.com

۱۹۳۰ء میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ میں اپنا مکان بنوا لیا ہے۔ وہاں نگینوں کی تجارت کرتے ہیں۔ نہایت نیک نفس، پاک باطن اور ہمدرد بزرگ ہیں۔ سلف صالحین کا نمونہ ہیں۔

ا۔ آپ کے فرزند حافظ عبدالرحمٰن ۱۹۲۹ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ بچپن حرمین الشریفین میں گزرا۔ مدرسہ فخریہ عثمانیہ مکہ معظمہ میں تعلیم پائی اور کلام مجید حفظ کیا۔ وہاں سے ۱۹۴۶ء میں رہتک آ گئے منشی فاضل اور میٹرک قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی میں رہ کر کیا۔ بڑے ہی ملنسار اور مستعد نوجوان ہیں جی۔ایچ۔کیو راولپنڈی میں کلرک تھے۔ اب ان کا تقرر جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ میں ہو گیا ہے۔ راحت تخلص ہے۔ نمونہ:

شوق اس قدر بڑھا کہ نظر ہو گئی جواں ۔۔۔ افسانہ شباب ہے ہر سو رواں دواں

گرمی جوشِ رقابت کے طفیل ۔۔۔ جلوہ حسن صنم آنکھوں میں ہے

۱۱۱۔ ارشاد الدین (۱۸۷۵-۱۹۶۲ء)

لدھیانہ سے مڈل پاس کیا۔ چار سال ضلعدار رہے۔ ۱۹۳۲ء میں ڈپٹی کمشنر حصار کے دفتر سے ہیڈ ورنیکلر کلرک کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔ مسکن قلعہ رہتک تھا۔ آخری وقت تک صحت قابلِ رشک تھی۔ لاہور میں انتقال ہوا۔

ا۔ آپ کے فرزند عبدالواحد (۱۹۰۴-۱۹۶۰ء) کا لاہور میں انتقال ہوا۔ موٹر سپیئر پارٹس کی تجارت کرتے تھے۔ عبدالواحد کے بڑے لڑکے ضیاء الاسلام (۱۹۲۸-۱۹۶۳) رہتک میں پیدا ہوئے اور لاہور میں انتقال ہوا۔ دوسرے فرزند قمر الاسلام المولد ۱۹۳۰ء لاہور میں کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔ تیسرے فرزند بدرالاسلام المولد ۱۹۴۵ء ہیں۔

ب۔ ارشاد الدین کے والد الحاج رشید الدین (۱۸۴۶-۱۹۲۶ء) نواب ٹونک کے ذاتی کتب خانہ میں تین روپے ماہانہ پر ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے ناظم (ڈپٹی کمشنر) ہو گئے۔ ٹونک سے آ کر محکمہ نہر میں ملازم ہو گئے اور ہیڈ منشی کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔ رہتک مسکن تھا۔ الحاج رشید الدین کے والد حسین الدین کا ذکر نمبر ۱۰۸ ب پر ہو چکا ہے۔

۱۱۲۔ حمید الدین (۱۸۷۸ء-۱۹۵۶ء)

۱۹۱۵ء میں بحیثیت سرویئر عراق گئے اور وہیں سب ڈویژنل آفیسر کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔ پنچ

Marfat.com

میں نو سال ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۰ء تک پلّہ ہیڈ ورکس میں اوورسیر رہے۔ سنتے ہیں عراق عرب میں انتقال ہوا۔

د۔ آپ کے خلفِ اکبر عبدالعزیز ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ قدآور، گورے چٹّے اور خوش شکل ہیں۔ کراچی میں موٹر ڈرائیور ہیں۔ عبدالعزیز کی والدہ مجسّمہ صبر و استقامت ہیں۔ بڑی ہی سلجھی ہوئی، نیک سرشت اور عبادت گزار ہیں۔ اپنے عہد کی ولی ہیں۔ حمید الدین نے دوسری شادی ایک عرب خاتون سے کی تھی۔ جن کے بطن سے چھ فرزند اور تین لڑکیاں عراق میں ہیں۔ صرف تین فرزندوں کے نام معلوم ہو سکے؛ عبدالجلیل، عبدالجبار، اور مصطفےٰ کمال۔

۱۱۲۔ عبدالقدوس (المولد ۱۸۸۸ء)

بنگلہ نمبر ۵۲۔ راج گڑھ روڈ نزد چوبرجی۔ لاہور

ریٹائرڈ اوورسیر ہیں۔ بھٹنڈا میں تولد ہوئے۔

د۔ آپ کے فرزند اکبر عبدالسلام تاج (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۵۲ء) بی۔ ایس۔ سی زراعت تھے۔ بھوانی میں پیدا ہوئے اور لاہور میں انتقال ہوا۔ دوسرے فرزند شمس الاسلام ظفر بی۔ ایس۔ سی ۱۹۳۲ء میں ہانسی میں پیدا ہوئے۔ ریلوے میں پلیٹئر ہیں۔ تیسرے فرزند بدرالاسلام سعید ۱۹۳۴ء میں فتح آباد میں پیدا ہوئے۔ سڈھاگہ کے کسی مِل میں ویونگ ماسٹر ہیں۔ چوتھے فرزند قمرالاسلام بی۔ ایس۔ سی ۱۹۳۹ء میں سرسہ میں پیدا ہوئے اسسٹنٹ انجینئر ہیں۔

۱۱۴۔ محب الدین (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۱ء)

رہتک میں پیدا ہوئے اور بھوپال میں انتقال ہوا۔ بچپن ٹونک میں گزرا۔ وہیں مکتبی تعلیم پائی اور قرآن حفظ کیا اور ملازم ہو گئے وہاں سے بھوپال جا کر محکمہ مالیات میں سپرنٹنڈنٹ ہو گئے اور بھوپال کو اپنا وطن بنا لیا۔ حافظ محب الدین کا قد میانہ تھا باوقار چہرہ تھا اور آواز گرجدار تھی۔ بلندیِ کردار کی وجہ سے بھوپال کے خواص اور عوام آپ کا بڑا ہی احترام کرتے۔ مخیّر اور متواضع تھے۔ سوالی کو کبھی نہ ٹالتے۔ کسی غیر عورت کا گھر میں آنا ممکن نہ تھا۔ ہوش سنبھال کر شاید ہی کوئی وقت ایسا ہو کہ مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھی ہو۔

د۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ فرزند اکبر شمس الدین ۱۹۰۶ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ بھوپال میں رہتے ہیں۔ اولادِ نرینہ کوئی نہیں۔ دوسرے فرزند دبیر الدین ۱۹۲۵ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ پاکستانی افواج میں افسر تھے اب بہاولپور میں رہتے ہیں۔

ب۔ حافظ محب الدین کے والد حسین الدین کا ذکر نمبر ۱۰۸ اب پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

27 اولاد معزالدین بن حافظ شمس الدین

معین الدین — حبیب الدین

مبین الدین — طبیب الدین

یامین الدین — بشیر الدین — (۱۱۷)

(۱۱۵) — (۱۱۶)

۱۱۵- یامین الدین (۱۹۰۰-۱۹۵۲ء)

دہلی پولیس میں سپاہی تھے۔ ملتان میں انتقال ہوا۔

ا- آپ کے دو فرزند ہیں: یٰسین الدین المولد ۱۹۴۷ء دہلی اور تحسین الدین المولد ۱۹۴۹ء۔

ب- یامین الدین کے والد مبین الدین (۱۸۷۴-۱۹۲۲ء) میونسپل کمیٹی رہتک میں ملازم تھے قلعہ رہتک میں رہتے تھے۔ ان کے والد معین الدین (۱۸۴۱-۱۸۷۱ء) کی زیادہ زندگی ٹونک میں گزری معین الدین کے والد معزالدین اور ان کے اجداد کا تذکرہ نمبر ۸۰ اب پر آچکا ہے۔

۱۱۶- بشیر الدین (المولد ۱۹۱۳ء)

کوارٹر نمبر ۳/۷۳ سٹلائٹ ٹاؤن سکیم نمبر ۲۔ ملتان

پہلے موٹر ڈرائیور تھے۔ اب ملتان میں تجارت کرتے ہیں۔

۱۱۷- طبیب الدین (المولد ۱۸۹۷ء)

۲۹ ٹیگور سٹریٹ۔ گوالمنڈی لاہور۔

ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کے دفتر میں آڈیٹر تھے۔ نہایت خاموش طبع، قانع اور متین ہیں۔ مطالعہ کا شوق ہے۔ قرآن اتنا پڑھا کہ قریب قریب حافظ ہو گئے۔ اردو انگریزی کا خط بڑا اچھا ہے۔ فن ضرب الاسلام (پٹے بازی) میں مہارت رکھتے ہیں۔ دہلی کا شاید ہی کوئی ایسا محلہ تھا جس میں خلیفہ طبیب الدین کا شاگرد نہ تھا۔ بینائی اب تک اچھی ہے۔

ا- آپ کے آٹھ فرزند اور چار لڑکیاں ہیں خلف اکبر حسیب الدین ۱۷ ستمبر ۱۹۱۷ء کو دہلی میں تولد ہوئے مولوی صدرالدین بن مولوی فخرالدین کی کثیر اولاد میں آپ پہلے گریجوئیٹ ہیں۔ قد میانہ اور دوہرا جسم ہے اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں اینگلو عربک کالج دہلی کی ادبی، ثقافتی اور سیاسی زندگی کی جان تھے۔ ریڈیائی ڈراموں میں بھی حصہ لیتے کسی جلسہ میں نعت خوانی کرتے تو کسی میں تلاوت

Marfat.com

یا تقریر۔ دوستوں میں سے کسی کی شادی ہوتی تو آپ سے سہرے کی فرمائش ہوتی۔ مشاعرہ ہوتا تو صفِ شعرا میں آپ کو جگہ ملتی اور آپ غزل بھی سناتے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے زندگی بھر خود ایک شعر بھی نہیں کہا۔ گانے کی محفل میں خود بھی تان سینی کرتے مگر اس بظاہر بے فکرے طالب علم کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے اینگلو عربک کالج دہلی کو کانگرس نواز مسلمانوں کے چنگل سے نکال کر مسلم لیگ کی جھولی میں ڈال دیا۔ اس کے نتائج بڑے دور رس ہوئے۔ قائد اعظم کو دہلی میں ایک مستقل سٹیج مل گیا۔ اینگلو عربک کالج دہلی کی سالانہ ضیافت بڑی شاندار ہوتی تھی۔ ابھی لاہور میں قرارداد پاکستان مسلمانوں کا سیاسی نصب العین نہیں بنی تھی۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں حضرت قائد اعظم ایک ایسی ہی سالانہ ڈنر پر مہمان خصوصی تھے۔[1] ڈنر کے بعد اس محفل نے چھوٹے سے جلسے کی شکل اختیار کر لی۔ سب سے پہلے جناب حبیب الدین متعلم بی اے فائنل نے ہریانہ کی دیہاتی زبان میں قائدِ اعظم کی شان میں ایک نظم پڑھی جس کا صحیح لطف اضلاع رہتک حصار کے رہنے والے ہی اٹھا سکتے تھے۔ اس نظم پر حبیب صاحب کو جی بھر کے داد ملی۔ میں نے دیکھا کہ قائد اعظم بھی مسکرا رہے تھے۔ بعد میں اس نظم کو کالج میگزین میں بھی شائع کیا گیا۔ نظم ملاحظہ ہو:

یہ کیسی پالٹی[2] ہے کیاں کی کھاتر لوگ ٹھلے سیں
یہ کیوں مانس یہ مانس کرسیاں پہ آکے ڈٹ رے سیں

ابھی[3] اس سوچ میں تھا میں کہ اک مانس پکار اٹھا
ارے او بھائی سیبو[4] تنے اتنا بھی نہیں بیرا

یہاں[5] آیا ہے وہ مانس کہ جس کا نام سن سن کے
یہ ہندوستان تو کے ہے بلایت تک کے دِل دھڑکے

اٹھے[6] دنیا محمد لی جنا کہہ کے پکارے سے
ابھی تو دیکھیو دکھلائے گا دنیا کو یہ لٹکے

اس[7] اپنے دیس میں چالے نہ تھی کچھ بھائی ستو کی
بنا کر لیگ انہوں نے جڑ جما دی بھتو کلو کی

---

[1] ہفتہ وار رسالہ قندیل لاہور ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء

[2] پالٹی = پارٹی، کیاں کی کھاتر لوگ ٹھلے سیں۔ کس کی خاطر لوگ جمع ہیں۔ [3] سیبو = حبیب الدین کو اس نام سے یہ کبھی نہیں پکارے گئے، تنے = تجھے، بیرا = علم۔ [4] بلایت = ولایت [5] محمد لی جناح = محمد علی جناح، لٹکے دکھانا = مزے چکھانا۔ [6] ستو، بھتو، کلو = عوام۔

Marfat.com

بے ساچی جان سے مانس نہیں نیٹھم پھرستہ ہے
مسلمانوں کی خاطر وہاں سے پرمیسر نے بھیجا ہے
منیں جب من نے یہ باتیں تستی ہو گئی دا ہویں
حبیب ہو جا گا بیڑا پار اب پر دیں ہو یا پچھویں"

اگلے روز دہلی کے تمام مسلم پریس نے اس پروگرام کو سراہا۔ ازاں بعد جب اس کالج کے طالبعلم ایک اور موقع پر قائدِ اعظم سے ملنے گئے تو انہوں نے فرمایا: "مجھے آپ کے کالج کا وہ ہنس مکھ نوجوان اچھی طرح یاد ہے" آج کل آپ منسٹری آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے آڈٹ آفس میں سپرنٹنڈنٹ ہیں اور لمحاتِ فرصت میں لطیفہ گوئی کرتے ہیں۔ پتہ: ۱۵۹۔ای جہانگیر روڈ ویسٹ کراچی۔

طبیب الدین کے دوسرے فرزند رفیق الدین بی اے۔ مطالعہ وسیع ہے۔ متین و ذہین اور محنتی نوجوان ہیں۔ منسٹری آف ورکس کراچی میں سیکشن آفیسر ہیں۔ پتہ: ای ۱۹۸ جہانگیر روڈ ویسٹ کراچی۔
تیسرے فرزند ڈاکٹر وحید الدین شمیم ایم۔بی۔بی۔ایس ہیں۔ خاندان کے مردوں میں پہلے ایم۔بی۔بی۔ایس ہیں۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء رہتک میں پیدا ہوئے۔ طبیب الدین کے باقی پانچ فرزند ابھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ب۔ طبیب الدین کے والد حبیب الدین (۱۸۶۰۔۱۹۰۸ء) سادہ لوح بزرگ تھے۔ انتقال رہتک میں ہوا اور ان کے والد معز الدین کا ۲ جولائی ۱۸۷۴ء کو انتقال ہوا۔ معز الدین کے والد شمس الدین اور ان کے اجداد کا تذکرہ نمبر ۸۔۱۰ اب پر ملاحظہ ہو۔

لہ پھرستہ = فرشتہ، پرمیسر = خدا۔
سلہ من = دل، دا ہویں = قطعی، پر دیں ہو یا پچھویں۔ ہوا خواہ پورب سے چلے یا پچھم سے۔
سلہ "I fully remember that jolly young fellow of your college."

Marfat.com

28 ـــــ اولاد فیاض علی بن حافظ شمس الدین

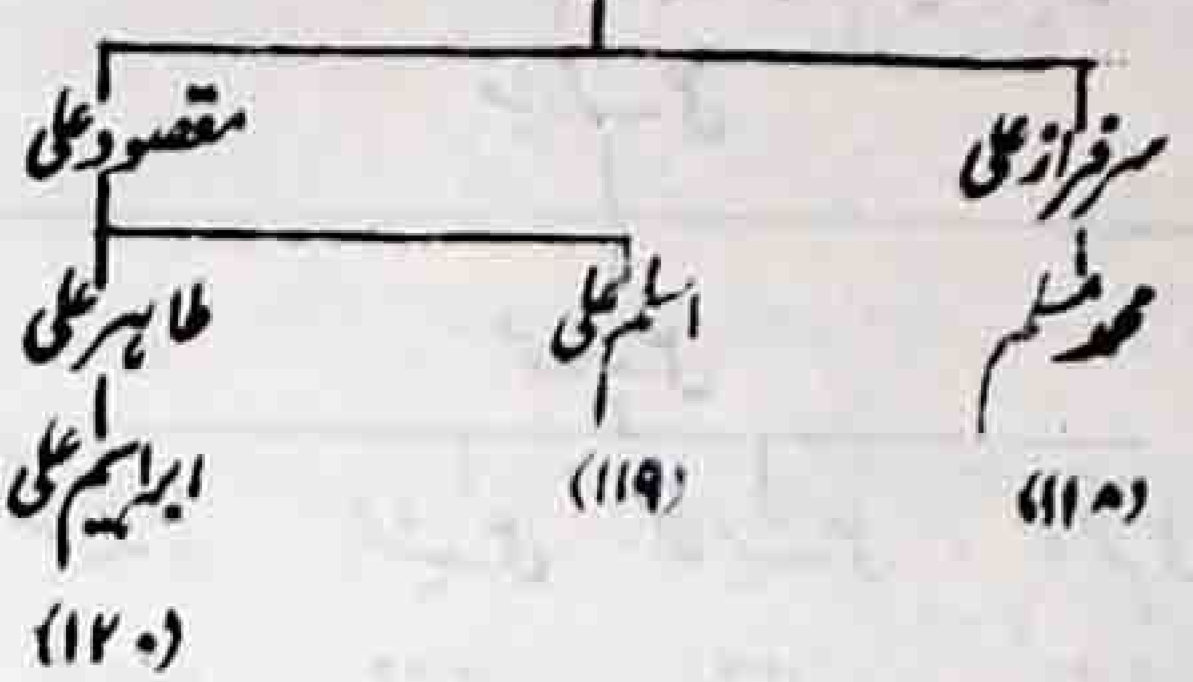

۱۱۸۔ **محمد مسلم** (المولد ۱۹۰۴ء)

معرفت حاجی قیام الدین سائیکل ڈیلر ۔کچہری روڈ۔کراچی

دہلی میں پوسٹ مین تھے۔ قد لمبا ہے۔

ب۔ آپ کے والد سرفراز علی (۱۸۶۸-۱۹۲۷ء) کا نہم میں انتقال ہوا۔ سرفراز علی کے والد حافظ فیاض علی کا ۱۱ رجب ۱۲۹۶ھ یکم جولائی ۱۸۷۹ء کو انتقال ہوا۔ ان کے والد حافظ شمس الدین کا ذکر نمبر ۱۰۸ اب پر آچکا ہے۔

۱۱۹۔ **اسلم علی** (المولد ۱۹۰۳ء)

گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں رہتے ہیں۔ شادی نہیں کی۔

۱۲۰۔ **ابراہیم علی** (المولد ۱۹۴۴ء اندازاً)

شاید کراچی میں ہیں۔ ان کے والد طاہر علی کا ۱۹۴۲ء میں دہلی میں انتقال ہوا۔ طاہر علی کے والد قاری مقصود علی نے ۱۹۰۷ء میں میٹرک پاس کیا۔ دبلے پتلے خوش طبع انسان تھے۔ گورداسپور میں نقول ایجنٹ تھے۔ وہیں ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا۔ گورداسپور میں ہر دلعزیز تھے۔ قاری مقصود علی کے والد حافظ فیاض علی کا ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔ اور ان کے والد حافظ شمس الدین کا ذکر ۱۰۸ اب پر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

29 — اولاد رستم علی بن عظیم الدین رہتکی

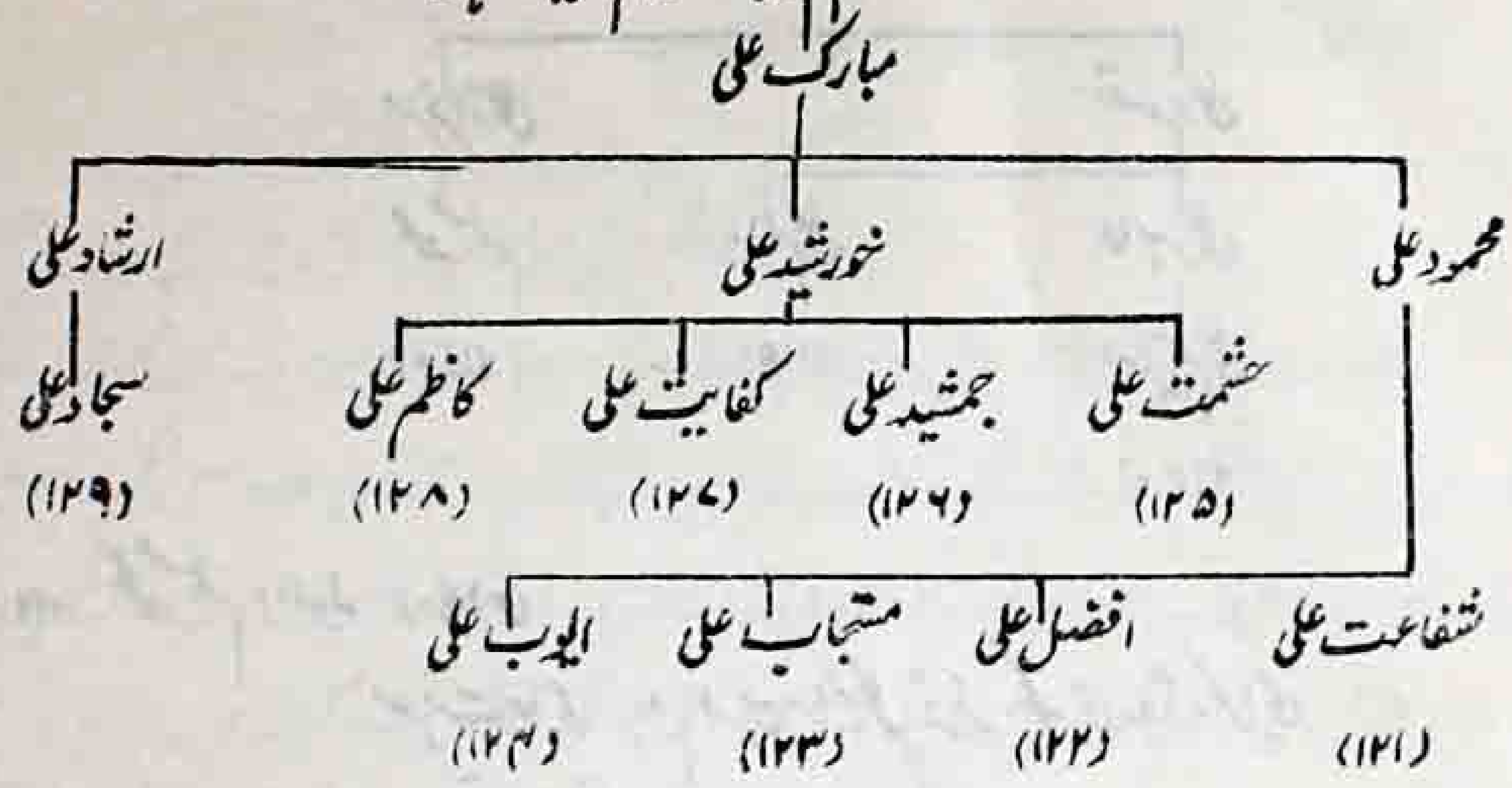

۱۲۱۔ شفاعت علی (المولد ۱۸۸۷ء)

مکان نمبر ۶۱۴ وارڈ نمبر ۶۔ کبوتر منڈی۔ ملتان شہر۔

رہتک میں پیدا ہوئے۔ فوج میں سواروں میں تھے۔ پھر پولیس میں چھبیس سال ایک ہی ضلع میں رہے۔ ریٹائر ہونے کے وقت سارجنٹ تھے مگر عارضی سب انسپکٹر بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں پنشن ہوئی۔ سیر و شکار کا ہمیشہ شوق رہا۔ چھہتر سال کی عمر میں صحت ماشاء اللہ قابل رشک ہے۔ خط بڑا پاکیزہ ہے

ا۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ سب رہتک میں پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے شجاعت علی پولیس میں تھے۔ دوسرے فرزند شائق علی کسی موٹر کمپنی میں چکے ہیں۔ تیسرے فرزند مشتاق علی یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ کمپنی احمد پور شرقیہ میں سپروائزر یا ڈرائیور ہیں۔ چوتھے فرزند محمد افضل حسین ہیں اور سب سے چھوٹے محمد تسلیم حسین ملتان تار گھر میں ٹیلیگرافسٹ ہیں۔

ب۔ شفاعت علی کے والد محمود علی (۱۸۵۶ - ۱۹۲۹ء) فوج میں دفعدار تھے۔ پنشن لینے کے بعد پینتالیس سال تک مختلف محکموں میں ملازمت کی۔ آخری وقت تک صحت اچھی رہی۔ بغیر عینک کے مطالعہ کر لیا کرتے تھے۔ بڑے ہی ملنسار اور باضابطہ بزرگ تھے۔

دفعدار محمود علی کے والد مبارک علی میونسپل کمیٹی رہتک کے سرکاری رکن تھے۔ کافی مزروعہ زمین آپ کی ملکیت تھی۔ شہر والے اپنے باہمی جھگڑوں کا آپ سے فیصلہ کراتے۔ انتقال ۹ محرم ۱۳۱۸ھ ۹ مئی ۱۹۰۰ء کو ہوا۔ مبارک علی کے والد رستم علی بن عظیم الدین تھے۔ عظیم الدین اور ان کے بزرگوں کا حال نمبر ۱۰۸ اب پر ملاحظہ ہو۔

۱۲۲۔ افضل علی

۱۸۹۴ء میں تولد ہوئے۔ ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس تھے۔ کراچی میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

ل۔ آپ کے فرزند اشرف علی بی۔اے سنٹرل پی۔ڈبلیو۔ڈی کراچی میں اسسٹنٹ انچارج ہیں۔
اشرف علی کی والدہ مسرت جہاں صدیقی بنت مولوی رشید الدین (۲، ب ا) بڑی ہی بیدار مغز خاتون ہیں۔
انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان ۱۹۵۲ء میں قائم ہوئی۔ آپ شروع سے اس کی پراپیگنڈہ سیکرٹری ہیں۔
ہمارے پیش نظر اس انجمن کی ۱۹۵۳ء کی رپورٹ ہے۔ صرف اس ایک رپورٹ کے مطالعہ کے بعد کہا
جاسکتا ہے کہ علمی کاموں میں آپ سے زیادہ کسی خاتون نے حصّہ نہیں لیا۔ شعر گوئی کا ملکہ بھی ہے۔

۱۲۳۔ مستجاب علی (۱۸۹۷ء - ۱۹۴۹ء)

ملتان میں کپڑے کا تھوک کاروبار کرتے تھے وہیں انتقال ہوا۔

ل۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔ سب دہلی میں پیدا ہوئے۔ خلف اکبر ظفر علی المولد ۱۹۲۳ء لسٹلاڈ ٹیکسٹائل
مل لائل پور میں ویونگ ماسٹر ہیں۔ دوسرے فرزند شہزاد علی کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان میں ملازم ہیں۔ ایف
ایس۔ سی پاس ہیں۔ تیسرے فرزند مظہر علی ہیں۔ چوتھے لڑکے شوکت علی ہیں اور پانچویں اظہر علی نشتر
میڈیکل کالج کی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کلاس کے سال چہارم میں ہیں۔ چھٹے فرزند مسعود جاوید زیر تعلیم ہیں۔ ان
بھائیوں میں سے ایک ایم۔ اے ریاضی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۱۲۴۔ ایوب علی (المولد ۱۹۰۰ء)

مکان نمبر ۲/۴۲ وارڈ نمبر ۴ ہانو کا چھجہ، بنگلہ سیتارام ملتان۔

دبلے پتلے، ناک نقشہ اچھا ہے، ڈسٹرکٹ مظفر گڑھ ٹرانسپورٹ کمپنی کے حصّہ دار ہیں۔

ل۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔ بڑے فرزند سید علی المولد ۱۹۳۶ء محکمہ ڈاک و تار میں کلرک ہیں۔ دوسرے
فرزند تیر علی المولد ۱۹۳۸ء الیکٹریشن ہیں۔ باقی فرزندان نوازش علی المولد ۱۹۴۰ء، حامد علی المولد ۱۹۴۶ء
طاہر علی المولد ۱۹۵۰ء اور طارق علی المولد ۱۹۵۲ء ہیں۔

۱۲۵۔ حشمت علی (المولد ۱۹۰۱ء)

معرفت ڈسٹرکٹ بس سروس مظفر گڑھ

دبلے پتلے، گورا رنگ۔ آنکھیں نیلاہٹ لئے ہوئے۔ دو موٹر کمپنیوں میں حصّہ دار ہیں۔ رہتک
میں اپنی لاری چلاتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے مکینیکل انجینئر ہیں۔ اگر آپ کو مواقع ملتے تو قابل قدر موجد ہوتے
چھوٹی موٹی چیزیں خود ہی معمولی سے خرچ سے تیار کر لیتے ہیں۔ پرانی مشینری لے کر ایک گھنٹہ بنایا جس
میں ہر پانچ منٹ کے بعد ایک سیکنڈ کے لئے بلب سے روشنی ہوتی ہے۔ ہینڈ بیگ کی قسم کا ایک
سفری چولہا بنایا جس میں لکڑیاں بھی جل سکتی ہیں اور کوئلے بھی۔ ایک ٹیبل لیمپ بنایا جس میں ایک ہی

Marfat.com

بلب مختلف واٹ کا کام دیتا ہے۔ شریف الطبع اور تنہائی پسند ہیں۔ اکل حلال کے ہمیشہ پابند رہے ہیں۔

(۱) آپ کے تین فرزند ہیں: خلف اکبر عشرت علی ۱۱ر جنوری ۱۹۲۰ء کو رہتک میں پیدا ہوئے۔ پوسٹ میٹرک، منشی فاضل اور بی۔اے ہیں۔ آج کل مظفر گڑھ میں سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفیسز ہیں۔ اکل حلال کے پابند ہیں۔ اوقات فرصت میں مطالعہ کتب اور فوٹو گرافی کرتے ہیں۔ قد آور، جسم دوہرا، رنگ گورا، خوش مذاق، ملنسار اور شریف الطبع ہیں۔ عشرت علی کے چھوٹے بھائی نصرت علی ۱۹۲۳ء میں رہتک میں تولد ہوئے۔ رنگ کھلا ہوا قد آور دوہرا بدن ہے۔ با اصول نوجوان ہیں۔ آج کل میاں چنوں میں انسپکٹر پوسٹ آفیسز ہیں۔ نصرت علی کے چھوٹے بھائی اقبال جاوید ۱۹۴۲ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ ایف۔ایس۔سی میڈیکل کلاس میں ہیں۔

(ب) حشمت علی کے والد خورشید علی (۱۸۶۵-۱۹۲۳ء) کا رہتک میں انتقال ہوا۔ گورے چٹے۔ قد میانہ، اکہرے جسم کے بزرگ تھے۔ چندے فوج میں اور پھر سول میں سب جج کے ریڈر رہے۔ منکسر المزاج تھے۔ خورشید علی کے والد مبارک علی اور ان کے اجداد کا ذکر نمبر ۱۲۱ ب پر لکھا جا چکا ہے۔

۱۲۶۔ جمشید علی (المولد ۱۹۰۹ء)

۲۹۱ نواں شہر۔ ملتان

دبلے پتلے قد میانہ، رنگ گورا، رہتک سے میٹرک کیا۔ فٹ بال اور والی بال کے اچھے کھلاڑی تھے۔ جوانی میں بمبئی اور کلکتہ کی سیر کی۔ بڑے ہی مرنجاں مرنج، با اصول اور منکسر المزاج ہیں۔ ہریانہ ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ ملتان کے اکاونٹنٹ اور ڈائرکٹر ہیں۔ اور اپنا کام جانفشانی سے کرتے ہیں۔ مطالعہ کا شوق ہے۔ نیک سرشت اور شریف الطبع ہیں۔

(۱) آپ کے چار فرزند ہیں: بڑے فرزند محمد شاہد مسعود المولد ۱۹۴۳ء ایک بڑے ہی ہونہار طالبعلم ہیں لگاتار وظیفۂ قابلیت لیتے رہے ہیں، نشتر میڈیکل کالج ملتان کی ایم۔بی۔بی۔ایس کلاس کی تھرڈ ایر یا فورتھ ایر میں ہیں۔ باقی فرزند محمد طاہر المولد ۱۹۵۰ء، محمد علی طارق المولد ۱۹۵۲ء اور محمد منصور المولد ۱۹۵۴ء زیر تعلیم ہیں۔ جمشید علی کی بڑی دختر غوثیہ صدیقہ (اہلیہ ارشاد الرحمٰن عرش صدیقی المنمبر ۱۵۱) ایم۔اے۔بی۔ٹی ہیں، تمام زمانہ طالب العلمی میں وظیفۂ قابلیت لیتی رہیں۔

۱۲۷۔ کفایت علی (المولد ۱۹۱۴ء)

کوارٹر نمبر ۱۰ بلاک نمبر ۱۸۶۔ پاپوش نگر۔ ناظم آباد۔ کراچی۔

میو سکول آف آرٹس لاہور (موجودہ نیشنل کالج آف آرٹس) کے سند یافتہ ہیں۔ محکمہ تعمیرات عامہ

Marfat.com

کراچی میں ڈرافٹسمین ہیں۔ قد لانبا اور جسم دبلا پتلا ہے۔

ا۔ آپ کے چھ فرزند ہیں جن میں سے شکیل مصطفیٰ اور تنویر مصطفےٰ میٹرک ہیں۔

۱۲۸۔ کاظم علی (۱۹۱۷ - ۱۹۵۷ء)

ملتان میں انتقال ہوا۔ اولادِ نرینہ نہ تھی۔

۱۲۹۔ سجاد علی (۱۸۹۹ - ۱۹۵۲ء)

ملتان میں انتقال ہوا۔ موٹر مکینک تھے۔

ا۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں: راشد علی الیکٹریشن ہیں۔ آصف علی یونائیٹڈ بس سروس احمد پور شرقیہ بہاولپور میں اسسٹنٹ مینجر ہیں۔ ممتاز علی بھی الیکٹریشن ہیں۔ سب لڑکوں کا مسکن ملتان ہے۔

ب۔ سجاد علی کے والد ارشاد علی کا ۱۹۰۰ء میں رہتک میں انتقال ہوا۔ اور ان کے والد مبارک علی کا ۱۲۱اب پر ذکر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

30 —— اولاد بہادر علی بن عظیم الدین

قاسم علی

|

حیات علی

(۱۳۰)

۱۳۰ - حیات علی (۱۸۸۴ - ۱۹۵۵ء)

سروے آف انڈیا میں سپرویزر تھے - ملتان میں انتقال ہوا -

(ل) آپ کے اکلوتے فرزند امجد علی ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے - ہریانہ ٹرانسپورٹ کمپنی ملتان کے حصّہ دار اور انچارج سٹورز ہیں - آپ کے پاس ایک سو سے زائد قدیم تحریریں ہیں - جن میں شاہی فرامین اور خاندان سے متعلق بعض اہم کاغذات ہیں - اگر ہم یہ خزانہ دیکھ پاتے تو اولاد مولوی صدرالدین کے حالات زیادہ شرح و بسط سے لکھ سکتے -

امجد علی کی اولاد میں صرف تین لڑکیاں ہیں -

ب - حیات علی کے والد قاسم علی (۱۸۴۳ - ۱۸۹۲ء) کا رہتک میں انتقال ہوا - ان کے والد بہادر علی بن عظیم الدین (۱۰۸ ب) تھے -

Marfat.com

باب ۸

سلسلہ کبیریہ سے جو حضرات پاکستان آئے

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین حجنیری ثم رہتکی کے خلف اصغر مولانا کبیر الدینؒ کی اولاد میں سے صرف ان حضرات کا شجرہ اگلے صفحہ پر دیا گیا ہے جن کی نسل جاری ہے۔ اس طرح کل ۸ آٹھ شاخیں بنتی ہیں جن کے نمبر 31 سے 38 تک ہیں۔ اس سے اگلے صفحے پر ہر شاخ سے ان افراد کے نام ترتیب وار لکھ دیئے ہیں جو اپنے اپنے کنبہ کے سرپرست کی حیثیت سے پاکستان آئے۔ سرپرست سے مراد وہ مرد یا لڑکا ہے جس کا باپ یا دادا حیات نہ ہو۔ ان سرپرستوں کے سلسلہ نمبر ۱۳۱ سے ۸۳ تک ہیں۔ آگے چل کر سلسلہ وار ہر سرپرست کنبہ کے مختصر حالات درج ہیں۔ پھر اس نمبر کے ا جز میں اس سرپرست کی اولاد کا بیان ہے اور ب جز میں آبا و اجداد کا۔ اجداد کا بیان بڑے بھائی کے نمبر پر ہوا ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحب اولاد ہو یا اس کے اولاد ہونے کی توقع ہو۔ ورنہ دوسرے بھائی کے بیان میں اجداد کا ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلہ سے اس وقت تین سو ساٹھ (۳۶۰) افراد حیات ہیں۔

Marfat.com

مولانا کبیر الدینؒ بن زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدین

- مولانا ظہیر الدین
  - مولانا غیاث الدین
    - مولانا کمال الدین
      - محمد سلیمان
        - مبارک
          - سیف اللہ
            - عطاء اللہ
              - شاہ لطف اللہ
                - شاہ عبد الحکیم
                  - شاہ مبارک
                    - شاہ غلام کہف
                      - محمد ابراہیم (31)
                  - شاہ عبد العظیم
                    - شاہ محمد اسمٰعیل
                      - عبد الغنی (32)
                      - عبد السمیع (33)
                      - سیف الرحمٰن (34)
                      - محمد یعقوب (35)
                      - محمد شاہ غوث (36)
                      - محمد یونس (37)
      - مولانا بہاء الدین
        - محمود
          - محمد جمال
            - محمد جیو
              - ابو الغیث عرف جہانگیر
                - محمد مداری
                  - ہمت اللہ (38)

(یہ مکمل شجرہ نہیں ہے)

Marfat.com

۱۹۴۷ء میں سلسلہ کبیریہ کے کنبوں کے سرپرست

(31) اولاد محمد ابراہیم

(۱۳۱) محمد غازی
(۱۳۲) عبدالسلام
(۱۳۳) بو علی
(۱۳۴) محمد حسن

(32) اولاد عبدالغنی

(۱۳۵) غلام مصطفےٰ
(۱۳۶) غلام مرتضےٰ
(۱۳۷) نجم الدین
(۱۳۸) غلام کبریا
(۱۳۹) غلام اتقیا
(۱۴۰) عبدالمغنی
(۱۴۱) محمد اشفاق
(۱۴۲) ضمیر الدین
(۱۴۳) امیر الدین
(۱۴۴) عبدالمعید
(۱۴۵) عبدالرشید
(۱۴۶) عبدالحفیظ
(۱۴۷) ابو سعید

(33) اولاد عبدالسمیع

(۱۴۸) قوام الدین
(۱۴۹) احسان الدین

(34) اولاد سیف الرحمٰن

(۱۵۰) خلیل احمد
(۱۵۱) لئیق الدین
(۱۵۲) مصباح الدین
(۱۵۳) مفتاح الدین
(۱۵۴) حبیب احمد
(۱۵۵) عتیق احمد
(۱۵۶) عبدالسلام
(۱۵۷) اکمل الدین
(۱۵۸) فضل حق

(35) اولاد محمد یعقوب

(۱۵۹) محمد طٰہٰ
(۱۶۰) مختار احمد
(۱۶۱) عبدالرزاق
(۱۶۲) عبدالرحیم
(۱۶۳) ضمیر الدین
(۱۶۴) اکرام الدین
(۱۶۵) الطاف حسین
(۱۶۶) اکرام الدین
(۱۶۷) امین الدین
(۱۶۸) سلام الرحمٰن
(۱۶۹) قدرت اللہ
(۱۷۰) فخر الدین

(36) اولاد محمد شاہ غوث

(۱۷۱) سردار احمد
(۱۷۲) آفاق احمد
(۱۷۳) عرفان احمد
(۱۷۴) احسان احمد
(۱۷۵) شفیق احمد
(۱۷۶) نذیر احمد
(۱۷۷) شبیر احمد
(۱۷۸) سید احمد
(۱۷۹) صدیق احمد
(۱۸۰) امیر احمد

(37) اولاد محمد یونس

(۱۸۱) محمد یونس

(38) اولاد ہمت اللہ

(۱۸۲) سلطان احمد
(۱۸۳) بشیر احمد

Marfat.com

۱۳ـ ——— اولاد مولانا محمد ابراہیم بن شاہ غلام کہف رحؒ

محمد اسحاق — محمد یوسف

محمد یعقوب (بن محمد اسحاق) — عبدالخالق (بن محمد یوسف)

محمد غازی (بن محمد یعقوب) — عبدالسلام، بوعلی، محمد محسن (بن عبدالخالق)

(۱۳۱) محمد غازی — (۱۳۲) عبدالسلام — (۱۳۳) بوعلی — (۱۳۴) محمد محسن

۱۳۱ـ **محمد غازی** (۱۸۷۸ء – ۱۹۶۰ء)

متناسب اعضا، طویل القامت، شگفتہ مزاج۔ جہم میں خطیب جمعہ و عیدین تھے۔ یہ خدمت موروثی تھی۔ اپنے والد کے خلیفہ و جانشین تھے۔ گورداسپور اور موضع موٹھ، لوہاری، گڑھی عظیماں، ضلع حصار میں آپ کے مرید تھے۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے یہ سلسلہ جاری نہیں رکھا۔ موٹھ تحصیل ہانسی ضلع حصار میں آپ کی اراضی تھی۔ وہاں بھی عارضی رہائش رکھتے۔ کاشت کاری سے زیادہ شغف تھا۔ انتقال راولپنڈی میں ہوا۔

لہ۔ پیر جی محمد غازی اپنے ساتوں فرزندوں کے ساتھ ہجرت کر کے ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے۔ خلف اکبر پیرزادہ محمد ہادی جہم میں تولد ہوئے۔ اصغر ہادی سے مادہ تاریخ پیدائش نکلتا ہے ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء۔ اپنے آبا کی طرح قد لمبا اور صحت اچھی ہے۔ یادداشت اچھی ہے۔ ذہین اور شگفتہ مزاج ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں پولیس سے ریٹائر ہوئے۔ اب اپنے بھائی پیرزادہ منظور احمد کی فرم میں کام کرتے ہیں۔ پتہ: ایم سی ۸۵، متر پورہ مری روڈ، راولپنڈی۔ آپ کے فرزند شمشاد احمد المولد ۱۹۲۸ء منشی فاضل ہیں۔ دس سال فوج میں حوالدار کلرک رہے۔ اب ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ تاریخ وفات از امین الرحمٰن (۱۷) "راہئ خُلد محمد غازی" ۱۹

پیر محمد غازی کے فرزند ثانی پیرزادہ منظور احمد جہم میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ خوش شکل، خوش پوش، قد آور، متناسب اور مضبوط اعضا۔ ملنسار ہیں۔ اوورسیری کلاس پاس ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء میں جوگندر نگر ہائیڈرو الیکٹرک میں اسسٹنٹ فورمین متعین ہوئے۔ وہاں صرف تین سال رہے۔ جہم میں پہلی ڈیری فارم کھولی مگر نقصان اٹھایا اور پانی پت میونسپل کمیٹی میں اوورسیر ہو گئے۔ یہاں سے مستعفی ہو کر چھوٹی موٹی ٹھیکیداری کی جس میں نقصان اٹھایا اور کراچی میں برلا کے داماد کی فرم "بی آر ہرمن اینڈ مہتہ" میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک انجینئر رہے۔ ملازمت چھوڑ کر کراچی جونا مارکیٹ میں مراد آباد انڈسٹریل ہوم نامی فرم قائم کی جس میں زیادہ کامیابی نہ ہوئی اور آپ ایم۔ ای۔ ایس دہلی چھاؤنی میں اوورسیر ہو گئے۔ یہ ملازمت چھوڑ کر

کرسرائے روح اللہ دہلی میں زمین لے کر چونے کے بھٹے لگائے، سیدی پورہ قرول باغ دہلی میں اپنی دو منزلہ کوٹھی بنوائی۔ اب ان کی مالی حالت تسلی بخش ہوگئی تھی۔ لڑکی کی شادی کے لئے دل کھول کر جہیز بنایا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو شادی قرار پائی کہ دہلی میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوگیا اور ۱۵ اگست کو آپ کو اپنا چالو کاروبار اور بھرا گھر چھوڑنا پڑا۔ راولپنڈی آکر ستی صدر روڈ راولپنڈی پر پاکستان سینی ٹیشن اینڈ کنسٹرکشن کارپوریشن کے نام سے ایک فرم کھول لی اور ساتھ ہی سینیٹری ٹھیکداری کا کام شروع کردیا۔ خدا نے اس کاروبار میں برکت دی۔ اب آپ کی ایک کوٹھی راولپنڈی سٹلائٹ ٹاؤن میں ہے۔ دو مکان آریہ محلہ میں ہیں۔ اور ایک مکان گوالمنڈی میں۔ آپ کی زندگی میں دو باتیں بڑی ہی درخشاں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو ملازمت کے بندھنوں سے آزاد کرکے آزادانہ کاروبار کا خاندان کو راستہ بتایا۔ دوسری خوبی ان کی کنبہ پروری ہے۔ آڑے وقت میں اپنے اقربا کی بڑی دستگیری کی۔ آپ ضلع راولپنڈی کی مغربی پاکستان مہاجر فیڈریشن کے صدر تھے۔ یہ فیڈریشن مارشل لا کے نفاذ پر ۱۹۵۸ء میں ختم ہوگئی۔ دپتہ: مکان ۴۵،۴ گوالمنڈی راولپنڈی)

پیرزادہ منظور احمد کے پانچ فرزند ہیں۔ بڑے فرزند سردار احمد ۱۹۲۹ء میں ہسم میں پیدا ہوئے۔ راولپنڈی میں کاروبار کر رہے ہیں۔ گندہ نالہ کالج روڈ پر سردار الیکٹرو پلیٹنگ اور گوالمنڈی پل کے نزدیک ایس ایس انڈسٹریز نامی آپ کی دو فرمیں ہیں۔ دوسرے فرزند تقی احمد ۱۹۳۲ء میں ہسم میں تولد ہوئے اور اپنے والد کی فرم میں کام کرتے ہیں۔ تیسرے فرزند ذکی احمد ۱۹۳۴ء میں ہسم میں پیدا ہوئے اور گورڈن کالج راولپنڈی میں تعلیم پا رہے ہیں۔ باقی دو فرزند تیمور نہال المولد ۱۹۴۰ء اور ستار رون ہیں۔

پیر محمد غازی کے تیسرے فرزند پیرزادہ منصور احمد ۱۹۱۸ء میں ہسم میں پیدا ہوئے۔ منشی فاضل ہیں۔ بی۔اے تک تعلیم حاصل کی مگر پاس نہ کر سکے۔ خوش شکل، خوش وضع نوجوان ہیں۔ محکمہ برقیات میں اسسٹنٹ ہیں۔ دپتہ: مکان نمبر ۳۔ گلی نمبر ۳۲۔ رام نگر۔ چوبرجی لاہور)

پیر محمد غازی کے چوتھے فرزند پیرزادہ مشکور احمد ۱۹۲۴ء میں ہسم میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس ہیں۔ سینی ٹیشن کا کاروبار کرتے ہیں۔ ٹھیکیداری بھی کرتے ہیں۔ دپتہ: ایم ۵۰۳۵ مترپورہ۔ مری روڈ۔ راولپنڈی)

پیر محمد غازی کے تین اور فرزند انوار احمد المولد ۱۹۳۰ء، مختار احمد المولد ۱۹۳۳ء اور افتخار احمد المولد ۱۹۳۶ء ہسم میں تولد ہوئے۔ اب راولپنڈی میں کاروبار کرتے ہیں۔

ب۔ پیر محمد غازی کے والد مولوی پیر محمد یعقوب (۱۸۴۷-۱۹۱۴ء) کا مولد و منشا قصبہ ہسم ضلع رہتک ہے۔ ابھی بارہ سال کے تھے کہ ان کے جلیل القدر والد کو جرم بغاوت میں انگریزوں نے پھانسی دے دی۔

Marfat.com

خوش شکل، خوش پوش، مناسب حد تک جسیم اور بلند قامت بزرگ تھے۔ ہم میں خطیب جامع مسجد اور عیدین تھے۔ اضلاع گورداسپور، گوڑگاؤں اور حصار میں آپ کے کافی مرید تھے مگر آپ کی توجہ اپنی زمینوں کی طرف زیادہ تھی۔

پیر محمد یعقوب کے والد مولوی پیر محمد اسحٰق شہیدؒ (۱۸۳۱ء-۱۸۵۷ء) نہایت حسین اور قد آور تھے۔ آواز بلند تھی، دہلی میں تعلیم پائی، قصبہ ہم میں خطیب تھے۔ ابھی ۲۷، ۲۸ سال کے نوجوان تھے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی چھڑ گئی۔ ان دنوں آپ موضع موٹھ تحصیل ہانسی ضلع حصار میں اپنے متوسلین کی تنظیم کر رہے تھے۔ مجاہدین کا ایک لشکر ہم ہانسی کے درمیان موضع جمال پور میں تھا۔ سپہ لشکر کو حضرت مولوی محمد اسحٰق کا رقعہ ملا کہ دو گاؤں کے آدمی آپ کے احکامات کے منتظر ہیں اور بہت سا غلہ بھی جمع کیا ہوا ہے۔ موضع جمال پور میں مجاہدین کے اس لشکر کو شکست ہوئی اور یہ رقعہ انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا۔ سکنرز ہارس (بعد کی فرسٹ بنگال لانسرز) کے سوار موضع موٹھ پہنچے۔ وہاں مولوی صاحب موصوف کو گرفتار کرنا آسان نہ تھا۔ یہ سوار عظیم نمبردار کے پاس پہنچے۔ اور اس سے کہا کہ مولوی صاحب کے دادا (پڑدادا کے بھتیجے) شاہ محمد اسمٰعیلؒ اور چچا مولوی سیف الرحمٰنؒ گرفتار کر لئے گئے ہیں اور مولوی صاحب کو ملنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ نمبردار آپ کے مریدوں میں سے تھا اس نے کہا کہ وہ فقیر منش بزرگ ہیں آج یہاں کل وہاں، آج کل معلوم کہاں ہیں۔ اس پر سواروں نے نمبردار کو حراست میں لے کر زدوکوب کیا۔ مولوی صاحب موصوف کو اس کا علم ہوا تو آپ نے گوارا نہ کیا کہ گاؤں والوں کو مصیبت میں ڈالا جائے۔ بلا تامل خود ہی سواروں کے پاس چلے گئے۔ سوار آپ کے مریدوں کے خوف سے آپ کو پورے احترام کے ساتھ لے کر چلے۔ متوسلین کا ایک گروہ بھی ہمرکاب تھا۔ ہانسی کے قریب سکنرز کی فوج نے گھیرا ڈال کر آپ کو حراست میں لے لیا۔ پوچھ گچھ کے وقت آپ نے اعتراف کیا کہ خط میرا تھا اور موقع ملتا تو میں ضرور جہاد کرتا۔ آپ کو اسی وقت ۲۸ صفر ۱۲۷۴ھ ۸ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو جرم بغاوت میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کے مریدوں نے آپ کو حضرت قطب جمال ہانسویؒ کے مزار کی جنوبی دیوار سے ملحق دفن کر دیا۔

مولوی محمد اسحاق شہیدؒ کے والد الحاج محمد ابراہیم قصبہ ہم کے خطیب جامع مسجد اور عیدین تھے۔ ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ ۴ نومبر ۱۸۱۲ء کے ایک بیعنامے پر آپ کی شہادت "محمد ابراہیم ولد شیخ غلام کہف یا ذنہ" درج ہے۔ والدین میں جو الفاظ ہم نے لکھے ہیں یہ ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ مہمی (باب ۲) کے قلم سے ہیں جو آپ کے خسر تھے۔ آپ کی مہر "محمد ابراہیم خطیب و متولی ۱۲۰۴ھ" ہمارے پاس ۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ، ۴ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ اور ۲۲ رجادی الاول ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء کی تحریروں پر محفوظ ہے۔ ایک

Marfat.com

تحریر جو ۲۹ رمضان ۱۲۶۳ھ کو لکھی گئی اس پر آپ کی مہر محمد ابراہیم لگی ہوئی ہے۔ آپ کی اولاد غلام حیدر ولد سید ہدایت شاہ ملتانی ثم جہمی کی دختر سے چلی۔ آپ کا انتقال جہم میں ہوا اور خانقاہ سید ہدایت شاہ میں دفن ہوئے۔

مولوی محمد ابراہیم کے والد الحاج غلام کہف کی ایک ہمشیرہ کی شادی حضرت شاہ غلام جیلانی رہتگی (باب ۳) سے ہوئی تھی اور دوسری کی خلیب کریم بخش بن دیدار بخش (باب ۱۴) سے۔ مولوی کریم بخش لاولد فوت ہوئے اور سلسلۂ خطابت آپ کے سالے الحاج غلام کہف کو منتقل ہوگیا۔

جامع مسجد جہم کے بائیں دروازہ پر ابھرے ہوئے حروف میں ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے:
"یک ہزار دو صد و نسبت از ہجر گرام بود در رمضان آنجا معتکف کردہ مقام گر نشان خواہی از انکس بشنوی از من کہ بود بندہ عاصی غلام کہف جہمی والسلام" گویا سنہ ۱۲۲۰ھ (۱۸۰۵ء) میں آپ نے جامع مسجد جہم میں اعتکاف کیا تھا۔ آپ کا انتقال حجاز میں ہوا۔ اس وقت آپ کے والد شاہ مبارک حیات تھے۔ شاہ مبارک حضرت شاہ عبدالحکیم جہمیؒ (باب ۵) کے خلفِ اکبر تھے اور اپنے والد کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

۱۳۲۔ پیرزادہ عبدالسلام (المولد ۱۸۹۳ء)

کوئی دو سال پہلے راولپنڈی میں آپ سے ملنے گیا۔ مسافرت میں تھے مگر قرآن، تفسیر، حدیث اور تاریخ اسلام پر مشتمل کتابوں کا ایک صندوق ساتھ تھا۔ تفسیر حقانی میز پر کھلی ہوئی تھی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمان القرآن تکیہ پر تھا۔ باتیں بڑی پیاری اور دل موہ لینے والی کرتے ہیں شخصیت بادقار ہے۔ دراز قامت، متناسب اعضاء، خوش شکل اور خوش پوش ہیں۔ شکار کا بہت شوق رہا ہے۔ ساڑھے سات سال تک سمال ٹاؤن کمیٹی جہم کے صدر رہے۔ راولپنڈی اگر اسیسر اور انجمن انسداد بے رحمی حیوانات کے رکن رہے ہیں اور پانچ سال تک راولپنڈی ڈسٹرکٹ بورڈ کے نامزد رکن رہے۔ موضع نوشہرہ تحصیل راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں سوا چار مربعے زمین ملکیت ہے۔ وہیں رہنے لگے ہیں۔

ا۔ آپ کے فرزند نور الاسلام المولد ۱۹۱۲ء حیدرآباد دکن کی فوج میں ملازم تھے۔ اب ڈیرہ غازی خاں میں ٹھیکیداری کرتے ہیں۔

ب۔ پیرزادہ عبدالسلام کے والد پیر عبدالخالق (۱۸۵۸-۱۹۲۲ء) کا مولد و مسکن و منشا جہم تھا۔ اپنے آبا کی طرح دراز قامت اور شکیل تھے۔ سیرت اور بھی اچھی تھی۔ دل پُر خلوص تھا اور زبان پر ستا ثیر چند فقروں میں مخاطب کا دل موہ لیا کرتے۔ متوسلین کا سلسلہ بھی وسیع تھا۔ بالخصوص موضع بلیالی تحصیل بھوانی ضلع حصار کے اکثر مسلم راجپوت آپ سے بیعت تھے۔ مرید بنا کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ سلف صالحین کا سچا نمونہ تھے۔

پیر عبدالخالق کے والد حافظ پیر محمد یوسف کا تقریباً پنتالیس سال کی عمر میں ۱۹۵۸ء میں جہلم میں انتقال ہوا۔ بڑے ہی شیریں گفتار، خلیق اور متحمل مزاج بزرگ تھے۔ آپ میں غصہ نام کو نہیں تھا۔ کبھی اونچا نہ بولتے۔ گھر گھر جاتے کہ کوئی بازار سے سودا منگوا لے کیونکہ خاندان کے اکثر مرد اکثر وطن سے باہر رہا کرتے تھے۔ آپ کے والد الحاج محمد ابراہیم اور ان کے اجداد کا ذکر ۱۳۱ اب پر ملاحظہ ہو۔

۱۳۳۔ پیرزادہ بو علی (المولد ۱۹۰۸ء)

پنشنر فوجی حوالدار ہیں۔ ظہیر ٹریڈنگ کمپنی سٹی صدر روڈ راولپنڈی آپ کی فرم ہے۔ جو سینی ٹیشن کا کام کرتی ہے۔

ا۔ آپ کے فرزند ظہیر الاسلام ۱۹۳۷ء میں جہلم میں تولد ہوئے اور اپنے والد کے شریک کاروبار ہیں۔

۱۳۴۔ پیرزادہ محمد حسن (المولد ۱۹۱۰ء)

پولیس میں ملازم ہیں۔ راولپنڈی کے صرافہ بازار میں آپ کا ذاتی مکان ہے۔

ا۔ محمد صادق اور محمد سلیم آپ کے فرزند ہیں۔

Marfat.com

اولاد شاہ عبدالغنیؒ بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ 32

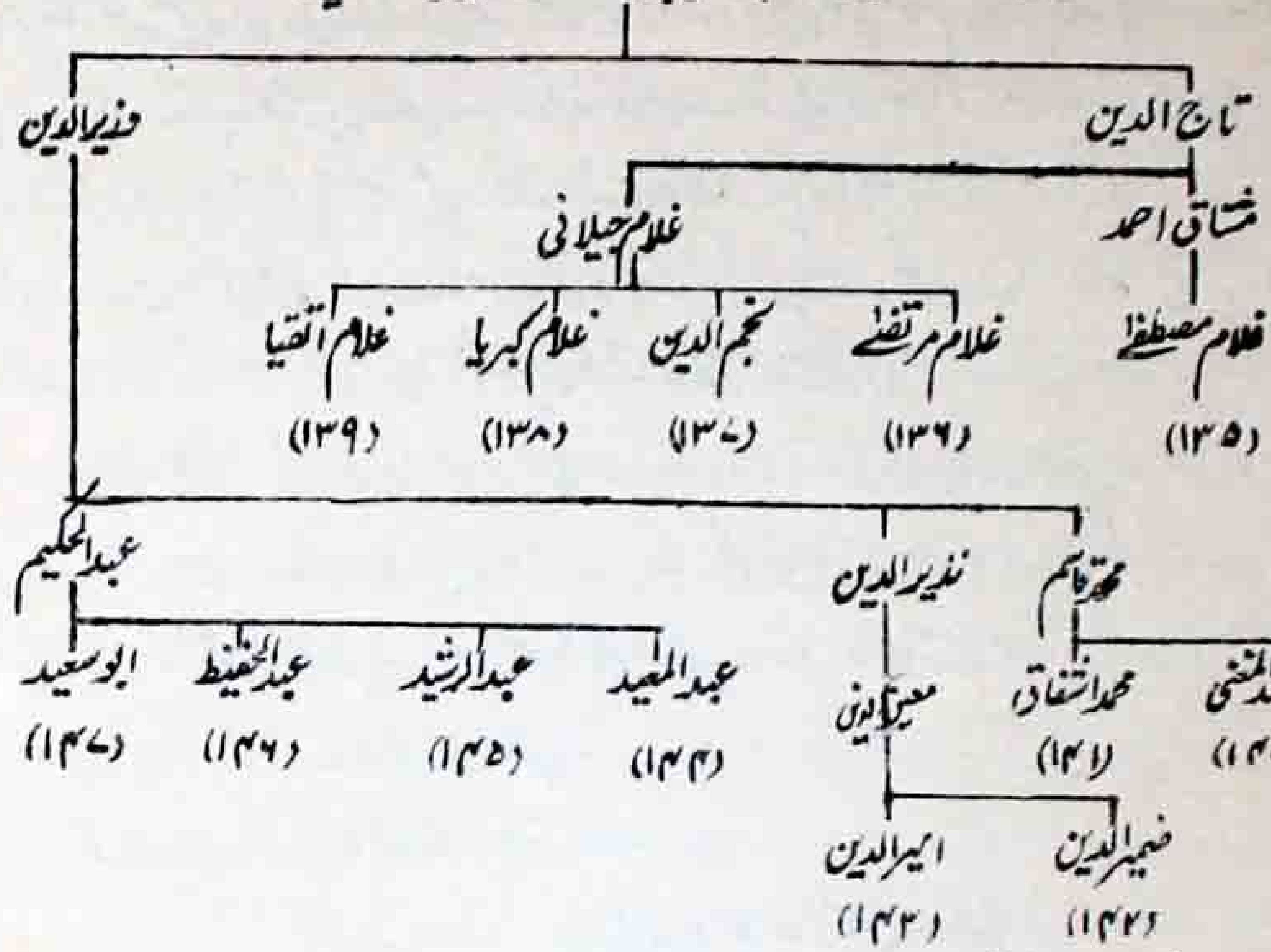

۱۳۵- غلام مصطفٰے (۱۸۸۲-۱۹۵۷ء)

پیر غلام مصطفٰے نے شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کی کتاب آخر گت ملتان سے شائع کرائی۔
رینالہ خورد میں انتقال ہوا۔

ا- آپ کے فرزند غلام مجتبیٰ عرف دیدم المولد ۱۹۰۵ء غیر شادی شدہ ہیں۔

ب- پیر غلام مصطفٰے کے والد مولوی پیر مشتاق احمد (۱۸۵۷-۱۹۱۵) کا مولد و منشا مہم ہے۔ واعظ خوش بیان تھے۔ آپ نے شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کی بعض کتابیں طبع کرائیں۔

۱۳۶- غلام مرتضٰے المولد ۱۸۸۸ء

نمبر۱۴ بالائی منزل۔ اردو بازار۔ لاہور

قد چھ فٹ، متناسب اعضاء کشادہ پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں، ناک ستواں، گورے چٹے، اُجلا لباس، خط نہایت پاکیزہ ہے۔ راسخ العقیدہ بزرگ ہیں۔ پاکستان کے علاوہ راجستھان اور حیدر آباد دکن تک بھی آپ کے مرید ہیں۔ رہتک میں تولد ہوئے۔ مسکن مہم تھا۔

ا- الحاج پیر غلام مرتضٰے کے دو فرزند ہیں پیرزادہ غلام اصفیا المولد ۱۹۲۶ء ریلوے میں کلرک ہیں آج کل کوئٹہ میں ہیں۔ دوسرے فرزند پیرزادہ ابراہیم رشید لاہور میں کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔

ب- الحاج پیر غلام مرتضٰے کے والد مولانا پیر غلام جیلانی (۱۸۶۶-۱۹۱۵ء) کا رہتک میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

مسکن مہم تھا۔ مسجد فتح پوری دہلی کے سند یافتہ تھے۔ حیدر آباد دکن میں بحر العلوم کے لقب سے مشہور تھے نظام حیدر آباد نے آپ کا پچیس روپے ماہانہ وظیفہ تازیست مقرر کیا ہوا تھا۔ گورا چٹا رنگ۔ چہرہ بھرا ہوا کشادہ پیشانی۔ بھاری آواز۔ آنکھیں نیچی رکھتے۔ مثنوی مولانا روم کم و بیش ازبر تھی۔ فارسی اور اردو میں شعر گوئی پر قدرت حاصل تھی۔ طبیعت حاضر ہوتی تو چشمۂ شعر ابل پڑتا اور طبیعت اکثر حاضر رہتی۔ سودا لیتے وقت دکاندار کی تول پر شبہ ہو جاتا تو وہیں کھڑے کھڑے بیسیوں شعر موزوں ہو جاتے۔

پیر غلام جیلانی کے والد مولوی پیر تاج الدین (۱۸۲۷-۱۸۹۰) بھاری بھرکم جسم۔ بلند آواز واعظ خوش بیان تھے۔ انتقال دہلی میں ہوا۔ آپ کی ایک قلمی بیاض ہمارے پاس ہے جس پر آپ کی ہشت پہلو خوردہ مہر "محمد تاج الدین ولد عبد الغنی" لگی ہوئی ہے۔ کل ۲۴۵ صفحے ہیں۔ پیر تاج الدین کے والد شاہ عبد الغنی کا ذکر باب ۵ میں ملاحظہ ہو۔

۱۳۷۔ نجم الدین (المولد ۱۸۹۵ء)

مکان نمبر ۴۸۷۔ وارڈ نمبر ۴ محلہ بھارتیاں۔ ملتان

ملازمت اور تجارت کرتے ہیں۔

۱۳۸۔ غلام کبریا (المولد ۱۹۱۲ء)

مکان نمبر الف ۴ ۳۲۔ بھابڑخانہ گلی نمبر ۲۔ بھابڑا بازار۔ راولپنڈی

پیادہ دیوانی تھے۔ نائب ناظر بھی رہے۔ ملنسار، صاف گو اور بیانہ رو ہیں۔ صبر و شکر وصفِ خاص ہے۔ رہتک میں پیدا ہوئے

ا۔ آپ کے دو فرزند ہیں: خلفِ اکبر غلام عباس ۱۹۳۶ء میں ہانسی میں پیدا ہوئے۔ کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس کے دفتر میں کلرک ہیں۔ دوسرے فرزند اقبال احمد راولپنڈی میں پرانی کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں۔

۱۳۹۔ غلام اتقیا (المولد ۱۹۱۲ء)

مکان نمبر ۱۳۱۹/۱/۱ اسکنڈ بی۔ متصل سبزی مارکیٹ۔ نواب شاہ

پہلے پولیس میں حوالدار تھے۔ اب کاروبار کرتے ہیں۔

ا۔ پیرزادہ غلام اتقیا کے فرزند صلاح الدین المولد ۱۹۵۶ء ہیں۔

۱۴۰۔ عبد المغنی (المولد ۱۸۹۷ء)

پیر عبد المغنی مہم سے ہجرت کر کے ملتان میں آباد ہوئے

Marfat.com

د۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ فرزند اکبر عبدالقادر لاہور میں محکمۂ نہر کی ورکشاپ میں مکینیشین ہیں۔ دوسرے فرزند محمد اعظم ملتان میں خیاطی کرتے ہیں۔ تیسرے فرزند محمد عارف ہیں۔

ب۔ پیر عبدالمغنی کے والد حافظ پیر محمد قاسم (۱۸۷۸-۱۹۴۴ء) نے میٹرک کے بعد اوورسیری کا امتحان پاس کیا۔ فاضلکا گرے کنال پر اسسٹنٹ انجینئر تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین تھے۔ دبلے پتلے، گورے چٹے، کم آمیز اور خاموش طبع بزرگ تھے۔ علوم دینی سے بڑا شغف تھا۔ آپ نے حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کی بعض کتابوں کو طبع کرایا۔ بڑے ہی نیک سرشت تھے۔

پیر حافظ محمد قاسم کے والد پیر وزیرالدین (۱۸۵۷-۱۹۱۱ء) اپنے والد کے خلیفہ مجاز اور گدی نشین تھے۔ صلح کل، خوش خلق، ہنس مکھ اور درویش منش بزرگ تھے۔ آپ کی زوجہ بی بی زینب حافظ قرآن تھیں۔ سینکڑوں بچوں کو قرآن پڑھایا اور حفظ کرایا۔ مسائل فقہ ان کے نوک زبان تھے۔ بڑی ہی قابل منتظم اور بارعب خاتون تھیں۔ پیر وزیرالدین کے والد شاہ عبدالغنی کا ذکر باب ۵ میں لکھا جا چکا ہے۔

۱۴۱۔ محمد اشفاق (المولد ۱۹۰۸ء)

متصل درگاہ علی سرورؒ۔ وارڈ نمبر ۲۔ کہروڑ پکا ضلع ملتان

ریلوے اسٹیشن فاضلکا پر پیدا ہوئے۔ تین سال میں قرآن حفظ کیا اور چار سال مسجد فتح پوری میں تعلیم پائی۔ بڑے ہی طوفانی حافظ ہیں۔ مہم مسکن تھا۔

د۔ حافظ پیر محمد اشفاق کے چار فرزند ہیں: عبدالحق ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ شکیل احمد المولد ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء۔ اختر علی ۱۹۴۸ء میں گوجرہ ضلع لائل پور میں اور محمد اقبال ۱۹۵۴ء میں کہروڑ پکا میں تولد ہوئے۔

۱۴۲۔ ضمیر الدین (المولد ۱۹۴۲ء)

رہتک میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اب تک اس دور آزمائش میں ہیں جس سے گزر کر بعض انسان بڑے بن جاتے ہیں۔ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنولوجی لاہور میں زیر تعلیم ہیں۔ نہایت محنتی، مستعد اور خوددار ہیں۔

ب۔ ضمیر الدین کے والد معین الدین (۱۹۱۲-۱۹۴۷ء) کا رہتک میں انتقال ہوا۔ خیاطی کرتے تھے دبلے پتلے، منکسر المزاج اور شریف الطبع تھے۔

پیرزادہ معین الدین کے والد حافظ پیر نذیرالدین (۱۸۹۱-۱۹۱۵ء) کا مولد و منشا مہم ہے آپ کی مہر پیرزادہ عبدالرشید (۱۴۵) کے پاس ہے۔ حافظ نذیرالدین کے والد پیر وزیرالدین کا ذکر نمبر ۳ اب پر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

۱۴۳- امیرالدین (المولد ۱۹۴۷ء)

رہتک میں تولد ہوئے۔ ایف اے کلاس میں پڑھ رہے ہیں۔ ملتان میں پیرزادہ نجم الدین (۱۳۷) کے پاس رہتے ہیں۔

۱۴۴- عبدالمعید (المولد ۱۹۲۶ء)

مکان نمبر ۳۵۸ ہنو کا چھجہ۔ وارڈ نمبر ۲۔ ملتان۔

ڈاک خانہ میں ملازم ہیں۔ چاروں بھائی ساتھ رہتے ہیں۔

ب۔ پیرزادہ عبدالمعید کے والد پیر عبدالحکیم (۱۸۹۵-۱۹۵۴ء) طویل القامت اور جسیم شخیم تھے۔ اپنے والد سے خلافت پائی۔

۱۴۵- عبدالرشید (المولد ۱۹۲۸ء)

اپنے والد سے بیعت ہیں۔ شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی بعض کتب اور چند تبرکات آپ کے پاس ہیں۔

۱۴۶- عبدالحفیظ (المولد ۱۹۳۰ء)

آپ کی فرم مقبول ٹیلرنگ ہاؤس وارڈ نمبر ایک ملتان میں ہے۔ ایران میں بھی خیاطی کر چکے ہیں۔

ل۔ آپ کے چار فرزند ہیں: عبدالحمید، عبدالمجید، وسیم الدین اور ایک اور۔

۱۴۷- ابوسعید (المولد ۱۹۳۷ء)

تجارت کرتے ہیں۔

Marfat.com

۵۵ ـــــــ اولاد شاہ عبد السمیع بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

سلام الدین
|
محمد اصغر

قوام الدین (۱۴۸) — احسان الدین (۱۴۹)

۱۴۸۔ **قوام الدین** (۱۸۹۵ - ۱۹۶۳ء)

وہاڑی میں انتقال ہوا۔ خوش الحان نعت خواں تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔

۱۴۹۔ **احسان الدین** (المولد ۱۹۰۱ء)

مکان نمبر ۷۔ گلی نمبر ۲۱۔ رام نگر، چوبرجی لاہور

خوش پوش اور وضعدار ہیں۔ اپنے والد سے خلافت پائی۔ ہم ہی تولد ہوئے۔

ل۔ پیر احسان الدین کے چار فرزند ہیں: خلف اکبر پیرزادہ سلام الرحمٰن المولد ۱۹۲۶ء ایف اے اور منشی فاضل پاس ہیں۔ شعبہ برقیات میں اسسٹنٹ ہیں۔ ادبی ذوق پایا ہے۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے ہیں۔ برہان تخلص ہے۔ نمونہ کلام:

غزل

مجھے عطا کی ہے میرے ساقی نے آج وہ بادہ یگانہ
کہ میری رندانہ لغزشوں سے سہم گئی گردش زمانہ

یہ زلف بردوش کون آیا کہ چھا گئیں جھوم کر گھٹائیں
یہ کون مینا بدست اٹھا کہ لڑکھڑایا شراب خانہ

ترا یہ حسن کلام توبہ، ترا یہ لطف خرام توبہ
تری نظر کا پیام توبہ کہ وجد میں آ گیا زمانہ

کہا یہ شمع سحر سے برہاں نے باندازِ محرمانہ
ترا فسانہ غم شبانہ میرا فسانہ غم زمانہ

رباعی

لرز رہا ہے اماں گاہ زندگی کا سکوں — کہ ٹوٹ جانے کو ہے غلِ مغربی کا سکوں
حیات چیخ رہی ہے فنا کے پنجہ میں — جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

Marfat.com

اہلِ یورپ سے

جنوں سے بڑھ کے خرد کا زوال کیا ہوگا — خرد کے بندو خرد کا مآل کیا ہوگا
تمہاری عقل جنوں پیشہ کی نوازش سے — تمہیں بتاؤ کہ دنیا کا حال کیا ہوگا

زرہِ سرشک پدامانِ نوریان بیزم — متاعِ خونِ جگر بہرِ خاکیان ریزم
بکار و بارِ منِ خوار اعتبار مکن — بخاکِ دیر نشینم ز کعبہ برخیزم

جہانگیرے و لے جاہے ندارد — جہاندارے و لے کاہے ندارد
چو گویم با تو از مردِ خود آگاہ — برائے دردِ خویش آہے ندارد

قطعہ

خوشا مستاں کہ در رندی بہ پیشِ یار می رقصند
خوشا دیوانگاں در کوچۂ دیدار می رقصند
خوشا مردانِ پاکاں کز بصد سامانِ رسوائی
گہے در بزمِ جاناں گہ سرِ بازار می رقصند
سلام از ما بنامِ عاشقانِ حق پرستاں را
کہ گہ بر نیزہ با رقصند گہ بر دار می رقصند

پیر احسان الدین کے دوسرے فرزند سلام المنان ۱۹۲۹ء میں حم میں تولد ہوئے۔ گدرے چٹے جامہ زیب نوجوان ہیں۔ شعبہ برقیات میں سرکل ہیڈ ڈرافٹسمین ہیں۔ احساسِ ذمہ داری اور مشقت پیہم آپ کے خاص اوصاف ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی سلام الحنان المولد ۱۹۳۳ء حم میں تولد ہوئے اور شعبۂ برقیات میں ملازم ہیں۔ ان سے چھوٹے سلام الدیان ۱۹۳۶ء میں حم میں پیدا ہوگئے۔

ب۔ پیر احسان الدین کے والد ابو الولا مولوی محمد اصغر (۱۸۷۴ تا ۱۹۴۳ء) حم میں تولد ہوئے اور موضع سہو ضلع حصار میں وفات پائی۔ قد میانہ، مضبوط کسرتی جسم، بنوٹ اور تیر اکی کے استاد تھے۔ آواز کراری تھی اور چہرہ بارعب۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں مولانا ارشاد حسین سے تعلیم پائی۔ ان سے بیعت بھی تھے۔ مسکن حم تھا۔ اپنے والد کی وفات پر موضع سہو میں اقامت اختیار کرلی اور وہیں سلسلہ رشد وہدایت جاری رکھا۔ آپ ایک طبیب، واعظ، مناظر، شاعر اور عالم تھے۔

علم انساب کا بھی شوق تھا۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات کے مسودے موجود ہیں۔

۱۔ واپسی جوانی درحالتِ پیری و ناتوانی: اردو نثر میں جنسیات پر کتاب ہے۔ اس میں عربی کی ایک کتاب "رجوع الشیخ الی صباہٗ" کے تمام مطالب بھی آ گئے ہیں۔

۲۔ نعرہ ابو الولا: کم و بیش چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل اردو مثنوی ہے۔ مسلمانوں کے قدامت پسند طبقے کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کی سیاسی تحریکوں، فرقوں، تہذیب و تمدن، معتقدات وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔ اردو میں اب تک ایسی کوئی مثنوی شائع نہیں ہوئی جس میں معاشرے کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہو۔ آپ انگریزوں اور انگریزی تعلیم کے سخت خلاف تھے۔ بایں ہمہ کیا پتہ کی بات لکھی ہے:

یہ ہیں حاکم اور تم محکوم ہو — یہ ہیں قابض اور تم مقبوض ہو
کیونکہ تم حقِ حکومت کھو چکے — تارکِ اشراط تم خود ہو چکے
شرط ہے ایمان اور صالح عمل — حق کے وعدے میں نہیں ہوتا خلل
شرط تم میں جب کہ پائی جائے گی — تب حکومت خود بخود آ جائے گی
شرطِ گم گشتہ کو تم حاصل کرو — جستجو سے ایک دم غافل نہ ہو

کلام معمولی ہے لیکن جہاں توحید و رسالت کا بیان ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آورد کی جگہ آمد نے لی ہے:

یہ قدسی حدیث جناب احد ہے — کہ فرمانِ عالی ربِ صمد ہے
کہ حضرت محمدؐ سے اس کی سند ہے — کہ جس پر صلوٰۃ احد بے عدد ہے
کہ تھا میں کبھی ایک مخفی خزانہ — کہ واقف نہ تھا مجھ سے کوئی زمانہ
تو ثابت ہوا ایک سرِّ نہانی — ہے خلقت کی ایجاد کی یہ کہانی
کہ مخفی ہیں اس میں عجائب معانی — کہ وحدت میں کثرت ہوئی ہے نہانی
نزولی یہ آیا عروجِ کمالی — کہ منشائے عرفاں ہونے میں زوالی
یہ اب دیکھنا ہے کہ عرفان کیا ہے — محض عارفِ قدس کی شان کیا ہے
نزولی کو حضرت کا فرمان کیا ہے — مجاز و حقیقت کا رجحان کیا ہے
احد نے جو کثرت کو عارف بنایا — کوئی بھید تو ہے جو اس میں چھپایا
کہ عرفان ادراک کا اک ثمر ہے — اور ادراک مدرک سے وابستہ تر ہے

Marfat.com

وہ مدرک کی خلقت پہ اب جو نظر ہے | تفاوت یہ ادراک کا پر خطر ہے
یہ خلقت کی کثرت وہ معروف یکتا | ہے بے مثل بے چوں کسی کو نہ دکھتا
وہ معبود ہے اور عابد ہے یہ | وہ مطلوب ہے اور طالب ہے یہ
ہوا عالم امر سے کن ہویدا | ہوا کن سے سب کچھ یہ ظاہر و پیدا
بلا کیف و کم ہے وہ ذاتِ معلّیٰ | مکاں سے بری ہے زماں سے مبرّا
پدر ہے کسی کا نہ مولود وہ | نہ حد میں کسی جا ہے محدود وہ
کہ ہر آن ہر جا ہے موجود وہ | نہ گنتی سے ہوتا ہے معدود وہ
کسی چشم میں ہے یہ طاقت کہاں | کہ ادراک اس کا کرے ناگہاں
وہ علموں سے معلوم ہوتا نہیں ہے | کتب سے پتہ اس کا چلتا نہیں ہے
مباحث سے عقدہ یہ کھلتا نہیں ہے | وہ میزان معنی میں تلتا نہیں ہے

۳۔ رسالہ شجرۃ العرفان، آپ کی تصانیف میں صرف یہی رسالہ طبع ہوا۔ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے اردو نثر میں مقاماتِ سلوک، عبادت کے طریقے اور وظائف وغیرہ ہیں۔

۴۔ عربی صرف و نحو: اپنے استاد و مرشد مولانا ارشاد حسین کی تصنیف ارشاد الصرف کے طرز پر ہے۔

۵۔ نسب نامہ اولاد قاضی قوام الدین جگنیری تم رہتکی۔ اس پر تفصیلی بحث اس کتاب کے آخری باب میں ہوگی۔

مولوی محمد اصغر کے والد مولانا سلام الدین (۱۸۴۹ء-۱۹۰۶ء) ایک عالم، واعظ اور کامیاب مناظر تھے۔ طویل القامت، جسیم بھاری بھرکم، رنگت بھوری اور آواز گرجدار رکھتے۔ آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی معرکے رہے۔ مرزا صاحب نے کسی رسالہ یا اشتہار میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ آپ کو بھی ذریۃ البغایہ لکھا تھا۔ ضلع رہتک میں نکاح بیوگان کی تحریک کے سرگرم رکن تھے۔ موضع موٹھ تحصیل ہانسی ضلع حصار کی مسجد کی تعمیر آپ کی ترغیب سے ہوئی۔ خرچ اجلا تھا۔ خشک میوہ بھی بوریوں کے حساب سے گھر میں آتا تھا۔ آپ کا انتقال ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ کو ملتان میں ہوا۔ وہیں سالانہ عرس ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس ۱۰ رجمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء کا لکھا ہوا ایک بخشش نامہ ہے جس پر آپ کے دستخط "مولوی سلام الدین بن شاہ عبدالسمیع بقلم خود" موجود ہیں۔

مولانا سلام الدین کے والد شاہ عبدالسمیع (۱۸۱۵ء-۱۸۸۱ء) پیدائشی مجذوب تھے۔ آپ کی ذات

Marfat.com

سے بڑی بڑی کرامتیں منسوب ہیں جن کا ذکر روضۃ الرضوان میں ہے۔ طویل القامت اور غیر معمولی طور پر جسیم تھے۔ ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے بھتیجے خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی (باب ۶) نے تاریخ وفات کہی

دردا کہ درد را سر زانوئے جاں رسید | آوخ کہ خار حسرت و غم در جگر خلید
یعنی کہ مست نشۂ صہبائے بے خودی | عبد السمیع ثانی شبلی و بایزید
گلبانگ ہر قدم زدہ زیں باغ بے ثبات | رخت اقامتش بجنان دارم کشید
ہر کس کہ می شنید ازیں ماجرائے غم | بر خاک اضطراب چو بسمل ہمی طپید

سالِ وصال حضرت او بر نگاشتم
آہوئے دشت ہو سوئے قدوسیاں رسید

۱۲۹۸ھ

شاہ عبد السمیع کے والد شاہ محمد اسمٰعیل جمی شہیدؒ کا ذکر باب ۵ میں کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

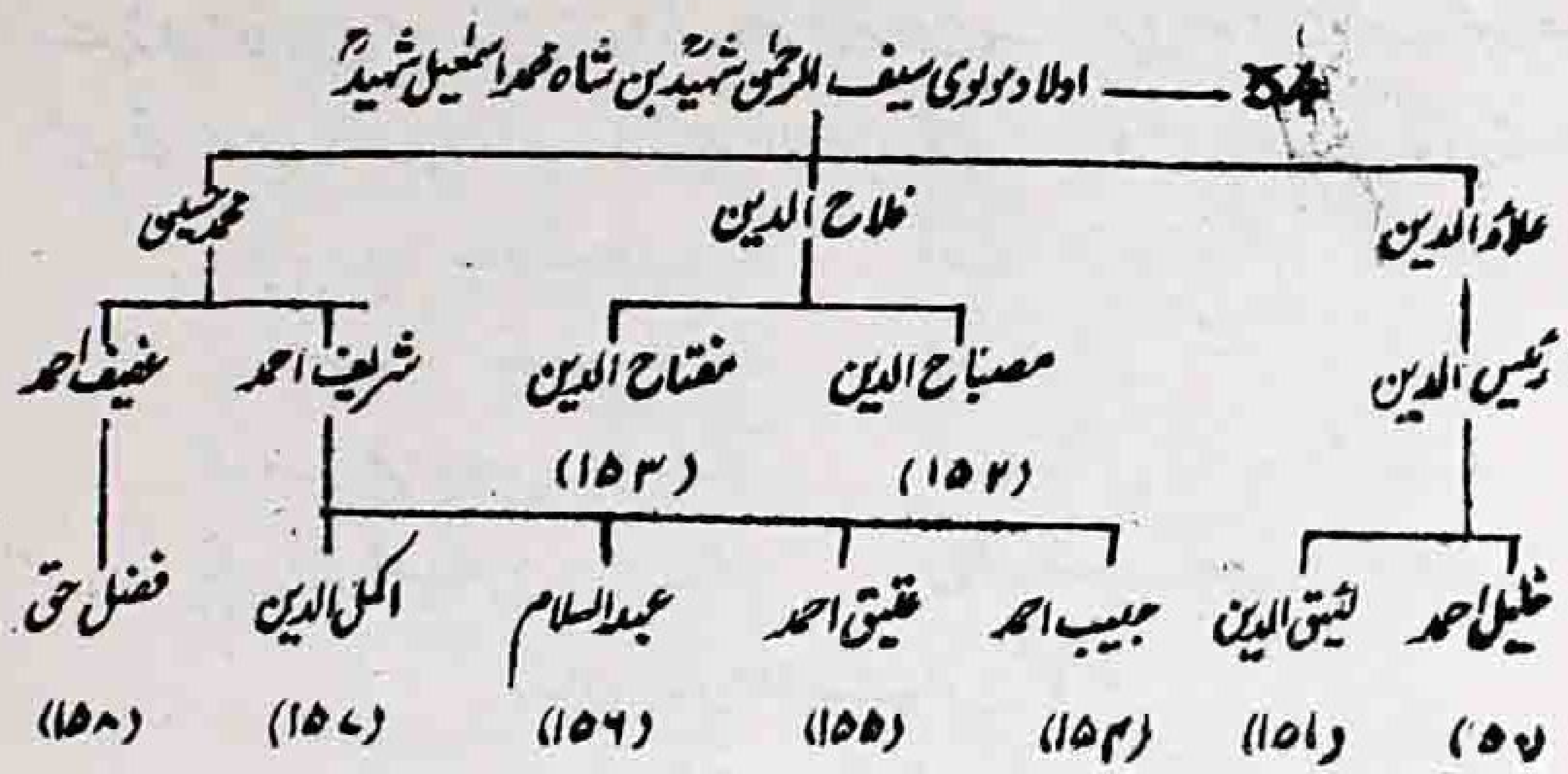

۱۵۰- خلیل احمد (المولد ۱۸۹۰ء)

موضع ڈومرہ نزد ریلوے سٹیشن پیراں غائب ضلع ملتان

حم میں تولد ہوئے۔ ان مستقل مزاج حضرات میں سے ہیں جو اب تک وضع قدیم کے سختی سے پابند ہیں۔ انتہائی صابر و شاکر ہیں۔

ا- پیر خلیل احمد کے دو فرزند ہیں، بڑے فرزند پیرزادہ مقبول احمد فوج میں ڈسپنسر ہیں اور چھوٹے پیرزادہ مولوی محبوب احمد مدرسہ انوار العلوم ملتان کے سند یافتہ ہیں۔ سلسلہ کبیریہ سے یہ فرد واحد ہیں جنہوں نے آزادی پاکستان کے بعد کسی دینی مدرسہ سے سند حاصل کی۔

ب- پیر خلیل احمد کے والد مولوی پیر رئیس الدین (۱۸۶۶-۱۹۲۸ء) رام پور میں مولانا ارشاد حسین کے مدرسہ میں بیس سال پڑھتے پڑھاتے رہے۔ بڑے ہی بارعب بزرگ تھے۔ خوب تن و توش پایا تھا۔ اجرائے امر و نواہی میں بے خوف تھے۔ حم میں مکتب کھولا ہوا تھا۔ موضع امسندہ ضلع کرنال میں انتقال ہوا۔

مولوی رئیس الدین کے والد الحاج حکیم علاؤ الدین (۱۰۳۶-۱۹۱۵ء) ۱۸۵۷ء کی دار و گیر سے بچ کر روپوش ہو گئے۔ ملکہ وکٹوریہ کا اعلان معافی ہوا تو ظاہر ہوئے اور رفتہ رفتہ اپنے تباہ حال کنبہ کی مالی حالت درست کی۔ اپنے عہد میں حم کے سب سے با اثر بزرگ تھے۔ حم اور گرد و نواح کے اکثر مقدمات کا فیصلہ آپ ہی کرتے۔ حسن تدبیر میں شہرت رکھتے تھے۔ نگاہ بڑی دور بین تھی۔ اس زمانہ میں اپنے چھوٹے بھائی خان بہادر پیرزادہ محمد حسین ایم۔ اے (باب ۲) کو انگریزی پڑھائی جب انگریزی پڑھنا کفر سمجھا جاتا تھا اور آپ کے والد اور جد کے علاوہ آپ کے استاد امیر اللہ شہیدؒ (۲۵ ب) کو بھی انگریزوں نے پھانسی دی تھی۔ انتقال حم میں ہوا۔ آپ کے داماد قاری سید حسن شبر نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

صلوٰۃ الالٰہ وفضل عمیماً | علیٰ صاحب الجود خلقاً عظیماً
کریم السجایا جمیل الصفات | جواد کریم رحیم وسیماً
ففی اللیلۃ راکعاً ساجداً | مبکوداً علی المومنین رحیماً
فلما دعا رب یا عبادی | فلباہ طوعاً بھجاً بسیماً
فان مات بعد اربع من سنین | نقلت "لقد فاز فوزاً عظیماً"

۱۳۳۲ - ۴ = ۱۳۳۲ھ

ہمارے پاس ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء کا لکھا ہوا ایک بخشش نامہ ہے جس پر آپ کی مہر "علاؤ الدین ۱۲۹۶" لگی ہوئی ہے۔ اس بخشش نامہ پر آپ کے دستخط "علاؤ الدین بقلم خود" ثبت ہیں۔

الحاج حکیم علاؤ الدین کے والد ابو الحسن مولوی سیف الرحمٰن شہیدؒ (۱۸۱۹ - ۱۸۵۸ء) اعلیٰ درجہ کی عملی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اپنے والد بزرگوار کی زرعی زمینوں کا اس حسن و خوبی سے انتظام کیا کہ غیر مسلم زمیندار آپ سے حسد کرنے لگے۔ خود فاضل اور صاحب دل بزرگ تھے۔ مگر پیری مریدی سے کسی بھی مالی منفعت کے سخت خلاف تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء چھڑی تو مجاہدین کا ایک لشکر جہم سے گزرا۔ آپ اس میں بطور رسالدار بھرتی ہو گئے۔ اس جنگ آزادی کی ناکامی پر آپ گرفتار کر لئے گئے اور رہتک لے جا کر ۱۷ رجمادی الثانی ۱۲۷۴ھ ۲ فروری ۱۸۵۸ء کو پھانسی پر لٹکا کر شہید کر دیا گیا۔ مرقد قلعہ رہتک میں شاہ ولایت کی چار دیواری کے باہر گر ملحقہ شمال غربی کونے میں ہے۔ ہمارے پاس ۲ رجمادی الثانی ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۹ء کا لکھا ہوا ایک کابین نامہ ہے پر آپ کی گواہی ہے "گواہ شد سیف الرحمٰن ولد مولوی محمد اسمٰعیل بخطہ" حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ذکر باب ۵ میں ہو چکا ہے۔

۱۵۱۔ لئیق الدین (المولد ۱۹۰۴ء)

موضع ڈومرہ۔ نزد ریلوے سٹیشن پیراں غائب۔ ضلع ملتان۔

نیک آدمی ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

و۔ پسر لئیق الدین کے فرزند وثیق الدین زیر تعلیم ہیں۔

۱۵۲۔ مصباح الدین (المولد ۱۸۸۸ء)

کنہورہ ضلع گوڑگانوں میں پیدا ہوئے۔ اردو کا پہلا سبق فیروزپور میں مرزا ارشد گورگانی سے پڑھا ۱۹۱۵ء میں بی اے کیا۔ بعد میں بی ٹی۔ مولوی عبید اللہ سندھی کے دائرۃ المعارف دہلی سے سند فراغت لی۔ تمام عمر محکمہ تعلیم میں رہے ۱۹۵۲ء میں پراونشل ایجوکیشن سروس سے ریٹائر ہوئے۔ اس وقت گورنمنٹ

Marfat.com

ہائی سکول شورکوٹ ضلع جھنگ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ پھر حالی مسلم ہائی سکول (بعد میں یہ گورنمنٹ ہائی سکول بن گیا) کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ منکسر المزاج بزرگ ہیں۔ صلہ رحمی کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ مطالعہ وسیع ہے۔

ا۔ آپ کے دو فرزند ہیں: خلفِ اکبر صلاح الدین ۱۹۲۳ء میں سہم میں تولد ہوئے بی۔ اے اور بی۔ ٹی پہلے پاس ہیں۔ امسال لاہور سے ایم ایڈ کا امتحان دے رہے ہیں۔ جھنگ میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز تھے۔ ایم۔ ایڈ کرنے کے لئے چھٹی پر ہیں۔ دیانت اور محنت آپ کے خاص اوصاف ہیں ان کے چھوٹے بھائی نور الہدیٰ ۱۹۳۲ء میں گوہانہ ضلع رہتک میں تولد ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ریل کے ذریعہ پاکستان آرہے تھے کہ بیاس کے پل کے قریب سکھوں نے اس گاڑی کو روک کر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اتفاق سے آپ بچ گئے اور سکھوں کے ہاتھ لگ گئے۔ ان کے پاس آٹھ ماہ رہے اور پھر پاکستان آگئے۔

اب کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی راولپنڈی میں اوورسیر ہیں۔

ب۔ پیرزادہ مصباح الدین کے والد پیرزادہ فلاح الدین (۱۸۴۳-۱۹۲۹ء) مہاراجہ بیکانیر کے چچا ٹھاکر بھیروں سنگھ جی کے بیس گاؤں کے مختار تھے اور حصار میں ٹھاکر جی کے وکیل۔ طبیعت کے بڑے فیاض تھے۔ صلہ رحمی کا بڑا خیال رکھتے۔ آخری عمر میں فربہ ہو گئے تھے۔ گفتگو میں فارسی اشعار کا اکثر حوالہ دیتے۔ خاندان کا نسب نامہ بھی رکھتے مگر شب برات پر اس کے پٹاخے بنا کر دوسرا شروع کر دیتے۔ پیرزادہ فلاح الدین کے والد مولوی سیف الرحمٰن شہید کا نمبر ۵ اب پر ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۵۳۔ مفتاح الدین (المولد ۱۸۹۱ء)

لودھراں۔ ضلع ملتان

قیامِ پاکستان سے پہلے مسکن سہم تھا جہاں کی سمال ٹاؤن کمیٹی کے کئی سال رکن رہے۔ سشن کورٹ کے اسیسر بھی تھے۔ بڑے نڈر اور مستعد ہیں۔ قانونی سوجھ بوجھ بھی اچھی ہے۔ سیاسی اتار چڑھاؤ کی رگ رگ سے واقف ہیں۔ خلافت تحریک اور بعد میں مسلم لیگ تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ خلافت تحریک کے سلسلہ میں قید بھی ہوئے۔

ا۔ پیرزادہ مفتاح الدین کے دو فرزند ہیں: خلف اکبر مصلح الدین ۱۹۲۳ء میں سہم میں تولد ہوئے میٹرک پاس کرنے کے بعد ساڑھے بارہ سال فوج میں حوالدار کلرک رہے۔ ۱۹۵۵ء سے محکمہ آثار قدیمہ میں ملازم ہیں۔ سات سال موہنجوڈرو عجائب گھر کے کلرک رہے۔ اس دوران میں ایک سال اس عجائب گھر کے انچارج بھی رہے۔ اب قلعہ لاہور میں ٹائپسٹ ہیں اپنا کام بڑی ہی مستعدی سے کرتے ہیں۔ آثار قدیمہ کے بارے میں آپ کی بڑی واقفیت ہے۔ شعر گوئی کا شوق ہے۔ نہایت ملنسار، صاف دل اور شریف الطبع

Marfat.com

نوجوان ہیں۔ تصنیف و تالیف کا بھی شوق ہے۔ آپ کا ایک رسالہ تحفۂ قادریہ ۱۹۵۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی سوانح حیات اور سلسلہ قادریہ کے اوراد و وظائف درج ہیں۔ مصلح الدین کے چھوٹے بھائی بدرالدجیٰ احمد شعبۂ برقیات میں ہیڈ ڈرافٹسمین ہیں۔

۱۵۴۔ حبیب احمد (المولد ۱۸۹۰ء)

ملتان میں رہتے ہیں۔ رضی کے نام سے معروف ہیں۔

۱۵۵۔ عتیق احمد (المولد ۱۹۰۰ء)

۲۶۰ وارڈ نمبر ۲۔ لودھراں

زمانہ طالب علمی میں کرکٹ کے اچھے کھلاڑی تھے۔ پٹواری تھے۔ ریٹائر ہو گئے۔

ا۔ آپ کی اولاد میں آٹھ فرزند ہیں۔ خلف اکبر عبدالقدیر بی۔اے۔بی ٹی ۱۹۳۱ء میں نہٹور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ٹکنیکل سکول بہاولپور میں پڑھاتے ہیں۔ دوسرے فرزند عزیز احمد ۱۹۳۳ء میں نہٹور میں پیدا ہوئے۔ فوڈ گرین سپروائزر ہیں۔ تیسرے فرزند جمیل احمد چھوٹی دانگ ضلع حصار میں پیدا ہوئے ہریانہ ٹرانسپورٹ لمیٹڈ ملتان میں ملازم ہیں۔ چوتھے فرزند صغیر احمد بی۔اے۔بی۔ٹی ۱۹۳۹ء میں نہٹور میں تولد ہوئے۔ شبیر احمد المولد ۱۹۴۴ء پٹواری ہیں میٹرک پاس ہیں۔ باقی تین فرزند خورشید احمد المولد ۱۹۴۶ء آفتاب احمد المولد ۱۹۴۸ء اور منور احمد المولد ۱۹۵۳ء ہیں۔

ب۔ عتیق احمد کے والد شریف احمد (۱۸۷۹ء۔۱۹۴۴ء) کا مولد و منشا نہٹور ہے۔ خوش پوش، خاموش طبع، منکسر المزاج اور شریف النفس بزرگ تھے۔ مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ شریف احمد کے والد خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم۔اے۔سی آئی۔ای کا ذکر باب ۵ میں کیا جا چکا ہے۔

۱۵۶۔ عبدالسلام (۱۹۰۷ء۔۱۹۶۲ء)

نہٹور میں پیدا ہوئے اور لودھراں میں انتقال ہوا۔

ا۔ آپ کے فرزند عبدالوحید ۱۹۲۶ء میں نہٹور میں پیدا ہوئے۔ پہلے پاکستان آرمی سگنلز کور میں ملازم تھے وہاں سے مستعفی ہو کر اب لودھراں ضلع ملتان میں تجارت کر رہے ہیں۔

۱۵۷۔ اکمل الدین (المولد ۱۹۲۰ء)

نہٹور میں تولد ہوئے۔ ضلع ملتان میں گرداور تانونگو ہیں۔

۱۵۸۔ فضل حق

۱۶ ایشور سٹریٹ۔ کرشن نگر۔ لاہور

Marfat.com

شعبہ برقیات لاہور میں سب سٹیشن آپریٹر ہیں۔

ب۔ آپ کے والد عفیف احمد شہیدؒ (۱۸۹۵ء-۱۹۴۷ء) نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ مگر بی اے نہ کر سکے۔ قیام پاکستان پر ہم سے قافلہ کے ساتھ پاکستان لائے جا رہے تھے کہ فتح آباد کے قریب انتقال ہو گیا۔ اصطلاحاً ایسی موت کو شہادت کہتے ہیں۔

Marfat.com

35 — اولاد مولوی محمد یعقوب بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

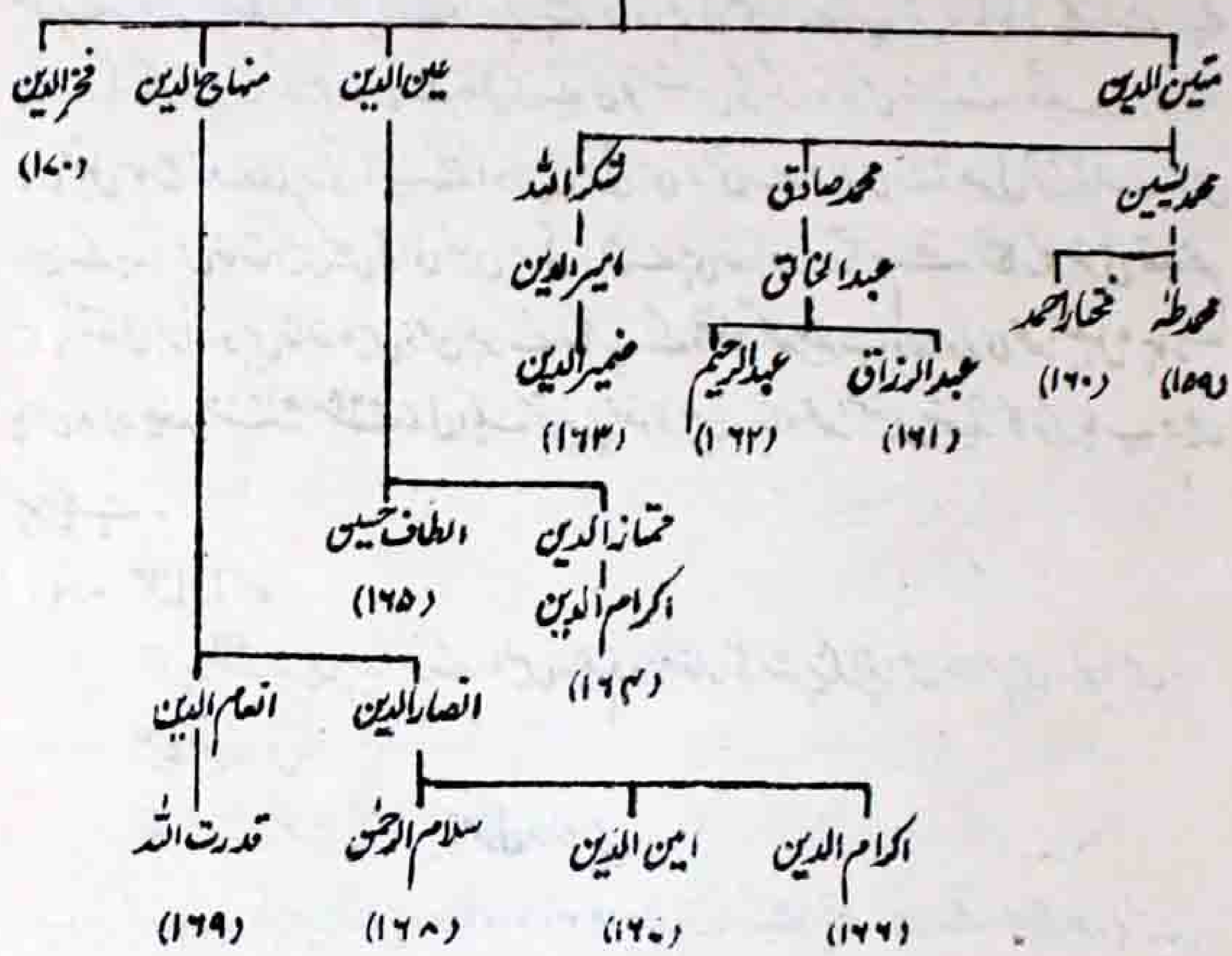

۱۵۹- محمد طٰہٰ (۱۸۸۳-۱۹۵۳)

کراچی میں انتقال ہوا۔ دہلی میں محکمہ ڈاک و تار میں اوورسیر تھے۔ سات حج کئے۔ کسی سے مرعوب ہونا نہ جانتے تھے۔

ا۔ الحاج محمد طٰہٰ کے فرزند سجاد احمد ۱۹۲۵ء میں ٹمم میں پیدا ہوئے۔ پہلے فوج میں ملازم تھے اب منسٹری آف فنانس راولپنڈی میں چپراسی ہیں۔

ب۔ الحاج محمد طٰہٰ کے والد محمد یٰسین (۱۸۶۲-۱۹۱۵ء) کا ٹمم میں انتقال ہوا۔ ان کے والد متین الدین (۱۸۴۲-۱۹۰۷ء) ٹونک میں ملازم تھے۔ انتقال ٹمم میں ہوا۔

پیرزادہ متین الدین کے والد مولوی محمد یعقوب (۱۸۲۲ء-۱۸۹۱ء) بھرت پور کی فوج میں سوار تھے تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں شروع ہوئی۔ مجاہدین کا ایک لشکر دہلی سے ہانسی کی طرف جاتے وقت ٹمم میں ٹھہرا۔ آپ اسی لشکر مجاہدین میں رسالدار بھرتی ہو کر ساتھ چل پڑے۔ جمال پور کے قریب مجاہدین کے اس لشکر کو شکست ہوئی۔ میر لشکر جو کوئی شہزادہ تھا یا شہزادہ مشہور ہوگیا تھا چھپ کر حجاز چلا گیا اور مولوی محمد یعقوب ٹونک چلے گئے۔ ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی کے بعد اپنے وطن ٹمم آئے۔ دارالعلوم دیوبند

Marfat.com

کے ابتدائی متعلمین میں سے تھے۔ وہاں سے سندِ فراغت لی۔ اعلائے کلمۃ الحق کو فرض سمجھتے۔ بادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان محمی شہیدؒ کے مزار پر پہلے قوالی ہوتی تھی اسے آپ شرعاً ناجائز سمجھتے تھے۔ اپنے برادرِ بزرگ کو کتابوں کے حوالوں سے قائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ قائل نہ ہوئے۔ ایک روز خانقاہ میں محفلِ سماع زوروں پر تھی آپ گئے اور اپنی موٹی سی لاٹھی سے قوالوں کے ڈھول توڑ ڈالے۔ اس دن کے بعد اس خانقاہ میں کبھی قوالی نہیں ہوئی۔ بڑے ہی قد آور اور جسیم تھے۔ شکار کا شوق تھا۔ جھجر میں انتقال ہوا۔ وہیں خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے دستخط محمد یعقوب ولد مولوی محمد اسمٰعیلؒ ہمارے پاس ۸ ذیقعدہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۴ء کی ایک تحریر پر محفوظ ہیں۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ذکر باب ۵ میں ہو چکا ہے۔

۱۶۰۔ مختار احمد

شاید ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ ایس۔ ایم ذوالفقار انڈسٹریز کراچی میں ملازم ہیں۔ مجرد ہیں۔

۱۶۱۔ عبدالرزاق

ریلوے کے محکمہ میں کوئٹہ میں معمولی ملازم ہیں۔

ب۔ آپ کے والد عبدالخالق (۱۸۹۵ - ۱۹۳۰ء اندازاً) دبلے پتلے سے تھے۔ فوج اور پولیس میں ملازم رہے۔ پھر حصار میں خیاطی کیا کرتے تھے۔ ان کے والد محمد صادق (۱۸۷۱ - ۱۹۴۰ء) نے ترکِ سکونت کر کے کرتارپور ضلع جالندھر میں جا بسے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ محمد صادق کے والد پیرزادہ متین الدین کا ذکر نمبر ۱۵۹ ب پر ہو چکا ہے۔

۱۶۲۔ عبدالرحیم

کوئٹہ ریلوے سٹیشن پر شنٹنگ کے کام پر ملازم ہیں۔

ضمیر الدین (المولد ۱۹۴۲ء)

کراچی میں ہیں۔ قد آور ہیں۔ ان کے والد امیر الدین (۱۹۰۸ - ۱۹۴۴ء) رہتک میں خیاطی کرتے تھے۔ دوجانہ میں انتقال ہوا۔ امیر الدین کے والد شکر اللہ (۱۸۸۶ - ۱۹۳۷ء) پوسٹ مین بھی رہے۔ انتقال پانی پت میں ہوا۔ شکر اللہ کے والد پیرزادہ متین الدین کا ذکر نمبر ۱۵۹ پر کیا جا چکا ہے۔

۱۶۳۔ اکرام الدین (المولد ۱۹۱۰ء)

جامع مسجد دہلی میں پاس دینے پر ملازم تھے۔ اب کراچی کے کسی دفتر میں دفتری ہیں۔ دیانتدار محنتی اور غیور ہیں۔

Marfat.com

و۔ مقصود عالم، محمود عالم اور ظہیر عالم آپ کے تین فرزند ہیں۔

ب۔ آپ کے والد ممتاز الدین (۱۸۸۶ء-۱۹۱۶ء) اعلیٰ پایہ کے جلد ساز تھے۔ ساتویں تک انگریزی تعلیم حاصل کی اور مسجد فتح پوری میں ہدایہ تک تعلیم حاصل کر سکے۔ دبلے پتلے تھے۔ پیرزادہ ممتاز الدین کے والد پیر عین الدین (۱۸۴۶ء-۱۸۹۹ء) اپنے والد مولوی محمد یعقوب کے خلیفہ مجاز تھے۔

۱۶۵۔ الطاف حسین (۱۸۹۶ء-۱۹۵۸ء)

ملتان میں انتقال ہوا، دبلے پتلے، گورے چٹے، صاف دل بزرگ تھے۔ پہلی جنگ عالمگیر کے دنوں میں پانچ سال عراق میں محکمہ تار و ڈاک میں رہے۔ ملتان آ کر پوسٹ ماسٹر سلیکشن گریڈ کی اسامی سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی زوجہ عقیلہ بانو متوفیہ ۱۹۵۱ء بنت جمیل الرحمٰن روتوں کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔ شعر بھی کہہ لیا کرتی تھیں، نگہت تخلص تھا۔

نعت

ہے مدحِ پیمبر میں قلم گرمِ سفر آج — پستی سے سوئے عرش ہے ذرّے کی نظر آج
معراج میں خوش ہو کے یہ کہتے تھے فرشتے — ہے آمدِ سرکارِ شہِ جن و بشر آج
جس راہ سے گزرے کبھی سرکارِ دو عالم — مسجودِ ملائک ہے وہی راہ گزر آج

یا شاہِ عرب اس کو مدینہ میں بلا لو
فرقت سے ہے نگہتؔ کا یہاں حال دگر آج

و۔ پیرزادہ الطاف حسین کے ایک فرزند ہیں۔ جلال عباس جرمن پاکستانی فرم پاک الیکٹرون۔ لاہور میں اکاؤنٹنٹ ہیں۔

۱۶۶۔ اکرام الدین

سرگودھا میں رہتے ہیں۔

و۔ شمیم الدین آپ کے فرزند ہیں۔

ب۔ آپ کے والد انصار الدین (۱۸۸۴ء-۱۹۴۲ء) ضلع شاہ پور سرگودھا میں پٹواری تھے۔ اس سے قبل پولیس میں ملازم تھے مگر یہ ملازمت محض اس لئے چھوڑ دی کہ وہاں رشوت لینے کے بہت زیادہ مواقع تھے۔ انہیں سنیاسیوں کے بہت نسخے یاد تھے۔ قد آور، مضبوط اعضا کے، خوش خوراک، خوش پوشاک اور صلح کل بزرگ تھے۔ آپ کے والد پیرزادہ منہاج الدین کلکٹری پٹواری تھے۔ ۱۹۰۳ء میں ہم میں وفات پائی۔ پیرزادہ منہاج الدین کے والد مولوی محمد یعقوب کا ذکر نمبر ۱۵۹ اب پر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

۱۶۷- امین الدین

شعبہ برقیات میں سب سٹیشن آپریٹر ہیں۔ آج کل کالاباغ میں ہیں۔ مسکن سرگودھا ہے۔ میٹرک پاس ہیں محنتی اور مستقل مزاج ہیں۔

و۔ آپ کے خورد سال فرزند فضل الرحمٰن ہیں۔

۱۶۸- سلام الرحمن (المولد ۱۹۲۹ء)

مہم میں تولد ہوئے۔ شعبہ برقیات میں ڈرافٹسمین ہیں۔

و۔ فرید الرحمٰن المولد ۱۹۵۷ء اور حافظ حسین المولد ۱۹۶۱ء آپ کے دو فرزند ہیں۔

۱۶۹- قدرت اللہ (المولد ۱۹۲۵ء)

مکان نمبر ۴۳ گلی نمبر ۵۲۔ سیواجی اسٹریٹ کرشن نگر۔ لاہور

مہم میں تولد ہوئے: شعبہ برقیات لاہور میں بل ڈسٹری بیوٹر ہیں۔ قد نکلا ہوا۔ گورے چٹے اور خوش اخلاق ہیں۔

ب۔ آپ کے والد انعام الدین (۱۸۸۷ - ۱۹۴۲ء) طویل القامت، عزلت پسند دیندار بزرگ تھے۔ پولیس سے استعفا دے کر مہم میں دوکان کھولی ہوئی تھی۔ مولد و منشا مہم ہے۔

۱۷۰- فخرالدین (۱۸۸۷ - ۱۹۶۰ء)

رسم بسم اللہ ادا ہوئی تھی کہ یتیم ہو گئے۔ اپنے بہنوئی خان بہادر پیرزادہ محمد حسین (باب ۲) کے پاس رہ کر میٹرک کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ملازمت کا آغاز کیا اور ۱۹۴۲ء میں گوڑگاؤں سے کلرک آف دی کورٹ کی اسامی سے ریٹائر ہو کر رہتک چلے گئے۔ گوڑگاؤں کی جامع مسجد حنفیہ بنوانے میں آپ کی ساعی کو بہت دخل ہے۔ رہتک جاکر اسیسری اور عرائض نویسی کرتے رہے۔ قد میانہ رنگ گندمی۔ متوسط جسم، لمبی ناک، پاک باطن متواضع اور کریم النفس بزرگ تھے۔ خاندان کے کئی بچوں کو اپنے ہاں رکھ کر تعلیم دلائی طبیعت شگفتہ تھی۔ آپ سے مل کر ہر ایک کو خوشی ہوتی تھی۔ پیدا مہم میں ہوئے۔ انتقال ملتان کیمپ میں ہوا۔ امین الرحمن (۱۷۱) نے قطعہ تاریخ کہا:

زمرگِ پیر فخرالدین صاحب — نہاں شد پیکر تمکین صد حیف
برائے سال رحلت ہاتف غیب — بگفتا۔ "پیر فخرالدین صد حیف"

۱۳۷۹ھ

و۔ پیرزادہ فخرالدین کے تین فرزند ہیں۔ خلف اکبر انتصار الدین ۱۹۲۴ء میں بھوپال میں تولد ہوئے۔ کرکٹ اور شکار کا شوق رکھتے ہیں۔ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی میں کلرک ہیں۔

عارضی پتہ : ۱۹۰۸ پنج بھاٹا۔ چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی۔

دوسرے فرزند محمد حسین عرف محمد میاں ۱۹۳۰ء میں گوڑگاؤں میں پیدا ہوئے۔ تحریک پاکستان میں خوب حصّہ لیا۔ ان کے چھوٹے بھائی ذکی الدین احمد المعروف بہ احمد میاں ۱۹۳۶ء میں گوڑگاؤں میں پیدا ہوئے۔ دونوں بھائیوں کا مستقل پتہ یہ ہے:

مکان نمبر ۲۵۸۴۔ وارڈ نمبر ۱۰ حسین آگاہی روڈ۔ ملتان

Marfat.com

36 ـــــ اولاد محمد شاہ غوث بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

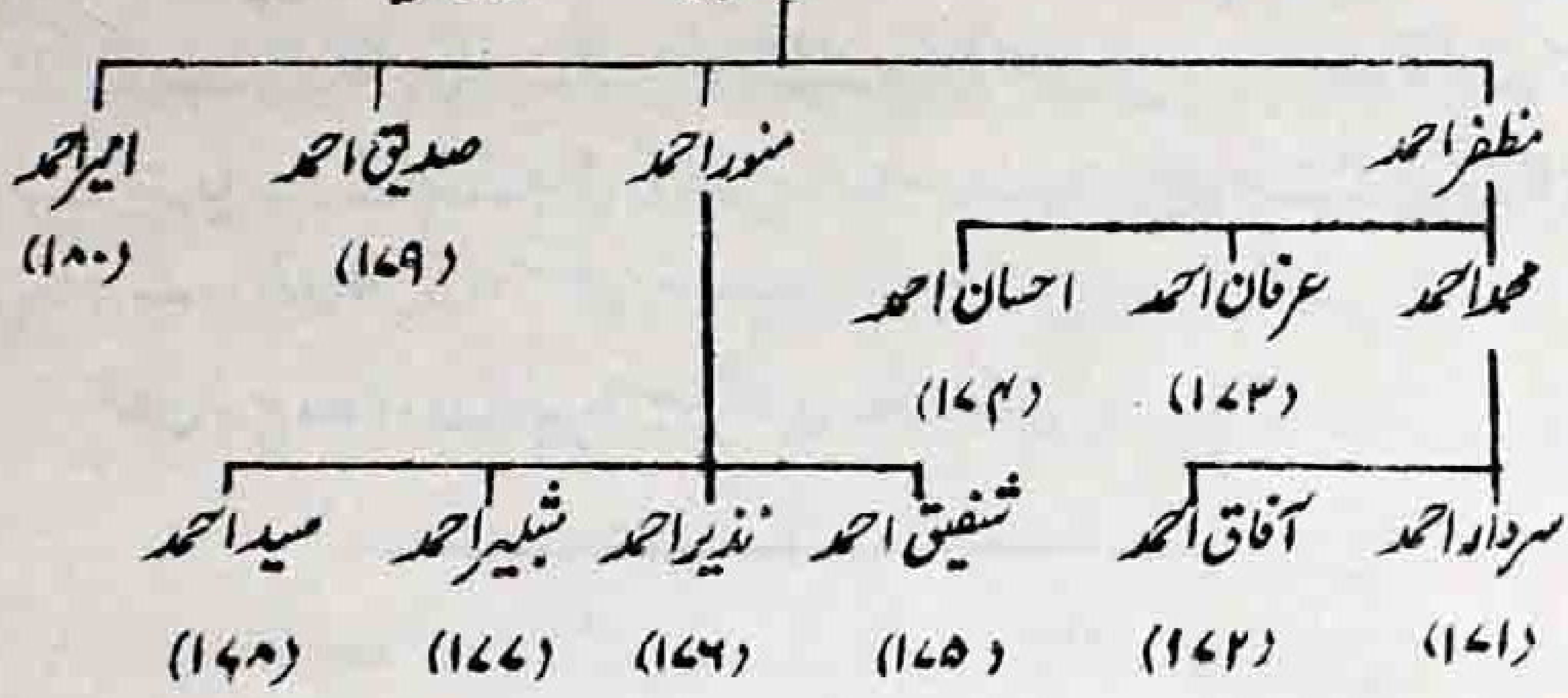

۱۷۱- سردار احمد (المولد ۱۹۱۴ء)

مکان نمبر ۵ - رام گلی نمبر ۲ - لاہور

مسکن حسم رہا ہے ۔ خاکسار تحریک میں حصہ لیتے رہے - لاہور میں پرچون کی دکان کرتے ہیں -

ا- آپ کے فرزند مسعود احمد ہیں -

ب - آپ کے والد پیرزادہ محمد احمد (۱۸۹۰-۱۹۲۱ء) قد متوسط ہلکے پھلکے خوش شکل نوجوان تھے - شوق مطالعہ تھا - مولد و منشا حسم ہے - ان کے والد خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد فضلی کا باب ۶ میں ذکر ہو چکا ہے خان بہادر صاحب کے والد پیر جی محمد شاہ غوث (۱۸۳۱ - ۱۹۱۵ء) عظیم الجثہ - طویل القامت ، بلند آواز اور بارعب بزرگ تھے - مولد و منشا حسم ضلع رہتک ہے - پیر جی محمد شاہ غوث کے والد حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ذکر باب ۵ میں آچکا ہے -

۱۷۲- آفاق احمد (المولد ۱۹۲۰ء) -

مکان نمبر ۵ - رام گلی نمبر ۲ - لاہور

حسم میں تولد ہوئے - ریلوے ٹریفک آفس لاہور میں اکاونٹس کلرک ہیں - کثیر الاحباب ہیں - ادبی ذوق رکھتے ہیں -

۱۷۳- عرفان احمد (المولد ۱۹۳۲ء)

موضع پنڈی شیخ موسیٰ - براستہ تاندلیانوالہ - ضلع لائلپور

پیر عرفان احمد شاہ دہلوی - دہلی میں تولد ہوئے ، میٹرک ، ادیب فاضل اور افتخار الاطبا کے امتحانات پاس کئے ہوئے ہیں - آٹھ سال کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار نے مسند مشیخت پر بٹھا کر دستار بندی کرا دی - اور سلسلہ قادریہ ، نقشبندیہ ، چشتیہ ، سہروردیہ اور مداریہ میں اپنا خلیفہ مجاز مقرر کیا -

Marfat.com

۱۷۴- احسان احمد (المولد ۱۹۲۹ء)

نیک سرشت نوجوان ہیں۔ غیر ممالک میں آپ کا بڑا کاروبار ہے۔ آپ کا شمار خاندان کے محنتی اور خوش حال افراد میں ہوتا ہے۔

ا۔ ندیم احسان، انیر احسان اور یوسف احسان آپ کے فرزند ہیں۔

۱۷۵- شفیق احمد (المولد ۱۸۹۶ء)

شفیق اینڈ کو۔ مغل پورہ۔ لاہور

قد چھوٹا، بھاری بدن۔ میٹرک پاس ہیں۔ ضلعدار ہو گئے تھے۔ مستعفی ہو کر ٹھیکیداری کرنے لگے۔ دہلی میں لاکھوں کا چالو کاروبار اور بھرا گھر چھوڑ کر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے۔ مغل پورہ میں آپ کی فائر کلے کی فیکٹری ہے۔ متواضع اور مستعد ہیں۔

ا۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ بڑے لڑکے ابرار احمد مجرد ہیں۔ دوسرے فرزند مختار احمد ۱۹۲۰ء میں تولد ہوئے۔ خوش شکل اور خوش پوش ہیں۔ تیسرے فرزند فرید احمد ۱۹۳۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کے شریک کاروبار ہیں۔ شریف احمد المولد ۱۹۴۲ء اور خورشید احمد المولد ۱۹۴۷ء بھی دہلی میں پیدا ہوئے۔

ب۔ پیرزادہ شفیق احمد کے والد خان صاحب پیر منور احمد (۱۸۶۴-۱۹۴۲ء) ڈپٹی کلکٹر انہار تھے۔ غیر معمولی دیانت دار اور کامیاب افسر تھے۔ دورانِ ملازمت سرگودھا، جھنگ، ملتان اور منٹگمری میں رہے۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ ریٹائر ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ بالاخانے سے شاذ ہی اترتے۔ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ کتاب ہر وقت ہاتھ میں رہتی۔ انتقال حسم میں ہوا۔

۱۷۶- نذیر احمد (المولد ۱۸۹۹ء)

۲۰ سالیشور سٹریٹ۔ کرشن نگر۔ لاہور

اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ تحریک خلافت سے متاثر ہو کر کالج چھوڑ دیا۔ محکمہ ڈاک و تار میں ہیڈ کلرک تھے۔ ریٹائر ہو کر اب تمام وقت مطالعہ اور عبادت میں گزرتا ہے۔ خوش خلق، صلح کل ہیں۔

ا۔ آپ کے دو فرزند ہیں، بڑے فرزند سعید احمد ۱۹۲۱ء میں رہتک میں پیدا ہوئے۔ محکمہ برقیات میں مشین اسٹنڈنٹ ہیں۔ دوسرے فرزند ڈاکٹر سلیم احمد بی۔ایس۔سی، بی۔ٹی، ایم۔بی۔بی۔ایس ۱۹۳۲ء میں تولد ہوئے۔

۱۷۷- شبیر احمد (المولد ۱۹۰۴ء)

لاولد ہیں۔

Marfat.com

۱۷۸۔ سید احمد (المولد ۱۹۱۶ء)

دہلی میں تولد ہوئے، شیریں زبان، خوش شکل وخوش پوش ہیں۔ شکار کا بڑا شوق رہا ہے۔ میٹرک پاس ہیں اور سوئی گیس ٹرانس مشن کمپنی کراچی میں کیشیر ہیں۔

ﻟ۔ آپ کے چھ فرزند اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ تمام فرزند دہلی میں تولد ہوئے۔ اخلاق احمد المولد ۱۹۴۰ء افتخار احمد المولد ۱۹۴۱ء، مرغوب احمد المولد ۱۹۴۳ء، ظفر احمد المولد ۱۹۴۵ء، انوار احمد المولد ۱۹۴۶ء اور خالد عباس المولد ۱۹۴۷ء۔ پانچوں لڑکیاں پاکستان میں تولد ہوئیں۔

۱۷۹۔ صدیق احمد (۱۸۸۰-۱۹۵۲ء)

قد نکلا ہوا تھا، جسم درمیانہ مگر مضبوط، چہرہ لمبوترا۔ اپنے والد کے خلیفہ مجاز تھے۔ مسکن ھم تھا۔ تواضع اور غیرت آپ کے خاص اوصاف تھے۔ چھوٹے تو چھوٹے بڑوں کو بھی برائی پر ٹوک دیا کرتے تھے۔ خلافت تحریک میں قید بھی ہوئے۔ تحریک پاکستان کے پرجوش کارکن تھے۔ انتقال قصبہ بھون ضلع جہلم میں ہوا۔

ﻟ۔ پیر صدیق احمد کے تین فرزند ہیں: خلف اکبر پیر رضا احمد ۱۹۰۲ء میں ھم میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے خلیفہ مجاز ہیں۔ مجاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ حد درجہ شگفتہ اور بے دھڑک انسان ہیں۔ دوسرے فرزند اسرار احمد ۱۹۲۰ء میں ھم میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس ہیں۔ ڈپٹی کمشنر جہلم کے دفتر میں ملازم ہیں۔ تیسرے فرزند نثار احمد ۱۹۲۳ء میں ھم میں پیدا ہوئے۔ فوج میں پی۔ٹی۔ آئی تھے۔ اب بھون میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔

۱۸۰۔ امیر احمد (۱۸۸۱-۱۹۵۱ء)

اپنے والد کے خلیفہ مجاز تھے۔ سلسلہ قادریہ میں مرید کرتے تھے۔ کراچی، کوئٹہ، سکھر، شکارپور، سادہ روہڑی وغیرہ میں قیامِ پاکستان سے بھی پہلے آپ کے مریدوں کی خاصی تعداد تھی۔ بڑے ہی نیک اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ ہر ایک کو بھائی کہہ کر خطاب کرتے۔ مسکن ھم تھا۔ راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ حافظ قرآن تھے۔

ﻟ۔ الحاج حافظ پیر امیر احمد کے اکلوتے فرزند پیر تاج احمد (۱۹۰۷-۱۹۲۹ء) کا ھم میں انتقال ہوا۔ آپ کے اکلوتے فرزند معراج احمد شجاع آباد میں اہلمد ہیں۔

Marfat.com

37 ـــــ اولاد شاہ محمد یونسؒ بن شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ
(۱۸۱)

۱۸۱۔ محمد یونس (۱۸۵۶-۱۹۴۷ء)

قد چھ فٹ، چھریرا بدن، رنگ سرخ وسپید، سر، داڑھی، مونچھیں اور بھنویں سب صاف نیلا کرتہ اور جوگیا رنگ کا تہبند۔ سر ننگا رکھتے یا جوگیا رنگ کی پگڑی پہنتے۔ نری کا جوتہ اور ہاتھ میں عصا رکھتے۔ پان کثرت سے کھاتے۔ ملامتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اور دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے عرسوں کے موقعوں پر آپ کے لئے خاص محفل سماع منعقد ہوتی۔ آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ تمام برصغیر پاک وہند میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے مریدین میں آپ کی وہ عزت تھی جو ایک انسان ایک انسان کی کر سکتا ہے۔ قیام پاکستان سے آٹھ دس سال پیشتر اگر آپ سے کوئی رشتہ دار آپ کی عمر پوچھتا تو فرماتے کہ میں انگریزوں کی حکمرانی میں نہیں مروں گا۔ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں پیدا ہوئے اور قیامِ پاکستان کے بعد راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ لوح قبر کا کتبہ ہے۔

۷۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتبہ محترم ومتبرک، تاریخ وفات حسرت آیات حضرت قبلہ سیدی ومرشدی قبلہ حاجات درجہاں۔ کعبہ مرادات سجادہ دانی حضور پُر نور جناب شاہ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمقام راولپنڈی ۱۷ ارمحرم الحرام ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۲/۱۱ اکو وصال ہوا۔

ا۔ حضرت شاہ محمد یونسؒ کے بڑے فرزند محمد محمود تھے۔ ۱۹۲۷ء میں دہلی میں پرچون کی دکان کرتے تھے۔ اس وقت بھی معمر تھے۔ انتقال ہو چکا ہے۔ آپ کے ایک فرزند بھی بتائے جاتے ہیں شاہ محمد یونس کے دوسرے فرزند حکیم محمد عاشق ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ دہلی مسکن تھا۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ محمد علی دہلی میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ دوسرے فرزند شوکت علی ۱۹۳۶ء میں اور تیسرے نواب علی ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔

پتہ: مکان نمبر ایک قطار نمبر ۶، بلاک نمبر ۲۲
ناظم آباد۔ کراچی

Marfat.com

شاہ محمد یونس کے تیسرے فرزند حکیم محمد معشوق ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ مسکن دہلی تھا۔ اب کراچی میں ہیں۔ آپ کے چھ فرزند ہیں۔

واصف علی المولد ۱۹۳۶ء، عارف علی المولد ۱۹۴۵ء، عرفان علی المولد ۱۹۴۷ء۔

فرغان علی، رضوان علی اور سلمان علی۔

Marfat.com

38— اولاد ہمت اللہ بن مشیخت مآب صلاح آثار شیخ محمد مداری خطیب

فیض محمد

محمد ثابت

فیض بخش

علی بخش

بو علی بخش

سلطان احمد (۱۸۲) — بشیر احمد (۱۸۳)

۱۸۲- سلطان احمد (المولد ۱۸۹۳ء)

مکان نمبر ۳ سوامی نگر- گرانڈ ٹرنک روڈ- لاہور

بریلی میں تولد ہوئے- قد میانہ، رنگ گندمی- خوش طبع اور ذہین ہیں- ۱۹۲۰ء میں بمقام بریلی ریلوے میں ملازم ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں لاہور میں ریٹائر ہوئے- ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے بریلی سے پاکستان آ گئے۔

ار آپ کے دو فرزند ہیں، خلف اکبر سجاد احمد ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو بریلی میں تولد ہوئے- بریلی سے ۱۹۳۰ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ خاکسار تحریک میں سالار تھے۔ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے لاہور میں وہ تاریخی اجلاس منعقد کیا جس میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی- اس اجلاس سے چار روز پہلے ۱۹ر مارچ کو لاہور میں تمام برصغیر کے خاکساروں نے جمع ہو کر مظاہرہ کیا- پولیس نے ان پر گولی چلائی- متعدد خاکسار شہید ہوئے- یہ وہ سانحہ تھا جس کے بعد خاکسار تحریک پنپ نہ سکی- اس مظاہرے میں سجاد احمد بھی شامل تھے جس کے نتیجہ پر آپ لاہور اور ملتان کی جیلوں میں ایک سال قید رہے- آپ نے ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے بی اے کیا اور اگلے سال ریلوے میں ملازم ہو گئے- اب شعبہ سٹورز میں ہیں- بڑے ہی مستعد اور ملی درد رکھنے والے نوجوان ہیں۔

سلطان احمد کے دوسرے فرزند الطاف احمد ۱۹۳۴ء میں بریلی میں پیدا ہوئے- میٹرک کرنے کے بعد کوریک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ لاہور سے میکینیکل انجینئرنگ کا ڈپلوما لیا اور اب محکمہ انہار میں اوورسیئر ہیں۔

Marfat.com

ب۔ سلطان احمد کے والد بو علی بخش (۱۸۴۳ء-۱۹۲۰ء) سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں نواب بہادر خاں کی فوج میں انگریزوں کے خلاف لڑ کر زخمی ہوئے۔ اس وقت ان کی تیئیس سال عمر تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کے اعلانِ معافی کے بعد مصلحتاً پولیس میں ملازم ہو گئے۔ کسی اچھے عہدے پر تھے ذہنی طور پہ انگریزوں سے لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے ملازمت ترک کر کے ٹھیکیداری کرنے لگے۔ قد میانہ تھا، اور رنگ گندمی۔ چھیاسی سال کی عمر میں بریلی میں انتقال ہوا۔

بو علی بخش کے والد علی بخش اور دادا فیض بخش تھے۔ فیض بخش مہم سے ترکِ سکونت کر کے بریلی گئے (بریلی میں اپنے ہی خاندان کے ایک خدا رسیدہ اور فاضل بزرگ محمد اکرم والد قاضی مکرّم (رباب ۲) نے اپنا مدرستہ العلوم قائم کیا تھا۔ یہ بزرگ شاہ عبدالعظیم مہمی (رباب) کے خسر تھے اور بریلی میں مرجع خاص و عام تھے۔ یہ اب سے پورے دو سو سال پہلے کی بات ہے) شیخ امداد الحق اپنے معیار الانساب میں لکھتے ہیں: "فیض بخش در بانس بریلی سکونت اختیار کردند"۔ یہ نقل مکانی غالباً اٹھارھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ہوئی۔ سلطان احمد کا بیان ہے کہ ان کے چچازاد بھائی محمد علی اور غلام محمد ابنائے نبی بخش بن فیض بخش بھی بریلی میں تھے لیکن اب ان کی نسل میں سے کوئی نہیں۔

فیض بخش کے والد محمد ثابت کی گواہی "گواہ شد محمد ثابت ولد شیخ فیض محمد بازنہ" ہمارے پاس ایک بیع نامہ پر محفوظ ہے جو مہم میں ۱۹ شوال سنہ ۱۱۵۰ھ ۲۹ جنوری سنہ ۱۷۳۷ء کو لکھا گیا۔ محمد ثابت کے والد فیض محمد عرف فیضی سے متعلق ہمارے پاس سنہ ۱۱۱۳ھ سے سنہ ۱۱۴۱ھ تک کے سات کاغذات محفوظ ہیں۔

فیض محمد کے والد ہمت اللہ تھے۔ قسمت نامہ جائداد جو سنہ ۱۰۹۳ھ کے بعد کا لکھا ہوا ہے اس میں آپ کا حلیہ اس طرح درج ہے: "گندم رنگ، فراخ پیشانی، کشادہ ابرو، میش چشم، بلند بینی، یک زخم بر پیشانی، یک داغ چیچک زیر چشم جانب راست، ریش دبرودت سیاہ، میانہ قد، تخمیناً ۳۵ سالہ" یعنی عمر تقریباً پینتیس سال۔ ۴ رجب سنہ ۱۰۹۷ھ کا وہ کاغذ بھی

لہ ۱۔ "شیخ فیضے بخطہ"، شعبان سنہ ۱۱۲۵ھ ۲۔ "شیخ فیضے ولد ہمت اللہ بازنہ" ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۸ھ

۳۔ "شیخ فیضے بازنہ" ۱۱ صفر سنہ ۱۱۳۱ھ یا سنہ ۱۱۴۱ھ ۴۔ "شیخ فیض محمد بخطہ" ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۷ھ

۵۔ "فیض محمد ولد شیخ ہمت اللہ بازنہ" غرہ ربیع الآخر سنہ ۱۱۴۳ھ ۷۔ شعبان سنہ ۱۱۵۰ھ

۶۔ فیض محمد ولد شیخ ہمت اللہ بخطہ" ۴ رجب سنہ ۱۱۵۴ھ

Marfat.com

نہایت شکستہ حالت میں موجود ہے جس کی رُو سے شیخ ہمت اللہ وغیرہ نے اپنے دادا کی سکنی اور زرعی جائداد تقسیم کی۔ نیز ہمارے پاس ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۱ء سے ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء عہد عالم گیری کے ایسے جائز کاغذات محفوظ ہیں جن پر آپ کی گواہی ہے۔ گواہی دیتے وقت آپ کا نام ہر جگہ ہمت خاں لکھا ہے۔ متن میں ہر جگہ ہمت اللہ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خاں کا خطاب ملا ہوا تھا۔

ہمت اللہ المخاطب بہ ہمت خاں کے والد شیخ محمد مداری خطیب پرگنہ مہم تھے۔ ہمارے پاس ۱۷ ربجادی الآخرہ ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۰ء کا وہ اقرار نامہ تقسیم زمین موجود ہے جس کی رُو سے شیخ محمد مداری اور ان کے بھائیوں نے اپنے مرحوم والد کا ترکہ تقسیم کیا۔ اس پر آپ کے دستخط ہیں۔ "العبد مداری ولد شیخ جہانگیر خطیب بخطہ" ہمارے پاس وہ قسمت نامہ بھی محفوظ ہے جس کی رو سے باپ کی سکنی جائداد تین بھائیوں میں تقسیم ہوئی اور شیخ مداری کے حصے میں دو باڑے اور ایک سوا ایک روپیہ ۲ آیا۔ یہ قسمت نامہ ۱۱ رمحرم ۱۰۷۱ھ کا ہے۔ اس پر آپ کے دستخط "شیخ مداری ولد شیخ ابوالغیث عرف شیخ جہانگیر خطیب بخطہ" ہیں اور آپ کی مُہر "بندہ درگاہ مداری" بھی اس پر لگی ہوئی ہے۔ یہی دستخط اور یہی مُہر ۴ رمحرم ۱۰۷۱ھ کے قسمت نامہ پر بھی ہیں۔ ہمارے پاس شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ۱۹ رجمادی الثانی ۱۰۷۴ھ اور ۹ ررجب ۱۰۷۵ھ کے وہ اصل فرامین شاہی محفوظ ہیں جن کی رُو سے مشیخت مآب صلاح آثار شیخ مداری خطیب کی وجہ مدد معاش کی تصدیق ہے اس میں لکھا ہے کہ انہیں دس بگیھہ زمین ۲۹ رصفر ۱۰۵۰ھ کو مدد معاش کے طور پر دی گئی تھی وہ حیات ہیں اور اپنی زمین پر قابض ہیں۔ مشیخت مآب صلاح آثار شیخ محمد مداری خطیب پرگنہ مہم کے والد مولانا ابوالغیث عرف جہانگیر خطیب تھے۔ ہمارے پاس شہنشاہ اکبر کے عہد کا ۴ رجمادی الاول ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء کا وہ قسمت نامہ محفوظ ہے جس کی رُو سے شیخ شاہ محمود و نعمت اللہ و خواجہ حافظ و جہانگیر پسران مرحومی شیخ جیو نے اپنے مرحوم والد کا ترکہ تقسیم کیا۔ عہد شاہجہانی ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۳۹ھ کے ایک ہبہ نامہ پر آپ کی گواہی ہے۔ "گواہ شد شیخ جہانگیر ولد شیخ جیو بازنہ" ۱۹ ررجب ۱۰۴۴ھ ۹ / ۲ ردسمبر ۱۶۳۴ء کو آپ نے کچھ چاہی زمین آٹھ روپے میں خریدی۔ یہ

سلہ ۱۔ ہمت اللہ خاں ولد شیخ مداری خطیب بازنہ" ۱۱ رمحرم ۱۰۸۰ھ، ۱۲ رربیع الثانی ۱۰۸۱ھ مورخہ ۷ رجمادی الثانی ۱۰۹۵ھ
۲۔ ہمت خاں ولد شیخ مداری بازنہ" ۴ رمحرم ۱۰۷۲ھ

Marfat.com

یہ کاغذ بھی محفوظ ہے۔

مولانا ابوالغیث عرف جہانگیر کے والد منتخبۃ المشائخ العظام قاضی شیخ محمد جیو خطیب و متولی تھے۔ محمد نام تھا۔ لفظ تعظیم جیو (جی) کثرت استعمال سے جزوِ نام ہی نہیں بلکہ نام بن گیا۔ فرمانِ اکبری مجریہ ذیقعدہ ۹۸۲ھ ۱۵۷۵ء کی رُو سے "منتخبۃ المشائخ العظام شیخ جیو و جماعۃ" کو ۴۵۵ بیگھہ اراضی ملی۔ ایک بیگھہ ۵/۸ ایکڑ کے برابر ہوتا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۴ جمادی الاول ۱۰۰۰ھ سے پہلے ہوا۔

قاضی محمد جیو خطیب کے والد مولانا محمد جمال خطیب و متولی پرگنہ ہیم تھے۔ ۱۷ صفر ۹۹۹ھ ۱۵۹۰ء کے ایک بیع نامہ پر آپ کی مہر "شیخ جمال ابن محمود حاکم شرع شد بعون ودود" موجود ہے۔ یعنی آپ پرگنہ ہیم کے سرکاری طور پر حاکم شرع تھے۔ ذی الحجہ ۹۷۳ھ ۱۵۶۶ء کے ایک بیعنامہ پر خطِ طغرا میں آپ کے دستخط "کتبہ العبد الضعیف شیخ جیو جمال ابن محمود خطیب صدیقی المیمنے محمدی" موجود ہیں۔ اس میں المیمنے اچھی طرح پڑھا نہیں جاتا۔ شاید المہمے ہو۔

مولانا محمد جمال، مولانا محمود خطیب و متولی کے فرزند اور مولانا بہاءُ الدین خطیب و متولی کے پوتے تھے۔ مولانا بہاءالدین کی اولاد میں سے اب سے ڈیڑھ سو سال پہلے پچاس سے زیادہ افراد تھے جن کی اولاد کی تعداد اب ہزاروں تک پہنچنی چاہیئے تھی مگر مرد یکے بعد دیگرے اس طرح لاولد فوت ہوئے یا اولاد نرینہ سے محروم گئے کہ اب اولادِ مولانا بہاءالدین میں سے بچے، بڑے، ذکور و اناث سب مل کر کل نو افراد ہیں جب کہ مولانا بہاءُ الدین کے بھائی محمد سلیمان میر عدل کی اولاد سے اس وقت تین سو اکیاون افراد حیات ہیں۔ مولانا بہاءُالدین کے والد مولانا کمال الدین المخاطب بہ کمال خاں اور ان کے اجداد کا ذکر باب ۳ میں کیا جا چکا ہے۔

پس سلطان احمد کا کرسی نامہ یہ ہوا: سلطان احمد بریلوی ثم لاہوری ولد ابوعلی بخش ولد علی بخش ولد فیض بخش ہیمی ثم بریلوی ولد محمد ثابت ولد فیض محمد ولد ہمت اللہ المخاطب بہ ہمت خاں ولد مشیخت مآب صلاح آثار شیخ محمد مداری خطیب پرگنہ ہیم ولد مولانا ابوالغیث عرف جہانگیر ولد منتخبۃ المشائخ العظام قاضی شیخ محمد جیو خطیب و متولی ولد مولانا محمد جمال خطیب ولد مولانا محمود خطیب ولد مولانا بہاءالدین خطیب ولد مولانا کمال الدین الملقب بہ کمال خاں خطیب، متولی و میر عدل ولد مولانا غیاث الدین خطیب، متولی و میر عدل

Marfat.com

ولد مولانا ظہیر الدین خطیب، متولی و میر عدل ولد مولانا کبیر الدین - اوّلین خطیب و متولی و میر عدل پرگنہ ہم ولد زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی توام الدین جنجیری ثم رہتکی -

۱۸۳- **بشیر احمد**

عمر پچپن سال کے قریب بتائی جاتی ہے - غالباً بمبئی میں قیام ہے - لا ولد ہیں - بوعلی بخش مرحوم کی تیسری بیوی سے ہیں -

---

Marfat.com

باب ۹

اولادِ مشیخت مآب شیخ محمد امجد رہتکی

خاندان کے شجروں اور نسب ناموں میں ایک ایسی شاخ کا اندراج بھی ہے - جس کا سلسلہ اوپر تک نہیں ملتا - شیخ امداد الحق نے معیار الانساب کے آخیر میں جداگانہ شیخ امجد کی شاخ کا سلسلہ اپنے عہد تک درج کیا ہے - انہوں نے امجد سے اوپر زبدۃ الاولیا قاضی قوام الدین تک کوئی نام نہیں لکھا اور امجد کے فرزند کا نام امجد علی ان کے بیٹے کا نام برہان علی اور ان کے بیٹے کا نام سبحان علی لکھا ہے -

محمد الیاس آثم (۴۳ ب) نے اپنے خاندان کے نسب نامہ کی تکمیل ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء میں کی - انہوں نے اپنے مرتبہ نسب نامہ میں شیخ امجد کی شاخ کا سلسلہ معیار الانساب سے نقل کرنے کے بعد اپنے زمانہ تک پورا کر دیا ہے - نسب نامہ کے علاوہ محمد الیاس آثم نے ایک شجرہ بھی مرتب کیا تھا یعنی اس میں صرف ذکور کے نام درج کئے - اس میں انہوں نے شیخ امجد کی شاخ کا بھی شجرہ لکھا - اس مطبوعہ شجرہ میں انہوں نے شیخ امجد کے بیٹے کا نام امجد علی نہیں بلکہ برہان علی لکھا اور برہان علی کے بیٹے کا نام سبحان علی لکھا اور ساتھ ہی یہ نوٹ بھی دیا کہ یہ شجرہ قاضی قوام الدین تک مکمل نہیں ملتا لیکن ان کا قاضی قوام الدینؒ کی اولاد سے ہونا مسلمہ ہے -

محمد الیاس آثم کے بعد ۱۳۷۶ھ میں الحاج کفیل احمد الماس یمانی (۵۷) نے شجرۂ الماس طبع کرایا - انہوں نے شیخ امجد کو قاضی اشرف بن قاضی احمد بن قاضی محمد اسحاق بن قاضی مبارز الدین بن قاضی حامد بن قاضی محمد بن قاضی ہدایت اللہ بن قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدینؒ بن قاضی قوام الحق والدینؒ کا فرزند تسلیم کر کے اس شاخ کا شجرہ مکمل کر دیا اور ثبوت میں لکھا:-

Marfat.com

"شیخ امجد کی شاخ کا الحاق، اس کی مزید تحقیق جناب ظفر الحسن صاحب قصبہ محمدی سے ہوئی ہے جو کہ موصوف نے مولوی سراج الحق بن مولوی فیاض الحق مرحوم واپنے والد بزرگوار محمد احسن مرحوم کے قلمی ذخیرہ سے کی ہے۔ الحاق صحیح ہے۔ صرف برہان علی اور علی اصغر کی ترتیب میں اختلاف واقع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

ظفر الحسن (د، ہ) نے محمدی سے نسب نامہ سراج اور نسب نامہ احسن الحاج الماس یمانی کے مطالعہ کے لئے کراچی بھیجے تھے۔ ان نسب ناموں کے مطالعہ کے بعد خود ظفر الحسن بھی اس خیال کے تھے کہ شیخ امجد کے والد قاضی اشرف بن قاضی احمد تھے۔ مجھے اس تحقیق کو تسلیم کرنے میں تامل تھا کیونکہ یہ امر قطعی ہے کہ قاضی اشرف کے صرف دو فرزند تھے جن کے نام قوام الدین اور علی اصغر تھے اور یہ دونوں لاولد فوت ہوئے۔ چنانچہ میں نے ظفر الحسن صاحب کے نام خط لکھا کہ نسب ناموں کا بغور مطالعہ کیا جائے اور فلاں فلاں باتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ ظفر الحسن صاحب نے نسب ناموں کا پھر سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مذکورہ نسب نگاروں نے قاضی اشرف کے وہی دو بیٹے لکھے تھے جن کا ہم ابھی ابھی نام درج کر آئے ہیں۔ یعنی قوام الدین اور علی اصغر۔ بعد میں کسی اور نے ایک تیسرے بیٹے کا نام شیخ امجد لکھ دیا۔ ظفر الحسن میرے نام اپنے مکتوب گرامی محررہ ۲۳ جولائی ۱۹۶۳ء میں لکھتے ہیں:

"...... اب شیخ امجد کا حال لکھ رہا ہوں۔ شجرہ احسن میں میں نے قاضی اشرف علی کا نام نکالا۔ اس میں والد صاحب (یعنی قاری محمد احسن) کے قلم سے ان کی اولاد صرف دو درج ہیں۔ قوام الدین و علی اصغر اور امجد علی دوسری روشنائی اور دوسرے کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ اولاد کے خانے میں ۱، ۲ بھی لکھا ہے مگر امجد علی صاحب کے نام پر نمبر ۳ بھی درج نہیں ہے۔

شجرہ سراج میں اشرف علی صاحب کی اولاد کے خانہ میں پنسل امجد علی تیسری اولاد لکھی ہے شجرہ احسن میں ایک صفحہ پر امجد صاحب (اب ج د) کا نام بجداگانہ نکلتا ہے جس پر درج ہے کہ امجد کے والد کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ اونکی اولاد امجد علی صاحب درج کی گئی ہے اور امجد علی صاحب کی اولاد درج ہے۔

میرا خیال ہے کہ جو ذمان آپ کو ملا ہے اور اس میں شیخ امجد صاحب کی ولدیت علی اصغر لکھی ہے وہ ہی صحیح ہے۔ حقیقت میں اس سے قبل تصدیق نہ ہو سکی"

Marfat.com

محمد احسن الدین (۱۹۴۳ء) شیخ محمد امجد کی شاخ سے ہیں۔ ان کے پاس جو کاغذات محفوظ ہیں ان میں ایک بیعنامہ کی مصدقہ نقل ہے جس پر ۱۰۷۶ھ کی مہر ہے۔ اس میں شیخ امجد کے والد کا نام شیخ اصغر لکھا ہے: "مشیخت مآب شیخ امجد و شیخ عماد ابنائے شرافت مآب شیخ اصغر محتسب" زیادہ امکان یہ ہے کہ شیخ امجد وہی ہیں جن کی اولاد کا تذکرہ اس باب میں کیا جا رہا ہے۔ تاہم قدیم تحریروں سے نتائج اخذ کرنے میں جس احتیاط کی ضرورت ہے اس کے پیشِ نظر مزید ثبوت کی غیر موجودگی میں اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ "مشیخت مآب شیخ امجد بن شرافت مآب شیخ اصغر محتسب" کوئی اور ہم نام و ہم عصر بزرگ ہوں۔

شیخ امجد کے آباؤ اجداد کے نام معلوم کرنے کے ابھی تک امکانات باقی ہیں۔ اس بارے میں آئندہ کے محققین ان امور کو نظر انداز نہ کریں۔

۱۔ شیخ امجد اور ان کے احفاد کا مسکن قلعہ رہتک تھا۔

۲۔ اس شاخ کی نجابت اور شرافت مسلمہ ہے۔ احمد شاہ بادشاہ کے عہد حکومت کے ایک بیعنامہ میں شیخ امجد کی اولاد کو ایک جگہ "قوم شیخ زادہ صدیقی ساکن قصبہ رہتک" لکھا ہے۔ ۱۵ ذیقعد سنہ ۶ جلوس یعنی ۱۱۶۷ھ ۳ ستمبر ۱۷۵۴ء کے اس بیعنامہ پر محمد برہان پسر شیخ امجد اور فضل علی ولد عبد السبحان کے دستخط ہیں اور قاضی شہر کی مہر لگی ہوئی ہے۔

۳۔ شیخ امجد کے زمانہ میں مولانا کبیر الدینؒ بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین اور قاضی عماد الدینؒ بن مولانا افتخار الدینؒ بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کی تمام اولاد صرف قصبہ ہم میں رہتی تھی۔ ان دو بزرگوں کی اولاد میں سے اس وقت تک کوئی بزرگ قلعہ رہتک میں مستقلاً اقامت پذیر نہیں ہوا۔ ان دونوں بزرگوں کی اولاد کا شجرہ بلا اشتباہ مکمل و معتبر ہے اور شیخ امجد حتمی طور پر ان دو بزرگوں کی نسل سے نہ تھے۔ قاضی عماد الدین موصوف کی اولاد سے اولین بزرگ مولوی فخر الدین بن عبد الکریم (باب ۳ ذکر شاہ بدر الدینؒ) تھے جو شیخ امجد مذکور کی وفات کے بعد عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے وطن ہم سے ترک سکونت کر کے قلعہ رہتک میں آباد ہوئے۔

۴۔ اگر شیخ امجد زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدینؒ کی نسل سے تھے۔ تو یہ قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدین بن زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدینؒ کے بھائی کے احفاد سے ہو سکتے ہیں۔ مولانا افتخار الدینؒ کے دو فرزند تھے۔ ایک عماد الدین جو پرگنہ ہم کے قاضی مفتی

اور مختسب بن کر رہتک سے ۱۲۸۷ء میں جھم چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی ۔ ان کے اخلاف بھی جھم ہی میں رہتے ہیں ۔ مولانا افتخار الدین کے ایک اور فرزند تھے جو قلعہ رہتک ہی میں رہتے رہے ۔ اور وہیں ان کی اولاد آباد رہی ۔ ان فرزند کا اور ان کی اولاد کے نام اپنے خاندان کے شجرہ میں نہیں کیونکہ شجرہ جھم میں لکھا جاتا رہا ۔ دو بھائیوں کی اولاد میں صرف بیس میل کے فاصلہ پر ہونے کے باوجود یہ بُعد کوئی انوکھی بات نہیں ممکن ہے یہ دو بھائی دو ماؤں سے ہوں یا ابتداء میں باہمی اختلاف اس نوعیت کا ہو کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر ہوتی گئی ۔ الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی بھی (باب ۲) نے ۱۱۷۱ھ میں اپنی تصنیف اوراد حبیبیہ اور حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکیؒ (باب ۳) نے ۱۲۰۵ھ میں اپنی تصنیف اسناد الاشجار میں مولانا افتخار الدین موصوف کے دو فرزند بتائے ہیں ، ایک قاضی عماد الدینؒ اور دوسرے کا نام نہیں لکھا ۔ مگر دونوں نے اتنا لکھا ہے کہ ان نامعلوم الاسم فرزند کی اولاد ان کے زمانہ میں قلعہ رہتک میں آباد ہے ۔ زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدینؒ کے بھتیجے بندگی شیخ موسیٰ کی اولاد گڑھ مکتیسر میں آباد تھی ۔ ۱۸۸۸ء میں اولاد بندگی شیخ موسیٰ کا شجرہ طبع ہوا ۔ اس مطبوعہ شجرہ میں بھی مولانا افتخار الدین کے دو فرزند لکھے ہیں ۔ ایک کا نام عماد الدین لکھا اور دوسرے کے نام کی جگہ نامعلوم الاسم لکھا ہے ۔

۵۔ اس بارے میں قدیم کاغذات سے کچھ روشنی پڑ سکتی ہے جو موجود ہیں مگر ہماری نظر سے نہیں گزرے ۔ یہ قدیم تحریریں عقیل الدین (۱۵۰) ، امید علی (۱۳۰ ا ل) ، محمد اختر (۱۹۰) اور صوفی ذاکر علی صاحب ساکن کراچی از اولاد حافظ انور علی صاحب مرحوم رہتکی کے پاس ہو سکتی ہیں مگر قدیم تحریروں کو بڑی احتیاط سے پڑھنا چاہیئے ۔ ان سے نتائج اخذ کرنے میں ماہروں کو بھی ٹھوکر کھاتے دیکھا ہے ۔ ہر قدیم تحریر سند نہیں ہوتی ۔ خود اپنے خاندان کو لے لیجئے ۔ اس معروف ، متقدر ، ذی علم اور باعزت خاندان کے نہایت ہی معتبر تفصیلی نسب نامے موجود ہیں با ایں ہمہ اسی خاندان سے دو افراد اپنے آپ کو سید لکھتے ہیں کیونکہ ان کی نانیں سیدانیاں ہیں ۔ اب ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں جب سو دو سو سال پرانی ہو جائیں گی تو بطور سند استعمال ہوں گی ۔ ایسی تحریروں کی لغویت کی نشاندہی کے لئے بڑی مہارت کی ضرورت ہے ۔

Marfat.com

39 ـــ اولاد شیخ محمد امجد رہتکیؒ

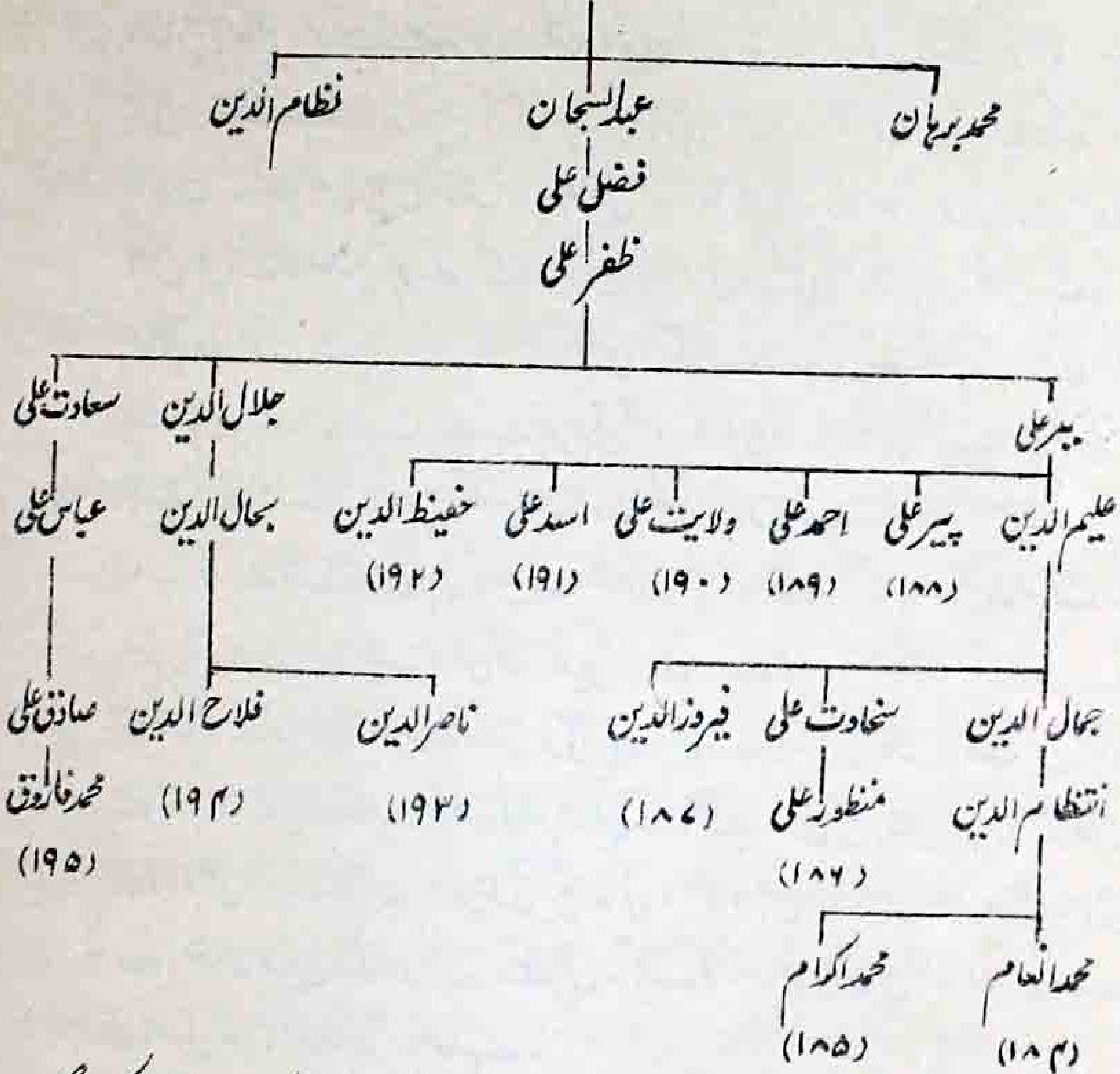

یہ شیخ امجد رہتکی کی شاخ کا پورا شجرہ نہیں۔ اس میں بعض ان افراد کے نام نہیں لکھے گئے جن کا سلسلہ اولاد نرینہ جاری نہیں۔ نیز اس شجرہ میں ہم نے قلت معلومات کی بنا پر اپنی اس ترتیب سے انحراف کیا ہے جو ہم نے ابواب ۷ اور ۸ میں اختیار کی ہے۔ ابواب ۷ اور ۸ میں خطوط وحدانی میں اردو طرزِ انشاء میں جو اعداد لکھے گئے ہیں ان سے مراد ہے کہ جو حضرات ۱۹۴۷ء میں اپنے اپنے کنبہ کے سرپرست کی حیثیت سے حیات تھے۔ مگر شجرہ بالا میں (۱۸۷) سے (۱۹۲) تک کے نمبروں کے افراد اس سن میں وفات پا چکے تھے۔

مشیخت مآب شیخ امجد کی اولاد سے اس وقت سو، سوا سو کے قریب افراد ہوں گے۔ جن میں سے زیادہ تر جودھپور میں مقیم ہیں۔ جودھپوری شاخ میں سے ہمیں صرف محمد اختر بن عبدالواحد بن ولایت علی (۱۹۰) کے حالات معلوم ہیں۔ باقی سب نام شجرہ الماس سے نقل کیے ہیں۔

Marfat.com

۱۸۴- محمد انعام

مکان نمبر ۵/۱۷-۲ فیض محمد روڈ۔ کوئٹہ

کنٹرول برانچ آرڈیننس ڈپو کوئٹہ میں کلرک ہیں۔

(ا) شفیق پرویز آپ کے فرزند ہیں۔

(ب) محمد انعام کے والد انتظام الدین بڑے شگفتہ انسان تھے۔ سب پوسٹ ماسٹر تھے۔ گوہانہ ضلع رہتک میں جوانی میں غالباً ۱۹۲۸ء میں انتقال ہوا۔

انتظام الدین کے والد صوفی جمال الدین درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سرمہ فروخت کیا کرتے تھے۔ مزار شاہ ولایت واقع قلعہ رہتک کے متولی تھے۔ ہر وقت مسجد شاہ ولایت کے حجرے میں حَسْبِیَ رَبِّی کا ورد کرتے رہتے، اور چاہتے تھے کہ اور لوگ بھی وہاں ان کی طرح مشغولِ ذکر رہیں۔ اس کے لئے وہ وقت بے وقت اذان دیتے رہتے۔ ہم نے بھی دن کے دس بجے اور رات کے بارہ بجے انہیں اذانیں دیتے سنا ہے۔ ریلوے سٹیشن رہتک پر چلتی ریل میں سوار ہونے لگے کہ پیر پھسل گیا اور ریل کے پہیوں کے نیچے آگئے۔

صوفی جمال الدین کے والد علیم الدین کا رہتک میں انتقال ہوا۔ علیم الدین کے والد حکیم ببر علی اپنے عہد کے نامی گرامی طبیب تھے۔ رہتک مسکن تھا۔ پھر مہاراجہ جودھپور کے طبیب مقرر ہوئے۔ جودھپور جا کر انہوں نے ایک خاتون سے دوسری شادی کرلی جس سے پانچ فرزند ہوئے ان پانچوں کا ذکر اسی باب میں (۱۸۸) سے (۱۹۲) نمبروں پر ہوگا۔ جودھپور میں حکیم ببر علی نے بڑی شہرت حاصل کی اور بڑی دولت پیدا کی۔ شاید یہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے پیشتر جودھپور چلے گئے تھے۔

حکیم ببر علی کے والد ظفر علی تھے۔ ان کی شادی مسمات امام النساء بنت جمال الدین بن مولوی صدرالدین (۱۰۸ اب) سے ہوئی تھی۔ آپ کی مہر "شیخ ظفر علی ولد شیخ فضل علی ۱۲۲۵ھ" ساکن قلعہ رہتک ۲۲ جمادی الاول ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء کی تحریر پر ہمارے پاس ہے۔

ظفر علی کے والد فضل علی کی مہر "فضل علی ولد عبد السبحان" احسن الدین (۱۹۳) کے پاس ایک بیعنامہ پر محفوظ ہے یہ بیعنامہ ۱۵ ذیقعد ۱۱۶۷ھ ۴ ستمبر ۱۷۵۴ء کو لکھا گیا۔ اس کی رو سے فضل علی ان کی تین بہنوں اور محمد برہان و نظام الدین پسران شیخ امجد و بی بی صاحب جمال بنت شیخ امجد نے اپنی کچھ زرعی زمین ساٹھ روپے میں مولوی بدیع الدین ولد مولوی فخرالدین (۱۵ ب) کو فروخت

Marfat.com

کی۔ احسن الدین (۱۹۳ا) کے پاس ایک اور بیعنامہ پر آپ کے دستخط، گواہ شد شیخ فضل علی ؒ ہیں۔ اس بیعنامہ کے متن میں ہے کہ محمد برہان ولد شیخ امجد قوم شیخزادہ قلعہ قصبہ رہتک ؒ نے نو درعہ پختہ سکنی زمین مولوی صدر الدین (۸۰ ب) کے ہاتھ فروخت کی۔ اس پر ۲ ربیع الثانی ۱۶ سنہ تاریخ درج ہے۔ ۱۶ سنہ سے مراد سولھواں جلوس شاہی ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ کس بادشاہ کا۔ شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد محمد شاہ، شاہ عالم ثانی اور اکبر شاہ ثانی نے سولہ سولہ سال سے زیادہ حکمرانی کی۔ چنانچہ ہجری سن ۱۱۴۷ سنہ، ۱۱۸۸ سنہ اور ۱۲۳۶ سنہ میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ مولوی بدیع الدین کی تاریخ وفات معلوم ہو جائے تو ان تینوں میں سے کسی کا تعین آسان ہو جائے۔

معیار الانساب اور اس کے تتبع میں معرف الانساب، نسب نامہ الیاس، شجرہ الیاس، اور شجرہ الماس میں فضل علی کے والد کا نام سبحان علی لکھا ہے لیکن کنز الآثار میں عبد السبحان ہے کیونکہ کنز الآثار معتبر ترین ماخذ ہے اس لئے فضل علی کے والد کا نام عبد السبحان تھا۔ چند سطور پہلے شیخ فضل علی کے بیان میں ہم نے ان کی مہر "فضل علی ولد شیخ عبد السبحان" کا ذکر کیا ہے۔ احسن الدین (۱۹۳ا) کے پاس ایک بیع نامہ ہے اس پر ایک تصدیقی ہشت پہلو مہر "محمد عاقل ۱۱۴۱" لگی ہوئی ہے اس پر ایک دستخط ہیں "العبد شیخ فضل علی بن عبد السبحان" اور اس کے متن میں لکھا ہے: "شیخ فضل علی بن شیخ عبد السبحان بن شیخ امجد" اس آخری اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبد السبحان شیخ امجد کے فرزند تھے۔ شیخ عبد السبحان کی تین لڑکیاں تھیں: بی بی سعادت بخت (بی بی سادو) بی بی کریمہ (کریمان) اور بی بی سکینہ۔ فروخت زمین کے کاغذات میں ان کے نام متعدد بار آئے ہیں۔ ان میں سے اوّل الذکر بی بی سعادت بخت کی شادی محمد افضل ولد شیخ یار محمد ولد شیخ رحمت اللہ خطیب بن ابو الغیث عرف جہانگیر بن قاضی محمد جیو خطیب (باب ۴) سے ہوئی۔ ۱۰ محرم ۱۱۷۵ ھ کو ان محمد افضل نے اپنی موروثی جائداد میں سے آٹھ "سہام" مسماۃ سعادت بخت بنت شیخ عبد السبحان ساکن رہتک ہبہ کر دی۔ سہام حصہ کو کہتے ہیں۔ یہاں بھی نام عبد السبحان لکھا ہے یہ ہبہ نامہ ہمارے پاس ہے۔ واضح رہے کہ عبد السبحان کی بجائے سبحان علی نام لکھا جانا بنیادی غلطی نہیں۔ ممکن ہے سبحان علی نے خود اپنا نام بدل کر عبد السبحان کر لیا ہو۔

عبد السبحان کے والد کا نام معیار الانساب میں اور اس کے تتبع میں باقی سب شجروں اور نسب ناموں میں برہان علی لکھا ہے۔ احسن الدین (۱۹۳ا) کے پاس دو اصل کاغذات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد السبحان شیخ امجد کے فرزند اور محمد برہان کے بھائی تھے۔ چنانچہ ایک

Marfat.com

بیعنامہ ہے اس پر ایک تصدیقی مُہر محمد عاقل ۱۱۸۱ھ کی لگی ہوئی ہے۔ یعنی یہ بیعنامہ ۱۱۸۱ھ یا اس کے بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے متن میں صاف پڑھا جاتا ہے: "شیخ فضل علی بن عبدالسبحان بن شیخ امجد" اور اس بیع نامہ پر دستخط ہیں "العبد شیخ فضل علی بن عبدالسبحان" صاحب معیار الانساب شیخ امداد الحق اس قدر محتاط نویس تھے کہ ہمیں اس بیعنامہ کا متن پڑھ کر شبہ ہوا کہ عبدالسبحان اور شیخ امجد کے درمیان ایک نام سہو قلم سے رہ گیا۔ لیکن پھر خیال پیدا ہوا کہ ایسے کاغذات میں عام طور پر دو نام ہوتے ہیں یا شاذ حالتوں میں تین یعنی شیخ فضل علی بن عبدالسبحان بن شیخ امجد" درست ہے کوئی نام سہواً بیچ میں چھٹا نہیں۔ لیکن ایک اور بیعنامہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ بیعنامہ ۱۵ ذیقعد ۱۱۶۷ھ ۲ ستمبر ۱۷۵۴ء کو لکھا گیا ہم اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کی ابتدائی سطور نقل کرتے ہیں:

"ما کہ محمد برہان و نظام الدین پسران شیخ امجد و فضل علی ولد عبدالسبحان بن شیخ امجد و مسمات ساده و بی بی کریمہ و بے بے سکینہ بنتان شیخ عبدالسبحان مسطور قوم شیخزادہ صدیقی ساکن قصبہ رہتک ایم ....."

اس بیعنامہ پر "قاضی سراج الدین، ۱۱۵۷" مہر لگی ہوئی ہے اور محمد برہان و نظام الدین کے دستخط ہیں اور "فضل علی ولد شیخ عبدالسبحان" کی مہر لگی ہوئی ہے اس پر ایک گواہ کے دستخط ہیں "محمد آصف" یہ محمد آصف محمد برہان ولد شیخ امجد کے خسر تھے۔ ان کی دختر بی بی کو دو محمد برہان کی زوجہ تھیں۔ احسن الدین (۱۹۳۲ء) کے پاس جو کاغذات ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد آصف صدیقی ولد محمد عاقل قلعہ رہتک میں رہتے تھے۔ محمد آصف کے بھائی کا نام محمد جمیل اور لڑکے کا نام امام علی تھا۔ اولاد قاضی قوام الدین کے شجروں میں یہ نام نہیں آتے۔

چند سطور پہلے جو ہم نے اقتباس پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ امجد صدیقی ساکن قلعہ رہتک کے تین فرزند تھے: عبدالسبحان، محمد برہان اور نظام الدین۔ ایسی متعدد نظائر احسن الدین (۱۹۳۲ء) کے پاس ہیں جن میں محمد برہان (برہان علی نہیں) اور نظام الدین کو شیخ امجد کا فرزند لکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالسبحان کا ۱۵ ذیقعد ۱۱۶۷ھ سے پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

مذکورہ بالا دو تحریروں کی موجودگی میں شیخ عبدالسبحان کو شیخ امجد کا فرزند تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں شیخ امجد کا پورا نام محمد امجد تھا۔ اور ان کے والد کا نام شیخ اصغر ہو سکتا ہے۔ ۲۰ محرم ۱۱۶۴ھ کے ایک بیعنامہ پر دستخط ہیں: "العبد محمد برہان و نظام الدین پسران محمد امجد" یہ دستخط ایک قلم سے

Marfat.com

ہیں اور بیعنامہ احسن الدین کے پاس ہے۔ احسن الدین (۱۹۳۲ء) کے پاس ایک اور بیعنامہ کی نقل ہے، جس کی رُو سے شیخ امجد وغیرہ نے کچھ زمین خریدی تھی۔ اس نقل پر تین مہریں لگی ہوئی ہیں:

(۱) "عبدالغفور محتسب بندہ بادشاہ شاہ عالمگیر ۱۰۷۶" (۲) "محمد سلطان ابن غریب محمد متولی بندہ درگاہ عالمگیر ۱۰۷۳" (۳) "مفضل اللہ دستگیر شد لطف پادشاہ عالمگیر بقاضی ۱۰۷۲" اس آخری مہر کے اوپر لکھا ہے "نقل موافق اصل است۔ اصلی مہر قاضی سابق" اس بیعنامہ کی متعلقہ عبارت یہ ہے۔

"مشیخت مآب شیخ امجد و شیخ عماد ابنائے شرافت مآب شیخ اصغر محتسب و قاضی توام و عبدالغفور ابناء شیخ منصور ابن شیخ اصغر مذکور"

اس سے معلوم ہوا کہ شرافت مآب شیخ اصغر محتسب کے تین فرزندوں کے نام منصور، امجد اور عماد تھے اور شیخ منصور کے دو فرزند قاضی توام اور عبدالغفور تھے۔ شیخ اصغر کے والد کا نام معلوم نہیں۔

۱۸۵۔ محمد اکرم

ایم ای ایس کراچی میں کلرک ہیں۔

۱۸۶۔ منظور علی

خاموش طبع، تنہائی پسند، دُبلے پتلے، دوائیاں فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کا تیار کردہ شربت دُور دُور جاتا تھا۔ رہتک سے ملتان آئے، جہاں انتقال ہوا۔

ا۔ آپ کے دو فرزند اسد علی اور مہتاب علی حیدرآباد سندھ کے نزدیک جام شورا کے واٹر ورکس میں ملازم ہیں۔

ب۔ منظور علی کے والد سخاوت علی رہتک میں عطاری کی دوکان کرتے تھے۔ سخاوت علی کے والد علیم الدین کا ذکر نمبر ۱۸۴ ب پر کیا جا چکا ہے۔

۱۸۷۔ فیروزالدین (۱۸۸۲ - ۱۹۴۷ء)

مولد و منشا رہتک ہے، دبلے پتلے، اور شگفتہ طبع بزرگ تھے۔

ا۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ بڑے فرزند شجاع الدین خوش شکل اور متناسب اعضا رکھتے ہیں مظفر گڑھ ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ کمپنی مظفر گڑھ کے حصہ دار ہیں اور اسی کمپنی میں موٹر ڈرائیور ہیں دوسرے فرزند ناظم الدین بھی کسی ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازم ہیں۔ تیسرے فرزند وحید الدین ۱۹۲۴ء میں تولد ہوئے۔ ملتان میں دودھ دہی کا کاروبار کرتے ہیں: پتہ: مکان نمبر ۱۴۹

وارڈ نمبر ایک گاندھی گلی۔ ملتان۔ چوتھے فرزند مفید الدین ۱۹۲۷ء میں تولد ہوئے موٹر ڈرائیور ہیں۔

۱۸۸- پیر علی

حکیم ببر علی کی جودھپوری زوجہ سے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کو وفات پائے مدت ہوئی شجرہ الماس میں آپ کے سات فرزند قاسم علی، افضل علی، برکت علی، بشارت علی، ممتاز علی، وزیر علی اور سراج الدین درج ہیں۔

قاسم علی کے فرزند حشمت علی ہیں اور حشمت علی کے چھ فرزند امین الدین، غیور علی، رحمت علی اعظم علی، ایوب علی اور راحت علی درج ہیں۔

برکت علی کے چار فرزند حنیف علی، یونس علی، لائق علی اور امداد علی۔

وزیر علی کے چار فرزند منور علی، اصغر علی، مظفر علی اور شرافت علی۔

۱۸۹- احمد علی

جودھپور میں رہتے تھے۔ آپ کے دو فرزند واجد علی اور وارث علی شجرۂ الماس میں درج ہیں اور وارث علی کے تین فرزند محمد امین، احمد امین اور اکرم علی ہیں۔

۱۹۰- ولایت علی

آپ کے دو فرزند واحد علی وکیل اور حمید الدین تھے۔ واحد علی وکیل مرحوم کے پانچ فرزند ہیں مختار احمد، افتخار احمد، منظر احمد، محمد اختر اور بنیاد علی۔ ان میں سے میں نے محمد اختر کو شیخ امجد کی اولاد کی شاخ جودھپوری کے حالات لکھنے کے لئے کہا۔ اس کا انہوں نے اپنے مکتوب محررہ ۱۹/اگست ۱۹۶۰ء کو جو جواب دیا اس میں وعدہ کیا کہ دو ہفتے میں تمام حالات لکھ کر بھیج دوں گا۔ مگر یاددہانیوں کے باوجود تین سال تک حالات لکھ کر نہ بھیجے۔ اپنے خط میں انہوں نے لکھا:

"میرا نام محمد اختر صدیقی ہے۔ والد کا اسم گرامی واحد علی صاحب۔ میں دسمبر ۱۹۶۰ء میں ٹھیک ۴۲ سال کا ہو جاؤں گا۔ میں ۱۹۴۸ء سے مقامی سوشلسٹ پارٹی کا ممبر ہوں اور امتیازی حیثیت رکھتا ہوں۔ والد مرحوم کا انتقال ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ والد مرحوم شہر کے نہایت معتبر، معزز اور رئیسوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اور خود بہت بڑی جائداد بنوائی تھی۔ بڑی بڑی بلڈنگ اور حویلیاں تعمیر کرائیں۔ میری شادی ۱/مئی ۱۹۴۵ء میں جناب حکیم منظور علی صاحب کی دختر سے ہوئی۔ اس وقت میری عمر ۱۷ سال کی تھی۔ اس وقت میں جودھپور میونسپل کونسل کا کونسلر بھی ہوں۔ اور راجستھانی سیاست میں ایک

Marfat.com

امتیازی پوزیشن رکھتا ہوں۔"

پتہ: محمد اختر صدیقی خلف واحد علی وکیل مرحوم اودے مندر - جودھپور

۱۹۱- **اسد علی**

شجرۂ الماس میں آپ کے فرزند کا نام محبوب علی لکھا ہے۔

۱۹۲- **حفیظ الدین**

شجرۂ الماس میں آپ کے دو فرزندوں کے نام نظام الدین اور علاء الدین لکھے ہوئے ہیں۔ اور نظام الدین کے چار فرزندوں کے نام ریاض الدین، اعجاز الدین، صلاح الدین اور حفاظت علی ہیں

۱۹۳- **ناصر الدین** (۱۸۹۶ء - ۱۹۵۹ء)

رہتک سے ہجرت کر کے ملتان آ گئے۔ لاہور میں بغرض علاج گئے تھے کہ وہاں انتقال ہو گیا تمام عمر دوست احباب کی صحبت میں گزاری۔ گول چہرہ، جسم بھرا ہوا۔ رنگ نکھرا ہوا۔ میانہ قد۔ آنکھیں گول۔ قوتِ یادداشت بڑی اچھی تھی۔ محلہ کی سیاست کے ماہرین میں سے تھے۔

ا- آپ کے فرزند محمد احسن الدین ۱۹۳۸ء میں رہتک میں تولد ہوئے۔ میٹرک پاس ہیں۔ آج کل راولپنڈی میں تجارت کر رہے ہیں اور اپنے چچا فلاح الدین (۱۹۴۶) کے پاس رہتے ہیں۔ مستقل پتہ: مکان نمبر ۱۰۷۸ وارڈ نمبر ۴ ملتان۔ آپ کے پاس خاندان سے متعلق کئی قدیم تحریریں ہیں جن سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔

ب- ناصر الدین کے والد بجال الدین (۱۸۵۷ء - ۱۹۱۸ء) حلیم الطبع اور تنہائی پسند تھے۔ فسٹ بنگال لانسرز (سکنز رسالہ رس) میں دفعدار تھے۔ مولد و منشا رہتک ہے۔

بجال الدین کے نامور والد رسالدار جلال الدین شہیدؒ تھے۔ پوسٹر کے رسالہ میں جھنجھو علاقہ جیپور میں رسالدار تھے ۱۸۴۳ء میں یہ رسالہ توڑ دیا گیا تو آپ انعام لے کر اپنے وطن رہتک چلے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ضلع رہتک کے لیڈر رہے۔ آپ کی سرکردگی میں اپنے خاندان کے افراد اور مسلم راجپوتوں اور قصابوں نے مئی ۱۸۵۷ء کے آخر میں رہتک سے انگریزی حکومت کے تمام آثار ختم کر کے سبز پرچم لہرا دیا۔ انگریزوں نے مجبور ہو کر یہ علاقہ راجہ جیند کو دے دیا۔ مگر مجاہدین نے راجہ جیند کے قدم بھی نہ جمنے دیئے۔ ۱۷ اگست ۱۸۵۷ء کی شام کو آپ قلعہ رہتک کی فصیل پر کھڑے ہوئے اپنی فوج کو احکامات دے رہے تھے کہ کیپٹن ہڈسن یا اس کی فوج کے کسی سپاہی کی ایک گولی آپ کے سینہ کو پار کرتی ہوئی نکل گئی اور آپ شہید ہو گئے۔

Marfat.com

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور ڈھائی فٹ زمین کھودی گئی۔ جنوری ۱۸۵۸ء میں آپ کی گیارہ سو بیگھہ اراضی ضبط ہوئی جس میں سے بعد میں صرف ڈھائی سو بیگھہ واگزار ہوئی۔ رسالدار جلال الدین شہید ظفر علی (۱۸۴ ب) کے فرزند ثانی تھے۔

۱۹۴۔ **فلاح الدین** (المولد ۱۹۰۳ء)

ایس ۲۷۲ گلی شیام سنگھ۔ بابر بازار۔ راولپنڈی

بی۔ اے دہلی سے کیا (۱۹۲۸ء) اولاد شیخ محمد امجد سے پہلے گریجوایٹ ہیں۔ اب محکمہ سروے میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ ۱۹۲۹ء سے اسی محکمہ میں ہیں۔ جنگ عالمگیر میں وی۔ سی۔ او تھے۔ برما فرنٹ پر دو تمغے اور دو سٹار حاصل کئے۔ دوران جنگ بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ بیوی بچے تولاشو (انڈوچائنا) سے بذریعہ ہوائی جہاز کلکتہ پہنچ گئے اور آپ وہاں سے بنگال تک تنہا اور پاپیادہ پانچ سو میل بچتے بچاتے پہنچے، پابند شرع، ملنسار، خلیق، شفیق، شریف النفس اور کنبہ پرور بزرگ ہیں۔

ق۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ خلف اکبر ضیاء الدین پی۔ آئی۔ اے میں ٹریفک اسسٹنٹ ہیں ۱۹۳۱ء میں تولد ہوئے۔ دوسرے فرزند صباح الدین کا سن پیدائش ۱۹۳۴ء ہے۔ الیف۔ ایس۔ سی پاس ہیں اور جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی میں ملازم ہیں۔ تیسرے فرزند ذکاء الدین المولد ۱۹۳۶ء جی ایچ کیو میں ٹیلی پرنٹر آپریٹر ہیں اور چوتھے فرزند فدا الدین بی۔ اے المولد ۱۹۳۸ء ہیں۔

۱۹۵۔ **محمد فاروق** (۱۸۹۷ء - ۱۹۶۰ء)

قصبہ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور (یوپی)۔ بھارت میں اپنے نانا نعمان الحق بن ریاض الحق (۲۴ ب) کے ہاں تولد ہوئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ ہومیوپیتھی کے سند یافتہ تھے۔ پانی پت، انبالہ چھاؤنی اور ملتان میں کامیاب معالج رہے۔ انتقال ملتان میں ہوا۔

ق۔ آپ کے فرزند فرحت علی۔ تینتیس چونتیس سال کے ہیں۔ بی اے تک تعلیم پائی۔
پتہ: قریشی میڈیکل ہال۔ حسین آگاہی ملتان۔ فرحت علی کی ہمشیرہ مس شمیم اختر بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیں۔

ب۔ ڈاکٹر محمد فاروق کے والد صادق علی (۱۸۷۰ء-۱۹۴۲ء) پستہ قد اور تہجد گزار تھے۔ موضع بھینسوال ضلع کرنال میں پہلے الحاج حافظ محمد یوسف (۹ ب) اور بعد میں قائد ملت نوابزادہ لیاقت علی خاں کے چچا عمر دراز علی خاں کے کارندے رہے۔ بغیر بیہوش ہوئے پلک بندی کرائی تھی۔ پانی پت میں انتقال ہوا وہیں مخدوم گل حسین کے روضہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

منشی صادق علی کے والد ڈاکٹر عباس علی لائسنس یافتہ میڈیکل پریکٹیشنر تھے۔ ٹونک میں ویکسی نیشن انسپکٹر بھی رہے۔ وہیں سنہ ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا۔ عباس علی کے والد سعادت علی ظفر علی (۱۸۴ ب) کے تیسرے فرزند ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۰

رہتک اور مہم تاریخ کی روشنی میں

رہتک شہر رہتک بھارتی پنجاب میں دہلی سے چوالیس میل کے فاصلہ پر مغرب میں واقع ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے سات سو بارہ فٹ بلند ہے۔ اس کا طول بلد ۷۶ درجہ ۳۸ دقیقہ جنوب ہے اور عرض بلد ۲۸ درجہ ۵۴ دقیقہ شمال ہے۔ ضلع رہتک میں چار تحصیلیں ہیں: رہتک گوہانہ، جھجر، سونی پت۔ اس موجودہ انتظامی تقسیم سے قطع نظر رہتک اور مہم دونوں علاقے ہریانہ میں ہیں۔ ہریانہ کا اطلاق اس قطعہ زمین پر ہوتا ہے جس میں ضلع حصار کا اکثر حصہ، دوجانہ اور جیند کے بعض حصے اور ضلع رہتک کا وہ علاقہ جس میں مہم، کلانور، کاہنور، رہتک اور جھجر شامل ہیں۔[1] بلبنی عہد کے ایک سنسکرتی کتبہ میں اسے ہریانک کہا گیا ہے۔[2] یہ نام غالباً ہری سے لیا گیا ہے۔ اور گزشتہ سرسبزی اور شادابی کی یاد دلاتا ہے۔[3] اس نام کی یہ بھی وجہ تسمیہ بتائی جاتی ہے کہ اسے پہلی بار راجہ ہری نے آباد کیا تھا۔ ایک اور توجیہہ یہ ہے کہ یہ نام ہندی لفظ ہری سے ماخوذ ہے جس کے معنی مقتول کے ہیں۔ روایت ہے کہ جیند سے مغرب میں کچھ میل کے فاصلہ پر پرسرام نے اکیس مختلف موقعوں پر کھتریوں کا قتل عام کیا تھا۔[3]

رہتک لفظ رہتک کا معرب ہے جو رہتاس گڑھ کا مخفف ہے، شہر رہتک سے تین میل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف قدیم شہر رہتاس گڑھ مٹی کے تودوں کے نیچے مدفون ہے۔ رہتک کے شمال کی طرف ایک اور مدفون شہر ہے جسے کھوکھرا کوٹ کہتے ہیں۔ اس کی جزدی کھدائی محکمہ آثار قدیمہ کر چکا ہے۔ یہ جگہ قبرستان کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔

---

[1] اپی گرافیکا انڈو مسلیمکا ۱۲-۱۹۱۳ء ص ۳۵۔ [2] امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ۱۳ ص ۵۲

[3] حصار گزیٹیر ۱۹۰۴ء ص ۱۸

Marfat.com

عہد اکبری سے پہلے کی تاریخ میں رہتک کا صرف اس قدر ذکر آیا ہے کہ یہاں بلبن کا پوتا مارا گیا۔[۱] ایک دوسرے موقع پر ہے کہ خان معظم رہتک سے ہانسی کی طرف گیا۔

شہر کی قدیم عمارت آدینہ مسجد ہے جسے عوام دینی مسجد کہا کرتے تھے۔ اس پر سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد کا ۷۰۹ھ (۹-۱۳۰۸ء) کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ قلعہ رہتک میں اپنا خاندان رہتا تھا۔ اس کی تعمیر غالباً مسجد آدینہ سے پہلے ہوئی۔ شہر کا مشہور تالاب لاڈ والا ہے جسے زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین (باب ۱) کے خسر قاضی سلطان محمد سرخ ذوالقرنی کے پڑپوتے قاضی لاڈ نے بنوایا۔

عہد اکبری میں موجودہ ضلع رہتک کا علاقہ صوبہ دہلی میں تھا۔ ڈسٹرکٹ رہتک کے گزیٹیر میں ہے: "رہتک کا دستور مع رہتک، سرکار حصار میں تھا۔"[۲] مغل عہد میں ہر صوبہ سرکاروں میں منقسم تھا۔ سرکار کو آج کل کی کمشنری کہنا چاہیے۔ ہر سرکار میں چند پرگنے تھے۔ پرگنہ کے حاکم کو عامل کہتے تھے۔ انگریزی عہد حکومت میں پرگنہ کو تحصیل کہنے لگے۔ اور عامل کو تحصیلدار۔ ہر پرگنہ ٹپوں میں تقسیم تھا۔ گلیڈون اور جیرٹ (ترجمہ آئین اکبری جلد ۲ ص ۱۴) اور ان کے تتبع میں رہتک گزیٹیر کے مرتب کا یہ خیال درست نہیں کہ دستور سے مراد چند پرگنوں کا مجموعہ تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اور مورلینڈ کا خیال درست ہے کہ دستور علاقہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ شرح مالگذاری تھی۔ جو مختلف فصلوں پر لگائی جاتی تھی۔ رہتک گزیٹیر کا یہ بیان بھی درست نہیں کہ رہتک سرکار حصار میں تھا۔ آئین اکبری[۳] میں ہے کہ رہتک سرکار دہلی میں ہے۔

نواب فوجدار خاں کا اصلی نام دلیل خاں بلوچ تھا۔ فرخ سیر بادشاہ نے اسے فوجدار خاں کا خطاب دیا۔ اس نے اس بادشاہ کے نام پر فرخ نگر شہر بسایا اور اسے اپنا دارالریاست بنایا۔[۴] محمد شاہ بادشاہ نے ۱۷۳۲ء میں علاقہ رہتک کا انتظام بھی اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے انتقال ۱۷۴۷ء پر اس کا لڑکا نواب کامگار خاں متوفی ۱۷۶۰ء اس کا جانشین ہوا۔ کامگار کے فرزند و جانشین نواب موسیٰ خاں کو ۱۷۶۶ء میں بھرت پور کے جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ نے شکست دی اور پھر رہتک میں بلوچوں کے قدم نہ جم سکے۔ اگلے سال شاہ عالم ثانی طویل جلاوطنی کے بعد دہلی آئے اور نجف خاں ان کا امیر الامرا بنا۔ ۱۷۸۲ء تک نجف خاں نے صوبہ دہلی کا انتظام اچھا کیا۔ اس کے بعد افراسیاب،

---

[۱] الیٹ اینڈ ڈاؤسن: تاریخ ہند انگریزی جلد ۳ ص ۱۲۷ کلکتہ ایڈیشن۔ [۲] ص ۲۴
[۳] جلد ۲ ص ۲۹۲ ترجمہ گلیڈون اور جیرٹ [۴] منشی غلام نبی تحصیلدار: تاریخ جھجر ۱۸۶۶ء

Marfat.com

مرزا شفیع اور پھر دوبارہ افراسیاب امیر الامرا بنا۔ پھر غلام قادر روہیلہ برسر اقتدار آیا اور آخر کار ۱۷۸۵ء میں مرہٹوں نے بادشاہ کے ریجنٹ یعنی وکیل مطلق کی حیثیت سے صوبہ دہلی کا انتظام سنبھال لیا۔

انہی دنوں میں ایک انگریز جارج طامس ۱۷۸۲ء میں ہندوستان آیا۔ یہ پانچ سال تک بیگم سمرو کا ملازم رہا۔ بیگم سمرو ایک رقاصہ تھی جس نے عیسائی بن کر ایک جرمن سے شادی کر لی۔ سردھنا کی یہ جاگیر دار کچھ عرصہ تک یہ بھی قابض رہی۔ ۱۷۹۲ء میں جارج طامس نے اپا کانڈی راؤ مرہٹہ گورنر میرٹھ کی ملازمت اختیار کر لی اور اس کا متبنیٰ بن کر بڑی قوت حاصل کر لی۔ ۱۷۹۸ء میں اپا مرہٹہ کے انتقال پر اس نے ہانسی کو اپنا صدر مقام بنایا اور خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ ۱۸۰۲ء میں مرہٹوں نے اسے گرفتار کر لیا۔

مہم

قصبہ مہم شہر رہتک سے بیس میل کے فاصلہ پہ شمال مغرب میں اس سڑک پر واقع ہے جو دہلی سے رہتک، مہم، ہانسی، حصار ہوتی ہوئی مسلم عہدِ حکومت میں ملتان تک جاتی تھی۔ مہم میں یہ روایت عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ اسے پرتھوی راج کے عہد میں راؤ بلو کے بیٹے مہد راؤ نے بسایا اور اس کا نام مہدپور رکھا جو بعد میں مہم بن گیا۔ مفتی نظام الدین (باب ۲) مفتی پرگنہ مہم کی ایک مہر پہ اس کا نام ماہم لکھا ہے۔ رہتک گزیٹیئر نے آئین اکبری کے حوالے سے اس کا قدیم نام میون بتایا ہے۔

مہم کی قدیم ترین عمارت میراں جی کا مزار۔ آبادی سے باہر ایک احاطہ میں ایک مسجد اور بہت سی قبریں ہیں۔ ان میں دو قبریں برابر برابر ہیں اور سید احمد جی اور سید محمد جی کی بتائی جاتی ہیں یہی دونوں میراں جی کہلاتے ہیں۔ اس جگہ کو گنج شہیداں اور عوام بی بی خزانی کا روضہ کہتے ہیں۔ اس کی شرقی دیوار پہ سرخ پتھر کا کتبہ لگا ہوا ہے اس پر لکھا ہے کہ یہ مقبرہ سادات شہدا کا ہے۔ جنہیں کفار نے ذی الحجہ ۴۴۰ھ ۱۰۴۹ء میں قتل کر دیا۔ یہ واقعہ سلطان محمود غزنوی کے پوتے سلطان عبدالرشید بن سلطان مسعود کے عہد کا ہے۔ جس کی حدودِ مملکت سے مہم باہر تھا۔ بعد کے مقبروں میں میراں صاحب ثانی، پیر سُرخ، پیر غائب، پیر خنجر شہید، پیر الفی، پیر بدھاری، قاضیاں شاہ نصر اللہ نصرتی (باب ۳) افغاناں، میاں ہدایت شاہ اور ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید (باب ۵) کے مقبرے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں مہم میں پچیس مساجد تھیں جن میں سے

ﻪ اس کتبہ کا چربہ ہمارے پاس ہے۔ یہ طغرا رسم الخط میں ہے: "بسم اللہ العظیم ھذہ المقبرۃ لشھداء السادات القتل الکفار طیب اللہ ثراھم حصل الفراغ من العمارۃ فی التاریخ العشرین شھر ذی الحجہ اربعین اربعمائۃ"

Marfat.com

اٹھارہ آباد تھیں۔ مساجد میں جو کتبے ہیں ان میں سے قدیم ترین بابر کے عہد کا ہے۔

ہم کی عمارتوں میں ایک باؤلی ہے جسے جنرل منڈائی نے ۱۸۲۸ء میں دیکھا تو لکھا کہ یہ رفاہِ عامہ کی ایسی یادگار ہے جو روم شہنشاہ کی عظمت کے لائق ہے[۱] اس باؤلی کی ایک سو ایک سیڑھیاں ہیں۔ باؤلی ایسے کنوئیں کو کہتے ہیں جس کے ایک طرف سیڑھیاں یا ڈھلوان ہو جس کے ذریعے آدمی اور مویشی بآسانی پانی تک پہنچ سکیں۔ یہ باؤلی شاہجہان بادشاہ کے عصا بردار سید و کلال نے بنوائی۔ اس پر ۵۷-۱۶۵۶ء کا یہ کتبہ ہے:

”بعہدِ شاہنشاہ عالمستاں	رسید و شد ایں برکہ زمزم نشاں
چو تاریخ او جُستم از پیرِ عقل	بمن گفت دریائے ”خیر روان“

محلہ و رقمہ کلال دین ۱۰۶۷ ہجری فقط“

اس سے بھی پہلے ہم کے داراب خاں نے داراشکوہ کے حکم سے ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴ء میں ایک باؤلی بنوائی تھی جو انگریزی دورِ تسلط میں سڑک بنواتے وقت پر کردی گئی[۲]

عہدِ اکبری میں یہ قصبہ صوبہ دہلی کی سرکار حصار کا ایک پرگنہ تھا۔ اکبر نے اسے ایک افغان سردار شہباز خاں کو جاگیر میں دے دیا تھا جس کی نسل میں اسے بڑی خوشحالی نصیب ہوئی[۳] اس کے بعد کی تاریخ کم و بیش وہی ہے جو رہتک کے ضمن میں بیان ہو چکی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا دورِ تسلط

”۱۸۰۳ء میں متوقع جنگ مرہٹہ چھڑ گئی۔ اس سے فوراً ہی شاہ عالم کی پوزیشن زیر بحث آ گئی۔ وہ دو متحارب جماعتوں کا شہنشاہ تھا۔ انگریزوں کا بنگال کی سند دیوانی ۱۷۶۵ء کی رو سے اور سیندھیا اس کا وکیل مطلق یعنی ریجنٹ تھا[۴] انگریز کمانڈر ان چیف لارڈ لیک نے شاہ عالم کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے اس کے نام ۸ اگست کو ایک خط لکھا:

”میں دل و جان سے اس کے لئے آمادہ ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے حضور سپاس نیاز مندی اور ہدیۂ وفاداری پیش کروں اور میں حضورِ والا کے دامن سے وابستگی کا اعزاز خصوصی

---

[۱] رہتک گزیٹیئر ص ۴۳ [۲] رہتک گزیٹیئر ص ۴۴

[۳] رہتک گزیٹیئر ص ۲۵

[۴] پرسیول سپیئر، ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۳۲

Marfat.com

سمجھتا ہوں کیونکہ حضور والا کے احکام کی بجا آوری بجائے خود ایک نادر اعزاز ہے"[1]

اس خط کے جواب میں شاہ عالم ثانی نے اپنے خط مورخہ ۲۹ر اگست ۱۸۰۳ء میں لکھا:

"اس کے بعد تمہاری طرف سے بے چون وچرا اطاعت سے انحراف نہ ہو، نہ ہی کوئی ایسی بات ہو جو بادولت کے عدم اطمینان کا باعث ہو"[2]

دہلی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایجنٹ سید رضی خاں تھا۔ اس کی معرفت یہ جواب لارڈ لیک کے نام نہیں بلکہ گورنر جنرل لارڈ ولزلی کو بھجوا دیا گیا۔

۱۱ر ستمبر ۱۸۰۳ء کو انگریزوں نے مرہٹوں کو شکست دی اور دہلی میں داخل ہو گئے۔ لارڈ لیک شاہ عالم ثانی سے ملاقات کا خواہاں تھا۔ پانچ روز بعد یعنی ۱۶ر ستمبر کو اسے اذنِ باریابی ملا اور مزید پانچ روز بعد شاہنشاہ نے اسے "صمصام الدولہ اشتیہ الملک، خاں دوراں، خان بہادر سپہ سالار فتح جنگ" کا خطاب عطا فرمایا[3]۔ یہ خط وکتابت اور یہ قبول اعزاز ظاہر کرتے ہیں کہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے لارڈ لیک کو شاہ عالم ثانی نے بالکل اسی طرح عہدہ بخشا تھا جس طرح اس سے پہلے نجیب الدولہ کو امیر الامرا یا مرہٹہ پیشوا کو وکیل مطلق مقرر کیا تھا۔ گو مغل شہنشاہ اپنا حقیقی اقتدار کھو بیٹھا تھا۔ مگر رعایا انگریزوں کے مقابلہ میں اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ لہٰذا انگریزوں نے اس کا نام استعمال کرنے میں عافیت سمجھی۔ شاہ عالم کے انتقال ۱۸۰۶ء کے تیس سال بعد بھی سکہ اسی کے نام پر مضروب ہوتا جس پر یہ شعر کندہ تھا:

حامئ دینِ محمد باشد از فضلِ الٰہ   بادشاہ ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

بلکہ اس کے جانشین اکبر شاہ اور اس کے جانشین بہادر شاہ ظفر کے عہد میں بھی ہر اعلان کے ساتھ ڈھنڈورچی یہ صدا لگاتا تھا "خلقِ خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم کمپنی بہادر کا"[4]۔

۳۰ر دسمبر ۱۸۰۳ء کو معاہدہ سرجی انجن گاؤں ہوا۔ اس کی رُو سے مرہٹے اپنے ان تمام مقبوضات سے دستبردار ہو گئے جو جمنا کے مغرب میں تھے اور جن میں رہتک اور حصار بھی شامل تھے۔ لارڈ لیک فوری پیش قدمی کر کے سکھوں سے ٹکر نہ لینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اس علاقہ کو اپنے وفاداروں کو پیش کرنا چاہا۔ حصار اور رہتک کی پیشکش "مستقیم الدولہ نصر الدولہ محمد احسان خاں بہادر"

---

[1] انڈیا آفس۔ ہوم مسلینیس جلد ۴۸۵ صفحات ۷-۱۹۶ [2] انڈیا آفس۔ ہوم مسلینیس جلد ۴۹۲ ص ۲۹۲- [3] انڈیا آفس۔ ہوم مسلینیس جلد ۴۹۲ ص ۵-۳۹۴ [4] سید ہاشمی فرید آبادی تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد ۲ صفحات ۵۶ و ۶۳-

نصرت جنگ سپہدار جنگ" صدیقی المعمی (۲، ۱۷۵ب) کو کی۔ انہوں نے معذرت کی اور یہ علاقہ پہلے نواب معین الدین خاں عرف نواب بھینوں خاں اور بعد میں نواب احمد بخش خاں والئ لوہارو کے پاس رہا پھر ۴ مئی ۱۸۰۶ء کی سند کی رو سے یہ علاقہ بھی نواب عبدالصمد خاں بانئ ریاست دوجانہ کو دے دیا لیکن اس عہد بد امنی میں نواب عبدالصمد اس علاقہ کا انتظام نہ کر سکے اور انہوں نے مجبوراً ۱۸۰۹ء میں یہ علاقہ انگریزوں کو واپس کر دیا۔ اس سن سے ۱۸۵۸ء تک رہتک اور جھجر پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ رہا۔

علاقۂ دہلی کا نظم و نسق

اکبر اور جہانگیر کے دورِ حکومت کے علاوہ باقی مسلم حکمرانوں کا پایۂ تخت دہلی رہا ہے۔ علاقۂ دہلی (جس میں رہتک اور جھجر ہمیشہ شامل رہے ہیں) کا انتظام ہمیشہ مثالی رہا ہے۔ ہریانہ کے نظم و نسق میں خرابی ۱۸۰۵ء میں مرہٹوں کے آنے سے ہوئی۔ مگر اس زمانہ میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ قصباتی اور دیہاتی خود مختاری میں دخل اندازی کر کے معاشرہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

فتح دہلی کے بعد تین سال تک انگریز جنگ مرہٹہ اور ہلکر کی یلغاروں سے بچاؤ میں اس قدر مصروف رہے کہ علاقہ دہلی کے انتظام کی طرف بالکل توجہ نہ دے سکے۔ ۱۸۰۶ء سے ۱۸۳۲ء تک صوبۂ دہلی کے حاکم اعلیٰ کو ریذیڈنٹ کہتے تھے۔ یہ کسی قاعدے کے ماتحت نہ تھا۔ اس کی صوابدید ہی قانون تھی۔ کمپنی اس سے اسی وقت تعارض کرتی جب مالیہ میں کمی آ جاتی۔ آخری سن مذکور میں ریذیڈنٹ کو کمشنر کہنے لگے اور یہ علاقہ بھی شمالی ہند کے قوانین کے تحت آ گیا۔

۱۸۰۶ء میں پہلا ریذیڈنٹ سیٹن دہلی آیا۔ نوجوان چارلس مٹکاف اس کا جانشین ہوا۔ اس کے نزدیک پہلا کام رُعب بٹھانا تھا۔ یہ دیہی ری پبلکوں کی افادیت کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ اسے یہ علم نہ تھا کہ دہلی کے مسلمان حکمران کس حکمت عملی سے رہتک ضلع کے جنگجو قبائل کو پرامن رکھتے آئے تھے۔ ان قبائل کی مُسلم حکومت سے وفاداری اور اطاعت شعاری کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی چھ سو سالہ دورِ حکومت میں ضلع رہتک میں ایک بھی بغاوت کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان حکمرانوں نے ان کی دیہی خود مختاری میں کبھی دخل نہیں دیا۔ مگر یہی اطاعت شعار قبائل انگریزوں کے آتے ہی جس خطرناک حد تک قانون شکن ہو گئے اس کی تفصیل خود چارلس مٹکاف کی زبانی سنئے۔

"جب دہلی میں اتنی فوج نہ تھی کہ نزدیکی دیہاتوں کو خوف زدہ کیا جائے جب ریذیڈنٹ

Marfat.com

کے اختیارات کی خلاف ورزی اس شہر کے ارد گرد چند میل میں ہوتی تھی۔ جب بالکل ہی نزدیک ریذیڈنٹ کے اختیارات منوانے کے لئے دوسرے ضلع سے فوج منگوانی پڑتی اور بندوقوں سے مسلح پیدل فوج کی ایک بٹالین اور سواروں کا ایک سکویڈرن حرکت میں لانا پڑتا۔ جب گشتی دستوں کو ہراساں کرنے والے دیہاتیوں کی وجہ سے فوج تیار رکھی جاتی تھی۔ جب دیہاتیوں کو غیر مسلح کرنا لازمی تھا۔ جب تلوار ہل کا پھل بنا دی گئی تھی۔ جب ہر گاؤں چوروں کا مامن تھا اور شہر دہلی کے نواحی دیہات کے حصے بخرے کئے ہوئے تھے جن میں ہر ایک حصہ دار اپنی مقررہ حدود میں لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ جب یہ لازمی تھا کہ بندوبست کرنے والے افسر کے ہمراہ پیدل فوج کی پوری کمپنی ہو اور اس فوج کو بھی تباہی کا خطرہ ہوتا اور جسے طعنے ملتے تھے کہ تمہاری توڑے دار بندوقیں ہم دیہاتیوں کے بچوں کے کھلونے نہیں گی۔ جب ایک روپیہ مالیہ وصول کرنے کے لئے، (جو جان بوجھ کر کم مقرر کیا گیا تھا) بندوقوں سے مسلح پیدل فوج کی ایک بٹالین بھیجنی پڑتی تھی۔ جب صرف ایک بے فصیل اور مدافعت سے عاری اکیلے گاؤں کو مطیع کرنے کے لئے پانچ بٹالین پیدل فوج کے علاوہ سوار اور توپ خانہ ضروری سمجھے جاتے تھے اور جب دیہاتی حملہ کا انتظار کئے بغیر ہی اس فوج پر حملہ کر بیٹھتے تھے اور اپنی پھرتی سے کم از کم تھوڑی دیر کے لئے اس بڑھتی ہوئی فوج کے قدم ڈگمگا دیتے تھے[1]

یہ بات پیش کرنے کا سلیقہ ہے ورنہ یہ اندھا دھند فوج کشی لوگوں کے حوصلے پست کرنے اور ان کی خود اعتمادی ختم کرنے کے لئے تھی۔ لوگوں نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ مگر اس کشمکش میں علاقے کی مالی حالت پر بُرا اثر پڑا۔ لوگوں کی توجہ زراعت کی طرف سے ہٹ گئی اور بعض جنگجو قبائل نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ اپنے خاندان پر بھی اس کے اثرات ہوئے۔ خاندان کے افراد مزارعین سے زراعت کراتے تھے اول تو فصل ہوتی نہیں تھی اور اگر ہوتی بھی تو مزارعین ناد ہند ہو جاتے۔ اکیلے منتقیم الدولہ خاں بہادر محمد احسان خاں سہدار جنگ (۲۷ ب) کی ملکیت چوبیس گاؤں تھی جو ان کے بعد ان کے دو فرزندوں کو ملے۔ ان کے ایک فرزند محمد محفوظ خان (خان خطاب ہے) ہاتھی پر چڑھ کر فصل لینے گئے تو زمینداروں نے انہیں شہید کر دیا۔

---

[1] انڈیا آفس۔ ہوم مسیلینیس ۷۷۶ رپورٹ آف ۱۸۱۵ء پیرا ۲۰۱

نظامِ مالیہ مگر جس چیز نے لوگوں کو مفلوک الحال کر دیا وہ نظامِ مالیہ کی بدنظمی تھی۔ زمین کی پیمائش کئے بغیر بندوبست کیا گیا اور دہلی میں بیٹھے بیٹھے گاؤں کے مالیہ کی نیلامی بولی ہوتی تھی اور دہلی کے کسی مہاجن کے نام چھوٹ جاتی۔ کمپنی مہاجن سے نقد روپیہ وصول کر لیتی اور مہاجن اپنے کارندوں کی معرفت زمینداروں سے اناج کی صورت میں من مانے بھاؤ پر مالیہ وصول کرتا۔ اس انتظام میں ایک خرابی ہوئی۔ مہاجن فصل اُٹھنے کے بعد مالیہ کی وصولی سے گریز کرتا اور رپورٹ کر دیتا کہ مالیہ وصول نہیں ہُوا اور نادہند ہو جاتا۔ مگر بعد میں یہی مہاجن سود در سود پر زمینداروں سے یہ مالیہ وصول کر لیتا۔ یہ بدنظمی صرف چار سال رہی۔ پھر اس میں دو تبدیلیاں کر دی گئیں۔ اول یہ کہ مہاجن کو مالیہ کی نیلامی بولی میں حصّہ نہ لینے دیا جائے۔ اب گاؤں کا کوئی چودھری یا کوئی منچلا جاگیردار ٹھیکہ لے لیتا۔ دوسری تبدیلی جس کے اثرات زمینداروں کے لئے تباہ کُن تھے یہ ہوئی کہ جنس کی بجائے نقدی کی صورت میں مالیہ وصول کیا جائے۔ حساب اس طرح لگایا جاتا کہ فصل کو دو برابر حصّوں میں تقسیم کر لیا جاتا۔ کاشتکار کو اپنے حصّے میں سے مزید چار واجبات ادا کرنے پڑتے تھے۔

۱۔ پٹواری کا الاؤنس

۲۔ سرکاری آؤ بھگت کے اخراجات

۳۔ چوکیدار کی تنخواہ

۴۔ جعلی سکوں کا تاوان: حکومت مالیہ کے ہر روپے کے ساتھ فی روپیہ کچھ رقم وصول کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہے جو حکومت کو کھوٹے سکوں سے ہوتا ہے۔

مالیہ جنس کی بجائے نقدی میں وصول کیا جانے لگا تو فصل اُٹھتے ہی زمینداروں کو اسکی فروخت کی فکر ہوتی۔ شہروں کی تعداد اور آبادی کم تھی اس لئے مہاجن بھی زیادہ غلہ خریدنے کے روادار نہ ہوتے۔ مجبوراً زمینداروں کو اپنا اناج اونے پونے فروخت کرنا پڑتا اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ پورا غلہ بیچنے کے باوجود حکومت کے مطالبات پورے کرنے سے قاصر رہتے۔ فصل خراب ہونے کی صورت میں مالیہ کی وصولی کے لئے زمین قرق کر دی جاتی۔ یا زمیندار زمین کو کسی مہاجن کے ہاں رہن رکھدیتا اور پھر اس مرہونہ زمین کو چھڑانے کی اسے کبھی توفیق نہ ہوتی۔ یہ صورتِ حال بڑی ہی تباہ کُن تھی۔ ہندوستان کی مردم شماری کی رپورٹ میں ہے کہ "انگریزی حکومت کے قیام سے پہلے زمین کی فروخت نہ ہوتی تھی"[1] یہ بیان مبالغہ آمیز ہے۔ مسلم عہدِ حکومت میں بعض حالتوں میں

[1] ہندوستان کی مردم شماری سنہ ۱۹۲۱ء ج ۱۶ صفحہ ۱۸

زمین کی فروخت بھی ہو جاتی تھی[1] مگر مالیہ کی ادائیگی کے لئے زمین کی فروخت کبھی نہ ہوتی تھی۔

"مالیہ کے بقایا کے لئے زمینوں کی فروخت اس کم نظری کی عام مثال ہے کہ زمینداری کے حقوق گورنمنٹ کو حاصل ہیں۔ مالیہ کے معمولی سے بقایا کے لئے جسے آئندہ برسوں میں وصول کیا جا سکتا ہے۔ کنبوں کے وراثتی حقوق ملکیت ان کو مل گئے جنھوں نے نیلامِ عام میں یہ حقوق خرید لئے اور اس خرید سے اصل مالک یا زمیندار کو نئے مالک کا مزدور بننا پڑتا ہے یا وہ اپنا گھر بار، زمین اور اپنا ملک و وطن ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔"[2]

اس طرح جھلستی ہوئی دھوپ میں مہینوں کام کرنے کے بعد کسان کے پاس اتنا بھی نہ بچتا کہ وہ اگلی فصل تک اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ اور اگر کاشتکار کسی کا مزارع ہوتا تو مالک اور مزارع دونوں کی حالت ناگفتہ ہو جاتی۔ اس بارے میں ایک انگریز تاریخ نویس کا بیان سنئے:

"وہ وقت آ گیا کہ زمینداروں نے کہا کہ کھیتی باڑی کو وسعت دینے کی ہم کیوں کوشش کریں جب ہماری تمام فصل گورنمنٹ لے جاتی ہے جو مرہٹوں سے زیادہ خون چوسنے کی عادی ہے اور افغانوں سے زیادہ نااہل۔ پھر بھاگ بھاگ کر دوسرے مقامات پر بسنے لگے۔ سونی پت میں ۱۸۲۱ء میں نوگا نووں کا ۱۳۱۶۱ روپے مالیہ تشخیص ہوا۔ ۱۸۲۶ء میں وہاں دو ہزار سے زیادہ آدمی نہ رہے اور ۱۸۴۲ء میں وہ گاؤں قطعی بے چراغ ہو گئے۔ ضلع کرنال میں بندوبست افسر کا سامنا کرنے کی بجائے دیہاتی سب کے سب بھاگ گئے...... ایک افسر نے رپورٹ کی کہ جھترا بہادر پور جس کا ابھی آٹھ سو روپے مالیہ تشخیص ہوا تھا چودہ سو روپے ادا کر رہا ہے۔ جبکہ اسے صرف پانچ سو روپے ادا کرنے چاہئیں...... اٹائل میں کوئی بات کرنے والا نہیں کیونکہ وہ برباد ہو گیا ہے... تین سالہ بندوبست کی فہرست کے دیہات کے سامنے متواتر لفظ متروک لکھا گیا ہے۔ ..... یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مالیہ کے افسر سرکاری واجبات کی وصولی کی سعی آسانی سے چھوڑ دیتے تھے... کلکٹروں کی سختی اوپر کے دباؤ کی وجہ سے تھی۔ کلکٹر تحصیلدار کو آنکھیں دکھاتا اور تحصیلدار زمیندار

[1] ہمارے پاس مسلم عہد حکومت میں زمین کی فروخت کے بعض ہبہ نامے موجود ہیں [2] انڈیا آفس۔ ہوم مس لینیس ۶ ۳۲ ص ۸۲۹ یادداشت مسٹر ہالٹ ڈ [3] انیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں مقدم کی بجائے لفظ نمبردار استعمال ہونے لگا۔ نمبر انگریزی لفظ نمبر کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس سے مراد اعداد و شمار ہیں۔ جہاں کئی نمبردار ہوتے وہاں ایک اعلیٰ نمبردار بنانے کا رجحان ہوا جس سے باہمی رقابت پیدا ہوئی۔" انگریزوں نے بعض کو اچانک بڑا بنا دیا اور بعض کو گرا دیا۔" ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۱۰۳)

کو جہاں تک ممکن ہوتا نمبردار زمیندار کو آنکھیں دکھاتا اور جب وہ ایسا نہ کر سکتا تو تمام گاؤں کے ساتھ بھاگنے کی تیاری کر لیتا[1]"

اس تباہی سے رہتک اور مہم مستثنیٰ نہ تھے۔ یہی زمانہ تھا کہ اپنے خاندان کے بعض افراد ترک وطن کر کے اور مقامات پر جا بسے جس کا ہم کچھ دیر بعد ذکر کریں گے۔ ۱۸۲۸ء میں جنرل منڈائی مہم گیا۔ وہ اس کی سابقہ شان و شوکت بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ "اب یہ محض برباد عمارتوں کا ایک ٹیلہ ہے جس میں سو دو سو متنفس رہتے ہیں[2]"۔ گزیٹیر میں کمپنی کے ابتدائی تیس سال کے بارے میں لکھا ہے: "عام طور پر لوگ پرامن زندگی بسر کرنے لگے مگر متواتر قحطوں اور بہت ہی زیادہ سخت مطالبات مالگزاری نے ان کی مادی ترقی انسوناک حد تک روکے رکھی"[3]

نظامِ عدل شاہ عالم ثانی سے معاہدے کی رُو سے دیوانی اور فوجداری دو عدالتیں قائم ہوئیں جن کی صدارت خود ریذیڈنٹ یا اس کا کوئی نائب کرتا۔ انگریز مجسٹریٹ پھانسی کی سزا نہ دیتے تھے کیونکہ اس کے لئے بادشاہ دہلی کی توثیق لازمی تھی۔ اس کی بجائے ہتھکڑیوں کے ساتھ عمر بھر کی قید تنہائی ملتی۔ ریذیڈنٹ کے نائبین کی تعداد تین سے چھ تک تھی۔ "عدالتیں بہت ہی ناپسندیدہ اور عظیم خرابیوں کی جڑ تھیں۔.... بعد کا تجربہ ثابت کرتا ہے کہ خاص دہلی میں بھی یورپین جج بھی ہمیشہ بے داغ نہ تھا۔ کچھ بھی ہو وہ اکثر اتنا کم عمر اور ناتجربکار ہوتا تھا کہ مقامی رواجوں کو نظرانداز کر دیتا۔ اور جلد بازی سے فیصلے دے دیتا تھا۔ اپنے ماتحتوں کے مشورہ پر کام کرتا۔ انہیں دنوں میں مٹکاف نے لکھا کہ سول کورٹ کا صدر بمشکل بیس سال کا ہوگا۔.... فوجداری کی عدالت کا صدر اس سے بھی چھوٹا تھا[4]"۔

۱۸۰۹ء میں رہتک اور مہم پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط ہوا تو اس وقت پرگنہ مہم کے نظامِ عدل کی تمام ذمہ داری اپنے خاندان پر تھی۔ اور اس ذمہ داری پر یہ خاندان کم و بیش سوا پانچ صدی سے مامور تھا۔ انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں قاضی محمدی پرگنہ مہم کے منصبِ قضا پر فائز تھے۔ مفتی غلام اتقیا خدمت افتاء پر مامور تھے۔ شیخ عظیم الدین محتسب تھے۔ نظام عدل میں تبدیلی ہوئی تو یہ عہدیدار بیکار ہو گئے۔ اس سے خاندان کی مالی حالت پر جو برا اثر پڑا اس سے قطع نظر خاندان کی علاقہ میں برتری اور اس کے وقار کو بڑا صدمہ پہنچا۔

---

[1] پرسیول سپیئر صفحات ۱۰۸ و ۱۰۹ [2] پن اینڈ پنسل سکیچز از جنرل منڈائی منقولہ رہتک گزیٹیر ۱۹۱۰ء فٹ نوٹ ص ۳۰۔ [3] رہتک گزیٹیر ۱۹۱۰ء ص ۳۰ [4] پرسیول سپیئر ٹوائی لائٹ آف دی مغلز ص ۹۴ اور ۹۵

Marfat.com

"۱۸۲۰ء میں علاقہ کو اضلاع میں منقسم کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپیل کے مواقع زیادہ ہو گئے۔ دیہی پنچایتیں حقیر بن کر رہ گئیں۔ اور کوئی مقدموں (چودھریوں) کی بات ماننے کا خیال تک نہ کرتا۔ نئی عدالتوں کی معروف نوعیت نے اس عمل کو تیز تر کر دیا۔۔۔۔ عدالتوں میں ہر بات ممکن تھی اور جب کنبہ کی عزت کا سوال ہو تو ہر کام کر ڈالنا چاہیئے۔ ان لوگوں کے سامنے جو اس کی زندگی بھر کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہوتے دہقان صداقت سے انحراف کرنے میں تامل کرتا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اس کے پڑوسی بآسانی اور بخوبی اس کی تردید کر دیتے۔ لیکن اب دُور دراز عدالت میں کوئی بھی باریک بین اور چوکنا پڑوسی نہ ہوتا جو اسے راہِ راست پر رکھتا، کوئی باخبر مجمع نہ ہوتا جو شاباش یا تف سے رواں تبصرہ کرتا رہتا۔"[۵]

عدالتوں کے ساتھ ہی پولیس آئی۔ تفتیش کا سہارا لے کر یہ ہر چھوٹے بڑے کو تھانہ میں لے جاتی۔ اس سے بزرگوں کی وقعت لوگوں کی نظروں میں اور بھی کم ہو گئی یہاں تک کہ بھنگی جن سے سراغ رسانی کا کام لیا جاتا تھا اپنے آپ کو سرکار کا خفیہ افسر سمجھتے۔ لارڈ ڈنٹنگ نے مٹکاف کو لکھا کہ "پولیس بھی ہر ایک کے نزدیک اس لئے حقیر ہے کہ وہ بڑے ہی ظلم و ستم کا منبع ہے۔" اور اوبر کو لکھا "پولیس کا انتظام بے حد و حساب ظالمانہ ہے۔ ہر فرد بشر خواہ وہ با اختیار ہے یا بے اختیار یہ قطعی تسلیم کرتا ہے کہ وہ بہت ہی سخت گیر اور انتہائی جابرانہ رویہ رکھتی ہے" عام انگریز بھی محتاط نویس ہوتا ہے اور یہ الفاظ تو ایک منجھے ہوئے سیاست دان اور گورنر جنرل کے ہیں۔

یہ درست ہے کہ علاقہ مہم اور رہتک میں بسنے والوں کے اکثر باہمی جھگڑے نجی طور پر صدلقیاں رہتک اور مہم ہی چکایا کرتے تھے۔ مگر کمپنی کے دورِ تسلط میں اکا دکا ایسی بھی مثال ملتی ہے کہ صدلقیاں مہم ہی اپنے باہمی نزاع کو عدالتوں میں لے گئے۔

بیگار "بیگار" اس نسل کے لئے نئی بات تھی اور اگلے وقتوں سے بہت ہی زیادہ۔ گورنمنٹ نقل و حمل کے لئے بیل اور گاڑیاں لے لیتی۔ گورکھا اور مرہٹہ جنگوں میں یہ مطالبہ بہت ہی بڑھ گیا۔ لوگوں کو سڑک بنانے اور سامان لے جانے پر مجبور کیا جاتا۔۔۔۔ ان دیہات کی بڑی شامت تھی جو سڑکوں کے نزدیک تھے اور جن کے رہنے والے تمام کے تمام کسی بڑے آدمی کی سواری دیکھ کر بھاگ جاتے

---

۵ پرسیول سپئر: ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۱۱۰

یہاں تک کہ یہ دیہات ہی برباد ہو گئے۔ اور لوگ کہیں اور جا کر بس گئے۔ شاہراہِ اعظم پر اب دُور دُور اور کہیں کہیں گاؤں ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے ..... لوگ سپاہیوں کی بندوقیں اور چپڑاسیوں کے بینڈل لے کر چلتے۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کی شامت آتی کیونکہ وہ گاؤں میں فارغ مل جاتی تھیں۔ گاؤں سے باہر دوڑ گئی ہوئی عورت اپنے بچے کو ساتھ لئے ہوئے یا اس معصوم کو کلیجے سے لگائے ہوئے اور ساتھ کسی بڑے آدمی کا ساز و سامان اٹھائے ہوئے نظر آتی اور یہ بڑا صاحب ہاتھی پر ٹوٹتا ہوتا یا پالکی میں بیٹھا ہوتا ..... سب سے بُرے یورپین تھے جن پر ریذیڈنٹ کا کوئی بس نہ چلتا تھا۔ وہ جو بھی سامان چاہتے سول حکام سے لے سکتے تھے۔ اونٹ گاڑی، حمال بڑھئی یا کوئی بھی دستکار۔ ان کے ملازم ان سے بھی بُرے تھے۔ اور عام قاعدہ تھا کہ جتنا بھی کوئی چھوٹا افسر ہوتا اتنا ہی زیادہ وہ اپنے اس حق کو منواتا .....
شکایت بیگار ہی کی نہیں تھی۔ فصلوں اور درختوں کا بھی نقصان ہوتا تھا۔ ہاتھیوں کے مہاوت اور شتربان کیمپ لگتے ہی نزدیکی گاؤں پر ٹوٹ پڑتے۔ جہاں ان کے جانور درختوں کو گنجا کر ڈالتے۔ درخت ضائع ہو جاتے۔ دیہاتی اپنے مویشیوں کے چارے سے بھی محروم ہو جاتے"[1]

تشکیلِ ضلع ۱۸۰۳ء والیٔ دوجانہ نواب عبدالصمد خاں کی دستبرداری پر تمام علاقہ رہتک ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آ گیا۔ رہتک اور جھجھر بھی شمالی ضلع کا حصّہ بنے۔ جو پانی پت سے سرسہ تک پھیلا ہؤا تھا۔ ۱۸۲۰ء میں حصار ضلع وجود میں آیا اور جھجھر اس کی تحصیل بنا۔ ۱۸۲۴ء میں پہلی مرتبہ رہتک ضلع بنایا گیا اس وقت اس میں چار تحصیلیں تھیں۔ (۱) گوہانہ (۲) کھرکھودہ مانڈوٹھی (جو بعد میں سانپلہ تحصیل کہلائی) (۳) رہتک بیری (۴) مہم بھوانی۔ ۱۸۳۲ء تک تمام علاقہ دہلی (جس میں رہتک اور جھجھر بھی شامل تھے) کا حاکمِ اعلےٰ ریذیڈنٹ مقیم دہلی ہوتا تھا اس سن میں ریذیڈنٹ کو کمشنر کہا جانے لگا اور ضلع رہتک شمالی ہند کے قوانین کے تحت آ گیا۔ ۱۸۴۰ء میں ضلع رہتک توڑ دیا گیا۔ اور یہ علاقہ دہلی اور پانی پت میں بانٹ دیا گیا۔ ۱۸۴۲ء میں اسے پھر سے ضلع رہتک بنا دیا گیا اور یہ انتظام ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔

---

[1] پرسیول سپئیر: ٹوی لائٹ آف دی مغلز ص ۹۱

یکم ستمبر ۱۸۵۸ء سے کمپنی کی حکومت ختم ہوئی اور باقی برصغیر کی طرح ضلع رہتک بھی براہِ راست تاج برطانیہ کا نگیں ہو گیا۔ یکم جولائی ۱۸۶۰ء کو جھجر ضلع ختم کر کے اس کا کچھ علاقہ رہتک ضلع کی ایک تحصیل بن گیا۔ اگلے سال پنجاب میں از سرِ نو تحصیلیں بنیں تو مہم تحصیل نہ رہی۔ ۱۹۱۲ء تک ضلع رہتک قسمت دہلی میں رہا۔ دہلی کمشنری صوبہ پنجاب کا حصّہ تھی۔ اس سن میں دہلی شہر ہندوستان کا صدر مقام بنا اور رہتک ضلع قسمت انبالہ کا ایک ضلع بن گیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۷ء تک کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

Marfat.com

باب ۱۱

خاندان کی معیشت

رہتک اور حہم میں خاندان اپنے بنائے ہوئے وسیع قلعوں میں رہتا تھا۔ ہمارے زمانہ میں بھی یہ پختہ خشت کے تھے۔ آئین اکبری میں بھی انہیں خشتِ پختہ سے بنا ہوا بتایا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ قلعہ رہتک میں ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اور قلعہ حہم میں آٹھ سو سوار اور دو ہزار پیادے متعین ہیں[۱]۔ تمام مسلم عہدِ حکومت میں پرگنہ رہتک کی بعض خدمات اور پرگنہ حہم کی خدماتِ قضا، افتاد احتساب، خطاب، تولیت، میر عدلی اور زرخ نویسی مستقلاً اس خاندان کے افراد کے پاس رہیں۔ علاوہ ازیں شاہی دبیر، شہزادوں اور شہزادیوں کے اتالیق، پنج ہزاری، شاہی کتابدار وغیرہ بھی اس خاندان سے رہے ہیں۔ ان تمام خدمات کا معاوضہ نقدی اور جاگیر دونوں صورتوں میں ملتا رہا جس کا ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ یادداشت کو تازہ کرنے کے لئے ہم پھر سے چند ایسے شاہی فرامین کا حوالہ دیتے ہیں جو مذکورہ بالا منصب داروں کی مدد معاش سے متعلق ہیں اور جو اتفاق سے اب تک محفوظ رہ گئے ہیں۔

صرف عہدِ اکبری کو لیجئے، فرمان اکبری مجریہ ۹۸۱ھ کی رُو سے مشیخت مآب صلاح آثار شیخ اشرف[۲] وجماعت کو مواضع کوتانہ اور پاڑہ میں تین سو سات بگھہ زمین پختہ یعنی ۱۹۱ ⅔ ایکڑ اراضی ملی۔ فرمان اکبری مصدرہ ۲۸ ربیع الثانی ۹۸۲ کے مطابق دو ہزار تین سو چالیس بگھہ[۳] جاگیر کی از سرِ نو تقسیم ہوئی جس میں منتخبۃ المشائخ العظام شیخ جیو خطیب، شریعت مآب فضیلت آیات تقویٰ شعار قاضی اشرف

[۱] آئین اکبری۔ انگریزی ترجمہ جیریٹ جلد ۲ ص ۲۹۲۔ [۲] شیخ غلام اشرف بن عبد الغفور۔ مولوی فخر الدین کے چچازاد بھائی تھے۔ لاولد گئے۔ پھر یہ جاگیر مولوی فخر الدین کے فرزند شاہ بدرالدین (باب ۳) کو ملی۔؟

[۳] ایک بگھہ = ⅝ ایکڑ بحوالہ رہتک ڈسٹرکٹ گزیٹیر ۱۹۱۰ء۔

Marfat.com

تقویٰ شعار صلاح آثار مفتی محمد وغیرہ حصّہ دار تھے۔ مذکورہ بالا ناموں کے ساتھ جو القاب لکھے ہیں وہ شاہی فرمان سے نقل ہوئے ہیں۔ اسی فرمان کی رُو سے شیخ محمود طالب العلم کو چھپن بیگھہ زمین ملی اور رقم جزیہ میں سے ایک تنکہ یومیہ ملا۔

یہ مدد معاش مسجد کے مؤذن و جاروب کش، یتیموں، بیواؤں اور اپاہجوں کو بھی ملتی۔ چنانچہ فرمان جہانگیری کی رُو سے بی بی پون کو ۵، ۱۷ بیگھہ اراضی ملی۔ فرمان عالمگیری مجریہ ۵ رمضان سنہ ۱۰۸۶ھ کی رُو سے صلاحیت آثار خان محمد مؤذن و جاروب کش مسجد کو دو سکہ مبارکہ یومیہ ملتے رہے۔ اسی بادشاہ کے فرمان مصدرہ ۳ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۸۱ھ کے ذریعے مشیخت مآب شیخ اجمیری خطیب وغیرہ کو پچاس بیگھہ اور فرمان مجریہ ۱۱ محرم سنہ ۱۰۹۳ھ کی رُو سے دس خواتین بی بی ماہ رُخ، تاج بی بی، بی بی صدیقہ جمیلہ بانو، خیر النساء، عنایت خاتون، برہان خاتون وغیرہ کو دو سو بیگھہ اراضی ملی۔ پروانہ مجریہ غرہ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۹۶ھ عہد عالمگیری کی رُو سے مسماۃ فیاض بانو، خدیجہ، رقیہ، رفیعہ اور رضیہ از ابنائے زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدین رہتکی کو پچاس بیگھہ اراضی ملی۔ یعنی بے سہارا خواتین کو اپنے کھانے پینے رشتہ داروں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جاتا بلکہ ان کے معیارِ اخلاق اور عزت نفس کو قائم رکھنے کے لئے مدد معاش کے طور پر حکومت زمین دیتی اور یہ زمین ہر قسم کے سرکاری ٹیکس اور مطالبات دیوانی سے مبرا ہوتی۔ یہ سلسلہ شاہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے جانشینوں کے عہد میں بھی قائم رہا۔

رہتک اور مہم پر برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا براہِ راست قبضہ سنہ ۱۸۰۹ء ۱۲۲۴ھ میں ہوا اس سن میں خاندان کی مالی حالت کیسی تھی؟ اس کا صحیح جواب تو اسی وقت دیا جا سکتا تھا جب تمام متعلقہ فرامین اور کاغذات اس وقت موجود ہوتے مگر ان میں سے اکثر انگریزی عہد میں تلف ہو گئے۔ تمام جاگیریں اور بعض حالات میں زرخرید اراضی کی ضبطی کے بعد یہ کاغذات غیر ضروری تھے۔ بعض کو کرم کھا گئے۔ کچھ مرورِ ایام میں ہاتھ لگتے لگتے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بعض اپنے مالکوں کی نسل منقطع ہونے کے باعث ضائع ہو گئے۔ جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء کی دارو گیر میں خاندان کے کم از کم گیارہ سربرآوردہ حضرات کو سولی پر شہید کیا گیا یا گولی سے اڑا دیا گیا اور ان کے گھر کا توا چمٹا تک نیلام کر دیا۔ یہی وہ حضرات تھے جن کے پاس زیادہ سے زیادہ تعداد میں شاہی فرامین ہو سکتے تھے۔ ان کی یا ان کے اجداد کی زرخرید اراضی بھی ضبط کر لی گئی۔ ان کے پاس جو شاہی فرامین اور زرخرید اراضی کے کاغذات تھے وہ انگریزی فوج کی غارت گری نے تلف کئے جو کچھ باقی بچے یورپی سیاحوں اور انگریز حاکموں

Marfat.com

نے ہتھیا لئے۔ چنانچہ اکیلے لارڈ ڈبلیو ایچ ہیلی چیف کمشنر دہلی سینتالیس عدد نہایت قیمتی فرامین ہمارے ہی خاندان کے ایک بزرگ سے لینے میں کامیاب ہو گئے۔ رہی سہی کسر ۱۹۴۷ء میں پوری ہو گئی۔ جبکہ گھر کے جملہ سامان میں یہی فرامین سب سے بیکار اشیاء شمار ہوتے تھے۔ ان تلف شدہ شاہی اور نوابی فرامین کا اندازہ دو مثالوں سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء کی ایک تحریر بچ رہی ہے۔ یہ تحریر عظیم اللہ صدیقی الہمی (۵۰ ب) کی ہے جو انہوں نے اپنے فرزند رسالدار کرامت علی اور عبداللہ کی راہنمائی کے لئے چھوڑی۔ اس یادداشت میں اکبر، جہانگیر، اورنگ زیب اور کئی نوابوں کے ۵۲ عدد پروانوں اور زرخرید زمین کے کاغذات کی فہرست دی ہے جو عظیم اللہ کو اپنے بزرگوں سے ملے تھے۔ اور جن میں سے اب صرف ایک منظور احمد (۲۱ ھ) کے پاس موجود ہے۔ دوسری مثال ان بہتر عدد فرامین اور چک ناموں کی غارت گری کی ہے جن کی فہرست ہم اسی باب میں پیش کریں گے۔

اس تباہی کے باوجود خاندان کے پاس شاہی فرامین، نوابی پروانے، چک نامے، بیعنامے، قسمت نامے وغیرہ تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں موجود ہیں جن میں سے ہم اب تک چار سو کے قریب دیکھ پائے ہیں۔ انہیں ہم نے اپنی تالیف کنز الآثار میں نقل کر لیا ہے۔ جو کاغذات ہم نے اب تک دیکھے ہیں۔ ان سے کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۰۹ء میں اور اس سے کچھ پہلے خاندان کی معاشی حالت کیسی تھی۔ اگر ہمیں یہ احساس نہ ہوتا کہ اعداد و شمار کا انبار قارئین کرام پر گراں گزرے گا تو ہم انیسویں صدی کے آغاز کے بہت سے افرادِ خاندان کی املاک کی ایک نامکمل سہی مگر طویل فہرست کنز الآثار سے مرتب کر کے پیش کر دیتے۔ یہاں ہم صرف تین مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ع

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

پہلی مثال مستقیم الدولہ محمد احسان خاں بہادر سپہدار جنگ (۲۷ ب) کی ہے جنہیں ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے جھجر سے ہانسی تک کے علاقہ کا نواب بنانا چاہا مگر انہوں نے معذرت کر دی۔ ان کی ملکیت میں چوبیس گاؤں تھے۔ دوسری مثال شاہ عبدالعظیم (باب ۵) کی ہے جنہیں نواب عبدالصمد خاں والیٔ دوجانہ نے بھینی سرجن اور اس کے توابع ماتو اور سارنگ کی اراضی دی تھیں اور تیسری مثال شاہ بدرالدین (باب ۳) کی اولاد کی تین ہزار سات بیگھہ پختہ اراضی ہے۔

رہتک اور مہم میں کمپنی کی حکومت نے وہ سب کچھ کیا جس کا ذکر ہم گذشتہ باب میں کر آئے ہیں۔ یعنی سیدھے سادے نظام عدل کی بجائے متبادل نظام قائم کیا تو پرگنہ کے معزز عہدیداران۔ قاضی، مفتی محتسب، میر عدل اور نرخ نویس عوامی سطح پر آ گئے ۔۔ جو بزرگ کل تک تمام علاقہ میں

Marfat.com

باثر اور معزز تھے ان کا وقار ختم کر کے کم حیثیت مگر خوشامد پسند گھٹیا ذہنیت کے لوگوں کو ان سے بڑا بنا دیا۔ دیہی اور قصباتی خود مختاری کو ختم کیا۔ باہمی جھگڑے جو خاندان کا کوئی بزرگ یا شہر کا کوئی معزز شخص ذرا سی دیر میں طے کر دیا کرتا تھا۔ اب عدالتوں میں جانے لگے۔ نتیجہ مقدمہ بازی کے معروف ثمر جھوٹ، فریب، باہمی منافرت اور تباہی کی تلخی نظمِ خاندان میں سرایت کرنے لگی۔

اندھا دھند فوج کشی کر کے کمپنی نے علاقہ کے امن کو تباہ کر دیا۔ نئے نظامِ مالیہ نے مزروعہ زمینوں سے خاندان کی دلچسپی ختم کر دی مگر مالیہ وصول کرنے کے لئے توپ خانہ اور سواروں کے ساتھ فوج کی پانچ بٹالین آموجود ہوتیں۔ جو جاگیر دار خود سر ریذیڈنٹ کی جائز یا ناجائز خواہشات کی بے چون وچرا تکمیل نہ کرتے۔ ان کی زمین ضبط کر لی جاتی۔ چنانچہ جب ریذیڈنٹ دہلی ولیم فریزر نے موضع گنگانہ کی ایک ہندو جاٹنی مسمات سرون کو پولیس کے ذریعہ سے اغوا کرا کے اپنے گھر ڈال لیا تو علاقہ میں منافرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ریذیڈنٹ نے ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان مہمؒ (باب ۵) کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنے معتقدین کو تلقین کریں کہ صدائے احتجاج بلند نہ کریں تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر ولیم فریزر نے آپ کے والد کی جاگیر ضبط کر لی۔

کمپنی اس میں عافیت سمجھتی تھی کہ باثر لوگوں کو بے حیثیت بنا کر ان کی جگہ اپنے ڈھب کے آدمیوں کو دی جائے۔ چنانچہ حکومت نے ایک ایسا مہلک وار کیا جس سے خاندان کی مالی حالت تباہ ہو گئی اور پھر وہ تمام انگریزی عہد میں نہ سنبھل سکا۔ ۱۸۳۸ء کے تیسرے ایکٹ کی دفعہ پنجم کی رو سے شاہی عہد کے تمام منصب داروں اور جاگیر داروں کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ یہ قانون بڑی ہی انقلابی نوعیت کا تھا۔ اس کا مقصد جاگیر دارانہ نظام کو ختم کرنا نہیں تھا بلکہ اپنے خوشامدیوں اور وفاداروں پر مشتمل ایک نیا جاگیر دارانہ نظام قائم کرنا تھا۔ جاگیر داروں کے پاس قرقیوں سے جو بچ رہا تھا اب وہ اس سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ کل کے رئیس یکلخت مفلس بن گئے۔ منصب داروں نے ہر امکانی کوشش کی۔ بعض نے انفرادی طور پر حکام کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اجتماعی کوششیں بھی ہوئیں ایسی دو کوششوں کا ہمارے پاس ریکارڈ ہے۔

ایک کوشش خواجہ بخش (۲۲ب) اور ان کے چچا امیر اللہ شہید (۲۵ب) الحاج محمد ابراہیم خطیب (۱۳ب) اور شاہ سلام اللہ (باب ۳) کی دختر بی بی صبیحہ (شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی سالی) نے کی۔ انہوں نے ایک کاغذ پر لکھا کہ عہد سلطانی سے ہمارے بزرگوں کے پاس چار سو بیگھہ یعنی دو سو پچاس ایکڑ اراضی تھی۔ اس پر ہمارا ۱۸۲۰ء تک قبضہ رہا۔ اس تحریر پر ستائیس معززین کے دستخط

Marfat.com

کرائے گئے۔ ایسی تحریر کو استشہاد نامہ کہتے ہیں[1]۔ دوسری مثال وسیع تر اجتماعی کوشش کی ہے۔ جھم میں خاندان کے جو حضرات اس قانون سے متاثر ہوئے ان کی اکثریت نے صاحب سلسلۃ الانساب شیخ احتشام الحق (۲۔۴ ب) کو اپنا وکیل و مختار بنا کر جاگیروں اور معافیوں سے متعلق کاغذات ان کے سپرد کر دیئے۔ شیخ موصوف ایک عالم و فاضل اور باعزت بزرگ تھے۔ انہوں نے کم و بیش ایک سال عدالتوں کے چکر کاٹے۔ جب ان کے لئے یہ بات قابلِ برداشت نہ رہی تو انہوں نے شیخ عزیز علی مولانہ[2] کو اپنی طرف سے وکیل و مختار بنایا اور ان کے سپرد چوہتر (۷۴) قطعات کاغذ کئے جن میں چار عدد شاہی فرامین، چودہ عدد ایسے فرامین جو صدر الصدور کی مہر سے جاری ہوئے۔ نوابوں کے چھ عدد فرامین اور چالیس عدد چک نامے تھے۔ شیخ عزیز علی سے مصدقہ تفویض نامہ پر دستخط لئے کہ مقدمہ طے ہونے کے بعد یہ کاغذات واپس کر دیئے جائیں گے۔ ان کاغذات میں خاندان کی شاخ جھم کے تمام جاگیرداروں کے کاغذ نہیں اور نہ ہی کوئی کاغذ شاخ رہتک سے متعلق ہے ہم اس تفویض نامہ کو یہاں نقل کرتے ہیں:

تفویض نامہ

منکہ شیخ عزیز علی ولد شیخ امان بن شیخ زمان ساکن قصبہ جھم ام۔ چوں شیخ احتشام الحق ولد شیخ بہرام الحق ابن شیخ شاہ الحق ساکن قصبہ مذکور من مقرر ابعہدہ وکالت و مختار کار سوال الجواب اراضی املاک قصبہ مذکورہ پیش گاہ صاحب ضلع رہتک مقرر نمودہ جمیع کاغذات استناد بتعداد ہفتاد و چہار

---

[1] استشہاد نامہ۔ استشہاد می خواہند و گواہی می طلبند بر صدق مسمیان امیر اللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ ملک و خواں بخش ولد حافظ صنعۃ اللہ و محمد ابراہیم ولد غلام کہف و مسمات بی بی صبیحہ بنت مولوی سلام اللہ وغیرہ ساکن قصبہ جھم از جمیع سکنائے و رؤسا بریں معنی کہ قریب چہار صد بیگھہ پختہ ملک عطائے سلطانی و حکامی موسومہ بزرگان سایلاں در سواد قصبہ جھم کے واقعہ ہے اور ہم سب شریک قدیم کے از روئے عطا تا امروز بعد فوت موہوب الیہما کے پشت در پشت اپنے حصہ اور ورثہ پر قابض اور متصرف رہے گے کبھی قبضہ اور دخل ہمارا از عہد سلطانی تا عمل داری کمپنی انگریز بہادر سنہ ۱۸۲۰ عیسوی کے اوپر سے موقوف و قطع نہیں ہوا اور کسی حاکم نے اس کو ضبط نہیں کیا۔ ہمہ مزروع و غیر مزروع ہمارے قبض و تصرف میں رہی ہے گی۔ جو کوئی اس بات کی اطلاع رکھتا ہو وہ اس پرچہ کاغذ پر اپنی گواہی ثبت کر دے۔ عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہو گا۔

[2] مولانہ ایک قبیلہ ہے جھم میں ہمارے محلے کے باہر مغرب کی طرف رہتا تھا غالباً اس قبیلہ کی حیثیت اپنے خاندان کے موالی کی سی تھی۔ عرب میں دستور تھا کہ چھوٹے قبیلے کسی بڑے قبیلہ کی پناہ میں آ کر موالی کہلاتے۔ عزیز علی مولانہ ولد شیخ امان اہل ولد شیخ محمد زمان ولد شیخ محامد ولد شیخ عبد الواحد کے بارے میں پیرزادہ ابراہیم حنیف لکھتے ہیں: ”عزیز علی مذکور کچھ زائد تعلیم یافتہ نہ تھا البتہ سخن پرداز اور لسان تھا۔ تعویذ گنڈوں کا عمل کرتا تھا اور کچھ سفلی علم کا گمان بھی اس پر کیا جاتا تھا۔“

Marfat.com

قطعه بتفصیل ذیل سپرد من مقر نموده که بعد الفراغ روبکارے کواغذات املاک واپس سپرد مشارٌ الیه نمایم - بنا بر آں این چند کلمه بطریق رسید کواغذات املاک نوشته داده شد که الحال سند باشد -

موسومه الف خاتون	قطعه بلاسره	چاه کلال واله	کشت ملا
سه قطعه	ا قطعه	معه قطعه	دو قطعه
کشت کانگه بیری والا	کشت کانگه بابت شیخ چوهر	پروانه عبد الغنی صدر	پروانه نواب تاج محمد خاں
للعه قطعه	غیر بیعنامه یک	یک	یک
پروانه نواب محمد علی خاں	چکنامه	پروانه دارا شکوه	پروانه شاه جهان
یک	یک	یک	یک

پروانه	چکنامه	نقل پروانه احمد یار زناں	نقل چکنامه	چکنامه
یک	یک	یک	یک	یک
بیعنامه	پروانه عالمگیری	چکنامه	بیعنامه	تصحیحه محمد صلاح صدر
یک	یک	یک	سه	یک

بیعنامه	کشت بیر لو واله عنه رهن نامه	کشت نهنو واله عنه رهن نامه	کشت جهاده
یک	یک	سه قطعه	دو قطعه

نقل چک نامه	بیعنامه	رهن نامه	تصحیحه حافظ عتیق الله	بیعنامه
یک	دو	دو قطعه	یک	یک

تصحیحه محمد صلاح صدر	کشت کوتوال عنه بیعنامه	چاه محمود واله عرف انبلی واله عنه بیعنامه
یک	یک	صه قطعه

Marfat.com

کشت شانزدہ بگھہ	للعہ قطعہ
کشت دابر	صہ قطعہ
کشت چری عنہ بیعنامہ	دو قطعہ
کشت کریم والہ	للعہ قطعہ

تصحیح محمد صلاح صدر	یک
بیعنامہ	ے
کشت مہرہ	للعہ قطعہ
قطعہ گسائیں والہ	دو قطعہ
مسماۃ تاج بی بی	دو قطعہ

چاہ شکن والہ و محمد والہ و نصیر خاں والہ	دو قطعہ
کشت ہرداس والہ عن رہن نامہ	یک قطعہ
کشت چمار والہ عنہ رہن نامہ	یک قطعہ

پروانہ مرزا منور بیگ	یک
چکنامہ	یک
قبالہ	یک
رہن نامہ	یک
تصحیح عبدالغفور صدر	یک
نقل چکنامہ	یک

تصحیح محی الدین صدر	یک
مقسومہ	یک
تصحیح سعدالدین صدر	یک
تصحیح محمد صلاح صدر	یک

کشت دوکالو عنہ بیعنامہ	یک قطعہ
چاہ شادی خاں والہ	دو قطعہ
کو امداد ثبت الملاک شیخ عظیم الدین ولد شیخ غلام مرتضیٰ بن شیخ غلام اتقیا	لے قطعہ

بیعنامہ	یک
فرمان عالمگیری	یک
صورتِ حال	یک
کشت بالو والہ رہن نامہ	یک قطعہ

کشت معروف والہ	دو قطعہ
بیعنامہ	یک
تصحیح سعدالدین صدر	یک
کشت رامہ والا رہن نامہ	یک قطعہ

Marfat.com

کشت دودہا والہ عنہ بپروانہ احمد یار خاں — کشت مرہمیدوالہ عنہ تصیحہ حافظ عتیق اللہ
یک قطعہ — یک قطعہ
تحریر فی التاریخ بست و نہم جولائے ۱۸۳۹ء ع

کلکٹر ضلع رہتک کو درخواست دینے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ۱۸۴۰ء میں رہتک ضلع توڑ دیا گیا۔ تحصیل رہتک کو دہلی میں اور تحصیل ہم کو ضلع حصار میں شامل کر دیا گیا۔ ریکارڈ کی تبدیلی میں کچھ وقت لگا۔ اسی اثنا میں ۱۷ر جولائی ۱۸۴۰ء کو میرٹھ سے سپیشل کمیشن کا ایک اطلاع نامہ[1] کا اشتہار ہوا جسکی رو سے مقام اپیل میرٹھ کو قرار دیا اور اپیل دائر کرنے کی مدت صرف دو ماہ مقرر کی۔ ضلع ٹوٹ جانے کی وجہ سے حصولِ نقول اور تصدیق نقول میں بڑی دقت پیش آئی۔ ابھی ہندوستان میں ریل بھی نہ آئی تھی۔ میرٹھ میں گواہوں کی ایک پوری کھیپ لے جانا بھی محال تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر حضرات اپیل ہی دائر نہ کر سکے اور جنہوں نے اپیل دائر کی وہ مزید زیر بار اور پریشان ہوئے کیونکہ اپنے خاندان سے کسی کی اپیل منظور نہ ہوئی۔

مالی اعتبار سے یہ زخم بہت گہرا تھا۔ مناصب پہلے ختم ہو چکے تھے۔ پورا خاندان مفلسی کی زد میں آگیا۔ ہم اور رہتک میں وسائل روزگار مسدود پا کر افرادِ خاندان نے باہر نکلنا شروع کیا۔ یہ موقعہ

---

[1] نقل اشتہار: بوصولِ روبکار محکمہ اسپیشل کمیشن مقام میرٹھ برائے اطلاع خاص و عام کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ برائے اپیل محکمہ موصوفہ بموجب ضمن دوئم دفعہ چہارم قانون سیوم ۱۸۳۸ء عیسوی بمیعاد دو ماہ کے از تاریخ فیصلہ . . . حصول نقل روبکارے ضبطی معافی داران مقرر اور کافی ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی معافی دار ارادہ اپیل کا رکھتا ہو تو مابین میعاد دو ماہ کے درخواست اپیل کی معہ نقل روبکار ضبطی معرفت مختار خواہ اصالتاً محکمہ موصوفہ میں داخل کرے یا ایک درخواست اپیل کی پیش صاحب کلکٹر یا ڈپٹی کلکٹر تحقیقات معافی کے گزرانے۔ صاحب موصوف بموجب دفعہ پنجم دستور العمل . . . . . . قانون سیوم ۱۸۳۸ء عیسوی مسل مقدمہ معہ درخواست اپیل بمحکمہ اپیل ممدوح کے ارسال کریں گے در صورتیکہ معافی داران بعد دو ماہ کے بیچ اس محکمہ کے خواہ بیش صاحبان موصوف کے درخواست اپیل کے داخل کریں گے اپیل ان کا منظور نہیں ہوگا۔ تحریر ۱۷ ماہ جولائی ۱۸۴۰ء عیسوی جہاں نقطے لگے ہوئے ہیں وہاں سے ایک ایک لفظ مٹا ہوا ہے۔

Marfat.com

تھا کہ بعض نے مجبوراً کمپنی کی ملازمت اختیار کی مگر ان میں سے کوئی بھی فوج میں رسالدار اور سول میں تحصیلدار یا کوتوال کے منصب سے زیادہ نہ پا سکا۔

اس موقع پر افراد خاندان نے دیسی ریاستوں کی ملازمت کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت پر ترجیح دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دیسی ریاستوں کا سہارا نہ ہوتا تو اس جلیل القدر خاندان کی مالی حالت کی ہرگز اصلاح نہ ہوتی۔ خاندان کے بہت سے افراد جھجر، دوجانہ، بہادر گڑھ، ٹونک اور لکھنؤ وغیرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکومت میں چلے گئے۔ وہاں ان کی لیاقت کے جوہر کھلے۔ بعض وہیں کے ہو رہے اور بعض نے ترکِ وطن نہ کیا چنانچہ

۱۔ دوجانہ: مولوی امام الدینؒ (باب ۳) کو والی جھجر نواب دوندے خاں نے باصرار بلاگران کے سپرد عہدۂ قضا کیا۔ آپ کے برادر اصغر مولوی بہاء الدین (۹۰ ب) نے بھی وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہ دونوں رہتک سے گئے تھے۔

۲۔ جھجر: مولوی شہاب الدین اور بعد میں ان کے فرزند وجیہہ الدین شہیدؒ (۸۵ ب) جھجر میں اعلیٰ عہدوں پر تھے۔ یہ دونوں رہتک سے گئے تھے۔ تھم سے عبدالغفور (۲ ب) جھجر جا کر ملازم ہوئے۔

۳۔ بہادر گڑھ: دوجانہ، جھجر کی طرح بہادر گڑھ والا ریاست بھی آجکل ضلع رہتک میں ہے۔ انگریزوں کے قبضۂ دہلی سے پہلے بھی ریاست بہادر گڑھ کی خدمتِ قضا اپنے خاندان کے بزرگوں کے سپرد تھی چنانچہ قاضی نور الحق (۳۱ ب) اور پھر یکے بعد دیگرے ان کے تین پوتے قاضی صمصام الحق، حکیم قاضی فضل الحق اور قاضی بہرام الحق متوفی ۱۲۴۲ھ بہادر گڑھ کے قاضی رہے۔

۴۔ جودھپور: حکیم ببر علی (۱۴۸ ب) راجہ جودھپور کے طبیب خاص مقرر ہوئے۔ ان کی اولاد

ل چنانچہ سول میں غلام سرور الدین سررشتہ دار تھے۔ قاضی عبدالرحمٰن بن قاضی غلام حسن (باب ۲) اور فقیر اللہ (۴۳ ب) نہر کے محکمہ میں ملازم تھے۔ مفتی شاہ ضیاء الدین (۵۹ ب) کو بھی ایک جگہ ملازمت پیشہ لکھا ہے۔ پولیس میں نجیب الدین شہید اور ان کے فرزند عزیز الدین شہید (باب ۱۲) اور حسین الدین (۱۰۸ ب) تھے۔ فوج میں رسالدار جلال الدین شہید (۱۴۸ ب) رسالدار میجر سعد الدین (۱۸ ب) اور ان کے فرزند شمس الدین، دفعدار کرامت علی (۵۰ ب) اور ان کے بھائی عبداللہ اور عبدالستار، مولوی محمد یعقوب (۱۵۹ ب) حسین الدین بن حکیم ببر علی (۱۴۸ ب) وغیرہ تھے۔ عبدالعلی (۶ ب) سول میں ملازم تھے۔

Marfat.com

کا بڑا حصّہ اب تک جودھپور میں آباد ہے۔

۵۔ ٹونک: نواب وزیر الدولہ والیٔ ٹونک کے دربار سے کچھ عرصہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید بھی (باب ۵) منسلک تھے جہاں آپ کو سات روپے یومیہ ملتے تھے۔ ان دنوں میں تحصیلدار کا ماہانہ مشاہرہ سات روپے تھا۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے داماد مولوی امین الدین (۹۵ ب) ۱۸۴۴ء میں دربار ٹونک سے متعلق ہو گئے اور وہاں میر منشی کی کلیدی اسامی پر فائز ہوئے۔ آپ کی وجہ سے وہاں کئی اور افرادِ خاندان بھی ملازم ہو گئے اور ۱۸۵۷ء کے بعد تو ٹونک میں خاندان کے بیسیوں افراد اعلیٰ عہدوں پر متمکن تھے۔

۶۔ اودھ: اپنے خاندان کا اودھ سے بڑا گہرا اور نسبتاً مستقل تعلق رہا ہے۔ چنانچہ اب تک قصبہ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور میں خاندان کی ایک شاخ آباد ہے۔ شیخ وزیر الحق (۴م ب) نواب واجد علی شاہ کے میر منشی تھے اور حکیم ولی اللہ بن احسن اللہ از اولاد مولانا کبیر الدینؒ اسی والی کے طبیب تھے۔ حکیم عزیز الحق بن حفیظ الحق (۱۳ ب) شاہی دارالشفا کے ناظم تھے۔ آپ نے ایک موقع پر نواب واجد علی شاہ کے مرضِ برص کا علاج صرف عرق کی خوشبو سے کیا تو نواب صاحب نے آپ کو موضع گوگن، دلاور پور، غفار نگر، حکیم پور گرنٹ وغیرہ عطا کئے۔ ان حضرات کی وجہ سے اودھ میں اور حضرات بھی ملازم رہے۔

یہ فہرست نامکمل ہے۔ مگر اس قدر اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ افرادِ خاندان ایسٹ انڈیا کمپنی کے دورِ حکومت میں کس کثرت سے دیسی ریاستوں میں گئے۔

کمپنی کے دورِ حکومت میں خاندان کی تبلیغی مساعی

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگریزی حکومت کے ختم ہونے کے بعد پاکستان میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ۱۸۰۳ء میں چھ سو سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ کر کے انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کیا۔ انگریز بجا طور پر اپنا مدِ مقابل مسلمانوں کو سمجھتے تھے اور ان کے مقابلہ پر ہندوؤں کو ابھارتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے مسلمانوں کو گرانے کی امکانی کوشش کی۔ مسلمان اقلیت میں تھے اور وہ اپنے آپ کو مظلوم بھی سمجھتے تھے۔ ان دونوں چیزوں نے ان کے جذبۂ ملی کو ابھارا۔ وہ اپنی بقا کی خاطر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔ علاقہ دہلی پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط نصف صدی رہا۔ یہ حیران کن حقیقت ہے کہ اس نصف صدی میں جس قدر توسیعِ اسلام ہوئی اتنی بعد کی ایک صدی میں نہ ہو سکی۔ اس سے پہلے بھی ہریانہ اور

Marfat.com

اس کے نواح میں زیادہ تر اپنے ہی خاندان کے بزرگوں کی تبلیغی مساعی سے اسلام پھیلتا رہا۔ مگر اس خاندان سے متعلق دہلی دربار رپورٹ کا مندرجہ ذیل فقرہ زیادہ تر اسی دور کے بارے میں ہے :

" اضلاعِ حصار، رہتک، کرنال اور گوڑگاؤں کے مسلم راجپوتوں کو حلقۂ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں اس خاندان نے نمایاں کام کیا ہے۔[1] "

ایسٹ انڈیا کمپنی کا رہتک اور جھجر پر تسلط ۱۸۰۹ء میں ہوا۔ اس وقت رہتک میں سرتاج الزہاد حضرت شاہ غلام جیلانی (باب ۴) مسند مشیخت پر متمکن تھے اور جھجر ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کی اصلاحی تحریک کا مرکز تھا۔

ان بزرگوں کی خدمات اسلام پر ہم تفصیلی بحث کر چکے ہیں لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خاندان کے ہاتھوں سے پرگنہ جھجر کی خدمات قضاء، افتاء، احتساب، میرعدلی، نرخ نویسی چلے جانے سے بظاہر خاندان کا وقار ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر ان دو بزرگوں کی وجہ سے اس وقار میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ بلکہ اب لوگوں کے دلوں پر خاندان کی حکومت ہو گئی۔ انگریزی عدالتوں کے ہوتے ہوئے بھی اکثر مسلمان اور کچھ ہندو بھی اپنے باہمی جھگڑوں میں صدیقیانِ رہتک اور جھجر کے فیصلوں کو ناطق سمجھتے۔ اس دورِ بدامنی میں اگر ہریانہ کے مسلمانوں کو تسکین ہوتی تھی تو وہ رہتک اور جھجر کی شمع علم و عرفان سے ہوتی تھی۔ ۱۸۲۵ء میں حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکی (باب ۴) نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ پانچ سال بعد حضرت ہادیٔ ہریانہ (باب ۵) شہید کر دیئے گئے۔ مگر ان کے تربیت یافتہ حضرات نے اس شمع کو گل نہ ہونے دیا۔

---

[1] دہلی دربار رپورٹ ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۸۱۔ یہ سرکاری رپورٹ ہے۔

Marfat.com

باب ۱۲

آزادی کی مساعی میں خاندان کا حصّہ

۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کیا۔ انگریز کمانڈر انچیف آگے بڑھ کر سکھوں سے براہِ راست ٹکر نہ لینا چاہتا تھا اس نے ستلج تک کا علاقہ اپنے وفاداروں میں تقسیم کرنا چاہا۔ دوجانہ سے ہانسی تک کے علاقہ کی پیشکش نصر الدولہ محمد احسان خاں بہادر نصرت جنگ صدیقی الممی (۲۷ ب) کو کی گئی۔ انہوں نے یہ پیش کش قبول نہ کی اور جے پور چلے گئے۔ اس ایک واقعہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت سے متعلق صدیقیان رہتک اور مہم کے رویہ کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۸۰۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا رہتک اور مہم پر تسلّط ہو گیا۔ دو سال بعد بزرگ خاندان شاہ عبدالعظیم (باب ۵) نے اپنی مہر بنوائی "شیخ عبدالعظیم اہل یقین اہتمام امور شرع متین وسکاک ۱۲۲۶" اور اس کے حاشیہ میں لکھوایا: وافوض امری الی اللہ نصر من اللہ و فتح قریب" یہ مہر ۱۷ شوال ۱۲۲۷ھ کی ایک تحریر پر ہمارے پاس محفوظ ہے۔ کمپنی کے تسلّط کے خلاف اس قدر واشگاف الفاظ میں اعلان معمولی بات نہ تھی۔

رہتک اور مہم انچاس سال تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت رہا اور مزید نواسی سال تاج برطانیہ کے قبضہ میں۔ ان ایک سو اڑتیس سال میں صدیقیان رہتک اور مہم نے ذہنی طور پر انگریزی حکومت کو کبھی جائز حکومت تسلیم نہ کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مختلف تدابیر اختیار کر کے اور ۱۸۴۰ء میں تمام جاگیریں ضبط کر کے خاندان کو مفلس اور نادار بنا دیا اور رہتک اور مہم میں تمام وسائل روزی مسدود ہو گئے۔ تاہم خاندان کی روش میں چنداں تبدیلی نہ آئی چنانچہ با امر مجبوری اگر آٹھ دس افراد نے کمپنی کی ملازمت اختیار کی تو بیسیوں ایسے تھے جنہوں نے دیسی ریاستوں میں ملازمت کو ترجیح دی۔ یہی دور مجبوری تھا کہ خاندان میں پیرزادگی کو باریابی ہوئی۔ ورنہ

Marfat.com

اس سے پہلے خاندان میں بڑے بڑے مشائخ ہو گزرے تھے مگر ان کی اولاد میں نہ کوئی سجادہ نشین تھا نہ اپنے آپ کو پیرزادہ کہلاتا تھا۔ رفتہ رفتہ پیرزادگی نے اتنا فروغ پایا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دو سال بعد تہم کے جس محلہ قضاۃ میں خاندان آباد تھا اس کا نام محلہ پیرزادگان پڑ گیا مگر بعد کے کسی دور میں بھی خاندان کے پانچ فی صد سے زیادہ افراد نے پیرزادگی کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ اور جن لوگوں کے گزارہ کی صورت نذر نذرانوں پر تھی۔ انہوں نے معروف اور مسلمہ طور پر جائز حدود سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔

۱۸۵۷ء میں جب جاگیریں ضبط ہوئیں تو کئی حضرات نے محض اس لئے قانونی چارہ جوئی نہ کی کہ انگریز حاکم یا اس کے نمائندہ کے سامنے سائل کی حیثیت سے جانا عزتِ نفس کے منافی ہے۔ یہی کیفیت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سکنی اور زرعی ملکیت کی ضبطی کے بعد تھی۔ حاکم کے سامنے جا کر کھڑے ہونے پر مفلس و نادار بننے کو ترجیح دی۔ تمام انگریزی عہد میں خاندان میں کچھ گھرانے متمول بھی تھے۔ ایسے گھرانے بھی تھے جن کی زرعی زمین تہم اور رہتک کے ہر نمبردار یا ذیلدار سے زیادہ تھی۔ چنانچہ قیامِ پاکستان کے وقت بھی الحاج ظہور اللہ شہید (۴۳ ب) غالباً تہم کے سب سے بڑے زمیندار تھے مگر تمام انگریزی دورِ حکومت میں اپنے خاندان کے ایک بھی فرد نے محض اس لئے ذیلدار یا نمبردار بنایا جانا پسند نہ کیا کہ انگریزی حکومت کے کارندے یعنی تحصیلدار کے سامنے مؤدبانہ جواب دہ ہونا پڑے گا۔

خاندان کے اس مزاج سے انگریز شروع میں ہی آگاہ ہو گیا تھا اور اس کی پہلے دن سے ہی یہ کوشش رہی کہ اس خاندان کو نیچے گرا کر اس کی خود اعتمادی اور اس کے عوام پر اثر کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ گزیٹر کے ہر ایڈیشن میں دھانکوں، چماروں اور مسلمان فقیروں تک کا ذکر شرح و بسط سے کیا گیا۔ مگر ضلع کے اس سب سے جلیل القدر خاندان اور سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور با اثر خاندان کا براہِ راست ایک فقرے میں بھی ذکر نہیں کیا اور جن دو مقامات پر اس خاندان کا بالواسطہ سرسری سا ذکر آیا ہے وہاں برائی کے ساتھ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خاندان نے انگریزی حکومت کی کوئی ایسی خدمت نہیں کی جس کے عوض انگریزوں نے اسے اپنے ایک سو اٹھتیس سالہ دور میں ایک بالشت زمین انعام یا جاگیر کے طور پر دی ہو۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں خاندان کا حصہ

۹ مئی ۱۸۵۷ء کو ہفتہ کا دن تھا۔ میرٹھ چھاؤنی میں جنرل ہیوٹ نے تمام فوج کو جمع کیا اور پچاسی

Marfat.com

جوانوں کی سزا کا اعلان کیا جنھوں نے چربی لگے کارتوس استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دیسی فوج کو غیر مسلح کر دیا گیا اور سب کی آنکھوں کے سامنے پچاسی مجرم فوجیوں کے بیڑیاں ڈال کر انہیں پرانے ہسپتال کے چھوٹے سے وارڈ میں بند کر دیا گیا یہ ایسا سانحہ تھا جس نے ہر دیسی فوجی کو بے تاب اور غمگین بنا دیا مگر ہتھیار چھن چکے تھے۔

اگلے روز چھٹی کا دن تھا۔ دیسی فوجی حسب معمول گھومنے پھرنے شہر گئے جہاں ہر جگہ ان پر آوازے کسے گئے۔ فوجیوں کی طرح اہل شہر بھی مشتعل تھے۔ شہر میں خفیہ طور پر سکیم تیار ہوئی۔ کوتوال شہر دھنا سنگھ ایک آرام طلب اور کمزور مزاج شخص تھا۔ داروغہ نجیب الدین نے کوتوالی کا تمام اسلحہ فوجیوں کو دے دیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سورج اپنی پوری تمازت سے چمک رہا تھا۔ انگریز افسر جھلس دینے والی دھوپ سے سر چھپائے اپنی اقامت گاہوں میں محو خواب تھے۔ مجاہدین کوتوالی کا اسلحہ لے کر چھاونی پہنچے اپنے ساتھیوں کو آزاد کرایا اور اسلحہ خانہ سے ہتھیار لے کر دہلی کی طرف کوچ کیا۔

یہ تھا جنگ آزادی کا پہلا دن۔ داروغہ نجیب الدین صدیقی الرہتکی حضرت مولوی ملیح الدین (۱۰۵ ب) کے پوتے تھے۔ اس جرم کی پاداش میں اس مجاہد کو پھانسی کی سزا ملی۔ ان کی اولاد میں اب کوئی نہیں۔

میرٹھ سے چل کر مجاہدین نے اگلے روز دہلی کو آزاد کرا لیا۔ رہتک میں اس وقت بنگال سول سروس کے جان ایڈن لاک کلکٹر تھے، کلکٹر کو بعد میں ڈپٹی کمشنر موسوم کیا جانے لگا۔ مصر منولال ڈپٹی کلکٹر، بختاور سنگھ تحصیلدار، اور بھورے خاں تھانیدار تھے۔ خبر پہنچتے ہی مسٹر ایڈن لاک نے تمام ضلع سے ان فوجیوں کو رہتک بلا لیا جو ان دنوں چھٹی پر تھے۔ نواب عبدالرحمٰن خاں والی جھجر کو مدد بھیجنے کا حکم بھیجا۔ نواب صاحب خاموش ہو رہے مگر جب یاددہانی کرائی گئی تو انہوں نے کچھ سوار بھیج دیئے۔ یہ سوار راستہ میں انگریزوں کے خلاف لوگوں کو ابھارتے ہوئے رہتک پہنچ گئے۔ بعد میں جب گرفتاریاں ہوئیں تو نواب جھجر کے میر منشی وجیہہ الدین شہید صدیقی الرہتکیؒ (۵۰ ب) کی تلاش ہوئی یہ سمندخاں کے ساتھی تھے۔ انہیں قلعہ سے گرفتار کر کے جھجر لے جا کر پھانسی دی گئی۔

دہلی کو آزاد کرانے کی خبر حیرت انگیز سرعت سے ضلع رہتک کے گاؤں گاؤں میں پھیل گئی اور ہر طرف آزادی کے نعرے بلند ہونے لگے۔ مسٹر لاک نے سنا کہ شاہ دہلی کا ایک نمائندہ تفضل حسین ایک معمولی سی جمعیت کے ساتھ رہتک آرہا ہے تو وہ بھورے خاں تھانیدار کو ساتھ لے کر گوہانہ ہوتے ہوئے کرنال پہنچ گئے۔ ۲۴ مئی کو تفضل حسین رہتک پہنچے۔ اور رہتک کا انتظام رسالدار

جلال الدین کے سپرد کر کے دو روز بعد دہلی چلے گئے۔

کرنل سٹین انبالہ سے نیٹو انفنٹری کی ساٹھویں رجمنٹ لے کر ۱۳ مئی کو رہتک پہنچا۔ یہ رجمنٹ ضلع کچہری کے احاطہ میں ٹھہری مگر اس نے ۱۰ جون کو اعلان آزادی کر دیا۔ اس رجمنٹ کے انگریز افسر گھوڑوں کو ایڑ لگا کر فرار کر گئے۔ یہ رجمنٹ دہلی جا کر مجاہدین کی تقویت کا باعث بنی۔

کیپٹن ہڈسن چار سو سواروں کو لے کر ۱۸ اگست کی شام کو رہتک پہنچا جہاں اس کی مزاحمت کی گئی۔ مزاحمت کرنے والوں میں کچھ لوگ مارے گئے اور ہڈسن ضلع کچہری کے احاطہ میں خیمہ زن ہو گیا۔ شہر کے بنیوں نے اس کے سواروں کو اشیائے خورد و نوش بہم پہنچائیں "صبح تک شیوخ شہر اور قصاب پھر سے دلیر ہو گئے۔ رات کے وقت گرد و نواح کے رانگھڑ بھی جمع ہو گئے۔ طلوع آفتاب کے بعد یہ متحدہ جمعیت کیپٹن ہڈسن پر حملہ کے لئے بڑھی۔ دکھاوے کے لئے یہ کچھ پیچھے ہٹا۔ اور پھر اپنے سواروں کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ان پر حملہ آور ہوا۔ اس نے ان میں سے تقریباً سو کو مار دیا۔ باقی عالم انتشار میں شہر کی طرف بھگے۔ بندوقچی شہر اور قلعہ کی فصیلوں کی حفاظت کر رہے تھے لہذا کیپٹن ہڈسن نے مزید حملہ کو دانشمندی نہ سمجھا۔ یہ شہر کا چکر کاٹ کر جسیہ میں خیمہ زن ہوا اور وہاں سے سونی پت ہوتا ہوا دہلی چلا گیا"[1]

جس وقت کیپٹن ہڈسن حملہ کرتے ہوئے قلعہ کی فصیل کے نیچے پہنچا۔ رسالدار جلال الدین قلعہ کی فصیل پر کھڑے اپنی فوج کو احکامات دے رہے تھے، اچانک ان کے ایک گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے۔ کیپٹن ہڈسن وہی شخص ہے جس نے اگلے دن بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کو اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ رسالدار جلال الدین صدیقی الرہتکی شہیدؒ (۱۹۳ ابا) کے بعد بابر خان راجپوت مجاہدین کے لشکر کا سردار بنا۔ یہ ہاتھی پر چڑھ کر دہلی چلا گیا اور ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی کے بعد رہتک میں قدرتی موت مرا۔ اس کا لڑکا شہزاد خاں تھا۔

۱۴ ستمبر کو انگریزوں کا پھر سے دہلی پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۶ ستمبر کو پنجاب لیویز کی ایک جمعیت اور پٹیالہ و بیکانیر کے دستے لے کر جنرل وان کورٹ لینڈ رہتک پہنچا۔

"بہت سے باغیوں کو گولی سے اڑا دیا گیا یا پھانسی دی گئی۔ جہاں تک ممکن ہو سکا چوری کا مال برآمد کیا گیا۔ تمام ضلع کو کامیابی کے ساتھ غیر مسلح کر دیا گیا۔ جو دیہات بدی میں پیش پیش تھے ان پر تریسٹھ ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ مستحقین کو انعامات دیئے گئے

---

[1] رہتک ڈسٹرکٹ گزیٹیئر

Marfat.com

اور مجرموں کی زمینیں ضبط کرلی گئیں۔ شیوخ قلعہ، قصاب اور رانگھڑ اس زمانہ کے سب سے بڑے بدکار تھے اور انہیں ہی سخت ترین سزائیں بھگتنی پڑیں۔[1]

جن حضرات کو انگریز کی ڈپلومیٹک زبان اور محتاط نویسی کا علم ہے۔ وہ اندازہ لگا سکیں گے کہ شیوخ قلعہ پر کیا گزری ہوگی!! شیوخ قلعہ رحمہ اللہ علیہا پر جو قیامت ٹوٹی اس کا تحریری ریکارڈ تلف ہو چکا ہے اور ہم زبانی روایات سے خانہ پری کرنا نہیں چاہتے۔ تحریری ریکارڈ صرف اس قدر باقی ہے کہ ۲۶ ستمبر ۱۸۵۷ء سے ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی یکم ستمبر ۱۸۵۸ء تک صدیقیان قلعہ رہتک جس ابتلا میں مبتلا رہے اس کے مقابلہ میں گذشتہ پانچ صدی کے تمام انقلابات کی تباہ کاریاں مل کر ہیچ تھیں۔ قلعہ کی فصیل کو حکماً منہدم کرا دیا گیا۔ اسلحہ برآمد کرنے کے لئے گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ اور تمام تہ خانے پُر کرا دیئے گئے۔ جن حضرات پر الزام بغاوت تھا ان کی تمام زرعی زمین ضبط ہوئی اور تلاشی نے گھر گھر کا تمام اثاثہ بھی ضبط ہوا۔ گھر کی تلاشی کے وقت زمین کو اسلحہ اور نقدی و زیور کا سراغ لگانے کے لئے ہر جگہ سے دو دو فٹ گہرا کھود ڈالا۔ باغیوں کی تلاش میں تمام محلہ کو ہراساں کیا گیا۔ چنانچہ داروغہ نجیب الدین کو شہید کرنے کے بعد ان کی تمام زرعی اور سکنی جائداد اور گھر کی ہر ایک شے ضبط کرلی۔ ان کی شہادت سے پہلے ان کے فرزند عزیز الدین شہیدؒ کو مزید راز کے افشا کرنے کے لئے اذیت پہنچا پہنچا کر شہید کر دیا۔[2] رسالدار جلال الدین شہیدؒ (۱۹۳ب) کا گھر دو دو فٹ کھود ڈالا اور ان کی بقول ناصر الدین (۱۹۳) گیارہ سو بیگھہ زمین ضبط کرلی گئی۔ وجیہہ الدین شہیدؒ (۵۰ب) کی ملکیت میں دو گاؤں اور پانچ سو بیگھہ زمین تھی۔ یہ سب ضبط ہوا اور اس کے ساتھ مکان بھی۔ قلعہ رہتک سے دو اور حضرات کو پھانسی ملی یہ دونوں بھی معافی دار تھے۔ یعنی ان کی زمینوں کا مالیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا مگر شاید یہ خاندان سے نہ تھے یا ان کے متعلق ہیں جو نوٹ لکھا ہوا ملا ہے اس میں

---

[1] رہتک ڈسٹرکٹ گزیٹیئر ۱۹۱۰ء THE WORST EVIL-DOERS OF THE TIME HAD BEEN THE SHIEKHS OF THE FORT, THE BUTCHERS AND THE RANGHARS AND ON THESE THE HEAVIEST PENALTY FELL."

[2] عقیل الدین (۱۵۰) کا بیان ہے میرٹھ میں عزیز الدین شہید داروغہ تھے انہیں شہید کرنے کے بعد ان کے معمر باپ نجیب الدین کو قلعہ رہتک سے گرفتار کر کے شہید کیا۔

کچھ غلطی ہے۔ یہ شیخ قیام الدین ولد حسام الدین اور شیخ رحیم الدین ولد عظیم اللہ تھے۔ شیخ قیام الدین رجمنٹ ۸ بریلی چھاؤنی میں ملازم تھے۔ انہیں میرٹھ میں پھانسی دی گئی۔ اگر یہ قیام الدین شہید اپنے خاندان سے تھے تو رحیم الدین بن قمر الدین بن عظیم الدین بن مولوی صدرالدین کے فرزند ہو سکتے ہیں۔ گو کسی شجرہ میں رحیم الدین بن قمرالدین کے کسی فرزند کا نام درج نہیں۔ شیخ رحیم الدین شہید ولد عظیم اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فاروقی خانوادے سے تھے فوج میں جمعدار تھے۔ جنگ آزادی کے وقت بلند شہر میں تھے۔ بعجر میں درجہ شہادت پایا۔ قلعہ رہتک سے اور بھی کئی حضرات تھے جن کی جرم بغاوت میں تلاش رہی مگر یہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ صرف نجف علی ولد شمس الدین ولد عظیم الدین ولد مولوی صدرالدین (۱۰۸ ب) کا نام معلوم ہو سکا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا جو اثر مہم پر پڑا اس کے راوی مولوی عبدالشکور صدیقی المہی (باب ۵ ذکر شاہ عبدالغنی) ہیں۔ مولوی صاحب موصوف (۱۸۴۳ - ۱۹۱۵ء) جنگ آزادی کے وقت ایک تعلیم یافتہ باشعور نوجوان تھے اور اس دردناک منظر کے عینی شاہد۔ ان کے بیان کے ساتھ رہتک گزیٹر میں مندرج واقعات کو ملایا جائے تو کچھ ایسا نقشہ تیار ہوتا ہے۔

مہم میں کسٹم کا انچارج ایک انگریز تھا۔ لوگ اسے ٹوٹ صاحب گرداور پرمٹ (پرمٹ) کہتے تھے۔ مہم کے چوڑھوں اور چماروں نے ۲۴ مئی کو کسٹم کا بنگلہ لوٹ لیا۔ اس انگریز نے مولوی محمد یحیٰی افضلی بن شاہ محمد اسمعیل (باب ۵) کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے گھر میں پناہ دیدو۔ آپ خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے ہانسی چلے جانے کا مشورہ دیا۔ جاٹوں نے اسے رتھ پر بٹھا کر ہانسی کی طرف بھیج دیا۔

ہریانہ لائٹ انفنٹری نے حصار میں اور چوتھی اریگولر کیوئری نے ہانسی میں اپنے افسروں کو ہلاک کر دیا۔ یہ دہلی کی طرف بڑھے۔ راستہ میں مہم پڑتا تھا۔ تحصیلدار مہم لچھمن سنگھ روپوش ہو گیا۔ ہانسی اور حصار کی فوج تحصیل مہم کا ریکارڈ تلف کرتی ہوئی دہلی کی طرف چلی گئی۔

پندرہ سو انگھڑوں پر مشتمل ایک لشکر دہلی سے سرسہ کی طرف جاتے ہوئے مہم میں ٹھہرا۔ اس لشکر نے بابر بقال ولد تیر چند کو گرفتار کر لیا جو جنگ آزادی کی مساعی میں رکاوٹ ڈال رہا تھا۔ تحصیلدار لچھمن سنگھ کا باپ بزرگ شہر حضرت شاہ محمد اسمٰعیل (باب ۵) کی خدمت میں حاضر ہوا اور پاؤں پکڑ کر التجا کی کہ میرے بال بچوں کو اپنے ہاں پناہ دے دیں ایسا نہ ہو کہ "باغی" انہیں بھی گرفتار کر لیں۔ اس کے ساتھ بابر بقال کے لواحقین بھی تھے۔ اپنے ہم وطنوں کی ہمدردی میں آپ اپنے تین فرزندان ابوالحسن

Marfat.com

مولوی سیف الرحمٰن، مولوی محمد یعقوب اور مولوی محمد یحییٰ کو ساتھ لے کر سفارش کے لئے سرلشکر کے پاس گئے اور بابر بقال کو چھڑا لائے۔ اس موقع پر مولوی محمد یعقوب (۵۹ اب) اور مولوی محمد یحییٰ نے اپنی خدمات سرلشکر کو پیش کر دیں۔ اور رسالدار بنا دیئے گئے۔ اس سے قبل مولوی محمد یعقوب ایک مرتبہ مجاہدین کے اس دستہ میں شریک تھے جس نے بہادر گڑھ کے مقام پر انگریزی فوج کا مقابلہ کیا تھا۔

سرلشکر کوئی شہزادہ تھا یا شہزادہ مشہور ہو گیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ وہ شہزادہ فیروز تھا ایک اور روایت ہے کہ وہ ابوالحسن پسر فضل حسین وکیل عدالت صدر الصدور تھا۔ یہ سرلشکر گڑبڑ میں اپنے گھر کے آدمی حصار میں ایک بزرگ مولوی رکن الدین کے مکان پر چھوڑ آیا تھا۔ اس کے نائب اور صلاح کار اپنے خاندان کے ایک بزرگ فضل الرحمٰن (۴م اب) تھے۔

یہ لشکر کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور ہانسی ٹھہر کر حصار کی طرف چلا۔ حصار سے چھ میل کے فاصلہ پر موضع منگالی میں اس کا مقابلہ انگریزی فوج سے ہوا (غالباً سکنرز ہارس جو بعد میں فرسٹ بنگال لانسرز کہلائی) مجاہدین تتر بتر ہو گئے۔ سرلشکر چھپ چھپا کر حجاز پہنچ گیا۔ اس کے نائب فضل الرحمٰن (۴م اب) بھی ملکہ وکٹوریہ کے اعلان تک روپوش رہے۔ یہ (قاضی) امین الرحمٰن کے جدِ بزرگوار تھے۔

راستہ میں جب یہ لشکر مہم سے کوئی پندرہ میل ہانسی کی طرف موضع جمال پور پہنچا تو مولوی محمد اسحاق کا ایک رقعہ ملا کہ دو گاؤں کے آدمی اور بہت سا غلہ حسبِ طلب بھیجا جا سکتا ہے۔ یہ رقعہ موضع موٹھ سے لکھا گیا تھا۔ جہاں مولوی محمد اسحاق شہیدؒ مجاہدین کی تنظیم کر رہے تھے۔ موضع منگالی میں جب دہلی سے آنے والے مجاہدین کا لشکر منتشر ہوا تو یہ رقعہ انگریزی فوج کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ سواروں کا ایک دستہ موضع موٹھ بھیجا گیا۔ اور مولوی محمد اسحاق کو وہاں سے ہانسی لے جا کر پھانسی دی گئی۔ اس وقت آپ کی عمر ستائیس سال تھی۔ مولوی محمد اسحاق، پیر محمد غازی (۱۳۱) کے جدِ بزرگوار تھے۔

یہی انگریزی فوج بھوانی ہوتی ہوئی مہم کی طرف چلی اور مہم سے تین میل کے فاصلہ پر موضع بیسر میں خیمہ زن ہوئی۔ یہاں مہم کے تحصیلدار لچھمن سنگھ، بابر بقال اور چند نمبرداروں نے اس کا استقبال کیا۔ جنگ آزادی ناکام ہو چکی تھی اور اب مخبروں اور خوشامدیوں کی بن آئی تھی انہوں نے آفیسر کمانڈنگ کے کان بھرے کہ مہم میں صدیقی خاندان شر و فساد کا بانی ہے اور فلاں فلاں آدمی بغاوت کرتے رہے ہیں اور شاہ محمد اسمٰعیلؒ ان کے سرغنہ ہیں۔ آفیسر کمانڈنگ نے عبدو خاں اور شہاب نمبرداروں کو شاہ محمد اسمٰعیل کو لانے کے لئے بھیجا۔ آپ اپنے فرزند مولوی سیف الرحمٰن کے ساتھ نقد میں

Marfat.com

بیٹھ کر سیسر گئے جہاں دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ شاہ محمد اسمٰعیل کو حصار بھیج دیا گیا جہاں آپ نے قید خانہ میں وفات پاکر درجہ شہادت پایا۔ ابو الحسن مولوی سیف الرحمٰن (۵۰ اب) کو رہتک لے جاکر پھانسی دی گئی۔

سیسر بیٹھے ہوئے ہی انگریزی فوج کے آفیسر کانڈ تنگ نے تیس سواروں کا ایک دستہ ہمارے محلہ کے محاصرہ کے لئے بھیج دیا تھا۔ بعد میں تمام فوج وہاں پہنچ گئی مگر اتنے میں خاندان کے اکثر افراد روپوش ہو چکے تھے۔ صرف چند افراد خواتین کی دیکھ بھال کے لئے رہ گئے تھے۔ خاندان کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس قدر توہین ہوئی ہو۔ فوج محلہ میں داخل ہو گئی اور عبد الحق بن عبد اللہ بن قاضی محمدی (۷ ب) امیر اللہ (۲۵ ب)، عماد الحق (۴۰ ب) اور ان کے چھوٹے بھائی امداد الحق اور مولوی محمد یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور بہت سے بزرگ بھی اس کی فہرست پر تھے مگر وہ روپوش ہو چکے تھے۔

اگلے روز تحصیلدار لچھمن سنگھ اور بابر بقال کی معیت میں فوج ہر گھر کے دروازہ پر گئی۔ جو افراد کمپنی کی ملازمت میں تھے یا جن پر بابر بقال نے کوئی الزام نہیں لگایا تھا، انہیں چھوڑتے ہوئے باقی حضرات کے مکانوں کی تلاشی شروع ہوئی۔ خواتین کو شیخ فقیر اللہ (۳۴ ب) کے مکان میں بھیج دیا گیا۔ یہ وہ مکان تھا جس کی گلی کا دروازہ محلہ کی بڑی مسجد کے پاس سڑک پر کھلتا تھا۔ اس مکان کا دروازہ اس مکان کے دروازے کے بالکل سامنے تھا جو بعد میں خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی (دباب ۵) نے بنوایا تھا۔ پھر ان مکانوں میں فوج داخل ہو گئی۔ مکان کی ہر ہر چیز حتیٰ کہ توا، چمٹا تک ایک جگہ کر لئے گئے۔ کئی مکانوں کے فرش کو کھود کر مدفون زر و دولت اور اسلحہ تلاش کیا۔ پھر قصبہ کے بنئے اور متمول جاٹ بلاکر تمام اسباب اور بعض مکانوں کو نیلام کر دیا گیا۔ نوادرات اور زیادہ قیمتی سامان فوجی افسروں کے حصہ میں آیا۔

گرفتار شدگان کو رہتک لے جایا گیا۔ امیر اللہ اور عماد الحق اور عبد الحق کو پھانسی دی گئی شیخ امداد الحق کو عبور دریائے شور کی سزا ملی اور مولوی محمد یحییٰ ملکہ وکٹوریہ کے اعلانِ معافی تک رہتک جیل میں قید رہے۔ کم و بیش ایک سال تک محلہ کی گلیوں میں ہُو کا عالم رہا اور گھروں کے اندر آہوں اور سسکیوں کا دور دورہ۔ خاندان کے معزز حضرات ادھر ادھر روپوش پھرتے رہے۔ چنانچہ مولوی محمد یعقوب (۵۹ اب) ٹونک چلے گئے۔ فضل الرحمٰن (۴۸ اب) اور عبد الغفور (۲ ب) محمدی چلے گئے۔ باقی کئی حضرات جنگلوں میں چھپتے پھرتے تھے۔ یہ تعلیم یافتہ اور ذی عزت حضرات کبھی کبھار چھپ چھپا کر رات کے وقت گھر آجاتے اور گھر کے تہ خانے میں بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

Marfat.com

یکم ستمبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا اعلان کیا اور کمپنی کے مقبوضات براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت آ گئے۔ روپوش حضرات ظاہر ہونے لگے۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے جن کے متعلق بعد میں کسی کو علم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے۔ خاندان میں مشہور یہی رہا کہ شاید انہیں بھی کہیں پھانسی دے دی گئی۔ ان مفقود الخبر حضرات میں سے ہمارے پاس صرف چار کا ریکارڈ ہے:

(۱) شیخ غلام ارتضیٰ بن مفتی غلام اتقیا از ابنائے مفتی محمد جعفر (۲) شیخ مخدوم بخش بن شیخ احمد حسن از ابنائے مفتی محمد جعفر (۳) شیخ عبداللہ بن عظیم اللہ (۵۰ ب) اور (۴) شیخ قطب الدین بن کریم الدین سلسلہ محتسبان میں سے تھے۔

متذکرہ بالا حضرات کے علاوہ ایک اور بزرگ تھے ضیاء الحق شہیدؒ بن ثناء الحق بن قاضی نور الحق (۴۱ ب) نجف گڑھ میں شہید کئے گئے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ جاری نہیں۔ بریلی میں بو علی بخش بن علی بخش (۱۸۲ ب) خان بہادر خاں کی فوج کی طرف سے انگریزوں سے لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے مگر گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

شہداء جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

تمہیں سے اے مجاہدو جہان کو ثبات ہے

۱۔	رسالدار جلال الدین شہیدؒ	:	مدفن رہتک، شہادت رہتک	۷/اگست ۱۸۵۷ء
۲۔	عبدالحق شہیدؒ	:	" ہم، " "	۲۶/ستمبر ۱۸۵۷ء
۳۔	مولوی محمد اسحاق شہیدؒ	:	" ہانسی، " ہانسی	۸/اکتوبر ۱۸۵۷ء
۴۔	عماد الحق شہیدؒ	:	" ہم، " رہتک	۱۵/اکتوبر ۱۸۵۷ء
۵۔	امیر اللہ شہیدؒ	:	" "، " "	۱۶/اکتوبر ۱۸۵۷ء
۶۔	مولوی سیف الرحمٰن شہیدؒ	:	" رہتک، " "	۲۵/نومبر ۱۸۵۷ء
۷۔	عزیز الدین شہیدؒ	:		۲۸/دسمبر ۱۸۵۷ء
۸۔	داروغہ نجیب الدین شہیدؒ	:		۵/جنوری ۱۸۵۸ء
۹۔	ضیاء الحق شہیدؒ	:	مدفن نجف گڑھ، شہادت نجف گڑھ	۴/جنوری ۱۸۵۸ء
۱۰۔	وجیہ الدین شہیدؒ	:	" جھجر	۴/جنوری ۱۸۵۸ء
۱۱۔	شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ	:	مدفن حصار، شہادت حصار	۱۲/فروری ۱۸۵۸ء

Marfat.com

آزادیٔ پاکستان کے لئے خاندان کی مساعی

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں خاندان پر جو مظالم ہوئے وہ ایسے نہیں تھے کہ ایک دو نسلوں میں بھلا دیئے جاتے۔ ان مظالم کے اثرات بڑے دور رس تھے۔ لہٰذا ان کی یاد کی تلخی بھی دیر تک قائم رہی شہدائے جنگِ آزادی کی جائدادوں کی ضبطی سے ان کے پس ماندگان کی مالی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ بیسویں صدی عیسوی میں آزادی اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے ہندوستان میں جو بھی تحریکیں چلیں خاندان نے اس میں پورا پورا حصّہ لیا۔ خاندان کے کسی فرد نے کانگریسی ذہنیت کا مظاہرہ نہیں کیا البتہ ایک مختصر سی شاخ جو محمدی میں مقیم تھی اس کا ایک حصّہ جمعیت العلماء ہند کے زیر اثر رہا اور باقی سیاسیات سے لاتعلق رہے۔

تحریکِ خلافت

رہتک اور جھم میں اس تحریک کے روح رواں افراد خاندان تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کی یہ پہلی سیاسی تحریک تھی۔ جس میں خاندان نے اجتماعی حیثیت سے حصّہ لیا۔ وہ عجیب منظر تھا جب جھم میں ایک اونچے سے بانس پہ پیرزادہ عبدالسلام (۳۲) کا ہیٹ ٹانگا گیا اور اس بانس کے چاروں طرف زمین پر انگریزی ساخت کے تمام ریشمی کپڑے جمع کئے گئے۔ عورت کو کپڑا کس قدر عزیز ہوتا ہے مگر ہماری خواتین نے سب قیمتی کپڑے بھیجدیئے اور پھر ان تمام کو بڑے اہتمام کے ساتھ نذرِ آتش کر دیا گیا۔ جھم میں پیر صدیق احمد (۱۰۹) پیرزادہ مفتاح الدین (۱۵۳) الحاج ظہور اللہ شہید (۴۲ ب) اور پیرزادہ عبدالسلام (۱۳۲) اس تحریک کے سربراہ تھے جن میں سے اول الذکر دو حضرات نے قید و بند کی صعوبت بھی برداشت کی۔ رہتک میں بھی خلافت تحریک کے بارے میں بڑا جوش و خروش تھا۔ حکیم مولانا ابرارالحق (۱۳۱) راولپنڈی میں مطلب کرتے تھے۔ وہاں سے رہتک گئے اور ایک نہایت ہی پرجوش تقریر کی اور گرفتار ہو کر چھ ماہ تک اسیرِ فرنگ رہے۔ حافظ محمد صدیق (۱۰۸) ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول رہتک میں پڑھتے تھے۔ محض اس لئے تعلیم ترک کی کہ علماء نے فتویٰ دے دیا تھا کہ انگریزی مدارس میں پڑھنا حرام ہے۔

رہتک اور جھم کے باہر خاندان کے جو افراد تھے ان میں سے بھی بعض نے خلافت تحریک میں حصّہ لیا۔ دو اور حضرات جنہوں نے تعلیم ترک کی پیرزادہ نذیر احمد (۱۷۶) اور ریحان الدین مصطفےٰ (۱۰۵) تھے۔ اول الذکر اسلامیہ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ اور ثانی الذکر غالباً دیوبند میں پڑھتے تھے۔

Marfat.com

ریحان الدین مصطفےٰ نے اس تحریک میں بھرپور حصّہ لیا۔ یہاں تک کہ ترکِ وطن کرکے ایک قافلہ کو کابل لے گئے اور وہاں سے آذربائیجان، ترکی اور روس میں سرگرداں پھرتے رہے۔ الحاج الماس بیانی (۷۵) کے والد خلافت تحریک سے منسلک رہے اور ان کے چچا مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی (۷۶) نے تقریر و تحریر سے یوپی اور کاٹھیاواڑ میں اس تحریک کے حق میں ایک جوش پیدا کر دیا جس کی پاداش میں آپ کو چھ ماہ باندہ جیل میں قیدِ مشقت کاٹنی پڑی۔

خاکسار تحریک قرارداد پاکستان کی منظوری سے پہلے خاکسار تحریک مسلمانوں میں خاصی مقبول تھی مگر ہمارے خاندان نے اس تحریک میں اجتماعی حیثیت سے حصّہ نہیں لیا۔ ہمیں صرف چار افراد کا علم ہے جنھوں نے اس تحریک میں حصّہ لیا۔ مہم میں پیرزادہ سردار احمد (۱۷۱) غالباً تحریک کے سالار تھے۔ رہتک میں محمد ظفر اللہ (۴۶ ل) کو چیپ راست کرتے اور گوفتار ہوتے ہوئے دیکھا۔ محمدی ضلع لکھیم پور میں اس تحریک کے سالارِ اعلیٰ محمد محمود الحق (۳۳) تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ سجّاد احمد (۱۸۲) نے حصّہ لیا۔ یہ اس مظاہرے میں شریک تھے جو خاکساروں نے لاہور میں کیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو پولیس نے خاکسار مظاہرین پر بیدردی سے گولی چلائی اور بہت سے خاکسار شہید ہوئے۔ سجاد احمد گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔

مسلم لیگ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ اس سے قبل مسلم لیگ تحریک میں جن حضرات نے حصّہ لیا ان میں دو نام ممتاز ہیں۔ ایک نام حکیم شمس الاسلام (۴۷) کا ہے جو ۳۵-۱۹۳۴ء میں رہتک مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے دوسرا نام پیرزادہ مولوی محمد حسین (رباب ۶) کا ہے جو دہلی مسلم لیگ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک سالانہ اجلاس کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔

۱۹۳۷ء میں صوبائی مسلم لیگ کی شاخیں بنانے کی مہم شروع ہوئی تو رہتک اور مہم میں بھی شاخیں قائم ہوئیں۔ مہم میں مسلم لیگ صرف اپنے خاندان کی مساعی سے قائم ہوئی۔ الحاج ظہور اللہ شہید (۳۴ ل)، پیرزادہ صدیق احمد (۱۲۹)، پیرزادہ مفتاح الدین (۱۵۳) پیش پیش تھے۔ ان میں سے اول الذکر مسلم لیگ مہم کے صدر بھی رہے۔ نوجوانوں میں الطاف الرحمٰن (۴م ل) بڑے فعال کارکن رہے ہیں۔

رہتک اور مہم سے باہر اس نصب العین کے حصول کے لئے مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی مرحوم (۷۶) نے بڑا ہی قابلِ قدر کام کیا۔ افسوس کہ اس تشنۂ حوالہ کے کام کی رپورٹ جن اخبارات میں

شائع ہوتی رہی وہ اس وقت ہمارے پاس نہیں۔ قوم کا یہ نڈر سپاہی ہندوستان کے طول و عرض میں اپنی تحریر و تقریر سے تحریکِ آزادی کی آبیاری کرتا رہا۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور پھر پاکستان آکر اپنی وفات تک مسلم لیگ کے لئے کام کرتے رہے۔

راقم الحروف ۱۹۳۷ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی شاخ امرتسر کا رکن بن گیا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں آزاد مسلم علاقوں (پاکستان) کی تحریک منظور ہوئی۔ راقم الحروف کو اس تاریخی اجلاس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسلمانانِ برِ صغیر نے پاکستان کو اپنا سیاسی نصب العین بنا لیا۔ بدقسمتی سے اس قراردادِ پاکستان کی تائید میں ایک سال تک پنجاب میں ایک بھی پبلک جلسہ منعقد نہ ہوا۔ ہندو اخبار طعنہ دیتے تھے کہ پاکستان کے لئے صرف ان صوبوں کے مسلمان شور و غوغا کر رہے ہیں جن میں وہ اقلیت میں ہیں ورنہ جن صوبوں کو پاکستان کہا جاتا ہے وہاں کے مسلمان اس قرارداد کے حق میں نہیں۔ انہوں نے کسی پبلک جلسہ میں اس کی تائید نہیں کی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۰ء کو چودھری نصر اللہ خان مرحوم بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی، چودھری محمد صادق ایم۔اے اور راقم الحروف سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کے ہوسٹل کی ڈارمیٹری نمبر ایک میں بیٹھے اس طعنہ پر کڑھ رہے تھے اور اس فیصلہ پر پہنچے کہ شہر بشہر پاکستان کے حق میں جلسے کئے جائیں اور آغاز لاہور سے ہو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی تفصیل انگریزی اور اردو کے کئی اخباروں میں شائع ہوتی رہی۔ یہاں ہم اپنے مضمون "قائداعظم کا زریں مشورہ" مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت ۱۱ ستمبر ۱۹۶۲ء سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

"یکم اور دو مارچ ۱۹۴۱ء کو لاہور میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیرِ اہتمام پاکستان کانفرنس ہوئی جس کی صدارت قائداعظم نے فرمائی۔ مغربی پاکستان میں قراردادِ پاکستان کی تائید میں یہ پہلا جلسہ تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ قائداعظم کے اس ارشاد سے ہوتا ہے جو آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہیں احساس نہیں کہ تم نے کیا کر لیا ہے۔ تم نے تاریخ بنا ڈالی۔"

YOU DO NOT SEEM TO REALIZE WHAT YOU HAVE DONE. YOU HAVE CREATED HISTORY."

اس کانفرنس میں قائداعظم کے ایما پر دیہات میں تحریکِ پاکستان کا کام کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا نام پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی تھا۔ ظفر اللہ خاں ملک، مولانا عبدالستار خاں نیازی

Marfat.com

چودھری نصراللہ خاں مرحوم، چودھری محمد صادق اور راقم الحروف اس کے ارکان مقرر ہوئے۔ بعد میں ڈاکٹر محمد الیاس قریشی، ظہور عالم شہید، خواجہ اشرف احمد اور ظہور الحسن ڈار صاحبان بھی اس کمیٹی میں شامل ہوئے۔ اس کمیٹی کے تمام ارکان پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی عاملہ کے ارکان بھی تھے۔

میں نے ۹ سے ۱۳ جون سنہ ۱۹۴۱ء تک ایک ہفتہ کے لئے رہتک کے دورے کا پروگرام بنایا اس ضلع کے غیور مسلمان اپنی ملّی انفرادیت کی بقا کے لئے خاصے مستعد نظر آئے۔ ۱۱ جون کو وہاں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی شاخ قائم کی گئی۔ رہتک میں مسلم لیگ کا ڈھانچہ موجود تھا مگر خود عہدیدار بھی جماعت کے باقاعدہ رکن نہ تھے نہ ہی اس کا الحاق صوبائی مسلم لیگ سے تھا۔ میں نے شہر میں قلعہ رہتک اور ایک دوسری جگہ پر جلسے منعقد کرائے جن میں خود ہی تقریر کی۔ مسلم لیگ کی رکنیت کے فارم چھپوائے اور گھر گھر اور دکان دکان پھر کر چار دن میں دو ہزار سے زیادہ رکن بنائے جن میں خواتین کی بھی خاصی تعداد تھی۔ ان دنوں راؤ خورشید علی خاں نے حصار سے آکر رہتک میں وکالت شروع کی تھی۔ ان کا تعلق ضلع رہتک کے قصبہ کلانور کی راجپوت برادری سے تھا۔ اس وقت ان کی شہرت بطور نیشنلسٹ تھی۔ پہلی ملاقات میں ان کے خلوص، مستقل مزاجی اور جوشِ عمل سے میں بہت متاثر ہوا۔ مگر ساتھ ہی انہیں بھی قدرے متاثر کر آیا۔ دوسری ملاقات میں مودودی صاحب کے رسائل۔ مسئلہ قومیت، اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، انہیں مطالعہ کے لئے دے آیا۔ تیسری ملاقات میں راؤ صاحب ہموار تھے۔ راؤ صاحب کو مسلم لیگ میں لانا ایک بڑی بات تھی۔ کیونکہ اس خلوص مجسم اور ایثار پیشہ مجاہد نے بعد میں تحریک پاکستان کے لئے جو کچھ کیا اس کی بہت ہی کم مثالیں مل سکتی ہیں۔ ۱۳ جون کو ارکان کا ایک اجتماع کیا جس میں راؤ خورشید علی خاں شہری مسلم لیگ کے صدر اور پیر بشیر الدین صدیقی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ رہتک سے فارغ ہونے کے بعد میں راولپنڈی چلا گیا۔

لاہور میں کمیٹی کا جلسہ ہوا جس میں بعض اخبارات کی روش پر غور کیا گیا۔ وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں مرحوم وغیرہ نے وائسرائے کی نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت قبول کر کے مسلم لیگ کا وقار معرضِ خطر میں ڈال دیا تھا۔ لاہور کے دو اخبارات نے سر سکندر کی حمایت میں اور قائد اعظم کے خلاف شدومد کے ساتھ پراپیگنڈا شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ مسٹر جناح محض ایک سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں اور سر سکندر پنجاب کے منتخب وزیر اعظم ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ نمائندہ ہے۔

کمیٹی نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کے بہت سے

Marfat.com

پرچے خریدے گئے اور ۳۰ر جولائی ۱۹۴۱ء کو دو بجے سے شام کے ساڑھے سات بجے تک لاہور کے ہر قابلِ ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذرِ آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے لوازم کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر تانگے والے کھڑے کر لئے جاتے۔ "پاکستان زندہ باد" اور "قائد اعظم زندہ باد" کے نعروں کے بعد محمد الیاس قریشی ترنم کے ساتھ ترانہ ملی پڑھتے اتنے میں دو چار سو راہگیر اور دوکاندار جمع ہو جاتے۔ پھر مولانا عبد الستار خاں نیازی اپنی بھاری بھرکم آواز میں ایک مختصر تقریر کرتے جس کے ختم ہونے پر اخبار جلائے جاتے۔ اخبار جلانے کے بعد شام کے جلسہ کا اعلان کیا جاتا۔ رات کو دہلی دروازے کے باہر جلسہ ہوا۔ لاوڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ ڈاکٹر محمد الیاس قریشی نے تلاوت کے بعد ترانۂ ملی سنایا اور چودھری نصر اللہ خاں مرحوم، چودھری محمد صادق ظفر اللہ خاں ملک، مولانا عبد الستار خاں نیازی اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ حاضرین کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہ تھی مگر مجلسِ احرار کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں یہ پہلا جلسہ تھا جسے منعقد کرنے کی جرأت اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اس مظاہرے سے دو اخبارات کی فروخت پر ناگوار اثر پڑا۔

"اخبارات اور طلبہ میں مفاہمت کرانے کے لئے مولانا غلام محی الدین قصوری نے ان دو اخبارات کے مالکان و مدیران اور پاکستان رُورل کمیٹی کے ارکان کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ ۲ر اگست ۱۹۴۱ء فریقین کے درمیان معاہدہ ہوا کہ جب تک آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کرے (۱) اخبارات قائدِ اعظم کی نمائندہ حیثیت کے بارے میں کچھ نہ لکھیں گے اور طلبہ سر سکندر کے خلاف کوئی مظاہرہ نہ کریں گے (۲) اخبارات کوشش کریں گے کہ کوئی صورت نکل آئے کہ سر سکندر کو مسلم لیگ سے نہ نکالا جائے تاکہ لیگ کمزور نہ ہو جائے (۳) طرفین کو مسلم لیگ پر کامل اعتماد ہے۔

"یہ معاہدہ زبانی تھا۔ اگلے روز ان دو اخبارات میں صرف اس قدر رپورٹ شائع ہوئی کہ طلبہ کے نمائندوں نے مان لیا ہے کہ وہ سر سکندر کے خلاف کوئی مظاہرہ نہیں کریں گے۔ اس کی تردید کمیٹی کی طرف سے میں نے تمام اخبارات کو بھیجی۔ جسے صرف اخبار احسان نے اپنی ۹ر اگست کی اشاعت میں جگہ دی۔ اس سے اگلے روز اخبار پرتاپ نے اس تردید پر بڑا چٹ پٹا تبصرہ کیا۔۔۔۔

"۲۰ر اگست ۱۹۴۱ء کو چودھری محمد صادق اور میں نے دو ہفتہ کے لئے موجودہ مشرقی پنجاب کے اضلاع کا دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایک دن لدھیانہ ٹھہر کر انبالہ پہنچے۔ وہاں خاصا سیاسی شعور پایا گیا۔ لوگوں میں کام کرنے کا جذبہ بھی تھا۔ مگر بڑوں کے اختلافات سے مسلم لیگ کی گاڑی رکی ہوئی

Marfat.com

تھی۔ ۲۴ اگست کو سید محمد حنیف ایڈووکیٹ کی بیٹھک میں معززین کا اجتماع ہوا۔ عجب رکھ رکھاؤ تھا ذاتی اور سیاسی اختلافات کے باوجود اس جگہ وہ تمام اصحاب جمع ہو گئے تھے جنہیں شہر میں وقار حاصل تھا۔ بزرگ شہر میر غلام بھیک نیرنگ اور شیخ ظہیر الدین ایڈووکیٹ صدر آل انڈیا مومن کانفرنس بھی رونق افزائے محفل تھے۔ ملک گیر شہرت کے ان محترم بزرگوں کی موجودگی میں ایک مرعوب کن اجتماع کو ہم نے طالب علمانہ جسارت کے ساتھ خطاب کیا۔ کچھ ایسی نیک گھڑی تھی کہ فوراً ہی وہاں مسلم لیگ قائم ہو گئی اور بیٹھے بیٹھے انتخاب بھی ہو گیا۔ حضرت نیرنگ کے دستِ راست سید محمد حنیف صدر اشتیاق احمد قریشی سیکرٹری اور شیخ عبداللطیف خازن منتخب ہوئے۔ نوجوانوں سے متاثر ہو کر کم از کم اس وقت تو شیخ ظہیر الدین نے بھی مجلسِ عاملہ کا رکن بننا قبول کر لیا۔

"انبالہ سے یہ وفد لدھیانہ آیا۔ یہاں مسلم لیگی رہنماؤں: غازی محمود دھرم پال، آغا غضنفر علی، ڈاکٹر محمد اعظم اور طفیل محمد صاحبان نے ہمارے لئے ایک پبلک جلسہ کا اعلان کر رکھا تھا مخالف پاکستان جماعت مجلس احرار کے رہنما بھلا یہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں پہلا جلسہ ہو جاتے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی میدان اور اسی وقت کے لئے اپنے جلسے کی منادی کرا دی۔ اس سے صورتِ حالات بڑی نازک ہو گئی۔ ۲۶ اگست کی رات کو ایک ہی میدان میں دو جلسے ہوئے۔ دوسرے جلسے کے سامعین مسلم لیگ کے سٹیج سے پندرہ گز پیچھے تک پھیلے ہوئے تھے۔ پہلے چودھری محمد صادق نے تقریر کی۔ تقریر اپنا اثر دکھا رہی تھی کہ معلوم ہوا کہ ایک گوشے میں مجلس احرار کے بعض ہمدرد بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر بآوازِ بلند کہا کہ سر سکندر کو تو مسلم لیگ میں رہنے دیا ہے مگر ایران پر قبضہ کے لئے جو پنجابی فوج بھیجی گئی ہے۔ اس کا کیا جواز ہے؟ بات یہ تھی کہ اس روز سر سکندر اور سر سعد اللہ خاں مسلم لیگ کا فیصلہ قبول کرتے ہوئے نیشنل ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہوئے تھے اور اسی روز برطانیہ نے ایران میں ہندوستانی فوج اتار دی تھی۔ اس سے مسلمان بڑے مشتعل تھے۔ صادق صاحب نے جواب دیا "صبر کیجئے، اگلے مقرر کا یہی موضوع ہے"۔ حالانکہ اگلے مقرر کو قطعی اندازہ نہیں تھا کہ ایسی صورتِ حال بھی پیش آ سکتی ہے۔ راقم تقریر کے لئے کھڑا ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ بغیر کسی ناخوشگوار واقعہ رونما ہوئے سامعین آخر تک بیٹھے رہے۔ لدھیانہ سے یہ وفد جگراؤں، ملار، جالندھر اور ہوشیارپور ہوتا ہوا کیم ستمبر کو لاہور پہنچ گیا۔

"پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی کے انجام اور پنجاب اسمبلی کی خالی نشست کے بارے میں

قائدِ اعظم کو باخبر رکھا جا رہا تھا۔ ایک خط میں قائدِ اعظم نے بالمشافہ گفتگو کا اظہار فرمایا تو ظفر اللہ خاں ملک، چودھری نصر اللہ مرحوم اور میں ایک وفد بنا کر بمبئی پہنچے۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۱ء کی شام کو قائدِ اعظم سے ساڑھے تین گھنٹے باتیں ہوتی رہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ پرسوں میرے ساتھ چائے پیئو بلکہ تمہیں میرے ہی پاس ٹھہرنا چاہیئے تھا۔ ۱۰ ستمبر کو ۵ بجے سے ۱/۲ ۷ بجے تک ملاقات میں مادرِ پاکستان محترمہ فاطمہ جناح بھی موجود تھیں۔ ...."

حصولِ پاکستان کے لئے سات سال تک شب و روز کی کشمکش کی داستان طویل ہے اخباری رپورٹوں اور شائع شدہ مضامین کو یکجا کیا جائے تو ایک کتاب بن جائے۔ ہم اپنے مضمون "راولپنڈی میں تحریکِ پاکستان کا پہلا جلسہ" شائع شدہ اخبار نوائے وقت ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

"لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی۔ اس کی تائید کرنے کے لئے راولپنڈی میں دو سال تک ایک بھی جلسہ نہ ہوا۔ یہ سعادت راولپنڈی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے حصہ میں آئی۔ کہ اس نے ۷ اور ۸ مارچ ۱۹۴۲ء کو راولپنڈی میں پاکستان کے حق میں پہلی کانفرنس منعقد کی .... ان دنوں راولپنڈی شہری مسلم لیگ کے صدر ایک خان بہادر اور سیکرٹری ایک خان صاحب تھے۔ یہ دونوں بزرگ اگرچہ بڑے نیک تھے مگر میں انہیں کسی طرح بھی تعاون پر آمادہ نہ کر سکا۔ بالآخر انجمن خدام الاسلام کے شیخ برکت حسین صاحب سے درخواست کی۔ انہوں نے لال کُرتی میں ایک جلسہ کا انتظام کرایا۔ کئی روز تک جلسہ کا اعلان ہوتا رہا۔ ۲۵ جولائی کو عیدگاہ کے سامنے کے میدان میں یہ جلسہ ہوا۔ مقررین میں ظفر اللہ خاں ملک (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)، مولانا عبدالستار خاں نیازی (ایم۔ اے) اور راقم الحروف تھے۔ پاکستان کی تائید میں راولپنڈی میں پبلک جلسہ کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی جو قطعی ناکام ہوئی۔ سامعین کی تعداد کل دس تھی۔

"اس ناکام جلسہ نے یہ راہِ عمل سجھائی کہ تحریک چلانے کے لئے ایسے نوجوان خون کی ضرورت ہے جو ابھی تک خطابوں اور ٹھیکوں کے جھمیلوں میں نہ پڑا ہو۔ ۱۹ نومبر ۱۹۴۱ء کو گورڈن کالج راولپنڈی کے ۹ م مارٹن ہال میں راقم کی صدارت میں راولپنڈی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی عاملہ کا اجلاس ہوا۔ غور و خوض کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ تحریکِ پاکستان کو مقبولِ عوام بنانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مقامی شہری مسلم لیگ کا موجودہ ڈھانچہ ہے۔ ۳ دسمبر ۱۹۴۱ء کو شہری مسلم لیگ کے صدر اور سیکرٹری سے استعفیٰ لے کر ایک تنظیمی کمیٹی بنائی گئی جس کا کنوینر مجھے مقرر کیا گیا۔ پانچ روز

Marfat.com

بعد اس کمیٹی کی منظوری صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری میاں رمضان علی صاحب نے بھیج دی۔
"اس طرف سے اطمینان کر کے ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو راولپنڈی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی عاملہ نے یہ فیصلہ کیا کہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا سالانہ اجلاس راولپنڈی میں منعقد کیا جائے۔۔۔۔۔ راولپنڈی میں اجلاس کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ۴ر جنوری کو ستائیس طلبا پر مشتمل مجلس استقبالیہ بنائی گئی۔ مجھے اس کا صدر چنا گیا۔۔۔۔"

اس کانفرنس کی صدارت چودھری خلیق الزمان نے کی۔ حاضرین کی تعداد اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے مطابق پچیس ہزار تھی جن میں متعدد ہندو بھی تھے۔ یہ کانفرنس اس علاقہ میں عوامی تحریک کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔ اس موقع پر ملک کے چوٹی کے راہنماؤں سے راقم الحروف کی خط و کتابت ہوئی یہ تمام خطوط تو گوہانہ میں رہ گئے البتہ قائداعظم کا ایک خط جمیل الدین احمد نے اپنی مرتبہ کتاب "سپیچز اینڈ رائٹنگز آف جناح" کے صفحہ ۳۹۱ پر ۱۹۵۲ء میں شائع کر دیا۔ یہ پیغام ادر

---

۵ مکتوب گرامی قائداعظم بنام راقم الحروف

آپ کا ۲۶ر فروری ۱۹۴۲ء کا تار موصول ہوا جس میں آپ نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے لئے سالانہ اجلاس کے لئے جو راولپنڈی میں ۷ اور ۸ مارچ کو منعقد ہو رہا ہے مجھ سے پیغام کی درخواست کی ہے۔

میری خواہش تھی میں ایک اور مرتبہ آپ کے ساتھ ہوتا اور آپ سب سے ملاقات کی مسرت حاصل کرتا مگر افسوس کہ میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ میرا دہلی میں رہنا قطعی ضروری ہے۔ تاہم میں آئندہ پنجاب میں آنے کا موقع تلاش کر رہا ہوں۔ پھر آپ سے مکرر ملوں گا۔ یقین جانئے میرا دل آپ کے ساتھ ہے اور میں مسلمانوں کی بہبودی کے لئے اور اس مقصد کے لئے جو ہم سب کو عزیز ہے حتی المقدور کوشاں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ جو کار خیر کر رہے ہیں اسے جاری رکھیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ چودھری خلیق الزمان کی صدارت میں اور دوسرے راہنماؤں کی موجودگی میں جو یقیناً وہاں آئیں گے، آپ کا سالانہ اجلاس بڑا ہی کامیاب رہے گا۔

ہم بڑی حد تک اپنی قوم کو سب سے ناپسندیدہ رجعت پسند عناصر سے پاک کر چکے ہیں۔ ہم نے کسی حد تک اس خاص طبقہ کے اثر کو زائل کر دیا ہے۔ جو مولانا اور مولوی کہلاتے تھے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ہماری جدوجہد میں ہماری خواتین ساتھ رہیں۔ جہاں جہاں میں گیا انہوں نے اجتماعات میں شرکت کی اور بہت سی چیزوں میں بڑی ہی دلچسپی ظاہر کی۔ سیاسیات میں ہم آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام پر عمل پیرا رہنا چاہیئے۔ پانچ سال کی مدت میں ہم ہندوستان کے مسلمانوں میں اتنی تنظیم پیدا کرنے میں کامیاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵)

اس کا اردو ترجمہ میرے خطبۂ استقبالیہ کے ساتھ پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا گیا تھا۔ اسی سال میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد، آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سالانہ اجلاس منعقدہ جالندھر اور اگلے سال آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں شرکت کی اور انہیں کامیاب بنانے کے لئے کچھ کام بھی کیا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۴۰۴) ہو چکے ہیں کہ اس کی مثال گذشتہ ڈیڑھ صدی میں نہیں ملتی۔ ان میں اس طرح بیداری پیدا کر دی گئی ہے کہ مخالفین انگشت بدندان ہو گئے اور ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ مسلمان جمود کو خیرباد کہہ رہا ہے اور شکست خوردگی اور یاس و ناامیدی کے عمیق غار سے نکل آیا ہے۔ ان کو اپنی قوت کا احساس ہو چلا ہے۔ انہیں خود اپنی طاقت اور صلاحیتوں کا اب تک علم نہیں۔ اگر وہ اپنی قسمت دوسروں کے ہاتھ میں نہ دیں اور متحد ہو جائیں تو کوئی طاقت ان کے عزائم کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔

سیاسی پروگرام کے علاوہ اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی پروگرام پر عمل کیا جائے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں مرتب کیا گیا تھا۔ معاشرتی اور اقتصادی بہبودی اور تعلیمی ترقی ہی قوم کی صحیح بنیاد ہے۔ لہٰذا میں صوبائی رہنماؤں اور صوبجاتی اور اضلاعی لیگوں کو سختی کے ساتھ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ ان امور پر فوری طور پر عمل پیرا ہوں جن سے ہماری قوم کی معاشی اور معاشرتی بہبود کو ٹھوس فائدہ ہو۔

مسلمانوں سے میں ایک بار اور یہ استدعا کروں گا: کسی پر تکیہ نہ کریں۔ اپنی ہی طاقت پر انحصار کریں مسلمانوں نے ابھی تک یہ حقیقت نہیں پہچانی کہ اگر وہ متحد ہو کر کام کریں تو ان میں کتنی طاقت ہے۔ ہمیں ابھی بہت سا ابتدائی کام کرنا ہے اور اس کے لئے تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ ہمیں دبانے میں ہمارے حریف اپنی پوری طاقت صرف کر دیں گے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہم پر ظلم و تعدی کریں اور ہمارا قتل عام ہو مگر مجھے یقین کامل ہے کہ ہم اس آزمائش کی بھٹی سے اور زیادہ پاکیزہ، بہتر اور مضبوط تر ہو کر نکلیں گے۔

آخر میں مسلم طلبا اور مسلمان نوجوانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں، اس امر کو پیش نظر رکھو کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کی باگ ڈور کل تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔ کیا تم نے یہ ذمہ داری اٹھانے کے لئے تربیت حاصل کر لی ہے۔ اور اپنے میں وہ خواص پیدا کر لئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو آج ہی اس کی ابتدا کریں۔ یہی مناسب ہے، خدا تعالیٰ تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔

مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

بنام منظور الحق صدر مجلس استقبالیہ

اجلاس ثانی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، راولپنڈی"

Marfat.com

قلم روکتے روکتے بھی بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ ضلع رہتک سے باہر افرادِ خاندان نے جو کام کیا اس کے ذکر کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں اور رہتک پہنچتے ہیں۔ رہتک میں جب ۱۹۴۱ء میں راقم الحروف نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کی تو انتخاب کا نتیجہ میری خواہش کے مطابق نکلا۔ پیر صدیق الدین (۴۶) کمسن سالی کے باوجود ضلع مسلم لیگ کی سیکرٹری شپ کے لئے آمادہ ہو گئے اور بشیر الدین (۱۹۱) شہری مسلم لیگ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ میری ذاتی مساعی سے ہزاروں افراد مسلم لیگ کے رکن بنے لیکن مجھے زیادہ خوشی حاجی خیر محمد صاحب کو مسلم لیگ کا رکن بنانے میں ہوئی۔ یہ جھجر کے پٹھان تھے۔ صاحبِ ثروت اور تعلیم یافتہ تھے۔ بائیس سال سے جھجر کانگریس کمیٹی کے صدر رہتے آئے تھے۔ اور ہمیشہ کھدر پوش رہتے تھے۔ اس سنجیدہ کوہ وقار کو کانگریس سے متنفر کرنے اور مسلم لیگ میں لانے میں مجھے ایک ہفتہ صرف کرنا پڑا۔ جس روز انہوں نے کانگریس سے استعفیٰ دیا جھجر کے تمام مسلمان اور ہندو ششدر رہ گئے۔

ضلع رہتک میں مسلم لیگ کی مقبولیت کا اندازہ پہلی مرتبہ ۱۹۴۵ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے موقع پر ہوا۔ افرادِ خاندان نے یہی نہیں کہ رہتک اور سمپلہ میں مسلم لیگ کے امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے کام کیا بلکہ تحصیل جھجر میں بھی اس کام کا انچارج اپنے ہی خاندان کا ایک فرد تھا۔

۱۹۴۷ء کے آغاز میں پنجاب کی خضر وزارت کے خلاف مسلم لیگ سول نافرمانی پر مجبور ہو گئی۔ مسلمانانِ رہتک نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور ہر طبقہ نے حصّہ لیا۔ ہمارے خاندان نے بھی اس بھٹی میں اپنے آپ کو جھونک دیا۔ تحریک کے بالکل آغاز میں ضلعی اور شہری مسلم لیگ کے تمام عہدیدار گرفتار کر لئے گئے اور اپنے خاندان کے ایک فرد تحریک کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ان کی رہنمائی میں اپنی کامیابی کے آخری دن تک رہتک ضلع میں تحریک بڑے زوروں پہ چلتی رہی۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ جلسے نہ ہوئے ہوں اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی میں جلوس نہ نکلے ہوں۔ مظاہرین کا ضبط و نظم ہمیشہ قابلِ تعریف تھا۔ گرفتاریاں ہر روز ہوتی رہیں مگر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ جیل بھر گئی تھی اور ہر روز ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے اور پولیس انہیں گرفتار کرنے سے کتراتی اور صرف اہم کارکنوں کو گرفتار کرتی مگر پولیس کو آخر تک یہ علم نہ ہو سکا کہ تحریک کی سربراہی کون کر رہا ہے۔

خاندان سے جو افراد گرفتار ہوئے ان میں سے تو مجھے صرف صدر الدین (۱۶۱) کا نام یاد رہ گیا ہے۔ اس تحریک میں خاندان کے افراد نے جس طرح سر دھڑ کی بازی لگائی اس کی ایک مثال نوجوان محمد حسین عرف محمد میاں (۲۰۰) سے۔ پنجاب میں اخبار ڈان دہلی کا داخلہ ممنوع تھا۔ اس اٹھارہ سالہ

Marfat.com

نوجوان کی یہ ڈیوٹی تھی کہ یہ ہر روز دہلی جاکر ڈان کے پرچے لاتا اور پھر یہ پرچے جلسئہ عام میں فروخت کئے جاتے۔ عام طور پر اخبار ڈان کا ایک پرچہ دس روپے میں بیچا جاتا اور نیلامی بولی میں زیادہ قیمت اٹھتی۔ پولیس والے حیران تھے کہ تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود ڈان کس طرح رہتک پہنچ جاتا ہے۔ جس روز ضلع کی خفیہ پولیس کا تمام عملہ اس ٹوہ میں لگا ہوا تھا کہ یہ پرچے کون لاتا ہے۔ اس روز ڈان کا ایک پرچہ پچھتر روپے میں نیلام ہوا اور نیلامی بولی ایک اَن پڑھ قصاب کے نام چھوٹی۔ ڈان کے پرچوں کی فروخت تحریک کا فنڈ تھی۔

اس تحریک کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ پڑوسی ضلع حصار میں تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے رہتک سے کارکن بھیجے گئے اور نمایاں ترین پہلو یہ تھا کہ ہماری خواتین نے حیرت انگیز طریق سے ملی حمیت اور سیاسی سُوجھ بُوجھ کا ثبوت دیا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ ہماری خواتین نے ہمارے مردوں کی نسبت اس تحریک میں زیادہ کام کیا۔ اگر ان دنوں کے دہلی کے اخبارات ڈان، انجام اور جنگ کے پرچے میسر آجاتے تو ہمارے خاندان کی خواتین کی تحریک میں کارکردگی کی قابلِ فخر تاریخ مرتب ہوجاتی۔

محلہ قلعہ رہتک میں ہر روز خواتین کا اجتماع ہوتا۔ جلد جلد کھانے پکانے سے فارغ ہوکر خواتین آج ایک گھر میں تو کل دوسرے گھر میں جمع ہوجاتیں۔ ختم قرآن ہوتا۔ تقاریر ہوتیں، ملی نظمیں پڑھی جاتیں اور تحریک کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگی جاتیں۔ یہاں سے خواتین محلہ قلعہ سے باہر مسلم لیگ کے دفتر تک چل جاتیں جہاں جلوس بنایا جاتا۔ مسلم لیگ کا دفتر چھ کمروں اور وسیع برآمدہ پر مشتمل بھوانی موٹر سٹینڈ پر مسلم مارکیٹ کی بالائی منزل پر تھا۔ دفتر کے سامنے ایک وسیع چوک تھا جہاں پانچ سڑکیں آکر ملتی تھیں۔ اس چوک میں مظاہرین جمع ہوجاتے جن میں عورتیں بھی ہوتیں۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ دفتر مسلم لیگ کے ایک کمرے میں بیٹھ کر تحریک کے سربراہ تقریر کرتے اور صوبہ میں تحریک کو جو کامیابی ہورہی تھی اس پر تبصرہ کے بعد مظاہرین کو اس روز کا پروگرام بتاتے۔ جلوس کی ترتیب یہ ہوتی کہ سب سے آگے ٹرک سوار ہوتے، پھر گھوڑا سوار، پھر خواتین۔ خواتین تمام برقع پوش ہوتیں اور ان کے گرد اپنے خاندان کے افراد اور مسلم لیگ نیشنل گارڈ کا دوہرا گھیرا ہوتا اور خواتین کے بعد مرد ہوتے۔ مظاہرہ کے بعد خواتین کو نیشنل گارڈز کا دستہ ان کے محلہ تک چھوڑ کر آتا۔ ان مظاہروں میں اپنے خاندان کی خواتین کا ذکر اس لئے بھی اہم ہے کہ یہ وہی خواتین تھیں جو کسی تانگہ میں سوار ہوتیں تو اس کے چاروں طرف چادریں تان دی جاتی تھیں۔ ان میں وہ بھی خواتین تھیں جن کی آواز عام حالات میں اپنے ہی خاندان کے نامحرم اقربا بھی نہیں سن سکتے تھے مگر یہ پردہ میں بیٹھ کر اس موقع پر مردوں کے

Marfat.com

اجتماعات کو خطاب کیا کرتی تھی۔

یوں تو خاندان کی کم و بیش ہر خاتون نے تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا مگر چار نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ مسرت جہاں انجم صدیقی اہلیہ افضل علی (۱۲۲) ان خاتون میں بڑی ہی تنظیمی صلاحیتیں ہیں۔ عام طور پر یہی محلہ میں خواتین کے جلسوں کا انتظام کیا کرتی تھیں۔ ان جلسوں میں تقریر بھی کرتیں اور اپنی لکھی ہوئی نظمیں سنا کر خواتین کے جذبہ ملی کو ابھارتیں۔ انہوں نے اپنے والد مولوی رشید الدین (۱۲ب) سے اُردو اور فارسی کی تعلیم پائی۔ آزادی پاکستان کے بعد ہمارے خاندان سے یہ خاتون ہیں جو ملی تحریکوں میں سب سے زیادہ پیش پیش ہیں وہ، انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان اور "انجمن خواتین تبلیغ اسلام" کی پروپیگنڈہ سیکرٹری ہیں۔ ان دونوں انجمنوں کی جو رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان انجمنوں کے جلسوں میں تقاریر کرتی ہیں اپنا کلام سناتی ہیں اور ان کی مالی امداد بھی کرتی ہیں۔

۲۔ شاہجہاں بیگم اہلیہ دبیرالدین (۶۱) یہ خواتین کے جلسوں میں اپنی نظمیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کا کلام رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے۔

۳۔ ممتاز بیگم شہید اہلیہ صدرالدین (۶۱ل) یہ بھی خواتین کے جلسوں میں تقریریں کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے پردہ میں بیٹھ کر دو مواقع پر مردوں کو بھی خطاب کیا۔ ایک دفعہ دفتر مسلم لیگ رہتک میں بیٹھ کر اور دوسری مرتبہ چوک قصاباں میں ایک مجمع کثیر کو خطاب کیا۔

۴۔ سرور صدیقہ اہلیہ منظورالحق (۲۲) انہوں نے محلہ قلعہ میں خواتین کے جلسوں میں تقریریں کیں اور خواتین میں سے سب سے زیادہ مرتبہ مردوں کو خطاب کیا۔ یہ خاندان سے پہلی خاتون ہیں جنہوں نے کسی سیاسی جلسہ میں مردوں سے خطاب کیا۔ جتنی بار تقریر کی علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر مائیکروفون کے ذریعے۔ مسلمانان رہتک کے لئے یہ انوکھی سی بات تھی کہ کوئی مسلمان عورت جلسہ عام میں مردوں سے خطاب کرے۔ جب لوگوں نے پہلی دفعہ ان کی تقریر سنی تو سب کو احساس ہوا کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ ملت کو اتنا عظیم خطرہ درپیش ہے کہ ایک پیرزادی بھی میدانِ عمل میں اترنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اس روز مظاہرین میں غیر معمولی جوش و خروش تھا۔ اس خاتون نے دفتر مسلم لیگ سے ایک اور موقع پر بھی تقریر کی۔ ایک تقریر چوک قصاباں میں اور ایک سبزی منڈی میں کی۔

Marfat.com

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان آزاد ہوگیا۔ ہمارا خاندان حصولِ نصب العین کی خوشی میں سرشار تھا کہ ضلع میں ہر جگہ مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہوگیا۔ ریاست الور کے بہت سے مسلمان مہاجرین رہتک میں آگئے۔ میو عورتیں دلخراش واقعات ہماری خواتین کو آکر سناتیں۔ رہتک میں راشن بندی تھی مگر حالات ایسے پر خطر ہوگئے تھے کہ گھر سے باہر نکل کر راشن لینے جانا بھی جان جوکھوں کا کام تھا۔ اور اگر کوئی جان پر کھیل کر راشن لے آتا تو وہ ناکافی ہوتا۔ اس موقع پر ہماری خواتین نے حسِ انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا وہ سنہری حرفوں میں لکھا جانا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے کپڑوں اور اور گھر کے برتنوں کو فروخت کرنے کی بجائے میو مہاجرین میں تقسیم کردیا۔ اپنے ناکافی راشن میں سے میو عورتوں کا حصہ لگایا۔

مسلمانوں کے قتلِ عام کا زور کوئی دو مہینے رہا۔ اس تمام عرصہ میں رہتک مسلم لیگ کا در و بست راقم الحروف سے متعلق رہا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں پر جو مصائب ٹوٹے اور مسلم لیگ نے میری ہدایات پر جو کچھ کیا یہ ایک طویل داستان ہے جس کا بیان یہاں بے محل ہوگا۔ وسط اگست سے وسط نومبر کے تین ماہ جس کشمکش میں گزرے اور جس آزمائش کی بھٹی سے ہمارا خاندان بھی گزرا اس پر یہ نسل بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ جذبۂ ملی، ہمدردی اور بے غرضی کی وہ بہار ہم نے تو گزشتہ لطف صدی میں صرف ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ یہ بھی دیکھا کہ کس طرح ایک پڑھا لکھا اور پر امن خاندان جس کو جنگجوئی، جھگڑا، فساد اور عسکریت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا کس طرح اچانک اپنی مدافعت پر آمادہ ہوگیا۔ راتوں کو رضاکار مسلح ہوکر محلہ کی حفاظت کے لئے ناکوں کی حفاظت کرتے رہتے۔ ہم دشمن حکومت، دشمن فوج اور پولیس اور دشمن غیر مسلم عوام سے گھرے ہوئے تھے لیکن ہم نے اپنے کانوں سے غیر مسلموں کو کہتے سنا ہے کہ "قلعہ سے بھی خطرہ ہے"۔ حکومت نے لائسنسداروں کے ہتھیار ضبط کرکے کرفیو لگا دیا۔ جس روز ہتھیار ضبط ہوئے اس روز محلہ میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی مگر پھر بھی ہمارے پاس بھاری قیمت پر ہندوؤں سے خریدا ہوا اسلحہ اس قدر تھا اور دستی بم اتنی تعداد میں بنائے ہوئے تھے اور محلہ اتنی بلندی پر تھا کہ مجھے اطمینان تھا کہ اگر حملہ ہوا تو ہم ایک پوری رات ضرور مدافعت کر سکتے ہیں۔ مگر اہلِ محلہ میں سے اس صورتِ حال کا صرف چند حضرات کو علم تھا لہذا گھبراہٹ اور مایوسی پھیل گئی۔

میں نے یہ محسوس کیا کہ ان دنوں کسی مرد یا عورت کو موت کا خیال پریشان نہ کرتا تھا مگر جو چیز شب و روز ذہنوں پر مسلط تھی اور غور و فکر کی قوت کو مفلوج کئے ڈالتی تھی وہ عصمتِ خواتین تھی

Marfat.com

عورتوں کو تو اپنا خیال تھا ہی مگر مردوں کو بھی صرف خواتین کے مستقبل کا خطرہ پریشان کئے رکھتا تھا۔ یہ عورتیں آکر سناتیں کہ ماؤں کی گود سے بچوں کو لے کر ہوا میں اچھالا جاتا ہے نیچے بلوائی ہوتا ہے جس سے وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے یا کنبہ بھاگا جا رہا ہے۔ بلوائی تعاقب کر رہے ہیں بچے پیچھے رہ گئے۔ بلوائیوں نے انہیں جالیا۔ وہ اماں اماں کر رہے ہیں بس پھر ایسی ہی آوازیں ہمارے کنبے کی ماؤں کو آتی رہتیں۔ اور قتلِ اطفال کے وہی سنگ دلانہ مناظر آنکھوں کے سامنے پھرتے رہتے اور اپنے بچے کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آجاتا۔ یہ علم نہیں کہ حملہ کی صورت میں ہر عورت نے اپنا اپنا کیا پروگرام بنایا ہوا تھا مگر میری اہلیہ کہتی ہیں کہ کم از کم ان کا ایسے حالات پیدا ہونے پر خودکشی کا ارادہ نہیں تھا۔ خواتین نے بھی اپنے طور پر اپنی مدافعت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ خواتین کے پاس سب سے قابلِ اعتماد ہتھیار تو دعا کا تھا۔ ہر روز کئی کئی گھروں میں ختم قرآن ہوتا۔ کروڑوں مرتبہ " تبارک الذی " پڑھی گئی جو آفات کو ٹالنے کا ایک مجرب نسخہ تصور کی جاتی ہے۔ کوٹھوں پر پتھر بھی جمع کر لئے گئے اور ہماری خوش دامن تو فلٹ پمپ میں پانی بھر بھر کر مشق کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس کے ذریعے حملہ آوروں کی آنکھوں میں مرچوں کا پانی چھڑکا جائے گا۔ انہوں نے بہت سی پسی ہوئی مرچیں بھی جمع کی ہوئی تھیں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ نوبت نہ آئی اور رہتک پر حملہ کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اسی طرح ہمارے خاندان کی شاخ محمدی بھی محفوظ رہی۔ سلام ان دو مقدس ارواح پر جن کے جسم کے بلوائیوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ہمارے خاندان سے غیر مسلموں کے ہاتھوں ۱۹۴۷ء میں صرف دو حضرات نے جام شہادت نوش کیا۔ دونوں حافظِ قرآن تھے۔ ایک حافظ احمد شاہ شہیدؒ (۲۷ ب) جو پہاڑ گنج دہلی میں اپنے مکان میں شہید کر دیئے گئے اور دوسرے حافظ منتقیم الدین بن حافظ فہیم الدین بن نظیر الدین (۸۸ ب) جو شہادت کے وقت روپڑ کی ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ سات سو سال پہلے جب ہمارے جدِ امجد حضرت قاضی قوام الدینؒ جھنجھر سے جا کر رہتک میں آباد ہوئے تھے اس وقت بھی ہمیں دو قربانیاں دینی پڑی تھیں۔ ہمارے جدِ امجد موصوف کے دو بھتیجوں کو رہتک اور جھجر کے درمیان موضع مدینہ میں شہید کر دیا تھا۔ ع

شہید کا جو خون ہے وہ قوم کی زکوٰۃ ہے۔

انسان کتنا سخت جان ہے اور اس میں مصائب جھیلنے کی کس قدر قوت ہے۔ اس کا ذاتی تجربہ

۱؎ لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین

ہمیں دو لمان ہجرت ہُوا - ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرتے وقت ہم میں سے ہر ایک نے کیا کیا تکالیف برداشت نہیں کیں مگر اب ان مصائب کے خیال سے یک گونہ راحت ہوتی ہے اور ہم فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس نے یہ مصیبتیں برداشت کیں۔ راستہ میں صعوبتیں برداشت کرتے کرتے ہمارے دو بزرگوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے درجۂ شہادت پایا۔ یہ دونوں بزرگ قافلہ کے ساتھ ساتھ آ رہے تھے ایک الحاج ظہور اللہ شہید (۴۲ ب) تھے اور دوسرے پیرزادہ عفیف احمد شہید (۸ ۱۵ ب) اصطلاحاً یہ دونوں شہید کہلائیں گے۔

مجھے علم ہے کہ اور خانوادوں کی طرح ہمارے خاندان کو بھی ہجرت سے وقتی طور پر مالی نقصان ہُوا۔ میں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان آکر ہمارے خاندان کے افراد نے اس "جرأت رندانہ" سے کام نہیں لیا جس سے محلہ قلعہ رہتک میں پھیری لگانے والا قصائی یا سبزی منڈی میں مزدوری کرنیوالا ایک شخص پاکستان آکر لکھپتی بن گیا بلکہ میرے سامنے ایک دو نہیں کئی مثالیں ہیں کہ ہمارے خاندان کے افراد نے اپنی متروکہ غیر منقولہ جائداد کے بدلے پاکستان آکر کوئی جائداد یا نقدی نہ لی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے عزیزوں نے کلیم پُر کرتے وقت اگر کوئی غلطی کی ہے تو وہ یہ تھی کہ قیمت کا کم از کم اندراج کیا گیا۔ مگر آزادی کے مقابلہ پر مالی نقصان ہمیشہ ناقابلِ التفات ہوتا ہے۔ اس کی کبھی نہ کبھی تلافی ہو جاتی ہے۔ جہاں تک اقتصادی حالت کا تعلق ہے مجموعی حیثیت سے ہماری حالت غلامی کے دنوں سے اب بھی بہتر ہے اور آئندہ کے لئے تو میں بہت ہی پُرامید ہوں۔

ایک نقصان یہ ہُوا کہ ہمارا خاندان بکھر گیا۔ یہ آزادیٔ پاکستان کی وجہ سے نہیں، نہ ہی حکومت کے تغافل کی وجہ سے بلکہ ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا۔ جس کا جدھر سینگ سمایا جا بسا۔ ہم میں سے اکثر ملازمت پیشہ تھے جہاں تقرری ہوئی بامرِ مجبوری وہاں چلے گئے اور وہیں بس رہے اور اگر دو چار سال میں تبادلہ ہو گیا تو بے گھر ہو گئے۔

مگر ناقابلِ تلافی نقصان یہ ہُوا کہ ہماری گذشتہ سات صدیوں کی عظمت خاک میں مل گئی۔ ہمارے اجداد نے علاقہ ہریانہ کو تہذیب و تمدن سے آشنا کرنے میں بڑا کام کیا تھا۔ سات سو سال تک علم و عرفان کا چراغ اس علاقے میں روشن رکھا۔ انہوں نے لاکھوں ہندوؤں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ علاقہ کے مسلم اور غیر مسلم ہمارے بچہ بچہ کی عزت کرتے۔ ہم میں سے جو سب سے نکما تھا وہ بھی اگر کسی گاؤں میں جا نکلتا تو وہاں کے رؤسا تک اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور اس کا ہاتھ چومتے۔ ہمارے بچے رہتک یا ہانسی کے بازار میں نکل جاتے تو انہیں بھی دس بیس سلام

Marfat.com

کرنے والے ہوتے اور اب ؏

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

مگر سوال یہ ہے کہ محض بزرگوں کی عظمت کے سہارے ہندوستان میں ہماری عزت کتنے اور دن قائم رہتی۔ برطانوی دورِ حکومت میں ہی ہم میں کئی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ہندو جیسی تنگ نظر قوم آزادی ہند کے بعد معیشت کے تمام دروازے ہم پر بند کر کے ہمیں ناقابلِ برداشت حد تک ذلیل زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیتی۔ آزادی کے بعد ہمارے سامنے لامحدود ذرائع موجود ہیں۔

Marfat.com

باب ۱۳

معاشرتی جھلکیاں

زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدین صدیقیؒ تیرھویں صدی عیسوی میں جھجر سے جا کر رہتک میں سکونت پذیر ہوئے ——— اس وقت سے ۱۹۴۷ء تک آپ کی اولاد زیادہ تر جھجر اور رہتک میں آباد رہی۔ آخری ایک ڈیڑھ صدی میں خاندان کا ایک مختصر سا حصہ محمدی میں آباد رہا۔ ان سات صدیوں میں زیادہ سے زیادہ بائیس نسلوں نے جنم لیا۔

قلعہ رہتک رہتک میں اپنا خاندان یکجا ایک محلہ میں آباد تھا جسے قلعہ کہتے ہیں۔ یہ قلعہ جدامجد حضرت قاضی قوام الدینؒ اور آپ کے خسر قاضی سلطان محمد سرخ ذی القرنیؒ نے بنوایا تھا۔ قلعہ بہت وسیع ہے اور باقی شہر سے بلندی پر ہے۔ آئینِ اکبری میں اسے پختہ خشت سے بنا ہوا بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی حفاظت ایک ہزار سوار اور سولہ سو پیادے کرتے ہیں ۱۸۲۸ء میں اسے جنرل منڈائی نے دیکھا اور لکھا کہ اس کی فصیل بڑی چوڑی ہے۔ اس فصیل کو ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے منہدم کرا دیا کیونکہ ان کے نزدیک اس میں بسنے والے جنگ آزادی کے سب سے بڑے اور سب سے بڑے مجرم تھے۔ تاہم ایک طرف کی فصیل باقی رہ گئی جو کم از کم پچاس فٹ اونچی ہوگی۔ قلعہ کے جنوب مغرب میں ایک برج کے نیچے اس خاندان کے جدِ امجد حضرت قاضی قوام الدینؒ دفن ہیں۔ یہ برج بھی ۱۸۵۷ء میں منہدم کرا دیا گیا۔ دہلی، سونی پت، گوہانہ، جھجر، بھوانی اور ہسم سے سڑکیں سیدھی قلعہ کے نیچے تک آتی ہیں۔

قلعہ رہتک میں چار مسجدیں ہیں۔ عین وسط میں جو جامع مسجد ہے اس پر سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) کے عہد کا کتبہ ہے۔ ۱۹۴۷ء میں یہ مسجد بڑی اچھی حالت میں تھی۔ اس کی تعمیر و آرائش محلہ والوں کی نفاست اور دین سے وابستگی ظاہر کرتی تھی۔ بجلی، کنواں، نل، غسل خانے

Marfat.com

حمام سب مہیا تھے۔ اندر ہی ایک مسقف مدرسہ تھا جس کے ساتھ ایک گودام تھا۔ پیش امام یا خادم مسجد کے رہنے کے لئے ایک حجرہ تھا جس کے آگے برآمدہ بھی تھا۔ قلعہ میں بہت سی قبریں تھیں مگر بزرگانِ خاندان کے صرف دو مزار تھے ایک جدامجد زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جمجیری ثم رنسکی کا اور دوسرا سرتاج الزہاد حضرت شاہ غلام جیلانی (باب ۳) کا۔ مزار کاہے کو تھے قبروں کے گرد بغیر چھت کے معمولی سی چاردیواریاں تھیں۔ ان عظیم المرتبت بزرگوں کے مزاروں کی طرف خاندان کی یہ بے توجہی بے حسی کی دلیل نہیں تھی بلکہ اس بات کا ثبوت تھی کہ خاندان نے کسی دور میں بھی صحیح اسلامی اقدار سے انحراف نہیں کیا۔ اس خاندان نے بزرگانِ دین کے مزاروں کو شرک و بدعت کے اڈے نہ بننے دیا اور ان پر پیری مریدی کی منافع بخش منڈیاں نہ کھولیں۔ شخصیت پرستی اس خاندان کے مزاج کے خلاف تھی۔

ان دو سادہ مگر باعظمت مزاروں کے علاوہ قلعہ میں ایک اور مزار تھا۔ یہ مزار شاہ ولایت کے نام سے موسوم تھا۔ اس اصلی یا فرضی بزرگ سے متعلق ہم تک صرف یہ روایت پہنچی ہے کہ موجودہ عیسوی صدی کے بالکل آغاز میں ایک صبح قادرداد خاں صاحب کے والد رمضان خاں فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے اس مزار سے ملحقہ مسجد میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک درویش مسجد سے باہر ایک ہموار جگہ پر مراقب ہے۔ انہوں نے درویش مذکور کو سلام کر کے پوچھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو۔ درویش جلال میں آ گئے اور فرمایا تم لوگ بڑے بے غیرت ہو کہ اس ولی کامل کی توہین کرتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قلعہ برباد ہوا پڑا ہے۔ میں گجرات کا رہنے والا ہوں۔ وہاں مجھ پر ظاہر ہوا کہ اس جگہ اس علاقہ کے شاہ ولایت مدفون ہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ تم لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں"۔ اس کے بعد وہاں فوراً ہی پختہ قبر بنا دی گئی اور عرس ہونے لگے۔ ہمیں علم نہیں کہ اپنے خاندان نے اس مزار کی تعمیر میں حصہ لیا کہ نہیں لیکن مرورِ ایام میں سب یقین کرنے لگے تھے کہ یہاں کوئی شاہ ولایت دفن ہیں۔

قلعہ کی تمام سڑکوں اور گلیوں میں چھوٹی اینٹ کا کھڑنجہ اچھی حالت میں تھا۔ گندے پانی کے نکاس کا مسئلہ بلندی نے حل کر دیا تھا۔ جنوب مشرقی حصہ میں ایک کھلا وسیع میدان تھا۔ ہمارے ہوتے ہوئے نل اور بجلی کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ مگر نل آنے سے پہلے اس آبادی کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کا تھا۔ مسجد کے کنوئیں کا پانی کھاری تھا۔ ممکن ہے کسی زمانہ میں میٹھا ہو۔ سقہ بیل کی پشت پر دور سے پکھال میں پانی بھر کر لاتا۔ ایک بھری ہوئی مشک اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی ہوتی۔

Marfat.com

بلندی پر چڑھتے چڑھتے یہ خود بھی ہانپنے لگتا اور اس کا بیل بھی۔

قلعہ کی دو طرف ڈھلوان پر خاندان کے خدمت گار آباد تھے جنہیں دھانک کہا جاتا تھا۔ باقی تمام مکان پختہ تھے۔ مکان کے ساتھ ڈیوڑھی ضرور ہوتی۔ اندر پکا صحن، چبوترہ، پھر دالان در دالان، دالانوں کے تین طرف کمرے۔ صحن کے ایک طرف باورچی خانہ۔ غسل خانہ اور گودام وغیرہ ہر مکان کے ساتھ بیٹھک یا مردان خانہ ضرور ہوتا۔ اتنی بڑی بڑی حویلیاں تھیں کہ ایک چھوٹے موٹے کنبے کو اس میں رہتے ڈر لگے۔ چھتیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی تھیں کہ بچے پتنگ اڑاتے اڑاتے قلعہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جائیں۔ مکانوں کے اندر ہی اندر آمد و رفت کے لئے کھڑکیاں رکھی جائیں۔ اندر ہی اندر خواتین کم و بیش آدھے محلہ میں آجا سکتی تھیں۔ آبادی بڑھتی گئی اور مکانوں میں ردوبدل ہوتا گیا۔ اولاد میں تقسیم در تقسیم کے باعث پہلی سی وسعت تو صرف چند مکانوں میں رہ گئی تھی مگر باقی بھی ایسے نہ تھے کہ ان میں سے اکثر کو چھوٹا کہا جائے پہلے تمام مکان یک منزلہ تھے اور ہر ایک مکان میں گرمیوں میں سورج کی تمازت سے بچنے کے لئے تہ خانہ تھا۔ یہ تہ خانے ۱۸۵۷ء میں حکومت نے پٹ کرا دیئے۔ اس کے بعد قلعہ کے تمام مکانوں میں شاید دو تہ خانے بنے۔ بعد میں دو منزلہ مکان بھی تعمیر ہونے لگے اور مادی دور کے اثر سے جوں جوں باہمی مروت کم ہوتی گئی۔ مکانوں کو باہم ملانے والی کھڑکیوں کی تعداد بھی کم ہوتی گئی لیکن ناپید نہیں ہوئیں۔

قلعہ رہتک میں اپنے خاندان کے تقریباً پچاس گھر تھے لیکن یہاں بعض اور خاندان بھی آباد تھے جن میں قدیم ترین ذی القرنی خاندان تھا۔ یہ عربی النسل خاندان قاضی سلطان محمد سرخ ذی القرنی کی اولاد پر مشتمل تھا اور شہر کے معزز ترین خانوادوں میں اس کا ہمیشہ شمار رہا ہے۔ اسی خاندان کے سپرد شہر کی خدمتِ قضا تھی۔ چند گھر فاروقی خاندان کے تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قبیلہ سے تھے، دو تین گھر سیدوں کے تھے اور ایک نہایت ہی مہذب اور شریف خاندان رسالدار کرامت علی کی اولاد پر مشتمل تھا۔ سنا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں سے کوئی بزرگ قلعہ سے جا کر کوٹانہ میں آباد ہو گئے تھے اور وہاں ایک مدت کی سکونت کے بعد رسالدار کرامت علی یا ان کے والد پھر سے قلعہ رہتک میں آبسے تھے۔ مذکورہ بالا چاروں خانوادوں میں باہمی شادیوں کا سلسلہ تھا۔ باہر کے آدمی یہی سمجھتے کہ قلعہ میں ایک ہی خاندان آباد ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی قلعہ میں آباد تھے مگر ان سے باہمی رشتہ مناکحت نہ تھا۔

Marfat.com

محلہ پیرزادگان مہم

رہتک سے بیس میل کے فاصلہ پر شمال مغرب میں قصبہ مہم ہے یہاں بھی خاندان ایک قلعہ نما محلہ میں آباد تھا۔ یہ قلعہ بھی اپنے ہی اجداد نے بنوایا تھا اور قلعہ رہتک جتنا وسیع تھا اور قصبہ کے بلند ترین حصّہ پر تھا۔ اس پختہ خشت کے بنے ہوئے قلعہ کی حفاظت کے لئے عہدِ اکبری میں آٹھ سو سوار اور سولہ سو پیادے متعین تھے۔ مہم میں ایک ٹیلہ پر مسمار عمارتیں تھیں اس ٹیلہ کو اردو دڑا کہتے تھے۔ فوج یہاں رہتی تھی۔ اس قلعہ کی فصیل کا ایک حصّہ اور غربی، شرقی اور شمالی تین دروازے ۱۹۴۷ء تک اچھی حالت میں تھے اور اب سے نصف صدی پیشتر یہ دروازے رات کے وقت بند بھی کر دیئے جاتے تھے۔ باقی دروازے منہدم ہو چکے تھے لیکن ان کے نام باقی تھے۔

قلعہ مہم کے جس حصّہ میں اپنا خاندان رہتا تھا اسے مسلم عہدِ حکومت میں محلہ قضاۃ کہتے تھے۔ ہمارے پاس مسلم دورِ حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے دورِ تسلّط کی ایسی چالیس تحریریں موجود ہیں جن میں اسے محلہ قضات لکھا ہے۔ کہیں کہیں اس کا نام محلہ شیخ زادہ ہائے صدیقی بھی لکھا ہے۔ چنانچہ، جمادی الثانی سنہ ۱۰۹۷ھ سنہ ۱۶۸۶ء کی ایک تحریر میں یہی نام آیا ہے۔ مگر یہ طویل نام قبولیت عامہ سے محروم رہا۔ ۱۸۵۷ء میں جب مہم براہِ راست تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہو گیا اور معاشی بنا پر پیرزادگی کو مہم میں فروغ ہوا تو محلہ قضات کو محلہ پیرزادگان بھی کہا جانے لگا۔ موجودہ تحریروں میں قدیم ترین سنہ ۱۲۷۶ھ سنہ ۱۸۶۰ء کی تحریر ہے جس میں ہم اس محلہ کا نام محلہ پیرزادگان پاتے ہیں۔ کچھ سال اس محلہ کے دونوں نام چلتے رہے اور رفتہ رفتہ محلہ قضات قطعی متروک ہو گیا۔

محلہ پیرزادگان مہم میں سنہ ۱۹۴۷ء تک چار مساجد تھیں جن میں سے ایک کسی حد تک نجی نوعیت کی تھی۔ یہ مسجد الحاج ظہور اللہ شہید (۳۴ ب) کے مکان کے ساتھ تھی۔ اس کے ماضی کے متعلق ہمیں صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ پہلے یہ مسجد شیخ احتشام الحق صاحبِ سلسلۃ الانساب کے مردان خانہ کے ساتھ تھی۔ باقی تین مساجد میں سب سے بڑی جامع مسجد تھی۔ قصبہ مہم بلکہ پرگنہ مہم کی بھی سب سے بڑی مسجد تھی۔ یہ وسیع اور دیدہ زیب مسجد جس کا گنبد پانچ میل دور سے نظر آتا ہے۔ پہلی بار تو غالباً تیرھویں صدی عیسوی کے آخیر میں بنی ہو گی مگر موجودہ فنِ تعمیر مغل عہد کا ہے۔ اس پر ہمایوں، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہدوں کے کتبے ہیں۔ ان کتبوں کے چربے ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ یہ کتبے اس کتاب کے آخیر میں ضمیمہ ۱ میں ملاحظہ ہوں۔

محلہ کی تیسری مسجد عین وسط میں ہے۔ ہم نے اس کا نام مسجد محلہ پیرزادگان ہی سنا ہے۔

Marfat.com

اس پر عہد بابر کا ۹۳۶ھ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ مگر اس کی تعمیر جامع مسجد ہمم کی طرح شاہی حکم سے نہیں ہوئی۔ اس مسجد کو حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید بھی (باب ۵) نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور تسلط میں از سر نو تعمیر کرایا پھر ان کے پوتے خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف (باب ۴) نے اس کے سامنے کے حصّہ پر روغنی ٹائلیں لگوائیں اور اپنی زوجہ مہدی بیگم بنت مولوی محمد یعقوب (۵۹ اب) کے نام کا ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء کا کتبہ لگوایا۔ ضمیمہ ۱۰ ملاحظہ ہو۔

جامع مسجد اور مسجد محلہ پیرزادگان کے وسط میں ایک اور مسجد ہے جسے نرخی جی کی مسجد کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام تو مغل عہد حکومت کے دور پیری میں پڑا۔ انور بیگ نے شرف الدین صدیقی الہمی محتسب و نرخ نویس (باب ۲) کی یاد میں اس کی تعمیر نو کرائی۔ مگر پہلی مرتبہ یہ شاہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئی۔ اس مختصر سی مسجد کے مغرب میں خطیبانِ پرگنہ ہمم کا مکان تھا جسے "کرم بخش والا" کہا کرتے تھے اور جنوب میں مفتیانِ ہمم کی جدی حویلی تھی۔ اس کے شمال مشرق میں بڑے پھاٹک والا وہ مکان تھا جسے "قاضی والا" کہتے تھے۔ یہ مکان اب خان صاحب ڈپٹی منور احمد (۷۵ اف) کی ملکیت تھا۔ ان سے پہلے قضاۃِ پرگنہ ہمم کے پاس تھا اور ان سے پہلے حضرت شاہ بدرالدینؒ (باب ۳) کے والد مولوی فخر الدین کے پاس تھا۔ شاہ بدرالدینؒ ترکِ وطن سے پہلے اسی مکان میں قیام فرما تھے۔ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ شیخ عبداللہ محتسب تھے جنہوں نے اکبر اور جہانگیر کا زمانہ پایا۔ شیخ عبداللہ محتسب کی دختر نور بی بی نے اپنی زمین کا ایک حصّہ مسجد کے لئے وقف کیا اور اس خاتون کے تایا زاد بھائی نصیر خاں (خان شاہی خطاب ہے) ابن مفتی نظام الدین نے یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ محمد نصیر خان کی اولاد کا حال اس کتاب کے باب ۷ میں نمبر ۵ سے نمبر ۸۵ تک ہے۔ ایک زمانہ میں یہ مسجد عبادتِ الٰہی کے مرکز کے علاوہ علم و ادب کا گہوارہ رہی ہے۔ نصیر خان کے بھتیجے مفتی حبیب اللہ (باب ۲) کا مشہور مدرسہ اسی مسجد میں تھا جس کا ذکر اس کتاب کے باب ۳ میں کر آئے ہیں۔ یہ مدرسہ لگاتار ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ آخری فاضل جنہوں نے اس مدرسہ میں درس دیا مفتی حبیب اللہ کی اولاد سے امیر اللہ شہید جنگ آزادی (۲۵ ب) تھے۔ جن کے کثیر شاگردوں میں مولانا حکیم علاؤ الدین (۵۰ اب) بھی تھے۔ ان کے بعد یہ مدرسہ ختم ہوا اور مسجد بھی غیر آباد ہو گئی۔ اپنے اپنے زمانہ میں کئی بزرگوں اور نوجوانوں نے اسے آباد کرنے کی کوشش کی مگر محلہ کی آبادی نقل مکانی کی وجہ سے اس قدر کم ہو گئی تھی کہ یہ مسجد پھر سے مستقلاً آباد نہ ہو سکی۔ اس پر دو کتبے ہیں۔ پہلا کتبہ عہد جہانگیر کا ہے اور دوسرا کتبہ ۱۱۸۱ھ کا ہے۔ یہ کتبے اس کتاب کے آخر میں ضمیمہ ۱ میں درج ہیں۔

Marfat.com

محلہ پیرزادگان مہم کی عمارتوں میں جنوب مشرق کی طرف ساتھ ساتھ دو خانقاہیں ہیں۔ ان میں جو وسعت میں چھوٹی ہے وہ قدیم تر ہونے کی وجہ سے بڑی خانقاہ کہلاتی ہے اور جو وسیع تر ہے وہ چھوٹی خانقاہ کہلاتی ہے۔ بڑی خانقاہ میں دس قبریں ہیں اور چھوٹی خانقاہ میں حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کا مقبرہ ہے اور اس کے باہر متعدد پختہ قبریں۔

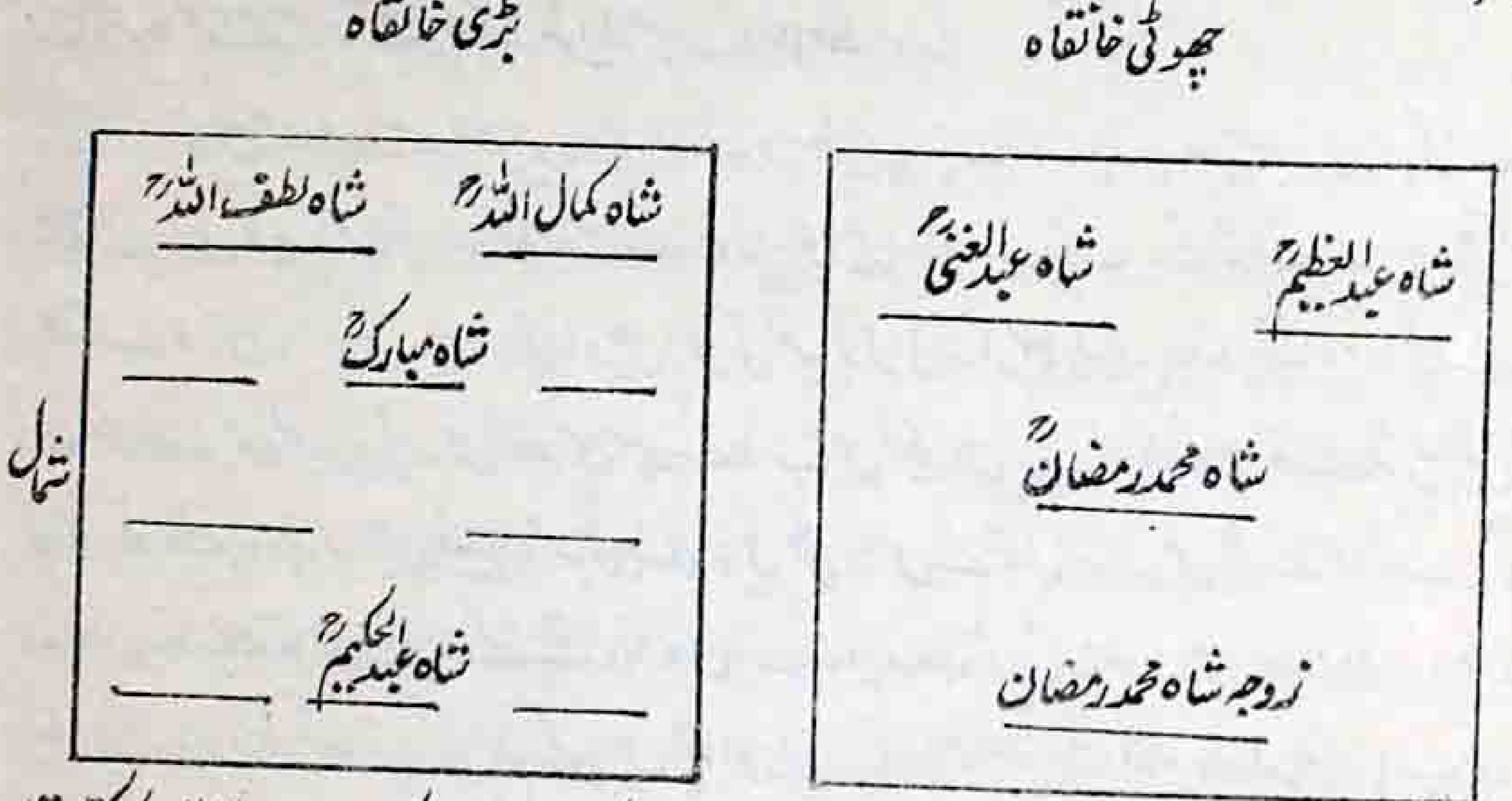

مہم میں بعض مکانوں پر کتبے بھی تھے۔ شاہ لطف اللہ (باب ۵) کے محل پر سنہ ۱۱۳۰ھ کا کتبہ تھا۔ پیرزادہ محمد ہادی (۱۲۱ ا) نے جو مکان قاضیوں سے خریدا تھا اس پر سنہ ۱۱۱۵ھ کا کتبہ تھا۔ موجودہ مکانوں میں قدیم ترین الحاج کامل حسین (۵۰ ب) کا مکان تھا جس پر سنہ ۱۰۸۹ھ سنہ ۱۶۶۸ء یعنی عہد اورنگزیب عالمگیر کا کتبہ تھا۔ قلعہ رہتک کی نسبت محلہ پیرزادگان مہم کے مکانات نسبتاً زیادہ کشادہ تھے۔ کئی مکان دو منزلہ تھے اور بہت سے مکانوں میں تہ خانے تھے۔ اس محلہ میں ہمارے خاندان کے پچاس گھر تھے مگر یہاں قلعہ رہتک جیسی ہماہمی نہ تھی۔ اکثر حضرات ملازمت کے سلسلہ میں بال بچوں سمیت باہر رہتے۔ جو لوگ تبلیغی دوروں پر ہوتے ان کے بال بچے مہم میں ہی رہتے۔ دسمبر کی تعطیلات اور رجب میں شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے عرس پر رونق ہو جاتی۔ کیونکہ مہم میں ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا۔ لہذا لوگوں نے رفتہ رفتہ رہتک یا دہلی میں بسنا شروع کر دیا۔ یہ ماضی قریب کی باتیں ہیں ورنہ پہلے تمام خاندان مہم میں ہی آباد تھا۔ آخری مغل عہدِ حکومت میں حضرت شاہ بدرالدینؒ (باب ۳) کے پدر بزرگوار مولوی فخر الدین مہم سے جا کر رہتک میں آباد ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں خدا نے برکت دی اور رفتہ رفتہ مہم کی نسبت رہتک میں افراد زیادہ ہو گئے۔ انگریزی عہدِ حکومت میں مہم کی اہمیت کم ہوتی گئی اور رہتک کی زیادہ۔

Marfat.com

لباس

شاہ اوحد مولوی بدرالدین متوفی ۱۷۹۱ء، ان کے فرزند حضرت شاہ غلام جیلانی متوفی ۱۸۲۳ء اور حضرت ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید ۱۸۲۵ء کے لباس کے بعض کپڑے ابتک محفوظ ہیں۔ موجودہ نسل نے ایسے بزرگوں کو دیکھا اور ان کی صحبت پائی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے ایسے بزرگوں کو دیکھا جو مغل عہدِ حکومت میں تولد ہوئے تھے۔ کیونکہ مسلم عہدِ حکومت میں لباس میں تبدیلی بہت کم ہوئی اس لئے ہم مختلف ادوار کے لباس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

لباس کے بارے میں یہ بنیادی چیز ہے کہ مرد جس کپڑے کا لباس بناتے تھے وہ بہت کم مقامی ساخت کا ہوتا تھا۔ شاہ غلام جیلانی کا چوغہ تقریباً دو سو سال پرانا ہے۔ اوپر کا کپڑا اتنا صاف، چکنا اور مضبوط ہے کہ یہ باور کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ کسی مِل کا تیار کردہ نہیں، عام قدیم لباس یہ تھا: جسم پر ایک سفید کمری جیب والی، اس پر سفید کرُتہ، کرتہ کے دونوں طرف پہلوؤں میں نیچے کی طرف تھیلی نما جیبیں، ایسی جیب کو کیسہ کہتے ہیں۔ موسم سرما میں کرتے کے اُوپر گھر میں روئی کی مدری اور باہر چوغہ یا انگرکھا۔ یہ چوغہ کشمیرہ یا عمدہ قسم کی پھولدار چھینٹ کا ہوتا تھا۔ اگر چھینٹ کا ہوتا تو اس میں روئی بھری ہوئی ہوتی اور خوبصورت شکر پاروں کی شکل میں نگندے ڈالے ہوئے ہوتے۔ چوغہ اور کرتہ میں بٹن کی بجائے گھنڈی اور کاج کی بجائے تکمے لگاتے۔ کپڑے کی دھجی کو تہ در تہ کر کے گول بنا لیا جاتا اور پھر ٹانکے لگا کر گول بٹن کی شکل میں لے آتے۔ اسے گھنڈی کہتے تھے۔ تکمہ بنانے کے دو طریقے تھے۔ دھاگے کو بٹ کر اس کے دونوں سرے چاک میں لگا دیتے۔ باہر نکلی ہوئی گولائی کاج کا کام دیتی یعنی اس میں گھنڈی آجاتی۔ چند سے بعد تکمہ اس طرح بنانے لگے کہ کپڑے کی ایک دھجی کو دوہرا چوہرا کر کے اس کا ایک سرا چاک میں سی دیا جاتا اور باہر نکلے ہوئے حصہ میں کاج بنا دیتے۔

پاجامہ شرعی ہوتا جس سے مراد ہے پونے دو گز کپڑے کی چھوٹے گھیر اور چھوٹی مُہری کی ٹخنوں سے اونچی شلوار۔ بعض حضرات سردی میں اس میں بھی روئی بھروا لیتے۔ تہبند صرف گھر پر اور وہ بھی محدود سے چند افراد استعمال کرتے۔ بعد میں چوڑے پائنچوں کا سیدھا پاجامہ بھی استعمال ہونے لگا۔ ازار بند ہمیشہ سفید اور سوتی ہوتا۔

گھر سے باہر ننگے سر کوئی نہ نکلتا۔ گرمی میں کپڑے یا تنکوں کی ٹوپی اور سردی میں ہلکا صافہ سردی میں گھر پر یا مسجد تک جانے کے لئے روئی کا ٹوپہ سر پر پہن لیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء تک

Marfat.com

بھی ٹوپی کے بغیر گھر سے نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

پاؤں میں ادھوڑی یا نری یا زردوزی کا جوتہ۔ سردی میں جراب کی بجائے پتلے سے زرد رنگ کے چمڑے کا موزہ بھی استعمال کرتے جسے مسنحی کہتے کیونکہ اس پر مسح جائز ہے۔ غریب غربا گھر پر لکڑی کی کھڑاؤں بھی استعمال کرتے۔

گھر سے باہر نکلتے تو کاندھے پر ایک رومال بھی ہوتا۔ سفر میں اس کے علاوہ عصا، رسی، چمڑے کے خول میں چاقو ضرور ہوتا۔ یہ چاروں چیزیں ماضی میں اس قدر مفید تھیں کہ بعد میں انہیں چاروں کو ایک سکاؤٹ کی ضروریات میں شمار کیا گیا۔

قدیم لباس میں تبدیلی سنہ ۱۹۱۴ء ۱۹۱۸ء کی جنگِ عظیم کے بعد شروع ہوئی۔ ملازمت پیشہ حضرات نے رفتہ رفتہ شلوار، اچکن، ٹرکش کوٹ، ترکی ٹوپی، گرگابی اور پھر انگریزی شو استعمال کرنے شروع کئے۔ پہلے تمام مرد سر منڈواتے اور داڑھی رکھتے اور سر ڈھکے رکھتے۔ جنگِ عظیم سے پہلے اس سے انحراف ممکن نہ تھا۔ پہلے خال خال نوجوانوں نے انگریزی طرز کے بال ترشوانے شروع کئے پھر داڑھی منڈوانی شروع ہوئی مگر سر پہ ٹوپی قائم رہی۔ سنہ ۱۹۴۷ء تک خاندان کے زیادہ مرد داڑھی رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یکدم تناسب بدل گیا۔ اب خاندان کی اکثریت انگریزی بال رکھتی ہے۔ ڈاڑھی منڈواتی ہے اور ننگے سر رہتی ہے مگر نوجوانوں میں کچھ اور پختہ عمر کے حضرات کی اکثریت اب تک داڑھی رکھتی ہے۔

خوراک یہ خاندان ہمیشہ سے خوش خور بلکہ پُرخور رہا ہے۔ اپنی استطاعت سے بڑھ کر خوراک پر خرچ کرتا رہا۔ ہم اور رہنک تاریخ کے کسی دور میں بڑے شہر نہیں رہے مگر ان کا شمار دیہات میں بھی کبھی نہیں ہوا۔ ان قصبات میں رہتے ہوئے بھی خاندان میں گنوار پنا کبھی نہ آیا بلکہ اپنے ماحول کے خلاف اس خاندان کا تمدن شہری تمدن سے قریب تر تھا۔ خاندان کی خوراک بھی شہریوں اور دیہاتیوں کے بین بین رہی۔ نہ نرا شہری چٹخارہ اور نہ محض دودھ دہی۔ گندم ہمیشہ خوراک کا جزو اعظم رہی۔ شام کے وقت چاول بھی پسند کئے جاتے۔ تبدیلیٔ ذائقہ کے لئے باجرے کی کھچڑی بھی کھا لیتے مگر اس میں اس قدر گھی کھپتا کہ گوشت روٹی سے مہنگی پڑتی۔ گھر میں کوئی نئی چیز پکتی تو اڑوس پڑوس کے دو چار گھروں میں ضرور بھیجی جاتی۔ سرخ مرچوں اور اچار کا بڑا شوق رہا ہے۔

خاندان میں چائے کا چلن جنگِ عظیم ۱۸-۱۹۱۴ء کے بعد ہوا۔ اس سے پہلے صرف اکا دکا

مثال ملتی ہے۔ چائے کے ایجنٹ محلہ کے چھوٹے موٹے دوکانداروں کو چائے کی پڑیاں مفت دے جاتے تھے وہ انہیں کبھی کبھی خود بھی استعمال کرتے اور اپنے رشتہ داروں اور گاہکوں کو بھی مفت دے دیتے۔ موجودہ صدی عیسوی کے ربع اول کے ختم تک خاندان میں چائے دوائی کے طور پر سردی میں بیماروں کو دی جاتی۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے چائے اکثریت کے ناشتہ کا جزو بن گئی۔ محمدی میں چائے ۱۹۴۷ء تک بھی استعمال نہ ہوتی تھی۔

مسلم دورِ حکومت میں خاندان میں پان کا رواج قطعی نہیں تھا۔ شاہ عالم ثانی کے دور میں خاندان کے جو افراد لکھنؤ میں جا بسے یا کمپنی کے دورِ تعدی میں جو کنبے ٹونک میں رہے ان کی خواتین نے پان کا استعمال شروع کیا۔ کتاب حالات خواتین مصنفہ عائشہ بیگم صاحبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہادئی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی شہادت ۱۸۲۵ء تک مہم میں پان نہ ملتا تھا۔ الحاج ظہور اللہ شہید (۴۳ ب) کی زوجہ حاجی اولیاء کی نانی بی بی وجیہہ بخت بنت فصیح اللہ (از اولاد مفتی عزیز اللہ شہیدؒ باب ۳) لکھنؤ میں رہتی تھیں۔ ان کی شادی مہم میں احمد حسن از اولاد مفتی محمد جعفر (باب ۲) سے ہوئی ان بی بی وجیہہ بخت کا بیان ان کے الفاظ میں سنئیے:

"جب میں (شادی ہونے پر لکھنؤ سے مہم) آئی تو کسی نے مجھ کو پان نہ دیا۔ نہ میں نے کسی کو کھاتے دیکھا۔ میں پان بہت کھایا کرتی تھی کیونکہ لکھنؤ میں ایک پیسے کی آدھی ڈھولی آتی تھی۔ اگر چھوٹے پان لیتے تو بہت ہی آتے۔ جب کئی دن ہو گئے تو میں نے کسی لڑکی سے پوچھا کہ تم پان نہیں کھاتیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں پر پان نہیں ہوتے تو مجھ کو بہت تشویش ہوئی کہ بغیر پان کیسے گزرے گی۔ خیر میں چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ ساس بولی کہ بہو کیا کھوے ہے تو اس نے کہا کہ پان پوچھے تھی۔ ساس نے کہا بہو یہاں پیپل کے پتے ہیں کھوے تو وہ منگوا دوں، کھالے۔ اس دن یہ بات سن کر میں نے پان کا نام نہ لیا پھر رہنے لگ گئی۔ عادت پڑ گئی۔"

اس شادی کی تاریخ محفوظ نہیں رہی مگر بہرکیف یہ بات ۱۸۴۳ء کے قریب کی ہے۔ برطانوی عہدِ حکومت میں پان کا رواج خواتین میں کثرت سے ہونے لگا۔ مگر خاندان کی اکثریت پان کی کبھی عادی نہیں ہوئی اور اب اس کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے چنانچہ نوجوان خواتین میں پان کا استعمال بہت ہی کم ہے۔ مردوں کی اکثریت ہمیشہ پان سے اجتناب کرتی رہی۔ کیا ہوا کسی کے گھر گئے اور اس گھر میں پاندان ہوا اور وہاں پان کا ایک بیڑا مل گیا۔ بمشکل پانچ سات مرد ایسے ہیں جو پان کی ڈبیا اور

Marfat.com

چھالیہ، زردہ کا بٹوہ ساتھ رکھتے ہیں۔ آج کل تو چھالیہ پندرہ روپے سیر اور مشینی کتھہ چالیس روپے سیر ملتا ہے مگر ہم نے اپنے بچپن میں پانچ سیر کی چھالیہ اور ڈھائی روپے سیر کتھہ خریدا ہے۔

صحت جن چیزوں پر صحت کا مدار ہے۔ وہ سب قدرت کی فیاضی سے اس خاندان کو میسر تھیں اپنے گردوپیش سے بلندی پر رہنے کے کشادہ اور ہوادار مکان، مکان کو صاف رکھنا عادت میں شامل، صفائی اور پاکی کا اس حد تک اہتمام کہ بچوں کو پینے کے پانی کے ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوتی، خوراک وافر اور بالیدگی بخش حاصل تھی۔ کمپنی کی حکومت آئی تو خاندان سے موروثی اور منافع بخش مناصب چھن گئے، جاگیریں ضبط ہوئیں۔ زرخرید زمین کو نظام مالیہ نے بنجر بنا دیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں کی انتقامی کاروائی نے مالی حالت اور بھی دگرگوں کر دی، چنانچہ معیار خوراک اور صحت گرتی ہی چلی گئی۔ صحت کا اندازہ لگانے کا ایک طریقہ اوسط عمر ہے۔ ہم رہتک اور ہم سے ایک ایک کنبہ کی اوسط عمر پیش کرتے ہیں۔ بڑی اولاد کی عمریں لے کر۔ اگر چھوٹی اولاد کی عمریں جمع کی جائیں تو اوسط عمر قدرے زیادہ ہوتی۔ اور عیسوی سن کے لحاظ سے تقریبی ہے۔

۱۔	شاہ بدرالدین صمی ثم رہتکیؒ	(۱۷۰۳ - ۱۷۹۱ء)	= ۸۸ سال
	شاہ احمد الدینؒ	(متوفی - ۱۸۱۸ء)	= ۸۰ سال تقریباً
	شاہ غیاث الدینؒ	(متوفی - ۱۸۳۶ء)	= ۷۰ سال تقریباً
	شاہ عیاذ الدینؒ	(۱۷۸۶ - ۱۸۶۳ء)	= ۷۷ سال
	بخشی مظہر الدین	(متوفی - ۱۸۶۷ء)	= ۶۴ سال تقریباً
	ڈاکٹر ظہور الدین	(۱۸۵۳ - ۱۹۱۳ء)	= ۶۰ سال
	منشی ضمیر الدین اظہر	(۱۸۷۶ - ۱۹۵۳ء)	= ۷۷ سال
	لئیق الدین	(۱۸۹۵ - ۱۹۵۷ء)	= ۶۲ سال
	میزان کل عمر آٹھ افراد		= ۵۶۰ سال
	اوسط عمر		= ۷۰ سال
۲۔	شاہ عبدالحکیم صمیؒ	(۱۷۰۹ - ۱۷۷۳ء)	= ۶۴ سال
	شاہ عبدالعظیمؒ	(متوفی ۱۸۴۸ء)	= ۹۱ سال تقریباً
	شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ	(۱۷۸۶ - ۱۸۵۸ء)	= ۷۲ سال

Marfat.com

شاہ عبدالغنیؒ	(۱۸۱۳ - ۱۸۹۱ء)	= ۷۸ سال
پیر تاج الدین	(۱۸۳۷ - ۱۸۹۰ء)	= ۵۳ "
مولوی مشتاق احمد	(۱۸۵۷ - ۱۹۱۵ء)	= ۵۸ سال
پیر غلام مصطفےٰ	(۱۸۸۲ - ۱۹۵۶ء)	= ۷۴ "

میزان کل عمر سات افراد	= ۴۹۰ "
اوسط عمر	= ۷۰ سال

خدمت گار

مسلم عہد حکومت میں بعض گھرانوں میں غلام اور کنیزیں بھی ہوتی تھیں ۔ جن کی شادیاں ان ہی جلیسوں سے کرا دی جاتی تھی ۔ کمپنی کے عہد حکومت میں ملک معاشی بدحالی میں گرفتار ہو گیا تھا ۔ اس سے پہلے بھی قحط پڑتے تھے مگر لوگوں کے پاس اتنا غلہ اور چارہ ہوتا کہ دو تین سال باآسانی گزار دیتے ۔ مگر کمپنی کے عہد میں جو قحط پڑتا ۔ اس میں لوگ بھوک کے مارے سسک سسک کر مر جاتے ۔ مفلوک الحال مصیبت زدہ عورتیں جن میں بعض نسبتاً اچھے خاندان سے بھی ہوتی تھیں اپنے بچوں کو کھاتے پیتے لوگوں کو دے جاتیں اور یہ خدا ترس لوگ ان بچوں کی قیمت کے طور پر نہیں بلکہ انسانی ہمدردی میں اس عورت کو کچھ اناج دے دیتے اور اس کے بچوں کی خود پرورش کرتے ایسے بچے بڑے ہو کر اپنے بہی خواہوں کی خدمت کرتے ۔ ہمارے خاندان میں ایسی بہت لڑکیاں آئیں جن میں سے کم و بیش سب کا ہمارے پاس ریکارڈ موجود ہے ۔ ایسی لڑکیوں کو لونڈی کہا جاتا مگر عربی اصطلاح ام الولد کے معنوں میں نہیں کیونکہ یہ تعلیم یافتہ اور دیندار خاندان جانتا تھا کہ ام الولد تو وہی ہو سکتی ہے جو جہاد میں پکڑی ہوئی آئے اور خلیفۃ المسلمین یا اس کا کوئی نمائندہ کسی مسلمان کو دے اور یہ شرط ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں پوری نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ ایسی لڑکیاں جب جوان ہو جاتیں تو ان کا باقاعدہ نکاح کسی انہیں جیسے سے کر دیا جاتا ۔ معدودے چند ایسی بھی مثالیں ہیں کہ ان کا نکاح خاندان کے ہی کسی فرد سے ہو گیا ۔ ایسی صورت میں اس کی اولاد کو جائداد میں بھی حصہ ملتا تھا ۔ ساری تاریخ میں صرف تین مثالیں ایسی ہیں کہ ایسی نادار لڑکیوں کو غلطی سے ام الولد سمجھ کر ان سے اولاد ہوئی مگر اس اولاد کو نہ میراث میں حصہ ملا اور نہ اس کی یا اس کی اولاد کی خاندان میں شادی ہوئی ۔ نہ ان کا نام شجرے میں شامل کیا گیا ۔ اتنے بڑے خاندان میں صرف تین حضرات کا یہ اقدام تعجب خیز ہے کیونکہ ہندوستان کے سربرآوردہ خاندانوں میں یہ بات عام تھی ۔

Marfat.com

ہمہ وقتی گھریلو ملازم رکھنے کا عام رواج نہ تھا۔ بعض کھاتے پیتے گھرانوں میں کسی غیر قوم کی کوئی عورت گھر کا کام کاج کر جاتی اور باہر کا کام کوئی غریب کر دیتا جسے نوکر نہیں بلکہ درویش یا خادم کہتے تھے۔ بعض عورتیں ان بچیوں سے بھی گھر کا کام کراتیں جو ان کے ہاں قرآن شریف پڑھنے آیا کرتی تھیں۔ مگر اکثر حالات میں خواتین اپنے گھر کا تمام کام خود کرتیں۔ سودا سلف مرد خود لاتے سودا اٹھا کر لانے میں کوئی مرد عار محسوس نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ بازار جاتے وقت ان گھروں میں بھی پوچھتے جاتے جن کے مرد غیر شہر گئے ہوتے۔ زیادہ بوجھ ہوتا تو پلّے دار (مزدور) اٹھا کر لے آتا۔ خواتین کے بازار جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ انہیں ایک جوڑی جوتی کی ضرورت ہوتی تو مرد بازار سے بیس بیس جوڑے دکھانے کے لئے لے آتے اور کپڑے کی ضرورت ہوتی تو دس دس تھان لاکر دکھاتے۔ یہ رواج رہتک اور رحیم دونوں جگہیں جنگ عظیم (۱۹۳۹-۴۵ء) سے پہلے سو فیصد تھا۔ بعد میں کچھ کم ہو گیا مگر ۱۹۴۷ء تک مٹا نہیں بس اتنا ہوا کہ مرد اس شرط پر خرید لاتے کہ پسند نہ آیا تو واپس کر دیں گے۔

کچھ کام ایسے تھے جو خاندان کے موروثی اور مشترکہ خدمت گار کرتے تھے۔ اپنے محلوں کی فصیل کے پاس اپنی زمین پر خاندان نے کچھ پست ہندو اقوام بسائی ہوئی تھیں۔ ان کے سپرد خواتین کی ڈولیاں اٹھا کر لے جانا تھا۔ ہر گھر کے الگ الگ نائی، دھوبی، بھنگی، دائی وغیرہ ہوتے تھے انہیں نقدی کی صورت میں معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا بلکہ تہوار، شادی، پیدائش، ختنہ، بسم اللہ کے موقعوں پر حسب استطاعت اتنا دے دیا اور رشتہ داروں سے دلا دیا جاتا تھا کہ مجموعی طور پر نقد اجرت سے زیادہ ہو جاتا۔ ۱۹۴۷ء میں صرف ہم کے نائی بغیر نقد اجرت کے ہمارے خاندان کا کام کرتے تھے۔

رسوم و تہوار رسوم سے اجتماعی زندگی قوتِ حیات پاتی ہے۔ ساتھ ہی خوش وقتی کے کچھ لمحات میسر آجاتے ہیں۔ اپنے خاندان میں معروف نوعیت کی عام رسوم بھی تھیں اور ایسی بھی جن کا رواج اس خاندان نے ڈالا۔ ان میں سے کسی دور میں کسی رسم کو بھی خوش بختی کا وہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ اس کے تارک کی نک کٹنی ہو جائے۔ نہ ہی کوئی رسم ایسی تھی جس کے منانے میں صریحًا اصراف بے جا ہو۔ ضلع میں تراسی فیصد ہندو آبادی تھی اور اپنے خاندان کے افراد کی تعداد مسلم آبادی کا نصف فی صد کے قریب تھی مگر خاندان میں کوئی ہندوانہ رسم داخل نہیں ہو گی یہی نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں میں جو ہندوانہ رسوم تھیں انہیں بھی ہمارے خاندان نے ہی ختم کیا۔ اپنے خاندان میں کوئی ایسی رسم نہ تھی جس کا موسم سے تعلق ہو۔ تہواروں کا تعلق ہجری مہینوں سے تھا۔ ہجری

Marfat.com

جیسے خواتین میں محرم، صفر وغیرہ کے معروف عربی ناموں سے مشہور نہ تھے بلکہ اکثر خواتین انہیں علی الترتیب محرم، تیرہ تیزی، بارہ وفات، میرانجی، مدار، خواجہ معین الدین، رجب، شبرات رمضان، عید، خالی، بقرعید کے ناموں سے یاد کرتیں۔ یعنی صرف گیارھویں مہینے میں کوئی تہوار نہ ہوتا۔ ہجری مہینوں کے ناموں میں یہ تبدیلی غمازی کر رہی ہے کہ ماحول متصوفانہ تھا۔

محرم کے مہینہ میں خوشی کی تقاریب سے احتراز کیا جاتا تھا مگر اس پر بھی قدغن نہ تھا۔ خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی (باب ۶) کے پوتے مرحیا احمد کی شادی محرم میں ہوئی، پیرزادہ فخرالدین (۱۷۰) کی شادی ۹ / محرم کو ہوئی، راقم الحروف کی شادی ۲۰ محرم کو ہوئی۔ اس سے پہلے کی بھی کئی مثالیں ہیں۔ جھم میں کبھی تعزیہ نہیں نکلا۔ رہتک میں بڑی دھوم سے تعزیے نکلتے تھے یہ جولاہوں کا تعزیہ ہے تو یہ قصائیوں کا، یہ راجوں کا تعزیہ ہے تو یہ رنڈیوں کا۔ الغرض کوئی دس گیارہ تعزیے نکلتے مگر قلعہ رہتک سے کوئی تعزیہ نہ نکلتا نہ یہاں سے کوئی تعزیہ ہو کر گزرتا بلکہ جلوس میں شرکت بھی گناہ سمجھا جاتا۔ دس محرم کو حلیم یا پلاؤ پر فاتحہ دلا دی جاتی۔

تیرہ تیزی (صفر) وہی مہینہ ہے جس کے آخری بدھ کو آخری چہار شنبہ کہتے ہیں۔ سنہ ۱۳ھ کے آخری بدھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا تھا۔ مشہور ہے کہ اس مہینے میں بیماریاں بہت پھیلتی ہیں۔ اس لئے صدقہ اتارنا چاہیئے۔ یہ خیال حضور اکرمؐ کی ذات سے والہانہ محبت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اس مہینہ کی ۳ یا ۱۳ یا ۲۳ تاریخ کو فی کس سوا پاؤ گھونگنیاں پکا کر مردوں اور لڑکوں کا صدقہ دیا جاتا تھا۔ یہاں آخری چہار شنبہ کی قید نہ تھی بلکہ کسی دن بھی صدقہ دیا جا سکتا تھا۔

بارہ وفات (ربیع الاول): آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور وفات کا مہینہ ہے۔ کیونکہ عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور وفات دونوں کی تاریخ ۱۲ / ربیع الاول ہے، اختلاف سے بچنے کے لئے اپنے خاندان نے "بارہ وفات" کی اصطلاح قائم رکھی مگر اس خاندان میں ہر زمانہ میں علما اور فضلا رہے ہیں اور خاص طور پر تاریخ اور سیرت کا ذوق تو عام رہا ہے لہذا تاریخِ وفات کے اختلافی مسئلہ میں اپنا فیصلہ صادر کر کے اس خاندان نے اختلاف کو ہوا نہ دی۔ اور فاتحہ کی تاریخ ۱۲ / ربیع الاول ہی رکھی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ جو لوگ بارہ تاریخ کو فاتحہ نہ دلا سکتے وہ کسی اور تاریخ کو دلا دیتے۔ اس بارے میں دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ تمام عالمِ اسلام کا نظریہ رجائی ہے یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سوگ منا کر یاسیت نہیں پھیلائی جاتی بلکہ رحمۃ للعالمین کی پیدائش پر خوشیاں منائی جاتی ہیں ہمارے

Marfat.com

خاندان میں گو اصطلاح "بارہ وفات" کی چلتی تھی مگر جشن سارے مہینے منایا جاتا۔ یکم ربیع الاول سے میلاد کی محفلیں منعقد ہونا شروع ہو جاتیں اور اس مہینے کی آخری تاریخ تک محفل میلاد ہوتی رہتی۔ بلکہ مہینے کے آخری دنوں میں تو ایک ہی دن میں دو دو تین تین گھروں میں ایسی متبرک محفلیں منعقد ہوتیں۔ خواتین کی روزانہ محفل میلاد کے علاوہ لڑکیاں اپنی جداگانہ محفلیں منعقد کرتیں۔

میلاد خوانی اور نعت خوانی اپنے خاندان کے لئے ہمیشہ ایک معزز فن اور کارِ ثواب رہا ہے خاندان کے بعض میلاد خوانوں نے تو ہندوستان گیر شہرت حاصل کی۔ بعض اسی فن سے ابتدا کر کے باکمال واعظ اور جادو بیان مقرر بن گئے۔ ایسی درجنوں مثالوں کا ہمیں علم ہے اور خاص طور پر الحاج حافظ طوطی دکن مولانا نظام الدین (باب ۶) اور حضرت طوطیٔ ہند مولانا اسرار الحق (۱۳) کا شمار تمام برصغیر پاک و ہند کے اعلیٰ پایہ کے میلاد خواں اور چوٹی کے واعظین میں ہوتا تھا۔ محفل میلاد گھر گھر منعقد ہوتی اور کنبہ کی ساری عورتیں جمع ہو جاتیں۔ خاندان کے کوئی بزرگ ہی سیرت پاک پر وعظ فرماتے۔ بیچ میں پردہ پڑا ہوا ہوتا۔ قلعہ رہتک میں اگر اس مہینے کسی روز اتفاق سے حضرت طوطیٔ ہند ہوتے تو پھر ممکن نہ تھا کہ وہ میلاد خوانی نہ کرتے اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ کوئی عورت اور کوئی لڑکی انہیں سننے نہ آتی۔ وہ معمر خواتین جو ضعف کے باعث چارپائی سے بھی نہ اٹھ سکتی تھیں وہ بھی کسی نہ کسی طریق سے اس بابرکت محفل میں پہنچا دی جاتیں۔ یہاں طوطیٔ ہند کا رنگِ بیان بالکل مختلف ہوتا۔ وہ اپنے وعظ کو طبقۂ نسواں کے مسائل تک محدود رکھتے اور سیرت پاک اور کلام پاک سے طبقۂ نسواں کے مسائل کے علاوہ اور کچھ پیش نہ کرتے۔

مردوں میں ایسے ایسے کہنہ مشق میلاد خواں تھے کہ انہیں میلاد خواں کہنا ہی غلط ہے کیونکہ یہ کسی کتاب سے ذکرِ میلاد پڑھ کر نہیں سنایا کرتے تھے بلکہ سیرتِ طیبہ پر وعظ کرتے تھے۔ خواتین میں بھی اچھی اچھی میلاد خوانوں کی کمی نہ تھی۔ خواتین عام طور پر میلادِ اکبری پڑھا کرتی ہیں مگر اس میں سیرت کے حالات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ زیادہ حصہ فضائل درود شریف، حضور کی ولادت سے پہلے کی نامعتبر روایات اور زیادہ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے حالات پر مشتمل ہے اسے ناکافی سمجھتے ہوئے متعدد خواتین نے اپنی اپنی کتابیں مرتب کی ہوئی تھیں جنہیں کتب میلاد کی بجائے کتب سیرت کہنا درست ہے۔ اس میں سیرت پاک کے چیدہ چیدہ حالات کے علاوہ نعتیں بھی تھیں۔ جہاں کوئی اچھی نعت نظر آئی اسے بھی شامل کر لیا جاتا۔ بعض خواتین خود بھی نعت گو تھیں۔ ایسی کتابیں اب بھی کئی خواتین کے پاس ہیں اور وہ انہیں محفلوں میں پڑھتی ہیں۔ خاندان کے

Marfat.com

بعض بزرگوں کے پاس بھی اپنی مرتبہ کتب سیرت ہوا کرتی تھیں۔ ان میں سے جو باقی بچی ہیں ان میں قدیم ترین وہ ہے جو قصبہ محمدی (یوپی) میں الحاج مولوی فیاض الحق (۱۳ ب) نے لکھی۔ یہ ۱۲۵۵ھ کی تصنیف ہے۔

میلاد ہمیشہ سلام پر ختم ہوتی جسے سب حاضرین یا حاضرات مل کر پڑھتے۔ اس کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی۔ ہماری یاد میں روپے کی تین سیر جلیبی یا لڈو یا چار سیر بتاشے یا الائچی دانے یا پانچ سیر چھوارے (خرمے) آتے تھے۔ ان میں سے کوئی چیز حسب استطاعت تقسیم کردی جاتی تھی۔ یہ بات بھی ہماری یاد کی ہے کہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے مبارک موقع پر ہندو کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز تقسیم نہیں کرنی چاہئے تو بعض حضرات کھوپرا، چھوارے، کشمش اور مغز مونگ پھلی ملا کر میوہ تقسیم کردیتے۔ ماہ ربیع الاول میں میلاد کی محفلیں اب بھی پہلے کی طرح منعقد کرائی جاتی ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اب خاندان بکھر گیا ہے اور وہ محلہ داری نہ رہی۔ دوسرا فرق یہ ہوا ہے کہ ہمارے خاندان کی میلاد خواں خواتیں غیر خاندان کی خواتین کی محفلوں میں بھی میلاد خوانی کے لئے مدعو کی جاتی ہیں اسی طرح مرد بھی میلاد خوانی کرتے ہیں۔

میرانجی (ربیع الثانی): اس مہینے کی گیارہویں تاریخ کو پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فوت ہوئے۔ لہذا اس تاریخ کو بڑے اہتمام کے ساتھ فاتحہ دلائی جاتی کیونکہ یہ کار خیر بھی زواید اسلام میں سے ہے اس لئے یہاں بھی ۱۱ ربیع الثانی کی سختی سے پابندی نہ تھی بلکہ اس مہینے میں گیارھویں تک کسی روز بھی فاتحہ دلادی جاتی۔

مدار (جمادی الاول): صوفیا کی اصطلاح میں قطب دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک قطب ارشاد اور دوسرے قطب مدار۔ قطب ارشاد کا کام ہدایت خلق ہے۔ اس کا وجود ہر زمانہ میں ضروری نہیں مگر قطب مدار پر تمام عالم کا مدار ہوتا ہے۔ اس کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ ابدال اس کے تابع ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ بدیع الدین کو شاہ مدار کہا جاتا ہے اور ان کے سلسلہ کو سلسلہ مداریہ۔ اسناد الاشجار مؤلفہ حضرت شاہ غلام جیلانی میں ان کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ شاہ بدیع الدین مدار ہرمز سے چل کر کالپی پہنچے، وہاں سے جونپور اور پھر قنوج کے نواح میں قصبہ مکن پور رہیں۔ وہیں سنہ ۸۴۰ھ میں انتقال ہوا۔ مگر گنجینۂ سروری اور فلاح دارین میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۲۴ برس کی عمر پاکر ۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۴۴ھ کو وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے شجرے بھی درج ہیں۔ اکثر مشائخ کو آپ کی نسبت اور آپ کے غیر شرعی اعمال پر اطمینان

Marfat.com

نہیں۔ آپ کے مریدین عام طور پر "قایل و مائل بالحاد و زندقہ" ہیں لیکن خواص نہیں۔ ہمارے زمانے میں اس مہینہ میں خاندان اس سلسلہ کی کوئی بھی رسم ادا نہیں کرتا تھا۔

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضانؒ (باب ۵) ۲۷ جمادی الاول ۱۲۴۸ھ کو سنگدل بوہروں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس مہینے کی ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا تھا۔ یہ مہینہ مہم میں بڑی ہی چہل پہل کا ہوتا تھا اس خاندان کے منتسبین اور کئی گدیوں کے سجادہ نشین عرسوں میں شرکت کرتے۔ خاندان کے مزاج میں اسلام کچھ اس طرح رچ بس گیا تھا کہ اتنی عظیم المرتبت ہستی کے مزار پر کسی رسم شرک و بدعت کی کبھی اجازت نہ دی۔ یہاں تک کہ عرس کے موقع پر قوالی بھی نہ ہوتی۔ صرف ختم قرآن ہوتا اور بعض نعتیں سنائی جاتیں۔

خواجہ معین الدین (ربیع الآخر): ۶ رجب کو فاتحہ دلا کر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی روح کو ایصالِ ثواب کہا جاتا ہے۔ اجمیر شریف جانے کی تیاری مہینے پہلے ہو جاتی۔

رجب کے مہینے میں مسلم عہدِ حکومت میں کسی فاتحہ یا کسی رسم کا رواج نہ تھا۔ انیسویں صدی عیسوی کے بالکل آغاز میں حضرت ہادی ہریانہ شاہ محمد رمضانؒ نے سیتلا دیوی سے مسلم راجپوتوں کی عقیدت کا رخ بدلنے کے لئے روٹ بوٹ کے نام سے ایک متوازی رسم شروع کی۔ ۱۰ رجب کو گائے کے گوشت کی ایک ایک پاؤ کی بوٹیاں بنا کر انہیں بھونا جاتا۔ ایک ایک روغنی روٹی پر ایک ایک بھنی ہوئی بوٹی رکھ کر عزیز و اقارب میں تقسیم کی جاتی۔ یہ رسم علاقہ ہریانہ میں عام ہو گئی تھی۔ اپنا خاندان بھی اوروں کو تعلیم دینے کی خاطر اسے مناتا مگر اور بہت سی رسوم کی طرح خاندان کی شاخ محمدی میں یہ رسم بھی رواج نہ پا سکی۔

خالص شیعہ رسوم میں سے ایک رسم ایسی خوش نصیب نکلی کہ اسے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بہت بعد اس موحد خاندان کی رسوم و رواج میں جگہ مل گئی۔ جوں جوں اعمال اسلامی سے تغافل بڑھتا جاتا ہے ان کی جگہ ایسی رسوم لیتی جاتی ہیں۔ سلسلہ کبیریہ سے ایک بزرگ حکیم ولی اللہ (۱۸۱۸ – ۱۸۶۳ء) لکھنؤ کے نامی گرامی طبیب تھے۔ ان کی دختر نواب بیگم متوفیہ ۱۹۱۳ء کی شادی مہم میں عنایت اللہ (۸ م ب) سے ہوئی۔ یہ خاتون اپنے ساتھ کونڈے لائیں۔ رہتک میں یہ رسم مولوی قاری سید حسین شبیر متوفی ۱۹۲۹ء (۷ ب) کی زوجہ رابعہ بیگم اور الحاج حافظ محمد یوسف (۹ ب) کی زوجہ سعیدہ بیگم ٹونک سے لائیں۔ یہ رسم یوں تو اس خاندان میں رواج نہ پا سکتی تھی۔ مگر اس کے ساتھ شیعی پروپیگنڈہ کا جو طومار آیا اس سے خواتین ہولزدہ ہو گئیں۔ یہاں تک کہ

اگر کوئی اس خالص شیعی رسم پر معترض ہوتا تو جاہل خواتین اسے وہابی کہنے میں بھی تامل نہ کرتیں۔ قیام پاکستان کے بعد خاندان میں یہ رسم بہت ہی کم ہو گئی ہے۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

شب برات (شعبان) اس مہینے کی چودھویں تاریخ کو اور پندرھویں شب کو عبادت کرنا اور خدا سے مغفرت کی دعا کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے۔ خاندان کے بزرگ اور خواتین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ تاہم چودھویں تاریخ کو حلوہ بنانے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز دلانے کی ہمہ گیر رسم اس خاندان میں بھی تھی۔ حسب استطاعت کئی کئی قسم کا حلوہ بنتا اور عزیز واقارب میں تقسیم ہوتا لیکن کوئی نہ بناتا تو ناک کٹنی نہ ہوتی۔

اگرچہ شعبان کی چودھویں تاریخ کوئی تہوار نہیں ہے مگر عام رواج کے مطابق اس روز لڑکیاں نئے کپڑے پہنتیں، بچے آتشبازی چھوڑتے اور رات کو چراغاں ہوتا۔

رمضان شریف میں روزے لازماً رکھے جاتے اور مساجد میں غیر معمولی رونق ہوتی تھی۔ افطار کے لئے ہر روز دو تین گھروں سے اور جمعرات کے روز کئی گھروں سے انواع واقسام کی چیزیں مساجد میں آجاتی تھیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ کی تقاریب مسنون طریق سے منائی جاتیں۔

تفریحات

رہتک اور جھجھر میں تیراکی ہمیشہ محبوب مشغلہ رہا ہے۔ رہتک میں لاڈھ والا تالاب اور جھجھر میں مرنڈ نامی تالاب تھا۔ مرنڈ تالاب کے سات گھاٹ تھے اور دو بارہ دریاں محلہ کا ہر چھوٹا بڑا گرمیوں میں بعد نماز عصر سیدھا تالاب کا رخ کرتا۔ خاندان میں شاید ایک لڑکا بھی ایسا نہیں تھا جو رہتک یا جھجھر میں رہا ہو اور اسے تیرنا نہ آتا ہو۔ یہ ایک ایسی ورزش تھی جسے چھوٹے بڑے سب کرتے۔ بڑے بڑے ثقہ بزرگ پہروں مچھلی کی طرح پانی میں پڑے رہتے۔

شکار کا شوق بھی عام تھا۔ کالا ہرن، چکارا اور کشمیرہ کے لئے یہ ضلع مشہور ہے۔ دو دو ہزار ہرنوں کی ڈار ایک عام بات تھی۔ پڑوسی ضلع حصار کی ایک ڈار کو لکھی ڈار کہا جاتا تھا۔ ہرنوں کی اتنی بڑی تعداد جس طرف نکل جاتی فصلوں کا صفایا کر دیتی۔ ہندو کاشتکاروں کو انہیں ڈرا کر بھگانے کے کچھ طریقے معلوم تھے۔ وہ خود تو ان کا شکار نہ کرتے مگر مسلمانوں کے شکار پر معترض نہ

Marfat.com

ہوتے۔ اگر سینکڑوں ہرنوں کی ڈار میں سے کوئی شکاری کالے نر کے علاوہ کوئی اور ہرن مار لیتا تو اس کی سُبکی ہوتی۔ شکاری کتا کوئی نہ رکھتا۔ متعدد افراد کے پاس بندوقیں تھیں جن میں سے بہت سوں کے پاس بغیر لائسنس کے تھیں۔ بظاہر یہ خلافِ قانون کام کوئی جرائم پیشہ ذہنیت ہی کر سکتی تھی مگر یہ ان بزرگوں کی باتیں ہیں جنہوں نے برطانوی حکومت کو کبھی جائز حکومت تسلیم نہیں کیا۔ خاندان کی امن پسندی اور احترامِ قانونِ اسلامی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اپنی سات سو برس کی تاریخ میں ماسوائے جنگ کے ہمارے خاندان کا ایک فرد بھی قتلِ انسانی کا مرتکب نہیں ہُوا۔

جوانوں میں پٹہ، گتکہ اور بنوٹ کے بھی ماہر رہے ہیں۔ ان چیزوں کو علم و فضل اور تقویٰ کے منافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ ہمارے بچپن میں ہم میں خاندان کے سب سے جید مولوی مولانا محمد اصغر (۹۴اب) ان فنون کی تربیت دیا کرتے تھے۔ دہلی میں اپنے خاندان کے ایک بزرگ خلیفہ طبیب الدین (۱۷ب) اس فن ضرب الاسلام میں وہ درجہ رکھتے تھے کہ محلہ محلہ میں ان کے شاگرد تھے۔ کبڈی کا شوق بھی عام تھا۔ اپنے زمانہ میں پیر محمد شاہ غوث (۱اب) دور دور تک اس فن میں مشہور تھے۔ بعض گھروں میں کبوتر بھی پالے جاتے تھے۔ دو ایسے بزرگ بھی کبوتر پالتے تھے جن کے تقدس کی قسم کھائی جا سکتی ہے اور جن کے اخلاقِ حمیدہ اور معاملہ فہمی سے ہر ایک متاثر تھا اور جن کی تمام عمر میں شاید ایک نماز بھی قضا نہیں ہوئی ہوگی۔

بچوں کے مشاغل اور کھیلوں میں غلیل، دھائی دھائی یا آنکھ چھپ، گھوڑی گھوڑی، کوکلا جمال تنا ہی، ڈنڈا پتی اور گیڈیاں کھیلتے تھے۔ چاندنی رات میں کسی لڑکے کی گلی سے آواز آتی۔

آ درے چھوروں چاندنی رات — اس میں کھیلیں میر شکار
میر شکار کی پینی چھری — تھر تھر کانپیں جن و پری
ایک تیر مار لیا — خدا نبی کا نام لیا

ڈیلو

ڈیلو غالباً کسی زبان کا لفظ نہیں مگر اس سے مراد یہ لی جاتی تھی کہ کھیل کے لئے آجاؤ اور پھر کچھ دیر بعد بھاگ دوڑ اور پکڑ دھکڑ کا کوئی کھیل شروع ہو جاتا۔ مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ خاندان کا مزاج اس حد تک اسلامی تھا کہ بچے کھیل میں بھی خدا اور رسول کو نہ بھولتے تھے۔

Marfat.com

باب ۱۴

خواتین

قبائل اور بعض سربرآوردہ خاندانوں کے اُردو زبان میں بیسیوں تذکرے شائع ہو چکے ہیں مگر یہ مشاہیر کے حالات تک محدود ہیں۔ ان میں معاشرہ اور عام انسانوں کا ذکر نہیں اور خواتین کا تذکرہ تو مشرق کی بالخصوص غیر عرب اقوام میں ہمیشہ معیوب سمجھا جاتا رہا ہے۔ دراصل ہر مشرقی خاندان کی عورت بے بسی و ناچاری، مظلومی و ستم کشی اور جہالت و توہم پرستی کی پیہم اور مسلسل شکار رہی ہے۔ مردوں کی انانیت یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ وہ اس متعفن گھریلو زندگی کو منظر عام پر لائیں راقم الحروف اس موضوع پر قلم اٹھانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ مگر بہتر یہ سمجھا کہ اس باب کو کسی خاتون سے لکھوایا جائے۔ یہ کام ایک سن رسیدہ خاتون کے سپرد کیا۔ ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ پھر ایک اور خاتون نے لکھنا شروع کیا مگر انہیں بھی بڑھاپے نے زیادہ مہلت نہ دی اور وہ بھی اللہ کو پیاری ہوئیں۔ مجبوراً یہ کام اپنی اہلیہ کے سپرد کیا جو حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ تھی (رباب ۵) کی پڑپوتی ہیں اور خاندان کی شاخ تھم اور اولاد مولانا کبیر الدینؒ سے اولین میٹریکولیٹ خاتون ہیں۔ عربی، فارسی اور انگریزی سے بھی شُد بُد رکھتی ہیں۔ فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کرنے کے بعد اپنے قائم کردہ پرائمری سکول برائے طالبات شورکوٹ ضلع جھنگ کی اولین صدر معلمہ رہ چکی ہیں۔ تحریک پاکستان کی بڑی ہی مستعد کارکن تھیں۔ انہوں نے کُرید کُرید کر بڑی بوڑھیوں سے حالات دریافت کیے اور خاندان سے متعلق تمام تحریروں کو سامنے رکھ کر اس باب کا وہ تمام حصہ لکھا جو اس فقرے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پیدائش لڑکیوں کی پیدائش پر دنیا میں کہیں بھی زیادہ خوشی نہیں منائی جاتی۔ دراصل آئندہ زندگی میں لڑکی کے بارے میں ماں باپ کی بے بسی اور اس پر دوسروں کا مکمل اختیار ایسی

Marfat.com

چیزیں ہیں جن کے تصور سے کوئی ماں باپ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمارے بزرگ دختر کی پیدائش کو "رسول اللہ کا سلام" اور "خدا کی رحمت" کہا کرتے تھے۔ اتنی بات ضرور تھی کہ لڑکے کی پیدائش پر خود ماں بھی فخر کرتی اور خاص طور پر پہلوٹھی کی لڑکی کی پیدائش پر تھوڑی دیر کے لئے تفکر کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہوتے۔ یہ اس لئے نہ تھا کہ اسے لڑکی پیدا ہونے کا افسوس ہوتا۔ ہمارے خاندان میں اس قسم کی خرافات پہلے تھیں نہ اب ہیں۔ ماں کو خوشی تو ضرور ہوتی تھی مگر ساس نندوں کے طعن و تشنیع کا خوف اس پر غالب آجاتا۔ یہ بات نہیں کہ ساس کو اس موقع پر افسوس ہوتا۔ ایسی گھٹیا ذہنیت کی تو بہت ہی کم ساسیں ہوتی ہوں گی۔ جو ساسیں بہوؤں کو تنگ کرنے کے لئے بہانے تلاش کرتی رہتی تھیں۔ انہیں ایک بہانہ مل جاتا تھا۔ ساس کو دیکھ کر نندیں بھی ساس کا ساتھ دیتیں بلکہ اس شغل میں وہ اپنی ماں سے بھی چار ہاتھ آگے نکل جاتیں۔

جہاں ساس نندوں کی طرف سے خدشہ نہ ہوتا وہاں لڑکیوں کی پیدائش پر عام خوشی منائی جاتی دور کیوں جائیں۔ ہم آٹھ بہنیں پیدا ہوئیں۔ ہر ایک کی پیدائش پر اسی طرح خوشی منائی گئی اور لڈو بٹے جس طرح ہمارے بھائیوں کی پیدائش پر۔

گوڑگانوں میں ہماری ایک استانی کے لڑکی پیدا ہوئی۔ انہوں نے اسے قطعی دودھ نہیں پلایا وہ مر گئی۔ ہم نے جماعت میں اظہارِ افسوس کیا تو بولیں "افسوس کیا ہوتا تھا۔ اچھا ہوا رانڈ مر گئی"۔ وہیں ہمارے پڑوس میں ایک ریلوے کلرک رہا کرتے تھے۔ ان کی ذات معلوم نہیں لیکن سب انہیں بابو کہہ کر بلایا کرتے۔ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ میری آنکھوں دیکھی بات ہے لڑکی کی ماں اسے دودھ نہ پلاتی۔ وہ لڑکی سسک سسک کر مر گئی۔ گوڑگانوں ہی میں ایک معروف وکیل تھے۔ ان کے لڑکیاں زیادہ ہوتیں۔ ان کا دستور تھا کہ جب بھی لڑکی پیدا ہوتی وہ کئی کئی دن گھر میں نہ گھستے اور جب جاتے گھر میں ایک طوفان بپا کر جاتے۔ یہ مثالیں تو حال کی ہیں اور غیر خاندانوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی ہیں گنواروں کی تو وہ وہ باتیں سنی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

ہندوستان میں ہمارا خاندان تقریباً سات سو سال تک آباد رہا۔ علاقہ ہریانہ کے راجپوت اب تو تہذیبی اعتبار سے بڑی ترقی کر چکے ہیں اور مالی اعتبار سے ہمارے خاندان سے بدرجہا بہتر ہیں لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر تک اکثر راجپوت اپنی نومولود لڑکیوں کو زہر دے کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالتے یا زندہ دفن کر دیتے۔ ہمارے خاندان کے علما و مشائخ کی کوششوں سے یہ رسم کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی۔ لیکن اردگرد کے علاقوں میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں بھی لڑکیوں

Marfat.com

کو مار ڈالنے کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں۔ اس زمانہ میں پُول سے آتی ہوئی ایک کنجڑی ممات لاڈو محلہ پیرزادگاں ہم میں سبزی بیچنے آیا کرتی تھی۔ اس کنجڑی کا اعتراف کتاب حالات خواتین میں یوں نقل ہوا ہے۔

"میں پُول کی ہو بتی اور بیٹی جھجر کی۔۔۔۔ کیا کرا ٹوکرے میں پستو (نو مولود لڑکی) کو ڈال چلی خصم بیچارہ پیچھے پیچھے - ارجی ارجی اس کو نہ مارو - کاڑھ جو تی تین چار ماری اور جا ہو ج ما پانی بھرا تھا اس کے اندر ڈال اوپر ٹوکرہ رکھ دیا - وہ بیچارہ مار کھا کر بھی نہیں مانا - آکے کہنے لگا ہم تو ٹھانے ما کہ آسے - ارجی اب ہم کو پکڑنے آویں ہیں - جب ڈری - اُٹھا ٹوکرہ گھر آگئی - اس نے چھوکری نکال باہر اکٹھی ڈالی - جب اس کے پیٹ کا پانی نکل گیا جب آیا - اور اب پھر بیٹی ہوئی تو میوا تنوں سے پونچھا - تم چھوری کو کیا دو جو مر جاوے - وہ بولیں ہم تو آکھ کا دودھ سے پلاویں - مری یاد کے - میں نے بھی آکھ کا دودھ پلایا - وہ چھوری مرگئی"

اس ماحول کو پس منظر میں رکھتے ہوئے دیکھئے کہ ہمارے خاندان میں لڑکی کی پیدائش پر والدین کے جو جذبات ہوتے تھے ان کی کیا قدر و قیمت تھی۔

تعلیم

جہاں تک تربیت کا تعلق ہے لڑکی اس کی زیادہ مستحق سمجھی جاتی - چار سال، چار ماہ اور چار دن کی ہوتی تو بڑے اہتمام سے اس کی رسم "بسم اللہ" ادا کی جاتی - اس روز نانا نانی کے گھر سے بھات آتا جس میں لڑکی، اس کے ماں باپ، بھائی بہن اور دادا دادی کے جوڑے ہوتے اور پھوپھی، تائی اور چچی کے ڈوپٹے، لڑکی کے لئے چوڑیاں، مہندی اور کوئی زیور ہوتا۔ مٹھائی بھی ہوتی - تمام رشتہ کی عورتوں کو مدعو کیا جاتا - ان کے بچے بھی ساتھ ہوتے - خاندان کی کوئی بزرگ خاتون سورۂ اقرا کی مَا لَمْ يَعْلَمْ تک آیات بچی کو کہلواتیں - یہ وہ آیات ہیں جو اللہ تعالےٰ نے نبوّت عطا کرتے وقت جبریل امین کے ذریعہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائی تھیں - زبان سے آیات ادا کرنے کے بعد بچی اُٹھ کر سب کو سلام کرتی - ہر طرف سے مبارک سلامت کی صدائیں بلند ہوتیں اور شیرینی تقسیم ہوتی - اسی شام محفل میلاد منعقد ہوتی اور شام کا کھانا کھا کر سب خواتین اور بچے رخصت ہوتے استطاعت ہوتی تو اس سے بھی زیادہ خرچ کیا جاتا - غربت ہوتی تو ایک آنہ کے بتاشوں میں پوری رسم ادا کر دیتے اور کوئی نام نہ دھرتا۔

"بسم اللہ" کے بعد لڑکی اپنے گھر میں یا خاندان کی کسی خاتون کے ہاں پڑھنے لگتی - ہر لڑکی پڑھنے

Marfat.com

ضرور بیٹھتی - یہ دوسری بات ہے کہ بعض بدشوق لڑکیاں قاعدہ بغدادی بھی ختم نہ کرتیں اور اُٹھ جاتیں بعض ایسی تھیں جو قرآن شریف ختم کرکے پھر ہاتھ نہ لگاتیں مگر ان کی تعداد بہت ہی کم تھی کیونکہ ہر لڑکی کے یہ بات ذہن نشین کرا دی جاتی تھی کہ جو قرآن پڑھ کر بھول جاتا ہے۔ وہ قیامت کے روز اندھا ہو کر اٹھے گا - ان بدشوق ناخواندہ لڑکیوں کی تعداد شاید کسی دور میں بھی دس فی صد سے زیادہ نہ ہوئی ہو گی۔

ایک ہی وقت میں محلہ میں کئی گھروں میں پڑھانے کا انتظام تھا۔ ان میں سے بعض میں غیر خاندانوں کے لڑکے بھی پڑھتے۔ ہمارے خاندان کی خواتین نے نائیوں، تیلیوں، قصائیوں اور راجپوتوں وغیرہ کے ہزاروں ایسے بچوں کو خواندہ بنا دیا جن کے اجداد میں سے کبھی بھی کوئی پڑھا لکھا نہ تھا۔ گذشتہ دو صدی کے ایسے بیسیوں گھریلو مکتبوں کا تو مجھے علم ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس سے پہلے بھی اس قسم کے زنانہ مکتب نہ ہوں۔ گو انہیں مکتب نہیں کہا جاتا تھا۔ اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے بی بی صبیحہ متوفیہ ۱۸۴۱ء کے مکتب نے بڑی شہرت پائی۔ یہ خاتون شاہ سلام اللہؒ کی دختر تھیں اور شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی سالی۔ ان کا مکتب مسجد محلہ پیرزادگان سے ملحق تھا بعد میں اس کے کھنڈر پر جو مکان بنا وہ پیر احسان الدین (۱۴۸) کی ملکیت تھا۔ دادی امانی بیگم (والدہ خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد مرحوم) بھی ان کی شاگرد تھیں۔ انہوں نے حالات خواتین کی مصنفہ کو بتایا:

"ہم کو بی بی جی نے ایسا پڑھایا کہ ہمارا ہی بھلا کیا۔ وہ مارتیں بہت۔ سارے محلے کے بچے ان کے ہی پاس پڑھتے۔ لڑکوں کے بیٹھنے کی جگہ تو دہلیز میں تھی اور لڑکیاں اندر ان کے پاس بیٹھتیں۔ وہ اس طرح پڑھاتیں کہ پہلے تو لڑکوں کا سبق سن لیتیں۔ پھر جو سب سے آگے ہوتا اس سے سبق سب کو دلواتیں اور پھر ان کو کہتیں کہ تم بیس بار پڑھو گے تو تمہاری چھٹی ہو جائے گی۔ پھر لڑکیوں کو پڑھاتیں۔"

آپا عائشہ کے فرزند پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "دادی صبیحہ بخت عرف بی بی جی بارعب تھیں۔ سفید کپڑے پہنتیں، منتظم اور سخت گیر تھیں۔ اپنے خاندان سے مولوی عبدالشکورؒ، حافظ مراد اللہ، ولی اللہ، شیخ عبدالعلی، حکیم اسد علی، وزیر اللہ، خدا بخش اور ان کے والد خواجہ بخش، غلام حسین، میاں عظیم الدین، عبداللہ اور غیروں میں سے حافظ جاناں جاجو، حافظ خواجو ہانسوی، اللہ بخش مولانا سدو، مولانا نصرو ان کے شاگرد تھے۔ حافظ جاناں اور حافظ خواجو کو بی بی جی نے قرآن مجید حفظ کرایا۔ ان کے سکول میں تین مدارج تھے: دہلیز میں باہر کے لڑکے، دہلیز کے اندر مکان کی طرف سہ دری

Marfat.com

تھی۔ اس میں محلے کے لڑکے اور اندھ لڑکیاں "

اس مکتب کے بعد جھجھ میں جس زنانہ مکتب نے زیادہ شہرت پائی وہ پھوپھی زینب متوفیہ ۱۳۹۱ھ کا تھا۔ یہ تایا وزیر الدین سجادہ نشین کی زوجہ تھیں۔ وجاہت اور حسنِ انتظام میں منفرد تھیں۔ چھوٹوں کی تو کیا مجال تھی بڑے بھی گھر داخل ہوتے تو بآوازِ بلند سلام کرتے۔ جو بھول جاتا واپس بھیج دیا جاتا کہ جاؤ اور پھر سلام کر کے آؤ۔ علم الفرائض پر اس قدر عبور تھا کہ سب کو مسئلے مسائل بتاتیں۔ پھوپیا محمد حسین (خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم۔ اے ۱۸۸۳ء سی۔ آئی ای سیشن جج) اپنے وقت کے فاضل اجل تھے اور پھوپھی زینب سے چھ سال بڑے۔ وہ ایک بار جھجھ گئے تو ان کے ہاں بھی گئے فرمانے لگیں۔ "بھائی تم نے اتنا پڑھا۔ چھ کلمے تو سناؤ۔" کہتے ہیں کہ اس وقت پھوپیا جی کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ امتیازی وصف یہ تھا کہ یہ خاتون حافظ قرآن تھیں۔ میرے ابا جی مرحوم نے بھی ان سے ہی قرآن شریف پڑھا تھا۔ آپا عائشہ مرحومہ بھی ان کی شاگرد تھیں۔ وہ اپنی تصنیف حالات خواتین میں لکھتی ہیں۔

اچھی صورت والی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھیں، ناک ستواں، پتلے پتلے ہونٹ، رنگ گہوانی لمبا قد۔ پہلے اس قدر دبلی تھیں کہ ایک بالشت کی کرتی ان کے ٹھیک آتی۔ پھر جو موٹی ہونے لگیں تو اس قدر موٹی ہوئیں کہ دو بالشت کی آستین ان کے آنے لگی۔ یہ قرآن کی حافظ تھیں۔ رات دن ان کی اسی میں گزرتی تھی ..... سنگار کا بڑا شوق تھا۔ چوٹی کنگھی، سرمہ، مسی سے ہر وقت درست رہتیں۔ کپڑے بھی اچھے گوٹے پٹھے کے سادہ دنوں میں پہنا کرتیں۔ .... دل کی صاف تھیں .... نوکر روٹی پکانے والی ان کے بارہ مہینے لگی رہتی۔ اوپر کے کام کو لڑکیاں پڑھنے والی کرتی تھیں۔ میں نے ان سے ہی قرآن پڑھا ہے ..... ایسا اچھا پڑھاتیں کہ کوئی ان کا پڑھایا ہوا نہیں بھولی۔"

محلہ قلعہ رہتک میں بھی اسی قسم کے مکتب تھے بلکہ وہاں لڑکیوں کی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ جھجھ اور رہتک کے باہر جہاں جہاں بھی خاندان کے افراد خاصی تعداد میں رہتے تھے وہاں بھی خاندان کی کوئی نہ کوئی خاتون بچیوں کو پڑھایا کرتی تھیں۔ ایسی ایک درخشاں مثال الحاج حافظ عین الدین غمگین کی اہلیہ جعفری بیگم صاحبہ مرحومہ کی تھی۔ یہ خاتون رہتک، بھوپال اور محمدی میں پڑھاتی رہیں۔ قریباً قریباً حافظ قرآن تھیں۔ مطالب قرآن پر گہری نظر تھی۔ تفسیر عزیزی منظوم ان کے ازبر تھی اور مسائل فقہ نوکِ زبان تھے۔

Marfat.com

ایسے مکتبوں میں لڑکیاں آداب محفل اور امورِ خانہ داری کی عملی تعلیم پاتیں اور ضروری ضروری مسائل فقہ اور قرآن خوانی سیکھا کرتیں۔ معلمہ کوئی معاوضہ نہ لیتی۔ خاندان میں اسے بڑی ہی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ یہاں لکھنا نہیں سکھایا جاتا تھا جنہیں شوق ہوتا وہ خود ہی گھر پر لکھنا سیکھ لیا کرتیں۔ میں نے ان مکتبوں میں پڑھی ہوئی سینکڑوں خواتین دیکھی ہیں جنہوں نے اپنی کوشش سے بعد میں لکھنا سیکھ لیا۔

محلہ قلعہ رہتک اور محلہ پیرزادگان ہہم میں جب پہلی مرتبہ زنانہ سرکاری مدارس قائم ہوئے تو رہتک میں محترمہ ام حبیبہ زوجہ عموی پیر علیم الدین صاحب (۱۸۶۰ء — ۱۹۲۷ء) اور ہہم میں آپا عائشہ (۱۸۷۰ء — ۱۹۵۲ء) ان میں اولین استانیاں مقرر ہوئیں۔ ان دونوں نے ایسے ہی گھریلو مکتبوں میں تعلیم پائی تھی اور توے کی سیاہی یا چراغ کے کاجل سے لکھنا سیکھا تھا۔

ان مکتبوں میں پڑھی ہوئی خواتین اردو روانی سے پڑھ سکتی تھیں۔ گھر میں علمی ماحول ہوتا تو اور کتابیں بھی پڑھ لیتیں۔ نور نامہ، کنز المصلی، قصہ حضرت جابر تو ہر ایک کو ازبر ہوتا۔ کتاب بہشتی زیور بھی اکثر مطالعہ میں رہتی۔ قصص الانبیاء، موتیوں کا ہار مصنفہ پیرزادہ محمد حسین اور آسائش دارین مصنفہ ڈاکٹر ظہور الدین بھی اکثر خواتین پڑھتیں۔ بعض گھر پر فارسی تعلیم بھی پاتیں اور شاعرہ بھی ہوتیں۔ مسرت جہاں انجم صدیقی صاحبہ (بیوہ افضل علی ۱۲۲) نے اپنے گھر میں ہی تعلیم پائی لیکن ایک اچھی ادیب، شاعرہ اور مقرر ہیں۔ انہیں مکتبوں میں پڑھی ہوئی متعدد شاعرات کا اس کتاب میں پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ گھروں میں قصہ کہانیاں پڑھنے کی بندش تھی لیکن چوری چھپے سب ہی ایسا کیا کرتیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ آپا رابعہ مرحومہ (اہلیہ بھائی مصباح الدین صاحب) اور بھابی فطیمہ (اہلیہ بھائی مفتاح الدین صاحب) جب مولانا عبدالحلیم شرر کے کسی ناول کا کوئی قصہ ہمیں سنانے لگتیں تو آٹھ آٹھ روز تک سناتی رہتیں اور زبانی اس طرح سناتیں جیسے پڑھ رہی ہوں۔ یہاں تک کہ منظر کشی میں حرف بحرف وہی کچھ سناتیں جو مصنف نے کتاب میں لکھا ہے اور ہم ان کی قوتِ یادداشت پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔

یہ تو اپنے سامنے کی باتیں ہیں یا ان کی تحریر کردہ یا سنائی ہوئی باتیں ہیں جنہیں میں نے دیکھا ہے قدیم تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم عہد حکومت میں جب کسی دستاویز پر دستخط کی ضرورت ہوتی بعض خواتین اس کاغذ پر خود دستخط نہ کرتیں بلکہ ان کی طرف سے کوئی رشتہ دار اس خاتون کا نام لکھ کر اس کے ساتھ لفظ "باذنہ" لکھ دیا کرتا تھا جس سے مراد ہے اس کے ایما پر۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عورت لکھ نہیں سکتی تھی۔ مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد ہہم ایک عالم و فاضل بزرگ تھے۔ ایک کاغذ پر ان کے خسر شاہ محمد رمضانؒ نے اپنی قلم سے ان کی گواہی درج کی "محمد ابراہیم باذنہ"۔ بعض خواتین مردوں کی

طرح اپنے دستخطوں کی بجائے اپنی مہر لگاتیں سنہ ۱۲۴۲ھ کے چند کاغذات پر بی بی صدارت بخت بنت خطیب دیدار بخش صدیقی الہمی کی مہر پائی جاتی ہے۔ سنہ ۱۱۹۸ھ کی ایک تحریر پر شاہ بدرالدین کی بہن بی بی سنجیدہ کے دستخط ہیں۔ سنہ ۱۱۶۲ھ کی ایک تحریر پر بی بی فرخندہ زوجہ عبدالخالق کے دستخط ہیں۔ ۲۴؍ رجب سنہ ۱۱۹۷ھ کی ایک تحریر پر "والدہ صفت اللہ بخطہٖ" لکھا ہوا ہے۔

شادی

سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی لڑکی کی مانگ شروع ہو جاتی۔ لڑکی کے والدین کو آج کل کی طرح پریشان نہیں ہونا پڑتا تھا۔ قریب ترین رشتہ داروں کو ترجیح دی جاتی۔ "اپنوں کے عیب اپنے ہی ڈھکتے ہیں" ایک مسلمہ اصول تھا۔ کبھی چٹ پٹ اقرار ہو جاتا تو کبھی اتنا عرصہ لگ جاتا کہ لڑکے کی ماں کی آتے جاتے جوتیاں ٹوٹ جاتیں۔ اقرار کے بعد سگائی کی رسم ادا کی جاتی۔ لڑکی سے قطعی مشورہ نہیں لیا جاتا مگر لڑکے سے پوچھ لیا جاتا۔ تاہم یہ ایک اجنبی اور اجنبیہ کی شادی نہ تھی۔ دونوں کی اچھائیاں اور برائیاں ہر ایک رشتہ دار پر عیاں تھیں۔ یہ اپنی اپنی صلاحیتوں پر منحصر تھا کہ گھر میں دادا، دادی، ماں اور باپ میں سے کس کی زیادہ چلتی ہے۔ اسی کے فیصلے کو سب قبول کر لیتے۔ قریبی رشتہ داروں سے بھی مشورہ کر لیتے۔ یہ شادیاں اس لئے کامیاب رہتیں کہ مسائل زندگی کے بارے میں لڑکی کی اپنی مستقل کوئی رائے نہ تھی۔ لڑکیوں کو تربیت ہی یہ ملتی تھی کہ ہر حال میں نباہ کرنا ہے چنانچہ وہ جلد ہی خاوند کے رنگ میں رنگی جاتیں۔

سگائی کے وقت تمام رشتہ دار خواتین کو مدعو کیا جاتا۔ گھر کے کمروں اور دالانوں میں دریاں بچھا کر چاندنی یا جاجم بچھا دی جاتی۔ سفید بڑی چادر کو چاندنی اور پھولدار کو جاجم کہتے۔ ان پر بیبیاں بیٹھتیں لڑکی کو سسرال سے آیا ہوا جوڑا اور زیور پہنایا جاتا۔ سات خواتین دلہن کے ہاتھ پر ابٹنا رکھتیں۔ ابٹن کو ہمارے ہاں کی عورتیں عام طور پر بٹنا کہا کرتی تھیں۔ سب طرف سے مبارک سلامت ہوتی۔ لڑکی کو نائن اٹھا کر اندر لے جاتی۔ اس کے بعد لڑکے کو اندر بلا کر بٹھایا جاتا۔ اسے سلامی کے روپے دیتے جاتے۔ کچھ دیر بیٹھ کر لڑکا اور مہمان اپنے اپنے گھر چلے جاتے۔

سگائی کے بعد نکاح تک لڑکا صرف عید، بقر عید اور شب برات کے موقع پر ہونے والی سسرال میں سلام کرنے جاتا۔ لڑکی کسی سسرالی کے سامنے نہ آتی۔ اس میں سسرال کے بچے، ملازمائیں اور نائن وغیرہ بھی شامل ہیں۔ نکاح کی تاریخ لڑکے والوں کے اصرار پر لڑکی والے مقرر کرتے۔ نکاح سے ایک ماہ پیشتر لڑکی مائیوں بیٹھ جاتی۔ لڑکے والوں کے ہاں سے پنڈیاں (سوجی کے لڈو)، میوہ (بادام، کھوپرا اور کوزے کی مصری)، مہندی اور ابٹنا ایک خوان میں رکھ کر نائن دلہن والوں کے ہاں لاتی۔

یہاں ایک تخت یا چوکی پر سرخ کپڑا ڈال کر اس پر دلہن کو بٹھایا جاتا۔ وہ پیلے جوڑے میں ملبوس ہوتی۔ سات بھاگوان سہاگنیں اس کے ہاتھ پر اٹبنا رکھتیں۔ پھر ایک پینڈی میں سے سات سہاگنیں دلہن کو ایک ایک لقمہ کھلاتیں۔ نوجوان عورتیں ایک دوسرے پر زبردستی اٹبنا ملتیں۔ کھیل ہی کھیل میں اکثر کے ریشمی جوڑے خراب ہو جاتے۔ لڑکی پر سے وار پھیر کی جاتی۔ اس کے سسرال سے آئی ہوئی پینڈیاں مہمانوں میں تقسیم کر دی جاتیں۔ مہمان خواتین میں سے ہر ایک عورت ایک ایک دو دو روپے دلہن کی ماں کو میوہ اور دودھ کے لئے دیتی۔ مائیوں بیٹھنے کے بعد لڑکی ماں، باپ اور بھائیوں کے سامنے بھی نہ آتی۔

اگلے روز لڑکی والوں کی طرف سے آتنا ہی اور اسی قسم کا سامان لڑکے والوں کے ہاں جاتا لڑکے کے چہرے پر کھنڈا سرخ کپڑا ڈال دیا جاتا تاکہ وہ حاضرات کو نہ دیکھ سکے۔ نائن لڑکے کے اٹبنا ملتی۔ عورتیں اٹبنا کھیلتیں اور ہر عورت دولہا پر سے کچھ پیسے وار کے نائن کی کٹوری میں ڈال دیتی اور دولہا کی ماں کو ایک ایک دو دو روپے دیتی۔

نکاح کے دن دولہا اور اس کی والدہ کے لئے جوڑے بھیجے جاتے۔ ایک دیگچے میں دودھ جلیبیاں ہوتیں۔ دلہن کے گھر برات پہنچتی اور عام طور پر عشاء کے بعد نکاح پڑھایا جاتا۔ بَری کی نمائش ہوتی۔ بَری میں عام طور پر پانچ سے اکیس تک جوڑے، ایک جوڑا جوتا، موباف، ازاربند رُومال، جرابیں، مسّی، سرمہ، تیل، کنگھی، عطر، سہاگ پوڑا، خدمت گاروں کے لئے اکیس روپے، اور سوا من وزنی کھلانے کی اشیا ہوتیں۔ سہاگ پوڑا تقریباً ۲ × ۸ کا لفافہ ہوتا تھا جس میں جڑی بوٹیوں پر مشتمل خوشبوئیں ہوتیں۔ مثلاً چھیل چھبیلا، ناگر موتھا۔ چھوٹی الائچی انہیں پیس کر دلہن کی مانگ بھرتے۔ ہفتوں اس کی خوشبو نہ جاتی۔ سوا من اشیائے خوردنی میں میوہ، سوکھے سنگھاڑے، مصری کے کوزے، کھیلیں، قند سفید ایک مقررہ نسبت سے ہوتے۔ نیز کلاوہ (سرخ پیلا رنگا ہوا سوت) ہوتا یہ زیادہ سے زیادہ بَری تھی۔ بعد میں یہ بری کنبہ میں تقسیم کر دی جاتی۔ ایسی شادیاں بھی بہت سی ہوئیں جن میں بری نام کو نہ تھی۔

رات کو رت جگا ہوتا۔ رات کے پچھلے حصہ میں آرسی مصحف کی رسم ادا ہوتی۔ دُلہا اور دلہن کو آمنے سامنے بٹھا کر بیچ میں بڑا سا آئینہ رکھتے اور دونوں کے اوپر ایک چادر ڈال دی جاتی۔ دولہا سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتا اور دلہن کو انگوٹھی پہناتا۔

جہیز میں حسبِ استطاعت کپڑے، برتن، زیور، فرنیچر، ڈولی وغیرہ ہوتے۔ ان سے کی کوئی چیز نہ

Marfat.com

ہوتی شلاً توا، چمٹا، چاقو، قینچی، سوئی چھلنی، چھاج۔ لڑکی کے پیدا ہوتے ہی ماں کو جہیز کا فکر ہو جاتا وہ اپنے جہیز کے بعض کپڑے بھی اپنی لڑکی کے جہیز کے لئے رکھ چھوڑتی۔ جہیز کے کپڑے پہلے بغچوں میں جایا کرتے تھے۔ پھر صندوقوں میں جانے لگے۔ ان صندوقوں کے لئے تالے لڑکے والے اپنے ہاں سے لاتے۔

وداعگی کا منظر خاصا دردناک ہوتا۔ دولہا کے گھر آنے پر جو رسوم ادا کی جاتیں ان میں بار رکوائی بغچہ کھلائی، کھیر چٹائی اور دعوتِ ولیمہ قابلِ ذکر ہیں۔

مہر عموماً ایک لاکھ اسی ہزار روپے اور ایک سونے کا ٹکہ ہوتا تھا۔ اتنے زیادہ مہر کی ادائیگی کی مجھے تو صرف دو مثالوں کا علم ہے ایک مستقیم الدولہ خان بہادر محمد احسان سپہدار جنگ (باب ۲) اور دوسرے تایا مظفر احمد (باب ۶) یہ زرِ مہر خاندان کے دورِ خوشحالی کی یادگار ہے۔ انگریزی عہدِ حکومت میں جب خاندان معاشی بدحالی میں مبتلا کر دیا گیا تو ایک دو کے علاوہ کسی میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ اتنا زرِ کثیر ادا کرتا۔ الحاج قاری حافظ الدین صاحب (باب ۳) نے ایک محضر نامہ پر بزرگانِ خاندان کے دستخط کرائے اور زرِ مہر زیادہ سے زیادہ دس ہزار ہونے لگا۔ پھر پانچ ہزار تک آگیا۔ مسلم عہدِ حکومت میں تھوڑے مہر کی مثالیں بھی ہیں لیکن جو بچی کھچی تحریریں موجود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم عہدِ حکومت میں مہر ادا کیا جاتا تھا۔ انگریزی دورِ حکومت میں اس ادائیگی سے رفتہ رفتہ تغافل برتا جانے لگا اور اب زوجین کی حیات میں تو کوئی کوئی ادا کرتا ہے۔

لڑکی کی شادی سولہ سال کی عمر تک ہو جاتی۔ اب چند شادیوں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی دختر دادی خدیجہ کی شادی تقریباً ۱۸۱۰ء میں دادے جی عبدالغنی سے ہوئی۔ دادی خدیجہ مرحومہ نے اپنی پوتی آپا عائشہ بیگم مرحومہ کو بتایا:

"اب میں نو دس برس کی ہوئی تو باوا جی (شاہ محمد رمضان) نے دوسرے حج کی تیاری کی تو دادی نے کہا: بیٹا میں کبھی اجازت نہیں دوں گی۔ بیٹی کا بیاہ کر دے جب جانے دوں گی۔"

باوا جی نے کہا: "اچھا اماں جی جو تم حکم کرو۔ میں وہی کروں گا۔"

وہ گیارہ مہینے باہر رہتے۔ روزوں میں گھر آتے۔ اب کے آئے تو دادی سے پوچھا: "اماں جی خدیجہ کی سگائی کہاں کرو گی؟"

Marfat.com

کہنے لگیں: "تمگائی کو کیا باہر جاؤں گی۔ گھر کا چھوکرا ہے۔ تیرے بھائی کا بیٹا اس سے کروں گی۔"

پوچھا: "بھائی نے کیا کہا ہے۔ تم کیا آپ کہو گی؟"

جواب دیا: "بٹیا میرے جیتے کون تو اولاد کا ہے اور کون تیرا بھائی۔ میں آپ کروں گی۔"

اب چھوٹے بیٹے (دادے جی شاہ اسماعیلؒ) کو بلا کر کہا: "جا بھائی سے بیٹی مانگ۔" وہ کہنے لگے: "اماں جی میں کیونکر مانگوں۔ مجھے تو بھائی سے شرم آوے ہے۔ تم جو بیٹھی ہو، مجھے بھائی نے پالا ہے ان کو اختیار ہے۔"

بس اب کیا تھا۔ دونوں طرف تیاری بھی بھائی نے کری۔ میں بہت لاڈلی تھی۔ دادی نے لال پردے ڈلوائے۔ لال جو کی منگوائی اور ساتھ ہی ساری چھوکریاں گھر آئیں۔ ایک مہینے پہلے بیاہ پھیلا۔ کسم چڑھا۔ سب نے مل کر ہولی کھیلی۔ اب اور نیگ چار ہوتے رہے۔ سارے شہر کی دعوت ہوئی۔ جہاں اب خانقاہ ہے وہاں دیگیں چڑھیں اور چالیس گایاں کٹیں۔ پلاؤ کی روٹی ہوئی۔ ایک محلہ ہر روز آکے کھاتا۔ اپنا محلہ بھی ہر محلہ کے ساتھ کھاتا۔

اب بری دان کا ذکر ہوا تو میرے باوا جی نے کہا: میں تو یہ دوں گا ۔ ایک پیڑھا کاٹ کا، چکی، تکیہ بکری کے چمڑے کا اندر اس کے کھجور کے پتے، بوریا، مسواک نعلین جوتے، ستر پیوند کی چادر۔ اب دادی نے پوتی کا دان نکالا۔ تین سو کا زیور۔ سو جوڑے اور برتن دئے۔ اب بیاہ ہوا۔ پلنگ کھڑا کیا۔ ایک طرف دلہا، ایک طرف دلہن۔ اکیس سہاگ ڈومنیوں نے گائے۔"

یہ شادی تو گھر کی گھر میں ہوئی۔ ایک ایسی شادی کا بیان ملاحظہ ہو جو ہوئی تو خاندان میں ہی تھی مگر جس میں برات باہر سے آئی۔ آپا لطف النساء متوفیہ ۱۹۰۸ھ (دختر تایا جی فلاح الدین مرحوم) کی شادی خاندان میں وقت کے سب سے بڑے عالم دین الحاج حافظ قاری مولانا حافظ الدین صاحب کے فرزند قاری سید حسن شبرؔ صاحب سے ہوئی۔ قاری صاحب موصوف دوجانہ میں رہتے تھے۔ برات ہم آئی۔ یہ شادی ۱۱ر جولائی ۱۸۷۹ء کو ہوئی۔ کتاب حالات خواتین کی مصنفہؒ لکھتی ہیں:

"دوجانہ سے اتنی برات آئی کہ کوئی پچاسوں گاڑیاں، رتھیں، گھوڑے تھے، چھکڑے

تو دو تھے۔ ایک میں آتش بازی بھری ہوئی تھی۔ اور ایک میں سامان رکھا ہوا تھا۔

گرمیوں کے دن، جیٹھ کا مہینہ صبح ہی تو برات آگئی۔ جو ہٹر پہ اتر گئی مگر یہ دوپہر کے بعد لینے گئے۔ یہ بھی بڑی دھوم سے لینے گئے۔ گھوڑے، رتھیں، گاڑیاں بیٹھ بیٹھ تمام شہر کے جوان لینے گئے۔ برات کو لے کر آئے۔ عورتیں تو ماموں سلام الدین کے اتریں۔ مرد باہر کمرے میں اترے۔ بڑی بھاری برات آئی۔ دوجانے کے پٹھان بڈھے بڈھے۔ کالی جالی کی سیاہ ٹوپیاں، ان کے گوکھرو اور پٹھے سنہری ٹکے ہوئے اوڑھ اوڑھ کر آئے۔ عورتوں نے بھابی میدی (زوجہ مولوی مشتاق احمد صاحب) کے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے۔ سب تو رنتک والیاں تھیں اور دوجانے کی پٹھانیاں، نیل گرنیاں کنہورے کے پید، سیدانیاں، شیخنیاں اوڑھا وڑھ کے گوٹے کے دوپٹے اور سیروں گہنے پہن چھم چھم کرتی پھریں۔ اب برات کو کھلاتے کھلاتے بارہ بج گئے جب کھلا کر فارغ ہوئے تب نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد آتش بازی چھٹنے لگی سو چھٹتے چھٹتے صبح ہو گئی۔ اس دن بورا چاول پکے تھے۔ صبح زردہ پلاؤ کی دعوت دی۔ بری بھی چڑھی"۔

اب ایک امیر کبیر گھرانے میں جو بیاہ ہوا اس کا مختصر حال ملاحظہ ہو۔ یہ بیاہ آپا اولیا (مجھ سے چھیاسٹھ سال بڑی تھیں۔ اور تایا جی محمد سلیمان بن شاہ عبدالغنیؒ کی دختر تھیں) اور الحاج ظہور اللہ ولد ڈپٹی جمیل اللہ مہی کا تھا۔ شادی کی تاریخ ۱۲/ دسمبر ۱۸۷۹ء ہے حالات خواتین میں لکھا ہے۔

بیاہ ہوا تو ایسا ہوا کہ آج تک کسی کا بھی نہیں ہوا۔ مہینوں پہلے تیاریاں ہوئیں۔ کوئی پندرہ دن پہلے سارا کنبہ جمع ہوا۔ مہندی کے دن تو سارا ہی محلہ تھا کیونکہ اس دن تھال ہوئی تھی۔ وہ یوں ہوتی تھی کہ بیسن کی ڈبکوڑیاں (بوندیاں) دہی میں ڈال کر محلے میں تقسیم ہوا کریں تھیں (ڈپٹی صاحب نے) صندوقچہ تمام سونے کے زیور کا بھیجا۔ کئی ہزار روپے بھیجے کہ خوب تیاری کرو۔ ان کو گانے باجے سے بہت ہی شوق تھا اس وجہ سے کئی جگہوں کی ڈومنیاں بھی بلائیں ان کو کپڑے اور جوڑے بھی دیئے اور چار ذات کا کھانا بھی کیا۔ . . . . چار دن پہلے ہی یہ معلوم تھا کہ آج بیاہ ہے۔ رات کو آتش بازی اور دن میں گانا بجانا۔ . . . . . اب بری لائے تھالی بھری تو سونے چاندی کا زیور۔ اور اور چیزیں تو بادستور تھیں۔ رات کو جو سمدھن گئے تو اتنی عورتیں ان کے ساتھ تھیں۔ دونوں تو دالان، باورچی خانہ۔ آنگن میں بھی شامیانہ پڑا تھا۔ وہاں بھی عورتیں

Marfat.com

بیٹھی تھیں۔ آپ (ڈپٹی جمیل اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ پھوپھی فاطمہ بنت شاہ عبدالغنی)
بھی اس روز تمام زیور سونے کا پہنیں اچھے کپڑے پہن کر۔ سجادٹ بڑی تھی۔ اس
سبب سے اچھی لگتی تھیں۔ میاں سے گہرا پردہ کیا کرتی تھیں۔ کوئی بات کہنی ہوتی تو اپنی
نند زینب رفیع النسا، زوجہ شیخ علیم الدین صاحب مرحوم سے کہتیں کہ تو اپنے بھائی سے
کہہ دے کہ اس چیز کی ضرورت ہے۔ اب بھی نند سے کہہ رہی تھیں کہ زینب تو اپنے بھائی سے
کہہ دے کہ بہو کو رتھ میں بٹھا کر لے جاؤ۔ انہوں نے کہا اچھا۔"

یہ تینوں شادیاں تو بڑی دھوم سے ہوئیں لیکن برطانوی عہد حکومت میں خاندان میں بمشکل دس
بارہ امیر گھرانے ہوں گے۔ غربت زیادہ تھی۔ میری پھوپھی کی شادی پر تو شاید پورا ایک روپیہ بھی خرچ
نہ ہوا ہو گا۔ یہ شادی ۱۸۶۲ء کے قریب ہوئی۔ پھوپھی محمدی بیگم کے بارے میں مصنفہ حالات خواتین
کا بیان ہے:

"جس دن ان کا بیاہ ہوا نہ تو باپ ہی کے پاس کچھ تھا، نہ ساس ہی کے پاس کچھ تھا۔
کہنے کی بات تھی۔ میاں جب ان کے پڑھا ہی کرتے تھے۔ وہ جب تک کچھ نوکر نہیں
ہوئے تھے ساس نے فقط تین سرخ کپڑے لے جا کر نکاح پڑھ کے اپنے گھر لے آئیں۔
نہ تو ناک میں نتھ تھی نہ کان میں بالی تھی۔"

یہ ان بزرگ کی شادی کا بیان ہے جو بعد میں خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم۔ اے
پنجاب ۱۸۸۳ء سی۔ آئی۔ ای سشن جج کے نام اور القاب سے برصغیر پاک و ہند میں مشہور و معروف
ہوئے۔

شادی کے بعد شادی کے بعد چار جمعہ دلہن کی دعوت ہوتی۔ پہلے جمعہ دلہن کے ماں باپ کے
ہاں، دوسرے اور تیسرے جمعہ قریبی رشتہ داروں میں اور چوتھے جمعہ سسرال میں۔
اس کے بعد دلہن کا گھونگھٹ کھلتا۔ دلہن عام طور پر سال بھر تک بچوں کے علاوہ کسی سے بات نہ کرتی
یونہی معمولی سینا پرونا کر لیتی۔ سال گزرنے پر "ہاتھ برتائی" کی رسم ادا کی جاتی۔ یعنی بہو سے کھیر اور زردہ
پکوایا جاتا اور پھر گھر کا سارا کام بہو کے سپرد ہو جاتا۔

"ہاتھ برتائی" کے بعد اس کی زندگی کا کٹھن دور شروع ہو جاتا۔ بہو کا آیا ڈولہ اور ساس کے لگا
گولہ، کسی دل جلی دلہن کے منہ سے نکل کر ضرب المثل بن گیا۔ ایک اور کہاوت ہے "ساس کے نام کی
خالہ اس کا بھی منہ کالا"۔ ایک کہاوت میں ساس کے ساتھ نند کو بھی نتھی کیا ہوا تھا، نند بجلی بسنت کسدا

چمکا کرے۔ ساس دل کی پھانس سدا کھٹکا کرے۔ یعنی نند آسمان کی بجلی کی طرح خطرناک ہے۔ یہ اور ایسی ہی بہت سی کہاوتیں ساس اور نندوں کی بے رحمی کی عکاسی کرتی ہیں۔

ساس خود تو پلنگ پر بیٹھ جاتی اور بہو پر حکمرانی کرتی۔ ساس کی خدمت کرنے کو تو بہو سعادت مندی سمجھتی مگر جب اٹھتے بیٹھتے اس کے ماں باپ کی طعن و تشنیع سے تواضع ہوتی تو وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ ساس کے اس "مسلمہ حق" کے خلاف اف تک نہ کر سکتی۔ بہو کو اپنے جہیز پر بھی اختیار نہ تھا۔ آٹھویں روز ساس اپنی مرضی کا جوڑا نکال کر دے دیتی۔ جب چاہتی بیٹے سے ملنے دیتی۔ بیٹے کی مجال نہ تھی کہ وہ بیوی کو ضرورت کی کوئی چیز لا دے یا اس کی طرف داری کرے کیونکہ "ماں کے پیروں تلے جنت ہوتی ہے"۔ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر نہ معلوم کتنی ساسوں نے اپنی بہوؤں پر ناقابلِ بیان ظلم توڑے ہوں گے اور اب اس کہاوتی جنت پر کھڑے ہونے کی بجائے سچ مچ کی دوزخ میں ہوں گی۔

ساس کے علاوہ نندیں بھی ہوتیں تو بہو کی زندگی اور بھی تلخ ہو جاتی کوئی چیز اٹھا کر کھالی اور بہو کا نام لگا دیا۔ کوئی چیز لے کر چھپا دی اور ڈھیٹ بن کر کہہ دیا کہ بہو نے اپنی ماں کے ہاں پہنچا دی ہوگی۔ بہو بیٹھی ہانڈی پکا رہی ہے۔ کسی کام کو اندر گئی نند نے آنکھ بچا کر ہانڈی میں پانی جھونک دیا یا نمک اور ڈال دیا اور کہتی پھری، پھوہڑ ہے، بدتمیز ہے۔ ماں باپ نے بالکل سلیقہ نہیں سکھایا۔ ہم ہی ہیں جو بھگت رہے ہیں۔ ان ہوئی بات کا بتنگڑ بنا کر نندیں بھائی کو بھابی سے بدظن کرتی رہتیں اور گھر میں ایک طوفان بدتمیزی برپا رہتا۔ ساس نندوں کے اس نامعقول رویہ کا بڑا محرک یہ جذبہ تھا کہ شادی سے پہلے بیٹے اور بھائی کی توجہ کا مرکز صرف ہم تھے۔ یہ محبت منقسم نہ ہو جائے۔ کہیں بہو کی خاطر یہ ہم سے عدم توجہی برتنا شروع نہ کر دے۔

میں نے ساس نندوں کی بہو کے ساتھ بدسلوکی سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایک انتہائی شکل تھی۔ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ خاندان کے ہر گھر میں ایسا ہوتا تھا۔ جس گھر میں ساس زبردست ہوئی وہ سب پر چھا جاتی، بیٹا مؤثر شخصیت کا مالک ہوا تو گھر میں جھگڑے کم ہوئے۔ بہو کے والدین زیادہ با اثر ہوئے تو سسرال والوں سے ان کی کچھ دبتی رہتی۔ بہو کی ماں زیادہ لڑاکا ہوئی تو ساس پسپائی قبول کر لیتی۔ مشترکہ نظم خاندان کے باوجود ہم اور رہتک میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ جھگڑوں سے تنگ آکر بیٹے اور بہو نے الگ رہنا شروع کر دیا۔ ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ ساس کی نیک نفسی سے فائدہ اٹھا کر بہو اسے تنگ کرتی رہتی۔ ساس بہو کے خوشگوار تعلقات کی مثالیں بھی ہیں اور ایسا

Marfat.com

بھی ہوا کہ بہو آئی اور اس نے ساس کو گھر کے معاملات سے بے دخل کر دیا۔ انسان انسان کا مزاج مختلف ہوتا ہے اور یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ہر انسان کا طرزِ عمل ایک سا ہوگا۔ ساس بہو کے تعلقات کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بنا کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے خاندان میں ایسے تھے۔

ہمارے خاندان میں تو یہ باتیں ماضی بعید کی ہیں۔ بعض اور مہذب خاندانوں میں تلاش کریں تو یہی باتیں اپنی پوری شدت کے ساتھ اب بھی مل جائیں گی۔ میں ذاتی مشاہدہ کی بنا پر غیر خاندانوں کی ایسی بیسیوں مثالیں پیش کر سکتی ہوں مگر نہ تو میں غیر خاندان کا حال لکھ رہی ہوں اور نہ اس خیال کی ہوں کہ دوسروں کے عیب اُچھال کر اپنی خامیاں اچھائیوں میں بدل جاتی ہیں۔ ہمارے خاندان میں اب حالات بالکل برعکس ہیں۔ ممکن ہے اب بھی بعض ساسوں کو یہ اکساہٹ ہوتی ہو کہ جو سلوک ان کے ساتھ ہوا تھا وہ اپنی بہوؤں کے ساتھ ویسا ہی کریں مگر اب ایسا نہیں کرتیں۔ اب شادی نسبتاً ذرا بڑی عمر میں ہوتی ہے، جب لڑکی سمجھدار ہو جاتی ہے اور اکثر حالات میں ساس سے زیادہ پڑھی لکھی ہوتی ہے۔ ساس کو اب یہ بھی خدشہ زیادہ ہے کہ کہیں بیوی کو لے کر بیٹا الگ رہنا اختیار نہ کرے میں سمجھتی ہوں کہ اس شریعت سے بدلتے ہوئے زمانے میں جب کہ فیشن، ریڈیو اور سینما اسلامی اخلاقی قدروں کو مٹا رہے ہیں ساسوں کی روک ٹوک فضلِ خداوندی ہے۔

لباس

کتاب حالات خواتین سے بعض مرحوم عورتوں کا لباس نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی اہلیہ بی بی جان بخشی (۱۷۸۴ء-۱۸۶۳ء) بنت شاہ سلام اللہ:

"آپ سوت کات کر بنواتیں۔ آڑے چار خانے کے پاجامے۔ جھونے دھوتر کے دوپٹے، کرتی بھی اس کی ہوتی۔ رنگ نہ تھا نہیں۔ کسم کو رنگتے تھے ایک بار مہینے برس میں چڑھاتے، اس کے رنگ میں بہو بیٹیوں کے کپڑے رنگتے۔"

۲۔ شیخ فصیح اللہ کی دختر بی بی وجیہہ بخت متوفیہ ۱۸۸۲ء زوجہ احمد حسن: ان کے والد نے ہم سے جا کر لکھنؤ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ مفتی جعفر کی نسل سے تھے۔

"دادی وجیہن، یہ لکھنؤ کی تھیں۔ ان کی صورت بہت اچھی تھی۔ رنگ سرخ و سفید تھا۔ بیچ کا قد تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں، ہونٹ پتلے۔ ناک ذرا چھوٹی تھی پر تھیں وضعدار، نازک نازک ہاتھ پاؤں۔ کمر ایسی تپلی تھی کہ اس کو اگر کسی چیز سے باندھ کر نہ سوتیں تو لچک آ جاتی۔ پہناوا بڑے پائنچوں کا پاجامہ، جھونے دھوتر کا دوپٹہ،

Marfat.com

اونچی کرتی، انگیہ اس کی آستین جالی کی جو اپنے ہاتھ سے باریک تاگوں سے چوکھٹے اڈے پر بنا کرتی تھیں۔ ملکٹ کسی اور کپڑے کا لگا لیتیں۔ یہ عام تھا۔ یہ جالی سب بنا کے پہنتی تھیں۔ گھر گھر یہ تھے۔ جس کو جالی آتی وہی اڈہ بنوا لیتی۔ اپنا ذکر یوں کرتیں: میری ساس (جو قاضی غلام حسن اور شیخ احتشام الحق کی بھی ساس تھیں) بہت ہی لاڈلی تھی۔ ایک ہی بیٹی تھی۔ ان کی ماں (امۃ النساء بنت قاضی محمد مکرم) نے ان کے کان بھی چھدوائے نہیں تھے کہ اس کے دکھ ہوگا۔ اس کے بیاہ میں اس کے کان بندھوائے۔ سونے کی بالیاں، پتے، بالے پہنا کر جہیز میں بیٹی کو دیئے۔ کیا نام کہ جب میری شادی ہوئی تو مجھ کو میری ساس نے ایک تعویذ سر کا سونے کا اور پاؤں میں چھلے چڑھائے تھے...... کیا نام کہ جب (دلکھ رہیں) شادی ہوتی ہے تو نکاح سے پہلے ہارہ دیتیں۔ ایک رکابی کے اندر تو چاول، بورا، گھی ڈال کر رکھ دیتے ہیں۔ پھر پھولوں کے ہار گجرے عطر کی شیشی اس کے سامنے رکھ دیتے۔ میراثن یہ گیت گاتی:

آم کی ڈالی صندل کا پیڑا

کھیلو صاحبزادیو زرد منڈھ ولا

وہ تو یہ گیت بہت ہی بڑا گایا کرتیں پر میرے یاد نہیں۔ لڑکی پہلے تو جھومتی۔ پھر بیہوش سی ہو جاتی تو کہتیں کہ اس کے سر سے جن پری کا سایہ اتر گیا نہیں تو اس کو اور اس کی اولاد کو ستاتا۔"

۲۔ ان کی بڑی لڑکی کی بابت لکھا ہے:

"پہناوا یہ تھا (بڑھاپے میں) کہ ململ کا دوپٹہ، ململ کی انگیہ کرتی، دریس کا پاجامہ، ..... ہاتھ پاؤں میں مہندی، کانوں میں بالے بالیاں چاندی کی۔ گلے میں توڑا۔ بازوؤں پر نورتنے، ہاتھوں میں چاندی کے کڑے اور چوڑیاں، انگلیوں میں چھلے انگوٹھیاں، آرسی، پاؤں میں چھلے...... جب کسی کے بیاہ شادی ہوتا تو اگرئی رنگ دوپٹے کو دے لیتیں جو کہ خوشبودار ہوتا تھا۔ وہ اس طرح بنتا کہ ایک تو بالچھڑ چھل چھبیلا، ناگرموتھا، کافور، کچری ان خوشبوؤں کو اوٹا کر اور اس میں کھانے کا چونہ، کتھا، صندل، الائچیاں ملا کر کپڑے رنگا کرتیں تھے۔ اس کو اگرئی کہتے ہیں۔ جو رانڈ ہوتی اور رنگ نہ پہن سکتی وہ ایسے رنگ میں دوپٹہ رنگ لیا کرتی۔"

Marfat.com

۴۔ دادی امینہ متوفیہ ۱۸۸۲ء زوجہ پیر جی مولوی امین الدین میر منشی ریاست ٹونک۔ یہ فریضۂ حج ادا کر چکی تھیں:

"ان کا نام امینہ تھا۔ یہ دادے جی اسمٰعیل کی بڑی بیٹی تھیں۔ چہرہ چکلا اور بھاری تھا رنگ ان کا سرخ تھا۔ بدن ان کا بہت ڈیل تھا۔ پہناوا بہت اچھا تھا۔ بڑے پائنچوں کا پاجامہ، اونچی کرتی۔ انگیہ بہت باریک۔ ململ کا دوپٹہ، ہاتھ پاؤں میں مہندی، مسی، سرمہ۔ پہلے مانگ کا سر نہیں کیا کرتیں۔ بیچ میں مانگ کی جگہ دو انگل بالوں کی پٹی رکھتیں۔ دو طرف گول گول پٹھے نکال لیتیں۔ اس کو کانوں پر لپیٹ لیتیں۔ اس کو فتح پیچ کا سر کہا کرتیں۔ وہ اس کو پٹھو کا بھی کہا کرتیں۔ وہ سر ہوتا کہ کسی کا تو عید بقرا عید کو ہوتا ان کا ہر روز یہی حال رہتا۔"

۵۔ قاضی غلام حسن عرف محمد حسن کی دختر نعیم النساء متوفیہ ۱۸۷۵ء زوجہ ابوالحسن مولوی سیف الرحمٰن شہید جنگِ آزادی:

"پہناوا ان کا یہ تھا کہ گھر میں روئی دھنک کے آڈے چار خانے بنوا لیتیں۔ ان کے بڑے پائنچوں کے پاجامے بناتیں۔ ڈیڑھ دو بالشت کا پائنچا ہوتا۔ جھونے کا ڈپٹہ، دو ھنتر کی کرتی انگیہ۔ ہری لال چوڑیاں کانچ کی۔ ساس کے گھر بڑے پائنچے نہیں پہننے پا دیں تھیں کیونکہ ان کے سسرے کو برے لگیں تھے۔ وہاں پر تنگ موری کے پاجامے پہننے پڑتے۔"

قدیم ترین معلومہ لباس یہ تھا۔ ڈپٹہ، انگیہ، کرتی سیدھا تنگ مہری کا پاجامہ۔ انگیہ پوری آستینوں والی ہوتی اور آستین بڑی چست ہوتیں۔ اکثر حالات میں جالی کی۔ انگیہ کے اوپر بے آستین کی کرتی ہوتی۔ ایسی جیسا کہ آج کل بے آستین اور گول گلے کا بنیان ہوتا ہے۔ کرتی کا گلا اتنا کھلا ہوتا کہ انگیہ باہر رہتی۔ یہ کرتی اتنی اونچی ہوتی کہ ناف کے پاس سے پیٹ نظر آتا۔

اس قدیم لباس کو آج کل کے عریاں سے عریاں لباس کے مقابلہ میں بھی عریاں کہا جا سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس قدیم لباس پر کسی غیر محرم کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ گذشتہ صدی میں ہی اس لباس میں تبدیلی آ گئی۔ کرتی کی جگہ ڈھیلے کرتوں نے لے لی جو گھٹنوں سے ذرا نیچے تک ہوتے سیدھے چوڑی دار پاجاموں کے علاوہ بڑے پائنچوں کے پاجامے بھی بعض گھرانوں میں پہنے جانے لگے۔ یہ ڈیڑھ دو بالشت چوڑی مہری کے ہوتے مگر مقبول نہ ہوئے۔ لکھنؤ اور ٹونک سے عزارے اور

تنگ مہری کے آڑے پاجامے آئے۔ غرارے کا پائنچہ آٹھ دس گز گھیر کا ہوتا تھا۔ خاص خاص موقعوں پر امیر گھرانوں میں پہنا جاتا۔ چلتے وقت پیچھے پیچھے لونڈی پائنچے اٹھائے ہوئے ہوتی یا پہننے والی خود پائنچوں کی تہ کر کے اُڑس لیتی یا دونوں ہاتھ پھیلا کر ان پر ڈال لیتی۔ رفتہ رفتہ ان غراروں کا گھیر کم ہوتا گیا۔ اسے عام طور پر ڈھیلا پاجامہ کہا جاتا تھا۔ قصبہ محمدی میں خاندان کی جو شاخ آباد ہے اس نے لکھنؤ سے قرب کے باوجود غرارہ اختیار نہیں کیا۔

ٹونک میں تنگ مہری کا آڑا چوڑی دار پاجامہ پہنا جاتا تھا۔ یہ پنڈلیوں اور رانوں سے چپکا ہوا ہوتا۔ پاجامہ ٹانگوں پر چڑھانے کے بعد اس کی پنڈلیاں سی جاتیں اور اتارتے وقت ٹانکے ادھیڑ کر اتارا جاتا۔ ہمارے خاندان نے عام طور پر سیدھے کی بجائے آڑا چوڑی دار پاجامہ اختیار کر لیا۔ مگر ایسا نہیں کہ رانوں سے بھی چپک جائے یا پہننے کے بعد اس کی پنڈلیاں سی جائیں۔ ہاں کوئی عورت موٹی ہو گئی تو وہ پنڈلیوں کے ٹانکے ادھیڑ لیا کرتی تھی۔ آڑا چوڑی دار پاجامہ بڑا مقبول ہو گیا۔ اور سیدھے چوڑی دار پاجامہ کا بدل بن گیا۔ زندہ عورتوں میں سے شاید ہر ایک یہی پہنا کرتی۔

شلوار کا رواج ہم میں تو قطعی نہیں ہوا۔ رہتک میں ۱۹۲۵ء کے قریب شروع ہوا۔ جنگ عالمگیر کے بعد جوان لڑکیوں کی اکثریت نے شلوار پہننی اختیار کر لی مگر بڑی بوڑھیاں اپنی روش پہ قائم رہیں۔ اب تو اکثر بڑی بوڑھیاں بھی شلوار پہنتی ہیں۔

برقع کا رواج خاندان میں قطعی نہیں تھا۔ آج کل کی بڑی بوڑھیاں بھی پہلے چادر اوڑھا کرتی تھیں۔ جنگ عظیم ۱۸-۱۹۱۴ء کے بعد خاندان میں برقع کا چلن ہوا۔ دوہرا برقع جنگ عالمگیر ۴۵-۱۹۳۹ء کے بعد استعمال ہونے لگا۔

پردہ

خاندان میں پردے کی انتہائی شکل رائج تھی۔ مکان ایسے بنوائے جاتے کہ عورتوں کی آواز باہر نہ سنی جا سکے۔ دو مکانوں کی مشترکہ دیواروں میں کھڑکی ہوتی تھی۔ عورتیں اندر ہی اندر آدھے محلہ میں ہو آتیں۔ جو مکان ایسے ہوتے کہ ان تک اندر ہی اندر جانا ممکن نہ ہوتا وہاں بڑی بوڑھیاں رات کے اندھیرے میں جاتیں۔ اگر بامر مجبوری دن کے وقت جانا پڑتا تو ایسے وقت کا انتظار کیا جاتا جب گلی میں مرد نہ ہوں۔ ڈیوڑھی میں ڈولی رکھ دی جاتی۔ اس میں بیٹھ کر جاتیں خواہ سامنے کے گھر جانا ہوتا۔ ہم میں ڈولی کا رواج بہت ہی کم تھا۔ وہاں بڑی مشکل پیش آتی۔ گھنٹوں ڈیوڑھی میں کھڑے رہنا پڑتا۔ قریبی رشتہ دار دو تمیان ہے کہ گلی کے ناکوں پر کھڑے ہو جاتے اور با آواز بلند کہتے۔ "پردہ کر دو" تاکہ کوئی مرد اپنے گھر سے باہر نہ نکل آئے۔ ۱۹۳۰ء تک تو اس پر سختی سے عمل ہوتا رہا

Marfat.com

اس کے بعد مہم میں پردہ کہ لو کی آواز اور رہتک میں ڈولی کم ہوتی چلی گئی۔ ایسے وقت میں جب
مردوں کی گلی میں آمد و رفت نہ ہوتی عورتیں برقع اوڑھ کر محلہ میں چلی جاتیں۔

میری مرحومہ ساس نے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ کہتی تھیں کہ میں چھ برس کی ہوں گی (۱۸۹۷ء)
اماں بیمار ہوگئیں۔ رات بھر بے چین رہیں۔ صبح سویرے مجھ سے کہا کہ جا فلاں عورت کو بلا لا اس وقت
گلی میں کوئی نہیں ہوگا۔ ابھی میں مسجد کے پاس پہنچی تھی کہ اچانک نانا جی کامل حسین کا ہاتھ میری گردن
پر پڑا۔ وہ مجھے جامع مسجد میں لے گئے۔ وہاں ابھی کوئی نہیں تھا۔ میرے پیروں کے گھنگرو، گلے
کی ہیکل اور ہاتھوں کی چوڑیاں تو اتار کر رکھ دیں اور میرے پاؤں پکڑ کر کنویں میں الٹا لٹکا دیا۔ میں
منت سماجت کر رہی ہوں۔ معافیاں مانگ رہی ہوں اور وہ ہیں کہ دھمکیاں دے رہے ہیں کہ چھوڑتا
ہوں۔ اتنے میں نمازی آنے شروع ہو گئے۔ نانا جی نے مجھے تو حجرے میں بند کر دیا اور خود نماز
پڑھنے لگے۔ جماعت کے بعد گھنٹوں وظیفے پڑھتے رہے۔ پھر مجھے اپنے گھر لے گئے۔ اس بات کا
اماں کو بھی پتہ چل گیا مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مجھے آکر لے جائے۔ دوپہر کے وقت نانا جی کامل مجھے
ہمارے گھر لے گئے اور سو باتیں سنا کر چھوڑ آئے۔ زیور دو مہینے تک ضبط کئے رکھا۔

قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ دونوں میں قریبی رشتہ یہ تھا کہ آمنے سامنے رہتے تھے اور کوئی
سات سو برس پہلے دو بھائی تھے جن میں سے ایک کی اولاد میں سے میری ساس تھیں اور دوسرے کی
اولاد سے الحاج کامل حسین صاحب موصوف۔ ایک چھ سال کی بچی سے ان کی خفگی صرف اس لئے تھی
کہ وہ "بے پردہ" گھر سے باہر کیوں آئی۔ ورنہ حاجی کامل حسین صاحب بذاتِ خود نہایت دیندار، مخلص
اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔

یہ بات نہیں کہ خواتین گھر کی چار دیواری سے باہر ہی نہ نکلتی تھیں۔ محلے میں چکر تو لگتے ہی
رہتے تھے دوسرے شہروں میں بھی جانا عام تھا۔ خود میرے ہی اجداد میں سے دادا جی اسمٰعیل کا ہنور
میں پیدا ہوئے اور ان کے دادا شاہ عبد الحکیم لاہور میں۔ دونوں کی مائیں خاندان سے تھیں۔ متعدد عورتوں
نے حج کیا۔ مہم، رہتک، دوجانہ، حصار، دہلی، ٹونک، لکھنؤ، محمدی میں تو آمد و رفت عام تھی۔
غیر شہر جانے کا طریقہ یہ تھا کہ ڈولی ڈیوڑھی میں رکھی جاتی اور خاتون اس میں بیٹھ جاتیں۔ اس
امکان سے کہ کہاروں کو ان کے صحیح وزن کا اندازہ نہ ہو جائے یا یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ڈولی میں
ایک ہے یا دو۔ پانچ سات سیر کا پتھر ساتھ رکھ دیا جاتا۔ پھر کہار بلائے جاتے وہ اسے اٹھا کر
گاڑی کے منہ کے پاس رکھ دیتے اور خود دور ہو جاتے۔ ادھر ادھر پردے تان کر خاتون کو باپردہ گاڑی

Marfat.com

میں سوار کرا دیا جاتا۔ رتھ، بہیلی، منجھولی، بیل گاڑی یا اونٹ گاڑی میں رات کو سفر کیا جاتا
یکہ میں دن کے وقت جاتے۔ چاروں طرف چادریں تانی ہوئی ہوتیں اور کوئی غیر سواری نہ ہوتی۔
موٹریں شروع ہوئیں۔ ایک عورت کو جانا ہوتا تو ڈرائیور اڈے سے محلہ کے اس مقام تک
لاری لے جاتا جہاں تک وہ جا سکتی۔ کیونکہ محلے بلندی پر تھے۔ اس وقت لاری خالی ہوتی۔ اس کے
ایک حصہ میں پردہ ڈال دیا جاتا اور ڈولی کا منہ لاری سے لگا دیا جاتا۔ خاتون لاری میں بیٹھ جاتیں۔ لاری
اڈے پر آتی اور باقی سواریاں بٹھا کر چل پڑتی۔ دوسرے شہر پہنچ کر سواریاں تو اڈے پر اتار دی جاتیں اور
اس خاتون کو محلہ تک لاری لے جاتی۔ شروع میں مہم سے رہتک کا کرایہ پانچ آنے تھا۔ فاصلہ بیس
میل تھا۔ بس یہی پانچ آنے خرچ ہوتے ۴۵ - ۱۹۳۹ء کی جنگ عالمگیر کے دنوں میں ڈرائیوروں کی
یہ مروت کم ہو گئی۔

ہمارے ماضی میں پردہ کی بڑی سخت پابندی تھی۔ اُس ماحول اور اُس زمانہ سے اتنی دور
ہوں کہ اس کی اچھائیوں اور برائیوں کی بابت کوئی رائے قائم کرنی مشکل ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب
خاندان اپنے محلہ میں رہتا تھا تو ہمیں پردے کے اس غیر معمولی اہتمام کی اتنی ضرورت نہیں تھی۔ اب جبکہ
خاندان بکھر گیا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارا پڑوسی کس قماش کا ہے پردہ کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہے
مگر اسے مہم اور رہتک کے افراد کی تفریط کہیئے گا کہ پچھلے سولہ سال میں ہمارے خاندان کی کم از کم ایک
درجن عورتیں برقع کو خیر باد کہہ چکی ہیں اور اس سے زیادہ تعداد بے پردگی کی ابتدائی منازل طے کر
رہی ہے۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو اس پیشین گوئی کے لئے کسی غیر معمولی ذہانت کی ضرورت نہیں کہ
اکیسویں صدی عیسوی کے شروع تک ہمارے خاندان سے برقع ناپید ہو جائے گا۔ ہریانہ میں ہمارا
وقار، عزت اور انفرادیت اس وجہ سے تھی کہ ہمارے بزرگوں نے اس کفرستان میں اسلام پھیلایا۔
پاکستان آکر ہم اپنی انفرادیت کھوتے چلے جا رہے ہیں اور مغربی تہذیب کے سیلاب میں خس و خاشاک کی
طرح بہے چلے جا رہے ہیں۔

اپنی خودی پہ مرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

تبصرہ اس خاندان کے ماضی میں خواتین کی جو حالت تھی میں خود اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ لیکن ہمارا
ماضی ایسا شرمناک بھی نہیں کہ ہم اس پر پردہ ڈالے رکھیں۔ صفحات گذشتہ میں جو کچھ لکھا
گیا ہے اس میں بعض باتیں موجودہ نسل کو ضرور کھٹکیں گی اور آئندہ نسلوں کو عجیب و غریب معلوم ہوں گی۔ تاریخی

Marfat.com

شعور کے بغیر تاریخ کا مطالعہ ماضی سے بدظن کر دیتا ہے۔ انسانی معاشرہ خامیوں سے پاک نہیں ہوتا۔ اس کی اچھائیاں اس کی ترقی کا باعث بنتی ہیں اور برائیاں رفتارِ ترقی کو سست کرتی رہتی ہیں ہمارے ماضی میں خرابیاں بھی تھیں لیکن بعض ایسی چیزیں بھی تھیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے محدود علم کی بنا پر صرف چار ایسی باتیں لکھتی ہوں:

۱- دنیا کی کسی زبان میں بھی غالباً ایک بھی کتاب ایسی نہیں جس میں صرف ایک خاندان کی خواتین کا ذکر ہو۔ ہمارے خاندان کی ایک محترم خاتون نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ انہوں نے آدھی صدی پہلے اپنے خاندان کی تقریباً سو عورتوں کا حال لکھا۔ ان خاتون کا پوتا بھی مجھ سے بیس سال بڑا تھا مگر یہ میرے تایا مولوی عبدالشکور کی دختر تھیں۔ نام عائشہ بیگم تھا۔ ۱۸۷۰ء میں جہلم میں پیدا ہوئیں۔ اور بیاسی سال کی عمر میں ۱۹۵۲ء میں سیالکوٹ میں وفات ہوئی۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف ان کے فرزند تھے کتاب کا نام حالاتِ خواتین ہے جو مسودہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ اس میں چھ نسلوں کا حال ہے۔ جن عورتوں سے مصنفہ مرحومہ کا واسطہ پڑا ان کا اور انہوں نے اپنی دادی نانی سے جو حالات ان کی دادیوں نانیوں تک کے سُنے تھے ان کا۔ مصنفہ نے کوشش کی ہے کہ اپنی زبان استعمال نہ کریں بلکہ جن الفاظ میں کسی دادی نانی سے قصہ سنا وہی الفاظ ضبطِ قلم ہو جائیں۔

۲- ہمارے خاندان میں عورتوں کو ایک درجہ حاصل تھا۔ ان کا ایک مقام تھا۔ گھر کے اندر مرد کی نہیں بلکہ معمر ترین عورت کی چلتی ہے مجھے علم نہیں کہ اور کسی خانوادے میں ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں یہ اہتمام ہوتا رہا ہے کہ نسب نامہ میں ہر عورت کا نام لکھا جاتا ہے۔ یہی اب ہوتا ہے اور یہی خاندان کے قدیم ترین موجود نسب نامہ میں دیکھا ہے۔ ایک مرد کے لحاظ میں اتنی عورتوں کا نام آتا ہے: ماں نانی، دادی، زوجہ، زوجہ کی والدہ، نانی دادی کے نام، دختران کے نام، زوجہ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات۔ ہندوستان میں خاندان کے جدِ امجد حضرت قاضی قوام الدین رح تھے۔ ان کی زوجہ بی بی مبین البدر بنت قاضی سلطان محمد سُرخ کا بھی نام محفوظ ہے۔ گزرے ہوئے ہر مرد کی تاریخ پیدائش محفوظ نہیں۔ بہت سوں کی تاریخ وفات بھی محفوظ نہیں۔ ہمارے خاندان کی پہلی خاتون جس کی تاریخ پیدائش محفوظ ہے مفتی امان اللہ کی دختر روشن بی بی ہیں ان کی تاریخ پیدائش ۲۲ اپریل ۱۶۳۲ء ہے مسلم عہدِ حکومت کے ایسے بیسیوں کاغذات محفوظ ہیں جن پر ہمارے خاندان کی خواتین کے دستخط ہیں یا ان کی مُہریں لگی ہوئی ہیں۔ اب سے کوئی سوا دو سو سال پہلے (۱۷۴۹ء) کی ایک سرکاری تحریر پر بی بی ظریفہ بنت شیخ عبدالواحد کا حلیہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اس سے چار سال پہلے ۲۸ جمادی الثانی

Marfat.com

۱۱۵۶ھ ۴۴–۱۷ء) کی ایک تحریر پر مفتی محمد جعفر کی پوتی فرخ جمال کا حلیہ درج ہے۔ متعدد کاغذات سے عورتوں کی جزوی معاشی آزادی کا علم ہوتا ہے۔ عہد جہانگیر میں شیخ عبد اللہ محتسب کی دختر نور بی بی نے اپنی زمین کا ایک قطعہ وقف کیا جس پر محلہ پیرزادگان مہم کی "نرخی جی کی مسجد" بنی، مفتی امان اللہ کی زوجہ مسماۃ سلطانی نے ۱۷ صفر ۹۹۹ھ ۱۵۹۱ء کو یک منزلہ مکان خریدا۔ ایسی سینکڑوں اور مثالیں موجود ہیں اور جو کاغذات غارت ہو چکے ہیں ان میں ضرور کچھ اور مثالیں ہوں گی۔ یہ مثالیں تو میں نے اسی کتاب کے دوسرے ابواب سے پڑھ کر دی ہیں۔ غریب اور بے آسرا خواتین کی عزتِ نفس اور معیارِ اخلاق قائم رکھنے کے لئے بادشاہ کی طرف سے انہیں مدد معاش ملتی تھی چنانچہ ۱۱ محرم ۱۰۹۳ھ ۹ جنوری ۱۶۸۲ء کے ایک فرمان کی رو سے مسماۃ ماہ رخ بی بی، ماہ بی بی تاج بی بی۔ بی بی صدیقہ، بی بی جمیلہ بانو بی بی خیر النساء، بی بی عنایت خاتون، بی بی برہان خاتون اور بی بی زیب النساء کو دو سو بیگھہ زمین ملی۔ اور کچھ نہیں تو میں نے اس شق میں زمانہ قدیم کی جن خواتین کے نام درج کئے ہیں ان ناموں ہی سے خاندان کے معیار تہذیب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ یہ ذوق سے کہا جا سکتا ہے کہ معلومہ تاریخ کے ہر دور میں ہمارے خاندان کی اسّی فی صد سے زیادہ خواتین خواندہ رہی ہیں۔ عورتوں نے لڑکیوں ہی کو نہیں، بلکہ ہزاروں لڑکوں کو بھی خواندہ بنا دیا کسی عورت کا حافظ قرآن ہونا ایک غیر معمولی بات ہے لیکن اس خاندان کے لئے نہیں۔

۴۔ خاندان کے کسی کنبہ کو دیکھ جائیے جس میں کسی غیر خاندان کا خون شامل نہیں یا اگر شامل ہے تو بہت کم، ایسے کنبوں میں ڈھونڈے سے آپ کو ایک بھی عورت ایسی نہ ملے گی جس کے نقش اچھے نہ ہوں یا جس کا رنگ سفید نکھرا ہوا نہ ہو۔ جہاں بھی آپ اس کے خلاف پائیں سمجھ لیں کہ ملاوٹ ضرور ہوئی ہے خواہ دو تین پشت پہلے ہوئی ہو۔

ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کی مثالیں ہمارے ہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ انگریزوں کے ایک سو اٹھتیس سالہ دور میں اتنے بڑے خاندان میں صرف دس مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ کسی مرد نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کی اور ان میں زیادہ وہ مرد تھے جو مہم اور رہتک سے باہر خاص طور پر ریاستوں میں رہتے تھے۔ یہ تمام دوسری شادیاں ان عورتوں سے کیں جو ہمارے خاندان سے نہ تھیں۔ خاندان میں دوسری شادی ناممکنات میں سے تھی۔ بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرنے کے بارے میں ہمارے خاندان کے مردوں کا رویہ اس حد تک قابل تعریف رہا ہے کہ بہت سی جائز صورتوں میں بھی انہوں نے دوسری شادی نہ کی اور اپنی نسل کے منقطع ہو جانے

Marfat.com

کی بالکل پرواہ نہ کی۔ ایسی ایک نہیں درجن بھر مثالوں کا تو مجھے علم ہے جس میں زندہ افراد بھی ہیں۔

لمحۂ فکریہ

شیخ محمد امجد (باب ۹) کی اولاد کا بڑا حصہ جودھپور میں آباد ہے نسب نامہ میں عدم واقفیت کی وجہ سے اس کنبہ کے پورے نام اور خاص طور پر ان عورتوں کے نام جو اب جودھپور میں ہیں درج نہیں۔ شیخ موصوف کی نسل سے سوا سو کے قریب افراد ضرور حیات ہوں گے۔ اس تعداد کو چھوڑتے ہوئے حضرت قاضی قوام الدین جھجیری ثم رہتکی کی اولاد میں سے زندہ افراد کی تعداد ۱۳۷۳ ہے۔ یہ تعداد "قوام الانساب" سے ۸ر ستمبر ۱۹۶۳ء کو لی گئی ہے۔ تفصیل یہ ہے:

	ذکور	اناث	میزان
اولاد قاضی عبدالرحیم فہمی متوفی تقریباً ۹۹۰ھ	۸۰	۶۹	۱۴۹
اولاد مفتی نظام الدین فہمی متوفی ۱۰۹۳ھ	۱۴۲	۱۳۱	۲۷۳
اولاد مولوی فخر الدین فہمی ثم رہتکی متوفی تقریباً ۱۱۶۵ھ	۳۱۵	۲۷۶	۵۹۱
اولاد شاہ عبدالحکیم فہمی متوفی ۱۱۸۷ھ	۱۹۱	۱۶۰	۳۵۱
اولاد مولانا محمد جیو خطیب فہمی متوفی قبل ۱۰۰۸ھ	۴	۵	۹
	۷۳۲	۶۴۱	۱۳۷۳

ہمارا خاندان ہندوستان میں کم و بیش سات سو سال تک رہا۔ اس تمام عرصہ میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ رہی۔ لہذا بامر مجبوری بعض مردوں کو باہر شادی کرنی پڑتی۔ ایسے موقع پر بڑی احتیاط برتی جاتی۔ اب سے سو سال پہلے شیخ امداد الحق صاحب مرحوم نے "معیار الانساب" کے دیباچہ میں لکھا:

"جب کثرت اولاد فہمیاں نے ظہور پکڑا، ہر ایک کے مزاج میں لحاظ کفویت قوم اپنی کا نہایت پیدا رہا اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ سوائے اولاد جدی اپنی کے کوئی جائے غیر میں عقد مناکحت نہ کرے حتی کہ اولاد برادر زادہ[1] قاضی صاحب مرحوم و مغفور[2] جو پیچ گڈھ مکتیسر کے رہتی تھی اور ان کو اپنی قوم میں لحاظ کفویت کا اس قدر نہ رہا۔ اس واسطے سلسلہ رشتہ داری کا

---

[1] اولاد مولانا کبیر الدین اور اولاد قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدین۔ [2] حضرت قاضی قوام الدین کے برادر زادہ قاضی بندگی شیخ موسیٰ جھجیری ثم گڈھ مکتیسری تھے۔

ان سے منقطع رہا اور جو ایسا اتفاق ہوتا کہ کوئی دختر کسی کو بیچ قوم اپنی کے بہم نہ پہنچتی، تو اکابران قوم کے بصلاح و مشورہ یک دیگر قصباتِ نواح سے مثل ہانسی و توشام و دادری و منڈھٹی و جھجر و بادلی و باغپت قوم شیخ زادہ یا سادات سے بعد ثبوت او نہوں کے جو نجیب الطرفین ثابت ہوتا ساتھ دختران ان کی کے عقد نکاح کا کیا کرتے اور سب ساتھ اولاد اس دختر کے باہم رشتہ داری رکھتے لیکن آمد و رفت اوس دختر کی کبھی اوس شہر میں بلکہ بیچ گھر ماں اور باپ اوس کے بکثرت رہی اور یہ بھی احتیاط رہی کہ جن شہروں سے جس کسی کی دختروں سے شادی ہوتی تھی اون لوگوں سے بھی رشتہ داری دختران اپنی کی مسدود رکھی اور جو کسی شخص نے زن اجنبیہ غیر کفو بیصلاح و مشورہ اکابرانِ قوم اپنی کے اپنی سے لے آیا تو جن کی اون دختروں سے رشتہ داری ہوئی تھی اون لوگوں سے بھی رشتہ داری قطع رکھی۔ اس سبب سے خیالِ کفویت کا بیچ ذہن سبھوں کے زیادہ ہوتا رہا۔"

زندہ افراد کی شادیوں کا تو میں ذرا بعد میں ذکر کروں گی۔ ایک بات قابلِ ذکر ہے۔ نسب ناموں کے اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم عہد حکومت میں یعنی تقریباً ساڑھے چار سو سال کی طویل مدت میں خاندان کی شاید کسی ایک لڑکی کی بھی شادی باہر نہیں ہوئی۔

اگر اپنے جدِ امجد حضرت قاضی قوام الدین جنجیری ثم رہتکی سے اب تک کے ان مرحوم افراد کی تعداد خاندان کے نسب ناموں سے معلوم کی جائے جنہوں نے دوسری شادی کی تو یہ تعداد کسی صورت بھی دو سو سے زیادہ نہیں بنتی۔ ان میں سے زیادہ تر پہلی بیوی کے انتقال پر دوسری شادیاں ہیں۔ یہ شادیاں اکثر حالات میں اپنے ہم پلہ قریش خانوادوں سے ہوئیں مثلاً قاضی سلطان محمد سرخ ذو القرنی اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فاروقی، یا قاضی عبدالوہاب تیمی کے قبیلوں میں ہوئیں جو اپنے ہی محلوں میں رہتے تھے اور نسلی، معاشی، تہذیبی اور مذہبی اعتبار سے ہمارے خاندان جیسے تھے۔

اتنے بڑے خاندان میں ہر قماش کا آدمی مل سکتا ہے۔ اگر حالات سے مجبور ہو کر یا جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی فرد ایسی غیر عورت سے شادی کر لیتا ہے جو مشہور و معروف قریشی خاندان سے نہ ہوتی یا قریشی خاندان میں بھی برادری کے مشورہ کے بغیر کر لیتا تو اس جوڑے کی تمام اولاد اور اولاد در اولاد کا نسب نامہ میں سرخ روشنائی سے اندراج ہوتا اور ان کی اولاد کی بالعموم خاندان

Marfat.com

میں شادی نہ ہوتی۔

اب ذرا زندہ افرادِ خاندان کی شادیوں کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔ یہ تعداد ان شادیوں کی ہے جن میں اب زوجین حیات ہیں اور نکاح قائم ہے :

خاندان کے مردوں کی شادیاں

قیام پاکستان سے پہلے کنبہ میں	=	۶۲	۱۱۸
〃 〃 کے بعد 〃 〃	=	۵۶	
〃 〃 سے پہلے باہر	=	۶۲	۱۱۷
〃 〃 کے بعد باہر	=	۵۵	
کل	=		۲۳۵

شادی شدہ مردوں کی تعداد ۲۳۱ ہے۔ ہر دو میزان میں تفاوت اس لئے ہے کہ چار مردوں کی دو دو بیویاں ہیں مگر دوسری بیوی لازماً باہر سے ہے۔

خاندان کی لڑکیوں کی شادی

قیام پاکستان سے پہلے کنبہ میں	=	۶۲	۱۱۸
〃 〃 کے بعد 〃 〃	=	۵۶	
〃 〃 سے پہلے باہر	=	۷۱	۱۵۱
〃 〃 کے بعد 〃	=	۸۰	
کل	=		۲۶۹

یہ منہ بولتے اعداد و شمار اپنے اندر ایک جہان معنی اور درسِ عبرت رکھتے ہیں۔ اس بے راہ روی کے بھیانک نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ طلاقوں کی تعداد شرمناک حد تک زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا امکان ہے کہ مجھ پر خاندان کی برائیاں اچھالنے کا الزام لگے۔ مجھے یہ گوارا ہے لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ عظیم روایات کا حامل یہ خاندان مٹ جائے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر اس وقت خاندان کے فہمیدہ لوگوں کو اصل صورت سے آگاہ نہ کیا گیا اور اندھا دھند باہر شادیاں ہوتی رہیں تو اس خاندان کا شمار آثارِ قدیمہ میں ہونے لگے گا۔ خاندان جس نازک صورتِ حال سے دوچار ہے اس کا بزرگانِ خاندان کو علم نہیں۔ اگر ہوتا تو وہ اس کا ضرور مداوا کرتے جس خرابی کا انسان کو علم نہ ہو اسے دُور کرنے کی تدابیر کس طرح اختیار

کی جا سکتی ہیں؟

اس وقت کنبہ کے گیارہ مرد ایسے ہیں جنہوں نے اپنے ہی کنبہ کی عورتوں کو طلاق دی۔ چار نے قیام پاکستان سے پہلے اور سات نے بعد میں۔ اپنے خاندان کے اٹھارہ مرد ایسے ہیں جنہوں نے غیر کنبوں کی اکیس عورتوں کو طلاق دی۔ یعنی تین مردوں نے دو دو طلاقیں دیں۔ دس قیام پاکستان سے پہلے اور گیارہ بعد میں۔

اس وقت خاندان میں اڑتیس طلاق یافتہ عورتیں ہیں۔ تیرہ نے کنبہ کے مردوں سے طلاق لی۔ آٹھ نے آزادی پاکستان سے پہلے اور پانچ نے قیام پاکستان کے بعد۔ ۲۵ عورتوں نے غیر مردوں سے طلاق لی جن میں سے چھ نے قیام پاکستان سے پہلے اور انیس نے پچھلے سولہ سال میں قیام پاکستان کے بعد۔ ان انیس میں سے نو نے دو دو غیر مردوں سے طلاق لی یعنی قیام پاکستان کے بعد ہمارے خاندان کی انیس عورتوں کو اٹھائیس غیر مردوں نے طلاق دی۔ میں نے سطور گزشتہ میں ہر جگہ لفظ طلاق استعمال کیا ہے ورنہ بیشتر حالات میں خلع لیا۔ میرے سامنے اس وقت ان سب طلاقوں کی نام بنام فہرست ہے۔ ان میں اگر کوئی غلطی ہو سکتی ہے تو یہ کہ دور دراز کوئی طلاق خاموشی سے ہو گئی ہو اور اس کا مجھے علم نہ ہو۔[1]

حرف آخر

اس وقت خاندان میں ۴۹۷ ذکور ہیں اور ۳۲۸ لڑکیاں ہیں۔ یہ غیر شادی شدہ افراد کی تعداد ہے۔ اس میں دودھ پیتے بچے۔ لڑکے لڑکیاں، رنڈوے اور بیوائیں سب شامل ہیں۔ خاندان میں اگر پی۔ ایچ ڈی، ایم اے، بی۔ اے، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس، انجینیر بیسیوں غیر شادی شدہ لڑکے ہیں تو ایم۔ اے، بی اے، بی ٹی، بی ایڈ، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لڑکیوں کی بھی کمی نہیں۔ اگر کسی لڑکے کی ماں یہ کہے کہ اس کے بیٹے کی جوڑ کی خاندان میں لڑکی نہیں تو وہ اس خاندان سے واقف نہیں۔ اس وقت ہمارے خاندان کی ۵۶ فی صد شادی شدہ عورتیں خاندان سے باہر ہیں۔ اور اس صورت حال کی تمام تر ذمہ داری مردوں پر ہے کیونکہ پچاس فی صد مردوں نے بھی باہر شادی کی ہوئی ہے۔ جوان ہونے پر لڑکی کو گھر میں نہیں بٹھایا جا سکتا۔ اپنی نسل کے خون کی حفاظت اور اسے ملاوٹ سے بچانے کی ذمہ داری تمام تر مردوں پر ہے۔[2]

---

[1] اس باب میں جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں وہ درست ہیں۔ میں نے خود پڑتال کر لی ہے۔ مؤلف

[2] اس باب کی تیاری میں ضیاء الحق صاحب کی والدہ مرحومہ قریشی بیگم اہلیہ بیگم بنت مولوی سید حسین شبیر اور میری ساس مرحومہ نے بڑی مدد دی۔ (اسرار صدیقہ)

Marfat.com

باب ۱۵

خاندان کے نسب نامے

حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلیؒ نے لکھا ہے کہ آج قریش کے نسب ناموں کا جو سرمایہ ملتا ہے زبیر بن بکار کی روایات پر مبنی ہے جنہوں نے مصعب زبیری سے اور انہوں نے بیک واسطہ مطعم بن جبیر سے حاصل کیا اور مطعم بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے علمِ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سیکھا جو عرب کے سب سے بڑے نساب تھے۔

شوقِ نسب نگاری ورثہ میں ملنے کی چیز نہیں مگر ذوقِ حفظِ نسب عام عربوں کی طرح اولادِ صدیق اکبرؓ میں بھی ہر عہد میں موجود پایا گیا ہے۔ ہندوستان میں ہمارے جدِ امجد حضرت قاضی قوام الدین تجبیری ثم رہتکیؒ کے اجداد کے القاب اور عہدوں کو دیکھتے ہی بلا تامل یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک زمانہ کے لحاظ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ پھر قاضیٔ موصوف کے احفاد کو دیکھا جائے تو ایک سلسلہ قضاۃ کا چل رہا ہے۔ دوسرا مفتیان کا، تیسرے سلسلہ سے منتسب ہیں تو چوتھے سے نرخ نویس۔ ایک اور سلسلہ سے میرِ عدل ہیں تو ان کے بھائی خطیب عیدین و جمعہ ہیں۔ بیچ بیچ میں علماء و مشائخ، اساتذہ و اطبا، شعراء ادباء، شاہی کاتب و کتابدار، پنج ہزاری و سپہدار غرضیکہ ان تمام مشاغل کے بزرگ پائے جاتے ہیں، جن کے لئے علم و فضل کا ہونا ضروری ہے۔ اس بزرگ خانوادے کے مرد تو ہمیشہ ہی کم و بیش سو فی صد تعلیم یافتہ اور خواندہ رہے ہیں۔ مگر اسّی فی صد سے زیادہ عورتیں بھی خواندہ رہی ہیں اور ہر دور میں رہی ہیں۔

ایسے ذی عزت اور تعلیم یافتہ خاندان کے لئے اپنا شجرۂ نسب محفوظ رکھنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ چنانچہ اس خاندان کے متعدد قدیم و جدید شجرے اور نسب نامے موجود ہیں۔ نسب ناموں سے

Marfat.com

متعلق ۱۹۴۷ء میں بہت کچھ غارت ہو جانے کے باوجود اب بھی اتنا مواد موجود ہے کہ اگر کسی طرح خاندان کا شجرہ نسب ناپید ہو جائے (جس کا اب انشاء اللہ کوئی امکان نہیں) تو ایک محقق اس پورے مواد کو سامنے رکھ کر اور موجودہ افراد سے معلومات فراہم کر کے از سرِ نو ایسا شجرۂ نسب تیار کر سکتا ہے جس میں موجودہ افراد کے سلسلۂ اجداد کی تمام کڑیاں آجائیں۔ اس مواد کی پوری تفصیل تو ہم اپنے مرتبہ نسب نامہ موسومہ "قوام الانساب" میں دیں گے۔ یہاں صرف اشارات کافی ہیں۔

بیاضین خاندان کے اکثر بزرگ اپنی بیاضین (نوٹ بکیں) رکھا کرتے تھے۔ ان میں اور چیزوں کے علاوہ اپنے لواحقین کی پیدائش اور موت کی تاریخیں بھی لکھ لیا کرتے تھے۔

معرف الانساب میں پیرزادہ ابراہیم حنیف نے میرے والد مرحوم و مغفور کی تاریخ پیدائش یوں لکھی: "۲۴ ربیع الآخر ۱۲۹۵ھ چہارشنبہ بمقام بہادرہ (بیکانیر) سمت ۱۹۳۵ بکرمی بساکھ بدی دوج بروز بدھ چار گھڑی پندرہ پل دن چڑھے (از بیاض والد شان)"۔ امیر اللہ شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (۲۵ ب) کی ایک بیاض موجود ہے۔ جس میں کئی بزرگوں کی تاریخ پیدائش درج ہے مفتی حبیب اللہ ثانی نے ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۷ء) میں ایک کتاب اورادِ حبیبیہ لکھی۔ یہ کتاب تو علم دین سے متعلق ہے مگر اس کے ایک صفحہ پر اپنے اجداد میں سے اپنے ہم منصب و ہم نام مفتی حبیب اللہ (۱۲۱۹-۱۲۰۲) کی بیاض سے اپنے خاندان کے چند مردوں اور عورتوں کی تاریخ پیدائش نقل کی ہے۔ اب بھی کئی قدیم بیاضیں محفوظ ہیں جن میں سے چند میرے پاس ہیں۔ ان میں سے ایک تو ایسے شخص کی بیاض ہے جو خاندان کے معیارِ تعلیم کے اعتبار سے گنوار سمجھا جاتا ہے۔ مگر وہ بارہ تیرہ سال کی عمر میں بھی بیاض لکھا کرتا تھا۔

روزنامچے اب تو عام لوگ ڈائری رکھتے ہیں لیکن پہلے بھی بعض بزرگ روزنامچے لکھا کرتے تھے، جس میں اپنے شب و روز کے مشاغل کے علاوہ پیدائش، اموات اور شادیوں کا اندراج بھی کرتے جاتے تھے۔ ایسے چند روزنامچے محفوظ ہیں جن میں سے دو ہماری نظر سے بھی گزرے ہیں۔ ان میں ایک الحاج حافظ قاری مولانا حافظ الدینؒ (باب ۳) کا روزنامچہ موسومہ کتاب الحوادث عربی زبان میں ہے اور دوسرا منہاج الحق مرحوم (۲۷ ب) کا اردو میں۔

رجسٹر پیدائش و اموات جب سے میونسپل کمیٹیوں میں اموات و پیدائش کی تاریخیں درج کرانے پر عمل درآمد ہوا ہے۔ افرادِ خاندان کے کوائف وہاں درج ہوتے رہے ہیں۔ میرے پاس سمال ٹاؤن کمیٹی مہم کے قدیم رجسٹروں سے اپنے خاندان کی پوری شاخ

Marfat.com

ہم کی سنہ ۱۸۸۱ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک کی پیدائش اور اموات کی تاریخوں کی مکمل نقل موجود ہے۔ کمیٹی کے رجسٹر کے علاوہ بعض حضرات اپنے طور پر بھی رجسٹر پیدائش و اموات رکھتے تھے۔ ایسے کئی رجسٹر موجود ہیں جن میں سے الحاج ظہور اللہ شہید (۴۳ ب) اور محمد حسن صاحب (۲۸) کے رجسٹروں سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔

رجسٹر نکاح

ہم ہیں ہمیشہ ہمارے خاندان کے بزرگ اور رہتک میں اولاد قاضی سرخؒ کے سپرد نکاح خوانی رہی ہے۔ شجرہ نویس ان رجسٹروں سے بھی استفادہ کرتے رہے ہیں۔ کئی قدیم کابین نامے بھی محفوظ ہیں۔ جن سے دلہا اور دلہن کے والد کا نام پتہ چل جاتا ہے۔

تاریخی نام

خاندان میں سینکڑوں افراد کا نام مادۂ تاریخ پیدائش ہے (شاہ محمد رمضانؒ د باب ۵) (ڈپٹی) مظفر احمد (باب ۶)، مظہر الدین (۵۹ ب) نظار الحق (۱۴ ب) (مولوی محمد اصغر (۴۹ ا ب)، مظہر یٰسین (۴۶ ب)، اصغر ہادی (۱۳ ل) قاضی عطاء الرحمٰن (۸) منظور الحق (راقم الحروف) ظفر الحسن (۷۵)، وضاحت حسن (۶۷ ل) سب تاریخی نام ہیں۔

قطعاتِ تاریخ وفات

خاندان کے کئی بزرگ ہیں جن کی وفات پر لوگوں نے تاریخ وفات کے قطعات کہے۔ ان کا اندراج متعدد کتابوں میں ہے۔

خطوط

شادی بیاہ، موت اور پیدائش کی اطلاع رشتہ داروں کو دی جاتی ہے۔ بعض حضرات جو شجرے اور نسب ناموں کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔ خطوط کے ذریعہ معلومات فراہم کرتے رہے۔ اس نوعیت کے قدیم و جدید ایک ہزار کے قریب خطوط میرے پاس ہیں۔ کئی اور حضرات بھی خطوط محفوظ کرتے ہیں۔

کتابوں پر اندراجات

بعض حضرات کسی کتاب پر ہی بعض عزیزوں کی پیدائش اور موت کی تاریخیں لکھ دیتے۔ ایسی چند ایک قلمی اور مطبوعہ کتابیں میری نظر سے بھی گزری ہیں۔ مثلاً پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے مجموعہ پیرزادہ نمبر ۱۵۹۹ پر ایک مختصر فارسی لغت کا خطی نسخہ ہے۔ اس پر خان بہادر پیرزادہ محمد حسین (باب ۱۶) نے اپنے اقرباء میں سے کئی کی تاریخ پیدائش لکھی ہوئی ہے۔

جزوی شجرے

بعض حضرات صرف اپنے اپنے کنبہ کا جزوی شجرہ لکھتے آئے ہیں۔ ایسے بیسیوں جزوی شجرے میرے پاس ہیں۔ ایک الحاج کبیر الدین (۶۰) کے پاس دیکھا ایک اور احسن الدین (۱۹۳ ل) کے پاس ہے۔

Marfat.com

کُرسی نامے

اکثر حضرات اپنے کرسی نامے قلم بند کرتے آئے ہیں۔ یعنی اپنے نام سے شروع کر کے اوپر حضرت ابوبکر صدیقؓ تک سارے نام۔ یہ کرسی نامے نثر اور نظم میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ حالت میں موجود ہیں۔ میری نظر سے حسب ذیل کرسی نامے گزرے ہیں:

۱۔ کرسی نامہ مفتی حبیب اللہ: اوراد حبیبیہ قلمی (۱۱۷۰ھ) میں درج ہے۔

۲۔ کرسی نامہ شاہ غلام جیلانی متوفی ۱۸۲۰ء: یہ کرسی نامہ نثر اور نظم میں اسناد الاشجار قلمی (۱۲۰۵ھ) میں اور قانون سلوک مطبوعہ میں نثر میں درج ہے۔

۳۔ کرسی نامہ شاہ محمد رمضان شہید ۱۸۲۵ء: یہ کرسی نامہ منظوم بلبل باغ نبی مطبوعہ میں موجود ہے نیز یہ روضۃ الرضوان میں بھی طبع ہو چکا ہے۔

۴۔ کرسی نامہ ثناء اللہ متوفی ۱۸۹۴ء: یہ کرسی نامہ ۱۸۶۷ء میں لکھا گیا اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔ ثناء اللہ راقم الحروف کے جدِ بزرگ تھے[ل]۔

۵۔ کرسی نامہ حکیم شکور الدین متوفی ۱۹۳۶ء: الحاج حکیم شکور الدین نے شجرہ طریقت کی طرز پر اپنا کرسی نامہ نظم کیا۔

ان میں سے پہلے چار کو ہم اس کتاب میں چند صفحات کے بعد بطور ضمیمہ درج کریں گے۔

کنز الآثار

کنز الآثار ایک کتاب کا نام ہے جو زیر ترتیب ہے —— اس میں قدیم شاہی اور نوابی فرامین، سندات تقرری، تقسیم ترکہ کے کاغذات، ہبہ نامے، رہن نامے، بخشیش نامے، کاغذات مالگزاری، رسیدیں، مقدمات کے فیصلے وغیرہ تین سو کی تعداد میں درج ہو چکے ہیں۔ خیال ہے ایسے قدیم کاغذات اب بھی اپنے خاندان میں کم و بیش ایک ہزار کی تعداد میں محفوظ ہیں۔ صرف ان کاغذات کی مدد سے نصف شجرہ تیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ کاغذات میں ازواج و اولادِ اناث کے نام بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر پر ہمارے بزرگوں کے نام کی مہریں اور دستخط مع ولدیت ہیں۔ بعض میں دادا پڑدادا کے نام بھی ہیں۔ یہ اتنا اہم ماخذ ہے کہ اس سے موجودہ شجروں اور نسب ناموں کے اندراجات کی بھی توثیق و تائید ہو جاتی ہے۔

ابھی تک ہم نے ایسے ماخذوں کا ذکر کیا ہے جو اب بھی موجود ہیں مگر یہ بات نہیں کہ ان یا ایسی ہی اور متعدد ماخذوں سے کسی زمانہ میں بھی شجرہ نسب تیار کیا گیا ہو بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جو شجرے قدیم سے چلے آ رہے ہیں ان کی زمانہ بزمانہ تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے خاندان میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ آئندہ سطور سے معلوم ہوگا۔

ل خاندان بھر میں یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ بخط کی بجائے بقلم خود لکھا۔ ۱۸۶۷ء میں

Marfat.com

شجرہ نسب

شجرہ نسب اور نسب نامہ کو اس کتاب میں مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ شجرہ سے مراد ہے کہ ایک بڑے سے کاغذ پر (جیسا کہ جناب الماس ایمانی نے شائع کرایا تھا) نسلاً بعد نسلٍ صرف اولادِ نرینہ کے نام۔ نسب نامہ سے ہماری مراد کتابی شکل میں اولادِ نرینہ کے نام کے علاوہ ہر مرد کی بیوی اور اولاد اناث اور دختروں کے نام۔ علاوہ ازیں ہر شخص کے بعض اور کوائف۔ ہمارے خاندان کا شجرہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کی تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ اب سے کوئی سوا صدی پہلے جب شیخ احتشام الحق صدیقی الھمی (۴م ب۱) نے خاندان کا پہلا نسب نامہ مرتب کیا تو اس کے دیباچہ میں اپنے خاندان کے قدیم شجرہ ہائے نسب کے بارے میں لکھا:

"یہ نسب نامہ مؤلف رسالہ نے اپنے نام سے تا حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام جو لکھا ہے اس کا حال یہ ہے کہ جناب قاضی صاحب ممدوح (یعنی ہندوستان میں اس خاندان کے جدِ امجد زبدۃ اولیاء حضرت قاضی قوام الدین جعفری ثم رہتکی۔ مؤلف) حضرت آدم علیہ السلام تک تو اپنے ساتھ وطنِ قدیم سے لائے تھے اور بعد اس کے بزرگان نسلاً بعد نسلٍ لکھتے چلے آئے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاندان میں جب سے نسب نامہ کا رواج ہوا ہے شجرہ نسب پر توجہ کم ہوتی چلی گئی۔ نسب نامہ تو ایک وقت میں کئی بزرگ رکھتے تھے اور اس کی تکمیل کرتے رہتے تھے مگر شجرہ نگار کم تھے۔ ہمیں اپنے خاندان کے مندرجہ ذیل شجروں کا پتہ چلا ہے۔ ان میں سے جو موجود ہیں ان کا تنقیدی جائزہ "قوام الانساب" میں لیا جائے گا۔

۱۔ شجرہ حفیظ: الحاج ضیاء الحق کا بیان ہے کہ شیخ حفیظ الحق (متوفی ۱۸۴۳ء) بن حکیم قاضی فضل الحق بن ثناء الحق صاحب شجرہ تھے۔ یہ شجرہ معلوم اب کہاں ہے۔

۲۔ شجرہ قاضی: قاضی عبدالرحمن متوفی ۱۸۶۷ء بن قاضی غلام حسن بن قاضی محمدی صاحب شجرہ نسب تھے۔ اس شجرہ نسب سے (قاضی) رشید الرحمن اور پیرزادہ ابراہیم حنیف نے اپنے نسب نامے ترتیب دیتے وقت استفادہ کیا۔ یہ شجرہ نسب پرزے پرزے ہو کر ضائع ہو گیا۔ اس کی قدر و قیمت پر پیرزادہ ابراہیم حنیف نے جو نوٹ لکھا ہے وہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

Marfat.com

۳۔ شجرۂ الیاس: محمد الیاس آثم (۱۸۹۵ء-۱۹۴۴ء) بن فرید الدین عاجزؔ بن سعید الدین نے خاندان کے شجرۂ نسب کی اپنے زمانہ تک تکمیل کر کے اسے دہلی سے ۱۳۵۳ھ میں طبع کرا کے شائع کیا۔ ہمارے خاندان کا یہ پہلا مکمل شجرۂ نسب ہے جو شائع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔

۴۔ شجرہ الماس: الحاج کفیل احمد الماس یمانی (۵) ابن مولوی حافظ نفیس الدین ابن الحاج حافظ تاج الدین نے ۱۳۷۶ھ ۵۷-۱۹۵۶ء میں خاندان کا شجرۂ نسب کراچی میں طبع کرا کے شائع کرایا۔ اس کے تین نسخے ہمارے پاس ہیں۔

۵۔ شجرہ رضا احمد: پیر رضا احمد بن پیر صدیق احمد ابن پیر محمد شاہ غوث نے قیام پاکستان کے بعد لاہور میں خاندان کا شجرہ دو سو کی تعداد میں طبع کرایا۔ اگر یہ شائع نہ ہوتا تو اچھا تھا شجرہ نسب میں ایک اور صرف ایک غلطی بھی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔

۶۔ معیار الاشجار: مجھے احساس ہے کہ ہمارا خاندان شجرۂ نسب میں کسی قسم کے جائز اختصار کو بھی ذہنی طور پر تسلیم کرنے میں دقّت محسوس کرے گا اور کچھ وقت لے گا۔ خود مجھے بھی اس اختصار کے تصور سے ہی ذہنی کوفت ہوتی تھی اور متواتر تین سال کے تامّل اور غور و خوض کے بعد میں اپنے آپ کو اس جسارت کے لئے آمادہ کر سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاندان بفضلِ خدا اس قدر پھیلتا جا رہا ہے کہ اس کا شجرۂ نسب اس صفحہ سے سولہ گنا بڑے کاغذ پر بھی آسانی سے نہیں آتا اور بیس پچیس سال بعد یہ پھیلاؤ بالکل بے قابو ہو جائے گا لہٰذا میں نے یہ کیا ہے کہ اپنے مرتبہ معیار الاشجار میں خاندان کے ان مرحومین کے نام درج نہیں کئے جن کی پسری اور دختری اولاد کا سلسلہ نسل منقطع ہو چکا ہے ماسوائے مندرجہ ذیل حضرات کے۔

(ا) مشائخ: حضرت شاہ کمال اللہ (باب ۵) حضرت شاہ غلام جیلانی (باب ۳) حضرت شاہ سلام اللہ ثانی (باب ۳)

(ب) شہیدین: محمد اسمٰعیلؒ و محمد اسحاق (دونوں حضرت قاضی قوام الدین جدامجد کے بھتیجے)۔ شاہ نور بن شاہ عبدالحکیم (باب ۵)، محمد محفوظ بن محمد احسان (۲-ب)، عبدالحق بن عبداللہ بن قاضی محمدی (باب ۲)، ضیاء الحق بن ثناء الحق (۱۳-ب)، عزیز الدین بن نجیب الدین شہید۔

(ج) مصنفین و نسب نگار: شیخ امداد الحق صاحب معیار الانساب، عظیم الدین صاحب،

Marfat.com

انیس الاعتقاد بن غلام مرتضےٰ، مفتی حبیب اللہ ثانی صاحب اور اد حبیبیہ بن عبد الخلاق ۔ مولوی ممتاز الحق صاحب بن وزیر الحق، مولوی عبد الشکور صاحب، روضۃ الرضوان بن شاہ عبد الغنی، پیرزادہ ابراہیم حنیف صاحب معرف الانساب بن منشی عبد المجید، قاضی عبد الرحمٰن صاحب شجرۂ قاضی بن قاضی غلام حسن عرف محمد حسن۔

بادی النظر میں منقطع النسل مشاہیر کی یہ فہرست نامکمل ہے مگر باقی جس قدر مشاہیر کا قارئین کرام کو علم ہے ان کا سلسلۂ اولاد پسری یا دختری منقطع نہیں ہوا اس لئے ان کا نام بھی معیار الاشجار میں درج ہے۔

یہ مختصر شجرۂ نسب مرتب ہو چکا ہے مگر ابھی طبع کرانے کا ارادہ نہیں۔ آٹھ سال پہلے شجرہ الماس طبع ہوا تھا فوری طور پر کسی اور شجرے کی ضرورت نہیں۔ نیز میں یہ اندازہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس مجوزہ بے ضرر اختصار سے متعلق خاندان کا کیا خیال ہے۔

جہاں تک نسب نامہ کا تعلق ہے میں اس اصول پر کاربند ہوں کہ اس میں کسی حالت میں اختصار یا ردو بدل نہ کیا جائے۔ ان میں لاولد افراد اور طفلی میں وفات پانے والے جن بچوں کے نام درج ہیں وہ بدستور مستقبل کے نسب نگار اپنے اپنے نسب ناموں میں درج کرتے رہیں۔ آئندہ بھی جو بچے طفلی میں وفات پائیں ان سب کے نام بھی درج ہو جائیں تو اس سے بعض مفید نتائج اخذ کرنے میں مدد ملے گی۔

نسب نامے

شجرہ نگاروں کی نسبت ہمارے خاندان میں معلومہ نسب نگاروں کی تعداد زیادہ ہے۔ ہمیں دس نسب ناموں کا علم ہے۔ "توام الانساب" میں ان پر تنقیدی تبصرہ ہوگا۔

(۱) سلسلۃ الانساب ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد حکومت میں جب نظم خاندان ڈھیلا پڑنے لگا اور خاندان سے باہر شادیاں ذرا زیادہ ہونے لگیں تو خاندان کے سربرآوردہ حضرات حفظ نسب کے بارے میں متفکر ہو گئے۔ اپنی پہلی بیوی کے انتقال پر خطیب مہم مولانا محمد ابراہیم نے دوسری شادی سید ہدایت شاہ کی دختر سے کر لی کیونکہ یہ شادی انہوں نے اپنے چچا کے مشورہ کے بغیر کی اس کا اتنا شدید ردعمل ہوا کہ چچا بھتیجے ایک دوسرے سے کٹ گئے۔ فاضل بھتیجے کو اپنا آبائی مکان چھوڑ کر محلہ سے باہر مکان بنانا پڑا اور پھر ایک صدی تک ان چچا بھتیجوں کی اولاد میں باہمی شادیاں نہ ہو سکیں۔ اس دور میں شیخ احتشام الحق صدیقی المہمی متوفی ۱۸۶۲ء بن قاضی

بہرام الحق بن شاداالحق کو حفظِ نسب کا ایک طریقہ سوجھا۔ ان کی دُور بین نگاہوں نے دیکھا کہ غیر خاندان میں آئندہ شادیوں کی تعداد زیادہ ہوتی چلی جائے گی اور شجرہ نسب میں صرف اولادِ نرینہ کے نام لکھے جاتے ہیں اس لئے کچھ مدت بعد نجیب الطرفینی کا سوال پس پشت ڈال دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ اپنے مرتبہ نسب نامہ موسوم بہ سلسلۃ الانساب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"ہماری قوم میں لحاظ کفو اور غیر کفو اُٹھتے لگا ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ خلاملا ہو جاویں۔ لازم ہے کہ ایک رسالہ ایسا تصنیف ہو کہ اوس میں حال کفو و غیر کفو سب واضح ہو جائے تو بہت مناسب ہے اور یادگار زمانہ رہے گا .... نام اس رسالہ کا سلسلۃ الانساب رکھا گیا اور مرتب ہوا۔"

شیخ موصوف نے موجودہ شجروں کو سامنے رکھ کر کتابی شکل میں نسب نامہ ترتیب دیا۔ اس میں خواتین کی دو تین پشتوں کے نام تو پوچھ پوچھ کر لکھے اور باقی ہیں سے کچھ پرانے کاغذات سے تلاش کئے۔ باہر سے آئی ہوئی عورتوں کے نام کا اندراج سرخ روشنائی سے کیا کہ اپنوں اور پرایوں کی تمیز رہے۔ ان کا مرتبہ نسب نامہ تو ورق ورق ہو کر ضائع ہو چکا ہے مگر اس کے دیباچہ کا شیخ احتشام الحق کی قلم سے لکھا ہوا ایک ورق ہمارے پاس ہے جو "بن غالب" سے "مرتب ہوا" تک ہے۔ اس پورے دیباچہ کو حرف بحرف قاضی رشید الرحمٰن نے اپنے مرتبہ نسب نامہ میں نقل کیا تھا جہاں سے پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم نے نقل کیا ہے۔ یہ نقل النقل ہمارے پاس ہے۔ شیخ احتشام الحق کے فرزند شیخ امداد الحق نے جب اپنا نسب نامہ مرتب کیا تو اس کا دیباچہ صرف چار الفاظ بدل کر وہی رکھا جو سلسلۃ الانساب مرتبہ شیخ احتشام الحق کا تھا۔ دیباچہ کی اندرونی شہادت ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ شیخ احتشام الحق نسب نگاری کے اس طرز کے موجد ہیں جو اب ہمارے خاندان میں رائج ہے یعنی اس میں ازدواج و دختروں کے نام اور دیگر کوائف بھی درج ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس کا آغاز تقریباً سنہ ۱۸۲۵ء میں کیا۔

۲۔ معیار الانساب

اس کے مرتب شیخ امداد الحق (۱۸۲۲-۱۹۰۱ء) بن شیخ احتشام الحق بن قاضی بہرام الحق صدیقی الہمی ہیں۔ آپ نے سنہ ۱۸۵۷ء کی دارو گیر میں اپنا نام محمد احمد رکھا۔ بعد میں اپنے نسب نامہ میں اپنا نام "محمد احمد عرف امداد الحق" لکھا۔ مگر آپ ہمیشہ امداد الحق کے نام سے معروف رہے۔ دستخط بھی "امداد الحق بقلم خود" کیا کرتے تھے۔ ہمارے خاندان سے یہ دو شخص فرد ہیں جنہوں نے دستخط کی بجائے "بقلم خود" لکھا[1]۔ تولد لکھنؤ میں ہوئے، مسکن قصبہ جھم ضلع رہتک رہا

[1] کنز الآثار: "امداد الحق ولد احتشام الحق بقلم خود" دہم جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ (سنہ ۱۸۸۵ء)

Marfat.com

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں آپ کے برادر اصغر عماد الحق شہیدؒ کو پھانسی دی گئی اور آپ کو عبور دریائے شور کی سزا ملی۔ مگر پھر اس سزا میں تبدیلی کر کے آپ کو کئی سال آگرہ میں نظر بند رکھا۔ جلاوطنی سے واپس نہم آئے تو ان کے والد صدموں کی تاب نہ لا کر وفات پا چکے تھے۔ خاندان کئی اور سربرآوردہ حضرات سے محروم ہو چکا تھا۔ آپ دل برداشتہ ۱۸۸۳ء تک نہم میں رہے پھر قلعہ رہتک میں رہنے لگے اور وہاں سے عمر کے آخری حصہ میں قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری (یوپی) چلے گئے جہاں ۴ جنوری ۱۹۰۱ء کو لاولد فوت ہوئے۔

شیخ امداد الحق نے نسب نگاری میں اپنے والد کے کام کو جاری رکھا۔ اپنے مرتبہ نسب نامہ کا نام بھی سلسلۃ الانساب رکھا اور اس کا دیباچہ بھی صرف چار الفاظ بدل کر وہی اختیار کیا جو ان کے والد کے مرتبہ نسب نامہ کا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے جلاوطنی کے دور میں اور اپنے والد بزرگوار کی علالت کے ایام میں ہی تقریباً ۱۸۵۵ء میں نسب نگاری کا کام خود سنبھال لیا۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم نے شیخ امداد الحق کے مرتبہ نسب نامہ کا نام ہر جگہ معیار الانساب لکھا ہے۔ نہ معلوم یہ نام خود شیخ صاحب موصوف نے رکھا تھا یا پیرزادہ صاحب موصوف نے سلسلۃ الانساب مرتبہ شیخ احتشام الحق سے تمیز کرنے کے لئے یہ نام رکھا۔ ہم پیرزادہ صاحب مرحوم کی سند پر "معیار الانساب" نام اختیار کرتے ہیں۔ معیار الانساب کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بعد ہمارے خاندان کے اب تک جو آٹھ نسب نامے مرتب ہوئے۔ ان کی بنیاد معیار الانساب پر ہے۔ ان میں ہر نسب نامے کے مرتب نے معیار الانساب کو سامنے رکھا۔ کوئی نسب نامہ اسے بنیاد بنائے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔ تحقیق و احتیاط اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ ہمیں معیار الانساب کے تین نسخوں کا علم ہے۔

ا۔ معیار الانساب نسخہ اولیٰ: شیخ امداد الحق نے اپنے مرتبہ نسب نامے کے جس قدر نسخے لکھے ان میں سے ایک کو پیرزادہ ابراہیم حنیف نے نسخہ اولیٰ قرار دیا ہے اور دفاینۃ الانساب کے صفحہ ۳۱ پر اس کی سرگزشت ان الفاظ میں لکھی ہے:

"جہاں تک واقعات کا تعلق ہے نسخہ اولیٰ کا ۱۲۹۹ھ تک مؤلف شیخ امداد الحق صاحب مرحوم کے ہاتھوں میں رہنا ثابت ہے۔ واقعات کے تسلسل میں ان سے شیخ عنایت اللہ نے حاصل کیا، ان سے پیرجی فلاح الدین نے۔ اس جگہ ان کی مختلف نقول پیرجی فلاح الدین صاحب، محمد اصغر نے اٹھائیں اور راکثر الحاق یا تحریفات کے ردو بدل اسی جگہ واقع ہوئے

ان سے قاضی رشید الرحمٰن نے حاصل کیا اور انہوں نے نقل لی۔ ان سے بضمانت قاضی جلیل الرحمٰن کے ڈپٹی مظفر احمد صاحب نے حاصل کیا اور ان سے بغیر کسی واسطہ کے ایک قیمتی کتاب کے تبادلہ کے مجھے حاصل ہوا۔ نامبردہ اشخاص کے پاس نسب نامہ مذکور تقریباً ۳۰ سال ۱۲۹۹ لغایت ۱۳۲۸ تک رہا۔ اس عرصہ میں اس پر جو تبدیلیاں واقع ہوئیں وہ اصل کتاب کے دیباچہ میں بوضاحت انکشاف کر دیا گیا ہے اور الحاق و تحریف کرنے والوں کے نام بنام حوالے دیئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ الحاق وغیرہ کرنے والوں میں پیر جی فلاح الدین صاحب، قاضی رشید الرحمٰن صاحب، ڈپٹی مظفر احمد صاحب —— وغیرہ صاحبان کی تحریر صاف طور پر شناخت ہو رہی ہے اور تحریفات کرنے والوں کا اور سرخی پر سیاہ روشنائی پھیرنے والوں کا بالتخصیص تو نام نہیں لیا جا سکتا مگر ایسی کتاب گردی میں کوئی زمانہ اور کوئی صاحب تو ہے جس نے یہ مہربانی فرمائی ہے۔ اس قسم کی تحریف کرنے والے کا پتہ لگانے کا ایک ذریعہ تحریفات کے نفع و نقصانات کے احساسات کا دیسے شخص سے متعلق کرنے پر منحصر ہو سکتا ہے۔"

مختصر یہ کہ معیار الانساب مرتبہ شیخ امداد الحق کا نسخہ اوائل ۱۲۸۲ھ تک مرتب کے پاس رہا۔ ۱۹۱۰ء تک یکے بعد دیگرے شیخ عنایت اللہ (۴۸ ب) پیرزادہ فلاح الدین (۵۲ اب) قاضی رشید الرحمٰن (۴ اب) اور ڈپٹی مظفر احمد (باب ۷) کے پاس رہا۔ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۶۰ء تک پوری نصف صدی یہ نسخہ پیرزادہ ابراہیم حنیف کے پاس رہا۔ ان کے انتقال پر ملال (۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء) پر یہ نسخہ بلا واسطہ راقم الحروف کی تحویل میں آ گیا۔

پیرزادہ ابراہیم حنیف کو جس حالت میں یہ نسخہ ملا اس کا بیان انہی کے الفاظ میں پڑھیئے:

"لپک کتاں مردمکِ دیدہ خوشی خوشی شیخ مرحوم کی یادگار کی زیارت کے واسطے روانہ ہوئیں۔ چوما، پیار سے سر آنکھوں پر رکھا۔ محبت و عقیدت اور نیازمندانہ اخلاص سے دردمند دل پیمانِ وفا کی نذر گزرانی۔ مرحوم کی روح پر فاتحہ کے بعد کثیف جزدان سے علیحدہ کرنے میں مروڑے تروڑے، دریدہ بریدہ ٹکڑوں کی ریزش ہونے لگی۔ جسے دیکھا پھٹا پایا جسے ہاتھ لگایا زمانہ کے ستم سے گردن تڑوائے چاک گریباں، سر برداماں نہیں سر بجزدان دیکھا۔ تھوڑے اوراق لیسے نکلے جو سخت جانی کی حد تک پہنچ گئے تھے مؤلف کی امیدوں کا خون اور اربابِ زمانہ کی ستم ظریفی۔ بدذوقی کا یہ حال ہو،

توکس امید پر کوئی کچھ کرنے بیٹھے۔ ہیہات! ہیہات! انقلاب زمانہ افسوس۔ کسی کے دن کے چین، راتوں کی نیند اڑا کر بدتوں خون پسینہ کرنے کا خوب ہی صلہ ملا۔

دل کی آرزو کا خون ہوگیا اور حسرت انگیز ستم ظریفی سے بے اختیار آنسو بہ نکلے بارے سنبھلا تو خیال ہوا کہ خیر اوراق پر تو آفت آئی سو آئی۔ مطالب کی حفاظت شاید تلافی مافات سے داغدار نہ ہونے دے گی۔ رات دن کو ایک کرکے اوراق کی ترتیب فصل وار قائم کی۔ مٹے مٹائے نشانوں کو جوڑا۔ نت نئے زخم اور پھٹے ہوئے منتشر پرزوں پر ہمدردی کے کاغذ سے رفو کیا۔ … زخم کچھ مندمل ہوا اور حروف پھیلنے لگے۔ مزید احتیاط کے لئے خود اپنے سامنے جلد ساز کو بٹھا کر بے اعتباری سے جلدی جلدی مہم کی اور موجودہ اعلیٰ قسم میں جلد بندی کرائی۔"

اس نسخہ میں پندرہ خانے ہیں۔ نمبر شمار، نام مرد، پدر، مادر، جد، جدہ، تاریخ وفات، نام زوجہ، پدر زوجہ، مادر زوجہ، جد زوجہ، جدہ زوجہ، تاریخ وفات زوجہ، اولاد نرینہ، اولاد اناث۔

یہ نسخہ موجودہ حالت میں $\frac{1}{2}$ ۱۱ × $\frac{1}{4}$ ۹ کے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۴ اور ۱۵ پر شیخ احتشام الحق کے دیباچہ کا ایک صفحہ چھپا پایا ہوا ہے۔ نسب نامہ ۴۸ صفحہ پر ختم ہوجاتا ہے باقی صفحات پر شیخ امداد الحق کی قلم سے تاریخی نوعیت کی بعض تحریریں ہیں۔

(ب) معیار الانساب نسخہ ثانی: شیخ امداد الحق کی قلم سے لکھا ہوا معیار الانساب کا ایک نسخہ الحاج حکیم شکور الدین (۴۸ ب) کے پاس تھا (پیر) دبیر الدین صاحب اس نسخہ کی بابت اپنے مکتوب گرامی محررہ ۶ر اگست ۱۹۵۷ء بنام راقم الحروف لکھتے ہیں:

امداد الحق صاحب کا شجرہ میرا دیکھا ہوا ہے (بلکہ اس کی بعینہٖ نقل میرے پاس ہے۔ سرگودھے میں میرے سامان میں ہے) جس مقام پر صاحب موصوف نے وہ شجرہ آئندہ لکھنا بند کردیا وہ وہ مقام ہے جب کہ سیاہ روشنائی کے اندراجات گھٹتے گھٹتے ۲۵ فی صد رہ گئے اور سرخ روشنائی کے اندراجات ۵ء فی صد سے متجاوز کرگئے۔ اس پر انہوں نے خیال کیا کہ اب شجرہ نسب کی وہ بنا جس پر اس کی تیاری کی ضرورت سمجھی جاتی تھی زائل ہو رہی ہے اور عنقریب ہی ختم ہوجائے گی (جس کے نتیجہ کی صورت میں قوم و نسل میں اپنے امتیازِ خصوصی و اوصاف کا فقدان ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کو اب جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس خیال کے تحت وہ اس شجرے کو تلف کر رہے تھے کہ بقول حکیم شکور الدین صاحب نے منت سماجت

کر کے ان سے لے لیا لیکن جہاں تک وہ شجرہ لکھا ہوا تھا وہ وہاں تک ہی رہا حکیم صاحب نے اس کو وقت کے ساتھ مکمل نہیں کیا۔"

جیساکہ پیرزادہ ابراہیم حنیف کے وقایۃ الانساب کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی یہ نسخہ حکیم تنکورالدین (۴۸ ب) کے پاس ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں دیکھا تھا۔ اور اس سے استفادہ بھی کیا۔ نمعلوم اب یہ نسخہ کہاں ہے۔

(ج) معیار الانساب نسخہ ثالث: معیار الانساب کے ایک اور نسخہ کی موجودگی کی شہادت موجود ہے ممکن ہے یہ کامل ترین نسخہ ہو۔ شیخ امداد الحق رہتک سے محمدی ضلع کھیم پور کھیری (یوپی) چلے گئے یہ نسخہ بھی ساتھ لے گئے۔ آپ کی وفات کے بہت بعد آپ کے چچازاد بھائی مولوی اظہار الحق بن وزیر الحق کے فرزند محمد نظار الحق (۱۴ ب) ۲۰ رفروری ۱۹۳۵ء کو صاحب شجرہ محمد الیاس آثم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"تایا امداد الحق صاحب کا نسب نامہ میرے پاس تھا وہ جھالاواڑ مولوی محفوظ الرحمٰن کے پاس عرصے سے گیا ہوا ہے۔"

وقایۃ الانساب

اس کے مرتب اور کاتب پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۶) ہیں۔ اس کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ دیباچہ وقایۃ الانساب منجانب پیرزادہ ابراہیم حنیف
۲۔ دیباچہ مؤلف معیار الانساب
۳۔ استفسار کاتب پیرزادہ ابراہیم حنیف
۴۔ تاریخ معیار الانساب نسخہ اولیٰ منجانب پیرزادہ ابراہیم حنیف
۵۔ مختصر حالات شیخ امداد الحق منجانب کاتب پیرزادہ ابراہیم حنیف
۶۔ نقل معیار الانساب نسخہ اولیٰ و نسخہ ثانی

پیرزادہ ابراہیم حنیف کا یہ کارنامہ اتنا شاندار ہے کہ ہم اس کی تفصیل بتائے بغیر نہیں رہ سکتے اس کے لئے ہم وقایۃ الانساب کے دیباچہ کو نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد، طبیعت کے تقاضے نے چھوٹی سی عمر میں علم الانساب کی تعلیم و تحقیقات کا شوق میرے دامن گیر کر دیا تھا چنانچہ میں نے اپنی عمر کے ابتدائی دور

Marfat.com

میں ۱۵۱۵ سن تک کئی منقولہ نسب نامجات نقل رجسٹر کرلئے تھے جو شیخ امداد الحق صاحب مرحوم کے نوشتہ کتاب الانساب سے بلاواسطہ یا نقل النقل وغیرہ تھے مگر مجھے ان کو زیرِ نظر رکھنے سے جلد ہی ثابت ہوگیا کہ یہ نسب نامجات کسی محققانہ تکمیل کا ذریعہ بننے کے قابل نہیں ہیں۔ بالآخر ۱۳۲۸ھ میں بہت جستجو اور تلاش کے بعد مجھے شیخ امداد الحق صاحب کا نوشتہ اصل بنیادی نسخہ دستیاب ہوگیا جو تمام موجودہ نسب ناموں کا مبداء و ماخذ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ نسب نامہ پراگندہ و منتشر تھا اور دست بدست منتقل ہونے سے اس کی معنوی و صوری اصلیت پر بہت کچھ حاشیے چڑھ چکے تھے اور چند ابتدائی اوراق بھی ضائع ہو چکے تھے۔ لہذا بادی النظر میں وہ ناکافی سمجھا گیا اور شیخ کے نوشتہ دیگر کسی نسخہ کی تلاش جاری ہوئی۔

حسن اتفاق سے ۱۳۳۰ھ میں رہتک کے حکیم شکور الدین صاحب صدیقی نے مہربانی کر کے شیخ مرحوم کا لکھا ہوا نسب نامہ مجھے دکھایا۔ دوسرے قلق کی بات یہ ہے کہ اگرچہ وہ فہرست دیباچہ اور فصول کی ترتیب کے لحاظ سے تو مکمل تھا مگر پہلے نسخہ کی نسبت مجمل اور مختصر ہونے سے وہ بھی اس قابل نہ تھا کہ تنہا اس پر ذمہ دارانہ تالیف و تکملہ کی بنیاد رکھی جا سکے مزید جستجو کے بعد بھی جب کسی دوسرے نسخے کی موجودگی سے ناامیدی ہو چکی تو ناچار ان ہر دو نسخہ جات کے ذریعہ ایک مکمل نقل کرنے کا ارادہ کیا گیا جو بسبب مجموعی ہر دو نسخہ ہائے متذکرہ بالا کی جامع اور قابل اعتماد نقل ہو سکے چنانچہ اول الذکر نسب نامہ جو اس موخر الذکر نسب نامہ کا بھی مبداء تھا اس لحاظ سے اسی پر توجہ دی گئی اور ہر دو کو ملا کر یہ نقل حاصل کی گئی۔

اول الذکر نسب نامہ میں بہت کچھ الحاق[1] و تحریف کا عمل ہو چکا تھا اور خصوصاً مخلوط یا بیرونی[2] اشخاص کے نشان کمتری (سرخ اندراج) پر سیاہ روشنائی کی قلم پھیرنے سے گویا قریب قریب

---

[1] الحاق سے مراد ہے کہ شیخ امداد الحق کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ میں یہ نسخہ رہا۔ انہوں نے اس میں بعض ان افراد کے نام لکھ دیئے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ اس سے نسب نامہ غلط تو نہیں ہو جاتا مگر کسی قلمی نسخہ میں بعد کی تحریریں بڑی الجھن پیدا کر دیتی ہیں۔ تحریف سے مراد ہے کہ شیخ موصوف نے بعض نام سرخ روشنائی سے لکھے تھے کسی نے ان میں سے بعض پر سیاہی پھیر دی مگر اس کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔

[2] بیرونی سے مراد ہے باہر کی عورت جو ہمارے خاندان میں بیاہی گئی۔ ایسی عورت کے بطن سے جو اولاد ہوئی اسے مخلوط کہا گیا ہے۔

Marfat.com

محرفوں نے اس تمیز کو چھپا دیا تھا لیکن ہر دو نسخہ جات کے میلان اور خصوصیت سے شیخ صاحب مرحوم کے رسم الخط کے امتیاز نیز غور و فکر سے اندراجات کو دیکھنے پر ایسی تحریفات کی قلعی بہت جلد کھل گئی اور یہ امر واقعی ہے کہ مناسب تحقیقات کرنے کے بعد اب متن نقل ہے من حیث الوجوہ تمام کا تمام محرفین اور الحاق کنندگان کی صنعت سے ایسا پاک ہو چکا ہے کہ گویا یہ اس حالت و وقت کی نقل ہے جبکہ متن شیخ صاحب مرحوم مؤلف کے ماسوا محرفین و الحاق کنندگان کے تبدیلات سے معرا اور پاک صاف تھا۔

اس کامیابی پر اگرچہ میرے غور و فکر کو کچھ کم دخل نہیں ہے لیکن امر واقعی در حقیقت یہ ہے کہ مؤلف کی احتیاط، صفائی، رسم الخط، اگر داخلی طور پر معاون اور ذہی اور مسلمہ نہ ہوتے تو شاید ہی ایسی صحیح نقل ممکن ہوتی اور باوجود ایسی محنت کے بھی ایسی کامیابی کا یقین رکھنا مشکلات سے خالی نہ تھا۔ الحق مؤلف نہایت محتاط، نیک نیت اور متعبد بزرگ تھے۔ ان کی محنت و کاوش اور تحقیقات کا اندازہ ان کی جستجو و تلاش کی وسعت ان کی صاف گوئی اور علم الانساب کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی سند خود ان کی بے مثل تالیف ہے۔ اسناد کو فراہم کرنے، ان کے تسلسل کو قائم کرنے اور انساب کو برجستہ مکمل کرنے میں مؤلف نے جس قدر کاوش و محنت فرمائی ہوگی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل کام ہے اور میرا اپنا تجربہ بتلاتا ہے کہ مصنف نے کم از کم بیسیوں سال تک اس سلسلہ کو سرانجام دینے پر جب کہیں جا کر یہ ایسا مکمل سلسلہ بنا ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ نقل مکمل ہے اور تمام و کمال نقل کا لا اصل کی ایسی مصداق ہے کہ شاید ہی کسی ایک آدھ نقطہ کا فرق رہا ہو تو رہا ہو ورنہ حتی الامکان متن کا بجنسہ بلفظہ چربہ اتارنے میں اپنی مقدور تک کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور متن کو محفوظ رکھنے اور امانت کے ساتھ اظہار کرنے میں امکانی کوششوں سے دریغ نہیں کیا گیا۔ اس نقل میں کوئی افراط تفریط نہیں۔ متن ہر تصرف سے پاک و صاف ہے۔ البتہ موقع جہاں ضروری معلوم ہوا وہاں مناسب حواشی میں وضاحت، تصحیح، تطبیق، تردید، تکملہ کیلئے ایزادی کر دی گئی ہے اور آخر کتاب میں کئی ضمیمہ بڑھائے گئے ہیں جس سے تفہیم آسان مقصود ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

۳۔ نسب نامہ سراج مرتبہ مولوی سراج الحق (۰۴-۱۸۰۷ ۱۹۱ء) بن الحاج مولوی فیاض الحق بن حفیظ الحق۔ قصبہ محمدی ضلع کھیم پور کھیری (یوپی) میں لکھا گیا۔

Marfat.com

اب وہ میں ظفر الحسن (۵۷) بن قاری محمد احسن کے پاس ہے۔ ہماری نظر سے اب تک نہیں گزرا۔

۴۔ نسب نامہ رشید الرحمٰن مرتبہ (قاضی) رشید الرحمٰن (۱۸۵۵-۱۹۲۸ء) بن فضل الرحمٰن بن شیخ حامد۔ مہم میں لکھا گیا۔ اور ۱۹۴۷ء میں ہندوستان میں رہ گیا۔ مؤلف نے شیخ امداد الحق کی صحبت پائی تھی۔ اس نسب نامہ کو کئی ایسے حضرات نے دیکھا تھا جو اب حیات ہیں۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف نے اس سے استفادہ کیا اور اس کے چند حصوں کی نقل بھی لی جو ہمارے پاس ہے۔ اس نقل میں سب سے گراں قدر چیز سلسلۃ الانساب مرتبہ شیخ احتشام الحق کا دیباچہ ہے۔ اس طرح ہمارے خاندان کے اولین نسب نامہ کا دیباچہ محفوظ ہو گیا۔

۵۔ نسب نامہ احسن مرتبہ الحاج قاری محمد احسن مرحوم (المولد ۱۸۵۸ء) بن الحاج مطلوب علی بن الحاج محبوب علی مہاجر مکی۔ قصبہ محمدی ضلع کھیم پور کھیری (یوپی) میں مرتب ہوا۔ اب الحاج اقتدار الحق (۱۴) کے پاس قصبہ محمدی میں ہے۔ کتابی شکل میں ہے۔ ہماری نظر سے اب تک نہیں گزرا۔

۶۔ نسب نامہ اصغر مرتبہ ابوالولا مولوی محمد اصغر (۱۸۷۴-۱۹۳۸ء) بن مولوی سلام الدین بن شاہ عبد السمیع عصی۔ اب یہ پیر احسان الدین (۱۴۹) کے پاس ہے۔ جنھوں نے از راہ کمال مہربانی نقل کرنے کے لئے دیا۔ اس کی ایک نقل میری اور میری اہلیہ کی قلموں سے میرے پاس ہے۔

۷۔ معرّف الانساب مرتبہ پیرزادہ ابراہیم حنیف (۱۸۹۱-۱۹۶۰ء) بن پیرزادہ عبد المجید بن پیر تاج الدین عصی۔ مؤلف کے انتقال ۱۹۶۰ء پر بغیر کسی واسطے کے ہمارے پاس آ گیا۔ اس نسب نامہ کی تاریخ تکمیل ۱۰ رجمادی الاول ۱۳۳۲ھ (۴ راپریل ۱۹۱۴ء) سرورق پر لکھی ہوئی ہے۔ اس وقت مؤلف کی عمر بحساب قمری چوبیس سال اور نام محمد حنیف اسمٰعیل تھا۔ ابراہیم حنیف نام بعد میں اختیار کیا گیا۔

معرّف الانساب کے مؤلف پیرزادہ ابراہیم حنیف ایک نابغہ روزگار تھے۔ ان کا مرتبہ نسب نامہ تحقیق و تدقیق کا ایک شاہکار ہے اور ہمیں اس سے پہلے کے تمام نسب ناموں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ پیرزادہ صاحب کی محنت، تحقیق، احتیاط اور علم الانساب سے واقفیت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

لہ معیار الانساب اور معرف الانساب میں نام احسن علی لکھا ہوا ہے۔ شجرہ الماس میں محمد احسن ہے۔ ان کے فرزند ظفر الحسن نے اپنے مکتوب گرامی میں نام محمد احسن لکھا ہے۔

معرف الانساب ۱۷/۴ × ۲۷/۴ سائز کے ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل نسب نامہ ۲۰۵ صفحے تک ہے، ہر صفحہ پر چودہ خانے ہیں چھ مرد کے لئے پانچ اس کی زوجہ کے لئے اور دو اولاد کے لئے تفصیل یہ ہے، شمارہ، نام، نام پدر، نام مادر، المولد، المتوفی، نام زوجہ، نام پدر زوجہ، نام مادر زوجہ، المولد، المتوفی، اولاد نرینہ، اولاد اناث۔

پیرزادہ صاحب موصوف ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ میرے نزدیک معیار الانساب کا تحفظ اور معرف الانساب کی ترتیب ان کا حاصل زندگی ہے اور یہ وہ احسان ہے جس کے آگے ہمارے خاندان کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کا سر ہمیشہ خم رہے گا۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔

۸۔ نسب نامہ الیاس مرتبہ محمد الیاس آثم (۱۸۹۵-۱۹۴۴ء) بن فرید الدین بن مولوی سعید الدین رہتکی۔ اس پر تاریخ تکمیل جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۹ء تحریر ہے۔ یہ نسب نامہ اب قاری وضاحت (۵۱۰) بن قاری فیض الحسن کے پاس ہے۔ جنہوں نے بکمال مہربانی اسے ہمیں نقل لینے کے لئے دیا تھا۔ ہم نے ایک صاحب سے اس کی نقل کرائی۔ یہ نقل ہمارے پاس محفوظ ہے۔ جناب آثم نے یہ نسب نامہ الحاج حکیم شکور الدین (۴۸ب) کی فرمائش پر ترتیب دیا اور اس کی ترتیب کے وقت ان کے پیش نظر معیار الانساب کا نسخہ ثانی بھی تھا۔

۹۔ نسب نامہ دبیر مرتبہ (پیر) دبیر الدین (المولد ۱۸۹۸ء) بن الحاج ڈاکٹر ظہور الدین بن بخشی مظہر الدین رہتکی۔ یہ نسب نامہ اب مؤلف کے پاس ہے۔ میرا دیکھا ہوا ہے۔ مؤلف موصوف نے اس کا مقابلہ سرکاری محافظ مال کے ۱۸۷۹ء کے بندوبستی شجرہ اور معیار الانساب نسخہ ثانی سے کیا۔ یہ نسب نامہ بھی ۱۷/۴ × ۲۷/۴ سائز پر ہے اور قریباً قریباً اب تک مکمل ہے۔ سواد خط نہایت پاکیزہ ہے۔

۱۰۔ قوام الانساب اس نسب نامہ کو راقم الحروف نے ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء سے ترتیب دینا شروع کیا اور نسب نامہ الیاس، نسب نامہ اصغر، شجرہ الماس، شجرہ الیاس کو سامنے رکھا۔ زندہ افراد خاندان سے بالمشافہ اور خط و کتابت کے ذریعہ متعلقہ معلومات حاصل کیں اور دو سال کی شبانہ روز محنت کے بعد اسے ۱۹۵۹ء میں مرتب کیا۔ یہ نسب نامہ مخدومی امیر الرحمان صاحب نے مجھ سے لے کر پیرزادہ ابراہیم خیف کو دکھایا۔ انہوں نے اسے بھی اپنے نسب ناموں کے بکس میں مقفل کر دیا۔ اگلے سال ان کے انتقال پر جب معیار الانساب، وقایۃ الانساب، معرف الانساب

اور میرا مرتبہ نسب نامہ میری تحویل میں آئے تو ان سب کا باہمی مقابلہ کیا گیا۔ قوام الانساب کے اندراجات کی تصدیق ہوئی لیکن خاندان کے نسب ناموں سے متعلق اس قدر ذخیرہ مل جانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ ہر زندہ و مرحوم شجرہ نویس اور نسب نگار کی تالیفات کو اور خاندان سے متعلق جملہ تحریروں کو سامنے رکھ کر قوام الانساب کے آخر میں تین چیزوں کا اضافہ کیا جائے۔

اولاً خاندان سے متعلق شجروں اور نسب ناموں کی مبسوط تاریخ اور ان میں سے ہر ایک کا تنقیدی جائزہ۔

ثانیاً قوام الانساب کے ہر اندراج کی سند یعنی کہیں سے تاریخ پیدائش کی ہے تو ماخذ بتایا جائے۔ کسی نام پر دو نسب نگاروں کا اختلاف ہے تو اسے پرکھ کر اپنا فیصلہ دیا جائے اور اس فیصلہ پر پہنچنے کی وجوہ بتائی جائیں۔

ثالثاً اشاریہ (انڈکس)

مآثر الاجداد کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد اگر اپنی نہایت ہی مصروف زندگی سے کچھ اوقات فرصت نکال سکا تو انشاء اللہ قوام الانساب کی تکمیل اور اشاعت کی طرف توجہ دوں گا۔ اس اثنا میں اگر کوئی شجرہ نویس شجرہ نسب طبع کرانے کا ارادہ کرلیں تو ان سے میری یہ التماس ہوگی کہ اگر وہ اپنے مرتبہ شجرے کو اغلاط سے پاک رکھنا چاہتے ہیں تو مجھ سے ضرور مشورہ کرلیں۔ میرے ذخیرہ کتب کی الماریاں ان کے لئے کھلی ہوں گی کیونکہ آئندہ کوئی شجرہ نویس اور نسب نگار وقایۃ الانساب، معرّف الانساب اور کنز الآثار سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تینوں چیزیں راقم الحروف کے پاس ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ قوام الانساب کی تکمیل کے بعد خاندان سے متعلق جملہ تحریریں (قلمی و مطبوعہ کتب انسب نامے، شجرے اور کنز الآثار) ملک کی قدیم ترین جامعہ یعنی پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ کرا دوں۔

Marfat.com

باب ۱۶

ضمیمے

ضمیمہ (۱)

کرسی نامہ شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ (۱۷۶۹ء-۱۸۲۵ء) باب ۵۔

نام اس احقر بنائی یہ کتاب ۔۔۔ نام ہے رمضان[29]، محمد مل شتاب
وہ ہے بیٹا شیخ جیو عبد العظیم[28] ۔۔۔ وہ ہے بیٹا مولوی عبد الحکیم[27]
وہ ہے لطف اللہ[26]، عطاء اللہ[25] کا ۔۔۔ وہ ہے سیف اللہ[24] شیخ راہ کا
وہ ہوا بیٹا مبارک[23] باجمال ۔۔۔ وہ ہوا بیٹا سلیماں[22] بن کمال[21]
وہ غیاث الدین[20]، ظہیر الدین[19] کا ۔۔۔ وہ کبیر الدین[18] جو مہم آکر لیسا
وہ ہوا بیٹا قوام الدین[17] کا ۔۔۔ آن کر جھجنیر سیں رہتک لبسا
شہر ہے جھجنیر گرد سیستاں ۔۔۔ سیر کی تقریب آئے تھے وہاں
وہ حسام الدین[16]، نظام الدین[15] کا ۔۔۔ وہ محی الدین[14]، علاؤ الدین[13] کا
وہ معین الدین[12] کمال الدین[11] کا ۔۔۔ وہ یمن سے سیستاں میں آ لبسا
وہ امام الدین[10]، شمس الدین[9] کا ۔۔۔ جو کہ شہر یمن میں آ کر رہا
وہ حسام الدین وہ احمد کا پوت ۔۔۔ وہ ہوا محمود[6] بن بوبکر پوت
وہ جو ابراہیم، اسماعیل کا ۔۔۔ وہ جو عبد اللہ[2] صاحب دِل کا
عبد الرحمن کا ہوا بیٹا سنو ۔۔۔ وہ ہوا بوبکر کا صدیق جو

Marfat.com

یہ کرسی نامہ کتاب بلبل باغ نبی مصنفہ شاہ محمد رمضانؒ کے اس قلمی نسخہ سے لیا گیا ہے جو قاری وضاحت حسن (د ۷۶ب) بن قاری فیض الحسن کے پاس ہے۔ اس نسخہ کی کتابت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے ستائیس سال بعد ۱۹ر شوال ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء کو ختم ہوئی۔ کاتب شیخ زادہ امیر علی بن بشارت علی سکنہ محلہ چشتیاں رہتک ہیں۔ اصل کتاب ۱۲۲۶ھ ۱۸۱۱ء کی تصنیف ہے۔ ہمارے پاس بھی اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۲۲۵ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے مصنف علیہ الرحمۃ کے نواسے مولانا مشتاق احمد مرحوم (۵ ۱۳ب) نے شائع کرائی۔ مطبوعہ نسخہ میں بے احتیاطی سے ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ ویں نمبر پر جو نام ہیں شائع ہونے سے رہ گئے ہیں۔ یہ ایک سنگین غلطی ہے۔ ہم نے جو کرسی نامہ نقل کیا ہے اس کے نمبر ۴ پر محی الدین نام ہے۔ ان کا لقب یا دوسرا نام فخر الدین تھا۔

ضمیمہ (۲)

اسناد الاشجار (۱۸۰۵ء)

مؤلفہ شاہ غلام جیلانی رہتکیؒ (۱۷۵۰-۱۸۲۰ء) باب ۳

نسب نامہ شاہ اوحد معروف بمولوی بدر الدین چشتی القادری قدس سرہ

"احوال نسب حضرت قبلہ اوحد شاہ المعروف بمولوی شیخ بدر الدین چشتی القادری الصدیقی نسباً الدہلی مولداً والرہتکی سکناً ولکھنوی مرقداً والحنفی مذہباً مجملاً بیان نماید

پس می نویسد کہ اوحد شاہ معروف بشیخ بدر الدین ابن شیخ فخر الدین ابن شیخ عبد الکریم ابن شیخ عبد الرسول ابن شیخ حاتم ابن شیخ عبد اللہ عرف شیخ جیون محتسب ابن شیخ محمد عرف منگن مفتی ومحتسب والیضاً شجرہ زوجہ اش مسماۃ بی بی خدیجہ بنت شیخ عبد الرحمن ابن شیخ محمد جعفر ابن شیخ حبیب اللہ مفتی ابن شیخ امان اللہ مفتی ابن شیخ نظام مفتی ابن شیخ محمد عرف شیخ منگن مذکور و منکوحہ شیخ منگن بی بی فاطمہ بود کہ از آباؤ اجداد بخواجہ زادگی مشہور بود واگر اولاد شیخ معز الیہ سید گویند درست است موافق حکم شریعت۔ لیکن در ہندوستان نسب جانب پدر را ترک نمے کنند و اگر کسے کند مطعون گردد۔ اذا کانت المرأۃ فالمختار ان یکون الولد سید وعلیہ الفتویٰ۔

پس شیخ منگن مذکور ابن شیخ عبد المجید مفتی ومحتسب ابن شیخ محمد حاکم مفتی ومحتسب ابن شیخ

Marfat.com

فضل اللہ عرف ماہرو منشی سلطان ہمایوں ابن شیخ قادن مفتی و محتسب ابن شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ بدہ مفتی و محتسب ابن شیخ عماد الدین قاضی، مفتی و محتسب قصبہ مہم ابن شیخ محمد افتخار ابن شیخ قوام الحق والدین صدیقی القریشی الیمنی ثم السیستانی ثم جھجیری ثم الرہتکی واکثر اولادش در قصبہ مہم است۔

پوشیدہ نماند کہ قاضی قوام الدین سیستانی رحمۃ اللہ علیہ در اول قاضی جھجیر بودند کہ حوالی سیستان است۔ بعد بتقریب سیاحی ددہلی آمدند و برادر زادہ اش شیخ محمد موسیٰ جد شیخ الٰہ بخش گنج بخش شطاری درگدہ مکتسر سکونت ورزیدند و اولادش و مزار متبرکہ او و مزار شیخ الٰہ بخش گنج بخش ہم ہمانجاست۔ ودو برادر زادہ اش شیخ محمد اسحاق و شیخ محمد اسمٰعیل ہر دو لاولد۔ مزار متبرک ایشاں در موضع مدینہ علمہ پرگنہ مہم وخودش شیخ قوام الحق والدین در رہتک سکونت گرفتند و بدختر قاضی محمد سرخ ذی القربیٰ الرہتکی مسماۃ عین البدر لعقد منعقد شدند وازوشاں دو پسر بوجود آمدند یکے شیخ افتخار دوم شیخ کبیر۔ وجود متبرک قوام الدین موصوف را بعد وفات زیر دیوار قلعہ رہتک جانب جنوب متصل بکنج غربی زیر برج مدفون ساختند۔

وازشیخ افتخار مذکور دو پسر شدند یکے در رہتک ماند واولادش ہمانجاست ودوم شیخ عماد و شیخ کبیر پسر دویم قاضی قوام الدین ہر دو در قصبہ مہم آمدند۔ سہ خدمت قضا و احتساب وافتاد شیخ عماد مذکور قبول کردند و تاحال در اولاد اوشاں قائم است۔ وسہ خدمت داروغگی عدالت و خطابت و تولیت شیخ کبیر مذکور اختیار کردند و تاحال در اولاد ایشاں قائم است۔

پس شیخ قوام الدین مذکور ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ نظام الدین ابن شیخ فخر الدین ابن شیخ علاؤ الدین ابن شیخ معین الدین ابن شیخ کمال الدین کہ ایشاں از ملک یمن آمدہ در سیستان سکونت ورزیدند واین فرد اکثر از زبان میفرمودند ؎

گر ہوس سلطنتے داشتمے ملک یمن را بچہ بگذاشتمے

شیخ کمال الدین مذکور ابن شیخ امام الدین ابن سلطان شمس الدین کہ حاکم یمن بود ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ احمد حاکم الیمن ابن شیخ محمود ابن شیخ ابوبکر ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ اسمٰعیل ابن شیخ ابو اسماعیل حضرت عبد اللہ حاکم الیمن رضی اللہ عنہ ہوا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ابن ابوعبید اللہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایضاً ہو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسمی عبداللہ کنیت ابوبکر ملقب بصدیق اکبرؓ

یہ کرسی نامہ مؤلفِ اسناد الاشجار حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکی کے والد بزرگوار شاہ بدرالدینؒ کا ہے۔ اور کتاب اسناد الاشجار کے صفحات ۲۳۸ تا ۲۴۲ سے نقل کیا گیا ہے۔ جس نسخہ سے یہ نقل کیا ہے وہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور میرے ذخیرۂ کتب کی زینت ہے یہ ۴۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا سن تالیف سنہ ۱۲۲۰ھ ۱۸۰۵ء ہے۔ اس کتاب میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے ان سلسلوں کا ذکر کیا ہے جن سے آپ نے فیض پایا۔ اس میں اہم اجازت نامے بھی نقل کئے ہیں۔ طریقت کے بعض نکات کی تشریح کی ہے اور کہیں کہیں احوالِ مؤلف بھی ہے۔

ضمیمہ (۳۱)

اوراد حبیبیہ (۱۱۵۷ھ)

مصنفہ الحاج قاری مفتی حبیب اللہ ثانی مسمی بن عبدالخالق بن مفتی عبدالرزاق بن مفتی محمد جعفر

ذکر قاضی قوام الدینؒ

"قاضی قوام الدین سیستانی رحمۃ اللہ علیہ و ہو قاضی جھجر بودند کہ جھجر حوالی سیا انست بعدہٗ بتقریب سیاحی در دہلی آمدہ سکونت در رہتک گزفتند و بدختر قاضی سرخ ذی القرنی مسماۃ عین البدر عقد منعقد کردند و از او شاں دو پسر بوجود آمدند یکی قاضی افتخار الدین دویم قاضی کبیر الدین من بعد قاضی قوام الدین مسطور بقضائے الٰہی از دار الفنا بدار البقا شتافتند وجود تبرک را متصل دیوار قلعہ رہتک مدفون ساختند۔ و از قاضی افتخار الدین مذکور دو پسر شدند یکے قاضی عماد الدین دویم در رہتک ماند و قاضی عماد الدین و قاضی کبیر عم و برادر زادہ مذکوران ہر دو در قصبہ مہم آمدند۔ از ابنائے قاضی عماد الدین در مہم سہ خدمت یکے قضا دویم افتا سیوم اختساب و از ابنائے قاضی کبیر در قصبہ مہم سہ خدمت نیز ماند یکے عدالت ثانی خطابت ثالث تولیت۔"

یہ عبارت اوراد حبیبیہ قلمی کے صفحہ ۳۰۱ سے نقل کی گئی ہے۔ کتاب ۳۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر تیرہ سطریں ہیں۔ یہ کتاب مفتی حبیب اللہ ثانی مسمی نے سنہ ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء میں لکھی۔ جس قلمی نسخہ سے ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اس کی نقل کی تکمیل کی تاریخ ۸ رجب سنہ ۱۲۶۱ھ ہے۔

Marfat.com

اور قاری وضاحت حسن (۷، ۱ب) کے پاس ہے۔ اس منقولہ عبارت کے ساتھ مفتی حبیب اللہ ثانی موصوف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک اپنا کرسی نامہ بھی لکھا ہے۔ ترتیب بالکل وہی ہے جو خاندان کے شجروں اور نسب ناموں میں پائی جاتی ہے۔ میں اس کرسی نامہ کو یہاں نقل کرنا چاہتا تھا مگر اب جو اپنی ڈائری کھول کر دیکھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ چار سال پہلے جب قاری صاحب موصوف نے یہ قلمی نسخہ مجھے دکھایا تھا اور میں نے اسے پڑھ کر اس سے جو نوٹس لئے تھے ان میں کرسی نامہ لکھنا بھول گیا۔ قاری وضاحت حسن خطوط کا جواب دینے کے عادی نہیں اور کاتب کا تقاضا ہے کہ مسودہ جلد بھیجا جائے۔

ضمیمہ (۴)

کرسی نامہ شیخ ثناء اللہ صدیقی مہمی (۱۸۷۸ء)

"شیخ ثناء اللہ بن شیخ خدا بخش بن شیخ خواجہ بخش بن حافظ صفت اللہ بن شیخ قمر اللہ بن شیخ نجم اللہ عرف حافظ عالم خاں بن شیخ رزق اللہ عرف حافظ عالم خاں کلاں بن عزیز اللہ بن شیخ حبیب اللہ، بن شیخ امان اللہ مفتی بن شیخ نظام الدین مفتی بن شیخ محمد مفتی عرف شیخ منگن بن شیخ عبد المجید مفتی المحتسب بن شیخ محمد حاکم بن شیخ فضل اللہ عرف ماہرو بن شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ بدہ بن قاضی عماد بن قاضی افتخار ساکن المہم بن قاضی قوام الحق والدین صدیقی القریشی الیمنی ثم السیستانی ثم الجنجیری ثم الرہتکی۔ قاضی قوام الدین سیستانی رحمۃ اللہ علیہ ونیز قاضی جنجیر بودند کہ حوالی سیستان است بعد بتقریب سیاحت در دہلی آمدہ وسکونت در رہتک گزیدند و در رہتک آمدہ بدختر قاضی محمد شرخ ذی القرنی مسماۃ عین البدر عقد منعقد از ایشاں دو پسر بوجود آمدند۔ قاضی افتخار و قاضی کبیر و از قاضی دو پسر شدند۔ کبیر الدین عم وبرادر زادہ ہر دو بمہم آمدند۔ از ابنائے قاضی کبیر در مہم سہ فرقہ شدند۔ پیر عدلاں وخطیباں ومتولیاں۔ از ابنائے قاضی عماد در مہم سہ خدمت ماندند۔ قاضیاں، مفتیاں ومحتسباں۔

قوام الدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ نظام الدین بن فخر الدین بن علاؤ الدین بن معین الدین بن کمال الدین ایشاں از ملک یمن آمدہ سکونت در سیستان نمودند اکثر ایں فرد را بر زباں میراندند کہ ؎

گر ہوس سلطنت داشتے ۔۔۔ ملک یمن را بچہ بگذاشتے

Marfat.com

بن شیخ امام الدین بن سلطان شمس الدین دنیز حاکم الیمن بودند بن شیخ حسام الدین بن شیخ احمد بن شیخ محمود بن شیخ ابوبکر بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ عبداللہ بن حضرت عبدالرحمٰن بن امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بودند فقط۔

یہ نسب نامہ خاکسار خلائق عاصی پرمعاصی بندہ شیخ ثناء اللہ ساکن مہم ضلع رہتک در سال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء سمت ۲۵ ہندی ۱۹ تحریر بقلم خود۔

یہ کرسی نامہ راقم الحروف کے جد بزرگوار ثناء اللہ کی قلم سے لکھا ہوا میرے پاس محفوظ ہے

ضمیمہ (۵)

خطوط و کتابت قاضی محمد حسن و کلکٹر ضلع رہتک

پروانہ کلکٹر ضلع رہتک

"صاحب بہادر صاحب ضلع رہتک مورخہ دہم ماہ جنوری ۱۸۳۶ء عیسوی شریعت پناہ محمد حسن قاضی پرگنہ مہم بعافیت باشند۔ این معنے بحضور منظور است کہ قصبہ مہم از چقدر مدت آباد شدہ است و چگونہ آباد شدہ۔ لہٰذا قلمی میرود کہ کیفیت این معنی دریں باب بآں شریعت پناہ دریافت باشد۔ خوش خط و مختصر بود۔ یک ماہ نوشتہ نزد ایں جانب ارسال دارند فقط

تحریر دہم ماہ جنوری ۱۸۳۶ء عیسوی"

جواب قاضی محمد حسن مہمی

"بحضور صاحب ضلع رہتک مسٹر الگزنڈر فریزر صاحب بہادر صاحب ضلع رہتک

معروضہ چہارم ماہ فروری ۱۸۳۶ء عیسوی

عرض بندگان عالی متعالی جناب خداوند نعمت فیاض زماں دام اقبالہٗ میرساند پروانہ کرامت مورخہ دہم ماہ جنوری ۱۸۳۶ء عیسوی مشعر بر معروضداشتن حال آبادی قصبہ مہم کہ چقدر مدت و چگونہ آباد شدہ۔ دوران آں آنچہ دریں باب معلوم بانزول مکرمت فرمودہ معزز و محترم گردانید و براحکامات آں عزو اطلاع بخشید دادگشتہ۔ ہرچہ ایں خادم شرع را از زبان بزرگاں دریافت گشتہ بعرض مے رساند۔

حال آبادی قصبہ مہم

کہ قصبہ مہم را دفعہ اول قبل از عہد رائے پتھورہ مسمی ماہم عرف مہدہ پسر رائے بوتوم راجپوت پنوار آباد نمودہ بود۔ چوں در ۶۰۰ھ ہجری کہ سلطان شہاب الدین غوری عرف معزالدین سام از ولایت آمدہ رائے پتھورہ را گرفتہ گشت۔ در ہماں ایام مسمے ماہم نیز کشتہ شد و قصبہ مہم ویران معلق گردیدہ قریب شصت سال تخمیناً بے چراغ ماندہ۔

باز در ۶۶۵ھ عہد سلطان غیاث الدین بن سلطان شمس الدین التمش آباد گردید۔ وجہ آبادی مہم دفعہ دویم چنیں دریافت مے شود کہ چندکس مہاجناں ساکنین قصبہ اگروہہ قوم اگروال کہ بسبب خفگی سلطان وقت از مسکن خود جلا وطن بودند بموجب حکم سلطان زماں ایں قصبہ مہم را آباد ساختند۔

لیکن چوں آبادی قصبہ مہم صرف از یک قوم مہاجناں اشکال بود و بخوبی سرانجام شدن نتوانست۔ بنابراں در ۶۸۶ھ ہجری دوکس از بزرگان ایں خادم الشرع شریف یکے قاضی عمادالدین بن افتخارالدین بن قاضی قوام الحق والدین و دویمی کبیرالدین بن قاضی قوام الحق والدین موصوف از قصبہ رہتک بموجب حکم سلطان معزالدین کیقباد ناصرالدین بغرا خاں بن سلطان غیاث الدین بلبن دریں قصبہ سیدہ شریک آباد کردن شدند۔

چنانچہ شش عہدہ پرگنہ قصبہ مذکور قضاء افتاء و احتساب در ابنائے قاضی عمادالدین بن افتخارالدین بن قاضی قوام الحق والدین و عدالت و خطابت و تولیت در ابنائے کبیرالدین بن قاضی قوام الحق والدین در حضور بادشاہ زماں قرار یافت و ہمیں طور تا الیوم موجود است و در حالت آبادی قصبہ مہم زمینداری تمام قصبہ مذکور بنام مہاجناں مقرر شدہ بود۔ چوں مالگذاری تمام قصبہ مہم از مہاجناں شدن نتوانست معہ ہذا بعد چندے در زمینداری دواز دہ بسوہ راجپوتاں مسلماناں شریک گشتند و در ہشت بسوہ مہاجناں ماندند۔

فقط ایں قدر تابعدار حضور را معلوم بود کہ بعرض پرداخت واجب بود بعرض رسانید الٰہی آفتاب دولت و اقبال دائماً تاباں درخشاں باد۔

فدوی محمد حسن قاضی پرگنہ مہم

معروضہ چہارم ماہ فروری ۱۸۳۶ء سنہ عیسوی بمقام مہم

یہ خط و کتابت ہم نے معیار الانساب کے نسخہ اوسط مرتبہ و کتبہ شیخ امداد الحق سے نقل کی ہے

Marfat.com

اس بیان میں چند اغلاط ہیں۔

۱۔ معزالدین محمد بن سام غوری نے ۶۰۲ھ میں نہیں بلکہ ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء میں رائے پتھورا کو شکست دی اور اسی موقع پر رائے پتھورا قتل ہوا۔ سلطان کو ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔

۲۔ غیاث الدین بلبن ۶۶۴ھ میں تخت نشین ہوا۔ مگر یہ سلطان التتمش کا بیٹا نہ تھا۔ التتمش کے تین فرزند تخت نشین ہوئے : رکن الدین، معزالدین بہرام شاہ اور ناصرالدین محمود مگر ان میں سے کسی کا لقب غیاث الدین نہیں تھا۔ البتہ غیاث الدین بلبن غلام شمس الدین التتمش ضرور تھا۔

۳۔ یہ قاضی محمد حسن کی اصل تحریر نہیں۔ نقل النقل ہے۔ ممکن ہے پہلی نقل میں کچھ غلطی ہو گئی ہو۔

۴۔ قاضی غلام حسن عرف قاضی محمد حسن (باب ۲) قاضی محمدی کے فرزند تھے۔

ضمیمہ (۶)

نقل پروانہ تقرری قاضی علی اکبر (۱۸۵۷ء)

گماشتہائے و جاگیرداران وکروڑیاں وجمہور سکنہ پرگنہ ہم سرکار حصار فیروزہ صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد

حسب الحکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع منصب قضائے پرگنہ مذکورہ معہ سواد متصلہ وقریات متعلقہ پس از انتقال محمد مکرم بمحمد اکبر ولد شیخ فتح علی مقرر و متوسل گشتہ کما ینبغی بلوازم منصب مذکورہ قیام نمودہ در فیصل قضایا وخصومات واجرائے حدود وتعزیرات واقامت جمعہ وجماعات وترغیب مردم بطاعات ونکاح من لا ولی لہٗ و قسمت ترکات وحفظ اموال غیب وایتام وتعین اوصیا ونصب و قوام ..... بطبق حکم فیض شیم عمل مے نمود مشارٗ الیہ را قاضی آنجا دانستہ تصدیق مومی الیہ در امور متعلق بخدمت مستقل دانند و دیگرے را سہیم وشریک او ندارند وصکوک وسجلات را بمہراو معتبر شمارند دریں باب بتقدمن دانستہ حسب المسطور عمل نمایند۔

تاریخ دوم شہر ظفر المظفر ۲ سنہ جلوس والا

اس نقل پروانہ پر "اعتبار الدولہ قطب الملک غلام علی خاں بہادر سیف جنگ صدر الصدور

خانہ زاد عالمگیر بادشاہ ۱۱۷۱ سنہ ۲ مہر ہے یعنی یہ فرمان ۲ صفر ۱۱۷۱ھ ۱۶ اکتوبر ۱۷۵۷ عہد عالمگیر ثانی کا ہے۔

ضمیمہ (۷)

نقل فرمان اکبر بادشاہ مصدرہ سلخ ذیقعد ۹۸۲ھ (۱۵۷۵ء)

"اللہ اکبر۔ نقل فرمان عالی شان حضرت عرش آشیانی از قرار بتاریخ سلخ فی شہر ذوی القعد الحرام سنہ ۹۸۲ آنکہ چوں موازی دو ہزار و چہار صد و سی بیگہ زمین از سواد قصبہ مہم سرکار حصار فیروزہ موجب فرمان عالی شان بمہر اشرف اوزک کہ بتاریخ ۲۳ محرم الحرام سنہ ۹۷۰ در وجہ مدد معاش فضیلت مآب قاضی عبدالوہاب وغیرہ مجملاً گذشتہ۔

ازاں جملہ موازی یک ہزار و سی صد و چہل و ہفت بیگہ زمین باسم منتخبۃ المشائخ العظام شیخ جیو خطیب و تقویٰ شعاری صلاح آثاری شیخ محمد مفتی و جماعہ ضمن مقرر بودہ در پرگنہ مذکورہ بخالصہ شریفہ انتقال یافت مشارٌ الیہما و جماعہ بدرگاہ خلائق پناہ آمدند بوضوح رسید کہ اہلیت و فضیلت تمام دارند و جماعہ کثیرے اند و از ممر دیگر وجہ معاش ندارند۔

بنا بر حسب استحقاق و کفاف ایشاں حکم فرمودیم کہ اراضی مذکورہ از مزروع رعیتی و خود کاشتہ از عمل قدیم در وجہ مدد معاش مشارٌ الیہما و جماعہ ظہر از ابتدائے خریف مقررہ باشد و مبلغ یک تنکہ مرادی ہر یوم از وجوہ جزیۂ شرعیہ و پنجاہ و شش بیگہ زمین افتادہ صالح زراعت از سواد قصبہ مذکورہ بر حسب کفاف شیخ محمود طالب علم و ذکریا وغیرہ از ابتدائے ربیع بیکوریل بطریق ابتدائے کہ مجموعہ یک ہزار چہار صد و سہ بیگہ و یک تنکہ مرادی بودہ باش (؟) مدد وجہ معاش ایشاں مقرر فرمودیم کہ حاصلات صرف مایحتاج خود نمودہ بدعا دولت قاہرہ قیام نمایند می باید کہ عاملان حال و استقبال و کروڑیاں و چودھریاں و قانونگویاں پرگنہ مذکور بریں موجب مقرر دانستہ زمین مذکورہ را بتصرف ایشاں گذارند و بعلت مال و جہات و اخراجات و عوارضات چوں صادری و قنلغہ و ضابطانہ و جریانہ و تکرار زراعت خود کاشتہ و صد دو لی و قانونگوئی و بیگار رعایہا و گاؤ شماری و مخزنہ و کل تکالیف دیوانی مزاحمت بحال ایشاں و مزارعان ایشاں .... و من کل الاحوالات معاف دانستہ تغیر و تبدل براں راہ ندہند و ہر سال فرمان و پروانچہ مجدد طلب ندارند۔

Marfat.com

نقد

بقرار یومی از وجوه جزئیه شرعیه

تنکه

اراضی

الف اسما صد لۂ

مزروعہ   اسما

الف سما یعہ للعہ   صہ

خود کاشتہ	رعیتی
للسما للعہ	اسما للعہ

موافق خزلیف	ہمہ کہ مزروع	موافق خزلیف	ہمہ کہ مزروع
... در ربیع	خواہد نمودہ	... در ربیع ...	خواہد نمود
للہ صہ ۱۸	لعہ ۲	ما یعہ ۷	ما صہ ۱۲

از قرار فرمان عالیشان بتاریخ ۲۳ شہر محرم الحرام سنہ ۹۷۰

الف اسما صہ

الف سہ کہ فرامین عالیشان علیحدہ گذشتہ

کہ در فرمان بتاریخ ۲۰ شہر ربیع الاول سنہ ۹۸۱

باسم قاضی اشرف وغیرہ گذشتہ

سما لعہ

کہ در فرمان بتاریخ ۷ شہر ربیع الثانی سنہ ۹۸۱

باسم شیخ عبداللہ محتسب گذشتہ

کما یعہ

Marfat.com

السیاهه للعه عن مزروع ازانچه در نیوالا در

دیوانی صدارت ..... تصحیحه شرح متن فرمان عالیشان

رعیتی	خود کاشته
اسما للعه	طمامه للعه

همه	موافق خریف	موافق همه	موافق خریف ....
ماسه	ماهیه	نوله ۲	لعامه ۱۸

محمد مفتی وغیره	جیو خطیب وجماعه وغیره
صه رلاله	لعاعه

ار للعه

لما للعه

. . . .

. . . .

. . . .

فی التاریخ مصدره

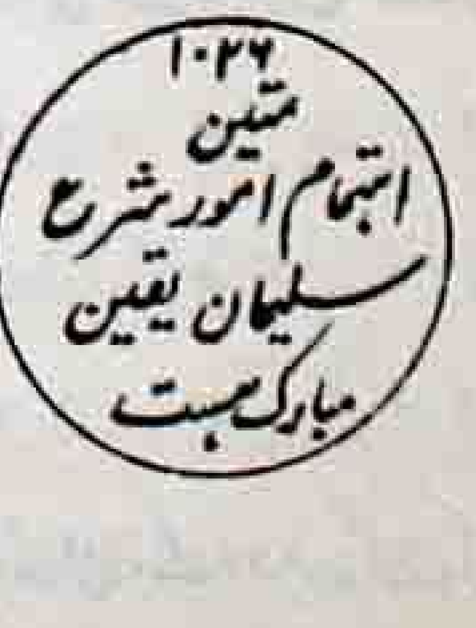

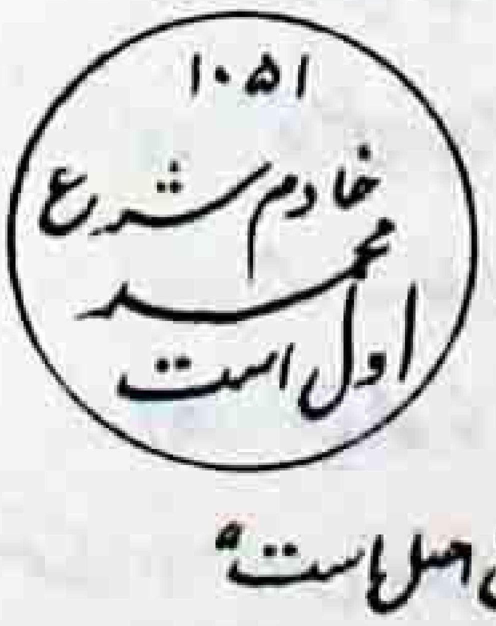

نقل مطابق اصل است۹

یہ نقل فرمان ۴ گ × ۳ ۸ کاغذ پر ہے۔ مہروں سے پہلے جہاں ہم نے نقطے لگائے ہیں وہاں ڈھائی فٹ لمبی جگہ پر اراضی اور اسے پانے والوں کی تفصیل ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ (۸)

محضر نامہ قاضی غلام حسن (اندازاً ۱۲۲۷ھ)

مہم پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط ۱۸۰۹ء سنہ ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔ اس وقت پرگنہ مہم کی خدمتِ قضا پر قاضی محمدی فائز تھے۔ ان کے انتقال پر ۲ شوال ۱۲۲۷ھ (۱۸۱۲ء) کو اکبر شاہ ثانی نے ایک فرمان کی رو سے آپ کے فرزند غلام حسن المعروف بہ محمد حسن کو پرگنہ مہم کا قاضی مقرر کیا۔ اوائل عہدِ قضا میں قاضی غلام حسن موصوف نے ایک محضر نامہ لکھا۔ یہ محضر نامہ مجید الرحمٰن صاحب (۱۰) کے پاس ہے۔ اس پر نو مہریں اور چھتیس دستخط ہیں۔ اس کے متن کا اہم حصہ یہ ہے۔

"از وقتِ آبادی شہر مہم بنام آبا و اجداد بندہ درگاہ قاضی غلام حسن قاضی پرگنہ مہم سرکار حصار آنچہ مشروط سالیانہ یک صد روپیہ سالیانہ و چہار آنہ یومیہ و خلعت عیدین از سرکار مقرر بود و تا حال نسلاً بعد نسلٍ یافتہ آمد۔ و نیز از سرکارِ دولت مدار انگریزی جاری و بحال ماندہ۔ از جمہور خاص و عام ہر کہ بر صحبتِ ایں حال آگاہی دارد۔ . . . گواہی ثبت کنند۔"

مواہیر: (۱) "غلام اتقیا ۱۲۰۹" مہر کے اوپر کی طرف قلم سے مفتی لکھا ہوا ہے۔

(۲) "شیخ عبد العظیم اہل یقین اہتمام امور شرع متین وسکاک ۱۲۲۶"

(۳) "عظیم شد ز عطائے حکیم اسمٰعیل"

(۴) "نبیر الحق ۱۲۰۶"

(۵) "عظیم اللہ صدیقی ۱۲۰۵"

(۶) "قاضی سید امید علی خادم شرع نبی ۲۹ سنہ ۱۲۰۱" (کسی اور خاندان سے)

(۷) "قاضی سید حسین علی خادم شرع نبی ۱۲۲۵" (" ")

(۸) ". . . خان ولد جوہر خان ۱۲۱۶" (" ")

(۹) "سید محمد خان ولد حواری خان ۱۲۱۶" (" ")

دستخط: اس محضر نامہ پر چھتیس دستخطوں میں سے ہمارے خاندان کے دو بزرگوں کی شہادت ہے:

(۱) "وقف علیہ ابراہیم ولد شاہ غلام کہف بخطہ"

(۲) "شیخ صفت اللہ بادتہ"

ضمیمہ (۹)

نقل اجازت نامہ و مجاز نامہ

یہ اجازت نامہ حضرت شاہ بدرالدین[1] (۱۷۰۲ء - ۱۷۹۱ء) نے اپنے فرزند، مرید اور خلیفہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ (۱۷۵۰ء - ۱۸۲۰ء) کو عطا فرمایا۔ اصل قاری وضاحت حسن (ر، ک، ل) کے پاس ہے۔ برج انور علی رہتکی نے اسے قانون سلوک مطبوعہ ۱۳۰۸ھ کے صفحات ۱۱۲، ۱۱۳ اور ۱۱۴ پر نقل کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد حمد وصلوٰۃ میگوید فقیر اوحد شاہ المعروف بمولوی شیخ بدرالدین چشتی القادری کہ از پیر دستگیر حضرت یحییٰ المعروف بخوب اللہ الہ آبادی کہ پیر ارادت فقیر اند اجازت اعمال و اشغال و اذکار رسیدہ و از صاحب زادہ حضرت شاہ محمد فاخر الہ آبادیؒ کہ پسر و خلیفہ کامل و مکمل حضرت مذکور اند۔ اجازت سلاسل خمسہ چشتیہ نظامیہ، قادریہ، سہروردیہ، مداریہ، نقشبندیہ واعمال و اذکار و اشغال وغیرہ رسیدہ والیضاً از پیر خرقہ و ارشاد حضرت میراں فتح محمد گمتھلی خرقہ پیران چشت طریق صابریہ و اجازت سلاسل خمسہ چشتیہ صابریہ، قادریہ سہروردیہ، مداریہ، قلندریہ و اعمال و اذکار و طریق عشق و محبت رسیدہ والیضاً از حضرت محمد حیات از اولاد عبدالقدوس گنگوہی مرشد خطاب چشتی القادری اجازت سلاسل خمسہ خرقہ مذکور کہ شغل طریق صابریہ وغیرہم از دست خاص ارقام فرمودہ بودند و خرقہ ہم از خانہ خود دادہ بودند نیز رسیدہ والیضاً از مرشد اسم حضرت شاہ نور قادری تبریزی اجازت طریقہ قادریہ قمیصیہ رسیدہ و بنام اوحد شاہ سرفراز شدہ والیضاً از حضرت شاہ نور دکھنی گجراتی اجازت سلاسل چہاردہ خانوادہ اصول و فروع و اشغال و اعمال و اذکار رسیدہ۔ والیضاً از حضرت شاہ کریم اللہ قادری اجازت سیصد و شصت شغل قادری و نود و نہ

---

[1] حضرت شاہ بدرالدینؒ کے پیر طریقت تو حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی تھے اور زبانی اجازت بھی انہی سے پائی تھی مگر آپ کو تحریری اجازت شاہ محمد فاخر الہ آبادی نے عطا فرمائی تھی اس لئے شجرہائے طریقت میں ان کا نام پہلے آتا ہے بحوالہ اسناد الاشجار

Marfat.com

شغل چشتیہ و دیگر ادعیات ماثورہ وغیرہ رسیدہ والیضاً از حضرت شاہ عبداللہ جنیدی سلسلہ قادریہ بطریق اولیسیہ واعمال واشتغال واذکار جزفقر وطریقہ عشق ومحبت مذکورہ بہ تفصیل مذکورہ بفقیر رسیدہ اند۔ سعید جاودانی غلام جیلانی لا مجاز و ما ذون تمام و مخصوص مختتام گردانیدم مقبول ایشاں این فقیر کبیر و مقبول مشائخ عظام ہر سلسلہ عالیہ است حق تعالے مبارک کناد بمنہ وکمال کرمہ جل جلالہ و عم نوالہ واز مجلس متعالی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدہا مبارک وخدمت فیض موہبت مشائخ کرام ہزار ہا تہنیت نصیب باد۔ بمنہ وکمال کرمہ"

مہر (چشتی القادری بدر الدین)

ضمیمہ (۱۰)

کتبے

(ل) کتبہ مقبرہ میراں جی واقع قصبہ جھم ضلع رہتک (۱۰۴۹ھ) نصب بعد میں ہوا۔

"بسم اللہ العظیم ھذہ المقبرۃ لشہداء السادات القتل الکفار اطیب اللہ ثراھم حصل الفراغ من المعارۃ فی التاسع العشر من شہر ذی الحجہ اربعین اربعمائۃ"

(ب) جامع مسجد جھم ضلع رہتک کے کتبے:

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"در عہدِ دولتِ سلطان السلاطین ظل اللہ فی العالمین مزین السریر السلطنت و خلافت حضرت ہمایوں بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ واعلیٰ امرہ وشانہ حضرت مقبول الدارین بیگہ بیگم سلطانی بنت بندہ ... برگزیدہ درگاہ امیر طغان بتوفیق اللہ تعالیٰ توفیق یافتہ مسجد جامع قصبہ جھم احداث کنانید۔ اللہ تعالےٰ اجابت و مستجاب گرداند بمنہ و فضلہ وکمال کرمہ بتاریخ بست و ہفتم ماہ رجب سن سبع ثلثین تسعمائۃ ہجری"

(۲) در عہد دولت حضرت بندگان خلافت پناہ سلطان شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ توفیق یافت۔ شیخ ناصر الدین شیخ اللہ دیا سنہ احد

خمسین والف ہجری ۱۰۵۱ھ"

(۳) "در عہدِ دولتِ حضرت بندگان خلافت پناہ ظل الٰہی ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہٗ و افادہ علی العالمین امرہ و احسانہٗ بتوفیق اللہ تعالیٰ توفیق یافت۔"

(۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ در عہد خداوند زمین و زماں خدیو مکین و مکاں سلطان السلاطین ظل اللہ ملکہ و سلطانہٗ تعمیر مسجد قصبہ مہم حسب الحکم اقدس باہتمام بندہ درگاہ خواجہ رحمت اللہ باتمام رسید ۔ اللہ تعالیٰ مجاب و مستجاب گرداند بمنہٖ و فضلہ فی التاریخ ہفدہم محرم الحرام سنہ ثمان سبعین والف ہجر و سنہ عاشر جلوس مبارک۔"

(ج) مسجد محلہ پیرزادگان واقع مہم ضلع رہتک کے کتبے:

(۱) "در عہدِ دولت شہنشاہ عالم پناہ ظہیر الدین بابر غازی بادشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہٗ ... فقیر حقیر ... آغا ابن .... ساکن حصار شادلے بتوفیق اللہ تعالیٰ توفیق یافتہ مسجد در قصبہ مہم راس کنانید۔"

(۲)

مرد ہمت زوجہ من عارفا	کرد ایں دروازہ مسجد بنا
بانی ایں مسجد کعبہ صفت	بود اسمٰعیل قرشی حبذا ما
آں شہید راہ حق غوث زماں	قطب دوراں مومناں را مقتدا
در ہزار و دو صد و ہفتا دچار	شد بجنت زیں جہان پر جفا
سال تعمیرش بگفتم فی البدیہہ	ہست ایں در اہل دیں را راہنما

۱۲۷۴ھ

(د) نرخی جی کی مسجد (واقع محلہ پیرزادگان مہم) کے کتبے:

(۱) "در عہد دولت بندگان حضرت خلافت پناہ ظل الٰہی ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افادہ علی العالمین امرہ و احسانہ بتوفیق اللہ تعالیٰ توفیق یافت سنہ ..."

(۲)

مسجد شریفِ دین بشہر مہم	خوش نہادہ بنائے انور بیگ
سال تعمیرش از خرد جستم	"عاقبت خوب" گفت خوش ملہم

۱۱۸۱ھ

(ل) باؤلی یا باؤڑی مہم کا کتبہ:

"بدورِ شہنشاہ عالم ستاں | زسید وشد ایں ہر کہ زمزم نشاں
چوں تاریخ ایں جستم از پیر عقل | بمن گفت دریائے "خیر رواں"

محلہ درتھمہ کلال دین ۱۰۶۷ ہجری فقط"

ضمیمہ (۱۱)

اقتباس از کتاب الانساب

حضرت شاہ بدر الدینؒ (باب ۴) کے مرشد حضرت شاہ نور قادری کے اخلاف میں ایک بزرگ پیر محبوب علی کی تالیف کتاب الانساب کا ایک قلمی نسخہ پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد (باب ۵) مرحوم کے کتب خانہ میں تھا۔ وہاں سے پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) نے اس کا ہمارے خاندان سے متعلق حصہ نقل کیا۔ یہ نقل ہمارے پاس ہے جسے سطور آئندہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ ہر قدیم تحریر لازماً مستند نہیں ہوتی۔

"شیخ عبد الغفار صدیقی و جد شیوخ رہتک و جد شیوخ نزہر و جد شیوخ دہر سو و شیوخ گڈھ مکتسر از نواح غزنی وسیستان آمدہ بودند از احفاد و امجاد حضرت عبد الرحمان ابن ابی بکر الصدیق ابن ابی قحافہ عثمان التیمی رضی اللہ عنہم اند و معرفت و مظاہرت ایشاں باقوم سید مسعود واسطی جھجیری و سید ابو القاسم واسطی بیش از ورود ہندوستان در ولایت آمدہ است (ص ۲۲)"

بزبانی معمراں صدیقیاں واضح شدہ کہ قوام الدین جھجیری قدس سرہ بوقت سلطنت سلاطین غوریہ از جھجیر آمدہ در قصبہ رہتک آباد شدہ اند۔

جد ایشاں شیخ علاء الدین ابن شیخ معین الدین ابن شیخ کمال الدین یمنی سیستانی است و اولاد شیخ مذکور در رہتک آباد است۔

و شیخ الٰہ بخش گنج بخش تارک مشہور کہ مزار ایشاں در قصبہ گڈھ مکتسر بر کنار گنگ است ہم از احفاد شیخ علاء الدین است قدس سرہٗ۔

شیخ کمال الدین یمنی سیستانی بعہد سلطنت غزنویہ از یمن بسیستان وارد شدہ و غالباً کہ ایشاں استاد حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی در علم حدیث و فقہ پدر بزرگوار ایشاں

Marfat.com

شیخ امام الدین ابن شیخ شمس الدین یمنی اند کہ مدنی الاصل بودند۔ ظاہراً ہمیں بزرگوار از اصول شیخ عبد الغفار صدیقی جد شیوخ ریواڑی اند چہ ایشاں ہم خود را جخیری و یمنی الاصل مے گویند۔

"و جد شیخ شمس الدین یمنی مدنی الاصل شیخ حسام الدین ابن احمد ابن محمود ابن ابا بکر ابنِ ابراہیم ابن اسماعیل ابن عبد اللہ المدنی کہ از مدینہ منورہ بہ یمن انتقال کردہ بودے از فرزندان حضرت ابی محمد عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ابن ابی قحافہ عثمان التیمی القرشی بودہ است رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

"وفات سید مسعود جخیری و مصوّر شدن جسدِ مبارک ایشاں در زمین مقبرہ حضرت حاجب شکر بار در قصبہ نرٹھر لغیرہ سال شش صد و چہار ہجری"۔ (ص ۱۱۰)

ضمیمہ (۱۲)

دیباچہ سلسلۃ الانساب

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

"تعریف بے حد و ثنائے لاتعد خالق بیچگوں کو جس نے اشارہ کن سے تمام خلقت کو عدم سے وجود میں لایا اور تحفہ درود اور سلام کا اس باعثِ ایجاد کون و مکاں اعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جس کی شان میں لولاک لما خلق الافلاک فرمایا اور ان کی آل اور اصحاب اور ازواج پر۔

جانو تم کہ یہ نسب نامہ ہے۔ اجداد قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت قاضی قوام الحق والدین صدیقی القریشی المکی ثم المدنی ثم الیمنی ثم السیستانی ثم الجخیری ثم الرہتکی ثم المہمی کا کہ جناب قاضی صاحب ممدوح مرحوم و مغفور قاضی جخیر کے تھے۔ وہاں سے بتقریب سیاحی دار السلطنت دہلی میں تشریف لائے۔

اور تین بھتیجے ان کے ایک تو بندگی شیخ موسیٰ قدس سرہ العزیز اولاد برادر کلاں سے اور دو محمد اسمٰعیل و محمد اسحاق اولاد برادر خورد سے ہمراہ ان کے آئے۔ چنانچہ بندگی شیخ موسیٰ مذکور دہلی سے گڑھ مکتیسر کو تشریف لے گئے اور وہاں کے شیخزادوں

میں رشتہ مناکحت کیا۔ ان سے دو[1] فرزند پیدا ہوئے ایک تو شیخ الہ بخش دوسرے شیخ گنج بخش قدس اللہ سرہما۔ اب تک اولاد اونکی وہاں قائم ہے اور مزار متبرکہ بھی اونکا وہیں موجود ہے۔

اور قاضی قوام الحق اور دونوں بھتیجے شیخ محمد اسماعیل و محمد اسحاق دہلی سے رہتک میں آئے۔ بعد چند روز کے شیخ محمد اسماعیل و محمد اسحاق رہتک سے بعالم سیاحی براد[2] جو بیچ نواح موضع مدینہ عملہ پرگنہ مہم کے کہ مہم سے چھ کوس جانب دہلی واقع ہے پہونچے قضاءً قضاکوں نے گھیر لیا اور دونوں صاحبوں کو شربت شہادت چکھایا۔ جو یہ خبر شیخزادہ ہائے ساکنان موضع مدینہ کوں پہنچی سب لوگ دوڑ پڑے قضاک تو بھاگ گئے اور دونوں لاشوں کو اٹھا لائے اور اپنے گانوں میں اونکو دفن کیا اور مزار اونکا بنایا اور بعضے شیخزادہ موضع مدینہ کے زعم رکھتے ہیں کہ ہم اولاد محمد اسمٰعیل و محمد اسحاق کی ہیں پس یہ خیال اون کا باطل ہے

اور خود قاضی قوام الحق والدین نے بیچ قصبہ رہتک کے سکونت اختیار کر لی اور ساتھ دختر قاضی سرخ ذوالقرنی کے کہ قاضی وہاں کے تھے اور نام اوس دختر کا مسماۃ عین البدر تھا بعقد مناکحت کے منعقد ہوئے اور راون سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ یکے شیخ افتخار الدین، دوئمی شیخ کبیر الدین، سوئمی شیخ رشید الدین، چہارمی شیخ عبد الوحید، پنجمی شیخ سلیمان۔

بعد انتقال قاضی قوام الحق والدین کہ مزار اونکا اور را دنکی بی بی کا نیچے دیوار قلعہ رہتک کے بطرف دکھن موجود ہے۔ شیخ عماد الدین پسر شیخ افتخار الدین مذکور اور شیخ کبیر الدین مذکور دونوں چچا بھتیجے واسطے تحصیل علم کے دہلی کوں تشریف لے گئے اور فضیلت علم کی حاصل کی اور مقرب بارگاہ سلطانی کے ہوئے۔ یہاں تک کہ خدمت قضا وافتا واحتساب قصبہ مہم کی شیخ عماد الدین مذکور کو اور خدمت عدالت و خطابت و تولیت قصبہ مذکور کی شیخ کبیر الدین مذکور کو مرحمت ہوئی اور اب تک اون کی اولاد بھی قائم ہے اور دونوں صاحب بعد پادشاہ نے منصب خدمات مذکورہ کے دہلی سے

---

[1] ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۳۔ شیخ الہ بخش گنج بخش ایک بزرگ کا نام ہے اور یہ بزرگ حضرت بندگی شیخ موسیٰ کے فرزند نہ تھے۔ ناقل [2] یہ املا مطابق اصل نقل کی ہے۔ ناقل

Marfat.com

روانہ ہوکر رہتک میں تشریف لائے اور رہتک سے مع اپنے متعلقوں کے قصبہ مہم میں آئے اور اپنی اپنی خدمات پر قائم ہوئے اور سکونت قصبہ مہم کی اختیار کرلی۔ مہمی کہلائے۔

اور وے تینوں صاحب یعنی شیخ رشید الدین و شیخ عبدالوحید و شیخ سلیمان اونھوں نے رہتک میں رہنا قبول کیا اور رہتکی کہلائے۔

اور سبب نسب نامہ کا یہ ہوا کہ جو کثرت اولاد مہمیان نے ظہور پکڑا۔ ہر ایک کے مزاج میں لحاظ کفویت قوم اپنی کا نہایت بیدار رہا اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ سوائے اولاد جدی اپنی کے کوئی جائے غیر میں عقد مناکحت نہ کرے حتی کہ اولاد برادر زادہ قاضی صاحب مرحوم مغفور جو بیچ گرھ مکتیسر کے رہتی تھی اور اون کو اپنی قوم میں لحاظ کفویت کا اس قدر نہ رہا۔ اس واسطے سلسلہ رشتہ داری کا اون سے منقطع رہا اور جو اتفاق ایسا ہوتا کہ کوئی دختر کسی کو بیچ اپنی قوم کے بہم نہ پہونچتی تو اکابران قوم کی بصلاح و مشورہ یک دیگر قصبات نواح سے مثل ہانسی و توشام و دادری و دہنہ و ڈھی و جھجر و بادلی و باغپت قوم شیخزادہ یا سادات سے بعد ثبوت اونھوں کے جو نجیب الطرفین ثابت ہوتا ساتھ دختران اون کی کہ عقد نکاح کا کیا کرتے اور سب ساتھ اولاد اس دختر کے باہم رشتہ داری رکھتے۔ لیکن آمد و رفت اوس دختر کی کبھی پھر اس شہر میں بلکہ بیچ گھر ماں باپ او سکے کمتر رہی اور یہ بھی احتیاط رہی کہ جن شہروں سے جس کسی کی دختروں سے رشتہ داری ہوتی تھی ان لوگوں سے بھی رشتہ داری دختران اپنی کی مسدود رکھی۔

اور جو کسی شخص نے زن اجنبیہ غیر کفو بیصلاح اور مشورہ اکابران قوم اپنی کے کہیں سے لے آیا تو جن کی اون دختروں سے شادی ہوتی تھی۔ اون لوگوں سے بھی رشتہ داری قطع رکھی۔ اس سبب سے خیال کفویت کا بیچ ذہن سبھوں کے زیادہ تر ہوتا رہا۔

جو عرصہ قلیل سے اکثر صاحبان نے رویہ سلف کو ترک دے کے زنان غیر کفو بلا تحقیقات اشراف اجلاف و منکوحہ و غیر منکوحہ لانی شروع کری اور یہ کثرت ان کی اولاد کی سبب سے ہونے لگی۔ بخیال احقر العباد محمد احمد صدیقی

Marfat.com

القریشی[1] ولد شیخ احتشام الحق بن شیخ بہرام الحق بن شیخ ثناء الحق بن شیخ نور الحق بن
شیخ محمد اسلم بن شیخ حبیب اللہ مفتی بن شیخ امان اللہ مفتی بن شیخ محمد[2] نظام مفتی
بن شیخ محمد عرف منگن مفتی المحتسب بن شیخ عبد المجید مفتی المحتسب بن شیخ محمد حاکم
مفتی المحتسب بن شیخ فضل اللہ مفتی المحتسب عرف ملہ رو کہ منشی ہمایوں بادشاہ بودند شیخ قادن
مفتی المحتسب بن شیخ ہدایت اللہ عرف قاضی بوڈہ قاضی المفتی المحتسب* بن شیخ افتخار الدین
بن حضرت قاضی قوام الحق والدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ نظام الدین بن شیخ
فخر الدین بن شیخ علاء الدین بن شیخ معین الدین بن شیخ کمال الدین بعضے یقین الدین
گویند کہ ایشاں از یمن آمدہ سکونت ورزیدند در سیستان۔ اور یہ بیت اکثر زبان
مبارک سے فرماتے۔ بیت ؎

گر ہوس سلطنتے داشتمے
ملکِ یمن را چہ بگذاشتمے

بن شیخ امام الدین بن سلطان شمس الدین حاکم یمن بن شیخ حسام الدین بن شیخ
احمد حاکم الیمن بن شیخ محمود بن ابوبکر بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن حضرت
ابو اسمٰعیل عبد اللہ حاکم یمن صحابی رسول مقبول ابن ابا عبد اللہ حضرت عبد الرحمن
اصحابِ رسول خدا ابن حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ و مسمی بعبد اللہ کنیت
ابا بکر ملقب بہ .... [3] بن عامر بن عمرو بن کعب ثانی بن سعد بن تیم بن
مرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن
مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔
تا بعدنان متفق ہیں۔ آگے اس کے اختلاف ہے۔ ابن[4] اد بن ادد بن ہمیسع

*بن شیخ عماد الدین قاضی المفتی المحتسب

---

[1] شیخ احتشام الحق کے دیباچہ سلسلۃ الانساب میں ان کے فرزند شیخ امداد الحق نے چند الفاظ کا اضافہ کرکے اسے ہی اپنے مرتبہ نسب نامہ کے لئے اختیار کرلیا "محمد احمد صدیقی القریشی ولد" ایسا ہی اضافہ ہے۔ محمد احمد المعروف بہ شیخ امداد الحق تھے۔ [2] اصل نام نظام الدین ہے [3] اس عبارت والی جگہ اصل نسخہ میں پھٹی ہوئی تھی اس لئے مؤلف وقایۃ الانساب نے یہ جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ چھوڑی ہوئی جگہ پر یہ عبارت ہونی چاہیئے: "صدیق بن ابو قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ" [4] اس ضمیمہ میں اس دیباچہ کو نقل کرنے کے بعد ہم نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

Marfat.com

بن سلیمان بن ثابت بن حمل بن قیدار بن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بن تارخ آذر بت تراش بن ناحور بن شاروخ بن ارغون بن قانع بن عابر بن سالح بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن حضرت ادریس علیہ السلام بن مرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام۔

کے گزرا کہ ہماری قوم سے لحاظ کفو و غیر کفو کا اٹھنے لگا۔ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ غلا ملا ہو جاویں۔ لازم ہے کہ ایک رسالہ ایسا کہ اس میں حال کفو و غیر کفو سب کا واضح ہو جا تو بہت مناسب ہے اور یادگار زمانہ کا رہے گا اور ہر کوئی مطلع ہو جائیں گے۔ پس اگر مدد الٰہی اس قوم پر رہے گی تو کہاں تک احتیاط نہ کریں گے۔ ۔ ۔ ۔

اس رسالہ میں سب کا حال قلم بند کیا ہے اور کسی کے حال میں افراط تفریط نہیں کیا اور جو کسی صاحب کو اس سے زیادہ کچھ حال معلوم ہو تو حاشیہ کتاب پر درج کر دینا۔ اور کوئی صاحب یہ نہ سمجھے کہ یہ مصنف فخر خاندان اپنے کا بیان کرتا ہے محض حال واقعی کو ظاہر کیا ہے۔

اور یہ نسب نامہ مؤلف رسالہ نے اپنے نام سے تا حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام جو لکھا ہے اس کا حال یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب ممدوح حضرت آدم علیہ السلام تک تو اپنے ساتھ وطن قدیم سے لائے تھے اور بعد اسکے بزرگان ہمارے نسلاً بعد نسلٍ لکھتے چلے آئے اور نام اس رسالہ کا "سلسلۃ الانساب" رکھا گیا اور مرتب ہوا اوپر دو حصہ اور خاتمہ کے :

پہلا حصہ

پہلا باب

بیان میں اولاد قاضی عماد الدین کے اور اس میں ایک فصل بیان میں اولاد قاضی شیخ مکرم ہے

باب دوسرا

بیان میں اولاد شیخ قادن مفتی کے اور اس میں چار فصل ہیں۔

Marfat.com

پہلی فصل میں اولاد شیخ عزیز اللہ مفتی کی ہے۔

فصل دوسری میں اولاد شیخ محمد جعفر مفتی کی ہے۔

فصل تیسری میں اولاد شیخ محمد اسلم کی ہے۔

فصل چوتھی میں اولاد شیخ ہدایت اللہ کی ہے۔

باب تیسرا

بیان میں اولاد شیخ عبداللہ محتسب عرف شیخ جیون محتسب کے اور اس میں دو فصل میں

فصل پہلی بیان میں اولاد مولوی بدرالدین کے ہے۔

اور فصل دوسری بیان میں اولاد شیخ صدرالدین کے ہے۔

دُوسرا حصّہ

بیان میں اولاد شیخ کبیرالدین کہ خدمت عدالت وخطابت وتولیت ولد قاضی قوام الحق والدین اور اس حصّہ میں دو باب ہیں۔

باب پہلا

بیان میں اولاد شیخ کبیرالدین میرعدل کے اور اس میں ایک فصل بیان میں اولاد شیخ لطف اللہ عرف عطا محمد خاں کے ہے۔

باب دوسرا

بیان میں اولاد شیخ بہاؤالدین خطیب ومتولی کے۔ اس میں ایک فصل بیان میں اولاد خواجہ حافظ کے ہے۔

اور خاتمہ میں

تین فصلیں ہیں۔

فصل پہلی بیان میں اولاد شیخ بہائی خاں ابنائے قاضی قوام الحق والدین کے ہے

فصل دوسری بیان میں اولاد شیخ عبدالمومن ابناء قاضیاں کے ہے۔

فصل تیسری بیان میں اولاد شیخ عبدالفتاح ابناء قاضی قوام الحق والدین کے ہے"

یہ دیباچہ اصل میں سلسلۃ الانساب مؤلفہ شیخ احتشام الحق کا تھا جسے بادنیٰ تغیر شیخ امداد الحق نے اپنے مرتبہ نسب نامہ موسوم بہ معیار الانساب کے دیباچہ کے طور پر اختیار کر لیا۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف

Marfat.com

رباب ۶۷ نے اسے معیار الانساب کے نسخہ ثانی سے وقایۃ الانساب میں نقل کیا ہے۔ ہم نے اسے وقایۃ الانساب سے نقل کیا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں سلسلہ اجداد کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام تک محدود رکھا ہے لیکن اس دیباچہ میں حضرت ابوبکرؓ سے حضرت آدمؑ تک کے نام بھی شیخ امداد الحق نے درج کئے ہیں اور لکھا ہے کہ عدنان سے اوپر کے ناموں میں اختلاف ہے اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس اختلاف کی نوعیت واضح کردی جائے۔

حضرت آدمؑ سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جو شجرے بنائے گئے ہیں ان کا زیادہ تر ماخذ مروجہ تورات ہے۔ بنی اسرائیل میں نسب بیان کرنے کا یہ بھی طریقہ تھا کہ وہ صرف خاص خاص مشاہیر کا نام لیتے تھے۔ انجیل متی میں ہے کہ یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام۔ ظاہر ہے کہ یہ ترتیب صریحاً غلط ہے، حضرت یسوع مسیحؑ، حضرت داؤدؑ کے فرزند نہ تھے اور حضرت داؤدؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہ تھے۔

دورِ جاہلیت میں عربوں میں دو باتیں خاص تھیں۔ ایک نہایت مؤثر اور بامطلب گنواری فصاحت اور دوسرا بے مثل حافظہ، قوتِ حافظہ کے سبب وہ اپنے قبائل کے نسبوں کو یاد رکھتے اس پر فخر کرتے۔ اس کا جا و بے جا ذکر کرتے اور اس پر شیخی بھگارتے۔ ان کو اپنا ہی نہیں اپنے مخالفوں کا نسب بھی یاد ہوتا تاکہ اس میں کیڑے ڈال سکیں۔ وہ اشعار کے ذریعے اپنے اجداد کے کارنامے بیان کرتے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک کے اجداد میں ہر شخص جلیل القدر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صرف نمایاں شخصیتوں کا ذکر کرتے اور بیچ کی نسلوں کو چھوڑ دیتے۔ پھر ایک ہی سلسلہ اجداد میں ایک نام کے کئی اشخاص کا ہونا اور ایک ہی شخص کے دو نام نسب نویسی میں مزید مشکلات پیدا کرتے رہے۔ پانچ اشخاص نے اپنے ترتیب دیئے ہوئے نسب ناموں میں معد بن عدنان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کے ناموں کی تحقیق ہے۔

۱۔ بیہقی

۲۔ ابن ہشام

۳۔ ابن الاعرابی

۴۔ برخیا کاتب الوحی

۵۔ البحرا

ان میں سے بیہقی نے عدنان سے حضرت ابراہیم تک دس، ابن ہشام نے کتاب المغازی وسیر کے ایک نسخہ میں نو اور دوسرے میں گیارہ اور ابن الاعرابی نے نو پشتیں بیان کی ہیں چھٹی صدی قبل مسیح میں برخیا کاتب الوحی حضرت ارمیا جو معد بن عدنان کے ہم عصر تھے انہوں نے جو نسب نامہ لکھا وہ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے۔ نیز واقدی نے بروایت ہشام کلبی یہی کرسی نامہ بیان کیا ہے۔ ان دونوں میں معمولی اختلاف ہے۔ مثلاً نقل کرتے وقت اقناد کو اقناد لکھ دیا اور عیسیٰ کو عیسر لکھ دیا یعنی یائے کشش کو را سمجھ لیا۔ اس طرح ناموں کے تلفظ اور نقل میں اختلاف ہو گیا۔ برخیا کاتب وحی کی تاریخانہ تحریر اور روایات عرب میں حیرت انگیز مطابقت پائی جاتی ہے۔ البحرا کے نسب نامہ کو برخیا کا تتمہ سمجھنا چاہیئے۔

عربوں کو تحریر کرتے وقت جب دقت پیش آتی تو وہ بنی اسرائیل سے رجوع کرتے۔ پہلے عربی عبرانی حروف میں تھی، پھر کوفی خط پھر خط ثلث اور لعد میں موجودہ عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ اس میں الفاظ کا الٹ پھیر اور تلفظ کا ادل بدل ہو گیا۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں لکھتے وقت لعض اوقات تلفظ میں فرق پڑ جاتا ہے۔

ان تمام چیزوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ بعض نسابین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عدنان تک چالیس اور بعض نے آٹھ پشتیں بیان کیں۔ علمائے انساب کی اکثریت کا فیصلہ ہے کہ کذب النسابون ما فوق العدنان۔

حضرت آدم سے عدنان تک کے ناموں میں سخت اختلاف ہے۔ اتفاق دو امور پر ہے۔

۱۔ عدنان حضرت اسمٰعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔

۲۔ عدنان سے حضرت ابوبکر تک کے ناموں میں کوئی اختلاف نہیں:

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ ابو قحافہ عثمانؓ، عامر، عمر، کعب، سعد، تیم، مرہ، کعب، لوئی، غالب، فہر، مالک، نضر، کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، مضر، نزار، سعد عدنان۔

مرہ بن کعب پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب مل جاتا ہے۔

Marfat.com

مرہ بن کعب

- کلاب
- قصی
- عبد مناف
- ہاشم
- عبد المطلب
- عبد اللہ
- حضرت محمد رسول اللہ ؐ

- تیم
- سعد
- کعب
- عمر
- عامر
- حضرت ابو قحافہ عثمان رض
- حضرت ابو بکر صدیق رض

Marfat.com

ضمیمہ ۱۳
اولاد بندگی شیخ موسیٰ

ہندوستان میں ہمارے خاندان کے جدِ امجد زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدینؒ جھنجھری ثم پہنکی تھے۔ جھنجھر سے آپ کے ہمراہ آپ کے تین بھتیجے بھی ہندوستان آئے۔ ان تین میں سے دو محمد اسحق اور محمد اسمٰعیل آپ کے چھوٹے بھائی کے فرزند تھے۔ ان دونوں کو قزاقوں نے عالم تجرد میں شہید کر دیا۔ تیسرے بھتیجے شیخ موسیٰؒ تھے جو آپ کے بڑے بھائی کے فرزند تھے۔ شیخ موسےٰ کے والد قاضی عمران بن حسام الدین بن نظام الدین تھے۔ قاضی عمران موصوف حضرت قاضی قوام الدینؒ کے بڑے بھائی تھے۔

شیخ موسےٰؒ بعد میں قاضی شیخ بندگی موسےٰؒ کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ کو شاہنشاہ دہلی نے گڈھ مکتیسر (اب یوپی کے ضلع میرٹھ میں ہے) کے منصب قضا پر فائز کیا۔ آپ گڈھ مکتیسر تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی اولاد پھلی پھولی۔ اولاد قاضی بندگی شیخ موسےٰ نے اشاعتِ اسلام کے لئے مغربی یوپی میں کم و بیش ویسا ہی کام کیا جیسا اولاد زبدۃ الاولیا حضرت قاضی قوام الدینؒ نے ہریانہ میں کیا۔

قاضی بندگی شیخ موسیٰ جھنجھری ثم گڈھ مکتیسری کے فرزند قاضی کبیر، ان کے فرزند قاضی جمال الدین اور ان کے فرزند قاضی خوندن تھے۔ قاضی خوندن کے دو فرزند ہوئے۔ شاہ عبدالخالقؒ اور حضرت شیخ اللہ بخش گنج بخشؒ۔ شاہ عبدالخالقؒ کا سلسلہ اولاد اب تک جاری ہے۔

"شاہ اللہ بخش گنج بخشؒ ... حضرت مبارک بالا دینی قدس سرہٗ متوطن قصبہ جھنجانہ ضلع مظفر نگر سے بیعت ہوئے جو حضرت سید السادات میر سید علی عاشقان جونپوری علیہ الرحمتہ کے خلیفہ ارشاد ہیں۔ اور خاندان سہروردی شطاری قادری وچشتی نظامی و قلندری سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ شطاریہ کی اردو جلد بانہ ہے۔ اس سلسلہ میں اسم ذات کا خاص ترکیب سے ذکر کرایا جاتا ہے۔ جس سے جلد تر عشق و مستی پیدا

ہو جاتی ہے۔ اس ذکر کی مناسبت سے اس سلسلہ کو شطاریہ کا خطاب سب سے پہلے شیخ عبداللہ صاحب قدس سرہٗ کو دیا گیا۔

دنیوی عز و جاہ کا پتہ مکتوبات قلمی شیخ عبدالرزاق میرٹھی موجودہ کتاب خانہ قاضی صاحب شہر رامپور اسٹیٹ سے چلتا ہے۔ مکتوب موسومہ شیخ شمس الدین شطاری میں بزرگ میرٹھی نے لکھا ہے: حضرت شاہ الہ بخش کہ ہم پیروان حضرت بودند بہ سفرہ ہر روز بست ملک زادہ طعام خوردند غور کیا جائے جس دسترخوان پر ہر روز بیس شاہزادے مہمان بن کر کھانا کھاتے ہوں اس گھرانے کی جاہ و حشمت، عزت و وقعت کیا ہوگی۔

حضرت گنج بخش کا علم و فضل مونس الذاکرین سے ثابت ہے جو خاص ملفوظات ہیں اور طبع ہو چکے ہیں۔ اور تقریباً ہر گھرانے میں موجود ہیں۔ زمانہ آپ کا عہد سلطنت شاہنشاہ جلال الدین اکبر کو بھی شامل ہے۔ علاوہ جاگیرات عطیہ شاہان سلف نے حضرت گنج بخش صاحب علیہ الرحمۃ کے مصارف عرس کے لئے ماہانہ روپیہ ایام رمضان المبارک میں، نوروز کے مصارف تحصیل ہاپڑ سے ۱۵/ شعبان ۱۲۱۸ھ تک اور اس کے بعد بھی عطا یا پہنچے ہیں اور ۱۴/ ۱۲۲۰ھ چندہ عرس درگاہ و انعام عیدین جدا گانہ دیئے جاتے تھے معہ یومیہ بصرف تنخواہ علیحدہ ملتے تھے مگر افسوس ہے کہ اب کسی بات کا وجود باقی نہیں رہ جائداد رہی نہ نقد عطیہ جات۔

حضرت الہ بخش گنج بخش کی شادی بی بی عجائب سے ہوئی اور ان سے پسر بھی پیدا ہوئے مگر صغر سنی میں وفات پا گئے اور کوئی نسل نہیں ہے۔

حضرت گنج بخش صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۰۰۲ھ میں ہوا جو پورے سورۂ اخلاص کے اعداد ہیں اور مزار پرانوار سلطان غیاث الدین بلبن کی بنائی ہوئی مسجد کے پائیں باغ میں تعمیر ہو کر اب تک مرجع خاص و عام ہے۔

شاہ عبدالخالق کے پسر شیخ محمد صاحب سے شیخ روشن جہاں پیدا ہوئے جن کے پانچ پسران

۱۔ حضرت محمد بلاقی

۲۔ شیخ زید

۳۔ شیخ رشید

۴۔ محمد مشائخ

۵۔ شیخ گھنڈا، علیہم الغفران ہوئے۔ ہر ایک پسر کی ایک ڈیوڑھی قائم ہو کر پانچ آستانے

Marfat.com

بلحاظ تقسیم ادس کے عرس شریف وغیرہ شمار کئے گئے اور ان کی نسلیں پیرزادوں کے نام سے مشہور ہوئیں۔ سجادگی محمد بلاقی صاحب ڈیرہ نمبر انسل میں رہی اور پیر بخش صاحب پرختم ہوئی اور نسل اس ڈیوڑھی کی بھی اب کوئی گڈھ مکتیسر میں موجود نہیں ہے۔ دیگر صاحب زادگان کی نسل کا بھی پتہ نہیں معلوم ہو سکا۔ کیونکہ گڈھ مکتیسر میں تو کوئی پیرزادہ اب نہیں ہے۔ متفرق مقامات پر موجود ہیں چنانچہ شیخ زید صاحب نمبر ۲ کی نسل سے مشہور پیرزادہ حاجی صبغۃ اللہ صاحب ہیں اور ان کے بیٹے رحمت اللہ صاحب۔ ان کے پسر محمد جمیل صاحب سے کے پسر محمد کفیل صاحب موضع ڈیرہ تحصیل غازی آباد میں موجود ہیں[1]"

آخر الذکر محمد کفیل صاحب کے فرزند محمد طفیل صاحب جو چمن میں پھلوں کی درآمد برآمد کرتے ہیں ۲۱ رجون ۱۹۵۷ء کو مجھ سے لاہور میں ملے۔ بس اس طرح جیسے کہ سات سو سال سے بچھڑے ہوئے ملے ہوں۔ دکھ رکھاؤ غضب کا ہے۔ میرے بچہ احمد منصور کو پانچ روپے بھی دیئے۔ ان کے فرزند اقبال احمد گاہے گاہے چمن سے خط لکھتے رہتے ہیں۔ طفیل بھائی نے مولانا شوکت علی مختار ریاست رامپور کا قلمی رسالہ مجھے دیا۔ مولانا موصوف کو ۱۹۴۷ء کے فسادات گڈھ مکتیسر میں مع تمام خاندان کے ہندوؤں نے شہید کر دیا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ مولانا شہید کا ایک لڑکا کہیں باہر تھا جو بچ رہا۔ مولانا شوکت علی گڈھ مکتیسری نے یہ رسالہ شاطلات دہ کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں تحریر کیا تھا۔ طفیل صاحب کی اجازت سے میں نے اس کے بعض حصے اپنی ڈائری میں نقل کئے جن کا اقتباس اس پیراگراف سے پہلے کیا ہے۔

حضرت بندگی شیخ موسیٰ اور ان کے چچا زبدۃ الاولیاء قاضی قوام الدین کی اولادیں باہمی رشتہ مناکحت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جس کی وجہ شیخ امداد الحق نے یہ بتائی ہے کہ بندگی شیخ موسیٰ کی اولاد میں لحاظ کفویت اتنا زیادہ نہیں رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ صدیقیانِ رہتک تھم اور صدیقیان گڈھ مکتیسر ہمیشہ ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہے۔ چنانچہ جس قدر تحریری سرمایہ باقی بچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ:۔

(۱) اوراد حبیبیہ (۱۷۵۶ء) اور اسناد الاشجار (۵ ۱۲ھ) میں اولاد بندگی شیخ موسےٰ کو گڈھ مکتیسر میں بتایا ہے۔

---

[1] تحریر مولانا شوکت علی شہید گڈھ مکتیسری۔ تفصیل اگلے پیراگراف میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ صاحب معیار الانساب شیخ امداد الحق نے تفتیش حال کے لئے ایک خط قاضی عبد الہادی و قاضی عبد الواحد صاحبان کو محلہ قاضی واڑہ میرٹھ کے پتہ پر لکھا۔ اس خط کے جواب میں قاضی عبد الواحد نے اولاد بندگی شیخ موسےٰ کا شجرہ نقل کر کے بھیجا۔ شیخ امداد الحق ان دنوں رہتک میں مقیم تھے۔ انہوں نے یہ شجرہ بدست الحاج ظہور اللہ شہید (قاضی) رشید الرحمٰن کے مطالعہ کے لئے ہمیں بھجوا دیا۔

۳۔ مذکورہ بالا قاضی عبد الواحد کے ہاتھ کا لکھا ہوا شجرہ اولاد بندگی شیخ موسےٰ مورخہ ۱۸؍ جون ۱۹۰۹ء ہمارے پاس ہے۔

۴۔ حضرت بندگی شیخ موسےٰؒ کی اولاد سے دورِ اکبری کے مشہور بزرگ شاہ اللہ بخش گنج بخشؒ متوفی ۱۰۰۲ھ بن قاضی خوندن بن قاضی جمال الدین بن قاضی کبیر بن بندگی شیخ موسےٰؒ کا ملین وقت میں سے تھے۔ آپ کے ملفوظات پر مشتمل کتاب مونس الذاکرین کو مولوی عبد القیوم سب جج بریلی بن غلام محی الدین داز اولاد بندگی شیخ موسےٰؒ نے ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۸ء میں شائع کرایا۔ اس کتاب میں بندگی شیخ موسےٰ کی اولاد کا شجرہ نسب بھی شائع ہوا۔

۵۔ اسی سن ۱۸۸۸ء میں مولوی عبد الفتاح اور مولوی عبد الحی نے اس مطبوعہ شجرے میں خواہری اولاد کا شجرہ نسب شامل کر کے گوسن گزٹ پریس بلند شہر سے شائع کرایا۔ یہ دونوں حضرات خود بھی خواہری اولاد سے تھے۔ اس شجرہ کی ہو بہو نقل پیرزادہ ابراہیم خلیف (باب ۶) کی قلم سے ہمارے پاس موجود ہے۔ تاریخ نقل ۱۲ رجب ۱۳۲۲ھ ہے۔

۶۔ جن مولوی عبد القیوم صاحب کا چند سطور پہلے ذکر ہوا ہے ان کے چچا عبد الستار صاحب کے پوتے پیرجی بشیر احمد بن عبد الرزاق صاحب نے بابا اکبر حسین کو اولاد بندگی شیخ موسےٰ کا شجرہ نسب ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو لکھ کر دیا۔ یہ شجرہ نسب پیرزادہ ڈپٹی منور احمد (۷۵ ب) نے حاصل کر کے الحاج ظہور اللہ شہید (۴۳ ب) کو دے دیا اور اب ہمارے پاس ہے۔

۷۔ الحاج ظہور اللہ شہید (۴۳ ب) ۱۶ اپریل ۱۹۳۸ء کو پیرجی بشیر احمد بن عبد الرزاق مذکور سے جا کر ملے اور معلومات حاصل کر کے اولاد بندگی شیخ موسےٰؒ کا نسب نامہ اپنی قلم سے لکھا جو ہمارے

ل فرزند ان قاضی عبد الباری بن قاضی محمود بخش بن قاضی قادر بخش بن قاضی الٰہی بخش بن شیخ محمد مشائخ بن شیخ روشن جہان بن شیخ محمد بن شاہ عبد الخالق بن قاضی خوندن بن قاضی جمال الدین بن قاضی کبیر بن بندگی شیخ موسےٰؒ

پاس ہے۔

۸۔ معرّف الانساب کی تیاری کے سلسلہ میں پیرزادہ ابراہیم حنیف رباب نے اخبار نیر اعظم مراد آباد کی ۲۶ دسمبر ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں صدیقیان گڈھ مکتیسر کے شجرے کی بابت ایک استفسار شائع کرایا جس کے جواب میں مولوی عبدالقیوم سب جج بریلی مذکور کے بھتیجے جناب قیام الدین احمد بن عبدالحی نے بچھراؤں ضلع مراد آباد سے ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو ایک خط لکھا جس میں اپنا کرسی نامہ بھی درج کیا۔ یہ اصل خط ہمارے پاس ہے۔

۹۔ صدیقیان گڈھ مکتیسر کے مطبوعہ شجروں اور قیام الدین صاحب کے ارسال کردہ شجرے کو سامنے رکھ کر پیرزادہ ابراہیم حنیف نے اولاد بندگی شیخ موسیٰؒ کا ایک مبسوط نسب نامہ تیار کیا جو ہمارے پاس ہے۔

۱۰۔ مولانا شوکت علی شہید گڈھ مکتیسری نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں صدیقیانِ گڈھ مکتیسر کے حالات قلمبند کئے تھے۔ جس کی نقل النقل ہمارے پاس ہے۔

۱۱۔ ہمارے خاندان کے نسب ناموں اور مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شجروں میں بندگی شیخ موسیٰؒ کا نام آیا ہے۔

۱۲۔ حضرت بندگی شیخ موسےٰؒ کی اولاد کے مطبوعہ شجرے کی جو قلمی نقل ہمارے پاس ہے اس میں شیخ موسےٰؒ کے نام کے ساتھ سن ۵۰۰ھ لکھا ہے۔ نمعلوم یہ سن کیا ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ ۱۴

محاکمہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے بیان میں اس تالیف کے صفحہ ۱۱۰ پر ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے فیصلہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ فیصلہ اس لئے اہم ہے کہ اس سے حضرت دہلویؒ کے وحدتِ وجود کے بارے میں خیالات کا علم ہوتا ہے اس لئے یہاں اسے نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر لیست درمیان آنکہ حاضر آمد شاہ محمد رمضان ابن شاہ عبدالعظیم ابن مولوی شاہ عبدالحکیم صدیقی مخبر باسم ونسبِ خود بر شریعت غرّا وملتِ بیضا، نزد خادم الشرع عبدالعزیز بتاریخ بست وچہارم ذلیقعد ۱۲۳۵ھ وحاضر آورد میاں مولوی نور محمد ابن ملا ...... را کہ قوم جویا است۔ آں ہم مخبر باسم ونسب خود بود بتاریخ بست وہم شہر مذکور۔ ودعاوی طرفین بدستخط حافظ مصری کہ حَکَم خود مقرر کردہ بودند قبل ازیں ونشانِ دستخط ہر دو صاحبان برآں ثبت بود۔

قول محمد رمضان ایں است کہ اہل اللہ در بارہ وحدت وجود بر حق ہستند ونیز قائلین وحدت وجود در عقیدۂ من مظہر نیز وحدتِ وجود رواست در نفس الامر۔ فقط۔ ودعویٰ دیگر ابیات بلبلِ باغ نبی موافق ترجمہ من رواست۔ ہمیں معنی دارند کہ نوشتہ ام۔ وقول دیگر وجود مطلق حقیقۃ الحقائق است۔ انتہیٰ۔

وقول نور محمد آنست کہ عقیدہ وحدتِ وجود در شریعت غرّا روا نیست وقائلین وحدت وجود در شریعت غیر مقبول ہستند۔ فقط۔ ودیگر آنکہ ابیات بلبل باغ نبی در شریعت کفر ہستند۔ فقط۔ ودیگر آنکہ یک وجود مطلق حقیقۃ الحقائق نیست بلکہ حقائق اشیا ہستند انتہیٰ۔ تم دعواہما۔ نیز ہر دو صاحبان بموافق دعاوی مسطورہ زبانی اقرار اظہار کردند۔ من بعد آں شاہ محمد رمضان عقیدہ خود موافق اہلِ سنّت والجماعت متکلمین اظہار کردہ وگفتہ کہ ہرچہ

Marfat.com

در قصیدہ ہائی است براں اعتقاد دارم و مریدان خود را ہم ترجمہ او در ہندی نظم نمودہ آموختم و تاکید نمودم کہ براں عقیدہ باشند علی الدوام و نیز بہر طریق اولیاء اللہ را منقاد و مطیع و تابع ایشاں را مغتنم و امیدوارم کہ بہ برکات اوشاں علیہم الرحمۃ والغفران متفید بفیضان الٰہی شوم

پس ایں خادم الشرع را معلوم گشت کہ شاہ محمد رمضان را عقیدہ جامع است کہ مشتمل بر عقائد سنت و جماعت متکلمین و بر مصطلحات صوفیہ صافیہ محققین اہل اللہ ــــ و میاں نور محمد را عقیدہ بر شریعت ظاہر است و انکار بر کمال اہل اللہ و حالات و اصطلاحات آنہا نیز منکر و فہمیدہ است کہ اوشاں بزرگواراں از جادہ شریعت پا بیروں نہادہ ۔ معاذ اللہ نمیدانند کہ اوشاں متصف باوصاف شرائع گشتہ اند ۔ لہٰذا میاں نور محمد را از عقیدہ فاسدہ بیروں کردہ شد تا در تحت غضب الٰہی نباید چراکہ مبغض اولیاء اللہ مبغض خدا و رسول اوست بہ بیان کردن مراتب اولیاء کہ حضرت سید المرسلین فرمودہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ و نیز العلماء وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ و نیز بآیات و احادیث دالۃ بر اثبات وحدت وجود بر مذہب محققین صوفیہ و ہم خصوص اہل السنۃ والجماعۃ جا عدد افشاہدوا قالوا ان اللہ سبحانہ واحد بسیط انبسط علی ہیاکل الموجودات بعینہ الذاتیۃ ویمثل ذالک البحر وظہورہ فی صورۃ الامواج المتکثرۃ مع انہ لیس ہناک الا حقیقۃ البحر فایجاد الحق عبارۃ عن ظہور الحقیقۃ المطلقۃ بالصور المختلفۃ المتعددۃ المشاہدۃ قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوٰت والارض وہو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ وقال اللہ تعالیٰ اینما تولوا فثم وجہ اللہ وقال اللہ تعالیٰ جعت فلم تطعمنی ۔ الحدیث ۔

وقال فی جامع الاصول فی اٰخر حرف الصاد فی الکتاب العاشر فی الصفات عن ابی ہریرۃ رضی اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ ہذہ الاٰیۃ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الی قولہ تعالیٰ ان اللہ کان سمیعًا بصیرًا ورایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع ابہامہ علی اذنیہ والتی یلیہا علی عینہ ۔ اخرجہ ابو داؤد ۔

وفیہ اشعار بانہ السمیع بالاذن والبصیر بالعین فی تجلیہ الظلی فذوات الممکنات وصفاتہم وافعالہم عاریۃ وہو سبحانہ یسمع بسمعہ الذاتی ویبصر

بصورۃ الذاتی فی مرتبۃ الالوھیۃ انتھی من کتاب معیار الموحدین۔

ودیگر آیات ہم خوانده شد چنانچہ

(۱) سَنُرِیهِمْ آیَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِی أَنْفُسِهِمْ حَتَّی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ
أَنَّهُ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیدٌ۔

(۲) أَلَا إِنَّهُمْ فِی مِرْیَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیطٌ

(۳) وَمَا رَمَیْتَ إِذْ رَمَیْتَ وَلَٰکِنَّ اللَّهَ رَمَیٰ

(۴) وَإِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ إِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللَّهَ یَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَیْدِیهِمْ

ودیگر احادیث ولو انکم دلیتم بحبل علی الارض السفلی لہبط علی اللہ این ہمہ دلالت میکند بر اثبات وحدت وجود و حقیقۃ الحقائق کہ مصطلح اہل حقائق صوفیہ اند و ایشان اہل اللہ کامل در شرائع واکمل الایمان اند۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در کیمیائے سعادت آورده و صاحب ملتقط در ملتقط ہم نوشتہ

اعلموا ان التوحید علی اربع مراتب الاولیٰ ان یقول لا الہ الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق عموم المسلمین وھو اعتقاد والثالثۃ ان یشاھد ذلک بطریق الکشف بواسطہ نور الحق وھو مقام المقربین وھو ان یری اشیاء کثیرۃ لکن یراھا صادرۃ من الوحدۃ والرابعۃ ان لا یری فی الوجود الا واحدۃ وھو مشاھدۃ الصدیقین۔

پس مولوی نور محمد چوں این کلام منجی است از غیاہب شکوک و ظلمات اوہام بشنید یکبارگی بے قیل وقال و بے شبہ توبۃ النصوح کرده در محفل جمہور عوام و خواص از علمائے کرام و فضلائے عظام از انکار آوردن بر بزرگان اہل اللہ اہل وحدۃ وجود و ہم از گفتن ایشان کہ بسبب شقاوت ازلی است و نیز استغفر اللہ و اتوب الیہ بخواند۔ از دل و جان اقرار و اعتراف نمود کہ ایشان اولیاء اللہ اند و صاحب کرامت اند و دیگر آنچہ در حق معتقدین اہل اللہ ناشائستہ گفتہ بودم و نماز در روزه و جماعت و ذبیحہ و نکاح و سلام و جواب علیک و دیگر امور شرعیہ ناجائز و بے درست پنداشتہ بودم، توبہ کردم۔ و دیگر کتاب بلبل باغ نبی بعض ابیات او را کہ نور محمد محل بہ کفر کرده محض غلط و خطا کرده کہ ترجمہ ایشان درست است۔ اما بعضے از آنہا مشابہت بہ ابیات مثنوی جلال الدین رومی و تحفہ مولوی جامی

Marfat.com

وکتاب فخر الدین عراقی دارند۔

پس میاں نور محمد تائب شدہ وقصور فہمید خود نمودہ نصیحت نامہ برائے تابعین خود ودیگر جمیع مسلمین نگارش کنانیدہ بردہ بمضمون آنکہ ہر یک مسلمان بر مسلمانی خود باشند ویکدگر را تکفیر و بد نگویند وتمازپس یک دگر خوانند۔ اگر مولوی نور محمد بر توبۃ النصوح علی الدوام بماند بہتر والا اگر باز انکار اہل اللہ موصوف بطریق وجودی باشند یا شہودی و دیگر مردم مسلمان را تکفیر وتفسیق وتذلیل وجواب سلام ندہد واجب التعزیر دانند کہ ہر مسلمان را کافر گوید مستحق تعزیر است۔

درفتاوی عالمگیری : من قذف مسلماً بیا فاسق وهو لیس بفاسق او این کافر او نصرانی الی ان عزر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث فی اصل الایمان الکف من من قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل الی آخرہ۔ رواہ ابو داؤد فقط

کتب حکما محکما مرمی بتاریخ ہفتم ذی الحج ۱۲۳۵ھ

ھو العزیز الولی الرحیم	عبد اللہ بن امۃ اللہ ۱۲۲۲

نشان مہر شاہ عبد العزیز دہلویؒ

Marfat.com

ضمیمہ ۱۵

کنز الآثار

(صرف پچھتّر نظیریں)

Marfat.com

تعارف

زبدۃ الاولیاء حضرت قاضی قوام الدین جھنجھری ثم رہتکی رح کی اولاد سے متعلق جملہ تحریروں کو یکجا مرتب کرنے کا ارادہ ہے ——— اس مجموعہ کا نام "کنز الآثار" ہوگا۔ یہ تحریریں شاہی اور نوابی فرامین و احکامات قسمت ناموں، بخشش ناموں، رہن ناموں، ہبہ ناموں، کابین ناموں، اہم یادداشتوں اور خطوط وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ یہ تحریریں چند اقرباء کے پاس ہیں اور میرے اندازے کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار ہوگی۔ جن میں سے میں اب تک پانچ سو کے قریب دیکھ چکا ہوں۔ ان پانچ سو میں سے تین سو سے زیادہ میرے پاس ہیں اور ترتیب پا چکی ہیں۔ اگر ان میں بیسویں صدی کی تحریریں بھی شامل کر لی جائیں تو تعداد دو ہزار سے تجاوز کر جائے گی۔

"کنز الآثار" کی ہر تحریر کو میں نے "نظیر" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ "مآثر الاجداد" میں موقع بموقع کئی نظیریں نقل کی جا چکی ہیں اور کئی نظائر کے حوالے دیئے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کنز الآثار کی اشاعت کی نوبت آئے گی بھی یا نہیں اور آئے گی تو کب آئے گی۔ جو کچھ بھی محفوظ کر لیا جائے غنیمت ہے اس لئے اس ضمیمہ میں صرف پچھتر نظائر نقل کر رہا ہوں۔ اصل کتاب میں حواشی بھی ہوں گے۔ میرے پاس جو تحریریں ہیں ان میں قدیم ترین شہنشاہ اکبر کے زمانے کی ہے یعنی اب سے چار سو سال پہلے کی۔ یہ تحریر ذی الحجہ ۹۷۳ھ جون ۱۵۶۶ء کی ہے۔ مقام تحریر مہم سے جواب ضلع رہتک کا ایک قصبہ ہے۔

قدیم تحریروں کو پڑھنا بڑا ہی پتہ ماری کا کام ہے اور اس کی تفہیم میں تو اس قدر پیچیدگیاں ہیں کہ ایک بڑے سے بڑا ماہر بھی جو ہمارے خاندان کے ماضی سے پوری طرح باخبر نہیں فاحش غلطیوں کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اس فن میں اس قدر باریکیاں ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر سے تعارف میں ممکن نہیں۔ جعلی تحریروں کو چھوڑتے ہوئے میں صرف پانچ مثالوں پر اکتفا کروں گا:

(۱) بیعنامہ محررہ ۲۷ رجب ۱۱۳۸ھ پر ایک دستخط ہیں "عبدالحکیم ولد شیخ کمال اللہ بخطہ" اس تحریر سے اڑتیس سال بعد کے ایک اقرارنامہ پر دستخط ہیں "عبدالحکیم ولد عطا محمد خاں بخطہ" پڑھنے والا خیال

Marfat.com

کرے گا کہ یہ دو اشخاص کے دستخط ہیں جن کی قومیت مختلف ہے۔ اگر یہ بتا دیا جائے کہ یہ ایک ہی شخص کے دستخط ہیں تو فوراً خیال اس طرف جائے گا کہ شیخ کمال اللہ کو عطا محمد خاں" سرکاری خطاب ملا ہوا ہوگا۔ عطا محمد خاں سرکاری خطاب ہے مگر شیخ کمال اللہؒ کے برادر اصغر شاہ لطف اللہؒ کا۔ اس پہیلی کا جواب یہ ہے کہ یہ دستخط حضرت شاہ عبدالحکیم صدیقی ہمی جابب ۵) ابن شاہ لطف اللہؒ الملقب بعطا محمد خاں دسہ ہزاری و نائب گورنر لاہور ابن شیخ عطاء اللہ کے ہیں جن کی اولادیں اس وقت ۱۲۵۱ افراد حیات ہیں۔ یہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ اور شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے دادا تھے اور ان کے سگے تایا کا نام شاہ کمال اللہؒ تھا۔ اس پہیلی کا جواب بتانے سے عقدہ حل ہونے کی بجائے اور بھی پیچیدہ ہوگیا۔ اس کتاب کے صفحہ ۸۸ کے مطالعہ سے آپ کی الجھن دور ہوجائے گی۔

(ب) ۱۱ر جمادی الاول ۱۱۶۸ھ کی تحریر ایک دستخط ہیں: "حافظ عالم خان بن حافظ عالم خان مرحوم" یہ کتابت کی غلطی نہیں۔ یہ میرے جدامجد شاہ نجم اللہؒ الملقب بحافظ عالم خاں ثانی ابن شاہ رزق اللہؒ الملقب بحافظ عالم خاں بن مفتی عزیز اللہ شہیدؒ کے دستخط ہیں۔ عالم خاں شاہی خطاب ہے جو فاضل باپ کے بعد فاضل فرزند کو ملا۔

(ج) "حافظ احمد شاہ خاں شہید ابن حافظ محمد شاہ خاں ابن الحاج علی حسین خاں ابن عطا حسین خاں ابن محمد محفوظ خاں ابن محمد احسان خاں ابن عبدالرحمان خاں" کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ کا ذہن ضرور اس طرف گیا ہوگا کہ یہ رام پور کے پٹھانوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ حافظ احمد شاہ خاں شہیدؒ ہمارے سب کے دیکھے بھالے اور ماسٹر محمد حسن صاحب کے برادر ہیں اور میرے یک جدی ہیں۔ مفتی محمد جعفر کے فرزند مفتی عبدالرحمٰن صدیقی کو خطاب خانی ملا ہوا تھا اور ان کے جلیل القدر فرزند مستقیم الدولہ محمد احسان خاں بہادر نصرت جنگ سپہدار تھے۔ ان کی اولاد نے خطاب خانی کو اپنے نام کا جزو بنائے رکھا۔

(د) یہ تو قدرے پرانی باتیں ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں تاج بک ڈپو اندرون بازار لاہور نے عبدالغفور قریشی صاحب کی کتاب "پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ" شائع کی۔ اس میں حضرت شاہ غلام جیلانی ربانیؒ کے نام کے ساتھ سید لکھا ہوا ہے۔ یہ تو ناواقفیت کی بات ہے۔ ہمارے خاندان کے ایک تراسی سالہ بزرگ محمد محسن (۵۵) ہیں۔ بچپن سے ان کے نام کے ساتھ سید لکھا جاتا ہے۔ وہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

"میری تو عمر گزر چکی اور آج تک میں ننھیال میں پلا بڑھا اور انہیں بزرگوں میں میری پرورش ہوئی

اور جو وہ تھے دہی میں بھی مشہور ہوا۔ اب میں کس کس کو جا کر سمجھاؤں کہ مجھ کو سید نہ کہو میں شیخ ہوں میں تو جو کچھ بنا تھا وہ بن چکا۔ میں اپنے بچوں کو منع بھی نہیں کرتا وہ جو جی چاہے اپنے آپ کو ظاہر کریں۔ یہ ہیں میرے حالاتِ زندگی۔ اب خواہ آپ مجھے شجرہ میں شامل رکھیں یا نکال دیں"

"سید غلام جیلانی" اور "سید محمد محسن" ایسی تحریریں جب قدیم ہو جائیں گی تو درجہ اسناد پالیں گی ایسی تحریروں کی لغویت کی دو چار سو سال بعد نشاندہی کرنا تاریخ نویس کے لئے کس قدر مشکل ہوگا۔

زمانہ حال کی ایک اور قابلِ غور مثال ہے۔ ہمارے ایک پڑھے لکھے اعلےٰ منصب پر فائز بزرگ نے اپنے مکتوب گرامی میں اپنی اولاد کی پیدائش کی تاریخیں لکھ کر بھیجی ہیں۔ ان میں اپنے ایک لڑکے کا نام لکھنا بھول گئے اور ہر بچہ کی تاریخ پیدائش محض اندازہ سے لکھ بھیجی۔ میں نے کرید کی تو معلوم ہوا کہ کسی کی بھی تاریخ پیدائش درست نہ لکھی تھی۔

یہ چند مثالیں اس لئے دی ہیں کہ آئندہ صفحات میں جو نظائر درج کی جا رہی ہے قارئین ان سے نتائج اخذ کرنے میں سہل انگاری سے کام نہ لیں۔

جو تحریریں صفحات آئندہ میں نقل کی جا رہی ہیں ان میں سے بعض غیر متعلق یا معمولی نوعیت کی معلوم ہونگی مگر یہ حقیقت ہے کہ ان ہی بظاہر معمولی تحریروں سے ایسے ایسے نتائج اخذ ہوئے ہیں کہ زیر نظر کتاب میں جان پڑ گئی۔ خان ولی اللہ خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ آرکیالوجی اور لاہور فورٹ کے کسٹوڈین ڈاکٹر دین احمد صدیقی صاحب مصر ہیں کہ ان تحریروں کو قلعہ میں محفوظ کرا دیا جائے یا ان کے فوٹو لینے کی اجازت دے دی جائے یہ وہ کاغذات ہیں جن کے محفوظ ہونے سے آپ میں سے بہت سے حضرات کی چودہ یا پندرہ پشتوں کی مہریں یا دستخط بھی محفوظ ہو جاتے ہیں اور متعدد تہذیبی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

حال سے بے نیاز ہو کر صرف ماضی کے نظاروں ہی میں محو رہنا میری افتادِ طبع کے خلاف ہے لہذا میں زمانہ حال کی بھی بعض تحریریں نقل کر رہا ہوں جن میں بیشتر خطوط ہیں۔ شاید بعض حضرات اسے کتاب کا ایک سقم قرار دیں مگر میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد ہی تحریریں پلکوں سے چومی جائیں گی۔ میرے پاس جو افرادِ خاندان اور دیگر حضرات کے ہزاروں خط ہیں ان میں سے صرف وہ چند خطوط نقل کئے جا رہے ہیں جو پیرزادہ ابراہیم حنیف یا راقم الحروف کے نام ہیں اور مکتوب نگار اپنے خاندان سے نہیں۔ کنز الآثار میں بزرگانِ خاندان کے بھی کچھ خطوط شامل ہوں گے۔

منقولہ نظائر زیادہ تر مہم سے متعلق ہیں اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ شیخ محمد امجد (باب ۹)

Marfat.com

کے کنبہ کو چھوڑتے ہوئے باقی تمام خاندان محمد شاہ بادشاہ کے عہد تک نہم ہیں رہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رہتک سے منتقل بعض اقربا کے پاس سینکڑوں کا غذات موجود ہیں۔ ان میں سے جو ذرا میں وغیرہ عزیزی محمد احسن (۱۹۴۳ء) کے پاس تھے صرف ان تک میری رسائی ہو سکی۔

قدیم تحریروں میں بعض اتنی دریدہ بریدہ اور شکستہ حالت میں ہیں کہ بعض الفاظ پڑھے نہیں جاتے پہلے چونکہ نقطے لگانے کا زیادہ رواج نہیں تھا اس لئے بعض الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔ عبارت نقل کرتے وقت ایسے تمام الفاظ کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور ان کی جگہ تین نقطے بنا دیئے ہیں۔

کنز الآثار کی مجوزہ ایک ہزار تحریروں میں سے تیس تحریریں زیر نظر کتاب کے متن اور حواشی میں نقل کی جا چکی ہیں۔ ان کے علاوہ جو پچیس نقل نمونے کے طور پر صفحات آئندہ میں درج کی جا رہی ہیں ان کی تاریخی ترتیب یہ ہے۔

نمبر شمار	نام نظیر	تاریخ	صفحہ
۱	بیعنامہ : مشتری مفتی محمد (باب ۲)	ذی الحجہ ۹۷۳ھ	۵۱۶
۲	" : مشتری اہلیہ مفتی نظام الدین (باب ۲)	۱۷ صفر ۹۹۹ھ	۵۱۷
۳	" : مشتری شیخ محمد امجد (باب ۹)	مابعد ۱۰۱۵ھ	۵۱۹
۴	"	۵ رجب ۱۰۴۰ھ	۵۲۱
۵	پروانہ عطائے جاگیر	۲۵ جمادی الثانی ۱۰۶۴ھ	۵۲۳
۶	قسمت نامہ جائداد مفتی نظام الدین (باب ۲)	۲۰ شوال ۱۰۷۰ھ	۵۲۶
۷	فرمان اورنگ زیب عالمگیر	۱۵ جمادی الثانی ۱۰۷۴ھ	۵۲۷
۸	"	۱۹ " "	۵۲۸
۹	"	۲۵ شوال ۱۰۷۵ھ	۵۲۹
۱۰	"	۲۹ شعبان ۱۰۷۹ھ	۵۳۱
۱۱	"	۳ رمضان ۱۰۷۹ھ	۵۳۲
۱۲	"	۱۲ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ	۵۳۳
۱۳	قسمت نامہ جائداد مفتی حبیب اللہ (باب ۲)	غرہ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ	۵۳۴
۱۴	بیعنامہ : مشتری مفتی حبیب اللہ (باب ۲)	۵ ذی الحجہ ۱۰۸۶ھ	۵۳۶
۱۵	فرمان اورنگ زیب عالمگیر	۴ جمادی الاول ۱۰۹۲ھ	۵۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	نام نظیر	تاریخ	صفحہ
۱۶	قسمت نامہ اراضی مابین ابناء مفتی نظام الدین دیاب ۲)	۲۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ	۵۳۹
۱۷	تمسک مبادلہ جائیداد	۱۲ ربیع الثانی ۱۰۹۷ھ	۵۴۱
۱۸	نقل فرمان اورنگ زیب عالم گیر	غرہ ربیع الاول ۱۱۱۷ھ	۵۴۲
۱۹	پروانہ شاہی تجدید جائداد	۲۶ محرم ۱۱۲۳ھ	۵۴۵
۲۰	"	رمضان ۱۱۲۸ھ	۵۴۶
۲۱	"	۲ صفر ۱۱۳۷ھ	۵۴۷
۲۲	"	۵ جمادی الاول ۱۱۳۸ھ	۵۴۸
۲۳	استشہاد نامہ	مابعد ۱۱۳۸ھ	۵۴۹
۲۴	پروانہ شاہی بابت تجدید جائداد	۲۹ جمادی الاول ۱۱۴۱ھ	۵۵۱
۲۵	بیعنامہ: بائعین ابناء شیخ محمد امجد دیاب ۹)	۱۱۴۱ھ	۵۵۲
۲۶	" " مشتری مولوی صدر الدین	۷ ربیع الثانی ۱۱۴۸ھ	۵۵۳
۲۷	رسید قرض، قارض مولوی فخر الدین بن عبدالکریم	۹ جمادی الثانی ۱۱۵۲ھ	۵۵۴
۲۸	قبض الوصول بمہر شاہ کمال اللہ دیاب ۵)	ماقبل ۱۱۵۵ھ	۵۵۵
۲۹	بیعنامہ	۱۱ جمادی الاولی ۱۱۶۸ھ	۵۵۶
۳۰	بیعنامہ، مشتری مولوی بدیع الدین	۱۵ ذیقعد ۱۱۶۸ھ	۵۵۷
۳۱	بیعنامہ	۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ	۵۵۸
۳۲	تفصیل اراضی عبدالمہیمن	قریباً ۱۱۷۰ھ	۵۶۰
۳۳	ادائیگی مہر	۵ محرم ۱۱۸۱ھ	۵۶۳
۳۴	رسید	۲۰ رجب ۱۱۸۳ھ	۵۶۵
۳۵	قبض الوصول بمہر مہر اللہ (۳۴ ب)	۱۶ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ	۵۶۶
۳۶	پروانہ شاہی بابت جاگیر ابناء شاہ بدر الدین	۱۹ رمضان ۱۲۲۰ھ	۵۶۷
۳۷	فارغخطی	۲۵ شوال ۱۲۲۰ھ	۵۶۸
۳۸	بیعنامہ: مشتری اہلیہ ظفر علی (۴۸ اب)	۲۱ جمادی الاول ۱۲۲۱ھ	۵۶۹
۳۹	روبکار مقدمہ بجینی بابت شاہ عبدالعظیم	۲۵ ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ	۵۷۰

Marfat.com

نمبر شمار	نام نظیر	تاریخ	صفحہ
۴۰	جزدی فہرست املاک خاندان شاہ محمد	۱۲۳۵ھ	۵۷۲
۴۱	رہن نامہ: راہن ظفر علی (۴۸ ا ب)	۲۹ر جمادی الاول ۱۲۲۶ھ	۵۷۷
۴۲	بخشش نامہ	۹ر ذی قعد ۱۲۴۰ھ	۵۷۸
۴۳	بخشش نامہ	۱۱ر ربیع الاول ۱۲۴۴ھ	۵۸۰
۴۴	مختار نامہ	۲۷ر شوال ۱۲۴۴ھ	۵۸۲
۴۵	تحریر مولوی نور محمد	۲ر ذی الحجہ ۱۲۴۵ھ	۵۸۳
۴۶	سرکاری اشتہار	۸ر شعبان ۱۲۵۳ھ	۵۸۴
۴۷	حساب مدد تیاری حویلی	۱۰ر ربیع الاول ۱۲۵۵ھ	۵۸۵
۴۸	دخل نامہ ابناء شاہ بدر الدین (دیاب ۳)	۲۰ر ربیع الاول ۱۲۶۰ھ	۵۸۷
۴۹	کابین نامہ شادی خلیل الرحمٰن	۱۲ر جمادی الاول ۱۲۶۰ھ	۵۸۸
۵۰	بیع نامہ: بائع شاہ عیاذ الدین (۵۹ ب)	۲۲ر جمادی الاول ۱۲۶۱ھ	۵۹۰
۵۱	اقرار نامہ	۲ر جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ	۵۹۴
۵۲	مختار نامہ	۸ر ذیقعد ۱۲۸۰ھ	۵۹۵
۵۳	قسمت نامہ جائداد شاہ عبد الغنی (دیاب ۵)	۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ	۵۹۶
۵۴	نقل فرمان نواب ٹونک	۱۳ر جون ۱۸۹۳ء	۵۹۸
۵۵	مکتوب گرامی سید اولاد حسین شاداں بلگرامی	۲۷ر مئی ۱۹۲۱ء	۵۹۹
۵۶	" میر غلام بھیک نیرنگ	۲۲ر اگست ۱۹۲۱ء	۶۰۱
۵۷	" علامہ اقبال	۴ر اگست ۱۹۲۱ء	۶۰۳
۵۸	" " "	یکم ستمبر ۱۹۲۲ء	۶۰۴
۵۹	" خان بہادر ناصر علی دہلوی	۲۷ر جنوری ۱۹۲۶ء	۶۰۵
۶۰	" صاحبزادہ محمد ضیاء الدین سیال شریف	یکم اگست ۱۹۲۸ء	۶۰۶
۶۱	" دیوان سید آل رسول علیخاں اجمیر شریف	۱۰ر اپریل ۱۹۲۹ء	۶۰۷
۶۲	" علامہ عنایت اللہ مشرقی	۱۷ر اپریل ۱۹۲۱ء	۶۰۹
۶۳	" " " " " "	۱۲ر مئی ۱۹۲۱ء	۶۱۰

Marfat.com

نمبر شمار	نام نظیر	تاریخ	صفحہ
۶۴	مکتوب گرامی سر عبدالقادر	۲ر فروری ۱۹۳۶ء	۶۱۲
۶۵	〃 نواب محمد جہانگیر خاں والئی منگرول	۲۹ر مارچ ۱۹۳۷ء	۶۱۳
۶۶	〃 سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۰ء	۶۱۵
۶۷	〃 بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۴ء	۶۱۶
۶۸	〃 سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱۳ر دسمبر ۱۹۶۱ء	۶۱۷
۶۹	〃 〃	۶ر اکتوبر ۱۹۶۱ء	۶۱۸
۷۰	〃 〃	۱۱ر نومبر ۱۹۶۱ء	۶۱۹
۷۱	〃 ڈاکٹر مولوی محمد شفیع	۱۲ر اپریل ۱۹۶۱ء	۶۲۰
۷۲	〃 سید ابوالاعلیٰ مودودی	۵ر نومبر ۱۹۶۲ء	۶۲۱
۷۳	〃 مولانا محمود احمد عباسی	۲۱ر جنوری ۱۹۶۳ء	۶۲۲
۷۴	ذخیرہ تصاویر شفاء اللہ صدیقی	۱۹۶۳ء	۶۲۳
۷۵	کتاب یادی ہریانہ	۱۹۶۴ء	۶۲۹

نقل حتی الامکان حرف بحرف کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ غلط املا بھی ہو بہو نقل کی گئی ہے۔

Marfat.com

۱

بیعنامہ ذی الحجہ ۹۷۳ھ جون ۱۵۶۶ء

تعارف : ہمارے خاندان سے متعلق میرے پاس جو تحریریں ہیں ان میں سے یہ قدیم ترین ہے۔ یہم میں لکھی گئی۔ آغاز سے دریدہ بریدہ ہے۔ قاضی مفتی عبدالمجید (باب۲) سے نظام اللہ وغیرہ نے قرض لیا اور بعد میں قاضی موصوف کے فرزند مفتی محمد عرف میاں منگن (باب۲) کے ہاتھ کچھ زمین فروخت کی۔ اس پر سلطان احمد (۸۲اب) کے جد امجد مولانا محمد جمال خطیب کے خط طغرا میں دستخط ہیں۔

متن

... قصبہ مہم طالعہ و راغبہ بے اکراہ و بے اجبار بر جملہ مقرہ مذکورہ نمودہ کہ مبلغ ... تنکہ سکندر شاہی مسمات کبیسا و نظام اللہ مذکور را از قاضی عبدالمجید قرض ... کبیسا و نظام اللہ ... شدانند و متروکہ گذاشتہ۔ چوں گواہان قرض مذکورہ گواہی ... و ثبوت رسیدہ بود قاضی مذکور را از متروکہ ایشاں طلب نمودند ... سہ قطعہ کہ داخل ایں حدود است۔

شرقے	غربے	جنوبے	شمالے
پیوستہ ... سیلاب ... نامزروع ...	پیوستہ زمین مزروع حق ...	کشت مردم بوبیانہ	مسدود از ...

دریں وقت مقرہ مذکورہ زمین محدود مذکورہ با میان حوض ... بدست میاں منگن ابن قاضی عبدالمجید مذکور بمبلغ یکصد و بیست تنکہ مرادی بہ بیع صحیح شرعی فروخت و مشتری مذکور خرید و از جملہ مبلغ مذکور کہ قبل ازیں ... مبلغ سکندر شاہی گرفتہ بودند نود تنکہ مرادی منہا کردند و سی تنکہ دیگر روز مقرہ مذکورہ گرفتہ تقابض ... بالثمن والثمن در مجلس بیع حاصل ... بیع نوشتہ شد کہ سند باشد

وکان ذلک فی شہر ذی الحجہ ۹۷۳ ہجری

مہر : ایک گول مہر جو پڑھی نہیں جاتی۔

دستخط : (۱) کتبہ العبد الضعیف شیخ جیو جمال ابن محمود خطیب صدیقی الیمنے محمدیؒ طغرا

(۲) کتبہ العبد عبدالرزاق خطیب ...؟ طغرا

ان کے علاوہ بائیس افراد کی شہادت ہے جو غیر خاندان سے ہیں۔

Marfat.com

۲

بیعنامہ ۲۷ صفر ۹۹۹ھ ۵ دسمبر ۱۵۹۰ء

تعارف: یہ کاغذ مبہم میں لکھا گیا اور اب اچھی حالت میں نہیں۔ ہمارے خاندان کی خواتین جائداد کی خرید و فروخت عام کرتی رہی ہے۔ مفتی امان اللہ بن مفتی نظام الدین کی اہلیہ مسماۃ سلطانی نے عہد اکبری میں مکان ہندو مہاجنوں سے خریدا۔ اس خاتون کی اولاد کا ذکر باب ۷، میں نمبر ۲ سے نمبر ۵ پر ہو چکا ہے۔

متن

ہو القوی

اقرار کردند و اعتراف شرعی نمودند مسمی ھیمراج و بولا و متھرا داس پسران جوجا بقال ولبشنا ابن ہرسنگھ ولد جوجا مذکور ساکن قصبہ مہم ... اقرار ہم شرعاً بریں جملہ مقرین مذکورین یک منزل خانہ دو سقفہ ... صحن ... و حصۂ دہلیز قدیمی کہ از دست ... قطب ... خریدہ بود کہ واقع است در محلہ ... و محدود است بایں حدود

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
پیوستہ آں خانہا ...	پیوستہ آں گذر عام خانہ و خانہا محلہ مذکور	پیوستہ آں گذر عام و خانہ ...	پیوستہ آں خانہ لاد ...

دریں وقت مقرین مذکورین خانہ محدودہ موصوفہ مذکورہ مع جمیع حقوق یک عدد ... طلائی اکبر شاہی بعوض خانہ معروف الحدود ... بدست مسمات اولیا ... و مسمات سلطانی زوجہ شیخ امان اللہ ابن شیخ نظام ابن شیخ محمد عرف میاں منگن مفتی ... مذکورہ بہ بیع صحیح شرعی فروختند و ... گواہاں بطوع و رغبت خود ہا خریدند و ... الجانبین بالثمن والثمن بتراضی واقع شد و ایں خط بیع نوشتہ شد کہ ... عند الحاجت حجت باشد۔

وکان ذلک فے السابع والعشرین شہر صفر سن تسعۃ وتسعمائۃ

مواہیر: "(۱) شیخ جمال ابن محمود حاکم شرع شد لعول و دود"

(۲) "سلیمان اہتمام شرع فلاشی بعادلہ المنیع الغالب علی جمیع امرہٗ"

(۳) "العبد اشرف ولد قاضی احمد حاکم شرع شریف"

(۴) "............ مفتی"

(۵) "عبداللہ بن محمد عبدالمجید کہ محتسب در شرع و محقق در دین خاتم شد"

دستخط: بارہ دستخط ہیں سب غیر خاندانوں سے۔

کاغذ کی پشت پر یہ تحریر ہے:

جو کہ از روئے فیصلہ آپس کے اراضی احاطہ معروف بنگلہ بر حال مولوی عبدالغنی ہو گیا ہے اس واسطہ یہ کاغذ بیع نامہ بخوشی خود حوالہ عبدالغنی کے کیا

مرقوم ۳۰ ماہ اپریل ۱۸۶۸ء

العبد	العبد	گواہ شد
امیر اللہ ولد شیخ	کرامت علی ولد شیخ	کلاب ولد حسے رام
صبغتہ اللہ بخطہ	عظیم اللہ	مہاجن مہم

(شیخ کرامت علی)

گواہ شد	گواہ شد	ایک دستخط
کورومل قانگوئے	مہر تحصیلدار پرگنہ	ہندی
پرگنہ مہم بہوانے	مہم و بہوانے	

Marfat.com

۳

نقل بیعنامہ مابعد ۱۰۱۵ھ ۱۶۰۶ء

تعارف : یہ مصدقہ نقل بیعنامہ محمد احسن (۱۹۳ ا) کے پاس ہے۔ اس کی رُو سے شیخ محمد امجد (باب ۹) کے والد کا نام شیخ اصغر تھا اور شیخ امجد کے دو بھائی شیخ عماد اور شیخ منصور تھے۔ اس بیعنامہ کے متن میں ۱۰۰۵ھ اور ۱۰۱۵ھ سنین مذکور ہیں جن سے یہ اندازہ نہ لگایا جائے کہ یہ خرید و فروخت ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔ شیخ محمد امجد عہد اورنگ زیب عالم گیر میں تھے۔ اصل بیعنامہ ۱۰۱۵ھ کے بعد اور ۱۰۷۲ھ سے پہلے لکھا گیا۔

متن

تمسکان آنکہ اقرار کردند و اعتراف نمودند مسماۃ بی بی خاں بنت عالم شاہ منکوحہ جمال ولد علی و مسمی نور محمد ولد قاضی اجمل ابن عبد الجلیل و مسمی عبد اللطیف و فتن ابنا شیخ ہانسو انصاری ساکنان قصبہ رہتک در حال صحت نفس ثبات عقل طائعاں و راغبان بے اکراہ برآنجملہ مقران مذکوران زمین زرعی خریفی و ربیعی قائمہ و کاینہ نواحی حریم چاہ قاضی نورالدین بمعہ مال و آب چاہ موازی پنج بیگہ زمین خام قدمی منجملہ . . .

تمسک از قرار بتاریخ دوازدہم محرم سنہ ۱۰۰۵
باقرار مسماۃ بے بے خاں بنت عالم شاہ منکوحہ جمال ولد علی
و مسمی نور محمد ولد قاضی اجمل موازی سہ نیم بیگہ

تمسک از قرار بتاریخ پانزدہم شہر رمضان المبارک ۱۰۰۱۵ (سن یہی لکھا ہے)
باقرار عبد لطیف و فتن ابناء شیخ ہانسو انصاری موازی یکنیم بیگہ (املا یہی لکھی ہے)

آں پیوستہ زمین چاہ مذکور کہ اولاد نصر اللہ — پیوستہ زمین اولاد نصر اللہ و عبد الرحمن حمالہ

. . . .

Marfat.com

این زمین زرعی محدوده و موصوفه مذکوره حق و ملک مقران مذکوران بسبب ارث بعض کابین رسید و تا غایت روز ... بیع در قبض و تصرف مقران مذکوران است درینولا مقران مذکوران این زمین زرعی معه حصهٔ نال و آب چاه مذکور فیه را با جملگی حدود و حقوق و حرافق آن الداخله فیها والخارجه عنها قلیل وی و کثیروی با مضاف و ... بمبلغ بست و هفت روپیه رایج الوقت که نصف آن سیزده نیم روپیه موصوفه بدست مشیخت مآب شیخ امجد و شیخ عماد ابناء شرافت مآب شیخ اصغر محتسب و قاضی توام و عبدالغفور ابناء شیخ منصور ابن شیخ اصغر مذکور فروختند و مشترین مذکورین این زمین زرعی مذکور مع نال و آب چاه مذکوره را بمبلغ مسطور از مقران مذکوران بها خریده در قبض و تصرف خود ها آوردند و مبلغ مذکور تمام و کمال تسلیم مقران مذکوران نمودند بایع مشترین مذکورین اقرار بقابلض بدلیں ثماه مشما کردند۔

و کان ذلک تحریر فی التاریخ

۱۰۷۶
شاه عالم گیر
بنده باد
محتسب
عبدالغفور

۱۰۷۳
بنده درگاه عالم گیر
۲ بن غریب محمد متولی
محمد سلطان

۱۰۷۲
لطف بادشاه عالم گیر
دستگیر شد بقاضی
فضل الله

نقل موافق اصل است

"اصلی مهر قاضی سابق"

Marfat.com

۴

بیعنامہ ۵ رجب ۱۰۴۰ھ ۲۸ جنوری ۱۶۳۱ء

تعارف : بائع اور مشتری کا سلسلہ اولاد جاری نہیں۔ اس میں جو نام اور ولدیت مذکور ہے۔ اس کے پیش نظر نقل کیا جا رہا ہے۔ مواہیر میں مفتی نظام الدین (باب ۷) اور شیخ محمد مبارک مولبہ؟ کے علاوہ علی اکبر بن قاضی اشرف (باب ۲) کی مہر قابل غور ہے۔ یہ بیعنامہ میرے پاس ہے

متن

اقرار کرد و اعتراف معتبر نمود مسمی صدر جہاں ولد شیخ محمد مفتی ساکن قصبہ عمم فی حالہ.... اقرار شرعاً بریں جملہ یک قطعہ زمین زرعی موازی سہ بگیہ قدمی تخمیناً نواحی چاہاں قاضی عبدالمجید و شیخ محمد مذکور معہ حصہ آب نالہا ہر دو چاہاں مذکورین ... ملک موروثی خود کہ در سواد قصبہ مذکور بین الحدود ال اربعت واقع بدیں حدود در

شرقے	غربے	جنوبی	شمالے
پیوستہ آں زمین عبدالجلیل	پیوستہ آں زمین	پیوستہ زمین	پیوستہ آں
و شیخ .... و فاضل محمد	شیخ عبدالمنعم	عبدالجلیل و	زمین ابنائے
از بابت خریدگی و صدر جہاں	کہ از خریدگی	و شیخ حاتم و	سلیمان
مذکور و بعض زمین ابنائے	خود دارد	فاضل محمد	افغان ...
ابوالفتح			

دریں وقت زمین مذکورہ محدودہ موصوفہ با جمیع حقوق و لواحق کل او جملۃً قلیل اکثیرا بدست عبدالجلیل و شیخ حاتم و فاضل محمد پسران شیخ عبداللہ ساکنان مذکور بمبلغ پانزدہ عدد روپیہ سکہ رائج الوقت کہ النصف مبلغ ہفت نیم عدد روپیہ میشوند بہ بیع صحیح شرعی فروخت و مشتریاں مذکوران موجب تفصیل ذیل خرید کردند و تقابض بدلین بین الجانبین بالثمن والمثمن در مجلس بیع ... یک دیگر حاصل... کہ مبلغ مذکورہ تمام و کمال مقر مذکور وصول یافت و زمین مذکور حوالہ مشتریاں مذکورین کردند من کل الوجوہ لادعوی ابراء عام داد۔ بنا براں ایں چند کلمہ از اقرار مقر مذکور نوشتہ شد کہ عند الحاجت حجت باشد۔ نصف الکل عبدالجلیل مذکور خرید و نصف الکل شیخ حاتم و فاضل محمد خرید کردند۔

Marfat.com

وکان فی التاریخ پنجم شہر رجب المرجب سنہ ۱۰۲۰ھ"

مواہیر: (۱) "شیخ نظام ابن شیخ محمد مفتی ۔ ۔ ۔ ۔ بندہ درگاہ ۱۰۲۰"

(۲) "مبارک است سلیمان یقین اہتمام امور شرع متین"

(۳) "العبد شیخ محمود نرخ نویس ابن شیخ جیو خطیب"

(۴) علی اکبر ابن قاضی اشرف صدیقی المتوکل علے اللہ الحقیقی"

دستخط: (۱) "کتبہ العبد صدر جہاں ولد شیخ محمد مفتی بخطہ آنچہ در ۔ ۔ ۔ است ۔ ۔ ۔ ۔ واقع است"

(۲) "العبد نعمت اللہ ولد قاضی شیخ جیو بخطہ"

(۳) "۔ ۔ ۔ جہاں عبد الجلیل"

(۴) "شہد بما فیہ خواجہ خضر ولد قاضی نقیخاں بخطہ"

Marfat.com

۵

پروانۂ عطائے جاگیر ۵ ر جمادی الثانی ۱۰۶۴ھ ۳ ر مئی ۱۶۵۴ء

تعارف: امیر پرگنہ کی سفارش پر نواب محمد علی خاں نے مشیخت مآب شیخ رحمت اللہ خطیب کو ستائیس بیگھ اراضی عطا کی۔ پروانہ بمہر کنندہ اس جاری ہوا۔ باقی مواہیر اور دستخطوں سے اوپر لکھا ہے: بموجب تصدیق چودہریاں وقانونگویاں و مقدماں و ... مذکورہ ... جمع نمودہ ... مہر نمودہ شد اس سے مراد ہے کہ مواہیر اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ دستخط کنندگان کو اطلاع دی گئی۔

متن

اللہ اکبر

حکمنامہ حضرت ظل سبحانی عالم عالمیاں نواب محمد علی خاں مدد معاش باسم مشیخت مآب شیخ رحمت اللہ خطیب وغیرہ قصبہ ... بموجب پروانچہ وزارت و امانت دستگاہ ... اقبال و اجلال دستگاہ موازی بست ہفت بیگہ زمین پختہ بنجر خارج جمع افتادہ لائق زراعت از سواد قصبہ ... از ابتدائے فصل خریف ... سنہ ۲۸ ... ملازمان حکومت پناہ ... محکمہ مذکور و چوہدریاں وقانونگویاں و مقدماں پیمودہ و چک بستہ حوالہ ہر می الیہ نمودہ شد۔ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ در دعاگوئی بندگاں نواب قدسی القاب شاہزادہ مشغول بودہ شد۔

معرعہ

قطعہ		قطعہ	
	۲۷ بیگہ		
رقبہ	....	رقبہ	....
پیوستہ معاش	پیوستہ زمین	پیوستہ زمین	پیوستہ مدد معاش
مشارالیہ	ببیت شہر وغیرہ جاجو	چاہ خواجہ امامی	شیخ ثانی
جنوبی	شمالی	جنوبی	شمالی
پیوستہ راہ موضع	پیوستہ ابنائے	پیوستہ زمین	پیوستہ ابناء
.. متصل زمین شیخ ثانی و نظام خاں	قاضی احمد و عبد اللطیف	... مذکور	قاضی احمد

Marfat.com

مواہیر : (۱) "کمترین بندگاں کمند داس"

(۲) "مبارک ہست سلیمان یقین اہتمام امور شرع متین ۱۰۲۲"

(۳) "العبد حبیب اللہ ابن شیخ امان اللہ مفتی ۱۰۵۱"

(۴) "بولاقی ابن شیخ محمود خطیب، المتوکل علی اللہ المجیب"

(۵) "بندہ فاضل ابن شیخ عبداللہ نرخی محتسب امت نام اللہ ۱۰۴۸"

(۶) "قاضی سعید یافت قضائے ہم ز شاہ ۱۰۵۷"

دستخط : اٹھارہ دستخط ہیں سب دوسرے خاندانوں سے۔ ان میں ایک شہادت قابلِ غور ہے: "گواہ شد بایزید ولد ہیبت جاجو باز نہ دستخط حبیب اللہ مفتی"

۶

نقل قسمت نامہ ۲۰ر شوال ۱۰۷۰ھ ۱۲ر اپریل ۱۶۶۰ء

تعارف: مفتی نظام الدین (باب ۱) کے زرعی ترکہ کو مفتی حبیب اللہ (باب ۲) بالعما ابنائے شیخ محمد نعیم (۵ ب) وغیرہ نے آپس میں تقسیم کیا۔ کل زمین ۱۲۸ بیگہ ۱۴ بسوہ تھی۔ یہ نقل ۱۲۳۰ھ کے بعد ہوئی کیونکہ نقل کی تصدیق کرنے والے قاضی سید امید علی کی اس سن کی مہر تھی اور کاغذات پر ہمارے پاس ہے۔

متن

غرض ازیں نوشتہ آنکہ مایاں کہ ابنائے شیخ نظام مفتی ایم بطوع و رغبت خود آنچہ املاک زمین زرعی وچاہی کشتہا موروثی و خریدگی کہ معروف الحدود است بر ہر سہ چاہ و کشتہا در میان ابنائے ہر سہ برادران قسمت کردہ قابض و متصرف شدیم بدیں تفصیل۔

مقسوم

حبیب اللہ و قطب عالم ولد شیخ امان اللہ مفتی — ؍۱۹ للعہ بیگہ خام

زمین چاہاں ؍۱۹

قطعہ قطعہ قطعہ

بڑوالہ متصل کیا ر متصل کیا ر چاہ

قبرستان سلیمان افغان منکس والہ

؍۱۹ یک بیگہ متصل

۱۵ ۵

زمین کشت بجاریاں کہ معروف و مشہور است بعہ سیلاب مشترکت کلکا را کلا

وجملہ ؍۱۵ للعہ بیگہ

...

مقسوم

شیخ شہر اللہ — ؍۱۵ للعہ بیگہ

زمین چاہاں ؍۱۵

قطعہ قطعہ قطعہ

ستار والہ رہن متصل درہ متصل

جانب غرب بیگہ وچہار

ے بیگہ ۱۰ للعہ

زمین کشتہا اول بلا شور للعہ

کشت کشت قطعہ

جاپو والہ تھلے فرد... متصل کشت

معہ کلاں سیلاب کلاں بجواریاں

عہ بیگہ ے بیگہ ؎ بیگہ

Marfat.com

مقسوم

ابناء شیخ نصیر خاں — ۱۵/ عللعہ

زمین چاہاں ۱۵/ میے — زمین کشت چہار مالی کہ محدود و مشہور

قطعہ قطعہ قطعہ — است کلاو ... سیلاب

سنار والہ کیاری راہ حوض ... ...

جانب شرق منگن والہ ۱۰/ یاپ

صہ ۵/ ٹیک

بتراضی یکدیگر قطعات چاہی وکشتہا قسمت نامہ نولیسانیدہ گرفتہ کہ من بعد کسے ازیں عدول نورزد۔ اگر عدول ... و دروغ و باطل ... مسموع است۔ بنابراں ایں چند کلمہ لطریق ... نوشتہ شد کہ سند باشد

تحریر فی التاریخ ۲۰ شہر شوال ۱۰۸۰ھ ہجری مطابق جلوس ...

مواہیر: اصل تحریر پہ جو پانچ مہریں تھیں ان کی علامتیں

(۱) "اہتمام ..."

(۲) حبیب اللہ مفتی

(۳) بولاقی ابنِ محمود

(۴) فاضل ابن شیخ عبداللہ

(۵) قاضی سعید یافت فضلے مہم زشاہ

شہادت: (۱) العبد رحمت اللہ ولد شیخ جہانگیر کہ وکیل میاں محمد مراد صاحب

(۲) العبد شیخ شہاب الدین

(۳) گواہ شد باقر محمد ولد شیخ کرانی باذنہ

(۴) گواہ شد شیخ برہان ولد شیخ مصطفٰے

(۵) شہد بما فیہ العبد فرض اللہ ولد باسط بخطہ

(۶) بگفتہ زینب بنت شیخ شہر اللہ ... انداختہ شد

مہر تصدیق نقل: "قاضی سید امجد علی خادم شرع نبی"

Marfat.com

۷

فرمان اورنگ عالمگیر مصدرہ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۰۷۴ھ

تعارف: اصل فرمان میرے پاس ہے۔ شاہنشاہ اکبر نے ۷ ربیع الثانی ۹۸۱ھ کے فرمان کے ذریعہ شیخ عبداللہ محتسب (باب ۲) کو ۸۰ بیگھ زمین عطا کی تھی۔ ان کے انتقال پر یہ اراضی ان کے ورثا اور ورثا کی اولاد کے پاس رہی۔ ایسے ہی ایک وارث کی اڑتیس بیگھ زمین کی بابت یہ فرمان ہے۔

متن

مہر اورنگ زیب بہادر عالمگیر ۱۰۶۹

اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ ...

گماشتہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ ... سرکار حصار را اعلام آنکہ

چوں بموجب فرمان عالیشان حضرت عرش آشیانی ۷ شہر ربیع الثانی ۹۸۱ھ موازی سی و ہشت بیگہ زمین از جملہ فرمان شیخ عبداللہ محتسب در وجہ مدد معاش احمد لاد ... وغیرہ سکنہ ... ...

صدر سابق باسم اجمل وغیرہ تجویز نمودہ بود ... ودیعت ... میروند۔ درینولا بولاد وغیرہ وارثان متوفی حاضر آمدند و بتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں اشخاص حی قائم قابض و متصرف اند و از ممر دیگر وجہ معیشت ندارند۔ بنابراں تصدق فرق مبارک بندگان حضرت خلافت منزلت سکندر شوکت اراضی مذکورہ را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف مقرر و مسلم دانستہ باشند۔ می باید کہ زمین مسطورہ بصرف مؤمی الیہم باز گذاشتہ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدل بدان راہ ندہند کہ حاصلات آں را فصل بفصل سال بسال متصرف شدہ بدعائے دوام دولت ابدیت اشتغال مینمودہ باشند۔

تحریر فی التاریخ ۱۵ شہر جمید الثانی ۱۰۷۴ مطابق جلوس میمنت سنہ ۶

مہر صدر

حسب المسطور عمل نمایند

Marfat.com

۸

فرمان اورنگ عالم گیر مجریہ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ

تعارف: شاہجہان کے عہد میں مشیخت مآب شیخ مداری (۱۸۲ ب) کو دس بیگھہ زمین عطا ہوئی تھی۔ اورنگ زیب عالم گیر نے اس اراضی کی تصدیق و تجدید کی۔ یہ فرمان مفتی عزیز اللہ شہید (باب ۵) کی مہر سے جاری ہوا۔ میرے پاس ہے۔

متن

ہوالغنی

امیرالمومنین ابوالظفر محی الدین محمد
اورنگ زیب بہادر بادشاہ غازی

گماشتہائے جاگیرداران و کروریاں حال و استقلال پرگنہ مہم سرکار حصار را اعلام آنکہ چوں بموجب پروانچہ حکام سابق ... ۲۹ شہر صفر سنہ ۱۰۵۶ موازی دہ بیگھہ زمین در وجہ مدد معاش مشیخت مآب صلاح آثار شیخ مداری خطیب در پرگنہ مذکور مقرر است۔ درینولا مشارٌالیہ حاضر آمدہ بتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں شخص حی و قایم قابض و متصرف است۔ بنا بران تصدق فرق مبارک بندگان حضرت خلافت منزلت سکندر شوکت اراضی مذکورہ را از محل قدیم بدستور سابق لبشرط قبض و تصرف مقرر و مسلم داشتہ باشد۔ می باید کہ زمین مسطورہ را بتصرف مومی الیہ بازگذاشتہ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند کہ حاصلات فصل بفصل سال بسال متصرف بودہ بدعاگوئے دوام دولت ابدیت اشتغال مینمودہ باشد۔ دریں باب تاکید تمام دانستہ تخلف و انحراف نورزند۔

تحریر فی التاریخ ۱۹ شہر جمید الثانی سنہ ۱۰۷۰ ہجری مطابق جلوس میمنت مانوس سنہ ۶ باشد

عالم گیر
بادشاہ
اورنگ زیب
بندہ
عزیز اللہ

نسبت المسطور عزیز اللہ

۹
نقل فرمان اورنگ زیب عالمگیر ۲۵ رشوال ۱۰۷۵ھ

تعارف: اس فرمان کے ذریعہ ہمارے خاندان کی تین خواتین کو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے ایک سو بیس بیگھہ یعنی پچھتر ایکڑ زمین عطا کی۔ اس فرمان کی مصدقہ نقل ہمارے پاس ہے۔ اس نقل فرمان کی پشت پر ایک اور سرکاری یادداشت کی نقل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمان جاری ہونے کی تفصیل کیا ہے۔ ان دونوں کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ کی تصدیق و تجدید مہاراجہ جسونت سنگھ نے کی۔ تصحیح مہاراجہ جسونت سنگھ کی ایک مصدقہ نقل بمہر قاضی محامد خادم شرع شریف" ہمارے پاس ہے۔

متن

نقل ________ ۸

فرمان عالیشان از قرار بتاریخ ۲۵ شہر شوال سنہ ۸ آنکہ درینوقت فرمان عالیشان فرخندہ عنوان شرف صدور و عز ورود یافت کہ موازی یک صد و بست بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ ہم سرکار حصار فیروزہ از ابتدائے ربیع نیکو ریل (؟) در وجہ مدد معاش مسماۃ نور بانو وغیرہ حسب الضمن مقرر و مسلم باشد کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود بانمودہ بدعاگوئی بقائے دولت روزافزوں اشتغال مینمودہ باشند۔ می باید کہ حکام عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال در استمرار و استقرار ایں حکم اشرف اقدس اعلی کوشیدہ اراضی مذکورہ را پیمودہ و چک بستہ بتصرف او بازگذاشتہ اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل بداں راہ ندہند و بعلت بالوجہات و اخراجات مثل قنلغہ و پیشکش و جریبانہ و ضابطانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیگار و شکار و دہ بینی و مقدمی و صددوئی و قانونگوئی و ضبط ہر سالہ بعد تشخیص چک و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و دریں باب ہر سال فرمان و پروانہ مجدد نطلبند و اگر در محلی دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند و از فرمودہ درنگذرند و در عہدہ شناسند۔

تحریر تاریخ صدر

اس کے دوسری طرف

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز شنبہ ۱۵ شہر رمضان المبارک، سنہ ۸ جلوس معلٰی موافق ۱۰۷۵ھ ہجری مطابق فروری ماہ الٰہی بر رسالہ صدارت و فضیلت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ سزاوار عنایت

Marfat.com

بادشاہی قابل مرحمت شاہنشاہی صدر رفیع القدر عابد خاں و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگاں درگاہ خلائق پناہ عزیزہ بیگ قلمی میگردد کہ بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید کہ مسماۃ نوربانو وغیرہ مستحقہ و صالحہ اند و از ہیچ ممر وجہ معیشت ندارند۔ حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع واجب الاتباع لازم الانقیاد شرف نفاذ یافت کہ موازی یک صد و بیست بیگہہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ مہم سرکار حصار فیروزہ در وجہ مدد معاش آنہا مرحمت فرمودیم و اگر در محلی دیگر چیزے دانستہ باشد آنرا اعتبار نکنند بموجب . . . بمہر عصمت پناہے ماہ بانو تصدیق قلمی شد۔ واقعہ بتاریخ ۱۱ شہر شعبان المعظم سنہ جلوس والا بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط صدارت و فضیلت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ صدر جلیل القدر عابد خاں آنکہ داخل واقعہ نمایند۔ شرح بخط عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکاں خاں سعادت نشاں جملۃ الملکی مدار المہامی جعفر خاں آنکہ داخل واقعہ نمایند۔ شرح بخط واقعہ نویس مطابق واقعہ است۔ شرح بخط سیادت و نقابت پناہ رفعت و معلیٰ دستگاہ اشرف خاں آنکہ ۴ شوال سنہ جلوس ہمایوں مکرر بعرض مقدس معلیٰ رسید۔ شرح بخط مؤتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار اصناف رحمت جملۃ الملکی مدار المہامی جعفر خاں آنکہ از ابتدائے ربیع . . . فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

شرح بخط صدارت و فضیلت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ صدر جلیل القدر عابد خاں آنکہ بگذارند۔

مشارالیہ	مسماۃ	مسماۃ
صدر	خان پے پلے	رابعہ
	للعہ	سہ

مہر تصدیق: مطابق اصل است "قاضی محامد خادم شرع شریف"

۱۰

پروانہ جائداد بمہر توسول صدر ۲۹ شعبان ۱۰۷۹ھ ۲۲ جنوری ۱۶۶۹ء

تعارف: شیخ رحمت اللہ بن مولانا ابوالغیث جہانگیر خطیب (۱۸۲ اب) کی مدد معاش کی شاہ عالم گیر نے تصدیق کی۔

متن

ہوالغنی

گماشتہائے جاگیرداران و کروڑیان حال و استقبال پرگنہ مہم سرکار حصار را اعلام آنکہ

چوں بموجب اسناد حکام و تصحیحہ صدور سابقہ موازی لبست و ہشت بیگہ زمین در وجہ مدد معاش شیخ رحمت اللہ خطیب از پرگنہ مذکور مقرر است۔ درینولا مشاراً الیہ حاضر آمد و تصدیق معتبر آورد کہ ہمیں شخص حی و قایم تابعض و متصرف است۔ چوں حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع شرف صدور عز ورود یافت۔

و بموجب نشانی و اسناد حکام مدد معاش و یومیہ داشتہ باشد و طاقت آمدن حضور ندارد باو مقرر و مسلم دارند۔ بنابراں غرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زمان باعث امن و امان مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل و دادار... خلیفۃ الرحمانی ظل سبحانی بادشاہ عالم گیر خلداللہ ملکہ تصحیحہ رسانیدہ شد می باید کہ اراضی مسطورہ کہ محل قدیم باشد و در سابق بشرط تبعض و تصرف حسب الضمن بحال خود دانستہ واگذارند کہ حاصلات آں را فصل بفصل و سال بسال در وجہ معیشت خود نمودہ بدعا بقائے دولت ابدیت اشتغال نمودہ باشد۔ دریں باب تاکید تمام دانند۔

نقل... و تحقیق نمودہ
بموجب تصحیحہ صدر سابق
تصدیق غرق مبارک

ممتاز صدارت
بمنصب
شد بندہ نیاز گردید
توسول ز عنایات

۱۱

فرمان شاہ عالمگیر مجریہ ۳ر رمضان ۱۰۷۹ھ ۲۵ جنوری ۱۶۶۹ء

تعارف: شیخ عبداللہ محتسب کو جو جاگیر ملی تھی اس میں سے پچیس بیگھہ زمین محمد افضل اور مسماۃ خانزادی کو ملی۔ افضل کے فوت ہونے پر اس کا حصہ محمد قائم کو ملا۔ اس پروانہ کی رو سے اس مدد معاش کی تصدیق کی ہے۔ میرے پاس ہے۔

متن

ہوالغنی

گماشتہائے جاگیرداران وکروریان حال واستقبال پرگنہ مہم سرکار حصار را اعلام آنکہ
چوں بموجب فرمان عالیشان عرش آشیانی از قرار بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۹۸۱ موازی بست
و پنج بیگہ زمین منجملہ فرمان شیخ عبداللہ محتسب و جماعہ در وجہ مدد معاش شیخ افضل از پرگنہ مذکور مقرر بود مشاراً
الیہ ودیعت سنرد صدور سابقہ اراضی مسطورہ را باسم شیخ فرید و مسماۃ خانزادی وارثان متوفی مذکور ...
نمودہ بحال داشتند۔ شیخ فرید نیز فوت شد۔ درینولا محمد قائم ورثہ شیخ فرید متوفی مذکور و خانزادی بموجب
...... حاضر آمدند و تصدیق معتبر آوردند کہ ہمیں اشخاص حی و قایم قابض و متصرف اند۔ بنا براں مقتضی
فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زماں باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار رحمت اعظم آفریدگار
ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل داوار.. خلیفہ الرحمانی ظل سبحانی بادشاہ عالمگیر خلد اللہ ملکہ تصحیحہ
رسانیدہ شدہ می باید کہ اراضی مسطورہ را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب التصحیح بحال
خود دانستہ واگذارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال در وجہ معیشت خود ہا نمودہ بدعائے
دولت ابدیت اشتغال مینمودہ باشند۔ دریں باب قدغن تمام دانند۔

تحریر فی التاریخ ۳ ر رمضان المبارک سنہ ۱۱ جلوس والا مطابق سنہ ۱۰۷۹ ہجری

مہر: ترسول از عنایات شہ بندہ نواز ممتاز بمنصب صدارت گردید ۱۰۷۸ء

محمد السعید علی نیاز

Marfat.com

۱۲

نقل فرمان متعلق شیخ اجمیری

۱۳ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ ۱۶ جولائی ۱۶۷۰ء

تعارف: میرے پاس ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے شیخ اجمیری بن شیخ محمد جمال (۱۸۴ ب ۱) کو پچاس بیگھہ اراضی دی۔ ان کی اولاد سے اب کوئی مرد حیات نہیں۔ پیر وزیرالدین فہمی (۲۰۰ ب ۱) اور وزیرالدین رہتکی (۲۰۸ ب) کی ازواج شیخ اجمیری کی اولاد سے تھیں۔ یہ نقل میرے پاس ہے۔

متن

ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی خلد اللہ ملکہ ابد

از قرار بتاریخ، سیزدہم ربیع الاول سال چہاردہم جلوس والا نوشتہ شد۔ آنکہ دریں وقت فرمان والاشان سعادت نشان شرف صدور یافت کہ موازی پنجاہ بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ ہم سرکار حصار مضاف بصوبہ دار الخلافہ شاہ جہاں آباد از ابتداء خریف نیکو ریل در وجہ مدد معاش شیخ اجمیری وغیرہ حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات آنرا صرف مایحتاج خود ہا نمودہ بدعاء بقاء دولت ابد طراز مواظبت نمایند۔ باید کہ حکام عمال جاگیرداران و کروریان حال و استقبال زمین مذکور را پیمودہ وچک بستہ بتصرف آنہا بازگذارند۔ اصلاً مطلقاً تغیر و تبدیل بداں راہ ندہند بعلت واخراجات مثل قلقلہ و پیشکش وجریبانہ وضابطانہ ومحصلانہ مہرانہ داروغانہ و ہنکار و تنکار دہ نیمی متقدمی صدروی دنازنگوی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکرار زراعت کل تکالیف دیوانی مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند دریں باب ہر سال سند مجدد چیزی داشتہ باشند آنرا اعتبار نکنند۔

تحریر فی التاریخ صدر

مہر: منعیم قاضی خادم شرع شریف محمد ۱۱۵۵ء نقل مطابق اصل۔

Marfat.com

۱۳

نقل قسمت نامہ جائداد مفتی حبیب اللہ (بابؒ) غرہ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ ۲۸ جولائی ۱۶۷۱ء

تعارف : میرے پاس ہے۔ نقل مابعد ۱۲۴۴ھ کی ہے

متن

باعث تحریر ایں سطور واقعی آنکہ منکہ شیخ حبیب اللہ مفتی ولد شیخ امان اللہ بن شیخ نظام مفتی ساکن قصبہ میم سرکار حصار مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد ام - در حین حیات صحت نفس و ثبات عقل طائعاً و راغباً بحضور خود ہر شش فرزنداں باسم شیخ ہدایت اللہ و شیخ محمد حاکم و شیخ جعفر و شیخ محمد اسلم و شیخ عبد القدوس و شیخ عزیز اللہ آنچہ املاک زرعی و خانہائے ملکی موروثی و خریدگی ... بنام فرزندان خود خریدہ بود در نیولا ... تا ایں یوم در قبض و تصرف خود داشتم - ہر شش فرزندان مذکوران ... بعمارت خشت پختہ و بعض با عوض خانہ بعد علاحدہ علاحدہ تفویض و تملیک ... مالک و قابض کردہ در تصرفات ہر کدام ارزانی باشد و برادران مذکوران باخلاص باشند و در رضا بودہ باشند و درمیان خود علاقت نکنند من بعد یکے را بدیگرے ازیں تاریخ دعوے و خدشہ و خصومت نماندہ ... اگر من بعد ازیں تاریخ دعویٰ و خصومت بماند ... باطل و مسموع۔

مقسومہ

باسم شیخ ہدایت اللہ و محمد جعفر مذکوران ...

کہ بمبلغ سہ صد و بست ... قیمت حویلی معہ بعض ... مشارٌ ... شرعی کنانیدہ ...

مذکورہ در مقسومہ ہدایت اللہ و محمد جعفر رسیدہ

جنوبے	شمالے	غربے	شرقے
شارع عام	خرید ہدایت اللہ	متصل محمد شریف	پیوستہ ...
...	و محمد جعفر از	ولد شیخ چاند	وگذر حویلی مذکور
	دست محمد اسلم مذکور		

مقسومہ

باسم شیخ محمد حاکم مذکور ... خریدگی شیخ حبیب اللہ و قطب العالم بقسمت کاتب العبد حبیب اللہ رسیدہ و بعض خریدگی ... محمد حاکم مذکور رسیدہ بارزانی باشد بدیں حدود

شرقے	غربے	شمالے	جنوبے
متصل شارع عام	متصل عبداللطیف ولد ملا نظام	پیوستہ شارع عام	پیوستہ خانہ ہدایت اللہ

مقسوم

باسم شیخ محمد اسلم و عبدالقدوس مذکوران

خانہ ابوالفتح والہ کہ درو سکونت دارم از شرکت قطب العالم بہ بندہ رسیدہ محمد اسلم و عبدالقدوس — مبلغ یکصد و شصت روپیہ حصہ مقسومہ

مقسوم

باسم شیخ عزیز اللہ مذکور مبلغ یکصد شصت روپیہ مشارٌ الیہ مقرر گردد

خانہ مرہونہ بابت مرد عبدالمجید انصاری — ہمہ نقد

معاملہ — ما ...

دستخط، جو اصل کاغذ پر تھے۔

(۱) العبد غلام محی الدین ولد شیخ قطب العالم بخطہ

(۲) العبد عبدالقدوس ولد شیخ حبیب اللہ مفتی آنچہ دریں مسطور است بندہ را قبول است۔

(۳) العبد محمد جعفر ولد شیخ حبیب اللہ مفتی دریں مسطور است بندہ را قبول است۔

(۴) العبد محمد حاکم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی آنچہ دریں مسطور بندہ را قبول است۔

(۵) العبد محمد اسلم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی آنچہ دریں مسطور است بندہ را قبول است۔

(۶) شیخ ہدایت اللہ ولد شیخ حبیب اللہ مفتی آنچہ حضرت قبلہ گاہی قسمت کردہ داد ند قبول است۔

اعتراف نمودہ پسران مذکور

تحریر بتاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ ہجری

مواہیر: (۱) علامت مُہر ارشد حبیب اللہ مفتی مقتدی علماء دین

(۲) مُہر تصدیق : قاضی سید ابید علی ۱۲۴۴ھ مطابق اصل

۱۴

بیعنامہ بنام مفتی حبیب اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۰۸۶ھ ۱۰ فروری ۱۶۷۶ء

تعارف: میرے پاس ہے۔ مفتی حبیب اللہ (باب ۲) نے جاٹوں سے ۲۶ بیگھہ دس بسوہ زرعی زمین سوا تیرہ روپے میں خریدی۔ یہ عہد اورنگ زیب عالمگیر کی بات ہے۔

متن

اللہ اکبر۔ اقرار کردند و اعتراف صحیح شرعی نمودند مخبر باسم و نسب خود ہا مساموتا ولد ... ابن ... وماں ولد ہانسا ابن اود ہا قوم جٹ ساکنان قصبہ مہم سرکار حصار فی حالہ ... تصرفات شرعی برانجلہ ... زمین زرعی افتادہ ملکی موروثی خود ہا کہ واقعہ در سواد قصبہ مذکور است موازی بیست و شش و نیم بگیہ ... بدست شیخ حبیب اللہ ولد شیخ امان اللہ بن شیخ نظام مفتی قصبہ مذکور فروختیم و مشتری مذکور خرید کرد محدودہ مشہورہ بدیں حدود الاربعہ

شرقے	غربے	شمالے	جنوبے
پیوستہ آن	پیوستہ زمین	پیوستہ آں زمین	پیوستہ آں زمین
زمین ...	افتادہ دابر	حوض کہ	ماں ولد ...
	جلال لادو بعضے	موتا وماں مذکوران	
	شاہ محمد انصاری		

الحدود علامات ظاہرات بجمیع الحقوق والمرافق بثمن مبلغ سیزدہ روپیہ ہا و مالا النصف منہ شش روپیہ و دہ آنہ عالم گیری موصوفہ بصفہ مذکورہ صفقہ واحدۃ و تداقر المتعاقدین المذکورین بوقوع التقابض الشرعی بینہم فی البدین المذکورین والمتعاقدون المذکوروں بہ بیع صحیح شرعی فروختم و مشتری مذکور خرید کرد و تقابض بدلین بین الجانبین بالثمن و تراضی در مجلس حاصل گشت بموجب شرعیت عزاضامن بالدرک لازم است اگر بوقوع استحقاق آید بندہائے جواب گویند و زمین مذکور را حوالہ مشتری مذکور کردیم و مبلغ مذبور را تمام و کمال گرفتیم و در قبض تصرف خود ہا آوردیم من کل الوجوہ لادعوی ابرای عام و تبرای تام نوبیا نیدہ دادیم کہ ثانی الحال حجتے باشد بنا برعلیہ ایں چند کلمہ بطریق بیع قلمی شد۔

بدیں تفصیل ذیل

Marfat.com

ــ بیگہ قدیمی	ــ
۱۰ لبوہ	۴

موتا ولد الحساند کور موازی دہ ونیم بیگہ	مال دہانسا مذکور موازی شانزدہ بیگہ
ــ بیگہ قدیمی	ــ بیگہ قدیمی
۱۰ لبوہ	

وکان ذلک تحریر فی پنجم شہر ذی الحجہ ۱۰۸۶ ہجری

مہر: قاضی سید یافت قضائے مہم زشاہ ۱۰۵۷ء باقرار موتا دمال مہر نمودہ

دستخط: (۱) گواہ شد پرمانند قانون گوی

(۲) " حیات مقدم

(۳) " میاں محمد ولد عماد انصاری مقدم

(۴) جھجو ولد برہا انصاری

(۵) جان محمد ولد شاہ محمد

(۶) سات دستخط ہندی ہیں

Marfat.com

۱۵

فرمان شاہ عالمگیر مجریہ ۴ جمادی الاول ۱۰۹۲ھ

تعارف: شاہنشاہ اکبر نے شیخ عبداللہ محتسب بن مفتی محمد کو ۶۸ بیگھ اراضی عطا کی۔ ان کے انتقال پر یہ اراضی ان کے ورثا میں تقسیم ہوگئی۔ ان کی دختر نور بی بی کے پوتے محمد مراد (۵۵ ب) کو اپنے وقت پر سترہ بیگھ سترہ لبوہ زمین ملی۔ جس کی یہ تصدیق ہے۔ محمد مراد کی اولاد کا حال باب ۷، میں ۵۵ سے ۵۸ نمبر پر کیا جا چکا ہے۔

متن

ہوالغنی

شاہ عالم گیر خلداللہ تعالے ملکہ

گماشتہائے جاگیرداراں وکرد یاں حال واستقبال پرگنہ مہم سرکار حصار من مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ

چوں بموجب فرماں عالیشان عرش آشیانی از قرار بتاریخ ۷، ا شہر ربیع الثانی سنہ ۹۸۱ موازی ہژدہ بیگہ وہژدہ لبوہ زمین منجملہ فرمان شیخ عبداللہ محتسب وجماعہ در وجہ مدد معاش ... از پرگنہ مذکور مقرر بود۔ مشارٌ الیہ ودلعیت ... صدور سابقہ اراضی مذکورہ باسم محمد مراد وغیرہ وارثاں متوفی ... وتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں اشخاص حی وقایم وقابض ومتصرف اند از ممر دیگر وجہ معیشت ندارند۔ بنا براں تصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمیں و زماں باعث امن وامال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل دادار خلیفہ الرحمانی ظل سبحانی شاہ عالمگیر خلداللہ تعالے ملکہ بہ تصحیحہ رسانیدہ شدہ می باید کہ اراضی مسطورہ را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض وتصرف حسب الضمن بحال خود دانستہ واگذارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل وسال بسال در وجہ معیشت خودہا نمودہ بدعا گوئے دوام دولت ابدیت اشتغال نمودہ باشد ودریں باب تاکید تمام دانند۔

تحریر فی التاریخ ۴ شہر جمادی الاول سنہ ۲۴ جلوس معلے مطابق ۱۰۹۲ ہجری حسب المسطور عمل نمایند

مہر: ترسول زعنایات شہ بندہ نواز ممتاز بمنصب صدارت گردید ۱۰۷۸"

۱۶

قسمت نامہ اراضی

۲۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ ۱۹ فروری ۱۶۸۵ء

تعارف: مفتی حبیب اللہ (باب ۲) اور ان کے بھتیجے نے اپنی مشترکہ ایک سو اکیس بیگھہ ا بسوہ زرعی زمین آپس میں تقسیم کی۔ اس پر مفتی حبیب اللہ اور محمد مراد بن عبد المنعم (۵۵ ب) کی مواہیر اور دستخط ہیں۔

متن

غرض ازیں نوشتہ آنکہ مایاں کہ شیخ حبیب اللہ ولد شیخ امان اللہ ابن شیخ نظام مفتی و شیخ غلام محی الدین برادر شیخ قطب العالم ابن شیخ امان اللہ مذکور چوں بعضے زمین زرعی از چاہ و کشتہا موروثے و خریدگے وغیرہ درمیان مایاں مشترک بود۔ در ینولا بطوع و رغبت خود با بلا اکراہ و اجبار مقرر کردیم کہ ہر واحد از مایاں باراضی مذکورہ از آئندہ بموجب ذیل علیحدہ علیحدہ مالک و قابض و متصرف باشد ... کم حاصلی و کم و زیادتی ... احیاناً کسے از شرکاء کہ ما فوق مایاں اند قسمت را نگہ دارند۔ اینہم بکردد۔ والا خود یا معاندے حق حق بدعوی و ... بریں زمین کہ منقسم میشود مزاحم شود بجواب مدعی و خرچ کم و زیادتی آں زمین ہر دو شریک شویم۔ بنابراں ایں چند کلمہ بطریق قسمت نامہ نوشتہ کہ ... و معتبر میشود۔

مقسومہ شیخ حبیب اللہ

زمین چاہی کہ تعلق بہ چاہ عبد المجید والہ و منگن والہ

زمین کشتہا ... غام

قطعہ

قطعہ

بروالہ
بیگہ

ہیبت والہ

کیاری ...
بیگہ

محصول کشت سواری

کشت کلاں
موروثی قطعات

نصف ... بطرف
غرب

... بیگہ

ایضاً کشت کلاں
بیگہ
قطعہ کھرپالے

کشت ...
بیگہ
بیگہ

Marfat.com

مقسومہ شیخ غلام محی الدین ولد شیخ قطب العالم — للعـ ۶۴ / ۱۰ البوہ

زمین چاہی تعلق بہ چاہ ہائے مذکور — زمین کشت ہا صـ۵ـہ

قطعہ	قطعہ	قطعہ	قطعہ		
...	صدر جہاں والہ		بطرف شرق	موصول کشت جہاروالے	کشت بدامری
۵ البوہ	منے ۵ البوہ	۳ بیگہ	عـ	عـ۱ غام	للعـ۲ بیگہ

تحریر فی التاریخ لبست و پنجم ربیع الاول سنہ ۱۰۹۶ ہجری

مواہیر: (۱) "شد حبیب اللہ مفتی مقتدی علمائے دین"

(۲) "مراد ... تواز خدا و محمد" یعنی مراد بن عبد المنعم کی مہر

دستخط: (۱) "العبد شیخ حبیب اللہ ولد شیخ امان اللہ مفتی آنچہ در صدر قسمت کردہ قبول است"

(۲) "العبد شیخ غلام محی الدین ولد شیخ قطب عالم ابن شیخ امان اللہ مفتی آنچہ در صدر قسمت کردہ قبول است"

(۳) "گواہ شد شیخ محمد مراد بن عبد المنعم بخطہ"

(۴) "گواہ شد غریب اللہ بخطہ"

(۵) "گواہ شد شاہ میاں ولد شیخ محمد مراد بخطہ"

Marfat.com

۱۷

تمسک مبادلہ جائداد ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۹۷ھ ۷ مارچ ۱۶۸۶ء

تعارف: یہ مبادلہ جائداد محمد اسلم (۳۱ ب۱)، ہدایت اللہ (۴۵ ۲ ب) اور مفتی محمد جعفر (بلب) کے درمیان ہوا۔ یہ کاغذ میرے پاس ہے۔

متن

غرض ازیں نوشتہ آنکہ منکہ محمد اسلم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی ام چوں خانہ بابت اعظم خان افغان کہ ولی نعمت حضرت پدر جیو بنام بندہ خریدہ بود۔ بندہ باتفاق حضرت ولی نعمت، جیو خانہ مذکورہ را بدست اخوان پناہ شیخ ہدایت اللہ و محمد جعفر فروختہ بود۔ ثانیاً حالے خانہ مذکورہ واپس دادند۔ ازانجملہ موازی سیزدہ درعہ زمین درخانہ خود ہا داخل کردہ عوض آں چہار نیم درعہ زمین منجملہ زمین بندہ والہ دمبلغ پانزدہ روپیہ قیمت آں بہ بندہ دادند۔ در قبض و تصرف خود آوردیم۔ بنابراں ایں چند کلمہ بطریق دتمسک وقبض الوصول شرعی نوشتہ دادم کہ عندالطلب حجت باشد۔

تحریر فی التاریخ لبست ویکم ربیع الثانی ۱۰۹۷ھ

مہر: "عبدالقدوس بن حبیب اللہ ۱۰۹۳"

دستخط: (۱) "العبد محمد اسلم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بخطہ"

(۲) "گواہ شد عبدالقدوس ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بخطہ"

(۳) "گواہ شد شاہ میاں ولد شیخ محمد مراد بخطہ"

Marfat.com

۱۸

نقل چکنامہ غرہ ربیع الاول ۱۱۱۷ھ ۱۲ جون ۱۷۰۵ء

تعارف: ہمارے خاندان کی پانچ خواتین کو اورنگ زیب عالم گیر نے پچاس بیگھ اراضی عطا کی۔ ان میں مسماۃ فیاض بانو حضرت شاہ عبد الحکیم (باب ۵) کی ہمشیرہ اور حامد علی (باب ۸) کی والدہ کی دادی تھیں اور خدیجہ قاضی محمد مکرم (باب ۲) اور قاضی علی اکبر (باب ۲) کی ہمشیرہ تھیں۔ اس پروانہ میں ان خواتین کو اولاد زبدۃ الاولیا شیخ قوام الدین رہتکی سے لکھا ہے۔

متن

چکنامہ مہر بتاریخ غرہ ربیع الاول سنہ ۴۹ جلوس والا آنکہ چکنامہ اراضی مدد معاش باسم مسماۃ خدیجہ وغیرہ ساکنہ قصبہ مہم ... پنجاہ بیگہ زمین پختہ بنجر خارج جمع بموجب پروانہ بندگان امارت و امارت پناہ از قرار بتاریخ غرہ شعبان سنہ ۲۵ جلوس عاملان و چودھریان و قانونگویان و زمینداران پرگنہ مہم بعنایت امیدوار بودہ بدانند کہ موازی پنجاہ بیگہ زمین بنجر خارج جمع از پرگنہ مسطورہ در وجہ مدد معاش فیاض بانو وغیرہ کہ استحقاق تمام دارند ... معیشتے ... مقرر نیست و از اولاد زبدۃ الاولیا شیخ قوام الدین رہتکی می باشند حسب الضمن مقرر نمودہ شد باید کہ اراضی مذکور را پیمودہ بمشارٌ الیہا واگذارند و آنرا وجہ معیشت خود ہا نمودہ بدعائے دولت ابدیت حضرت خدیو جہاں مشغول باشند۔ دریں باب قدغن و تاکید تمام دانند و تخلف و انحراف نورزند۔ در نیولا امانت و رفعت پناہ محمود خاں متصدی محل جاگیر ... از انجملہ ہشت بیگہ زمین پختہ بنجر افتادہ خارج جمع لائق زراعت از ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۰۹۲ فصلی از سواد قصبہ مہم باتفاق چودھریان و قانونگویان و مقدمان و اہالی و موالی پیمودہ و چک بستہ حوالہ مسماۃ مذکورہ نمودہ کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود ہا نمودہ بدعاگوئے دوام دولت ابدیت مشغول باشند۔

صح

باسم فیاض بانو وغیرہ

فیاض بانو	رقیہ	رضیہ	خدیجہ	رفیعہ
ع۱۰	ع۱۰	ع۱۰	ع۱۰	ع۱۰

قطعہ اول

عرض	طول	
للعہ	لــہ	مے

محدود الحدود

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
عبدالرزاق خطیب	شارع عام وغیرہ	مسماۃ دولت بانو اہلیہ عظام	قاضی محمد سعید وغیرہ

قطعہ دوم

عرض	طول	
للعہ	سہ	سے ۔

محدود الحدود

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
پیوستہ آن زمین ابنادِ شیخ سوندھا صدیقی	پیوستہ آں کشت موضع ...	پیوستہ آں زمین ... قصبہ ہم	پیوستہ آن زمین کشت الہ یار ولد منصور وغیرہ و شارع عام موضع بدلیسرہ

قطعہ سیوم

عرض	طول	
للعہ	سہ	سے ۔

محدود

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
پیوستہ آں کشت	پیوستہ آں کشت	پیوستہ آں کشت	پیوستہ آں زمین
دخانشہ	مسماۃ فیاض بانو	ائمہ عظام	ائمہ عظام جہوں
	ائمہ عظام		

تحریر فی التاریخ صدر سنہ

گواہ شد : ہندی سے مراد ہے کہ اصل میں ہندی میں دستخط تھے۔

(۱) ہندی پرتاپ سنگھ چودھری مقدم

(۲) ہندی عنایت مقدم

(۳) ہندی کرپا رام چودھری مقدم

(۴) ہندی حیات ولد سلطان مقدم

(۵) ہندی جنجان مقدم

(۶) پرمانند و ہرپرشاد و گنجداس قانونگوی

(۷) دین رائے ولد پرتھی مل وانندروپ قانونگوے

مہر تصدیق : قاضی محامد خادم شرع شریف محمد سنہ ۳ مطابق اصل است

Marfat.com

۱۹

پروانہ تجدید جائداد ۲۶ محرم ۱۱۲۳ھ ۵ مارچ ۱۷۱۱ء

تعارف : قاضی محامد (باب ۲) کی اہلیہ بی بی صالحہ بخت کو بیس بیگھ زمین ملی ہوئی تھی۔ اورنگزیب کے جانشین شاہ عالم بہادر شاہ نے اس مدد معاش کی تجدید و تصدیق کی۔

متن

شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ

گماشتہائے جاگیرداران و کروریاں حال و استقبال پرگنہ ہم سرکار حصار مضاف دار الخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ

چوں بموجب اسناد حکام و تصحیحہ صدور سابق موازی بست بیگہ زمین در وجہ مدد معاش بے بے صالحہ از پرگنہ مذکور مقرر است در ینولا بتصدیق معتبر بوضوح پیوست کہ مسماۃ مسطورحی و قایم قابض منصرف است و از ممر دیگر وجہ معیشت ندارد بنابراں بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زمان باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل دادار۔۔ خلافت ظل سبحانی بتصحیحہ رسانیدہ بحال داشتہ شد می باید کہ اراضی مذکورہ را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بحال خود دانستہ واگزارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ دعاگوئے دوام دولت ابدیت اشتغال نماید۔ وریں باب قدغن دانند۔

تحریر فی التاریخ ۲۶ شہر محرم الحرام سنہ ۴

محمد غازی ۱۱۲۳
۴
شاہ عالم بادشاہ
صلاح صدر قدوی

حسب المسطور عمل نمایند

۲۰

پروانہ تجدید مدد معاش رمضان ۱۱۲۸ھ اگست ۱۷۱۵ء

تعارف: فاطمہ، ماہ بی بی، ماہ بانو، بی بی صاحب اور جنت بانو کو پچاس بیگھہ اراضی بطور مدد معاش ملی ہوئی تھی۔ فرخ سیر بادشاہ نے اس کی تجدید کی۔ یہ پروانہ میرے پاس ہے۔

متن

گماشتہائے جاگیرداراں وکروڑیاں حال واستقبال پرگنہ میم سرکار حصار من مضافات صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد بداعلام آنکہ

چوں بموجب سند سیادت ورفعت پناہ سید مصطفےٰ دیوان فوجدار سرکار مذکور از قرار واقعہ بتاریخ ششم شہر صفر سنہ ۲۶ موازی پنجاہ بیگھہ زمین در وجہ مدد معاش مسماۃ فاطمہ وغیرہا از پرگنہ مزبور مقرر است در ینولا بتصدیق معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں اشخاص حی و قایم و قابض و متصرف اند واز ممر دیگر وجہ معیشت ندارند بنا براں بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زماں باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل یہمال خلافت پناہ ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بتصحیح رسانیدہ شد۔ می باید کہ اراضی مسطورہ را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بحال دانستہ وگذارند کہ محصلات آنرا فصل بفصل سال بسال در وجہ مدد معیشت خود ہا نمودہ بدعاگوئی دوام دولت ابدیت اشتغال مینمودہ دریں باب قدغن تمام دانند۔

تحریر فی التاریخ شہر رمضان المبارک سنہ ۳ از جلوس میمنت مانوس

عبد الغفور
۱۱۲۴
محمد احمد
الدین
صدر

حسب الحکم عالی نمبر

Marfat.com

۲۱

پروانہ جاگیر محمد شاہ بادشاہ ۲ر صفر ۱۱۳۷ھ ۱۱ر اکتوبر ۱۷۲۴ء

تعارف: میرے پاس ہے۔ محمد مراد کی اولاد کا حال باب، میں ۵۵ سے ۵۸ نمبروں پر ہے

متن

گماشتہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ مہم سرکار حصار مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ

چوں بموجب فرمان عالیشان عرش آشیانی از قرار بتاریخ ۱۰ شہر ربیع الثانی سنہ ۹۸۲ موازی ہژدہ بگیہ و ہژدہ بسوہ زمین منجملہ فرمان شیخ عبداللہ محتسب در وجہ مدد معاش عثمان از پرگنہ مذکور مقرر بود مشار الیہ فوت شد صدور سابق اراضی متوفی را باسم محمد مراد وغیرہ وارثان تجویز نمودہ بحال شدہ۔ دریں ولا بتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست مشار الیہما بموجب تجویز صدور سابق حی و قایم قابض و متصرف اند و از ہیچ ممر وجہ معیشت ندارند و تصحیحہ صدور سابق بدست دادہ بنابراں بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زمان باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نایب نبیل واداد بحال خلافت پناہ ظل بتصحیحہ رسانیدہ شد می باید کہ اراضی مسطور را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بحال دانستہ واگذارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال در وجہ معیشت خود ہا نمودہ بدعا گوی دوام دولت ابدیت استقلال میمون باشند۔ دریں باب قدغن تمام دانند۔

تحریر فی التاریخ ۱ شہر صفر سنہ ۵ جلوس مبارک

محمد غازی
شاہ عالم بادشاہ
صلاح صدر قدوہ

حسب المسطور عثمان بیگ

۲۲

پروانہ محمد شاہ بادشاہ ۵ جمادی الاول ۱۱۳۸ھ ۲۹ دسمبر ۱۷۲۵ء

متن

اللہ

گماشتہائے جاگیرداران و کمروریان حال و استقبال پرگنہ ہم سرکار حصار مضاف بصوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ

چوں بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت عرش آشیانی از قرار بتاریخ ۱۷ ارشہر ربیع الثانی سنہ ۹۸۱ موازی ہزدہ بیگہہ زمین در وجہ مدد معاش محمد اشرف وغیرہ ورثہائے احمد از انجملہ فرمان شیخ عبداللہ محتسب . . . پرگنہ مذکور مقرر بود ۔ مشار الیہ فوت شد صدور . . . متوفی را باسم عبدالواحد وغیرہ تجویز نمودہ بحال داشتہ دریولا بتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں اشخاص حی و قائم قابض و متصرف اند و از ممر دیگر وجہ معیشت ندارند و تصحیحہ صدور سابق بدست دارند بنا بران بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زماں باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ظل ظلیل ایزد متعال نایب نبیل ذا دار بیہمال خلافت پناہ ظل محمد شاہ بہادر شاہ غازی بتصحیح رسانیدہ شد ۔ می باید کہ اراضی مذکور را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بحال دانستہ واگذارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ بدعاگوئی دوام دولت ابدیت اشتغال نمودہ باشند ۔ دریں باب قدغن تمام دانستہ تخلف و انحراف نورزند ۔

تحریر فی التاریخ پنجم شہر جمادی الاول سنہ ۶ جلوس مقدس معلے

گول مہر : " حافظ عتیق اللہ صدر ۱۱۳۷ "

حسب المسطور عملی نمایند

Marfat.com

۲۲

استشہاد نامہ مابعد ۱۱۳۸ھ ۱۷۲۵ء

تعارف: شیخ محمد ذاکر (۵۰ب) کی دختر مسمات خیر النساء بیوہ محمد ہاشم شہادت چاہتی ہیں کہ ان کے خسر محمد عاشق نے مکان سے محمد ہاشم مرحوم کے نام کا کتبہ مٹوا دیا۔ اس پر شاہ لطف اللہؒ الملقب بعطا محمد خاں کی دو مہریں لگی ہوئی ہیں اور ان کے ہاتھ سے لکھا ہے کہ رات کے وقت نجاروں کو بلا کر میری موجودگی میں یہ کتبہ ترشوایا ہے۔ ایک اور مہر شاہ رزق اللہؒ الملقب بحافظ عالم خاں کی ہے۔ شاہ رزق اللہؒ نے اپنی قلم سے اپنا تعارف کرایا ہے۔

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ

سوال میکند وگواہی میخواہد مسمات خیر النساء بنت شیخ محمد ذاکر زوجہ مسمی محمد ہاشم ولد شیخ محمد عاشق برایں معنی کہ محمد عاشق مذکور یک حویلی شمالیہ در محلہ قضاۃ واقعہ در آبادی قصبہ مہم سرکار حصار مضاف بصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد برائے پسر خود محمد ہاشم مسطور بنا نمودہ و بر دروازہ حویلی مزبورہ از دستخط محمد نقی کہ بحضور شریعت پناہ قاضی محامد سکاک جمیع خطوط و قبالات بود یک عبارت مشعر . . . سکنہ قصبہ مذکور راست نویسانیدہ واز نجاران قصبہ مذکورہ نقش کنانیدہ۔ عبارت اینست:

بنا ساختہ اینخانہ عاشق محمد برای پسر خویش ہاشم محمد

بعد چند سال کہ محمد ہاشم مذکور بقضائے الٰہی فوت شدہ نقش مذکورہ را محمد عاشق مذبور از چوب سر در بوقت شب از نجاران دور کنانیدہ۔ ہر کس کہ بر وقوع ایں حال وصدق ایں مقال اطلاع داشتہ باشد برای خدا و رسول او گواہی خود برایں صورت حال ثبت نماید یا نوشتن اجازت فرماید عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور خواہد بود وہر کہ دیدہ ودانستہ کتمان شہادت خواہد نمود و اظہار حق نخواہد کناہگار حضرت منتقم حقیقی خواہد شد۔

مواہیر: (۱) "عطا محمد خاں فدوی بادشاہ غازی محمد شاہ ۱۱۳۸"

(۲) "لطف اللہ"

ان دونوں مواہیر کے درمیان شاہ لطف اللہؒ کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:
"بندہ درگاہ شیخ لطف اللہ جاگیر دار پرگنہ ہم ایم رجوں در حویلی مذکورہ بندہ فرد آمدہ عبارت مذکورہ خواندہ و بوقت شب بنجاراں را طلب داشتہ حضور بندہ تراشیدہ دور کنانید"

(۳) "حافظ عالمخاں فدوی بادشاہ غازی محمد شاہ"

اس مہر کے نیچے حافظ عالم خان یعنی شاہ رزق اللہؒ کے قلم سے یہ عبارت آٹھ سطور میں لکھی ہے:

"اطلعت علیہ کتبہ احقر الفضلاء تراب اقدام العلماء خادم العلوم المغازی حافظ عالم خاں المدرس المشہور فی دار الخلافہ شاہجہاں آباد ہندو جاگیر دار و متوطن پرگنہ ہم سرکار حصار ۵"

(۴) "فیض اللہ فدوی بادشاہ غازی محمد فرخ سیر ۳ سنہ"

(۵) "عبدالرحمٰن ۱۱۳۴"۔ اس مہر کے نیچے خط طغرا میں دستخط ہیں۔

(۶) "عبدالستار"

(۷) "محمد فاضل"

(۸) "بندہ درگاہ محمد منیر"

(۹) "مقصود بن محمد حفیظ ۱۱۳۸"

دستخط: (۱) "گواہ شد شیخ نجم اللہ ولد حافظ عالم خاں بخطہ"

(۲) "گواہ شد شیخ نصیر الدین ولد شیخ عطاء اللہ"

(۳) "گواہ شد محمد سلیم ولد شیخ محمد مقیم باذنہ"

(۴) "گواہ شد محمد مصاحب ولد محمد فاضل بخطہ"

(۵) "گواہ شد شیخ یحییٰ ولد شیخ محمد ذکریا بخطہ"

(۶) "گواہ شد شیخ سعد اللہ ولد شیخ عبداللہ بخطہ"

(۷) "گواہ شد محمد منیر خاں جاگیر دار قصبہ ہم"

Marfat.com

۲۴

پروانہ محمد شاہ بادشاہ تجدید جائداد ۲۹ جمادی الاول ۱۱۴۱ھ ۲۰ دسمبر ۱۷۲۸ء

تعارف: شاہ عبداللہ حضرت شاہ رزق اللہؒ (باب ۳) کے چھوٹے بھائی تھے حکیم درویش محمد شاہ نجم اللہؒ کے فرزند تھے ان کی اولاد سے محمود الرحمٰن (۲۶) ہیں۔

متن

محمد شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ

گماشتہائے جاگیرداران وکروریان حال واستقبال پرگنہ ہم سرکار حصار مضاف لصوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ

چوں بموجب فرمان عالیشان حضرت عرش آشیانی از قرار تاریخ ۷ اشہر ربیع الثانی سنہ ۹۸۱ موازی ہفدہ بگیہ و ہفت بسوہ زمین منجملہ فرمان شیخ عبداللہ وغیرہ باسم عبدالرزاق از پرگنہ مذکور مقرر بود مشارالیہ فوت شدہ صدور سابق اراضی مذکورہ را بنام شاہ عبداللہ و درویش محمد وغیرہ تجویز نمودہ بحال داشتہ آنہا نیز فوت شد ... سابق اراضی متوفین را بنام کریم اللہ وغیرہ تجویز نمودہ بحال داشتہ درینولا بتصدیق مردم معتبر بوضوح پیوست کہ ہمیں اشخاص حی و قایم و قابض و متصرف اند و از ممر دیگر وجہ معیشت ندارند و تصیحہ صدور سابق بدست دارند۔ بنابراں بتصدق فرق مبارک بندگان حضرت خدیو زمین و زماں باعث امن و اماں مظہر اتم پروردگار، رحمت اعم آفریدگار، ظل ظلیل ایزد متعال نایب نبیل دادار سبحان خلافت پناہ ظل سبحانی بتصیحہ رسانیدہ شد۔ می باید کہ اراضی مذکور را از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف حسب الضمن دانستہ واگذارند کہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت ابدیت اشتغال مینمودہ باشند۔ دریں باب تدغن تمام دانند

تحریر فی التاریخ ۲۹ شہر جمادی الاول سنہ ۱۱ جلوس معلے مطابق ۱۱۴۱ ہجری تقدسہ

حسب المسطور عمل نمایند

Marfat.com

۲۵

بیعنامہ ۱۱۴۱ھ ۲۹-۱۷۲۸ء

تعارف: محمد احسن کے پاس ہے اور رہتک میں تحریر ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد امجد (باب ۹) کے ایک فرزند کا نام عبدالسبحان تھا۔

متن

اقرار کردند و اعتراف شرعی آوردند مسمی شیخ فضل علی بن شیخ عبدالسبحان بن شیخ امجد و بے بے کریماں و بے بے سکینا بنتاں شیخ عبدالسبحان مذکور و مسماۃ بے بے مراد خاتون بنت شیخ محمد قوم شیخزادہ صدیقی ساکن اندرون قلعہ قصبہ رہتک سرکار صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد . . .

. . . .

تحریر ۱۱۴۱

مواہیر: "قاضی سراج الدین خادم شرع متین محمد ۱۱۴۵"

"محمد عاقل ۱۱۴۱"

"محمد مقیم ابن غلام مصطفےٰ متولی"

دستخط: "العبد شیخ فضل علی بن عبدالسبحان"

علامت دستخط: "بے بے . . . و بے بے کریماں و بے بے سکینا بنتاں شیخ عبدالسبحان مذکور"

"مسماۃ بی بی مراد خاتون"

۲۶

بیعنامہ ۷ ربیع الثانی ۱۱۸۹ھ ۱۶ اگست ۱۷۷۵ء

تعارف: مقام تحریر رہتک ہے اور محمد احسن (۱۹۳ ل) کے پاس ہے۔ محمد برہان ولد شیخ امجد (باب ۹) نے کچھ سکنی زمین مولوی صدرالدین (۸۔ ۱۰ ب) کے ہاتھ فروخت کی۔

متن

اقرار مقر نمود مسمی محمد برہان ولد شیخ امجد قوم شیخزادہ ساکن قلعہ قصبہ رہتک سرکار دارالخلافہ شاہجہان آباد بر آنکہ اراضی سکنہ لسبت و نہ درعہ پختہ زیر دیوار خانہ شیخ صدرالدین شرق رویت واقع است ... اراضی مذکور ... بدست شیخ صدرالدین ولد شیخ فخرالدین۔ ..

ہفتم ربیع الثانی سنہ ۱۶

مواہیر: (۱) "سراج الدین ولد محمد آصف"

(۲) "امام علی ولد محمد آصف صدیقی" گواہ شد

دستخط: (۱) "گواہ شد شیخ فضل علی"

(۲) "گواہ شد محمد ذاکر ولد محمد جعفر"

علامت دستخط: "بے بلے کو دد بنت محمد آصف منکوحہ محمد برہان"

Marfat.com

۲۷

رسید قرض ۹ جمادی الثانی ۱۱۵۲ھ ۲ ستمبر ۱۷۳۹ء

تعارف، مقام تحریر رہتک ہے۔ محمد احسن (۱۹۳ ل) کے پاس ہے۔ مولوی فخر الدین (حضرت شاہ بدر الدین باب ۳ کے والد) نے ایک شخص کو آٹھ روپے قرض دیئے۔ محمد شاہ بادشاہ کا عہد حکومت ہے۔ مولوی فخر الدین کی اولاد سے اب ۵۵۳ افراد حیات ہیں۔

متن

"ما نانکہ محمد واسع و محمد معظم و محمد مرید و محمد فیض ساکن قصبہ رہتک ایم مبلغ ہشت روپیہ کہ نصف چہار روپیہ از ... شیخ فخر الدین بطریق قرض گرفتہ در کار خرچ ... تصرف خود آوردہ ایم۔ اقرار آنکہ در محصول فصل خریف ... مشار الیہ ... ادا نمائیم۔ ہم عذر ... نیاریم فی التاریخ نہم جمادی الثانی سنہ ۲۰ جلوس"

مواہیر: (۱) "محمد عارف ۱۱۱۸"

(۲) "محمد مظفر"

(۳) "محمد مرید ابن عبد الواحد ۱۱۳۴"

دستخط: (۱) "العبد محمد فیض ولد عبد اللطیف"

(۲) "گواہ شد محمد بولاقی"

Marfat.com

۲۸

قبض الوصول ماقبل ۱۱۵۵ھ ۱۷۴۲ء

تعارف: حضرت شاہ کمال اللہ دباب ۵)نسخے پندرہ روپیہ قرض وصول کیا۔ یہ تحریر شاہ کمال اللہ کی ہے۔ ان کا سلسلہ اولاد جاری نہیں۔

متن

منکہ کمال اللہ ولد شیخ عطاء اللہ ام چوں مبلغ پانزہ روپیہ والدہ من بی بی جنت بی بی دان را قرض دادہ بود وتمسک مبلغمذکو رنویسانیدہ حالا بی بی دان مبلغ پانزدہ روپیہ بہ بندہ دادو تمسک خود تقاضا کرد۔ چوں تمسک گم شدہ بود بنا براں ایں چند کلمہ بطریق قبض الوصول نوشتہ دادم کہ سند باد کہ ثانیاً حال اگر تمسک پانزدہ روپیہ بنام بی بی دان برآید باطل است۔ رصفر سعہ

کمال اللہ

Marfat.com

۲۱

بیعنامہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ ۱۴ جنوری ۱۷۵۷ء

تعارف: مقام تحریر مہم۔ میرے پاس ہے۔ بایع و مشترین کا سلسلہ اولاد جاری نہیں۔ محلہ قضات سے مراد وہ محلہ ہے جس میں ہمارا خاندان رہتا تھا۔ مواہیر میں دوسری مہر مفتی عبدالرحمان (باب۲) کی ہے۔ دستخطوں میں پانچویں دستخط شیخ محمد ابن محمد شاہ (۵۵ ب) کے ہیں۔ ساتویں نمبر پر میرے جدِّ بزرگوار کے دستخط ہیں اور نویں نمبر پر شاہ عبدالحکیم (باب ۵) کے دستخط ہیں۔

متن

اقرار کردہ واعتراف صحیح شرعی نمودہ مخبرہ باسم ونسب خود مساۃ بے بے حیات بانو زوجہ شیخ عبدالواجد بن شیخ محمد ذاکر سکنہ قصبہ مہم سرکار حصار مضاف بصوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد کہ وی فروخت بہ بیع بابت بدست شیخ عصمت اللہ و شیخ قدرت اللہ و شیخ عزت اللہ و جماعت اللہ ابناء شیخ عبدالواحد بن شیخ محمد ذاکر مذکور سکنہ قصبہ مذکور ہمگی و تمامی یک منزل ربض شمالیہ واقعہ در آبادی قصبہ مذکورہ در محلہ قضات بطول معہ نیم درعہ عرض للعہ درعہ جملہ زمین ربض ... مذکورہ موازی سے و شش درعہ پا و بالا ... کہ بعوض بعض مہر از زوج خود رسیدہ است ...

فی التاریخ بست و دویم شہر شعبان ۱۱۷۰ھ ہجریہ مقدسہ"

مواہیر: (۱) "قاضی مکرم خادم شرع شریف محمد ۱۱۶۶"

(۲) "محمد عبدالرحمن مفتی ابن شیخ محمد جعفر ۱۱۵۵"

(۳) "ظہور اللہ ابن اکرام اللہ یقین اہتمام امور شرع متین"

(۴) "محمد دائم خطیب بن شیخ محمد عاشق ۱۱۴۵"

(۵) "شیخ شرف الدین محتسب ولد شیخ نصیر الدین ۱۱۶۸"

دستخط: (۱) "گواہ شد حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ بخط"

(۲) "گواہ شد غلام اشرف ولد شیخ محمد نقی بخط"

(۳) "وقف علیہ محمد اصالت ولد دین محمد بلوچ"

(۴) "گواہ شد محمد وارث ولد شیخ محمد اسلم بخطہ"

Marfat.com

(۵) "گواہ شد شیخ محمد ولد شیخ محمد شاہ بخط"

(۶) "گواہ شد ابوالظفر ولد شیخ عبدالحق بخط"

(۷) "گواہ شد شیخ قمراللہ ولد حافظ عالمخاں عرف شیخ نجم اللہ بخط"

(۸) "گواہ شد دیدار بخش ولد شیخ محمد دائم خطیب بخط"

(۹) "واقف علیہ عبدالحکیم ولد عطا محمد خاں بخط"

(۱۰) "گواہ شد شیخ غلام جیلانی ولد شیخ محمد عاشق خطیب"

(۱۱) "گواہ شد محمد شاہد ولد شیخ عبدالواحد بخط"

(۱۲) "گواہ شد شیخ منکا ولد شیخ عبدالقادر با دنہ"

علامت انگشت سبابہ : بے بے حیات بانو مذکورہ

Marfat.com

۳۲

تفصیل زرعی ملکیت عبدالمہیمن اندازاً ۱۱۷۰ھ ۱۷۵۷ء

تعارف: یہ کاغذ میرے پاس ہے اس کی پشت کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے: "تفصیل کشتہا شیخ عبدالمہیمن ولد عبدالمومن بن عبدالرحمٰن بن محمد رفیق۔ عبدالمہیمن کی اولاد کا ذکر باب ۷ میں نمبر ۱۸ سے نمبر ۲۰ پر ہو چکا ہے۔

متن

یادداشت

کشتہائے قصبہ ہم سرکار حصار تفصیل ذیل ہر یک اسم وار کارندہ مختر کہ کشتہا علیحدہ بقلم آمدہ

اول کشت کانکرہ
بست و پنج بیگہہ خام
زبانی کارندہ
فقیرا گوییت
۲۵ بیگہ للعہ قطعہ

دویم کانکرہ مشترک
و قطعہ جمیل و
عبدالمہیمن و بی بی مہروذ
کارندہ تراکے
تخمیناً ۵ بیگہ خام

دیگر کشت کریمیدیوالہ
نہ بیگہ خام
معہ نال آب درآمد
بلا شرکت غیرے
کارندہ جے سنگھ گوبت

دیگر کریمیدیوالہ
معہ حوض و گرد
و سیلاب وغیرہ
ہژدہ بیگہ خام
کارندہ کشما جاٹ
یک حصّہ اینجانب
یک علیمہ
و یک حصّہ
جامی و لودی
حصّہ جامی در
قرض اینجانب و
در حصّہ لودی سیوم
حصّہ دیگر بابت
غلام رسول

دیگر کانکرہ متصل
کشت شیخ امجد
در قصبہ افتاد
۳ بیگہ خام
کارندہ
اندراج گوییت

دیگر کانکرہ شیخ
جمیل ولد حفیظ
گردی حجام چہارم
حصہ اینجانب است
کارندہ
بیرا کے

دیگر کشت پنجوالہ
ہیزدہ بیگہ خام
یک حصّہ مکمل
اسداللہ وغیرہ
و یک حصّہ شیخ
عبدالمہیمن و
یک حصّہ دادی
اخلاص...

دیگر قطعات زیر کانکرہ
و چہار قطعہ

برچاه دولت خاں
چهار قطعه
نزد مالی مکهتو
کاشت میکند

مدهوا گویت
کاشت میکند

المال شیخ عبدالمهیمن
گرفته تمامی سه حصه
شدند درسیوم حصه
اینجانب از راه
نزارت شیخ احسان و قدر
سوم حصه مقرر کردند
در دو حصه مکمل یک
حصه نصفے بابت شیخ
جمیل کردلیست دیگر
نصفے که مانده سیوم
حصه ...

اینجانب است

دیگر کشت ملانے
خریدگی از
مهتاب بشرکت
علیمه نصفے
اینجانب و
نصفے باوشاں

دیگر زیر چاه
دولت خاں
چهار قطعه
جیکن کاشت میکند

دیگر زیر کشت مذکور
سه قطعه شش بگیه خام
و چهار قطعه تنکر پاره
کارنده اندراج
گویت

یک قطعه چهار بگیه خام
بابت شیخ جمیل مرحوم
کارنده مدهوا گویت
متصل چاه دولت خاں

یک قطعه بعوض شش
روپیه بجانه غلام اصفیاء
گروی افتاده هفت بگیه خام
کارنده پسر هورو گویت

دیگر بابت غلام رسول
پسر جمیل مرحوم و در
حصه احسان یک
حصه شیخ ضیاء الله

دیگر قطعه مشترک
دولتے نصفے
اینجانب و نصفے
گرو دولتے
کارنده بیراکے

دیگر متصل کشت
مذکور سه بگیه خام
بلاشرکت غیرے
کارنده بیراکے

یک چهل بگیه خام
خریدگی شیخ جمیل از
مکمل و غیره متصل
ملانی بالائے دیهه
مداهری کارنده
جاٹاں دهیمه
بودند حالا
بیلے کاشت

دیگر کشت
بلاشرکت غیرے

دیگر کشت خواجه والا
کارنده دیپو جاٹ

Marfat.com

کارندہ رامدت برہمن پسر بھکھو خواجہ والہ متصل قبرستان کلالاں ۳۲ بیگہ خام	بودالحال بے کاشت افتادہ	افتاد در تصرف اینجانب است
دیگر کشت علیحدہ کھوند بانر نہ بیگہ خام درمیان دودہا کارندہ گوتیاں بود حالا افتادہ است	قطعہ ہائے جہاجھری درمیان دودہا بشرکت برادران درحصہ پیراومرید نصفے درحصہ قاضی مکرم وغیرہ و نصفے دیگر است بیکاشت افتادہ	

Marfat.com

۲۲

ادائیگی مہر ۵ محرم ۱۱۸۱ھ ۳ جون ۱۷۶۷ء

تعارف: شیخ عصمت اللہ بن عبدالواحد (۰ ھ ب ہ) نے اپنی زوجہ کے نام بعوض مہر اپنی سکنی اور زرعی املاک کر دیں۔ کاغذ میرے پاس ہے۔

متن

اقرار کردشرعاً مخبر باسم ونسب خود مسمی شیخ عصمت اللہ ولد شیخ عبدالواحد بن شیخ محمد ذاکر صدیقی ساکن قصبہ مہم سرکار حصار برایں معنی آنچہ املاک سکنی و زرعی ارثاً از متروکہ اب وجد صحیح و جد فاسد و آنچہ خریدگی بشارکت برادراں بحصۂ من مقرر رسیدہ بود ہمگی و تمامی را در صحت نفس و ثبات عقل بطوع و رغبت خود بمقابلہ بعض مہر مسماۃ امیر النساء بنت شیخ محمد افضل بن شیخ الہ یار ساکن قصبہ مذکور زوجہ خود را بخشیدم و مالک گردانیدم و مسماۃ مذکورہ موہوبہ مذکورہ در مجلس ہبہ قبول نمودہ در قبض و تصرف خود آورد۔ من بعد ازیں بندہ را در متروکہ موروثی و خریدگی باسمو . . . بوجہ من لوجوہ دعوے و خصومت نماندہ و نیست۔ اگر بعد ایں دعوے قائم آں دعوی باطل و مدعی مبطل است۔

بنا براں ایں چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ بندہ دادم کہ سند باشد۔

تحریر فی التاریخ پنجم شہر محرم الحرام ۱۱۸۱ ہجری

مواہیر: (۱) "قاضی محمد اکبر و افوض امری الی اللہ خادم شرع شریف اطہر ۱۱۷۰"

(۲) "دیدار بخش ولد شیخ محمد دائم خطیب ۱۱۷۵"

(۳) "عظیم الدین ولد شیخ شرف الدین محتسب"

(۴) "بدر الدین چشتی القادری"

(۵) "شد حبیب اللہ مفتی زائر بیت العتیق"

(۶) "قدرت اللہ . . ."

(۷) "ظہور اللہ ابن . . . اہل تقین . . ."

دستخط: (۱) "کتبہ العبد عصمت اللہ ولد شیخ عبدالواحد صدیقی المہمی"

Marfat.com

(۲) "گواہ شد قدرت اللہ"

(۳) "گواہ شد غلام اصفیا ولد شیخ غلام انبیاء بخط"

(۴) "گواہ شد محمد مستقیم ولد محمد مشرف بخط"

(۵) "گواہ شد ابوالظفر ولد شیخ . . ."

(۶) "گواہ شد شیخ قمر اللہ ولد حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ بخط"

(۷) "گواہ شد حافظ علیم اللہ ولد حافظ عالم خاں بخط"

(۸) "کذالک سمع عبد الحکیم مہی"

(۹) "گواہ شد غلام جیلانی ولد محمد عاشق خطیب بادنہ"

(۱۰) "گواہ شد شیخ سلام اللہ ولد شیخ حافظ علیم اللہ بخط"

Marfat.com

۳۴

رسید ۱۰ر رجب ۱۱۸۳ھ ۱۹ر نومبر ۱۷٦۹ء

کیفیت: میرے پاس ہے۔ عبدالواحد بن محمد ذاکر (۱۰۵ ب) نے قرض وصول کیا۔

متن

حکہ شیخ بدہو ولد شیخ گہاسی بن شیخ اللہ یار سکنہ قصبہ ہم سرکار حصار ام۔ چوں مبلغ ہفت روپیہ کہ نصف آں سہ نیم روپیہ باشد بموجب تمسک مرقومہ ہفتم شہر صفر ۱۱۸۰ھ بنام والا بندہ کہ از نزد شیخ عبدالواحد ولد شیخ محمد ذاکر ساکن قصبہ مذکور گرفتہ بودہ الحال تمسک را پارہ کردہ بنام خود نویسانیدہ میدہم۔ طریقہ ادائے مبلغ مذکور آنکہ وقتے کہ قطعات پورنیہ والہ و دودہ پچانی والہ از شیخ عصمت اللہ وغیرہ خلاص نمایم محصول ازانہا پیدا کردد دریں مبلغہا واصل سازم ہیچ عذر و حیلہ۔۔۔ نیارم۔ بنابراں ایں چند کلمہ بطریق تمسک نویسانندہ دادم کہ سند باشد۔

تحریر فی التاریخ ہشتم شہر رجب ۱۱۸۳ ہجری

مہر: "شیخ دیدار بخش" قریب قریب محو ہو گئی ہے

دستخط: (۱) "گواہ شد شیخ قمر اللہ ولد حافظ عالمخاں عرف شیخ نجم اللہ بخطہ"

(۲) "گواہ شد شیخ سلام اللہ ولد حافظ علیم اللہ بخطہ"

(۳) "گواہ شد محمد مشرف ولد قاضی محمد مکرم بخطہ"

(۴) "گواہ شد نظام بخش ولد شیخ ولی اللہ بخطہ"

(۵) "گواہ شد الہ بخش ولد شیخ عبدالقوی خطیب بخطہ"

(٦) "گواہ شد شیخ امجد ولد محمد اکرم"

(۷) علامت انگشت سبابہ مسمی بدہو ند کور

Marfat.com

۳۵

قبض الوصول

۱۶ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ ۱۲ جون ۱۷۹۷ء

تعارف: میرے پاس ہے مقام تحریر معلوم نہیں۔ مہر اللہ بن محب اللہ (۳۴ میں) کی مہر اور تحریر کے سنین سے معلوم ہوتا ہے مہر اللہ نے بڑی عمر پائی۔ ہدایت اللہ، ذکی اللہ اور بشارت اللہ ابنائے جماعت اللہ (۵۰ ب) تھے اور تینوں کی اولاد کا سلسلہ جاری نہیں۔

متن

فارغخطی شیخ مہر اللہ در کچہری بخشی بھولا ناتھ صاحب و روبرو لالہ خوشیال مصر نوشتہ است

یادداشت

آنکہ چوں ہدایت اللہ ذکی اللہ بشارت اللہ در سال سنہ ۱۲۰۳ ہجری

نواب آصف الدولہ سنہ ۱۲۱۱

حساب کتاب دادہ شدہ بود۔ دام دام بے باق

نمودہ از سنہ ۱۲۰۱ ہجری لغایت ۱۶ ذی حجہ سنہ ۱۲۱۱ ہجری

باطل و نامنظور است۔ ایں چند کلمہ بطریق فارغخطی

نوشتہ دادہ شد کہ سند باشد

تحریر فی التاریخ شانزدہم (۱۶)

شہر ذی حجہ سنہ ۱۲۱۱ ہجری

۱۱۶۰
محب اللہ
شیخ
مہر اللہ ولد شیخ

گواہ شد
شیخ محمد رضی

گواہ شد
مہاراجہ کنول پنڈت وکیل بخط

Marfat.com

۳۶

پروانہ شاہی تجدید جائداد ۱۹ رمضان ۱۲۲۰ھ ۱۱ دسمبر ۱۸۰۵ء

تعارف: حضرت شاہ بدرالدین (باب ۳) کو تین سو سات بیگھ زمین ملی ہوئی تھی جس کا ذکر صفحہ ۵۶ پر ہوا ہے۔ آپ کے انتقال پر یہ جاگیر آپ کے ورثاء کو ملی جس کی تصدیق اس پروانہ کی رو سے عہدِ عالمگیر ثانی میں ہوئی۔ اس پروانہ کی تاریخ سے پورے دو سال پہلے دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ یہ جاگیر کوتانہ ضلع میرٹھ میں دو سو بیگھ یعنی ۱۲۵ ایکڑ اور موضع پاڑہ میں ایک سو سات بیگھ تھی۔ پاڑہ بعد میں شہر رہتک کا ایک محلہ بن گیا۔ شاہ غلام احمدالدین حضرت شاہ بدرالدینؒ کے فرزند اکبر تھے۔ ان کا ذکر باب میں نمبر ۵۹ ب پر ملاحظہ ہو۔

متن

عاملان حال و استقبال پرگنہ رہتک مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد

موضوع بیوست کہ املاک شاہ غلام احمدالدین وغیرہ وارثان حقائق و معارف آگاہ مولوی شاہ بدرالدین چشتی القادری در... قصبہ و دیہات موضع کوتانہ و پارہ بموجب فرمان عالیشان و پروانہ حضور از قدیم مقرر و از ابواب نذرانہ سرکار و نیم حصہ معاف و مرفوع القلم است۔ لہذا اجرائے استحقاق حق نمودہ اراضی مذکور موافق قدیم معاف و واگذار نمودہ مانند کہ سال بسال مصرف وارثان مذکور واگذارند و نوعی... احکام معترض و مزاحمت نرسانند و مبلغ سی و شش روپیہ منجملہ نذرانہ سرکار موافق سال گذشتہ و حال معاف دانستہ... باشند...

در موضع کوتانہ	در موضع پارہ
۲۰۰ بیگہ	ماءت بیگہ

فی التاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک ۷ ۲۰ شمسہ موافق ۱۲۲۰ھ

مہر: "محمد بخش خاں بہادر ولد محمد عارف خاں بہادر ۱۱۹۵"

Marfat.com

۳۷

فارغخطی ۲۵ر شوال ۱۲۲۰ھ ۱۶ر جنوری ۱۸۰۶ء

تعارف: میرے پاس ہے رتقام تحریر مہم - شیخ عظیم اللہ (۵۰ب) نے چھ روپیہ قرض ادا کیا۔ مواہیر میں ایک مہر قاضی محمدی کی ہے (باب ۱)۔ گواہوں میں شیخ احمد (۴۱ب) اور صبغۃ اللہ (۵۲ب) کا سلسلہ اولاد جاری ہے۔

متن

منکہ بے بے مومنہ زوجہ شیخ غلام مجتبےٰ ولد شیخ غلام انبیا ساکنہ قصبہ مہم ام چوں مبلغ شش روپیہ سکہ محمد شاہی بابت قرض بے بے امینہ زوجہ شیخ خیر اللہ ولد شیخ اسد اللہ بذمہ بے بے حکیمہ زوجہ شیخ جمعیت اللہ بودند مبلغ مذکور از پسران بے بے مذکور کہ شیخ قطب العالم و شیخ عظیم اللہ و شیخ ہدایت اللہ و شیخ ذکیر اللہ و شیخ بشارت اللہ بودند تمام وصول یافتہ در تحت و تصرف خود آوردم اگر ثانیاً حال دستاویز گشت ڈہری یا تمسک ... برآید باطل است۔ بنا براین چند کلمہ بطریق فارغخطی نوشتہ دادہ شد کہ ثانیاً حال سند باشد۔

مرقوم بتاریخ بست و پنجم شہر شوال مطابق ۴۷ سنہ جلوس والا در ۱۲۲۰ سنہ ہجریہ

مواہیر: (۱) "گواہ شد غلام التقیا ۱۲۰۹"

(۲) "خادم شرع محمدی ۱۱۹۸ ۲۵ سنہ" گرد مہر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

دستخط: (۱) "گواہ شد محمد رمضان ولد شیخ عبد العظیم بجیو بخطہ"

(۲) "گواہ شد شیخ احمد ولد شیخ علی اکبر"

(۳) "شیخ صبغۃ اللہ ولد شیخ قمر اللہ"

علامت انگشت سبابہ: بے بے مومنہ مذکور (ایسے موقع پر انگوٹھا نہیں لگایا جاتا تھا)

Marfat.com

۲۸

بیعنامہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۲۱ھ ۱۶ اگست ۱۸۰۶ء

تعارف: ظفر علی (۴۸ ب) کی اہلیہ امام النساء نے اکیس روپے میں کچھ زرعی زمین خریدی اس خاتون کی اولاد سے اب سوا سو کے قریب افراد حیات ہیں جن کا ذکر باب ۹ میں ۴۸ سے ۱۹۵ نمبروں پر ہوا ہے۔ محمد احسن (۱۹۳ ل) جن کے پاس یہ کاغذ ہے۔ ان خاتون کی نسل سے ہیں۔ مقام تحریر رہتک۔

متن

اقرار کردہ اعتراف شرعی نمودہ مسمی خیر اللہ و شیخ فقیر اللہ ساکن قلعہ رہتک مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد بریں وجہ کہ یک قطعہ بہنیا حالہ باراضی زرعی بموجب فرمان عالیشان واقعہ سواد قصبہ مذکور معہ ملک ... چوں آں قطعہ معہ ملک ... سہ حصہ مقرر ماند۔ یک حصہ دیگر شرکا سابق بدست شیخ فخر الدین و مولوی صاحب شاہ بدر الدین ... فروخت کردہ و نیم حصہ پدر من از آں شرکا خرید کردہ و یکنیم حصہ بابت ارث پدر من مقرر است۔ دریں یکنیم حصہ ہفتم حصہ بے بے رامن نساء (؟) مقرر است و ششم حصہ باقی و نیم حصہ بابت خرید ... مذکور کہ منجملہ آں سہ حصہ ... نصفے برادر حقیقی را رسیدہ بود کہ تمام و کمال بدست امام النسا بنت جمال الدین فروخت نمودہ است و نصفے آں اینجانب رسیدہ بود کہ در نیولا بعوض مبلغ بست و یک روپیہ کہ نصف دہ روپیہ ہشت آنہ بباشد بدست مسماۃ امام النساء مذکور منکوحہ شیخ ظفر علی بنت جمال الدین ساکن قلعہ قصبہ مذکور رائج الوقت ثمن ... فروختم و بیع کردم۔

تاریخ تحریر ۱۲ جمادی الاول ۱۲۲۱ ہجری

مواہیر (۱) "التولیت من اللہ و المتوفی شیخ عظیم اللہ بن فرحت اللہ"

(۲) "مختصر گول مہر جو پڑھی نہیں جاتی"

(۳) "بیضوی مہر جو پڑھی نہیں جاتی"

(۴) "محمد ... ولد شیخ غلام محمد ۱۱۹۲"

(۵) "محمد دائم ولد محمد جعفر"

(۶) "امیر علی ولد محمد سراج الدین"

Marfat.com

۳۹

روبکار مقدمہ بھینی سہرجن ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ ۳۱ جنوری ۱۸۱۰ء

تعارف : نواب عبدالصمد خاں والئی دوجانہ نے شاہ عبدالعظیم (باب ۵) کو موضع بھینی وغیرہ کی اراضی ۱۸۰۸ء میں پیش کی تھی۔ اگلے سال جھجھر اور موضع بھینی پر براہ راست برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہوگیا۔

متن

سابق ازیں بتاریخ بست ویکم ماہ دسمبر ۱۸۰۹ سنہ عیسوی مسمی عبدالعظیم شاہ درویش عرضی بدیں مضمون گذرانیدہ بود کہ موضع بھینی سہرجن عملہ پرگنہ جھجھر من ابتداء ۱۲۱۵ سنہ فصلی نواب عبدالصمد خاں بہادر بطریق نیاز نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً بایں دعاگو دادہ اند۔ تا حال در قبض و تصرف فدوی ماندہ حالا ایں امیدوار ... و عنایات است کہ از حضور پر نور ہم سند مرحمت شود۔

بعد ملاحظہ عرضی حکم شدہ بود کہ از مستغیث اسناد و از قانونگویاں کیفیت طلب شدہ۔ چنانچہ امروز یک قطعہ مہری نواب صاحب موصوف موسومہ عمال حال و استقبال پرگنہ جھجھر محررہ بست و ہفتم ماہ جمادی الاولے سنہ ۱۲۲۱ ہجری مطابق سنہ احد جلوس متضمن بدیں مضمون۔ موضع بھینی سہرجن عملہ پرگنہ مسطور من ابتدائے خریف سنہ ۱۲۱۵ فصلے بطریق نیاز در جاگیر میاں عبدالعظیم خلف میاں عبدالحکیم نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً حالاً محالاً موافق سند مہری سرکار حضور کمپنی بہادر دوام اقبالہ کہ بنام اینجانب مرحمت شدہ بود مقرر نمودہ شد۔ متنازم کہ موضع مذکور را از کل جہوہات مرفوع القلم دانستہ بتصرف میاں مذکور وا گذارند و ذرے مزاحم و معترض نشوند۔

مستغیث مذکور بحضور آورد۔ بعد ملاحظہ سند قطعہ خط در باب است کہ استطلاع کیفیت موضع مذکور بنام عبدالصمد خاں بہادر جاری شدہ بود بتاریخ دہم جنوری سنہ ۱۸۱۰ در جواب آں خط مہری نواب صاحب موصوف ملاحظہ حضور گذشت کہ میاں عبدالعظیم خلیفہ مرتاض وقت اند بمضمونیکہ سند ملکے از سرکار فیض مدار نسلاً بعد نسلاً بنام نیاز مند مرحمت شدہ بود بہماں مضمون سند ... نمودہ نیاز شاہ صاحب کردہ۔ من بعد قانونگویاں کیفیت قبض و تصرف مستغیث مشعر برایں معنی کہ من ابتداء فصل خریف سنہ ۱۲۱۵ فصلی نواب عبدالصمد خاں بہادر بطریق نیاز بہ مستغیث دادہ اند۔ چوں از

روئے سند وکیفیت مرقومہ ثابت شد کہ نواب جلال الدولہ بہادر در عملداری خود دیہہ مذبور را بطریق
نیاز نسلاً بعد نسلٍ بہ مستغیث دادہ اند و از ابتدائے تقرر جاگیر تا حال در قبض و تصرف مستغیث است
لہذا حکم شد۔

از موضع مزبور در وبست نسلاً بعد نسلٍ من ابتدائے عملداری سرکار دولت مدار بموجب گزشتہ
پیوستہ بنام مستغیث بحال و برقرار باشد۔

نقل سند گزرانیدہ مستغیث بدست انگریزی شامل مسل باشد و نقل روبکارے ہذا بطور سند
حوالہ کردہ ام و پروانہ بنام تحصیلدار مہم درباب عدم تعرض موضع مسطور جاری شد۔ فقط

(دستخط انگریزی) آنریبل گارڈنر صاحب

امروز بتاریخ سی و یکم جنوری سنہ ۱۸۱۰ مطابق ۲۵ شہر ذیحجہ سنہ ۱۲۲۴ روز چہار شنبہ بمقام بیری
نقل روبکار ہذا معہ نقل سند گزرانیدہ مستغیث حوالہ مستغیث شد۔

Marfat.com

۴۰

جزوی فہرست املاک خاندان شاخ ہہم ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۹ء

تعارف: علیم اللہ (۵۰ ب) نے کمپنی کے دور تسلط میں اپنے اقربا کی زرعی جائداد کی فہرست تیار کی۔ ان بزرگ کے بیان میں سہواً یہ لکھا گیا ہے کہ یہ تمام زمین ان کی تھی۔ یہ تمام جاگیر انیس سال بعد ضبط ہوگئی۔ یہ تحریر میرے پاس ہے۔ نقل ہو بہو ہے۔ املا کی غلطیاں درست نہیں کی گئیں۔

متن

تفصیل کواغذات فرمان عالیشان اکبر و عالمگیر و چکنامہ ہا تصیحہ ہا و پروانہ ہا املاک بنام بزرگان شیخزادہ صدیقی ساکن قصبہ ہہم اثم جدی اصل۔ ۵۳ فرد و متفرق خرید گے چند ہا فرد۔

یکقطعہ	**یکقطعہ**
نقل فرمان اکبری دو ہزار چہار صد سے بیگہ پختہ مہر قاضی محمد نعیم یکفرد	نقل دوئیم فرمان اکبری دو ہزار چہار صد سے بیگہ پختہ مہر قاضی محمد نعیم تو شاہی یک فرد
یکقطعہ	**یکقطعہ**
فرمان و چکنامہ عالمگیر و تصیحہ ہا بنام بے بے ماہ رخ۔ دو صد بیگہ پختہ ۱۴ فرد	فرمان عالیشان و چکنامہ و تصیحہ بنام بی بی پون وغیرہ یکصد و ہفتاد و پنج بیگہ ۱۲ فرد

پروانچہ	تصیحہ	فرمان عالیشان	فرمان	نقل فرمان	تصیحہ
۲ فرد	۵ فرد	۱ فرد	۱ عدد	۲ عدد	۲ فرد

نقل فرمان	چکنامہ	نقل چکنامہ	نقل چکنامہ بنام بی بی پون وغیرہ ما سے بیگہ
۲ فرد	۱ فرد	۲ فرد	۳ فرد

Marfat.com

چکنامہ بنام بی بی ماہ جیو زوجہ شیخ بایزید ــــــــــــ بیگہ پختہ
۱

نقل چکنامہ بنام ماہ جیو
۲ فرد

یکقطعہ
قسمت نامہ شیخ نظام مفتی ولد شیخ محمد مفتی
۵ فرد

یکقطعہ
تصحیحہ بنام بی بی شریفہ
بست ــــــــــ بیگہ

مقسومہ	تصحیحہ بنام شیخ محمد مفتی
۲ فرد	ــــــــــ ۲ بسوہ ۱ فرد

تصحیحہ بنام شیخ نظام شامل حال شیخ ہدایت اللہ
ــــــــــ ہشت بیگہ ہشت بسوہ - ۲ فرد

یکقطعہ
اصل چکنامہ بنام شیخ حبیب اللہ مفتی
ــــــــــ بیگہ پختہ - پروانہ و تصحیحہ تا حد
تاتارپور و راہ موضع میٹھا نقل
۷ فرد

پروانہ	تصحیحہ	چکنامہ
۲ فرد	۲ فرد	۱ فرد

یکقطعہ
دوئم چکنامہ شیخ حبیب اللہ مفتی
بر حوض گوہر متصل دائرہ جلالا
۳ فرد

پروانہ	تصحیحہ	چکنامہ
۱ فرد	۱ فرد	۱ فرد

نقل چکنامہ ۱ فرد	شامل حال تصحیحہ بنام شیخ ہدایت اللہ

خریدگی شیخ حبیب اللہ و شیخ قطب عالم حصہ
چاہاں و کشت ہا چند فرد

Marfat.com

قطعات

بنام شیخ ہدایت اللہ ولد شیخ حبیب اللہ مفتی ولد شیخ امان اللہ مفتی
ابن شیخ نظام مفتی ابن شیخ محمد عرف شیخ منکن مفتی
صد بیگہ پختہ ۱۲ فرد

پروانہ ۲ فرد — تصحیحہ ۴ فرد — چکنامہ ہا صہ پختہ ۳ فرد — نقل چکنامہ ۳ فرد

لادعویٰ سواسچاں ۱ فرد — لادعویٰ چودھری گوجرمل — خریدگی شیخ عبدالواحد و شیخ عصمت اللہ و شیخ حجبت اللہ وغیرہ و شیخ محمد ماہ و محمد پناہ

چاہ گمٹی والہ ۱۰ فرد — ناگی صہ بیگہ... خام ۳ فرد — جاپو والہ صہ بیگہ خام ۶ فرد

کشت ہا دودھالہ والہ صہ بیگہ ۷ فرد — جہرہ صہ خام ۳ فرد

قطعہ نظام والہ سے بیگہ پختہ ۲ فرد — جاپو والہ خریدگی شیخ حبیب اللہ مفتی و شیخ قطب عالم صہ بیگہ خام

قطعہ محمود والہ بر حوض ۱ قطعہ فرد — قطعات نانا شیخ محمد عثمان ولد شیخ عبدالرحمن بن شیخ محمد جعفر مفتی بموجب مقسومہ ۳۱ فرد

خریدگی شیخ عصمت اللہ و شیخ حجبت اللہ وغیرہ سہ خام ۳ فرد — مقسومہ ۱ فرد — قطعہ سہرا والہ ۳ فرد

خریدہ ماہ جیو زوجہ شیخ بایزید عـہ بیگہ خام
۲ فر

قطعہ کانکر باعـہ خام
۱ فرد

خریدگی بے بے ماہ جیو زوجہ شیخ بایزید
عـہ بیگہ خام
۲ فرد

یک قطعہ عـہ خام
۲ فرد

اصل یک لادعوی
۱ فرد

خریدگی شیخ ادہاری ولد شیخ بایزید
عـہ خام
۲ قطعہ

چہارم حصہ در کشت عالم خان
۱ فرد

چک بنام بے بے ماہ جیو منجملہ فرمان
بے بے پون للعـہ پختہ
۱۰ فرد

کشت ڈھیری والہ منجملہ فرمان بے بے
ماہ رخ در مقسوم
معـہ پختہ
۱۰ البوہ

فرمان اصل
۱ فرد

نقل فرمان
۲ فرد

قطعہ موضع سانکہ
۱ فرد

قطعہ دہ موضع مدینہ عـہ پختہ
۲ فرد

یکقطعہ لعـہ خام
۱ فرد

یک قطعہ لعـہ
۱ فرد

فرمان عالیشان بنام بی بی ماہ رخ اصل نقل
۳ فر

خام چکنامہ
۱ فرد

نقل چکنامہ
۲ فرد

تصحیحہ پروانہ
۸ فرد

حکم نامہ و نقل حکمنامہ
۳ فرد

تصحیحہ منجملہ فرمان
۲ فرد

بخشش نامہ متروکہ شیخ بایزید
۱ فرد

چاہ قصبہ جھجر عـہ بیگہ خام
۸ فرد

Marfat.com

یک قطعہ ہبہ نامہ از طرف بے بے کریمہ بنام والدۂ اینجانب بے بے حکیم است

افرد

از متروکہ شیخ قطب عالم و متروکہ شیخ محمد حاکم و متروکہ بے بے ماہ جیو زوجہ شیخ بایزید و متروکہ شیخ ادہاری ولد شیخ بایزید از طرف بے بے اصالت بنت شیخ محمد حاکم ولد شیخ حبیب اللہ مفتی بن شیخ امان اللہ مفتی بن شیخ نظام مفتی بن شیخ محمد عرف منکن مفتی بن شیخ عبدالمجید مفتی بنام دادی صاحبہ بے بے ظریفہ و بنام دادا صاحب شیخ عبدالواحد بخشش نام و حبا (ہبہ) نامہ کردہ بود۔ نزد ابنائے شیخ جمعت اللہ پسران شیخ قطب عالم و عظیم اللہ و ذکیر اللہ و محمد علی وغیرہ موجود است و دیگر حبا نامہ متروکہ شیخ محمد ماہ و شیخ محمد عثمان ولد شیخ عبدالرحمن ولد شیخ محمد جعفر مفتی ۔ ہم فردبنام بے بے ظریفہ و محمد عثمان حبا نامہ نزد فدویان موجود است و متروکہ شیخ محمد عثمان ولد شیخ عبدالرحمن بن شیخ محمد جعفر مفتی در ھبہ بے بے کریمہ زوجہ محمد عثمان رسیدہ بود۔ در ہینہ حیات خود بے بے مذکور بنام دختر بے بے حکیمہ زوجہ شیخ جمعت اللہ بنت شیخ محمد عثمان و بے بے کریمہ بخشش نامہ و حبا نامہ کردہ بود و نزد قطب عالم و عظیم اللہ و ذکیر اللہ و محمد علی پسران بے بے حکیمہ زوجہ شیخ جمعت اللہ مذکور در کاغذات املاک در خانہ ما موجود است۔

ایں نوشتہ برائے غور برخورداران شیخ کرامت اللہ و شیخ عبداللہ وغیرہ فہمید نست کو اغذات جدی خود و کو اغذات نانا صاحب شیخ محمد عثمان شامل حال یکجا است در خلیتہ علاحدہ است۔ خبر شرت السلام

ایں نوشت ۱۲۳۵ | عظیم اللہ صدیقی ۱۲۳۵ھ | مطابق اصل مہر نمودہ شد

مہر

۴۱

رہن نامہ ۲۹ جمادی الاول ۱۲۲۶ھ

تعارف، مقام تحریر رہتک۔ میرے پاس ہے۔ شیخ ظفر علی (۱۰۵ اب) نے نو روپے کے عوض کچھ زمین رہن رکھوائی۔ گواہوں میں حاجی شجاع الدین (۲، ب) ہیں۔

متن

غرض ازیں نوشتہ آنکہ منکہ شیخ ظفر علے ولد شیخ فضل علی ساکن قلعہ قصبہ رہتک در قطعہ پٹہ ملک داما... حصہ بعوض مبلغ لعہ روپیہ... کہ نصفی مبلغ چار نیم روپیہ باشد بدست مسماۃ زیب النساء منکوحہ شیخ اصغر علی... مسماۃ مذکورہ بعوض مبلغان مرقوم حصّہ دوازہم مذکور معہ ملک و... بطریق گرو داشت و در تصرف خود آورد۔ اقرار آنکہ... دراں قطعہ پیدا شود۔ دوازہم حصّہ از مسماۃ مذکورہ... و مابقہ حصّہ... خلاص نمایم و حصّہ خود قابض خواہم بنا براں ایں چند کلمہ بطریق... کہ سند باشد۔

تحریر فی التاریخ ۲۹ شہر جمادی الاول ۱۲۲۶ مطابق سنہ ۶ اکبر شاہ بادشاہ غازی

اگر تمسک دیگر بر آید باطل است۔

مواہیر: (۱) "العبد ظفر علی ولد شیخ فضل علی ۱۲۲ھ"

(۲) "قاضی محمد ضیاء الدین ۱۲۲۶"

گواہ شد: (۱) "حاجی شجاع الدین"

(۲) "عظیم الدین"

(۳) "شیخ امیر الدین"

(۴) "...غلام علی"

۴۲

بخشش نامہ ۹ ذی القعدہ ۱۲۴۰ھ ۲۵ جون ۱۸۲۵ء

تعارف: مقام تحریر رہتک۔ محمد احسن (۱۹۳ ل) کے پاس ہے۔ شاہ بدر الدینؒ (باب ۳) کی دختر مسماۃ بی بی رحمت النساء کو مہر میں کثیر زرعی اراضی ملی۔ اس کا کچھ حصّہ انہوں نے اپنے بھائی شاہ غلام جیلانیؒ (باب ۳) اور اپنے جیٹھ امیر الدین کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ قطعہ سونار والا واقع رہتک اور املاک گوہانہ، نظام الدین حسین الدین (۱۰۸ ب) و معز الدین (۱۱۴ ب) ابناء شمس الدین کے نام ہبہ کر دیا املاک سونی پت اپنی بہن فضل النساء اور اپنے بھتیجے شاہ غیاث الدین اور ان کے فرزند شاہ عیاذ الدین (۵۹ ب) کے سپرد کر دیں کہ فاتحہ دلاتے رہیں۔ باقی املاک کو تین حصّوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے ایک حصّہ اپنی ہمشیرہ فضل النساء کے نام ہبہ کر دیا۔ دوسرا حصّہ اپنے والد و مرشد شاہ بدر الدینؒ کی نیاز دلاتے رہنے کے لئے ان کے ورثاء کے سپرد کیا اور تیسرا حصّہ اپنے لئے رہنے دیا کہ وفات کے بعد شرعی وارثوں میں تقسیم ہو جائے۔ یہ خاتون بے اولاد تھیں۔

متن

اقرار میکند و اعتراف صحیح شرعی آورد مسماۃ بی بی رحمت النساء بنت مولوی شاہ بدر الدین قدس سرّہٗ منکوحہ غلام محی الدین ولد مولوی بدیع الدین ساکن قلعہ رہتک آنچہ اراضی سکنہ و زرعی ترکہ املاک مولوی مسطور چہ خرید چہ ارث وغیرہ واقعہ قصبہ رہتک و گوہانہ و سونی پت و دیہات وغیرہ معلومۃ الحدود والجنس است منجملہ آں چہارم حصّہ در مہریت بہ من مقرہ رسیدہ چونکہ خسرم یعنی مولوی بدیع الدین مرحوم در حین حیات خود بعوض ذمہ داری مہر ... چہارم حصّہ املاک مسطور قابض و متصرف گردانیدہ بود بعد از اں مسماۃ بیبے نادراں خوشدامنم بدستور نیز متصرف دانست تا الیوم تحریر ایں سطور قابض و متصرف ام دراں جملہ بعضے حصّہ قطعات و چاہانے بدست برادر صاحب شاہ غلام جیلانی مغفور فروختہ بودم و گوہے ہر سہ برادران وغیرہ شوہرم بر بیع نامہ ہا ثبت است و نیز یک حصّہ چاہ بدیہات بدست شیخ امیر الدین بیع کردہ ام۔ حالا بہوش وحواس و ثبوت عقل خود آں ترکہ مقبوضہ خود را سوائے حصّہ قطعہ سونار والہ واقع رہتک و ملک گوہانہ کہ برخورداران نظام الدین و حسین الدین و معز الدین نخفلی بطور بیع ہبہ نمودم و حصّہ املاک سونی پت برائے فاتحہ بر برخوردار غیاث الدین و عیاذ الدین و ہمشیرہ

فضل النساء سپردم و کاغذ علیحدہ نوشتہ دادم۔ و باقی املاک را سہ حصہ نمودم۔ یک حصہ بہ ہمشیرہ فضل النساء که اخت عینی مراست ہبہ کردم و بخشیدم و یک حصہ نیاز پیر و مرشد خود که شاہ بدرالدین قدس سرہ اند بہ وارثان او شان شرعی خود گذاشتم یعنی بعد ممات من مقرہ ببر کسے که بموجب شرع بر مسند بگیرد چونکہ دالہمہ با شاملات است بنابراں کبلغ سہ صد و پنجاہ روپیہ نصف آں یک صد و ہفتاد و پنج میشود ہر دو حصہ متروکہ ... بہ ہمشیرہ مسطور و وارثان پیر و مرشد موصوف بیع کردم و فروختم و مشتریاں از کوران بطور ... بقبض و تصرف خود آ ...

بتاریخ نہم ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۰ ہجری

مواہیر: (۱) "محمد یوسف ۱۲۲۸"

(۲) "المتوفی من اللہ و المتولی شیخ عظیم اللہ ابن فرحت اللہ"

(۳) "محمد ضیا الدین ولد محمد سراج الدین"

(۴) "سید ولایت علی محتسب خادم شرع نبی ۱۲۴۰"

(۵) "قاضی سید امید علی ۱۲۳۱"

(۶) "گواہ شد امیر علی ۱۲۲۸"

دستخط: (۱) "عظیم الدین چشتی ولد محمد شاہ"

(۲) " "شیخ کرم علی ولد شیخ عظیم اللہ متولی بخطہ"

(۳) " "امان اللہ"

(۴) " "امام علی ولد رحیم علی"

(۵) " "شیخ نجم الحق"

(۶) " "وجیہ الدین"

(۷) " "شیخ شمس الدین"

(۸) " "حکیم اللہ"

علامت دستخط: بے بے رحمت النساء بنت بدرالدین منکوحہ غلام محی الدین ولد مولوی بدیع الدین۔

Marfat.com

۴۳

بخشش نامہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ ۲۱ اکتوبر ۱۸۲۸ء

تعارف: یہ اہم بخشش نامہ محمد احسن (۱۹۴۳ء) کے پاس ہے۔ مقام تحریر رہتک ہے۔ مولوی صدرالدین کے انتقال پر ان کا ترکہ مطابق شرع ان کے فرزندان جمال الدین اور عظیم الدین (۱۰۸ اب) اور دختران زیب النساء و نجیب النساء میں تقسیم ہوا۔ جمال الدین کے انتقال پر ان کی زوجہ حیات النساء بنت مولوی بدیع الدین (۱۰۵ ب) کو مہر میں جمال الدین کی تمام جائداد مل گئی جس کی قیمت ایک ہزار روپیہ تھی۔ یہ جائداد انہوں نے اپنی دختر امام النساء زوجہ ظفر علی (۱۰۸ اب) کو بخش دی۔ مسمات حیات النساء کو اپنے والد کے ترکہ میں سے بھی شرعی حصہ ملا تھا جو انہوں نے اپنے برادرزادوں کو بخش دیا۔

متن

اقرار کردہ و اعتراف صحیح شرعی نمودہ مسمات حیات النساء بنت مولوی بدیع الدین منکوحہ شیخ جمال الدین ابن شیخ صدرالدین ابن شیخ فخرالدین مرحوم ساکن قلعہ قصبہ رہتک مضاف دارالخلافہ شاہجہان آباد بریں موجب کہ آنچہ ترکہ شیخ صدرالدین چہ زمین زرعی قطعات و چاہات و چہ اراضی ... واقعہ قصبہ مذکور و ہم قصبہ گوہانہ مع چوب کڑی و خشت وغیرہ مقرر است منجملہ آں ترکہ شش حصہ مقرر اند۔ دو حصہ شیخ جمال الدین و دو حصہ شیخ عظیم الدین ابن شیخ صدرالدین مذکور و دو حصہ زیب النسا و نجیب النساء بنتان شیخ صدرالدین سابق الذکر موافق فرائض اللہ تعالیٰ میرسند۔ دریں ولا دو حصہ مسمی شیخ جمال الدین مرحوم شوہرم کہ بمنزلہ مہر و عیوض کابین بہ ایں مقررہ رسیدہ ہست برضا و رغبت خود و بلا اکراہ و اجبار بعوض مبلغ یک ہزار روپیہ کہ نصف منہ پانصد روپیہ میشوند ہر دو حصہ خود بدست مسمات امام النساء دختر بطنی خود بنت جمال الدین شوہرم مذکور بیع کردیم و فروختم و قیمت آں بہ برخورداری مذکورہ ہبہ نمودم و بخشش کردم و دبیع ساختم۔

"اقرار آنکہ بعد از تحریر ایں ہبہ نامہ ... و آنچہ کہ ترکہ مولوی بدیع الدین پدر منتفع بود بعد وفات مولوی مذکور بے نادرہ بانو زوجہ مولوی مسطور والدہ من عاجزہ را تمام و کمال بابت کابین (۱) رسید بود و بعد فوت والدہ ام ہفت حصہ مقرر شدند۔ دو حصہ شیخ امیرالدین و یک حصہ من عاجزہ۔ پس

در موزا ایک حصّہ خود را بعوض مبلغ یکصد روپیہ جہدا لوزن (۲) کہ نصفی آں پنجاہ روپیہ میشود بدست برادرزادہ ہائے خود مسمی شیخ غلام حیدر و منیر الدین و نجیب الدین ہم بیع ساختم و فروختم و قیمت آں بر سہ برادر زادگان مذکورین خود ہبہ نمودم و بخشیدم . . .

تحریر بتاریخ یازدہم شہر ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ ہجری"

العبد : علامت دستخط حیات النساء

گواہ شد: (۱) "شیخ نصیر الدین ولد ابوالبرکات صدیقی عرف پردہان"

(۲) "شیخ غلام حیدر بن شیخ حمید الدین بن مولوی بدیع الدین"

(۳) "غلام علی چشتی ساکن رہتک باقرار مقرہ"

(۴) "امیر علی صدیقی ۱۲۱۴"

(۵) "امام الدین مقدم قصبہ رہتک"

(۶) کریم الدین ابن مولوی بدر الدین بخطہ"

(۷) "... علی"

(۸) "...."

(۹) "امام الدین عفی عنہ" ساتھ ہی مہر: "امام الدین ۱۲۲۶"

(۱۰) مہر: "وجیہ الدین ولد حیات علی چشتی ۱۲۴۴"

(۱۱) مہر: "شجاع الدین ۱۲۳۶ ابن مولوی بدر الدین باقرار مقرہ"

Marfat.com

۴۴

مختار نامہ ۲۷ شوال ۱۲۴۴ھ

تعارف: شیخ عظیم الدین نرخ نویس کی نسل منقطع ہو چکی ہے قصبہ مہم کے مہاجن تپرچند و کالکا دغیرہ نے انہیں محصول چنگی دینا بند کر دیا۔ انہوں نے شیخ عظیم اللہ (باب ۵) کو مختار بنایا کہ کلکٹر ضلع رہتک کے ہاں چارہ جوئی کریں۔ یہ تپرچند مہاجن وہی شخص ہے جس کے فرزند بابرنے مخبری کر کے مہم کے اٹھارہ مسلمانوں کو، ۱۸۵۷ء میں شہید کرایا جن میں شاہ محمد اسمٰعیل (باب ۵) مولوی سیف الدین (۱۵۰ ب)، شیخ امیراللہ (۲۵ ب) اور عماد الدین (۲۴ ب) بھی تھے۔ اس مختار نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نرخ نویس حق الخدمت کے طور پر بازار سے بصف آثار فی بیل گاڑی ، پاؤ آثار فی اونٹ، ایک چھٹانک فی گدھا اور ایک آنہ فی دوکان وصول کرتا تھا۔ اس مختار نامہ پر قاضی غلام حسن (باب ۲) کی مہر اور مولانا محمد ابراہیم خطیب (۱۳ ب) کے دستخط ہیں۔

متن

منکہ مسمی شیخ عظیم الدین ولد شرف الدین نرخ نویس قصبہ مہم چوں از قدیم الایام بنام بزرگانم از بازار قصبہ مذکورہ الصدر بصیغہ خدمت نرخ نویسی بطور چونگی نیم آثار غلہ فی اعرابہ و پاو آثار فی شتر و یک آنہ فی دوکان و چھٹانک فی ہر کب منجملہ آمدنے بازار مقرر و معین است۔ وہمیشہ یافتہ ماندہ لیکن درینولا از عرصہ چند روز مسمیان تپرچند و... کالکا وغیرہ مہاجنان قصبہ مہم بسبب تنازع و تکرار خودہا کہ فیما بین آنہا واقع است دادن چونگے من مظہر موقوف و مسدود نمودہ و جواب دادلہذا من مظہر از جانب خود مسمی عظیم اللہ ساکن مہم را وکالتاً و مختار من مظہر نمودہ لہذا اقرار می نمایم و لوشتہ میدہم کہ شیخ مذکور آنچہ کہ دریں بارہ بحضور صاحب کلکٹر بہادر ضلع رہتک درستی بعمل آرد من مظہر را ساختہ و پرداختہ اش قبول و منظور است۔ بنابراں ایں چند کلمہ بطریق مختار نامہ نوشتہ باشد کہ سند باشد۔

مرقوم دوئم ماہ مئی ۱۸۲۹ء

مہر: (۱) غلام حسن بصدق قرار شد خادم شرع احمد مختار ۔

اور مہر کے باہر: باقرار شیخ عظیم الدین نرخ نویس و حسب مہر نمودہ شد

(۲) مہر شیخ عظیم الدین ...... " مہر کے باہر: العبد مشار الیہ

دستخط: (۱) گواہ شد محمد ابراہیم متولے بخطہ " (۲) گواہ شد شیخ محمد امان بخطہ "

۴۵

تحریر مولوی نور محمد جوڑا ۲ ذیحجہ ۱۲۴۵ھ ۵ مئی ۱۸۳۰ء

تعارف: شاہ محمد رمضان (باب ۵) کی شہادت کے بعد مولوی نور محمد صاحب ساکن بیگھڑ نے ان کے چھوٹے بھائی شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ پر کفر کا فتوے لگایا۔ ایک عدالتی فیصلہ کے بعد مولوی نور محمد صاحب نے یہ تحریر لکھ کر دی کہ میں نے آئندہ نا شائستہ الفاظ استعمال کئے اور تکفیر کی تو تین ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرونگا

متن

۱۲۳۴ بنور محمد نورنا

آنچہ دریں است قبول دارم ۱۲

منکہ فقیر نور محمد قوم جویا مشہور بجورا ساکن موضع بیگھرام اقرار نمودم بریں وجہ کہ اگر بعد از انفصال مقدمہ کہ فیما بین منمقر و مولوی صاحب مولوی محمد اسمٰعیل و توابعش بود و علمائے کرام بموا ہیر خود با صورت حال متضمنہ بر حکمنامہ نوشتہ دادہ اند و فیما بین ما ہر دو صلح و صفائی کردند۔ انحراف ورزم و سخنے ناشائستہ از تکفیر و عدم جواز اقتدا نماز پس پشت مولوی موصوف و حرمت ذبیحہ او و غیرہ الفاظ موجبات التعزیر بزبان رانم و مولوی موصوف مطابق شرح .... نزد علمائے کرام در حضور .... بر منمقر با .... رساند مستحق تعزیر باشم و سہ ہزار روپیہ جرمانہ در سرکار صاحبان انگریز ادا کردہ دہم .... درمیان نیارم بنا بر آں ایں چند سطور بطریق تمسک نوشتہ دادم کہ عندالحاجت دستاویز بودہ باشد۔

تحریر بتاریخ ششم ذی الحجہ ۱۲۴۵ھ ہجری مقدسہ

دستخط: (۱) "شہد بما فیہ نور جہانیاں"

(۲) "شہد بما فیہ فقیر غلام مرتضےٰ و خادم محمد اکرم"

Marfat.com

۴۶

سرکاری اشتہار ۸ شعبان ۱۲۵۳ھ ۷ نومبر ۱۸۳۷ء

تعارف: میرے پاس ہے۔

متن

حکم اشتہار آنکہ

چوں اقساط ۱۲۴۵ سنہ فصلی کے شروع ہیں۔ اس واسطہ اشتہار عام دیا جاتا ہے کہ اگر زمینداران کسی گانوں کے ارسال گذاری کے بموجب قسط۔۔۔ قسط کے داخل نہیں کریں گے تو عطائے۔۔۔۔ سے محروم ہوں گے۔

لکھا ۷ نومبر ۱۸۴۷ سنہ

مواہیر: (۱) "مہر کچہری تحصیلداری پرگنہ سونے پت بانگر متعلقہ حصہ شمالی ضلع دار الخلافہ شاہجہان آباد ۱۲۴۹، ۱۸۳۴"

(۲) "منبی دہر ۱۲۵۱"

۴۷

حساب مددتیاری حویلی ۱۰ ربیع الاول ۱۲۵۵ ۴ مئی ۱۸۴۱ء

تعارف: عبدالعزیز بن محمد اکبر بن ثناء اللہ سلسلہ مفتیاں سے تھے۔ ان کی نسل منقطع ہو چکی ہے۔ سوا صدی پہلے انھوں نے ایک سو چھبیس روپے سوا تین آنے میں ایک حویلی تعمیر کرائی۔ معماروں اور بڑھئی کو چار آنے (موجودہ ۲۵ پیسے) یومیہ دیتے۔ یہ کاغذ میرے پاس ہے۔

متن

حساب مددتیاری حویلی منشی عبدالعزیز دامہم

من ابتداء ہشتم مارچ سنہ ۱۸۴۱ عیسوی لغایت دوم ماہ مئی سنہ ۴۱

ما ۱۲۶
۳

معماران	ماللعہ ۱۹۴ نفر	مزدوران	ما ۲۱۳ نفر
فی نفر ۴	معہ ۴۸ ۔ ۔	فی مختلف	۲۹ ۔ ۔

من ابتدائے اول لغایت نوزدہم اپریل سنہ ۴۱ — من ابتدائے اول لغایہ نوزدہم اپریل سنہ ۴۱

دفعہ	دفعہ	دفعہ	دفعہ
۳۴ ۔ ۶	۔ ۲	۲۲ ۔ ۱۵	۶ ۔

نجاران	لہ ۔ نفر	پکھال	ما ۱۸۹ عدد ۔ ۱۴
فی ۴	۱۲ ۔ ۱۲		

لغایہ نوزدہم اپریل

من ابتدائے اول	دفعہ	دفعہ	دفعہ
۔ ۱۴	۔ ۱۴	۳	۲ ۔ ۱۴

Marfat.com

متفرقات و سرخی وغیره
چوب کرمی و درخت کنار
۱۲ ؍ ۹ ر

برگه کرمی چوب سال
۲ ؍ ر
صم

گل و خشت
۵ ؍ ر

نقیر اکلال
لل ؍ ر

و دیگر خشت
لل ؍ ۹ ر

. . . .

عم

۴۸

دخل نامہ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ ۹ اپریل ۱۸۴۴ء

تعارف: آغانے دیدہ بریدہ یہ کاغذ محمد احسن (۱۹۴ ا) کے پاس ہے۔ خاندان کے پاس جو مسلم بادشاہوں کی عطا کردہ جاگیریں تھیں وہ تمام ۱۸۳۸ء میں ضبط کرلی گئیں۔ ان میں سے یہ واحد جاگیر تھی جو اولاد شاہ بدرالدین (باب ۳) کے نام بحال ہوئی۔ اس جاگیر دار کے مقتدر اراکین میں مولوی بہاء الدین (۲۹ ب)، مولوی امین الدین (۵۹ ب)، مولانا حافظ الدین (۶۷ ب)، شاہ عیاذ الدین (۵۹ ب) اور شاہ غلام سرور الدین (۲ ب) بھی تھے۔

متن

"... و بہاء الدین ولد شاہ غلام احمد الدین و اللہ بخش ولد فیض بخش و رسول بخش و نادر بخش و ... مل پسر تسندر بخش و امین الدین و عماد الدین پسران مولوی کریم الدین و حافظ الدین و عالم الدین پسران مولوی امام الدین۔ مانانکہ شیخ عیاذ الدین ولد غیاث الدین و غلام سرور الدین ولد حاجی شجاع الدین و رفیع الدین ... چوں یک قطعہ تعدادی مہ ... واقع سواد قصبہ رہتک منجملہ فرمان اکبری کہ موجب حکم محکمہ ... بکمشنر مقام آگرہ برائے دوام معاف ... معرفت تحصیلدار رہتک و بیری کے قبض و دخل اپنا لیا۔ اس واسطہ ایں چند کلمات بطریق دخل نامہ لکھ دیا کہ سند رہے۔

تحریر تاریخ نہم اپریل ۱۸۴۴ء

مواہیر: (۱) "غلام سرور الدین" العبد

(۲) "شیخ اللہ بخش" العبد

دستخط (۱) "العبد عیاذ الدین ولد غیاث الدین قلعہ رہتک"

(۲) "العبد رسول بخش" (۳) "العبد بہاء الدین"

(۴) "العبد حافظ الدین" (۵) "العبد رفیع الدین"

(۶) "العبد ..." (۷) "العبد ..."

(۸) "نقل جیسی اصل منا لال سررشتہ"

(۹) انگریزی میں ڈپٹی کلکٹر کے دستخط"

Marfat.com

۴۹

کابین نامہ ۱۲ رجمادی الاول ۱۲۶۰ ھ ۱۸ رجون ۱۸۴۴ء

تعارف: خلیل الرحمٰن (۸ ب ۱) بن قاضی غلام حسن کے نکاح کا یہ کاغذ میرے پاس ہے۔ تحریر قاضی عبدالرحمٰن (ا ب ۲) کی معلوم ہوتی ہے۔ زرِ مہر ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ اور دو اشرفی تھا۔ اس کابین نامہ میں دلہن کے والد مولوی امام الدین (۷ ب) کو مرحوم لکھا ہے حالانکہ قانون سلوک اور نسب نامہ الیاس میں ان کی تاریخ وفات ۲ر شعبان ۱۲۶۱ ھ لکھی ہے۔ اس کابین نامہ میں ۶، ۷ اور ۸ نمبروں پر جن بزرگوں کے دستخط ہیں وہ تینوں بعد میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصّہ لینے کی پاداش میں شہید کر دیئے گئے نمبر ۵ پر جو دستخط ہیں وہ صاحب سلسلۃ الانساب یعنی موجودہ طرز نسب نامہ کے موجد اور شاداللہ شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے والد ہیں۔

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل النکاح ...... الانام وفاصلاس الحلال والحرام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین لعن حملا رب العظیم ولعنت رسول کریم۔

ذکر لیست در بیان آنکہ بتاریخ بست ویکم ماہ جمادی الاول ۱۲۶۰ سنہ ہجری بزنے خواست ورد عقد نکاح خود آرد مسمی خلیل الرحمٰن ولد قاضی غلام حسن ساکن قصبہ مہم مرتغش نفسیہ مسماۃ بے بے سکینہ بنت مولوی امام الدین صاحب مرحوم ہمی الرہکی بولایت مسمی حافظ الدین ولد مولوی امام الدین صاحب ممدوح برادر یعنی مسماۃ مذکورہ بعوض یک لکھ وہشتاد ہزار روپیہ و دو دینار سرخ مہر وادائے آں بذمہ خود قبول ومنظور نمود وعقد نکاح ہذا منعقد گشت۔ علی الطریق الاعلان لا علی سبیل التخفیہ والکتمان۔

ایں چند کلمہ بطریق شرط بہ نوشتہ دادہ کہ سند باشد

تحریر بتاریخ مندجہ متن

دستخط: (۱) "العبد خلیل الرحمان بخطہ" اور مہر: "خلیل الرحمان ۱۲۶۰"

(۲) "گواہ شد عبدالرحمان ولد قاضی غلام حسن بخطہ" اور مہر "عبدالرحمان ۱۲۶۰"

Marfat.com

(۳) "گواہ شد غلام حسین ولد قاضی محمدی"

(۴) "گواہ شد نظام علی"

(۵) "گواہ شد نظام الحق"

(۶) "گواہ شد محمد اسماعیل ولد شاہ عبدالعظیم مہی بخطہ"

(۷) "گواہ شد محمد ایراللہ ولد شیخ صبغۃ اللہ بخطہ"

(۸) گواہ شد عبدالحق ولد شیخ عبداللہ

منجانب ناقل: یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ میں کنز الآثار کی نظائر کو اتنی اہمیت کیوں دیتا ہوں۔ میں نے مندرجہ کابین نامہ سے جو نتائج اخذ کئے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سو اصدی پہلے ہمارے خاندان کی علمی و تحریری زبان فارسی تھی۔ تحریر کنندہ عربی اسلوب نگارش کا شوقین ہے۔

۲۔ متن کی تحریر قاضی عبدالرحمان کے خط میں ہے۔

۳۔ خلیل الرحمن کی شادی بی بی سکینہ بنت مولوی امام الدین (باب ۲) سے ہوئی۔

۴۔ سو اصدی پہلے ہمارے خاندان میں ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ اور دو اشرفی بھی زر مہر ہوتا تھا۔

۵۔ لڑکی کی شادی کے لئے اس کے ولی کی رضامندی لازم تھی۔

۶۔ خلیل الرحمان اور قاضی عبدالرحمان بھائی بھائی تھے اور ان کے والد کا نام قاضی غلام حسن تھا۔ محمد حسن نہیں جیسا کہ بعض شجرہ نویسوں نے لکھا ہے۔

۷۔ مولوی امام الدین کی تاریخ وفات قانونِ سلوک اور نسب نامہ الیاس وغیرہ میں ۱۲ شعبان ۱۲۶۱ھ لکھی ہے۔ حالانکہ یہ کابین نامہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ کو لکھا گیا اور اس میں ان بزرگ کو مرحوم لکھا گیا ہے۔

۸۔ بزرگوں کے ہوتے ہوئے کابین نامہ پر دلہن یا دلہن کے جواں سال ولی کے دستخطوں کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی۔

۹۔ ان نتائج کے علاوہ اس کابین نامہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس پر ہمارے خاندان کے اولین نسب نگار (شجرہ نویس نہیں) احتشام الحق صاحبِ سلسلۃ الانساب کے دستخط ہیں۔ مگر اس بے بہا کاغذ کی بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس پر آخری جن تین حضرات کے دستخط ہیں یعنی نمبر (۶)، (۷) اور (۸) پر انہیں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے شہید کر دیا۔ ایک ہی کاغذ پر تین شہدائے جنگ آزادی کے دستخط ہونا بڑی بات ہے۔

Marfat.com

۵۰

بیعنامہ ۲۲ جمادی اولال ۱۲۶۱ھ ۲۹ مئی ۱۸۴۵ء

تعارف: یہ اہم بیعنامہ میرے کنزالآثار کی زینت ہے۔ کمپنی کے عہد حکومت کے دو روپیہ والے سرکاری کاغذ پر ہے۔ سر تحریر سرکاری مہر ہے اور لکھا ہے کہ نمبر ۶ صفحہ ۱۸ جلد اول سنہ ۱۸۴۴ عیسوی محمد عطاء اللہ خاں رجسٹرار رجسٹرار نہیں لکھا۔ بی بی فضل النساء حضرت شاہ بدرالدینؒ (باب ۱۲) کی دختر اور شاہ عیاذ الدین کی نانی تھیں۔ ان کے اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ان کی جائداد میں سے ایک مکان انکی وفات پر شاہ عیاذ الدین کو ملا۔ مکان جھم میں تھا اس لئے اسے شاہ عبدالغنی (باب ۱۵) کے ہاتھ ڈیڑھ سو روپے میں فروخت کر دیا۔ رہتک میں رجسٹری ہوئی۔ یہ وہی مکان ہے جس میں اب سے نصف صدی پہلے پیرزادہ ابراہیم حنیف رہتے تھے۔ اس رجسٹری کے آخر میں شاہ عیاذ الدین کا حلیہ بھی درج ہے۔ پچھے نجبر پر خاں بہادر محمد داؤد خان بن خاں بہادر محمد مسعود خاں بن منتقیم الدولہ خاں بہادر محمد احسان خاں نصرت جنگ (۷ اب) کی مہر ہے۔

متن

اقرار کردہ و اعتراف شرعی نمودہ مسمی شاہ عیاذ الدین ساکن قلعہ رہتک نبیسہ بیبے بیبے فضل النساء زوجہ شیخ محمد محفوظ ولد شیخ محمد احسان بن شیخ عبدالرحمن بن شیخ محمد جعفر مفتی قصبہ جھم سرکار حصار مضاف لصوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد برین معنی کہ چوں یک منزل زمین غربیہ معروف ببنگلہ شیخ محمد احسان مذکور راز ترکہ بیبے بیبے فضل النساء مذکورہ ہمیہ بمن منفرہ رسیدہ بود تا الیوم در قبض و تصرف مالکانہ خود میداشتم۔ واقعہ در آبادی قصبہ جھم در محلہ قضات۔

قطعہ اول	۲۲۳ درعہ	قطعہ دوم	۲۶ درعہ
طول	عرض	طول	عرض
۔ درعہ	۱۲ نیم درعہ	۹ درعہ	۲ درعہ

کہ جملگیں اراضی مذکور دو صد ہفتاد یکدرعہ چہاردہ گرہ میشود۔

محدودہ مشہورہ بدیں حدود الاربعہ

Marfat.com

شرقی: پیوستہ آں خانہ رام سرن برہمن ولد نانک گسائیں
غربی: متصل الشارع عام و ..... الباب وگذراب
شمالی: ملحق آں خانہ مخدوم بخش وخانہ جات کالا سفید باف
جنوبی: ... الشارع عام و نادون وے گذراب

فواصل الحدود وعلامات ظاہرات بجمیع الحقوق والمرافق درینولا ارض مذکور را بثمن مبلغ یکصد و پنجاہ روپیہ النصف منہ ہفتاد و پنج روپیہ میشوند بدست شاہ عبد الغنی ولد شاہ محمد اسمٰعیل ابن شاہ عبد العظیم ساکن قصبہ ہم بیع نمودم۔ بیعاً صحیحاً، شرعیاً جایزاً وخرید مشتری مذکور ان اراضی مذکور را از بائع مسطور بثمن مذکور صَفْقَةً وَاحِدَةً وقد اَقَرَّ المتعاقدان المذکوران بوقوع التقابض الشرعی بینھم فی البدلین المذکورین والمتعاقدان المذکوران از دعوی کذب درین اقرار وفساد ان از غبن فاحش معہ التغذیر من کل واحد منہم الآخر۔ اگر شخصے دیگر استحقاق شرعی آردیا وارثے پیدا گردد دہندہ از دعوی و عہدہ آنجواب گوید مبلغان ثمن آں تمام وکمال از مشتری مذکور گرفتہ در قبض و تصرف خود آوردیم دامے ودرمے باقی نماندہ ونیست۔ بنا براں اینچند کلمہ بطریق قبالہ بیع وقبض الوصول مبلغان نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد وعند الحاجت بکار آید فقط۔

تحریر فی التاریخ بست ودوم شہر جمادی الاول ۱۲۶۱ سنہ ہجریہ مقدسہ

مواہیر: (۱) "محمد ابراہیم خطیب متولی ۱۲۴۰" اور مہر کے نیچے "وقف علیہ"
(۲) گواہ شد "محمد عظیم الدین"
(۳) " "غلام سرور الدین ۱۲۱۹" اور نیچے قلمی "ولد حاجی شجاع الدین"
(۴) " "مخدوم بخش ۱۲۵۹" ولد احمد حسن بخطہ
(۵) " "شہاب خاں ولد داراب خاں ۱۲۴۲" لمبردار قصبہ ہم
(۶) " "محمد داؤد خاں بہادر"
(۷) " "شیخ احتشام الحق ۱۲۳۱"
(۸) " "گردیال ولد ..... " تانگوٹے پرگنہ ہم بھوانی
(۹) " "شیخ عبد الحکیم ۱۲۵۳" ولد عبد الکریم
(۱۰) " "مہر جو پڑھی نہیں جاتی" گور سہاں ولد شادی سہان
(۱۱) " "مہر جو پڑھی نہیں جاتی"

Marfat.com

دستخط (۱) "العبد عیاذ الدین ولد شاہ غیاث الدین بلبیہ مسماۃ فضل النساء مسطور المتن"

(۲) گواہ شد "شیخ امیراللہ ولد شیخ مہراللہ باذنہ"

(۳) " "امام بخش خاں ولد نادر بخش خاں لمبردار قصبہ مہم بادنہ"

(۴) " "عبدو خاں لمبردار قصبہ مہم ولد حسن خاں"

(۵) " "نظام علی ولد محمد بخش"

(۶) " عماد الدین ولد مولوی کریم الدین مرحوم سکنہ قلعہ رہتک"

(۷) " "فضل علی ولد نظر علی بخطہ"

(۸) " "خدا بخش خاں لمبردار قصبہ مہم ولد سعدی خاں"

(۹) " "... داس ولد... داس مہاجن ساکن قصبہ رہتک باقرار مقر"

(۱۰) " "کچھ دستخط اردو میں دو دستخط ہندی میں۔

پشت پر

شاہ

عیاذ الدین

بن شاہ

غیاث الدین

کا حلیہ

لکھا ہوا

ہے وہ

صفحہ ۵۹۲

پر ملاحظہ

ہو

Marfat.com

شاہ جیاد الدین ولد شاہ غیاث الدین قوم شیخ ساکن قصبہ رہتک عمر شصت سال، پیشہ نوکری گندم رنگ، فراخ پیشانی، کشادہ ابرو، میش چشم، بلند بینی، ریش بروت ابلق، دراز قامت، فربہ اندام، ہستہ بر رخسارہ بایع اصالتاً حاضر شدہ اقرار از تحریر قبالہ نہاد ثبت العبد و دستخط خود کردہ تصدیق وثیقہ نمود و منگل سین ولد ٹھنڈی رام قوم کایتھ و زنجن داس ولد ستیل داس قوم مہاجن ساکنان قصبہ مسطور گواہان مندرجہ بر شناخت بایع بموجب قانون پنجم سنہ ۱۸۴۳ء ادائے شہادت ساختہ۔

المرقوم بست و پنجم ماہ فروری سنہ ۱۸۴۸ء مطابق نوزدہم ربیع الاول سنہ ۱۲۶۴ ہجری روز جمعہ فقط
محمد عطاء اللہ خاں رجسٹر

العبد

محمد احسن اللہ رجسٹر نویس

Marfat.com

۵۱

اقرار نامہ ۲ جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ

تعارف: اور بڑے خاندانوں کی طرح ہمارے خاندان کی بعض خوشحال خواتین کے پاس بھی کنیزیں تھیں، جن میں سے ہر ایک کے کوائف میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کنیزوں کا نکاح ایسے ہی غلاموں سے کرادیا جاتا تھا۔ نکاح کے بعد اکثر حالات میں یہ آزاد کردی جاتی تھیں۔ بعض حالات میں نکاح کراتے وقت آزاد کنیز اظہار تشکر کے لئے اور مستقبل کے اس خطرہ کی پیش بندی کے لئے کہ اس کا خاوند اسے کہیں بیچ نہ دے اس شرط کے لکھوانے پر مصر ہوتی کہ وہ مالکہ کی خدمت کرتی رہے گی۔ یہ اقرار نامہ ایک ایسی ہی مثال ہے۔ الحاج شیخ فضل علی کا سلسلہ اولاد جاری نہیں۔

متن

میں احمد خاں ولد عبدالرحمان خان حال ساکن نگانہ پرگنہ ضلع رہتک ہوں جو مُقر نے مسمات چنبیہ کنیز والدہ شیخ فضل علے سے نکاح کیا۔ سو اقرار کرتا ہوں اور لکھے دیتا ہوں کہ تاحین حیات والدہ صاحبہ شیخ فضل علے کے مسماۃ چنبیہ مذکورہ منکوحہ اپنی کو علیحدہ نہیں کرنیکا اور نہ خدمت اور رضامندی سے اونکے باز رکھونگا اور اگر قضاً ایسی حرکت کروں اور اونسے کسی وجہ سے علیحدہ کرلوں تو مبلغ چہل و نہ روپیہ سکہ رائج کہ نصف اسکے بست و چہار روپیہ ہشت آنہ ہوتے ہیں ادا کرونگا۔ کچھ عذر و حیلہ درمیان نہیں لاونگا بناءً علیہ یہ کاغذ بطور اقرار نامہ کے لکھ دیا گیا کہ ثانیاً حال سند ہو اور عندالحاجت بکار آوے۔

تحریر فی التاریخ دویم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۵ ہجری

دستخط: (۱) "العبد احمد خاں ولد عبدالرحمان خاں بخطہ"

(۲) "گواہ شد سیف الرحمٰن ولد مولوی محمد اسمٰعیل بخطہ"

(۳) "گواہ شد عبداللہ ولد مولوی محمد اسمٰعیل بخطہ"

(۴) "گواہ شد حافظ جان محمد ولد خیراتے خاں جابو باذنہ"

(۵) "گواہ شد مراد شاہ ولد غلام رسول باذنہ"

Marfat.com

۵۲

مختار نامہ ۸ ذیقعد ۱۲۸۰ھ ۱۵ اپریل ۱۸۶۴ء

تعارف: عبدالستار کے پڑپوتے احمد حسین (۵۳) ہیں۔

متن

منکہ عبدالرحمٰن ولد غلام محی الدین عرف کلو ابن شیخ ولی اللہ سکنہ نمبر موضع چندوہ اصالتاً
از طرف خود و مختاراً از طرف والدہ و دادی خود ایم۔
چوں پیداوار ے اراضی سکنہ نمبری موضع چندوہ کلاں از طرف من مقرر براجا و کلا و باحبا
زمینداران موضع مسطور سپرد ہیں اور بہراد خبرگیری تردد و نصول از محاصل اراضی مسطورہ من مقر بوجہ
نوکری نہیں کر سکتا اس لئے اپنی طرف سے مسمی عبدالستار ولد شیخ علیم اللہ کو لکھ کر دیتا ہوں اور اقرار
کرتا ہوں کہ جو کچھ انتظام و تردد دار مسمی مسطورہ میاں عبدالستار مسطور کریں یا جو کچھ نقد و جنس بابت
پیداوار اراضی مسطورہ وصول کریں وہ مثل سابقہ . . . اپنی ذات کے قبول و منظور ہوگا لہذا ایں چند
کلمہ بطریق مختار نامہ لکھ دیئے کہ سند ہو کہ عند الحاجت کام آوے۔

مرقومہ ہشتم ذی قعد ۱۲۸۰ھ ہجری النبوی

مہر: "محمد فضل الرحمٰن" گواہ شد

دستخط (۱) "گواہ شد خدا بخش ولد خواجہ بخش"
(۲) "گواہ شد محمد شاہ غوث ولد اسمٰعیل صاحب"
(۳) "گواہ شد عبدالرحمٰن ولد قاضی غلام حسن ساکن قصبہ ہم"
(۴) "گواہ شد عبدالباقی"
(۵) "گواہ شد محمد یعقوب ولد مولوی محمد اسمٰعیل"
(۶) "گواہ شد بہاء الدین"
(۷) "گواہ شد قاضی محمد فضل الرحمٰن ولد قاضی غلام حسین ساکن ہم سکنہ موضع چندوہ کلاں پرگنہ فتح آباد"
(۸) "العبد عبدالرحمٰن مسطور المتن"

Marfat.com

۵۳

قسمت نامہ جائداد دہم جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ۱۷ اپریل ۱۸۸۴ء

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منکہ شیخ عبدالغنی بن مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم ساکن قصبہ ہسم ضلع رہتک اقرار کرتا ہوں اس بات پر کہ یک منزل مکان مشہور بہ بنگلہ واقعہ قصبہ ہسم درمحلہ قضات زرخرید و طیار کردہ مرا بلا شرکت غیرے بعمارت پختہ و مسقف بچوب سال و محدودہ بحدود اربعہ ذیل ہے۔ حاجی محمد عبدالشکور فرزند کلاں اپنے کو برضا و رغبت و صحت نفس و ثبات عقل خود ہبہ کیا اور موہوب الیہ مذکور کو قابض و متصرف کیا بجمیع حقوق و المرافق مختار رہے۔ چاہے جس طور عمل کرے کسی کو متعلقان میرے سے دعوے اور خصومت نہیں ہے اگر کوئی دعوے کرے دعوے اوسکا شرع شریف میں باطل ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ یک چاہ معروف بہ شورہ گردالاں معہ اراضی تعدادی عہ ررر ماصہ درعہ وزمین چری مرنڈہ واقعہ قصبہ ہسم جو زرخرید میری بلا شرکت غیرکے ہے وہ متعلق مکان مدرسہ کے فی سبیل اللہ وقف کی گئی ہے۔ اس کنوہ اور زمین چری مذکورہ پر کسی اور کو میری اولاد سے دعوے و داشت اور ملکیت کا نہیں البتہ سولہ ؎ اس زمین کے باقی جو زمین سوردٹی واقعہ قصبہ ہسم جو شاملاتے حصاری دروازہ اور قریب تالاب مرنڈہ کے ہے وہ عبدالشکور اور تاج الدین بشاملات وارث و قابض ہیں اور یک منزل مکان واقع شہر جبلپور کے زرخرید میرا ہے وہ فروخت ہو کر مکان وزیرالدین کا طیار کرایا جاوے گا۔ لہذا ایں چند کلمہ بطریق ہبہ نامہ تحریر کر دیئے گئے کہ سند رہے فقط۔

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
آں مکان زنانہ دار	آں گذر محلہ و	آں مکان مسماۃ	شارع عام و
ورثہ نانک مصر	بعضے مکان واہب	جھومن بنت سلیمان	وسہ مزار
	مذکور گذر آب	بعضے مکان واہب	
	والیہ البابیہ مسند طراس		
	ودو میزاب		

تحریر فی التاریخ دہم جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ

مواہیر: (۱) "فقیر عبدالغنی لطف رمضان ۱۲۹۴ھ" اور اس کے اوپر دستخط: "العبد عبدالغنی بن مولوی محمد اسماعیل مرحوم بخطہ"

(۲) "شیخ عبدالعلی ۱۲۷۸" اور اس پر دستخط "گواہ شد عبدالعلی ولد شیخ عبدالکریم"

(۳) "نمبردار احمد خان ۱۲۹۵" اس پر دستخط "گواہ شد احمد خاں نمبردار جاجو"

(۴) "خورشدار خاں" اس پر دستخط "گواہ شد ہوشدار خاں ولد ملوک خان"

(۵) "علاء الدین" اس پر دستخط "گواہ شد علاء الدین بقلم خود"

(۶) "داؤد خاں" اس پر دستخط "گواہ شد داؤد خاں نمبردار پسر غلام رسول خان"

دستخط: (۱) "گواہ شد امداد الحق ولد احتشام الحق بقلم خود"

(۲) "گواہ شد محمد سلام الدین بن شاہ عبدالسمیع بقلم خود"

(۳) "گواہ شد محمد عنایت اللہ ولد شیخ فقیر اللہ بقلم خود"

(۴) "گواہ شد محفوظ الرحمٰن بن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ عبدالحکیم"

Marfat.com

۵۴

نقل فرمانِ نواب ٹونک ۱۳ رجون ۱۸۹۳ء

تعارف: محمد سرور حق (۱۰-۴ل) کے پاس ہے

متن

نقل حکم حضور والا دام اقبالہ

پیتہ ناصیہ عرضی حافظ محمد مشتاق الدین تحصیلدار جھنڈ دبہ پرگنہ سرونج

بدر خواست عطائے حکم خوشنودی مزاج حضور والا معروضہ ۹ جون سنہ ۹۳ حکم ہوا کہ معروضہ ناظم پرگنہ سے معلوم ہوا کہ عارض اپنے کام کو امانت و دیانت سے ہوشیاری انجام دیتا ہے۔ بدریافت اس کے طبع اقدس حضور مابدولت خوشنود ہوئے۔ عارض کو چاہیئے کہ آئندہ ہمیشہ اس طرح اپنے مفوضہ کام کو محنت اور امانت سے انجام دے۔ بذریعہ نقل حکم سائل کو اطلاع دی جاوے۔

فقط المرقوم ۱۳ رجون سنہ ۹۳

بقلم فرید الدین احمد

دستخط (۱) "احمد یار عفی اللہ"

(۲) "دبیر الملک محمد یوسف میر منشی ریاست ٹونک"

مہر: "دارالانشا سرکار ٹونک ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ عیسوی" اور گرداگرد انگریزی میں "سرکار ٹونک"

Marfat.com

۵۵

مکتوب گرامی سید اولاد حسین شاداں بلگرامی

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف۔ میرے پاس ہے۔

۲۴ر مئی سنہ ۱۹۲۱ء قصبہ بلگرام۔ ضلع ہردوئی۔ محلہ سیدواڑہ

شاداں نوازا۔ تسلیم

کرمت نامہ جناب ۲۴ر ماہ حال مجھے بلگرام میں وصول ہوا۔ خدا کرے کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے جیسا آپ سے وعدہ فرمایا ہے اوسے پورا بھی کر دیں اور آپ اپنے مطلب میں کامیاب ہو جائیں۔

مجھے آپ کی تصنیف بہت پسند آئی۔ خدا کرے کہ بہت جلد چھپکر روشنی بخش دیدہ مشتاق ہو۔ اور قبولیت عامہ حاصل کرے۔ میں اپنے نزدیک آپ کی کتاب میں کوئی سقم نہیں پاتا۔

جب آپ عازم حیدرآباد ہوں گے اور میں رامپور میں ہونگا اور آپ مجھے اطلاع دینگے تو حسب وعدہ جناب ہوش سے ایک تحریر سفارش بنام مہاراجہ بہادر لکھوا دوں گا مگر جناب ہوش کا اوس زمانہ میں رامپور میں ہونا شرط ہے۔

چند اشعار اپنی غزلوں کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ اگر فلسفہ حسن و عشق کے عنوان میں کسی محل کے مناسب ہوں اور آپ کو پسند بھی آئیں تو انکا اقتباس بھی کیجیے۔ والسلام

سب اونکی برش تیغ نظر کو دیکھتے ہیں
یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

غلط ہے یہ میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
سب اس بہانہ سے اونکی نظر کو دیکھتے ہیں

بہت ہی تھوڑی ہے دنیا میں عمر دونوں کی
دل اپنا دیکھ کے شمع سحر کو دیکھتے ہیں

نہیں ہے کون الٰہی ہمارے پہلو میں
یہ کیا سبب ہے جو ویران گھر کو دیکھتے ہیں

کہاں تو دامن سفاک اور کہاں یہ رنگ
ہم اس رسائی خون جگر کو دیکھتے ہیں

جو لوٹتا ہے شب وصل میں مزے شاداں
عجیب حال ہم اس کا سحر کو دیکھتے ہیں

میری اونکی جانتیں فرقت میں یکساں ہوگئیں
یاں طبیعت بگڑی واں زلفیں پریشاں ہوگئیں

سامنا ہونے پر شکووں کا بھلا پھر ذکر کیا
منتیں ہونٹوں پہ آئیں صرف جاناں ہوگئیں

Marfat.com

تیری بزمِ تعزیت میں کون سا ہوگا بناؤ
جب ابھی سے آپ کی زلفیں پریشاں ہوگئیں

پھر مجھے وعدہ خلافی کی شکایت کیا ہے
وہ تو واقف ہی نہیں ہیں شبِ فرقت کیا ہے

آپ کے ظلم کی اے جاں بس اب ہوگئی حد
وقتِ آخر بھی نہ پوچھا تیری حسرت کیا ہے

اک جگہ مجمعِ عشاق کا ہو جانا ہے
حشر کہتے ہیں کسے اور قیامت کیا ہے

شکوۂ ظلم و ستم اور ستم ایجاد نہیں
گھٹکے ارمان نکلتے ہیں یہ فریاد نہیں

سامنے جاتا ہوں کیا ورنہ شکایت ہیں کروں
اس قدر رنج اٹھائے کہ مجھے یاد نہیں

نہیں نکلتے ہیں پیہم یہ خون کے قطرے
ہمارے حال پہ روتا ہے تیرا خنجر بھی

جب کسی کا خط مجھ تک پہنچ جاتا ہے تو جواب لکھنا طبیعت ثانوی ہے۔ کسی کا خط مجھے نہ پہونچے یا میرا جواب تلف ہو جائے تو میں معذور و مجبور ہوں۔ والسلام

سید اولاد حسین شاداں بلگرامی

۵۶

مکتوب گرامی میر غلام بھیک نیرنگ

کیفیت : بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) میرے پاس ہے۔

شہر انبالہ

۲۴ر اگست سنہ ۱۹۲۱

۷۸۶

مکرمی حضرت پیرزادہ صاحب سلمکم اللہ تعالے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج اقدس

آپ کا نامہ مورخہ ۱۶ر اگست سنہ ۱۹۲۱ باعث مسرت ہوا۔ میں سخت نادم ہوں کہ اس کا جواب بڑے توقف کے بعد لکھ رہا ہوں لیکن بے فرصتی ہی ایسی رہی۔ اس واسطے مجبور رہا۔ امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔

یہ خوب ہوا کہ آپ نے منشی فاضل کی سند حاصل کر لی۔ آئندہ انشاء اللہ آپ کا شوق جاری رہا تو انگریزی کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

آپ نے جو شغل معاش کے بارے میں اشارہ فرمایا اتفاقاً جب آپ کا عنایت نامہ ملا اسی روز یا اس سے اگلے روز شیخ غلام یاسین صاحب وکیل جھنگ سے ملاقات ہوئی ان کا اخبار وکیل امرتسر سے مالکانہ تعلق ہے۔ یعنی شیخ غلام محمد مرحوم مالک اخبار مذکور ان کے بھائی تھے اور اب اخبار کا انتظام انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اخبار کے واسطے ایک ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔ جو صاحب اس وقت ایڈیٹر ہیں انکو ماہانہ [illegible] روپے تنخواہ ملتی ہے۔ اور جس کسی کو رکھا جائے گا بشرط قابلیت معقول تنخواہ دی جائے گی۔ میرا خیال تھا آپ کی جانب منتقل ہوا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو شیخ صاحب موصوف سے مراسلت کر لیں۔ ممکن ہے باہم تبادلۂ خیالات ہو کر معاملہ طے ہو جائے۔ آپ یہ لکھ دیں کہ آپ کو مجھ سے معلوم ہوا ہے کہ اخبار وکیل کے لئے اڈیٹر کی ضرورت ہے۔

کتاب کے بارے میں جس خدمت کے قابل آپ نے مجھ کو سمجھا ہے میں اس کے سرانجام دینے میں ہرگز عذر نہ کرتا لیکن مجھ کو اس نوعیت کا تلخ تجربہ ہوا ہے اور اتنی مرتبہ احباب سے ندامت اٹھانی

Marfat.com

پڑی ہے کہ اب وعدہ کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ مثلاً پروفیسر غلام محمد طور مغفور کا کلام ایک سال سے زائد کی قید بھگت رہا ہے اور میں حسب وعدہ تنقید و تبصرہ نہ کر سکا! سید راس مسعود کی فرمائش ڈیڑھ سال سے جاری ہے اور میرا وعدہ ہے کہ خواجہ میر درد کے دیوان پر تبصرہ لکھوں مگر تا حال سوائے ندامت کے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ میں پیٹ کے دھندے کے علاوہ کچھ قومی کام بھی کرتا رہتا ہوں اور دونوں کی مشغولی بہت زیادہ ہے۔ ایک صورت البتہ ممکن ہے۔ اگر کسی وقت دو چار روز کے واسطے آپ غریب خانے پر رونق افروز ہوں اور پیشتر سے ایسا وقت مقرر کرلیں جو تعطیل میں واقع ہو تو آپ کے سامنے تا بمقدور خود کچھ خدمت کروں گا اگرچہ میں یہ بالکل نہیں سمجھ سکا کہ مجھ سے خدمت بن کونسی آئے گی۔ بہر حال تعمیل ارشاد کی یہ ایک ہی صورت ہے۔

زیادہ نیاز۔ والسلام

بندہ غلام بھیک نیرنگ"

Marfat.com

۵۷

مکتوب گرامی علامہ اقبالؒ و میر غلام بھیک نیرنگ

کیفیت : یہ ایک معمولی نوعیت کا خط ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ ایک پوسٹ کارڈ کے ایک ہی طرف دو بزرگوں کے خطوط ہیں۔ میر غلام بھیک نیرنگ صاحب کو علامہ اقبال نے پوسٹ کارڈ لکھا اسی پوسٹ کارڈ پر میر صاحب موصوف نے پیرزادہ ابراہیم حنیف کو خط لکھ کر لفافہ میں بند کر کے بھیجدیا۔ یہ پوسٹ کارڈ میرے پاس ہے۔

متن

ڈیر میر صاحب السلام علیکم۔

والا نامہ ملا۔ بڑی خوشی سے وہ مراسلت کریں۔ منورالدین کے مقدمہ کی کل کچی پیشی تھی مگر ملتوی ہوگئی۔ دو چار روز میں پھر پیشی ہوگی۔

امید ہے جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال لاہور ۱۳ ر اکتوبر ۲۱ء

مکرمی پیرزادہ صاحب السلام علیکم۔

لیجئے سلسلہ جنبانی ہوگئی۔ اب آپ براہ راست مراسلت کر کے معاملہ طے کر لیں۔ والسلام

بندہ نیرنگ

۱۴/۱۰/۲۱

Marfat.com

۵۸

مکتوب علامہ اقبال

کیفیت : بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (بابا ۵) میرے پاس ہے۔

متن

لاہور یکم ستمبر ۱۹۲۲ء

مخدومی۔ آپ کی کتاب دلچسپ معلوم ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی تکمیل میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ میرے فرصت کے اوقات پرائیویٹ لٹریری کام کے نذر ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے معاملہ میں مطالعہ کتب کے بغیر مشورہ دینا ممکن نہیں۔ میں ایک عرصہ سے فلسفے کا مطالعہ چھوڑ بیٹھا ہوں۔ صرف ایک آدھ مسئلہ سے دلچسپی باقی ہے جس کا تعلق آپ کے مضمون سے نہیں۔

اگر آپ کا مدعا یہ ہے کہ آپ کی کتاب یونیورسٹی کے کسی امتحان میں کورس مقرر ہو جائے تو یہ بات کتاب کی اشاعت سے پہلے ممکن نہیں۔ کورس کا معاملہ یونیورسٹی بورڈ کے سامنے پیش ہوتا ہے جس کا میں بھی ایک ممبر ہوں۔ اشاعت کتاب کے بعد آپ ایک کاپی بھیج دیں۔ میں اسے بورڈ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اگر بورڈ کی رائے میں وہ کتاب کورس بننے کے قابل ہوئی تو یقیناً نصاب میں داخل ہو جائے گی۔ والسلام

محمد اقبال۔ لاہور۔

Marfat.com

۵۹

مکتوب خان بہادر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) ۲۷ر جنوری ۱۹۲۶ء ڈاک خانہ کی مہر ہے میرے پاس ہے۔

متن

جنابمن۔ عنایت نامہ کا شکریہ۔ عرض ہے آپ نے وقت کی کفایت کی کہ آنے جانے میں وقت ضائع ہوتا تھا۔ اب پیسوں کا جھگڑا لگا دیا۔ میں خود آپ سے ملنے آجایا کروں گا۔ آپ کی نشاذہی کے ایک قدردان صاحب کی تلاش میں ہوں۔ ایسے ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔ میں لکھنے پڑھنے کے نام سے اکتا گیا ہوں۔ آپ اس طرف بہت متوجہ ہیں۔ وہ مضمون سیاسی رُخ سے ہٹا کر آپ سب مجھے بھیج دیں تو میں احسانمند ہوں۔ سیاسی تعلق مجھے پسند نہیں بعض علمی اور اعلیٰ درجہ کی تحریر سے تعلق ہے۔ زیادہ عمر ہو جانے سے میں علم کی طرف سے بیکار ہو گیا ہوں۔ آپ نے خط بہت اچھا لکھا ہے طبیعت خوش ہو گئی Thank you

۲۸/۱ نیازمند ناصر علی

۶۰

مکتوب صاحبزادہ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف یکم اگست ۱۹۲۰ء

کیفیت: پوسٹ کارڈ ہے۔ بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) میرے پاس ہے۔

متن

جناب پیرزادہ صاحب محمد حنیف سلمہ رب اللطیف

بعد سلام مسنون موضوح آنکہ جناب کی کھلی چھٹی بنام ہیڈ آف کیمبرج دہلی اخبار الجمعیتہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۸ء میں دیکھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ عبرانی کے فاضل ہیں۔ فقیر کو مدت سے عبرانی سیکھنے کا شوق ہے ازراہ کرم کوئی ایسی کتاب یا قاعدہ جس میں عربی اردو حروف میں عبرانی سیکھی جا سکے اور عبرانی ڈکشنری اس کے مقابلہ میں اردو فارسی ترجمہ ہو جس سے عبرانی لکھنی پڑھنی آسان ہو جاوے۔ اگر جناب کے پاس ہو تو بذریعہ وی پی فقیر کے نام بھیج دیویں یا جہاں سے مل سکے اوس کا مفصل پتہ لکھیں اور جو آپ عبرانی اردو لغات لکھ رہے ہیں وہ پایہ تکمیل کو پہونچ چکی ہے۔ اگر وہ چھپ جاتے تو ایک نسخہ میرے نام وی پی کر دیویں اور جو کتاب جناب نے سو صفحہ کی مسیح علیہ السلام کی عدم مصلوبیت کے ثبوت میں لکھی ہے اور جس کا آپ کی چھٹی کے فقرہ نمبر ۳ میں اشارہ ہے اگر چھپ چکی ہے تو اس کا بھی ایک نسخہ بذریعہ وی پی بھیج دیویں۔ یا جس کتب فروش سے مل سکتی ہے اوس کا مفصل پتہ دیدیں۔ فقیر کو مذاہب عالم کی تحقیق کا شوق ہے خصوصاً موسوی اور مسیحی دین کی کتابوں کا نہایت شوقین ہوں۔ عربی۔ فارسی، اردو بائیبل فقیر کے پاس موجود ہیں۔ اب عبرانی سیکھنے کا شائق ہوں۔ اس باب میں جو آپ سہولت بہم پہونچا سکتے ہیں اور مفید مشورہ دے سکتے ہیں دریغ نفرماویں۔ آپ نے جو کتابیں اس بارے میں تصنیف کی ہیں یا مختلف مذاہب پر تنقید کی ہے اگر وہ چھپ چکی ہیں تو ان کی فہرست بھیجدیویں تاکہ حسب منشا خود کتابیں خریدی جاویں۔ فقیر نہایت ممنون ہوگا۔ اگر جناب اپنا قیمتی وقت اس خط کے جواب میں صرف فرماویں گے۔ اور آئندہ بھی استفسار یہ خطوط کے جواب سے محروم نفرماوینگے۔ زیادہ نیاز

الراقم صاحبزادہ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین

از سیال شریف تحصیل و ضلع شاہ پور پنجاب ۱۳ صفر ۱۳۴۷ھ

Marfat.com

۶۱

مکتوب دیوان سید آل رسول علیخاں سجادہ نشین درگاہ خواجہ صاحب اجمیری

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف۔ (باب ۵) میرے پاس ہے۔

متن

اجمیر شریف

۱۹۲۹/۴/۱۰

حویلی دیوان صاحب درگاہ شریف

محترمی جناب مولینا زید مجدہم

وعلیکم السلام۔ اتنی طویل خاموشی جوابیں یقیناً اخلاقی کمزوری خیال کی جا سکتی ہے مگر میں مجبور ہو گیا کہ جتنی زیادہ احتیاط کے ساتھ آپ کا خط رکھا اتنا ہی اوسکا دستیاب ہونا مشکل ہو گیا۔ کاغذات میں ایسا مخلوط ہوا کہ آج تین روز کے بعد ملا۔ آپ کا پتہ یاد نہیں تھا گو مضمون یاد تھا انگریزی کاغذات و فیصلوں کا ترجمہ بعض مشفقین کے ہاتھوں ایسا پھنسا کہ اونکی وجہ سے اور بھی تاخیر ہوئی اب ترجمہ وغیرہ ہو گیا ہے اور میں یہ سب کاغذات آپ کی خدمت میں بھیجنے کو تھا لیکن وکیل کے مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ آپکو اجمیر شریف بلانیکی تکلیف دیجاوے اور جس قدر آپنے تیاری کر لی ہے اوسکو شہادت کے سلسلہ میں مرتب کر لیا جاوے اور مزید تیاری کے لئے آپ کو اجمیر شریف ہی میں تکلیف دیجاوے۔ میں خدا کی ذات سے یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اجمیر شریف میں آپ معیشت کیطرف سے تکلیف نہ اٹھائینگے اور میرے اور آپکے درمیان یہ مسئلہ خدا چاہے آسانی سے طے ہو جائیگا۔ آپکے متعلق ہمارے ہاں خانگی مشورہ ہو چکا ہے امید ہے کہ جس وقت آپ پر انکشاف ہوگا آپ بھی اوسکو منظور فرمائینگے۔ آپکے دیگر مشاغل کے لئے بھی انشاء اللہ اجمیر شریف اچھا مرکز ثابت ہوگا۔ مقدمہ کی تاریخ بہت نزدیک آگئی ہے۔ اور تبدیل تاریخ کی کوشش بیکار معلوم ہوتی ہے اس لئے مہربانی فرما کر آپ معہ کاغذات کے جن کی تیاری آپ نے کر لی ہے جلد از جلد اجمیر شریف پہنچنے کی تکلیف گوارا فرماویں۔ سفر خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ آپ کے شعر نے طبیعت کو بہت متاثر کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرفا کو اپنے اصلی وقار کے ساتھ اور مناسب حالات کے ساتھ

Marfat.com

رکھے۔ آمین والسلام

عزیزم میاں سید آل نبی صاحب امتحان بی۔ اے کے کیلئے علیگڈھ گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کامیاب فرمادے آمین۔

فقیر دیوان سید آل رسول علیخاں

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف

Marfat.com

۶۲

مکتوب علامہ عنایت اللہ المشرقی

کیفیت : میرے پاس ہے۔ لفافہ پر پتہ یہ ہے :

مقام لاہور۔ پرانی انارکلی، سناروں کی گلی

مکرم و محترم حجۃ الاسلام پیرزادہ ابراہیم حنیف صاحب

دارالاشاعۃ تفسیر آل محمد Lahore

ستن

۱۱۶۲۸

از لاہور خانہ بیگم فیروز الدین احمد

۶ میکلوڈ روڈ

۱۷ اپریل سنہ ۳۱ء

مکرم و محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

آپ کا خط ملا۔ پہلا پارسل جسمیں "تفسیر آل محمد" کے دو نسخے تھے۔ مجھے پرسوں پشاور سے پہنچ گیا تھا۔ آپ کا دوسرا پارسل بھی آج ملا۔ میں نے مرسلہ کتب کو سرسری نظر سے دیکھا ہے اور آپ کی محنت سے اندازہ لگا سکتا ہوں کہ آپ کو قرآن حکیم سے شغف ہے۔ خدائے عزوجل سے دعا ہے کہ آپ کی محنت کو مشکور کرے۔ دیوالی کے متعلق آپ کا چھوٹا سا رسالہ علی الخصوص تعجب آمیز ہے کیونکہ مجھے ابراہیم علیہ السلام اور رام چندر جی میں تطابق پیدا کرنے کا خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے نہایت محنت سے لکھا ہے۔

میں ان دنوں ایک کتاب کی طباعت میں مصروف ہوں۔ آپ سے ملاقات کر کے خوش ہونگا اتوار کی صبح کو (۱۹ اپریل سنہ ۳۱ء) آٹھ بجے آپ تشریف لے آئیں اور ہم چائے بھی اکٹھے پئیں گے۔

مخلص

عنایت اللہ

Marfat.com

۶۳

مکتوب علامہ عنایت اللہ المشرقی

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) ۲۱ مئی ۱۹۳۱ء میرے پاس ہے۔

"از خانہ بیگم فیروز الدین احمد صاحبہ
۲۱ مئی سنہ ۳۱
۷ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

مکرم و محترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں ۲۲ اپریل کو پشاور میں تھا اور ابھی چند روز ہوئے واپس آیا ہوں۔ آپ کا خط اسی اثناء میں ملا اور یہاں پر محفوظ رہا۔ آپ کے استفسارات کا مختصر جواب دیتا ہوں۔

اس مختصر کتاب سے جو میں دس برس کی خاموشی کے بعد شائع کر رہا ہوں آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ میں کن معنوں میں مسلمانوں کو زندہ قوم سمجھتا ہوں۔ ان میں بعض ایسی صلاحیتیں اب بھی باقی ہیں جو ان کو بڑی قوم پھر بنا سکتی ہیں۔ ہوشمند مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسوقت ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اسلام کا بول بالا پھر کر دیں۔

۲۔ ایک ایسی عام حرکت کی پھر ضرورت ہے جس میں مسلمان مسٹر گاندھی کے چرخے کی حرکت کی طرح شامل ہو سکیں۔

۳۔ اس حرکت کو شروع کرنے کے لئے دردمند مسلمانوں کا آپس میں بیٹھکر فیصلہ کرنا ضروری ہے صرف باعمل سپاہیوں کی ضرورت ہے، بحث کرنے والوں کی نہیں۔

۴۔ مسلمان خداپرست نہیں رہے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے بتوں میں مست ہے۔ اس لئے قلم کی ضرورت نہیں رہی۔ صراط مستقیم ظاہر ہو چکا ہے۔ اب صرف عمل چاہیئے۔

۵۔ سرکردہ عامل باعلم ہونے چاہئیں تاکہ اسلام کو کماحقہ سمجھ سکیں۔ باقی عاملوں میں صرف اطاعت وہ شے ہے جو اسلام کو آسمان تک پھر پہنچا سکتی ہے۔

تذکرہ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے تھی کہ اب تک باوجود بہت حیص بیص کے طے نہ

Marfat.com

ہؤا تھا کہ اسلام کیا ہے۔ اب اگر میں اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیتا تو عام مسلمان تذکرہ سے متفق ہیں۔

اس مختصر رسالے کی ضرورت اسلئے ہے کہ اس عام حرکت کا پروگرام شائع کیا جائے جو اسلام کو بیدار پھر کر سکتا ہے۔

اب "قلم رکھ دینے" کا وقت میرے نزدیک آچکا ہے۔ آپ کو غور کرنا چاہیئے۔ آپ مجھے خط بھی لکھیں اور فرصت کے وقت ملاقات بھی کریں۔ میں بہت خوش ہونگا۔

مخلص

عنایت اللہ

Marfat.com

۶۴

مکتوب سر عبد القادر

کیفیت: لندن سے پیرزادہ ابراہیم حنیف دباب٥ کے پاس۔ میرے پاس ہے۔

متن

C/O INDIA OFFICE
LONDON S.W.1
WHITE HALL
3.2.36

مکرمی جناب پیرزادہ مولوی محمد ابراہیم حنیف صاحب سلامت باشد۔

السلام علیکم۔ عنایت نامہ مرقومہ ۲۰ جنوری صادر ہوکر باعث تشکر ہوا۔ آپنے جو حالات اہل علم اور علمی تصانیف کی ناقدری کے متعلق لکھے ہیں وہ بلاشبہ افسوس ناک ہیں۔ مگر میرے لئے نئے نہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ نے لٹریری سوسائٹی کی تجویز کے متعلق مجھ سے باتیں کی تھیں میںنے کہا تھا کہ موجودہ حالات میں مالی کامیابی کی زیادہ امید نہیں۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ آپ کی بعض کتابیں شائع ہوگئی ہیں اور کچھ نہ کچھ گزارہ چل رہا ہے۔ آپ کا قلم بدستور مصروف کار ہے اور اس کی رفتار کی مساعدت تو بہت مستعد پبلشروں کے لئے ہی مشکل ہوگی۔ اچھا خدا آپ کو یہ قسمت رکھے اور آپ کی ہمت میں برکت رہے۔

حسب خواہش آپ کے ایک خط جناب وجاہت حسین صاحب بہادر وزیر تعلیم جموں و کشمیر لکھ رہا ہوں۔ آپ اسے وہاں سے اپنے لفافہ میں بند کر کے بذریعہ رجسٹری شدہ ڈاک انکو بھیجدیں۔ میں پہلے براہ راست ہوائی ڈاک سے یہ خط بھیجنے کو تھا مگر میں نے مناسب سمجھا کہ آپ اسے دیکھ لیں اور خود بھیجیں۔ اگر کتابیں انکے محکمہ میں جا چکی ہیں تب بھی اس خط کو بھیجتے وقت اپنے خط کے ساتھ ایک SET اور بھیجدیں تاکہ وہ فوراً دیکھ لیں اور محکمہ سے طلب کرنے میں دیر نہ ہو اور اگر پہلے نہیں بھیجیں تو اب ایک SET انکو اور ایک محکمہ کو بھیجدیں خدا اس کوشش کو مشکور فرمائے اور آپ کو کامیابی دے۔ ہم سب یہاں تادم تحریر بفضلہ خیریت سے ہیں اور آپ کے لئے دعاگو ہیں۔ آمین۔ والسلام

آپ کا مخلص
عبد القادر

۶۵

مکتوب نواب محمد جہانگیر والیِ ریاست منگرول

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) میرے پاس ہے۔

متن

۷۸۶

ریاست منگرول (کاٹھیاواڑ)

۲۹ مارچ ۲۷ء

جناب ابراہیم حنیف صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ ارماہ رواں مع مطبوعہ "استفتاء" کے ملا۔ جس کے لئے شکریہ قبول فرمائیے مجھے نیز میرے ولی عہد کو آپ کے خط کے مضمون سے نہایت خوشی حاصل ہوئی اور اللہ کا میں نے شکر ادا کیا کہ میرے ہمخیال بھی لفضلہٖ ہند میں کم وبیش موجود ہیں۔ اب میں آپ کے کرمنامہ کا جواب نمبر وار لکھتا ہوں۔

۱۔ میں کئی سال سے اس امر پر غور و فکر کیا کرتا ہوں کہ فقہ کے وہ مسائل جنسے کسی طرح اسلام کی عزت افزائی نہیں ہوتی۔ نیز ایسی غلط روایات واحادیث کس طرح ہمارے شرع اور فقہ سے خارج ہو سکیں اور اس غرض سے مختلف کتابیں اردو اور انگریزی میں مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ نیز عربی کتب جو میرے خیال کی تائید میں ہوں انکو منگانے کی کوشش کیا کرتا ہوں مگر افسوس ہے کہ وہ کتابیں بمبئی کے یا دیگر کتب خانوں سے نہیں مل سکتیں۔ نیز وہ کتب خانے ایسی کتابوں کے منگانے کا وعدہ نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو پورے نہیں کرتے۔ تاہم دو ایک کتب میرے پاس آگئی ہیں مگر ان میں بھی میری رائے کی تائید خاطر خواہ معلوم نہیں ہوتی اور خاص دقت یہ ہے کہ میں عربی زبان سے ناآشنا ہوں۔ اس لئے یہاں کے ایک انگریزی کا عربی دان مولوی سے ان کا مضمون سننے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر مصیبت یہ ہے کہ ضعیف العمری اور مرض ضیق النفس میں مبتلا رہنے نیز ریاستی کاروبار اور اپنے خاندانی امور کی نگہبانی سے بیحد عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ پھر بھی لفضلہٖ جو کچھ بن پڑتا ہے کرتا ہوں اور اپنے خیال کے بموجب ہر کتاب پر جدا مضمون برائے یادداشت لکھتا ہوں۔

۶۷

مکتوب بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

کیفیت: بنام پیرزادہ ابراہیم حنیف (باب ۵) انجمن ترقی اردو پاکستان (اردو روڈ کراچی ۱ - فون نمبر ۳۲۷۸۴) کے پیڈ پر ہے، میرے پاس ہے۔

متن

مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء

مکرمی جناب پیرزادہ صاحب السلام علیکم

میں نے آج چار بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن ایک ضروری کام ایسا پیش آگیا ہے کہ میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ آج کل کنونشن کا ہنگامہ برپا ہے۔ اس میں اردو کا معاملہ بھی پیش ہوگا۔ اس لئے میں کنونشن کے اجلاسوں کے بعد کسی روز آپ سے مل سکوں گا۔ اور آپ کو پہلے سے اطلاع کر دوں گا۔

خیر طلب
"عبدالحق"

۶۸

مکتوب گرامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

بنام راقم الحروف

متن

باسمہ سبحانہ

فون ۲۵۰۷۴

۵ اے ذیلدار پارک اچھرہ

لاہور (پاکستان)

مورخہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شیخ کمال الدین محمد یمنی کے حالات تذکروں کی کسی کتاب میں نہیں ملے۔ ہندوستان کے مصنفین بالعموم عرب کے علماء کے نام عربی طریقے پر نہیں لکھتے جس کی وجہ سے عربی تذکروں میں ان کے نام تلاش کرنا سخت مشکل ہوتا ہے۔ کمال الدین عربوں کے ہاں نام نہیں بلکہ لقب ہے۔ نام لازماً محمد ہی ہوگا، مگر ان کی ولدیت کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ محمد نام کے بے شمار علماء ہیں۔ جن کے درمیان فرق صرف باپ اور دادا کے نام اور وطن سے ہوتا ہے۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو ان کو کسی تذکرے میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے متعلق اسماء الرجال کی کتابوں میں کہیں نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کی اولاد میں کون کون لڑکے اور لڑکیاں تھیں اور آگے ان کا نسب کیسے چلا۔ صرف ان کے ایک بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن کا ذکر آیا ہے۔ تفصیل شاید کسی ایسی کتاب میں ملے جو صدیقی خاندان کے حالات میں لکھی گئی ہو مگر وہ میرے علم میں نہیں ہے۔

اسلامی یونیورسٹی کے لئے جو خاکہ میں نے مرتب کیا ہے اس میں صرف SOCIAL SCIENCES کو لیا ہے کیونکہ ان کا براہ راست ان مسائل سے تعلق ہے جن سے اسلام تعارض کرتا ہے۔ باقی علوم کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ ان ان کے پڑھنے والوں کو اسلامی تعلیم و تربیت دینے کا انتظام ایسی یونیورسٹیوں میں کرنا چاہیے جو ان علوم کی تعلیم دینے والی ہیں۔ اس کے لئے پورے تعلیمی نظام کی اصلاح کا مفصل نقشہ میں نے اپنے اس مضمون میں پیش کیا ہے جو "اسلامی نظام تعلیم" کے نام سے پمفلٹ کی صورت میں بھی چھپ چکا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

Marfat.com

۶۹

مکتوب سید ابوالاعلیٰ مودودی

بنام راقم الحروف

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اچھرہ۔ لاہور

۶ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

مکرمی و محترمی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۲۹ر اگست بر وقت وصول ہو گیا تھا مگر افسوس ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر جواب میں تاخیر ہو گئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ آپ کی کتاب "حالات حرمین شریفین" وصول ہوئی۔ اس تکلیف فرمائی کے لئے بہت شکر گزار ہوں۔

آپ نے جو فہرست ارسال فرمائی ہے اس میں سے مفردات امام راغب اور تفسیر سر سید اور عبداللہ چکڑالوی کی تفسیر و ترجمہ آپ اگر مستقلاً فارغ کر سکتے ہوں تو یہ میرے لئے کار آمد ہیں۔ ڈاک کی ترسیل میں تو شاید زیادہ خرچ ہو گا اس لئے کبھی ادھر آنا ہو تو ساتھ لیتے آئیے۔ لغت کی کتابوں میں اگر کوئی عربی لغت ہو اور اس کی آپ کو ضرورت نہ ہو تو اس کے نام سے بھی آگاہ فرما دیں۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

Marfat.com

۷۰

مکتوب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

بنام راقم الحروف

متن

باسمہ سبحانہ

فون : ۲۵۰۰۷
۵-اے ذیلدار پارک اچھرہ
لاہور- پاکستان
مورخہ ۱۱رنومبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپکا عنایت نامہ ملا- آپ کی مرسلہ کتب بحفاظت پہنچ گئی ہیں اور شکریہ کے ساتھ وصول کر لی گئی ہیں- اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے- اللہ نے چاہا تو دینی مقاصد کی خاطر ان سے استفادہ کیا جائے گا اور اس کا اجر انشاء اللہ آپ کو بھی ملے گا-
آئندہ جب سہولت اور فراغت ہو تو اپنے کتب خانے کی بقیہ فہرست ارسال فرمادیجئے گا ممکن ہے کہ ان میں کچھ کتابیں ہماری ضرورت کی نکل آئیں- امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہونگے- والسلام

خاکسار
ابوالاعلیٰ

Marfat.com

۷۳

مکتوب جناب محمود احمد عباسی

کیفیت: بنام راقم الحروف۔ عباسی صاحب کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے مؤلف ہیں۔

متن

کاشانہ محمود ، ۲۶/۱ بی ایریا

لالوکھیت کراچی ۱۹

مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۶۳ء

عزیزی و مشفقی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پیرزادہ محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور کے تعلق سے آپ بمنزلہ عزیز کے ہیں۔ آپ نے یہ نہ بتایا کہ ان مرحوم سے آپ کی کیا قرابت ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے فرزند عبداللہؒ کے چار بیٹے تھے اور ایک بیٹی نفیسہ جو امیر المومنین الولید بن امیر المومنین عبدالملک بن امیر المومنین مروانؒ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ چار بیٹوں میں ابابکر، طلحہ، عمران اور عبدالرحمٰن تھے۔ ان سب کی والدہ عائشہ بنت طلحہ بن عبیداللہ تھیں اور ان عائشہ کی والدہ ماجدہ ام کلثوم بنت حضرت ابوبکر الصدیقؓ تھیں۔ چنانچہ طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی مدح میں الحزین الدیلی شاعر نے جو اشعار کہے تھے ان میں کہا ہے:

أبوكَ الّذِي صَدَّقَ المُصْطَفَى وَسَارَ مع المصطفى حيث سَارَا

وأُمُّكَ بَيْضَاءُ تَيميَّةٌ اذا نسبَ النّاسُ كانت نُصَارَا

حضرت عبداللہ بن حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے فرزند کا نام البتہ اسماعیل تھا (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۱۲۷) مگر ان سے نسل نہیں چلی (انقرض بلا عقب)

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی اولاد نجد میں بہت پھیلی۔ ان کے حسینیوں اور جعفریوں سے بڑے معرکے بھی رہے تھے۔ ان میں سے بعض افراد مصر میں بھی مسکن گزین ہوئے چنانچہ ہاشم بن ابی بکر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیقؓ مصر کے عہدۂ قضاء پر مامور تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اس نسل کے کچھ لوگ کوفہ میں بھی سکونت پذیر ہوئے۔

ابھی تو میں کراچی سے باہر جانے کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ موسم گرما میں اگر کہیں گیا تو آپکے پاس ضرور آؤنگا۔

دعاگو

محمود احمد عباسی

Marfat.com

۴۷

ذخیرۂ تصاویر

برادرِ عزیز القدر شفاء اللہ کا محبوب مشغلہ اقربا کے فوٹو جمع کرنا ہے۔ انہوں نے کئی قدیم فوٹو حاصل کر کے صرفِ کثیر سے انہیں ری پرنٹ کرایا۔ گروپ فوٹوؤں میں سے ہر بزرگ کا علیحدہ علیحدہ فوٹو تیار کرایا۔ کئی اقربا کو سٹوڈیو میں لے جا کر اپنے خرچ پر ان کی تصاویر لیں۔ کئی حضرات نے انہیں اپنے فوٹو پیش کئے۔ اس طرح ان کے پاس افرادِ خاندان کے فوٹوؤں کا ایک گراں قدر اور نادر ذخیرہ ہو گیا ہے۔

ان تصاویر کی اشاعت کی صحیح جگہ تو آثار الاجداد میں تھی۔ یعنی کتاب اردو ٹائپ میں چھپتی اور ہر صاحب کے تذکرہ کے ساتھ ان کا فوٹو ہوتا مگر یہ لازم نہیں کہ خدا میری ہر خواہش پوری کرے۔ اس پر مزید آٹھ ہزار روپے خرچ ہوتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ذخیرہ تصاویر کس کام آئے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ کبھی نہ کبھی یہ تاریخی یادگار بڑی ہی مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسی چیزیں یکجا ہو جائیں تو کوئی بندہ خدا انہیں ترتیب دے کر شائع کرا سکتا ہے۔

اس نگار خانہ میں قدیم ترین چیز ہادیِ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ (باب ۵) کی دستی تصویر کا عکس ہے۔ عموئے مکرم پیرزادہ ابراہیم حنیف مرحوم نے ایک موقع پر راقم الحروف سے فرمایا کہ دہلی میں مصوروں کا ایک قدیم خاندان تھا جس کے ایک فرد نے اپنے ہاتھ سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی جدا جدا تصویریں بنائیں۔ مدت بعد جب دہلی میں کیمرے کا چلن ہوا تو اس مصور کی اولاد میں سے ایک مصور محمد شفیع نے حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی دستی تصویر کا فوٹو لیا۔ اسی تصویر کش سے اس فوٹو کی دو کاپیاں ۱۹۱۳ء میں پیرزادہ موصوف نے حاصل کیں۔

پیرزادہ موصوف کے انتقال پُرملال پر ۱۹۲۰ میں یہ دونوں عکس میری تحویل میں آ گئے۔ ان کے نیچے لکھا ہوا ہے: "شبیہ مبارک میاں رمضان شاہ صاحب" اور پشت پر دستخط ہیں: "خاکسار محمد شفیع فوٹوگرافر دہلی" ان میں سے ایک کا بلاک بنوا کر کتاب ہادیِ ہریانہ میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اصل تصویر کو تقریباً ڈیڑھ سو سال پرانا سمجھا جائے۔

Marfat.com

اصل فوٹوؤں میں قدیم ترین ۱۹۰۲ء کا ہے جو دہلی میں کھینچا گیا۔ یہ یادگار گروپ فوٹو دقافی امین الرحمٰن سے الحاج کفیل احمد الماس عثمانی کراچی لے گئے تھے۔ انہوں نے ازراہِ کرم اسکا عکس لینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ عزیزی شفاء اللہ کراچی گئے اور یہ عکس لے کر آئے۔ اس گروپ فوٹو میں کل چودہ حضرات ہیں۔ جن میں سے پانچ ملازم ہیں اور ہمارے خاندان سے نہیں۔ خاندان سے جو حضرات ہیں ان کے یہ نام ہیں: حکیم علاء الدین (۱۵۰ ب) ڈپٹی جمیل اللہ (۱۴۳ ب) پیرزادہ محمد حسین عارف (باب ۲)، پیرزادہ محمد شریف (۱۵۵ ب)، پیرزادہ فخر الدین (۱۷۰)، پیرزادہ عفیف احمد (۱۵۸ ب)، پیرزادہ مصباح الدین (۱۵۲)، جمعدار ظہور الدین ابن قطب الدین از ابناء مولانا کبیر الدینؒ اور ولی الدین بن وحید الدین بن مولوی امام الدینؒ۔ اسی گروپ سے پیرزادہ محمد حسین عارف کا فوٹو لے کر اورنٹیل کالج میگزین لاہور کی اشاعت مئی ۱۹۶۲ء میں شائع کرایا گیا۔

اس بے بہا ذخیرہ میں جن حضرات کے فوٹو ہیں ان کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ ناموں کی ترتیب وہی ہے جو ہم نے اس کتاب کے ابواب ۷، ۸ اور ۹ میں اختیار کی ہے۔ جن ناموں کے بعد سن لکھا ہے وہ فوٹو کھچوانے کا سن ہے۔

۱۔ فصیح الدین کے فرزند صبیح الدین۔

۲۔ ریاض الدین اور ان کے تین فرزند غیاث الدین، ایاز الدین اور زاہد اقبال۔

۳۔ فیاض الرحمٰن کے فرزند الطاف الرحمٰن۔

۸۔ عطاء الرحمٰن منظر، ان کے والد حمید الرحمٰن اور فرزند اختر سعید

۹۔ سعید الرحمٰن اور ان کے فرزند ظفر سعید اور اظہر سعید

۱۰۔ مجید الرحمٰن

۱۳۔ محمد احمد

۱۴۔ حبیب الرحمٰن کے والد رشید الرحمٰن اور فرزند محبوب الرحمٰن

۱۵۔ بشیر الرحمٰن اور ان کے فرزند ارشاد الرحمٰن، اعجاز الرحمٰن، حامد صغیر اور اختر محمود

۱۶۔ مطیع الرحمٰن اور ان کے فرزند حبیب الرحمٰن

۱۷۔ امین الرحمٰن اور ان کے فرزند عبید الرحمٰن اور فضل الرحمٰن۔ عبید الرحمٰن کے دو لڑکے عرفان جمیل اور رضوان جمیل اور فضل الرحمٰن کے تین لڑکے ڈیوڈ جمیل رحمان۔ آئیون امین رحمان اور انور کریم۔

Marfat.com

۲۲- طالب اللہ۔
۲۳- منظور الحق اور تین فرزند احمد منصور، ارشد محمود اور احمد رضا۔
۲۴ شفاء اللہ اور چار فرزند محمد اشرف، احمد منیر، شاہد عزیز اور عامر سعید۔
۳۱- طوطی ہند اسرار الحق کے فرزند ابصار الحق۔ حکیم ابرار الحق کے فرزندان عزیز الحق، علی الحق اور ڈاکٹر منال بالحق اور عزیز الحق کے فرزند عظیم الحق۔
۳۲- نور الحق۔
۳۳- محمود الحق
۴۴- ابو عبد اللہ کے فرزند ظہور عالم اور ابو عبد اللہ کے دادا ڈپٹی جمیل اللہ۔
۴۶- فرحت اللہ، ان کے والد مظہر الیسین اور فرزند ظفر اللہ، رفعت اللہ، نصرت اللہ اور حامد اللہ
۴۹- محمود اللہ
۵۰- محمد فاروق
۵۱- عبد الرؤف
۵۲- منظور احمد
۵۹- ضمیر الدین کے پوتے نور الحسن بن اسحاق الدین اور ضمیر الدین کے والد ڈاکٹر ظہور الدین۔
۶۰- کبیر الدین اور فرزند اظہر الدین احمد نسیم، شمیم الدین احمد، معظم سلیم، ظفر عباس، فریاالزمان اور فصیح الزمان اور شمیم الدین احمد کے چار لڑکے۔
۶۱- دبیر الدین کے فرزند سلیم اظہر۔
۶۲- نصیر الدین
۶۳- ہمایوں فر
۶۳- سرور سعید کے والد محمد الیاس آثم
۷۴- حکیم شمس الاسلام
۷۵- کفیل احمد
۹۰- ولی الدین اور انکے فرزند وحید اختر
۹۵- انعام الدین کے فرزند اکرام الدین
۹۶- احتشام الدین عبرت اور ان کے فرزند اختر عباس۔

Marfat.com

۹۸- محمد آصف، ان کے والد حافظ محمد یوسف اور فرزند محمد احمد، سید احمد۔

۹۹- سفیان احمد۔

۱۰۰- علیم الدین اور ان کے فرزند شہر حق اور سرور حق۔

۱۱۰- لئیق الدین کے فرزند حافظ عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن کے فرزند خلیل الرحمٰن۔

۱۱۱- ارشاد الدین، ان کے فرزند عبدالواحد

۱۱۲- عبدالقدوس، ان کے فرزند عبدالسلام تاج، شمس الاسلام ظفر اور بدرالاسلام سعید اور بدرالاسلام سعید کے فرزند کامران سعید۔

۱۱۴- محب الدین، ان کے فرزند شمس الدین اور دبیر الدین۔

۱۱۷- طبیب الدین اور ان کے فرزند حبیب الدین کے دو لڑکے مجیب الدین توصیف اور نجیب الدین تنویر

۱۱۹- اسلم علی

۱۲۲- مستجاب علی، ان کے چھ فرزند ظفر علی، شہزاد علی، مظہر علی، شوکت علی، اطہر علی اور مسعود جاوید

۱۲۵- حشمت علی کے فرزند عشرت علی اور ان کے فرزند عترت مسعود۔

۱۳۱- محمد غازی اور ان کے چار فرزند محمد ہادی، منظور احمد، منصور احمد اور منکور احمد۔ محمد ہادی کے فرزند شمشاد احمد، منظور احمد کے دو فرزند تقی احمد اور ذکی احمد اور منصور احمد کے فرزند انجم شہاب

۱۳۲- عبدالسلام، ان کے فرزند نورالاسلام

۱۳۳- بوعلی اور ان کے فرزند ظہیرالاسلام

۱۳۵- غلام مصطفےٰ کے فرزند غلام مجتبٰی عرف دیدم

۱۳۶- غلام مرتضےٰ

۱۳۸- غلام کبریا کے فرزند غلام عباس

۱۴۹- احسان الدین، ان کے دو فرزند سلام الرحمٰن اور سلام المنان اور سلام الرحمٰن کے فرزند ظل الرحمٰن۔

۱۵۰- خلیل احمد ان کے دادا حکیم علاءالدین۔

۱۵۱- لئیق الدین۔

۱۵۲- مصباح الدین، ان کے دو فرزند صلاح الدین اور نعمالہدیٰ

Marfat.com

۱۵۳۔ منتاح الدین، ان کے دو فرزند مصلح الدین اور بدر الدجیٰ اور مصلح الدین کے فرزند محمد حسین نیر۔

۱۵۵۔ عتیق احمد کے والد شریف احمد اور دادا محمد حسین۔

۱۵۸۔ فضل حق، ان کے والد عفیف احمد۔

۱۶۵۔ الطاف حسین، ان کے فرزند جلال عباس

۱۶۶۔ اکرام الدین۔

۱۶۷۔ امین الدین

۱۶۸۔ سلام الرحمٰن

۱۶۹۔ قدرت اللہ

۱۷۰۔ فخر الدین، ان کے دو فرزند انتصار الدین اور محمد حسین۔

۱۷۱۔ سردار احمد، ان کے والد محمد احمد، دادا مظفر احمد

۱۷۲۔ آفاق احمد

۱۷۴۔ احسان احمد

۱۷۵۔ شفیق احمد، ان کے فرزند فرید احمد

۱۷۶۔ سلیم احمد

۱۷۹۔ صدیق احمد کے دو فرزند رضا احمد اور اسرار احمد۔

۱۸۲۔ سلطان احمد کے دو فرزند سجاد احمد اور الطاف احمد

۱۹۰۔ محمد اختر بن عبد الواحد از ابنائے ولایت علی

۱۹۳۔ ناصر الدین کے فرزند محمد احسن

۱۹۴۔ فلاح الدین

متفرق فوٹو

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان (باب ۵)

Marfat.com

جمعدار ظہور الدین بن قطب الدین بن محمد عابد
ولی الدین بن وحید الدین بن مولوی امام الدین
بشیر احمد بن محمد حسین بن سیف الرحمٰن شہیدؒ
قاضی انوار الدین (باب ۲) بن قمر الدین بن قطب الدین
مرحبا احمد بن صل علی بن ڈپٹی مظفر احمد۔

Marfat.com

۷۵

کتاب ہادی ہریانہ

تالیف: راقم الحروف

ناشرین: آئینہ ادب، چوک مینار، انارکلی لاہور

تاریخ اشاعت: اکتوبر ۱۹۶۳ء

صفحات: ۱۵۶

قیمت: دو روپے

پاکستان میں ایسی خوش قسمت کتابیں بہت کم شائع ہوئی ہیں جن کا پہلا ایڈیشن چھ مہینے میں فروخت ہوگیا ہو۔ کتاب ہادی ہریانہ کو بازار میں آئے ابھی پورے چار مہینے نہیں ہوئے اور اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہوا چاہتا ہے سارے ہر عقیدہ کے عالم نے پسند فرمایا۔ اخبارات و رسائل نے اس پر حوصلہ افزا تبصرے کئے۔ متعدد بزرگوں نے اپنے خطوط میں اس کی تعریف کی۔ یہاں دو خطوط اور ایک اخباری تبصرہ نقل کئے جاتے ہیں۔

مکتوب گرامی مولانا محمود احمد عباسی مصنف کتاب "خلافت معاویہؓ و یزید"

کاشانۂ محمود ۱/۴ بی ایریا

لیاقت آباد کراچی ۱۹

۲۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

عزیزی و شفیقی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ؛

آپ کی تالیف "ہادی ہریانہ" مشائخ و صالحین کے تذکروں میں منفرد ہے۔ جزاک اللہ۔ چھٹی ساتویں ہجری کے بعد سے مغالاۃ فی البشر کی ایسی وبا پھیلی کہ کوئی تذکرہ بعید از قیاس کرامتوں سے خالی نہیں ملتا۔ متاخرین نے بھی اکثر اسی کی تقلید کی ہے۔ آپ نے اس مختصر سے تذکرہ میں جس کا اسلوب بیان بے تکلف و شگفتہ ہے اور ترتیب مضامین بھی خوب ہے۔ ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب کی شبیہ مبارک کا بلاک کیا آپ کے پاس ہے۔ ص۱۱ پر جس کتبہ کی عبارت درج ہے کیا وہ آپ کا دیکھا ہوا ہے۔ اگر کبھی دیکھا ہے تو اس کی کیفیت بتائیے۔ اس کی عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ یعنی ۱۱۴۱ھ کی عبارت نہیں ہوسکتی۔ امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو محمود احمد عباسی

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی صدر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان

۸۶

(مہر) مرکزی جمعیت علمائے پاکستان
پیر الٰہی بخش کالونی۔ کراچی

۲۱۴
مورخہ ۱۷ دسمبر ۶۳ء

جناب مکرم منظور الحق صدیقی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ اور کتاب ہادئ ہریانہ دونوں تحفے موصول ہوگئے ہیں۔ میں گذشتہ بارہ ماہ سے بیمار چلا آرہا ہوں۔ آنکھ کے نیچے کینسر ہوگیا ہے۔ جناح ہسپتال میں ایک ہفتے کے قریب رہا۔ تاہنوز سلسلہ چل رہا ہے۔

اب سے تقریباً تیس سال قبل رہتک کے جلسے میں گیا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں کا حال دیکھ کر طے کیا کہ کچھ دنوں اس خطے میں رہنا چاہیئے چنانچہ مہم شریف میں قیام رہا اور ۶ ماہ مع اہل وعیال رہا۔ میری صحت میں وہاں کی آب وہوا سے کافی تغیر ہوا۔ سب سے بڑا تغیر واثر حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مزارات مقدسہ کی مسلسل حاضری سے ہوا۔ میری سرشت میں یوں تو آبا واجداد سے حضرات اہل اللہ واولیائے کاملین سے روحانی تعلق ہے اور اسی مناسبت سے میں نے حضرت شاہ محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے استفادۂ روحانی کیا۔ بلاشبہ حضرت شاہ محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ اکیلے فرد ہیں جنہوں نے ہریانہ میں اسلام کی آبیاری فرمائی۔ جس طرح بلاشبہ خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات قدسی صفات نے ہندوستان میں اسلام کا پرچم بلند فرمایا۔ ٹھیک اسی طرح حضرت شاہ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ نے رہتک وغیرہ کے علاقوں کو از سرِ نو دولتِ اسلام سے مالامال فرمادیا۔ جو راجپوت وغیرہ برائے نام مسلمان تھے ان میں روحانی

کیفیات پیدا فرما دیں۔

ہادی ہریانہ کتاب کا میں نے از اوّل تا آخر مطالعہ کیا، کتاب ہر لحاظ سے بہتر ہے، خدا مسلمانوں کو استفادہ کا موقعہ عطا فرمائے۔

محمد عبدالحامد القادری بدایونی

صدر

مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان

روزنامہ امروز ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی ۱۷۶۹ء میں قصبہ مہم ضلع رہتک کے ایک ایسے خانوادے میں پیدا ہوئے جس نے سات سو برس تک ضلع رہتک اور نواحی علاقوں میں لاکھوں افراد کو مشرف باسلام کیا، حضرت شاہ محمد رمضان نے بھی اپنے اجداد کی تقلید میں اسلام کی سرفرازی کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور ہزاروں افراد کو دائرہ اسلام میں لائے۔ آپ پائے کے عالم اور متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ زیر نظر کتاب آپ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے بڑی تحقیق کے بعد مستند حوالوں سے نہ صرف شاہ صاحب کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں بلکہ اس دور کے ملکی حالات پر بھی سیر حاصل جائزہ لیا ہے۔

کتاب ہادی ہریانہ پچھلے سال مرتب ہو چکی تھی۔ محترمی (قاضی) امین الرحمٰن صاحب (۱۷) کو فن تاریخ گوئی میں کمال حاصل ہے۔ اور مغربی پاکستان کے اہل علم ان کے اس کمال کے معترف ہیں۔ انہوں نے کتاب ہادی ہریانہ کا قطعہ تاریخ تکمیل لکھا۔ اس میں شاعرانہ تعلی سے کام لے کر پہلے دو شعروں میں مؤلف سے ایسی باتیں منسوب کر دیں کہ میں نے اس قطعہ کو کتاب ہادی ہریانہ میں شامل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک اچھا مادۂ تاریخ ماہر تاریخ گو کے بھی کبھی کبھی ہاتھ لگتا ہے۔ قاضی صاحب موصوف نے جو مادہ تاریخ نکالا ہے وہ اتنا برجستہ ہے کہ اسے ضائع کرنا کور ذوقی ہوگی اس لئے یہاں درج کیا جاتا ہے:

Marfat.com

قطعۂ تاریخ

طبع کتاب "ہادی ہریانہ" مصنفہ جناب منظور الحق صدیقی ایم اے

(از امین الرحمٰن صدیقی)

جوہر علم میں ممتاز ہیں منظور الحق
خانداں بھر میں نہیں آج کوئی ان کی مثال

علم انساب میں یکتا ہیں تو تاریخ میں فرد
یہ کمالات ہیں ان کے شرف ذات پہ دال

شوق تحقیق عطا ان کو ہوا قدرت سے
یہ وہ دولت ہے نہیں جس کو کسی طرح زوال

تذکرہ شاہ محمد رمضاں کا لکھ کر
فن تاریخ نویسی میں دکھایا ہے کمال

بِللّٰہ الصمد اسی نام کی برکت سے امین
"رمضان ہادی ہریانہ" ہوا طبع کا سال

۱۳۸۲ھ

سطور بالا کی کتابت ہو چکی تھی کہ کتاب ہادی ہریانہ پر بعض اور تبصرے نظر سے گزرے جن میں سے صرف چار نقل کئے جاتے ہیں۔

مکتوب گرامی جناب ممتاز حسن صاحب مینجنگ ڈائرکٹر نیشنل بنک آف پاکستان

۳۶ میکلیل روڈ
کراچی ۴
۶۴/۲/۱۸

محبی و مکرمی "ہادی ہریانہ" کا نسخہ ایک مدت ہوئی مجھے مل چکا ہے۔ میں اس سے پہلے اسے دیکھ نہیں سکا۔ اس لئے آپ کا شکریہ ادا کرنے میں تاخیر ہوئی معذرت چاہتا ہوں۔

کتاب ہر لحاظ سے اچھی اور مفید ہے۔ جن بزرگوں نے اس برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے ان کے مستند حالات لکھنے کی بڑی ضرورت ہے۔ آپ نے "ہادی ہریانہ" لکھ کر ایک بزرگ شخصیت کے متعلق اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔

Marfat.com

اس سے پہلے پیرزادہ محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق آپ کا ایک مضمون بھی ہاتھ آیا تھا۔ میں نے اسے بھی والد مرحوم کے کاغذات میں محفوظ کر دیا ہے۔
خدا آپ کو اپنے علمی اور تحقیقی مشاغل جاری رکھنے کی توفیق دے۔

مخلص ممتاز حسن

بگرامی خدمت صاحب زادہ منظور الحق صدیقی

ہفت روزہ قندیل لاہور ۲۳ فروری ۱۹۶۴ء کا تبصرہ

ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمی مہم ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔ ان کا زمانہ ۱۷۶۹ء سے ۱۸۲۵ء تک ہے۔ آپ نے اضلاع حصار، رہتک، کرنال گوڑ گاؤں کے مسلم راجپوتوں کو حلقۂ اسلام میں لانے اور ان کی اصلاح کرنے میں نمایاں کام کیا ہے۔ خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد فضلی کے بیان کے مطابق ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافروں نے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی۔
پروفیسر منظور الحق صدیقی نے مختلف تاریخی کتابوں سے آپ کی زندگی کے حالات اور اسلام کی تبلیغ کے لئے جدوجہد کی داستان رقم کی ہے۔ ایسے بزرگوں کے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔
آئینۂ ادب نے یہ کتاب شائع کر کے ایک اچھی خدمت سرانجام دی ہے۔ کتاب کی طباعت و کتابت بھی خوبصورت ہے اور قیمت بھی مناسب ہے۔"
اس تبصرہ کے اوپر اس رسالہ میں حضرت شاہ محمد رمضان کی شبیہ کا عکس دیا ہے۔

روزنامہ اخبار مشرق لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۶۴ء کے طویل تبصرہ سے اقتباس۔

"...... ہادیٔ ہریانہ کی اصلاحی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اس علاقے کے مسلمانوں کو ہندو تہذیب کی غلامی سے نجات دلا کر اسلام سے روشناس کرایا جائے۔ اس تحریک نے اس علاقے میں اپنا اثر خوب دکھایا.... شاہ محمد رمضان کن حالات میں پیدا ہوئے، ہریانہ کے علاقے کی کیا حالت تھی، شاہ محمد رمضان کی اصلاحی تحریک نے اس حالت کو کس طرح بدلنے کی کوشش کی یہ سب کچھ اس کتاب میں سیدھے سادے انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔
اسے ایک اچھی بھلی معلوماتی کتاب کہا جا سکتا ہے ..."

ریڈیو پاکستان راولپنڈی کا تبصرہ

تاریخ نشر ۱۷ مارچ ۱۹۶۴ء

وقتِ نشر چھ بج کر پنتالیس منٹ

مبصر ایس کے اے راز مراد آبادی

آج کے نشریہ میں پہلی کتاب جس پر اظہار خیال کیا جا رہا ہے۔ "ہادی ہریانہ" ہے۔ جسے پروفیسر منظور الحق صدیقی نے لکھا ہے۔ ناشر ہیں۔ آئینہ ادب لاہور۔ ضخامت ۱۵۶ صفحات ہیں اور قیمت دو روپیہ۔

مشائخ و صالحین کے جو تذکرے اس کتاب سے پہلے نظر سے گزرے ہیں ان میں سے بیشتر کو کرامات کے بیان تک محدود پایا۔ زیر تبصرہ کتاب صوفیائے کرام کے تذکروں میں اس لئے منفرد ہے کہ یہ خالص مؤرخانہ ذمہ داری سے لکھی گئی ہے۔

ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہید مہمیؒ ضلع رہتک کے اس بزرگ خانوادہ کے چشم و چراغ تھے جس نے اضلاع رہتک، حصار، کرنال اور گوڑ گاؤں میں چھ سو سال تک علم و عرفان کی شمع روشن رکھی۔ آپ کی اصلاحی تحریک کا آغاز اس وقت ہوا جب برصغیر پاکستان و ہندوستان کی سیاست میں ایک بڑی تبدیلی واقع ہو رہی تھی۔ آپ کی حیات ہی میں دہلی کی چھ سو سالہ مسلم حکمرانی کا آفتاب غروب ہوا اور قضا و قدر نے ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا حرفِ آخر لکھ کر حکومت کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں دے دی۔

فاضل مصنف نے اس پر آشوب اور یاس انگیز عہد کی سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور اقتصادی حالت کا معتبر ماخذوں سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"تمدنی اعتبار سے مسلم اور ہندو راجپوتوں میں کوئی نمایاں فرق نہ تھا۔ ان کا لباس، ان کی تقویم، ان کی زبان، رہن سہن، (عید، بقر عید کے علاوہ) تہوار اور دیگر مشاغل ہندو راجپوتوں کے سے تھے۔ وہ ہولی اور دیوالی بھی مناتے تھے۔ ان میں مذہب کے نام پر وہ توہمات تھے جو ہندو اصنام پرستی کا خاصہ ہیں۔ لونا چماری، سرور سلطان، شیخ سدو، زین خاں اور گوگا پیر ان کے خیالی دیوتا تھے جن کے غضب سے بچنے کے لئے منتیں مانتے چڑھاوے چڑھاتے اور دوسری رسوم ادا کرتے۔

"ایسی توہم پرستی تو آج کے مسلمانوں میں بھی کہیں نہ کہیں مل جائے گی مگر ایک عام قاری

Marfat.com

کو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوگا کہ ہریانہ کے راجپوت مسلمان اب سے دو صدی پہلے لڑکیوں کو قتل کرتے تھے اس پر اتنا اور اضافہ کر لیجئے کہ یہ مسلمان دیوی کی پوجا بھی کرتے تھے"۔

مؤلف نے بتایا ہے کہ یہ حالت ہریانہ کے راجپوتوں کی ہی نہ تھی بلکہ بعض اور قبائل بھی اس گناہ میں گرفتار تھے چنانچہ اس عہد کی ایک کبھڑی مسماۃ لاڈو کا واقعہ اسی کی زبان میں ان الفاظ میں درج ہے:

"میں پلول کی بہو تھی۔ بیٹی جھجر کی۔ میرے ایک بیٹی ہوئی۔ میواتنوں نے پوچھا تم چھوری کو کیا دوہو کہ مرجاوے۔ وہ بولیں ہم تو آکھ کا دودھ دے کے پلادیں۔ مری پاوے۔ میں نے آکھ کا دودھ پلا دیا۔ وہ چھوری مرگئی"۔

ایک پورے باب میں مؤلف نے بتایا ہے کہ حضرت ہادیٔ ہریانہ شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی مقناطیسی شخصیت اور حکیمانہ طریق تبلیغ نے کس طرح ہریانہ کے مسلمانوں میں مروجہ ایک ایک رسمِ شرک کا خاتمہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ نے جو عظیم الشان اور ٹھوس کام کیا اسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر خدا اس نیک بندے سے یہ کام نہ کراتا تو اس کا امکان تھا کہ ۱۸۰۲ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے دہلی کی حکومت چھن جانے کے بعد علاقہ ہریانہ کے جری اور بہادر مسلم راجپوتوں کی اکثریت شاید اپنی قدیم حالتِ کفر کو لوٹ جاتی"۔

کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہادیٔ ہریانہ" سوانحی ادب میں مفید اضافہ ہے۔ اس کی لسانی اہمیت بھی کچھ کم نہیں۔ شاہ محمد رمضان شہیدؒ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی بیشتر تصانیف ہریانی زبان میں ہیں جو اردو زبان کی ایک شاخ ہے۔ مؤلف نے ان کتابوں سے تعارف کراتے ہوئے اقتباسات بھی دیئے ہیں۔ نیز اس عہد کی بعض دوسری گرانقدر تحریروں کو نقل کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہادیٔ ہریانہ کی تحریک اصلاح رسوم تک محدود نہ تھی بلکہ تاریخ ہند کے اس دور میں ہزاروں غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے ان نومسلموں میں ایک انگریز بھی تھا جو آپ کے حلقۂ درویشاں میں شامل ہو کر مبلغ اسلام بن گیا۔ آپ کے خلفاء کی فہرست میں ایک نام میاں نور شاہ لاہوری کا بھی ہے جو پہلے ہندو ساد ہو تھے۔ ایک اور نام میاں عبداللہ شاہ کا ہے جو موضع کھنگالہ کے ہندو کائستھ تھے۔

علاوہ ازیں کتاب زیر تبصرہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو زبان و بیان پر خاصی قدرت

Marfat.com

حاصل ہے اور انہیں تاریخی تحقیق سے بھی کافی شغف ہے۔
ہادی ہریانہ کا اختصار البتہ کھٹکتا ہے۔ اگر صدیقی صاحب ان تحریکات میں چند ایک کا ذرا
تفصیل سے ذکر کر دیتے جن کے لئے شیخ محمد رمضانؒ نے اپنی ساری زندگی تج دی تھی تو زیادہ مناسب
ہوتا۔ کیا اچھا ہو اگر آئندہ اشاعت میں اس کمی کو پورا کر دیا جائے۔"

(بشکریہ ریڈیو پاکستان راولپنڈی)

Marfat.com

ضمیمہ ۱۶

مؤلف کے سلسلۂ نسب کی پندرہ پشتوں کے دستخط اور مہریں

ہمارے خاندان کے اکثر زندہ افراد کے سلسلوں کی چودہ پندرہ پشتوں کی مہریں یا دستخط یا تحریریں محفوظ ہیں۔ ان سب کے فوٹو لینے کے اخراجات ناقابل برداشت ہیں۔ صرف اپنے مادری اور پدری سلسلہ کے بزرگوں کے دستخطوں اور مہروں کے عکس پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ان کے علاوہ چار اور بزرگوں کے دستخط یا مہروں کے عکس دیئے جا رہے ہیں۔ ۱، ۱۹، ۳۰، ۳۱، اور ۳۲ نمبروں پر جن بزرگوں کے دستخط یا مہروں کے عکس ہیں ان کی اولاد پر تمام خاندان مشتمل ہے۔

۱۔ "محمد المحتسب المفتی بن عبدالمجید بن حاکم"

یہ مہر عہد اکبری کے بیعنامہ محررہ ۱۷ ربیع الاول ۹۸۳ھ (۲۶ جون ۱۵۷۵ء) پر ہے۔ ان بزرگ کی اولاد سے آٹھ سو چونسٹھ افراد حیات ہیں۔

۲۔ "مفتی ما ہم است شیخ نظام یافتہ انصاف از شہ اسلام"

مفتی نظام الدین بن مفتی محمد کی یہ مہر ۱۷ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۲ء) کے بیعنامہ پر ہے۔

۳۔ "العبد حبیب اللہ بن شیخ امان اللہ مفتی ۱۰۵۱"

۲۵ جمادی الثانی ۱۰۶۴ھ (۳ مئی ۱۶۵۴ء) کے پروانہ مدد معاش پر۔

۴۔ "العبد حبیب اللہ بن شیخ امان اللہ مفتی انچہ درصدرہ قسمت کردہ قبول است"

مہر: "شد حبیب اللہ مفتی مقتدی علماء دین ۰۰۰۰"

یہ تحریر اور مہر ۲۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ (۱۹ فروری ۱۶۸۶ء) کے قسمت نامہ جائداد پر ہے۔

اسی عکس پر: "گواہ شد شیخ محمد مراد بن شیخ عبدالمنعم بخطہ" اور ان کی مہر ہے۔

۵۔ "شد عزیز اللہ مفتی مقتدی علمائے دین ۱۰۹۳"

۲۴ رجب ۱۰۹۷ھ (۷ جون ۱۶۸۶ء) کے قسمت نامہ جائداد پر۔

۶۔ "حافظ عالم خان فدوی شاہ غازی محمد شاہ"

شاہ رنگ لند المخاطب بہ حافظ عالم خان کی مہر استشہاد نامہ مابعد ۱۱۳۸ھ پر۔

Marfat.com

۷۔ "اطلعت علیہ کتبہ احقر الفضلاء تراب اقدام العلماء خادم العلوم والمغازی حافظ عالم خاں المدرس المشہور فی دارالخلافہ شاہ جہان آباد ہند جاگیر دار و متوطن پرگنہ مہم سرکار حصار"

شاہ رزق اللہؒ کے قلم سے یہ عبارت استشہاد نامہ بابعد ۱۱۳۸ھ پر ہے۔

۸۔ "حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ بخطہ"

شاہ نجم اللہؒ کے یہ دستخط ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ (۴ جنوری ۱۷۵۷ء) کے بیعنامہ پر ہیں۔

۹۔ "قمر اللہ ولد حافظ عالم خاں عرف شیخ نجم اللہ بخطہ"

۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ (۴ جنوری ۱۷۵۷ء) کے بیعنامہ پر۔

۱۰۔ "حافظ صفت اللہؒ ولد شیخ قمر اللہ"

۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ (۱۲ اگست ۱۸۱۴ء) کے قسمت نامہ جائداد پر۔

۱۱۔ "گواہ شد خدا بخش ولد خواجہ بخش"

۸ ذیقعد ۱۲۸۰ھ (۱۵ اپریل ۱۸۶۴ء) کے مختار نامہ پر۔

۱۲۔ "یہ نسب نامہ خاکسار خلائق عاصی پر معاصی بندہ شیخ ثناء اللہ ساکن مہم ضلع رہتک سدو رسال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء سمت ۳۵ ہندی ۱۹ تحریر بقلم خود"

۱۳۔ "طالب اللہ"

۱۴۔ "منظور الحق صدیقی"

۱۵۔ "شفاء اللہ صدیقی"

۱۶۔ "آفتاب احمد"

۱۷۔ "احمد منصور صدیقی"

۱۸۔ "محمد اشرف صدیقی"

۱۹۔ "سلیمان بن کمال یقین اہتمام امور شرع متین"

۹ شعبان ۱۰۱۶ھ (۱۹ نومبر ۱۶۰۷ء) کے ادائیگی مہر کے کاغذ پر۔

۲۰۔ "مبارک ہست سلیمان یقین اہتمام امور شرع متین ۱۰۲۰"

۱۴ محرم ۱۰۷۲ھ (۳۰ اگست ۱۶۶۱ء) کے قسمت نامہ جائداد پر۔

۲۱۔ "شیخ عطاء اللہ ولد شیخ سیف اللہ بخط"

Marfat.com

۴ ار رجب ، ۱۰۹۷ ھ (۱۷ جون ۱۶۸۶ ء) کے قسمت نامہ جائداد پر۔

۲۲۔ عطا محمد خاں فدوی بادشاہ غازی محمد شاہ ۱۱۳۴ھ

استشہاد نامہ بالعدد ۱۱۳۸ ھ پر شاہ لطف اللہ کی مہر

۲۳۔ "بندہ درگاہ شیخ لطف اللہ جاگیر دار پرگنہ ہم ایم چوں در حویلی مذکورہ بندہ فرود آمدہ عبارت مذکور خواندہ و بوقت اشب نجار را طلب داشتہ حضور بندہ تراشیدہ دور کنانیدہ" مہر "لطف اللہ" استشہاد نامہ بالعدد ۱۱۳۸ھ (۱۶۲۸ء) پر یہ عبارت ہے۔

۲۴۔ "وقف علیہ عبدالحکیم ولد عطا محمد خاں بخطہ"

۲۴ ربیع الثانی ۱۱۷۰ھ (۱۴ جنوری ۱۷۵۷ء) کے بیعنامہ پر شاہ عبدالحکیمؒ کے دستخط

۲۵۔ شیخ عبدالعظیم اہل یقین اہتمام امور شرع متین وسکاک ۱۲۲۶ھ

گرداگرد "وافوض امری الی اللہ نصر من اللہ وفتح قریب"

۲۷ شوال ۱۲۲۷ھ (۲۴ اکتوبر ۱۸۱۲ء) کے بیعنامہ پر

۲۶۔ محمد اسمٰعیل بالیقین الموصل بحبل المتین ۱۲۴۳ھ

شاہ محمد اسمٰعیل شہید کی یہ مہر ربیع الاول ۱۲۴۵ھ (ستمبر ۱۸۲۹ء) کے قبض الوصول پر ہے۔

۲۷۔ "محمد اسماعیل ولد شاہ عبدالعظیم مہمی بخطہ"

۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ (۸ جون ۱۸۴۴ء) کے کابین نامہ پر۔

۲۸۔ "شیخ عبدالغنی بن مولوی محمد اسماعیل مرحوم بخطہ" مہر "فقیر عبدالغنی ز لطف رمضان ۱۲۵۴ھ"

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ (۷ اپریل ۱۸۸۴ء) کے قسمت نامہ جائداد پر

۲۹۔ "مولوی شاہ غلام جیلانی ولد پیر جی تاج الدین مرحوم بقلم خود"

۲۹ شوال ۱۳۱۹ھ (۸ فروری ۱۹۰۲ء) کے وراثت نامہ پر

۳۰۔ "کتبہ العبد الضعیف شیخ جیو جمال ابن محمود خطیب صدیقی المہمی محمدی"

ماہ ذی الحجہ ۹۷۳ھ (جون ۱۵۶۶ء) کے بیعنامہ پر

۳۱۔ "عبدالرحیم ولد قاضی اسحاق بخطہ"

۲۱ جمادی الثانی بالعدد ۹۸۶ عہد اکبری کے بیعنامہ پر۔ سن ایک مہر کے نیچے آگیا

۳۲۔ "ظفر علی ولد شیخ فضل علی ۱۲۲۰ھ"

۲۹ جمادی الاول ۱۲۲۹ھ دیکم ستمبر ۱۸۱۰ء) کے بیعنامہ پر۔

Marfat.com

مؤلف کا پدری و مادری سلسلہ

زبدۃ الاولیا قاضی قوام الدین جنجیری ثم رہتکی

- مولانا افتخار الدین
- قاضی عماد الدین
- قاضی ہدایت اللہ
- مفتی قادن
- مفتی فضل اللہ
- مفتی محمد حاکم
- مفتی عبد المجید
- مفتی محمد
- مفتی نظام الدین
- مفتی امان اللہ
- مفتی حبیب اللہ
- مفتی عزیز اللہ شہید
- شاہ رزق اللہ
- شاہ نجم اللہ
- حافظ قمر اللہ
- حافظ صفت اللہ
- خواج بخش
- خدا بخش
- ثناء اللہ
- اظہار اللہ

- قاضی حسام الدین
- نظام الدین
- فخر الدین
- علاء الدین
- معین الدین
- کمال الدین
- امام الدین
- شمس الدین
- حسام الدین
- احمد
- محمود
- ابوبکر
- ابراہیم
- اسمٰعیل
- عبد اللہ
- عبد الرحمن رض
- ابوبکر صدیق رض

- مولانا کبیر الدین
- مولانا ظہیر الدین
- مولانا غیاث الدین
- مولانا کمال الدین
- محمد سلیمان میر عدل
- محمد مبارک میر عدل
- سیف اللہ
- عطاء اللہ
- شاہ لطف اللہ سہارنپوری
- شاہ عبد الحکیم
- شاہ عبد العظیم
- شاہ محمد اسمٰعیل شہید
- شاہ عبد الغنی
- مولوی تاج الدین
- مولانا غلام جیلانی
- امتول بیگم

اظہار اللہ و امتول بیگم

- طالب اللہ ← آفتاب احمد
- منظور الحق ← احمد منصور
- مکتفا اللہ ← محمد اشرف

Marfat.com

1

2

3

4

5

6

7

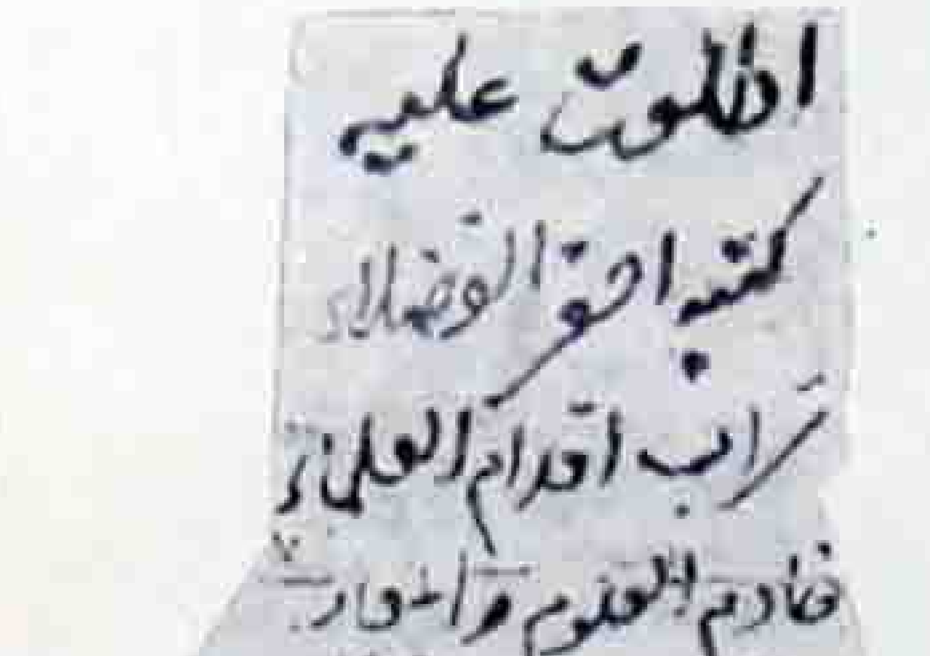
کتبه احقر الفضلای
تراب اقدام العلماء
خادم العلوم و المعارف
حافظ عالم خان المدرس

8

حافظ عالم خان
عرف نجم الدین
بخطہ

9

محمد یوسف ولد حافظ
عالم خان عرف نجم الدین

11

نگران مسجد
حیدر بخش ولد حاجی ...

10

حافظ صبغت اللہ
ولد شیخ قمر اللہ

12

[illegible]

[illegible] ۱۲۹۰ [illegible] ۱۹۰۳ [illegible]

[illegible]

13

طالب اللہ

14

منظور الحق صدیقی

15

شفاء اللہ صدیقی

16

آفتاب احمد صدیقی

17

احمد سعید صدیقی

18

محمد اشرف صدیقی

19

20

21

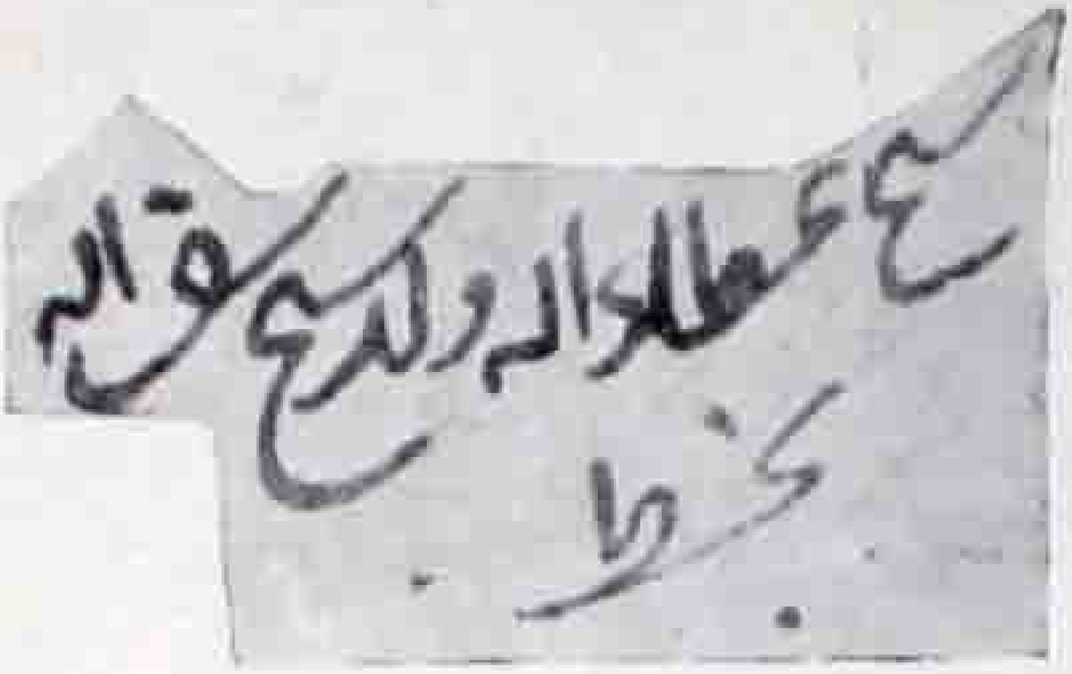

22

23

24

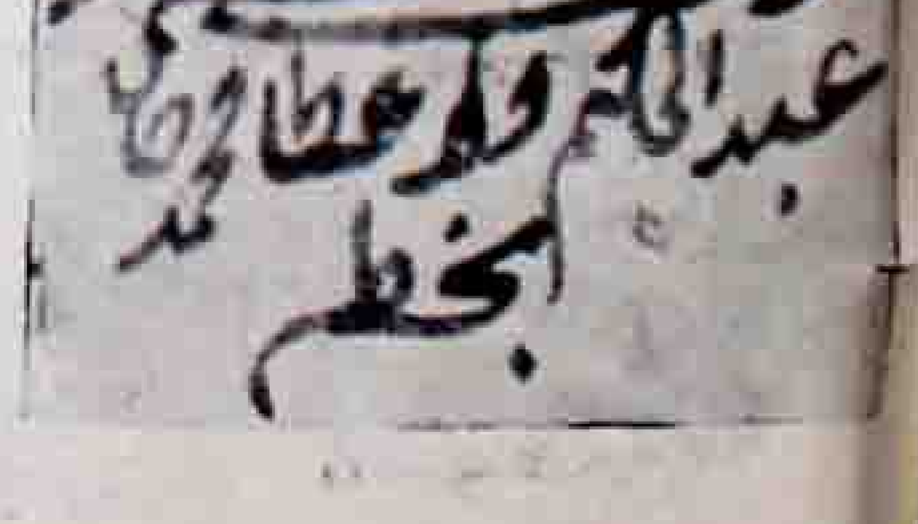

25

Marfat.com

33

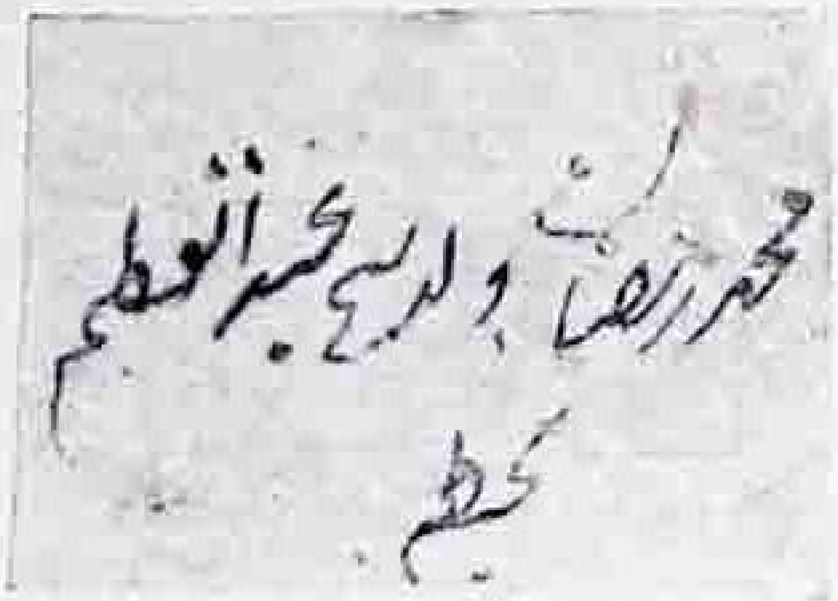

26

27

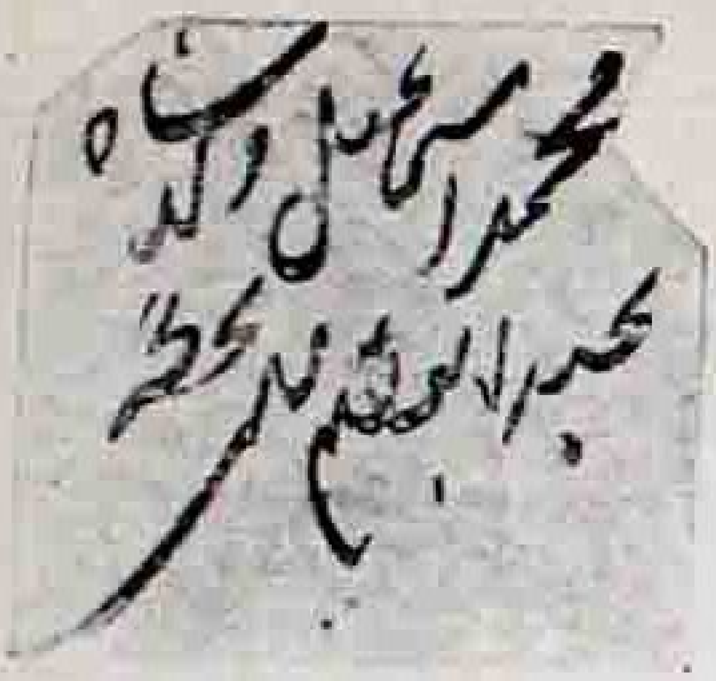

28

29

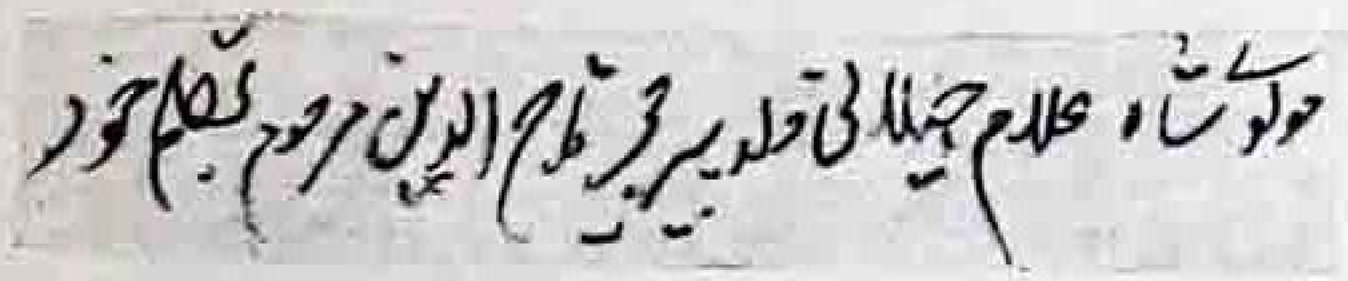

30

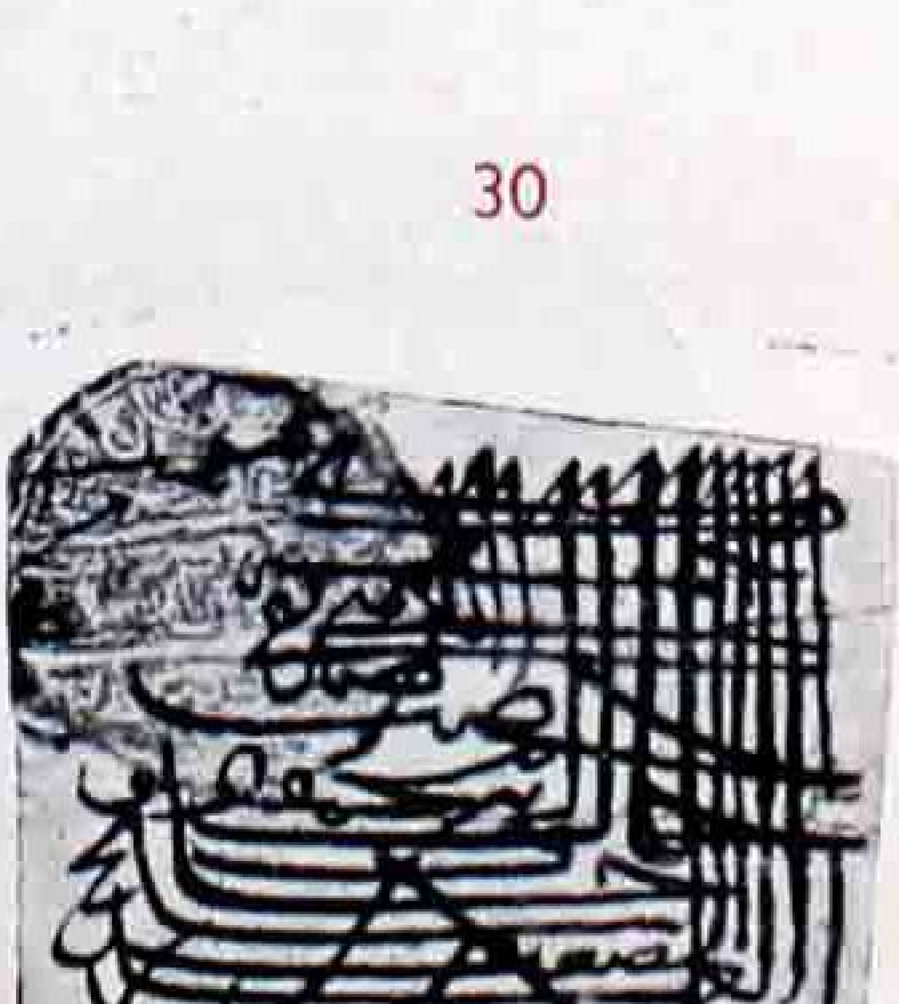

31

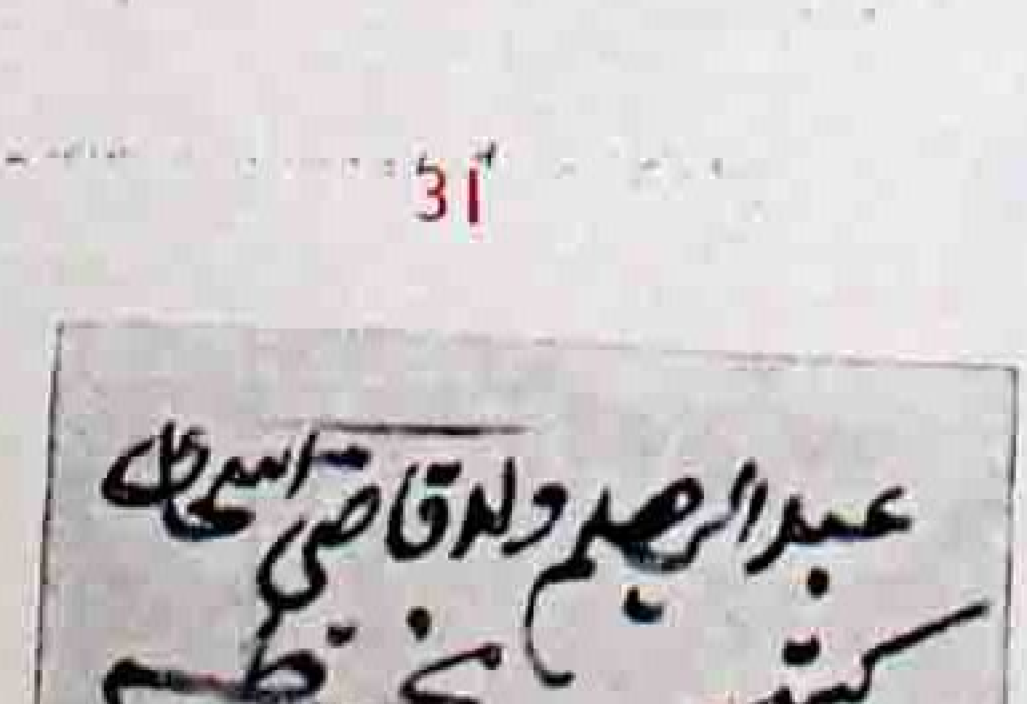

32

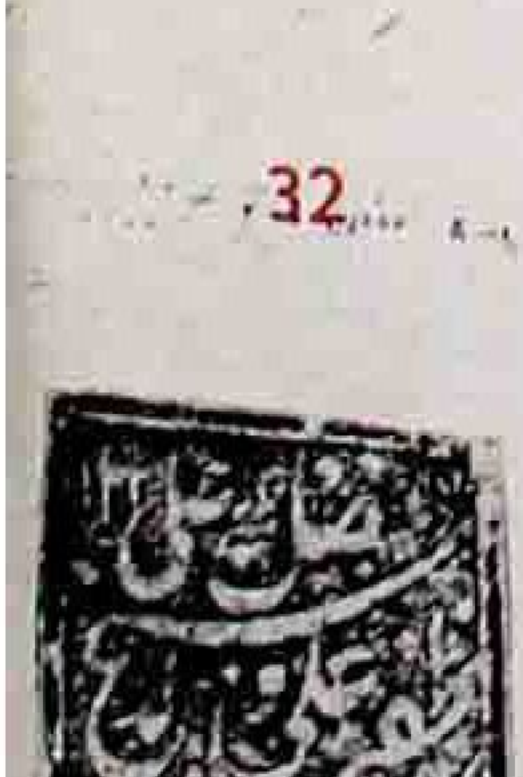

Marfat.com

ضمیمہ ۱۷

افراد کے ناموں کے بارے میں

(الف) حجاز میں ہمارے خاندان کے افراد کے نام عبد پر یا اکہرے تھے ، جیسے عبد اللہ، ابوبکر کنیت ہے) عبد الرحمٰن، عبد اللہ، اسمٰعیل، ابراہیم، ابوبکر، محمود، احمد۔ یمن اور سیستان میں ناموں کی ترتیب یہ رہی : حسام الدین، شمس الدین، امام الدین، کمال الدین، معین الدین، علاؤ الدین، فخر الدین، نظام الدین، حسام الدین، قوام الدین۔ ممکن ہے ان میں سے بعض نام نہ ہوں بلکہ القاب ہوں اور اصل نام کچھ اور رہے ہوں۔ بہرکیف اب یہی محفوظ ہیں۔

ہندوستان میں افراد خاندان کے نام بالعموم دہرے رہے ہیں۔ کچھ نام اکہرے بھی رکھے گئے، زندہ افراد میں سے بھی آٹھ ایسے ہیں جن کے نام اکہرے ہیں —— حسن بن قاری محمد اسحاق، خالد بن سلطان، ہارون بن منظور احمد، خالد، عاصم، عارف، آصف، عدنان ابنائے الطاف الرحمٰن جب میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو ماضی کے بزرگوں کے اکہرے نام کچھ اوپرے اوپرے سے معلوم ہوئے۔ سادہ میں نے بروایت صمدی کے شجرہ نویسوں کے تتبع میں ان کے نام کے ساتھ محمد یا الدین قبول کرتے ہوئے ان کے ناموں کو مرکب لکھ دیا۔ مگر کنز الآثار میں یہ نام اکہرے ہی پائے گئے جیسے قاضی مبارز بن حامد بن قاضی محمد، قاضی سعید بن عبد الصمد بن قاضی عبد الرحیم، مفتی حاکم بن مفتی فضل اللہ بن مفتی قادن، مفتی نظام بن مفتی محمد بن مفتی عبد المجید، مبارک بن سلمان بن کمال بن غیاث الدین، مبارک بن شاہ عبد الحکیم بن شاہ لطف اللہ، مداری بن ابو الغیث بن جیو، بولاقی بن محمد محمود بن جیو بن جمال۔

(ب) آگے پیچھے : تین نام ایسے ہیں جن میں محمد آگے پیچھے پایا گیا ہے۔ محمد فاضل بن عبد اللہ، محمد درویش بن شاہ نجم اللہ، محمد عاشق غطیب بن بولاقی۔

(ج) بعض حضرات اپنے نام کے شروع میں محمد لکھتے رہے ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں جیسے محمد فضل الرحمٰن محمد ظہور اللہ، محمد اسرار الحق، ہم نے اس کتاب میں ایسے نام کے شروع میں محمد نہیں لکھا۔ یہی حال احمد کا ہے جو نام کے آخیر میں لکھا جاتا ہے۔ جیسے محمد علاؤ الدین احمد، کبیر الدین احمد۔ ایک نام محمد احسن الدین

Marfat.com

ہے جسے ہم نے کسی جگہ محمد احسن لکھا اور کسی جگہ احسن الدین۔ شاہ غلام احمد الدین کا نام ہم نے کئی مقامات پر احمد الدین لکھا ہے۔

(د) اولیات: ہمارے خاندان میں ناموں کا خاصا تنوع ہے۔ ماضی میں ناموں کے ساتھ محمد، عبد، دین، حق اور اللہ زیادہ تر ہوتے تھے چنانچہ۔

(۱) عبد: خاندان کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔

(۲) احمد: حجاز میں ہی ہمارے ایک بزرگ احمد بن محمود بن ابوبکر ثانی تھے۔ پھر کئی صدیوں بعد ہندوستان میں اس نام کے دو بزرگ قاضی احمد بن قاضی اسحاق بن قاضی مبارز اور احمد بن قاضی علی اکبر بن فتح علی ہوئے۔ شاہ غلام احمد الدین متوفی ۱۸۱۸ء پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کا ایک جزو احمد تھا اور خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد (۱۸۵۶ء-۱۹۳۰ء) پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کا جزو آخر احمد تھا۔

(۳) دین: احمد کے بعد ناموں میں "دین" داخل ہوا اور یہ لفظ ہماری ہندوستان میں آمد سے پہلے ہی جزو نام بن چکا تھا۔ ایسا پہلا نام حسام الدین بن احمد بن محمود تھا۔

(۴) اللہ: دین کے بعد اللہ جزو نام بنا اور یہ تبدیلی ہندوستان میں مغل عہد حکومت سے پہلے ہوئی۔ اس تبدیلی کا آغاز قاضی ہدایت اللہ بن قاضی عماد الدین بن مولانا افتخار الدین سے ہوا۔

(۵) محمد: اللہ کے بعد محمد نام اور پھر جزو نام بنا۔ اس نام کے پہلے بزرگ قاضی محمد بن قاضی ہدایت اللہ بن قاضی عماد الدین تھے۔

(۶) عالم: نام کا جزوِ ثانی "عالم" گیارھویں صدی ہجری میں بنا۔ قطب العالم بن مفتی امان اللہ اس جزو کے حامل پہلے بزرگ ہیں۔ یہ ۱۰۴۳ھ میں تولد ہوئے۔

(۷) غلام: جن پہلے بزرگ کے نام کا جزوِ اوّل یہ لفظ بنا وہ غلام محمد بن محمد حیات بن ابوالغیث تھے جو ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(۸) بخش: دیدار بخش بن محمد دائم پہلے بزرگ تھے جن کے نام کا دوسرا حصہ بخش تھا۔ یہ بزرگ ۱۱۸۴ھ میں موجود تھے۔

(۹) حق: قاضی نور الحق بن محمد اسلم بن مفتی حبیب اللہ پہلے بزرگ جن کے نام کا جزو ثانی یہ کلمہ بنا۔ ان کی کثیر اولاد میں پانچ بچوں کے علاوہ سب کے نام کے ساتھ حق تھا۔

(۱۰) علی: فتح علی بن محمد تقی بن قاضی سعید کے نام کے ساتھ یہ لفظ پہلی مرتبہ آیا۔ یہ بزرگ

Marfat.com

۱۲۴۲ھ میں حیات تھے۔

(۱۱) حسین: محمد حسین بن مفتی عبدالرحمٰن بن مفتی جعفر کے نام کے ساتھ پہلی مرتبہ حسین آیا ان کی پیدائش اب سے تقریباً دو سو سال قبل ہوئی۔

(۱۲) حسن: قاضی غلام حسن عرف قاضی محمد حسن بن قاضی محمدی کے نام کا جزو پہلی مرتبہ یہ کلمہ بنا۔ ان کا انتقال ۱۲۶۱ھ میں ہوا۔

(۱۳) جدید نام: اب شاہراہ عام سے ہٹ کر ارشد محمود اور معظم سلیم جیسے نام زیادہ مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ پیرزادہ ابراہیم حنیف پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اپنا نام محمد حنیف سے تبدیل کر کے جدید نام رکھا۔

Marfat.com

ماخذ

اس کتاب کا تقریباً نصف حصہ میرے ہمعصروں کے حالاتِ زندگی اور اس معاشرہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں پیدا ہو کر میں اس عمر کو پہنچا۔ جن اقربا سے میں خود نہ مل سکا یا خط و کتابت سے براہ راست حالات معلوم نہ کر سکا ان کے حالات اوروں سے معلوم کئے۔ کنبوں کے سربراہوں سے ان کے بیٹے پوتوں اور باپ دادا کے حالات معلوم کئے۔ اس طرح چار پانچ پشتوں کے حالات جمع ہو گئے۔

ان سے اوپر کی پشتوں کے حالات کے لئے ہمارا سب سے بڑا ماخذ کنز الآثار ہے جس سے ہم دورِ اکبری تک پہنچ جاتے ہیں

میرے اور ہم عصر اقربا کے ذاتی علم اور کنز الآثار کے علاوہ جن اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کتب و رسائل سے مآثر الاجداد کی تیاری میں مدد لی گئی ہے۔ ان کے نام صفحاتِ آئندہ پر ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

(ی) اردو رسائل و اخبار

۱- اورنٹیل کالج میگزین لاہور فروری ۱۹۳۲ء اور مئی ۱۹۶۳ء

۲- رسالہ اردو دہلی اکتوبر ۱۹۴۲ء

۳- رسالہ اقدام لاہور ۲۲ر اپریل ۱۹۶۲ء

۴- رسالہ المائدہ لاہور، اگست ۱۹۳۳ء، ستمبر ۱۹۳۳ء، اکتوبر ۱۹۳۳ء، نومبر ۱۹۳۳ء، جنوری ۱۹۳۵ء۔

۵- رسالہ ترجمان القرآن شعبان ۱۳۵۳ھ، رمضان ۱۳۵۳ھ

۶- " جوہر دہلی اقبال نمبر ۱۹۳۸ء

۷- " تحریک عید نمبر ۱۹۵۳ء

۸- " داعی الی اللہ لاہور یکم شوال ۱۳۵۲ھ

۹- " شاہد لاہور ۴ر اکتوبر ۱۹۴۸ء

۱۰- " قندیل لاہور ۲۰ر فروری ۱۹۵۸ء، ۲۳ فروری ۱۹۶۴ء

۱۱- " لیل و نہار لاہور ۵ر مارچ ۱۹۶۱ء

۱۲- " نیوز ایجنسی دہلی ۲۲ر ستمبر ۱۹۲۸ء، یکم جنوری ۱۹۲۹ء

۱۳- اخبار احسان لاہور ۹ر اگست ۱۹۴۱ء

۱۴- " الامان دہلی ۲۳ر جنوری ۱۹۲۸ء

۱۵- " الجمعیتہ دہلی ۲۷ر جولائی ۱۹۲۰ء، ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۶ء، ۲۷ر جنوری ۱۹۲۸ء، ۵ر نومبر ۱۹۲۸ء

۱۶- " امروز لاہور ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۳ء

۱۷- " پرتاپ لاہور ۱۰ر اگست ۱۹۴۱ء

۱۸- " پیغام صلح لاہور ۳۰ر نومبر ۱۹۳۰ء، ۷ر جون ۱۹۳۱ء

۱۹- " تعلیم لاہور ۲۷ر نومبر ۱۹۳۰ء

۲۰- " حمایت اسلام لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۳۰ء

۲۱- " زمیندار لاہور ۹ر مئی ۱۹۳۷ء

۲۲- " سیاست لاہور ۲۷ر نومبر ۱۹۳۰ء

۲۳- " مشرق لاہور ۲۶ر جنوری ۱۹۶۴ء

Marfat.com

۲۴۔ اخبار ملاپ لاہور ۱۸ر جنوری ۱۹۲۸ء
۲۵۔ 〃 نوائے وقت لاہور ۴ر اگست ۱۹۶۲ء، ۱۱ر ستمبر ۱۹۶۲ء
۲۶۔ 〃 نیر اعظم مراد آباد ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۲ء

(ب) اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور پنجابی کتب

۲۷۔ آبِ کوثر: شیخ محمد اکرام سی ایس پی مطبوعہ فیروز سنز لاہور تیسرا ایڈیشن
۲۸۔ ایپگرافیکا انڈو مسلیمیکا (انگریزی) ۱۹۱۴ - ۱۹۱۳ء
۲۹۔ آخر گت: حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ
۳۰۔ اذکار قلندری (فارسی): پیر فرخ بخش مطبوعہ لاہور ۱۹۵۷ء
۳۱۔ اسناد الاشجار قلمی (فارسی) حضرت شاہ غلام جیلانیؒ
۳۲۔ الاستیعاب (عربی): ابن عبدالبر
۳۳۔ البیرونیز انڈیا (انگریزی ترجمہ) ڈاکٹر سخاؤ
۳۴۔ التجا بحضور خواجہ خواجگان: قاضی عطاء الرحمٰن منظر
۳۵۔ الہارون: مولوی مصباح الدین
۳۶۔ امپیریل گزے ٹیئر آف انڈیا (انگریزی)
۳۷۔ امداد فی ماثر الاجداد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (فارسی)
۳۸۔ انسان اور اس کی فلاسفی (قلمی) پیرزادہ ابراہیم حنیف
۳۹۔ انشائے امیر (قلمی فارسی) امیر اللہ شہیدؒ
۴۰۔ انشائے محمدی (قلمی فارسی) مسیح الزمان ناہدی ہانسوی
۴۱۔ انیس الاعتقاد (قلمی فارسی) عظیم الدین صدیقی الھی
۴۲۔ اوراد حبیبیہ (قلمی فارسی): مفتی حبیب اللہ ثانی
۴۳۔ آئین اکبری: انگریزی ترجمہ گلیڈون اور جیرٹ مطبوعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ
۴۴۔ بلبلِ باغِ نبی: حضرت شاہ محمد رمضانؒ
۴۵۔ بیاض امیر اللہ شہیدؒ (قلمی فارسی)
۴۶۔ بیاض جمیل احمد (قلمی)

۴۷۔ بیاض خلیل الدین آزاد ہمدانی (قلمی)

۴۸۔ بیاض شوکت جہاں نسرین

۴۹۔ بیاض ضمیر الدین اظہر (قلمی)

۵۰۔ " ظہور اللہ شہید (قلمی)

۵۱۔ " فرحت جہاں فرحت (قلمی)

۵۲۔ " قاری فیض الحسن (قلمی)

۵۳۔ " شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (قلمی فارسی)

۵۴۔ " ممتاز الدین ممتاز (قلمی)

۵۵۔ پنجابی دا ادب تے تاریخ منشی عبد الغفور قریشی مطبوعہ تاج بک ڈپو لاہور

۵۶۔ پنجاب یونیورسٹی کلنڈر (انگریزی) ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۵ء

۵۷۔ تاریخ ابو الفدا: اردو ترجمہ

۵۸۔ تاریخ الامت ، حافظ اسلم جیراجپوری

۵۹۔ تاریخ الخلفاء سیوطی اردو ترجمہ

۶۰۔ تاریخ جھجر منشی غلام نبی تحصیلدار

۶۱۔ تاریخ عبرت افزا مرتبہ مرزا علی رضا محزوں مراد آبادی مطبوعہ برلاس پریس مراد آباد (طبع اوّل)

۶۲۔ تاریخ فرشتہ: مطبوعہ نولکشور

۶۳۔ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد ۲: سید ہاشمی فرید آبادی

۶۴۔ تشریح الاحکام الفرقان؛ مولوی ممتاز الحق صدیقی لکھنوی

۶۵۔ تقریب التہذیب (عربی)؛ ابن حجر

۶۶۔ تفیہ آل محمد: پیرزادہ ابراہیم حنیف

۶۷۔ تقویم ہجری و عیسوی ابو النصر خالدی شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۵۲ء

۶۸۔ تہذیب التہذیب ابن حجر (عربی)

۶۹۔ ٹومی ڈاٹ آف دی مغلز (انگریزی) پرسیول سپیئر

۷۰۔ جامع التواریخ مصنفہ رشید الدین

۷۱۔ چہل حدیث منظوم اردو ترجمہ از امیر اللہ شہیدؒ (قلمی)

Marfat.com

۷۲۔ حالاتِ خواتین (قلمی) عائشہ بیگم

۷۳۔ حالاتِ غدر (قلمی) مولوی عبدالشکور

۷۴۔ حیاتِ نظامی خواجہ رکن الدین نظامی مطبوعہ دہلی

۷۵۔ دہلی دربار رپورٹ ۱۹۱۱ء (انگریزی)

۷۶۔ دہلی یونیورسٹی کلنڈر (۱۹۲۶ء) انگریزی

۷۷۔ دہنیر نامہ بی بی فاطمہ (قلمی) شاہ عبدالحکیم حممی

۷۸۔ دیباچہ سلسلۃ الانساب (قلمی) احتشام الحق

۷۹۔ دیوان اسرار حصہ اول مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء مولانا اسرار الحق

۸۰۔ رام جھرنکا مولوی حفوظ الرحمٰن مطبوعہ جمیل پریس جھالاواڑ

۸۱۔ رجسٹر پیدائش واموات حمم (قلمی)

۸۲۔ رپورٹ انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان ۱۹۵۲ء

۸۳۔ رسالہ شوکت مولانا شوکت علی پنشنر ریاست رامپور (قلمی)

۸۴۔ رسالہ شبض (قلمی فارسی) مولوی امام الدینؒ

۸۵۔ زنگیلی: شاہ محمد رمضان شہیدؒ

۸۶۔ روضۃ الرضوان مصنفہ مولوی عبدالشکور و سید عطاء الحق مطبوعہ دہلی

۸۷۔ روضۃ الصفا (فارسی): اخوند میر

۸۸۔ روزنامچہ منہاج الحق (قلمی)

۸۹۔ سپیچز اینڈ رائٹنگز آف مسٹر جناح (انگریزی) مرتبہ جمیل الدین احمد

۹۰۔ سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ مولوی محمد حسین عارف

۹۱۔ سنس رپورٹ آف انڈیا ۱۹۲۱ء جلد ۱۶ (انگریزی)

۹۲۔ سیرت الصدیق: نواب حبیب الرحمٰن شروانی

۹۳۔ شجرہ الماس کفیل احمد الماس یمانی

۹۴۔ شجرہ الیاس محمد الیاس آثم

۹۵۔ شجرہ اولاد بندگی شیخ موسیٰؒ

۹۶۔ شہباز شریعت، مولوی نور محمد (پنجابی)

Marfat.com

۹۷۔ مثنوی جنون المجانین (قلمی فارسی) حضرت شاہ نصراللہ نصرتیؒ

۹۸۔ مثنوی راز بے خودی خان بہادر ڈپٹی منظفر احمد فضلی مطبوعہ دہلی

۹۹۔ مجموعہ نظم عارف : خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم۔اے

۱۰۰۔ مراد العاشقین : مراد شاہ لاہوریؒ (فارسی)

۱۰۱۔ مراد المحبین : مراد شاہ لاہوریؒ (فارسی)

۱۰۲۔ مصباح السالکین (قلمی فارسی) محمد عبدالعظیمؒ گیلانی لاہوری ثم پانی پتی

۱۰۳۔ معرف الانساب : پیرزادہ ابراہیم حنیف (قلمی)

۱۰۴۔ معیار الاشجار مرتبہ منظور الحق صدیقی (قلمی)

۱۰۵۔ معیار الانساب : (قلمی) امداد الحق

۱۰۶۔ ملاک الاعتقاد (قلمی فارسی) شاہ محبوب اللہ الہ آبادیؒ

۱۰۷۔ ملت راجشاہی :

۱۰۸۔ مونس الذاکرین : مرتبہ عبدالقیوم (فارسی)

۱۰۹۔ موتیوں کا ہار : خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف ایم اے

۱۱۰۔ مولود نامہ (قلمی) مولوی عیاض الحق

۱۱۱۔ نسب نامہ اصغر (قلمی)

۱۱۲۔ نسب نامہ الیاس (قلمی)

۱۱۳۔ نسب نامہ اولاد بندگی شیخ موسیٰ (قلمی و مطبوعہ)

۱۱۴۔ نعرہ الولولا : مولوی محمد اصغر (قلمی)

۱۱۵۔ نقیب الاولیاء جلد ۲ دفتر دوم : خان بہادر ڈپٹی منظفر احمد فضلی

۱۱۶۔ عقائد عظیم : شاہ محمد رمضان شہیدؒ

۱۱۷۔ فریاد قرابت : خان بہادر ڈپٹی منظفر احمد فضلی

۱۱۸۔ فقہ اکبر (اردو ترجمہ) امیر اللہ شہیدؒ (قلمی)

۱۱۹۔ قانون سلوک حافظ انور علی (شرح چہار پایان سلوک شاہ غلام جیلانیؒ)

۱۲۰۔ قصیدہ بلیغ البیان : خان بہادر منظفر احمد فضلی (فارسی)

۱۲۱۔ کتاب الانساب (قلمی فارسی) میر محبوب علی

Marfat.com

۱۲۲۔ کتاب الحوادث (قلمی عربی) مولانا حافظ الدین
۱۲۳۔ کتاب المعارف : ابن قتیبہ (اردو ترجمہ)
۱۲۴۔ کتبے : ہم کی عمارات کے
۱۲۵۔ کرسی نامہ : ثناء اللہ صدیقی الٰہی (قلمی)
۱۲۶۔ کلیات قلندر شاہ
۱۲۷۔ گزیٹیر ریاست دوجانہ (انگریزی)
۱۲۸۔ گزیٹیر ضلع حصار (انگریزی)
۱۲۹۔ گزیٹیر ضلع رہتک (انگریزی)
۱۳۰۔ گزیٹیر ضلع گوڑگاؤں (انگریزی)
۱۳۱۔ گلبانگ سخن (فارسی) خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی
۱۳۲۔ واپسی جوانی در حالت پیری و ناتوانی (قلمی) مولوی محمد اصغر
۱۳۳۔ وصیت نامہ : شاہ محمد رمضان شہیدؒ
۱۳۴۔ وقائع الانساب (قلمی) پیرزادہ ابراہیم حنیف
۱۳۵۔ ہادیٔ ہریانہ : منظور الحق صدیقی مطبوعہ گوشۂ ادب لاہور
۱۳۶۔ ہسٹری آف انڈیا (انگریزی) الیٹ اور ڈاؤسن مطبوعہ کلکتہ
۱۳۷۔ ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا، مرتبہ ڈاکٹر محمد الیاس مسعود

Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com

ا

اباابکر ولد عبداللہ بن عبدالرحمانؓ ۶

ابرار احمد بن شفیق احمد ۲۴۳

ابرار الحق (حکیم) بن اسرار الحق ۲۲۱، ۳۹۷

ابراہیم علیہ السلام ۴۹۳، ۴۹۶

ابراہیم بن اسمٰعیل بن عبداللہ ۶، ۴۷۵، ۴۸۴

ابراہیم ادہم ۹۲

ابراہیم حنیف بن عبدالمجید، ح، ۱۵۳—۱۷۴
بابت جمیل الرحمٰن ۱۹۶، بابت
دادی صبیحہ ۴۳۴، بابت معیار الانساب
۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، وقایۃ الانساب
۴۶۷—۴۶۹، معرفۃ الانساب
۴۷۰ — ۴۷۱، ۴۸۸، ۵۰۱،
۵۰۲، ۵۹۹، ۶۰۱، ۶۰۳،
۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶،
۶۰۷، حجۃ الاسلام ۶۰۹،
۶۱۰، ۶۱۲، ۶۱۳،
۶۱۶، ۶۲۲

ابراہیم خاں نعمی ۱۵۴

ابراہیم رشید بن غلام مرتضٰے ۳۲۳

ابراہیم علی بن طاہر علی ۱۰۰ - ۳۰۹

ابراہیم ہانسوی مہاجر مکی ۱۲۵

ابصار الحق بن اسرار الحق ۲۲۳، ۶۲۵

ابن الاعرابی ۴۹۵، ۴۹۶

ابن حبان ۵

ابن سعد ۵

ابن قتیبہ ۵

ابن ہشام ۴۹۵، ۴۹۶

ابوالاعلیٰ مودودی ۱۶۵، — کی رائے بابت
پیرزادہ ابراہیم حنیف ۱۶۶، ۱۶۷،
۴۰۰، ۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۸،
۶۱۹، ۶۲۱

ابوالحسن ولد شیخ امام الدین عرف چینو ۴۰

ابوالحسن ولد فضل حسین وکیل دہلی ۳۹۴

ابوالحسن بن علی حسن ۲۱۷، ۲۱۸

ابوالظفر ولد عبدالحق ۵۶۴

ابوالعاصؓ ۴

ابوالعلاؒ (داپیر) ۳۸، ۴۵

ابوالغیث عرف جہانگیر بن شیخ محمد جیو ۸۳، ۲۱۲، ۲۲۹

ابوالفتح بن مفتی محمد ۵۲۱، ۵۳۵

ابوالقاسم واسطی ۷، ۴۸۸

ابوبکر بن ابراہیم بن اسمٰعیل ۶، ۴۷۳، ۴۷۵

Marfat.com

۴۰۸، ۴۹۱، ۶۲۲

ابوبکر صدیقؓ ۱ ـــ ۳، ۲۵۶، ۳۷۶، ۴۷۸،
۴۶۷

ابوزرعہ الدمشقی ۵

ابو حمید بن عبدالحکیم ۳۱۷، ۳۲۶

ابوعبداللہ بن ظہور اللہ ۱۷۹، ۲۰۴، ۲۲۲

ابوعثمان النہدی ۵

ابوقحافہ عثمانؓ ۱، ۷، ۴۹۱

ابوالنصر (سید) خلیفہ سیف الدین عبدالوہاب ۹۶

ابونعیم ۵

اپاکانڈی راؤ ۳۶۶

اثیر الدین بن ڈاکٹر ظہور الدین ۱۷۹، ۲۵۴، ۳۶۲

اجمل خاں (مسیح الملک حکیم) ۱۳۲، ۲۳۱

اجمیری بن محمد جمال خطیب ۲۷۸، ۵۳۳

احتشام الحق بن اذکار الحق ۲۲۳

احتشام الحق بن قاضی بہرام الحق ۲۳۵، ۲۳۷،
۲|۳۸۱، سلسلۃ الانساب
۲۶۲ ـ ۲۶۳، دیباچہ سلسلۃ الانساب
۴۸۹ ـ ۴۹۲

احتشام الدین شرف بن عثمان الدین ۲۸۵

احتشام الدین عبرت بن مصباح الدین ۱۸۰، ۲۹۵

احتیاج الحق بن سراج الحق ۱۷۹، ۲۲۲، ۲۳۳

احسان احمد بن ڈپٹی منظر احمد ۲۱۷، ۲۲۶، ۳۴۴،
۳۴۳، ۶۲۲

احسان الدین بن محمد اسعد ۲۱۷، ۳۴۲، ۳۴۴، ۶۲۶

احسان اللہ بن محمود اللہ ۲۴۴

احسن اللہ بن ظہور اللہ ۸۴

احمدؒ (سید) ۸۹

احمد بن قاضی علی اکبر ۱۷۶، ۱۹۲،
دستخط ۱۹ حاشیہ و ۵۶۸

احمد بن قاضی محمد اسحٰق ۱۳، ۱۵، ۵۲۳

احمد بن محمود بن ابوبکر ثانی ۶، ۷، ۴۷۳،
۴۷۵، ۴۷۷، ۴۹۲

احمد ولد محمد ۵۵۶

احمد اشرف (خواجہ) ۴۰۰

احمد الدینؒ (شاہ) بن شاہ بدر الدینؒ ۴، ۷،
اصل نام غلام احمد الدین ۱۷۸، ۵۶۷،
۲۵۷ ـــ ۲۵۸

احمد امین بن وارث علی ۳۶۱

احمد بخش خاں نواب لوہارو ۳۶۹

احمد جی (سید) ۳۶۶

احمد حسین مکی ۷۹

احمد حسین بن امیر حسین ۱۷۹، ۲۴۵، ۲۴۹

احمد خاں (خاں بہادر) سکنہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۱۷۳

احمد خاں جاجو نمبردار جہم ۵۹۴، ۵۹۷

احمد رضا بن منظور الحق ۲۱۱، ۶۲۵، ۷۰۵

احمد سعید بن عطاء الرحمٰن ۱۸۹

احمد سعید دہلوی نقشبندی مجددی ۱۲۳

احمد شاہ شہید بن محمد شاہ ۲۱۷، ۴۰۰، ۵۱۰

احمد علی بن حکیم ببر علی ۳۶۱

Marfat.com

احمد علی بن سطیع الرحمٰن ۱۹۶
احمد علی شہید کرنالی (سید) ۱۱۴، ۱۱۵
احمد علی لاہوری (مولانا) ۱۶۵
احمد مسیح (پادری) ۱۶۲
احمد منصور بن منظور الحق ۲۰۹، ۲۱۱، ۵۰۰،
۶۲۵، ۶۳۸، ۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲
احمد منیر نقشبندیؒ ۲۱۳
احمد میاںؒ (سید) ۴۴
احمد یار ملازم سرکار ٹونک ۵۹۸
احمد یار خاں (نواب) ۳۸۲، ۳۸۴
اسعد یار خاں فتح پوری ۱۱۶
اختر سعید بن عطاء الرحمٰن ۱۸۹، ۴۲۲
اختر عباس بن احتشام الدین عبرت ۲۹۵، ۶۲۵
اختر علی بن محمد اشفاق ۳۲۵
اختر محمود بن بشیر الرحمٰن ۱۹۵، ۴۱۲
اخلاص بی بی ۵۶۰
اخلاق احمد بن سید احمد ۳۴۴
ادریس احمد صدیقی کسٹوڈین لاہور کورٹ ۵۱۱
اذکار الحق اختر شادانی بن اسرار الحق ۲۲۲—۲۲۳
ارادت اللہ دہلویؒ (شاہ) ۹۶
ارشاد الدین بن رشید الدین ۱۸۰، ۳۰۲، ۳۰۴
ارشاد الرحمٰن عرشی ریڈر و پروفیسر ابن بشیر الرحمٰن
۱۹۳—۱۹۵
ارشاد حسین (مولانا) مدرس رامپور ۳۲۸، ۳۳۰
ارشاد علی بن مبارک علی ۳۱۰، ۳۱۳

ارشد گورگانی (مرزا عبد الغنی) ۱۳۸
ارشد محمود بن منظور الحق ۲۱۱، ۶۲۵
آزاد (محمد حسین) ۱۳۷
اسحاق (قاضی) بن قاضی مبارز = محمد اسحاق (قاضی)
اسحاق الدین بن قطب الدین ۲۸۴، ۲۸۶ — ۲۸۷
اسد اللہ ۵۶۰
اسد علی بن حکیم ببر علی ۳۵۶، ۳۶۲
اسد علی (حکیم) بن حکیم محمد درویش ۲۰۱،
۲۱۶، ۴۳۴
اسد علی بن منظور علی ۳۶۰
اسرار احمد بن صدیق احمد ۴۴۳، ۶۲۷
اسرار الحق (طوطیٔ ہند) بن انصار الحق ۱۷۹،
۲۱۹ — ۲۲۱ ۲۲۴
اسلم جیراجپوری (مولانا حافظ) ۱۵۱
اسلم علی بن مقصود علی ۱۸۰، ۳۰۹، ۶۲۶
اسمٰعیل (نواب بہادر گڑھ) ۲۱
اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ ۴۹۶
اسمٰعیل ولد عبد اللہ ولد ابوبکر صدیقؓ ۲
اسمٰعیل بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰنؒ ۶، ۴۷۳،
۴۷۵، ۴۷۸، ۴۹۲
اسماءؓ دختر حضرت ابوبکرؓ ۲۰۱
اسماءؓ دختر عمیس اہلیہ ابوبکر صدیقؓ ۳
اشتیاق احمد سیکرٹری مسلم لیگ انبالہ ۴۰۲
اشتیاق الدین بن قطب الدین ۲۸۷
اشرف (قاضی) بن قاضی احمد ۱۳، ۱۴، ۱۶

Marfat.com

بیرعدل ۸۵، ۴۸۰، ۵۱۰

اشرف خاں ۵۳۰

اشرف علی بن افضل علی ۳۱۱

اشرف علی (پیرجی) نبیرہ شاہ رمضان علی ۴۵

اشرف علی (میاں) خلیفہ میاں عبداللہ درویش ۱۱۷

اشرف علی = محمد مشرف بن قاضی محمد مکرم

اشرف علی تھانوی (مولانا) ۱۶۵

اصالت بنت محمد حاکم، اہلیہ محمد ۵۷۶

اصغر (شیخ) محتسب رہتک ۳۵۴، ۳۶۰

اصغر علی بن وزیر علی ۳۶۱

آصف علی بن سجاد علی ۳۱۳

اظہار الحق بن اذکار الحق ۲۲۲

اظہار الحق بن وزیر الحق ۲۳۵، ۲۳۸

اظہار اللہ بن ثناء اللہ ۲۰۱-۲۰۲، ۵۷۴، ۶۴۰

اظہر الدین احمد نسیم بن کبیر الدین احمد ۲۵۹، ۶۲۵

اظہر الدین ظہیر بن حکیم معین الدین ۱۹۸

اظہر سعید بن سعید الرحمٰن ۱۸۹، ۶۲۴

اظہر علی بن مستجاب علی ۳۱۱، ۶۲۶

اعتماد الحق (ڈاکٹر) بن عماد الحق شہید ۱۷۹، ۲۳۵

اعجاز الدین بن مختار الدین ۱۸۰، ۲۹۰، ۲۹۸

اعجاز الدین بن نظام الدین ۳۶۲

اعجاز الرحمٰن بن بشیر الرحمان ۱۹۵، ۶۲۴

اعجاز علی بن رئیس الدین ۱۸۰، ۲۸۸

اعزاز الدین بن امتیاز الدین طوق ۲۸۱

اعزاز الدین بن ممتاز الدین ۱۸۰، ۲۹۰، ۲۹۸

اعظم خاں افغان ۵۴۱

اعظم علی بن حشمت علی ۳۶۱

آفاق احمد بن محمد احمد ۳۱۷، ۳۴۲

آفتاب احمد بن طالب اللہ ۲۰۱، ۶۳۸، ۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲

افتخار احمد بن محمد غازی ۳۱۹

افتخار احمد بن سید احمد ۳۲۲

افتخار احمد بن واحد علی ۳۶۱

افتخار الحق (حکیم) بن انصار الحق ۲۱۹، ۲۲۸

افتخار الدین بن عزیز الدین ۲۷۹

افتخار الدینؒ (مولانا) بن قاضی قوام الدینؒ ۹، ۹ ح، ۱۰ ح، دو فرزند ۱۲، نامعلوم الاسم فرزند ۱۲ ح اور ۲۵۵-۲۵۶ و ۲۷۴، تعداد اولاد ۱۷۵، محمد افتخار ۴۵۴، ۲۷۴، قاضی ۲۷۴، ۲۹۰ ح، ۲۹۰، ۴۹۲

افتخار حسین والیٔ ممدوٹ ۲۰۸

افراسیاب امیر الامرا ۳۶۵، ۳۶۶

افضل علی بن پیر علی ۳۶۱

افضل علی بن محمود علی ۱۸۰، ۳۱۰

اقبال احمد بن باقر علی ۱۸۶

اقبال احمد بن غلام کبریا ۳۲۴

اقبال احمد ولد محمد طفیل ولد محمد جمیل ۵۰۰

اقبال احمد بن محمد یوسف ۱۸۰، ۲۹۰، ۲۹۷

اقبال الدین بن قیام الدین ۲۸۰

Marfat.com

اقبال جاوید بن حشمت علی ۳۱۲
اقبال حمید بن عطاء الرحمٰن منظر ۱۸۹
اقتدار الحق عرف منصف بن نظار الحق ۱۷۹، ۲۳۵، ۲۳۸
اکبر (شاہنشاہ) ۲۷۷، ۲۸۱، ۴۸۲-۴۸۳، ۵۳۲
اکبر شاہ ثانی (شاہ ہند) ۳۶۸، ۴۸۴
اکبر علی دہلوی (سید) ۱۴۴
اکبر علی فاروقی سکنہ مانڈوھٹی ۵۹
آکٹرلونی ۹۶، ۹۷
اکرام الدین بن انصار الدین ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۳۹
اکرام الدین بن انعام الدین ۲۹۰، ۶۲۵
اکرام الدین بن ممتاز الدین ۳۱۷، ۳۳۸
اکرام اللہ بن محب اللہ ۸۴
اکرم علی بن وارث علی ۳۶۱
اکمل الدین بن شریف احمد ۳۱۷، ۳۳۵
اگر سین (بابو) ۵۰۱
البیرونی ۸
آل رسول علیخاں (دیوان سید) ۱۷۳، ۶۰۷-۶۰۸
الطاف احمد بن سلطان احمد ۳۴۷، ۶۲۷
الطاف الرحمٰن بن فیاض الرحمٰن ۱۸۵، ۳۹۸، ۶۲۴
الطاف حسین بن عین الدین ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۳۹
الف خاتون اہلیہ مفتی حبیب اللہ بن مفتی امان اللہ ۳۸۲
الگزانڈر (کرنل) ۱۰۵، ۱۱۵

الماس بیانی = کفیل احمد
آل نبی ولد آل رسول علی خاں ۶۰۸
اللہ بخش تونسوی ۱۴۳
اللہ بخش شاگرد بی بی صبیحہ ۴۳۴
اللہ بخش ولد عبد القوی ۵۶۵
اللہ بخش گنج بخش (شاہ) گڑھ مکتیسری ۸۵، ۴۸۴، ۴۸۸، ۴۹۰، ۴۹۸ — ۴۹۹
الہ داد حسین قصوری ۸۹
الہ دیا (سید) مرشد شاہ عبد الحکیم ۸۹
الہ یار ولد منصور ۵۴۳
الیاس حسین بن کامل حسین ۲۴۵
ام الخیر سلمیٰ اہلیہ ابو قحافہ عثمان ۱ — ۲
امام الدین مقدم رہتک ۵۸۱
امام الدین بن شمس الدین ۶، ۳، ۳۴۳، ۴۷۵، ۴۷۸، ۴۹۲
امام الدین بن شاہ غلام احمد الدین ۴۳ — ۴۹، ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۴
پاپوش ۲۶۵، دستخط ۵۸۱
امام النساء اہلیہ ظفر علی ۳۵۷، ۵۶۹، ۵۸۰
امام بخش صہبائی ۴۹
امام بخش ولد قادر بخش خاں نمبردار مہم ۵۹۲
امامی (خواجہ) سکنہ مہم ۵۲۳
امام علی ولد رحم علی رہتکی ۵۷۹
امام علی ولد محمد آصف رہتکی ۳۵۹، ۵۵۳
امان الحق بن ڈاکٹر نثار الحق ۲۱۹

Marfat.com

امان اللہ رہتکی ۵۷۹
امان اللہ دبیدا سوفی پتی ۳۵
امان اللہ (مفتی) بن مفتی نظام الدین ۱۳،
۲۴، ۱۷۷، ۳۷۴، ۴۷۷،
۴۹۲، ۶۴۰
امانی بیگم اہلیہ محمد شاہ غوث ۴۳۲
امۃ الحبیب اہلیہ کفیل احمد ۲۷۲
امۃ الرسول اہلیہ شاہ نجم اللہؒ ۳۸
امۃ النساء بنت قاضی محمد مکرم ۲۴۵
احتول بیگم بنت غلام جیلانی والدۂ مؤلف ۴۴۸،
۵۵، حاشیہ، ۶۴۰
امتیاز الدین بن عطیع الدین ۱۸۰، ۲۷۹، ۲۷
۲۸۰ - ۲۸۱
امجد (شیخ) = محمد امجد
امجد (شیخ) ولد محمد اکرم ۵۶۵
ام حبیبہ بنت حافظ الدین اہلیہ علاء الدین ۳۴۴
ام رومانؓ اہلیہ ابوبکر صدیقؓ ۲-۳
ام کلثوم بنت ابوبکر صدیقؓ ۳، ۶، ۲۲
امداد الحق بن احتشام الحق ۹ حاشیہ، ۱۷۱،
۱۸۳، ۱۹۱، ۲۳۵، ۲۳۶ - ۲۳۷،
۳۴۸، ۳۵۰، ۳۹۵، ۴۵۲،
معیار الانساب ۴۶۳ - ۴۶۹، دیباچہ
معیار الانساب ۴۸۹ - ۴۹۴، ۴۷۹
دستخط ۵۹۷، ۵۰۰، ۵۰۱
امداد علی بن برکت علی ۳۶۱
امید علی (قاضی) - بیدا ۴۸۴، ۵۲۵، ۵۲۶،
۵۷۹
امید علی بن حیات علی ۳۱۴، ۳۵۵
امیر احمد (حافظ) بن محمد شاہ غوث ۱۵۴،
۳۱۷، ۳۴۲، ۳۴۴
امیر الحق متبنّیٰ امداد الحق ۲۳۶
امیر الدین رہتکی ۵۷۷
امیر الدین بن بدیع الدین ۵۷۸، ۵۸۰
امیر الدین بن شکر اللہ ۳۳۷، ۳۳۸
امیر الدین بن معین الدین ۳۱۷، ۳۲۳، ۳۲۶
امیر النساء اہلیہ عصمت اللہ ۵۶۳
امیر اللہ شہیدؒ بن صبغۃ اللہ ۲۰، ۵۲، ۲۸۰،
۲۸۱ حاشیہ، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۱۷،
دستخط ۵۱۸
امیر اللہ بن مہر اللہ ۱۷۷، ۲۴۲، ۵۹۲
امیر بخش سکندر پلیانی خلیفہ شاہ محمد رمضانؒ ۱۱۷
امیر حسن بن احمد شاہ شہید ۱۷۹، ۲۱۷
امیر حسین بن علی حسین ۲۲۵، ۲۴۹
امیر حسین علی خلیفہ شاہ محمد رمضانؒ ۱۱۶
امیر علی ولد بشارت علی رہتکی ۴۷۴
امیر علی ولد سراج الدین رہتکی ۵۷۹
امیر علی بن محبوب علی ۲۵۰، ۲۵۱
امیر علی بن نظام علی بن محمد بخش ۲۸۴
امیر محمد خان والئی ٹونک ۹۳
امین الدین بن انصار الدین ۱۳۶، ۳۳۷، ۳۴۰، ۶۲۷

Marfat.com

امین الدین بن حشمت علی ۳۶۱
امین الدین بن کریم الدین ۲۱۹، ۲۹۰،
۲۹۳ - ۲۹۴، ۳۸۶، ۴۴۶، ۵۸۷
امین الدین بن وجیہہ الدین ۲۸۳، ۲۸۷
امین الرحمٰن بن جمیل الرحمٰن ۱۷۹، ۱۹۱، ۱۹۶،
۱۹۷، ۲۱۸، ۲۴۴، ۳۹۴، ۶۲۴،
۶۳۱، ۶۳۲، ۷۰۴
امین اللہ بن کفایت اللہ ۱۷۹، ۲۰۴، ۲۴۴
امینہ بنت شاہ محمد اسمٰعیل اہلیہ امین الدین ۴۴۶
امینہ اہلیہ خیر اللہ بن اسد اللہ ۵۶۸
انتصار الدین بن فخر الدین ۳۴۰، ۶۲۷
انتظار الحق بن اقتدار الحق ۲۳۸
انتظام الدین بن جمال الدین ۲۵۶، ۳۵۰
انجم صدیقی اہلیہ وجیہ الدین ۲۵۹ - ۲۶۰
انجم شہاب بن منصور احمد ۶۲۶
اندراج گوئیت مزارع ۵۶۰
اندراج الحق بن سراج الحق ۱۷۹، ۲۳۲،
۲۳۳ - ۲۳۴
انصار الحق بن عیاض الحق ۲۱۹، ۲۲۴، ۲۹۲ حاشیہ
انصار الدین بن منہاج الدین ۳۳۷، ۳۳۹
انظار الحق بن نظار الحق ۱۷۹، ۲۳۵، ۲۳۹
انعام الدین بن منہاج الدین ۳۳۷، ۳۴۰
انعام الدین بن مصباح الدین ۱۸۰، ۲۹۰
انعام اللہ بن مراد اللہ ۱۷۹، ۲۴۰، ۲۴۴
انوار احمد بن محمد غازی ۲۱۹
انوار احمد بن سید احمد ۳۴۴
انوار الدین بن عین الدین ۲۹۲ حاشیہ
انوار الدین بن غلام سرور الدین ۲۹۲ حاشیہ
انوار الدین (قاضی) بن قمر الدین ۲۱، ۶۲۸
انوار الدین بن معین الدین ۱۹۸
انوار الحق (قاری) بن اسرار الحق ۲۲۲
انوار الحق بن ڈاکٹر اعتماد الحق ۲۳۵
انوار اللہ تاثیر بن محمود اللہ ۲۴۴
انور بیگ ۲۹، ۴۱۷، ۴۸۷
انور سعید بن سعید الدین ۲۸۰
انور علی رہتکی (حافظ) ۶۷، ۳۰۱
انور کریم بن فضل الرحمٰن ۱۹۷، ۶۲۴
انیس الدین بن خلیق الدین ۳۰۳
انیس الدین بن عین الدین ۲۷۹
انیس الدین بن معین الدین ۱۹۹
اورنگ زیب عالمگیر ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۸۰، ۴۰،
۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۱،
۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۸، ۵۴۲
ادل نبیرہ قاضی اشرف ۱۶، ۴۸۳
اولاد حسین شاداں بلگرامی ۱۶۸ - ۱۶۹،
۱۷۲، ۵۹۹
اولیا بی بی ۵۱۷
اولیا (حاجی) اہلیہ ظہور اللہ ۲۱، ۴۴۱، ۴۴۲ - ۴۴۴
آئیون امین رحمان بن فضل الرحمٰن ۱۹۷، ۶۲۴
ایاز الدین بن ریاض الدین ۱۸۱، ۶۲۴

Marfat.com

ایلٹ للک دیہان اکلکٹر ضلع رہتک ۳۹۰
ایوب ولد سلیمان ولد عبدالملک ۴
ایوب بدخشی نقشبندی ۸۶، ۸۷
ایوب علی بن حشمت علی ۳۶۱
ایوب علی بن محمود علی ۱۸۰، ۳۱۰، ۳۱۱

ب

بابر بادشاہ کتبہ ۴۸۷
بابر ولد تپر چند بقال مہم ۱۲۰، ۱۲۲،
۳۹۴، ۳۹۵
بابر خاں راجپوت رہتک ۳۹۱
باقر علی بن منظہر علی ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۵
باقر محمد ولد شیخ کراتی ۵۲۶
بایزید ولد بیبت شہ جاجو مہم ۵۲۳
ببرالحق بن ثناءالحق بن نورالحق ۴۸۴
ببر علی (سید) خلیفہ سید مسعود ۹۶
ببر علی (حکیم) بن ظفر علی ۲۵۶، ۲۵۷، ۳۸۵
بحال الدین بن جلال الدین ۲۵۶، ۳۶۴
بختاور سنگھ تحصیلدار رہتک ۳۹۰
بدرالاسلام سعید بن عبدالقدوس ۳۰۵، ۶۲۶
بدرالاسلام بن عبدالواحد ۳۰۴
بدرالحسن بن حافظ محمد صدیق ۲۸۱
بدرالدجی بن مفتاح الدین ۳۳۵، ۶۲۷
بدرالدین بن صدیق الدین ۲۸۶
بدرالدین (شاہ) بن فخرالدین ۲۸، ۲۷،
۵۳ — ۶۰، ۶۱، ۶۴، ۶۷، ۱۷۸،
۲۱۷، ۲۵۸، کرتہ ۲۶۴، ۳۷۷،
۳۷۹، رسالۂ شق مہم ۲۱۷، ۴۲۲،
کرسی نامہ ۴۸۴ — ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۹۴
اجازت نامہ ۴۸۵ و ۵۶۹
بدرالدین بن قطب الدین ۳۰
بدرالدین بن حسام الدین ۲۹، ۲۹۸
بدرالزماں بن محمد آصف ۲۹۶
بدرمنیر بن سلطان احمد ۲۹۷
بدیع الدین عرف حکیم صفدر علی بن حکیم ولی اللہ ۳۱
بدیع الدین بن فخرالدین ۱۷۸، ۳۰۰، ۳۰۱،
۳۵۷، ۳۵۸، ۵۱۳، ۵۵۷
بدیع الدین شاہ مدار ۴۲۷
بدھو (شیخ) اُمہی ۵۶۵
برخیا کاتب وحی ۴۹۶
برکت حسین (ربابی) ۴۰۳
برکت علی بن پیر علی ۳۶۱
برہان ولد شیخ مصطفےٰ ۵۲۶
برہان الحق بن فرقان الحق ۲۳۱
برہان خاتون ۳۷۸
برہان علی — محمد برہان بن شیخ محمد امجد
برہمانند بھارتی ۱۶۳
برین (رالیف ایل) ۲۹۷
بشارت اللہ بن جماعت اللہ ۵۶۶، ۵۶۸
بشارت علی بن پیر علی ۳۶۱
بشنا ولد نرسنگھ بقال مہم ۵۱۷

Marfat.com

بشیر احمد میاں اٹوی آئی جی پولیس ۱۶۴
بشیر احمد بن بوعلی بخش ۳۱۷، ۳۴۷، ۳۵۱
بشیر احمد ولد عبدالرزاق گڑھ مکتیسری ۵۰۱، ۵۰۱ حاشیہ
بشیر احمد بن محمد حسین عارف ۱۴۳، ۴۲۸
بشیر الدین احمد محمود (مرزا) ۱۶۳
بشیر الدین بن امین الدین ۲۹۰، ۲۹۲ حاشیہ
بشیر الدین بن دبیر الدین ۲۶۱، ۴۰۰، ۴۰۶
بشیر الدین بن مبین الدین ۳۰۶
بشیر الرحمٰن بن امیر اللہ شہیدؒ ۲۰۱، ۲۱۲
بشیر الرحمٰن بن رشید الرحمٰن ۱۷۹، ۱۹۱، ۱۹۲، ۴۲۴
بلاقی رام گجراتی ۴۷
بلاقی (شیخ) = محمد بولاقی
بلوٹ صاحب گرداور حم ۳۹۳
بنٹنک (لارڈ) لارڈ گورنر جنرل ۳۷۴
بندگی شیخ موسیٰ = محمد موسیٰ
بنیاد علی بن واحد علی ۳۶۱
بوعلی بخش بن علی بخش ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۹۶
بوعلی بن عبدالخالق ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۱
بولاقی = محمد بولاقی
بولا ولد جہا بقال مہم ۵۱۷
بہادر شاہ ظفر بادشاہ ۳۶۸
بہادر علی بن عظیم الدین ۱۶۸، ۱۸۰، ۳۱۴
بہاول بخش رئیس باول کانتی ۱۱۶
بہاؤ الدین بن غلام سرور الدین ۱۶۸، ۱۸۰، ۲۶۷، ۲۶۸، ۳۸۵، ۵۸۷، ۵۸۵
دستخط ۵۹۵
بہاء الدین بن کمال الدین ۸۲، ۸۳، ۲۴۶، ۲۵۰
بی بی پورن ۳۷۸، ۵۷۲
بی بی خان دختر عالم شہ زوجہ جمال ۵۱۹
بی بی صاحب ۵۴۶
بیرا کی مزارع ۵۶۰
بیکہ بیگم سلطانی ۴۸۶
بیگم سمرو ۳۶۶
بیہقی ۴۹۵-۴۹۶

بھ

بھائی خان ۴۹۴
بھورے خاں تھانیدار تھنک ۳۹۰
بھیروں سنگھ جی (ٹھاکر) ۳۳۴

پ

پرمانند قانونگو مہم ۵۴۴
پرویز اقبال بن کرنل نصیر الدین ۲۶۱
پنجہ بھیے ۲۴۷
پیرا مزارع ۵۶۲
پیر بخش گڑھ مکتیسری ۵۰۰
پیر علی بن ببر علی ۳۵۶، ۳۶۱

ت

تاج احمد بن حافظ امیر احمد ۳۴۴
تاج الدین بن شاہ عبدالغنی ۲۲۵، ۳۲۳،

۳۲۴، ۴۲۲، ۵۹۶
تاج الدین بن غلام سرور الدین ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۷۲، ۲۷۴
تاج بی بی ۲۷۸، ۳۸۳
تاج محمد خاں نواب ۳۸۲
تاج محمود بن دبیر الدین ۲۵۹، ۲۶۱
تانی (شیخ) جھجی ۵۲۳
تپر چند مہاجن جہم ۵۰۲
تجمل حسین بن احتشام الدین عبرت ۲۹۵
تحسین الدین بن یامین الدین ۳۰۶
ترکے مزارع ۵۶۰
ترسوں صدر ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۸
تسلیم الدین بن خلیق الدین ۳۰۳
تفضل حسین نمائندہ شاہ دہلی ۳۹۰
تقی احمد بن منظور احمد ۳۱۹، ۶۲۶
تقی علی = محمد تقی
تنویر الاسلام بن باقر علی ۱۸۶
تنویر الحسن بن محمد اسحاق ۲۵۶
تنویر بانو بنت امین الرحمن ۱۹۷
تنویر مصطفےٰ بن کفایت علی ۳۱۳
تیم بن مرہ ۴۹۷
تیمور نہال بن منظور احمد ۳۱۹

ث

ثناء الحق بن قاضی نور الحق ۱۷۷، ۳۷۰، ۳۹۲
ثناء اللہ امرتسری (مولانا) ۱۶۵
ثناء اللہ المعروف بشاہ خرابات ۱۴۵
ثناء اللہ بن خدا بخش ۲۰۱، ۲۰۲، کرسی نامہ ۲۷۷ - ۲۷۸، ۶۳۸، ۶۳۰
عکس تحریر و دستخط ۶۴۲

ج

جارج طامس ۳۶۶
جامی بن قاضی اول ۱۷، ۵۶۰
جان بخشی اہلیہ شاہ محمد رمضان ۴۴
جان محمد سیدا مرشد شاہ عبد الحکیم ۸۹
جان محمد (حافظ) ولد خیراتی خاں جاجو ہم ۱۲۲، عرف حافظ باناں ۴۴
جان محمد ولد شاہ محمد نیمی ۵۳۷
جاوید اقبال بن عبد الرؤف ۲۲۹
جسونت سنگھ (مہاراجہ) ۵۲۹
جعفر ولد ابو طالب ۳
جعفر مفتی = محمد جعفر مفتی
جعفر خان وزیر اورنگ زیب ۵۳۰
جعفری بیگم اہلیہ معین الدین نگین ۴۳۵
جلال دہلوی (سید) ۴۳، ۴۴
جلال الدین شہید بن ظفر علی ۲۵۶، ۲۶۲-۳۶۳، ۳۸۵ حاشیہ ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۶
جلال شاہ خلیفہ شاہ محمد رمضانؒ ۱۱۷
جلال عباس بن الطاف حسین ۳۳۹، ۶۲۷
جلیل الرحمن بن خلیل الرحمن ۱۸۹، ۶۶۵
جماعت اللہ بن عبد الواحد ۱۷۷، ۲۲۷

Marfat.com

۵۵۸، جمعیت اللہ ۵۶۸، جمعت اللہ
۵۷۴، ۵۷۶
جمال الدین ہانسویؒ (قطب) ۱۱
جمال بن محمود خطیب = محمد جمال
جمال الدین بن سعد الدین ۵۸۰
جمال الدین بن علیم اللہ ۳۵، ۳۵۷
جمال الدین ولد قاضی کبیر گڑھ مکتیسری ۴۹۸
جمال الدین بن قیام الدین ۲۸۰
جمال محمد بن محمد حسن ۲۵۰
جمال عائشہ بنت محمد محسن ۲۵۰
جمشید علی بن خورشید علی ۱۸۰، ۳۱۰، ۳۱۲
جمعیت اللہ = جماعت اللہ
جمیل (شیخ) ولد حفیظ ۵۶۰، ۵۶۱
جمیل احمد بن خلیل الدین آزاد صمدانی ۲۷۶-۲۷۷
جمیل الرحمٰن بن فضل الرحمٰن ۱۹۱، ۱۹۶
جمیل اللہ (ڈپٹی) بن نقیر اللہ ۴۱، ۲۴۰،
۲۲۱، ۶۲۵، ۶۴۴
جمیلہ بانو ۳۷۸
جنت اہلیہ قاضی عبدالرحمٰن ۲۱
جنت بانو ۵۴۶
جنید بن قاضی احمد ۱۳، عرف دینو ۱۵ حاشیہ
جوہر = محمد جوہر
جواں بخت بہادر ولی عہد ۵۶
جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ ۳۶۵
جہانگیر بادشاہ: فرمان ۳۷، کتبہ ۴۸۷
جہانگیر (شیخ) بن شیخ جیو = ابوالغیث
جے سنگھ مزارع ۵۶۰
جے کرن مزارع ۵۶۱
جیو (شیخ) = محمد جیو

جھ

جھجو ولد بہادان انصاری فہمی ۵۳۷
جھونہ (داوی) کاہنوری ۱۱۸
جھومن بنت محمد سلیمان ۵۹۶

چ

چوہڑ = محمد جوہر
چیٹرجی (ریوانڈ جی ای) ۱۶۲

چھ

چھوٹو رام (ممبر) ۱۶۲

ح

حاتم (محمد حاتم)
حاجب لشکر بارہ ۷
حاکم (مفتی) = محمد حاکم
حافظ الدینؒ بن امام الدینؒ ۷۸، ۷۹-۸۰
۱۹۶، ۱۹۷، ۲۶۳، ۲۶۴،
۲۸۳، ۴۳۹، ۵۸۷، ۵۸۸
حافظ حسین بن سلام الرحمٰن ۳۴۰
حافظ عالم خاں = رزق اللہؒ (شاہ)
حافظ عالم خاں = نجم اللہؒ (شاہ)
حالی ۱۳۷
حامد بن قاضی محمد ۱۳، ۱۷۶

Marfat.com

حامد اللہ بن فرحت اللہ ۲۲۳، ۶۲۵
حامد صغیر بن بشیر الرحمٰن ۱۹۵، ۶۲۲
حامد علی بن احمد ۱۷۶، ۱۹۲، ۵۴۲
حامد علی بن ایوب علی ۳۱۱
حبیب احمد بن سلیم الدین ۱۸۰، ۲۶۳
حبیب احمد عرف رضی بن شریف احمد ۳۱۷، ۳۳۴، ۳۳۵
حبیب الدین بن معز الدین ۲۹۲ حاشیہ، ۳۰۸
حبیب الرحمٰن (پروفیسر پنڈت) ۲۲۹
حبیب الرحمٰن بن رشید الرحمٰن ۱۷۹، ۱۹۱
حبیب الرحمٰن بن قیام الدین ۲۶۹
حبیب اللہ (مفتی) بن مفتی امان اللہ ۲۴–۲۵
۳۲، ۴۱، ۴۲، ۷۰، ۱۷۷، ۴۷۴، ۴۷۶، ۴۷۷
مُہر ۴۸۳، ۴۹۲، ۵۲۲، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷،
۵۳۲، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۹، ۵۷۴، ۶۴۳،
۶۲۰، عکس تحریر و مہر دستخط ۶۴۱
حبیب اللہ مفتی بن عبد الخالق ۷، ۱۰، ۱۱ حاشیہ
۱۳، ۲۲، ۳۶، سراپا حلیہ ۴۶، ۴۷ب، ۴۷،
مہر ۵۶۳
حبیبہ اہلیہ ابوبکر صدیقؓ ۳
حسام الدین بن احمد ۴۴، ۲۴۳، ۲۵۰، ۲۸۰، ۴۹۲
حسام الدین بن نظام الدین بن فخر الدین ۷۶، ۷۷،
۲۴۳، ۲۴۵، ۲۷۷، ۴۹۲
حسام الدین بن نظام الدین بن قاسم علی ۱۷۹، ۱۸۷
حسن بن قاری محمد اسحاق ۲۵۳

حبیب الدین بن طبیب الدین ۲۰۶، ۳۰۶–۳۰۸
حسین الدین بن ببر علی ۳۸۵ حاشیہ
حسین الدین بن رضی الدین ۳۰۰، ۳۰۱
حسین الدین بن شمس الدین ۱۷۸، ۳۰۲۲،
۳۰۳، ۳۸۵ حاشیہ، ۵۷۰
حسین علی (قاضی سید) مُہر ۴۸۴
حشمت علی بن خورشید علی ۱۸۰، ۳۱۰، ۳۱۱
حشمت علی بن قاسم علی ۳۶۱
حفاظت علی بن نظام الدین ۳۶۲
حفصہؓ بنت عبد الرحمٰنؓ ۵
حفیظ اقبال بن ریاض الدین ۱۸۱
حفیظ الحق بن فضل الحق ۱۷۷، ۲۲۶،
شجرہ ۶۰۴
حفیظ الدین بن ببر علی ۲۵۶، ۳۶۲
حفیظ الدین بن منیر الدین ۳۰۰
حفیظ جالندھری ۷۰۵
حکیم الدین بن بشیر الدین ۲۹۰
حکیم اللہ دہلوی ۵۷۹
حکیمہ اہلیہ جماعت اللہ ۵۶۸، ۵۷۶
حلیم الدین بن نہال الدین ۲۸۰
حلیم الدین بن مشتاق الدین ۱۸۰، ۲۹۸
حلیمہ ۵۶۰، ۵۶۱
حماد الحق بن انوار الحق ۲۲۲
حمید الحق بن احتیاج الحق ۲۳۴
حمید الدین بن رشید الدین ۳۰۴، ۳۰۵
حمید الدین بن ولایت علی ۳۶۱

Marfat.com

حمیدالرحمٰن بن جلیل الرحمٰن ۱۸۹، ۶۲۴

حمید رضا بن اثیر الدین ۲۶۲

حنیف علی بن برکت علی ۳۶۱

حیات ولد سلطان مقدم عمہم ۵۴۳، ۵۴۴

حیات النساء بنت بدیع الدین اہلیہ جمال الدین ۵۸۰

حیات بانو اہلیہ عبدالواحد بن محمد ذاکر ۵۵۸، ۵۵۹

حیات علی بن قاسم علی ۱۸۰، ۳۱۴

حیدر حسن بن شفیق الدین ۳۰۲

حیدر علی نارنولی (دبیر) ۱۱۷

حیرت دہلوی (مرزا) ۱۶۸

خ

خالد بن سلطان ۲۹۷

خالد عباس بن سید احمد ۳۴۴

خان محمد متوزلن ۸۲، ۳۷۸

خدا بخش ڈسکوی (مولوی) ۱۱۷

خدا بخش سکنہ امیردان (حاجی) ۱۱۷

خدا بخش بن خواج بخش ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۴۶
شاگرد بی بی جبیبہ ۴۳۴، کرسی نامہ ۴۷۴
دستخط ۵۹۵، ۶۳۸، ۶۴۰، عکس
دستخط ۶۴۲

خدا بخش خاں نمبردار مہم ولد سعدی خاں ۵۹۲

خدیجہ ۳۷۸

خدیجہ اہلیہ شاہ بدرالدین ۵۹، کرسی نامہ ۴۷۴

خدیجہ بنت شیخ علی ۵۴۲

خدیجہ اہلیہ شاہ عبدالغنی ۴۳۹ - ۴۴۰

خلیق الدین بن قطب الدین ۳۰۲، ۳۰۳

خلیق الزمان (چودھری) ۴۰۴ حاشیہ

خلیق فاطمہ بنت محمد اسحاق ۲۵۶

خلیل احمد بن رئیس الدین ۳۱۷، ۳۳۲، ۶۲۶

خلیل الدین آزاد صمدانی بن تاج الدین ۱۸۰، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۶ - ۲۷۷، تحریک پاکستان
۳۹۸ - ۳۹۹

خلیل الدین بن عقیل الدین ۳۰۰

خلیل الرحمٰن بن حافظ عبدالرحمٰن ۶۲۶

خلیل الرحمٰن بن قاضی غلام حسن ۷۸، ۱۸۹، ۲۴۶
کابین نامہ ۵۸۸

خواج بخش بن حافظ صفت اللہ ۲۰۱، ۲۰۲،
۳۸۰، استشہاد ۴۸۳ حاشیہ، شاگرد
بی بی صبیحہ ۴۳۴، کرسی نامہ ۴۷۴

خواجو ہانسو (حافظ) ۴۳۴

خواصہ بخش = خواج بخش

خواجہ حافظ بن شیخ جیو ۱۶ حاشیہ ۴۹، ۳۴، ۴۹۴

خواجہ خضر ولد قاضی نقی خاں ۵۲۲

خوب اللہ الہ آبادی (شاہ) ۵۵، ۸۵۴

خورشید احمد بن شفیق احمد ۳۴۳

خورشید انور بن نیام الدین ۲۶۹

خورشید عالم بن عبدالحمید ۱۵۵، ۱۵۷

خورشید علی خاں (رازق) ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۸،
۴۰۰

خورشید علی بن مبارک علی ۳۱۰، ۳۱۲

خورشید علی بہر نقوی جلیسپوری ۷۰۴

خیر النساء ۳۷۸

خیر اللہ رہتکی ۵۶۹

خیر محمد خاں زجاجی (سکنہ جھجر) ۲۰۶

د

دارا شکوہ ۳۸۲، ۳۶۷

داغ دہلوی ۳۷

داؤد خاں مہردار مہم ۵۹۷

دبیر الدین بن ڈاکٹر ظہور الدین ۱۰ حاشیہ

۱۷۹، ۲۵۴، ۲۵۹ — ۲۶۰

۲۶۴، نسب نامہ ۴۷۱

دبیر الدین بن حافظ محب الدین ۳۰۵، ۶۲۶

درویش محمد = محمد درویش

دلیل خاں بلوچ (نواب) ۵۴، ۳۶۵

دولت بانو ۵۴۴

دولت خاں ۵۶۱

دونے خاں نواب دوجانہ ۵۷، ۳۸۵

دیدار بخش بن محمد دائم ۸۳، دستخط ۵۵۹،

مواہیر ۵۶۳ و ۵۶۵

دیدار نابینا ۱۱۶

دین رائے ولد ہیتی مل ۵۴۴

ڈ

ڈیوڈ جمیل رحمان بن فضل الرحمن ۱۹۷، ۴۹۲

ذ

ذاکر علی رہتکی ۳۵۵

ذکاء الدین بن فلاح الدین ۳۶۳

ذکاء اللہ بن انعام اللہ ۲۴۴

ذکی احمد بن منظور احمد ۳۱۹، ۶۲۶

ذکی الدین احمد بن فخر الدین ۲۰۹، ۳۴۱

ذکی اللہ = ذکیر اللہ

ذکیر اللہ بن جماعت اللہ ۵۶۶، ۵۶۸، ۵۲۶

ذوالفقار الحق زاہد بن اقتدار الحق ۲۳۸

ر

رابعہ ۸۳۰

رابعہ بنت محمد حسین عارف ۴۳۶

رابعہ اہلیہ سید حسن شبّر ۴۲۸

راج شاہ خلیفہ شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۱۱۹

راحت علی بن حشمت علی ۳۶۱

راس مسعود (سید) ۶۰۲

راس مسعود (حافظ) بن ربیر الدین ۲۵۹، ۲۶۱

راشد علی بن سجاد علی ۳۱۲

راغب اللہ بن اظہار اللہ ۲۰۱

رالف ڈیل کلینی (ریورنڈ) ۱۷۳

رام دت ولد بھکو ۵۶۲

رام سرن ولد نانک ۵۹۱

رچرڈسن (سر چارلس) ۲۴۶

رحمت بنت برخوردار ۵۵۶

رحمت النساء بنت شاہ بدر الدین ۵۷۸ — ۵۷۹

رحمت اللہ (خواجہ) ۴۸۷

رحمت اللہ مہاجر مکی (مولوی) ۱۱۱، ۱۲۳، ۱۲۵

Marfat.com

سرور سعید بن محمد الیاس آثم ۱۸۷، ۲۶۹، ۲۷۰
سرور سلطان ۱۰۷
سرور صدیقہ اہلیہ منظور الحق ۴۰۸، باب خواتین ۴۳۱ - ۴۵۵، ۶۱۵
سرفراز علی بن فیاض علی ۳۰۹
سرورن جانٹی ۳۸۰
سعادت بخت بنت عبد السبحان ۳۵۸، ۳۵۹
سعادت علی بن ظفر علی ۳۵۶، ۳۶۳
سعد بن تیم ۱، ۴۹۷
سعد الدین صدر ۳۸۳
سعد اللہ بن عبد اللہ بن مفتی عزیز اللہ ۵۵۰
سعید احمد بن منظور احمد ۲۴۹
سعید احمد بن نذیر احمد ۳۴۲
سعید الحق بن احتیاج الحق ۲۳۴
سعید الدین بن انیس الدین ۱۸۰، ۲۷۹، ۲۸۰
سعید الدین بن دبیر الدین ۲۶۱
سعید الدین بن سلام الدین ۱۲۵، ۱۵۵
سعید الدین بن غلام سرور الدین ۱۷۶، ۲۶۹
سعید الدین بن ولی الدین ۲۰۸
سعید الرحمن بن جلیل الرحمن ۱۸۷، ۱۸۹، ۶۲۴
سعیدہ بیگم دختر مولوی عبد السمیع قریشی ۲۱۵
سعیدہ بیگم اہلیہ حافظ محمد یوسف ۴۲۸
سفیر الدین بن ڈاکٹر ظہور الدین ۲۵۲، ۲۶۱
سکندر حیات خان (سر) ۴۰۰، ۴۰۱
سکینہ اہلیہ محمد سلیمان ۴۴۵
سکینہ اہلیہ خلیل الرحمن ۵۸۸
سکینہ بنت عبد السبحان ۳۵۸، ۳۵۹
سلام الدیان بن احسان الدین ۳۲۸
سلام الدین (مولانا) بن عبد السمیع ۱۲۵، ۱۹۱، ۳۲۷، ۳۳۰، ۴۲۱، ۴، دستخط ۵۹۷
سلام الرحمن برہان بن احسان الدین ۳۲۷- ۳۲۸، ۶۲۶
سلام الرحمن بن انصار الدین ۲۱۰، ۳۳۷، ۳۴۰، ۶۲۷
سلام الحنان بن احسان الدین ۳۲۸
سلام المنان بن احسان الدین ۳۲۸، ۶۲۶
سلام اللہ (شاہ) بن علیم اللہ ۵۱ - ۵۲، ۹۵، ۱۰۱، ۵۶۴، ۵۶۵
سلطان احمد بن بو علی بخش ۱۵، ۳۱۷، ۳۲۷
سلطان احمد بن حافظ محمد یوسف ۲۹۰، ۲۹۷، ۶۲۶
سلطانی اہلیہ مفتی نظام الدین ۱۵۱، ۵۱۷
سلمان الحق بن انتظار الحق ۲۳۹
سلمان الحق بن فرقان الحق ۲۳۱
سلمان علی بن محمد معشوق ۳۴۶
سلمیٰ اہلیہ ابو قحافہ عثمانؓ ۱ - ۲
سلیم احمد بن طالب اللہ ۲۰۱
سلیم احمد ڈاکٹر بن نذیر احمد ۳۴۳، ۶۲۷
سلیم اختر بن محمد اسلم ۲۹۶
سلیم اظہر بن دبیر الدین ۲۶۱- ۶۲۵

Marfat.com

سلیم الدین بن زین العابدین ۲۶۳
سلیم الدین بن قیام الدین ۲۶۹
سلیم الدین بن نہال الدین ۲۸۰
سلیم محمود بن انعام الدین ۲۹۰
سلیمان افغان مہمی ۵۲۵
سلیمان ولد عبدالملک ۲
سلیمان بن قاضی قوام الدینؒ ۹ حاشیہ،
۴۹۰، ۴۹۱
سمند خان ۳۹۰
سمیع الدین بن رئیس الدین ۲۸۸
سنجیدہ بنت مولوی فخر الدین ۳۷۴
سورج نرائن مہر ۱۶۸، ۱۷۳
سوندھا (شیخ) مہمی ۵۲۳
سہیل احمد بن کرنل نصیر الدین ۲۶۱
سٹین (کرنل) ۳۹۱
سیٹن نائب ریذیڈنٹ دہلی ۳۶۹
سید احمد (شمس العلما) ۱۷۳، ۲۲۱
سید احمد بن محمد آصف ۲۹۶
سید احمد بن ڈپٹی منور احمد ۳۱۷، ۳۴۲، ۳۴۴
سید حسن شبر بن حافظ الدینؒ ۷۹، ۲۶۳، ۲۶۴
۲۶۵ - ۲۶۶ شادی ۴۰۴ - ۴۱۴
سید حسین شبیر بن حافظ الدینؒ ۸۰، ۲۶۶
سید صوفیؒ ۹۶
سید علی بن ایوب علی ۳۱۱
سید محمد خان برادر سرسید احمد خان ۱۱۱
سید محمد خان ولد جوادی خان ۴۰۴
سید و کلال دین ۳۶۷
سیف الدین بن ریاض الدین ۱۹۹
سیف الدین عبدالوہاب ۹۶
سیف الرحمٰن شہیدؒ بن شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۱۱۹،
۱۲۰، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۹۴
۳۹۵، ۳۹۶، ۴۴۶، دستخط ۵۹۴
سیف اللہ بن مبارک ۱۶، ۳۱۶، ۳۷۴
سیماب اکبر آبادی ۱۸۷

ش

شافیہ بانو بنت مسرور الدین ۲۸۳
شاہ پیر محمد ساکنہ ملتانیاں ۱۱۷
شاہجہان بادشاہ ۳۸۲، ۴۸۶، ۴۸۸
شاہجہان بیگم اہلیہ دبیر الدین ۲۵۹، ۴۰۸
شاہ عالم بہادر شاہ ۵۴۵
شاہ عالم ثانی ۳۶۷، ۳۶۸
شاہد عزیز بن شفاء اللہ ۲۱۲، ۶۲۵
شاہ محمد انصاری ۵۳۶
شاہ محمد بودلہ ۱۰۲، ۱۱۶
شاہ مبشر (مخدوم سید) ۹۶
شائستہ خاں دہلویؒ ۹۶
شائق علی بن شفاعت علی ۳۱۰
شبلی نعمانی ۱۵۸، ۱۷۲
شبیر احمد بن ڈپٹی منور احمد ۳۱۷، ۳۴۱، ۳۴۳
شجاع الدین بن شاہ بدر الدینؒ ۷۳،

Marfat.com

۲۶۹ - ۲۷۰، دستخط ۵۷۷، ۵۸۱
شجاع الدین بن فیروز الدین ۳۶۰
شجاعت علی بن شفاعت علی ۳۱۰
شرافت علی بن وزیر علی ۳۶۱
شرف الدین بن نصیر الدین ۲، ۲۹، ۴۷، ۴۱،
۴۸، مہر ۵۵۸
شریف احمد بن شفیق احمد ۳۴۳
شریف احمد بن محمد حسین عارف ۲، ۳۳۲، ۳۲۵، ۴
۶۲۷
شریفہ (بی بی) ۵۷۳
شفاعت علی بن محمود علی ۱۸۰، ۳۱۰
شفاء اللہ بن اظہار اللہ ۲۰۱، اہلیہ ۲۰۹،
۲۱۱، ۱۷۹، ذخیرہ تصاویر ۴۲۳-۴۲۵
۶۳۸، ۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲
شفیق احمد بن ڈپٹی منور احمد ۳۱، ۳۳۲، ۳۴۳
شفیع (مرزا) امیر الامرا ۳۶۶
شفیق الدین بن قطب الدین ۳۰۲
شفیق بانو بنت منہاج الحق ۲۳۲
شکر اللہ بن متین الدین ۳۳۷، ۳۳۸
شکور الدین حکیم بن وزیر الدین ۸۰، ۲۶۳،
۲۶۴، ۲۷۰، ۲۸۳-۲۸۴، ۴۵۹،
۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸
شکیل احمد بن حافظ محمد اشفاق ۳۲۵
شکیل مصطفٰے بن کفایت علی ۳۱۳
شمس الاسلام حکیم بن فرید الدین ۱۸۰، ۲۶۹،
۲۷۱، ۳۹۸، ۶۲۵
شمس الاسلام ظفر بن عبدالقدوس ۳۰۵
شمس الحسن بن صدیق الحسن ۲۱۸
شمس الدین دبیرا ۹۶
شمس الدین بن حسام الدین ۶، ۷، ۳۷، ۴۴،
۴۷۵، ۴۷۸، ۴۹۲
شمس الدین بن صدر الدین ۱۲۸، ۱۹۸،
۳۸۵ حاشیہ
شمس الدین بن صدیق الدین ۲۸۶
شمس الدین بن عظیم الدین ۴۷، ۱۷۸، ۳۰۳
شمس الدین بن محب الدین ۳۰۵، ۶۳۶
شمس الدین شطاری (شیخ) ۴۹۹
شمسہ خاتون بنت دبیر الدین ۲۶۱، ۲۶۲
شمشاد احمد بن محمد ہادی ۳۱۸، ۶۳۶
شمیم اختر بنت ڈاکٹر محمد فاروق ۳۶۳
شمیم الدین احمد بن کبیر الدین ۶۲۵
شمیم الدین بن اکرام الدین ۳۳۹
شمیم الدین بن قیام الدین ۲۶۹
شوکت اللہ بن امین اللہ ۲۴۴
شوکت جہاں نسرین بنت خلیل الدین آزاد عمرانی
۲۷۷
شوکت علی گڑھ مکتیسری ۵۰۰، ۵۰۲
شوکت علی بن محمد عاشق ۳۴۵
شوکت علی بن منتجاب علی ۳۱۱، ۶۲۶
شہاب الدین سکنہ جھنجھنو ۱۱۶

Marfat.com

شہاب الدین بن شاہ بدر الدینؒ بن فخر الدین
۱۷۸، ۳۸۵
شہاب الدین بن بدر الدینؒ بن قطب الدین ۳۰
شہاب خاں نمبردار بھم ۲۹۴، ۵۹۱
شہباز خاں افغان ۳۶۷
شہر اللہ بن مفتی نظام الدین ۵۲۵
شہزاد خاں راجپوت رہتک ۲۹۱
شہزادہ عالم بن سلطان احمد ۲۹۷
شہزاد علی بن منتجاب علی ۳۱۱، ۶۲۶
شیخ الاسلام بن ظہور اللہ ۱۷۹، ۲۴۰

ص

صابری بیگم بنت قطب الدین ۷۴، ۲۸۷
صادق علی بن عباس علی ۲۵۶، ۳۶۳
صالحہ قمر بانو آغا (ڈاکٹر) بنت سرور الدین ۲۸۳
صالحہ بنت قاضی محمد سعید ۵۴۵
صبا الدین بن فلاح الدین ۳۶۳
صباحت حسن بن وضاحت حسن ۳۶۴
صبغۃ اللہ (حاجی) گڑھ مکتیسری ۵۰۰
صبغۃ اللہ بن قمر اللہ ۲۰۱، ۲۱۵، ۵۶۸
صبیح الدین بن فصیح الدین ۱۸۱، ۶۲۴
صبیحہ بخت بنت شاہ سلام اللہؒ ۲۸۰، ۲۸۱
حاشیہ، مکتب ۴۴۴
صخر بن عامر ۱
صدارت بخت بنت دیدار بخش ۳۴۴
صدر الدین بن دبیر الدین ۳۶۸، ۴۰۶
صدر الدین بن عبد الصمد ۲۷، ۱۲۸، ۱۷۶،
۱۷۹، ۱۹۸، ۳۸۵ حاشیہ،
صدر الدین بن فخر الدین ۱۷۸، ۳۰۳، ۳۵۸
۴۹۴، ۵۱۳، ۵۵۳، ۵۸۰
صدر النساء اہلیہ مبین الدین ۲۷۹
صدر جہاں بن مفتی محمد ۵۲۱، دستخط ۵۲۲، ۵۴۰
صدیق احمد بن محمد شاہ غوث ۳۱۷، ۳۴۲،
۳۴۴، ۳۹۷
صدیق الحسن بن ابو الحسن ۷۹، ۲۱۷، ۲۱۸
صدیق الدین بن وزیر الدین ۲۸۳، ۲۸۶، ۴۰۶
صدیقہ (بی بی) ۳۷۸
صفت اللہ بن قمر اللہ ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۵۱،
۴۷۷، گواہی ۴۸۴، ۳۸۶، ۴۴۰، عکس دستخط ۶۴۲
صفدر علی (حکیم) بن حکیم ولی اللہ ۳۱
صفی الدین بن ریاض الدین ۱۹۹
صفیان الدین بن عثمان الدین ۲۸۵
صلاح الدین بن علام التقیا ۳۲۴
صلاح الدین بن مصباح الدین ۲۳۴، ۶۲۶
صلاح الدین بن نظام الدین ۳۶۲
صمصام الحق بن قاضی نور الحق ۲۱، ۳۸۵
صورت سنگھ (راجہ) ۵۶

ض

ضمیر الدین بن امیر الدین ۳۱۷، ۳۳۸
ضمیر الدین بن بشیر الرحمٰن ۱۷۹، ۲۰۱، ۲۱۲
ضمیر الدین اظہر بن ڈاکٹر ظہور الدین ۱۷۹، ۲۹۷،

Marfat.com

۲۵۴، ۲۵۵، ۲۲۴

ضمیر الدین بن معین الدین ۲۱۷، ۳۲۵

ضیاء الاسلام بن عبدالواحد ۳۰۴

ضیاء الحق بن ثناء الحق ۳۹۶

ضیاء الحق بن منہاج الحق ۱۷۹، ۲۲۳، ۲۲۴

۲۳۲، ۲۳۳

ضیاء الدین (ڈاکٹر میر) ۱۴۲

ضیاء الدین بن حسام الدین ۱۸۷

ضیاء الدین ولد سراج الدین ۵۷۷، ۵۷۹

ضیاء الدین بن غلام احمد ۱۷۹، ۱۹۰

ضیاء الدین بن فلاح الدین ۳۶۳

ضیاء الدین بن معین الدین ۱۶۹

ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف ۱۴۲، ۶۰۶

ضیاء الدین نارنولی (حافظ) ۱۱۷

ط

طارق علی بن ایوب علی ۳۱۱

طالب اللہ بن اظہار اللہ ۱۷۹، ۲۰۱، ۲۰۴،

۶۲۵، ۶۳۸، ۶۴۰ عکس دستخط ۶۴۲

طاہر علی بن ایوب علی ۳۱۱

طاہر علی بن مقصود علی ۳۰۹

طلحہ ولد عبدالرحمن تیمی ۶

طبیب الدین بن حبیب الدین ۳۰۶، ۶۲۶

طفیل محمد سکنہ لدھیانہ (ماسٹر) ۴۰۲

طیب بیگم بنت سید حسین شبیر ۴۵۵ حاشیہ

ظ

ظریفہ بنت عبدالواحد ۳۰۴، ۵۷۶

ظفر احمد بن سید احمد ۳۴۴

ظفر الحسن بن قاری محمد احسن ۱۷۹، ۲۵۰، ۲۵۲

۳۵۲، ۴۷۰

ظفر الدین بن عزیز الدین ۳۷۹

ظفر اللہ بن فرحت اللہ ۲۴۳، ۳۹۸، ۶۲۵

ظفر سعید بن سعید الرحمن ۱۸۹، ۴۳۴، ۶۲۴

ظفر عباس بن کبیر الدین ۲۵۹، ۶۲۵

ظفر علی بن فضل علی ۲۵۶، ۳۵۷، ۵۱۳

۵۱۴، ۵۶۹، ۵۷۸

ظفر علی بن مستجاب علی ۳۱۱، ۶۲۶

ظفر علی بن یوسف علی ۲۵۰

ظہور الحسن ڈار صحافی ۴۰۰

ظہور الدین بن سمیع الدین ۲۸۸

ظہور الدین بن قطب الدین ۶۲۷، ۶۲۸

ظہور الدین (ڈاکٹر) بن مظہر الدین ۱۵۳، ۲۵۴

۲۵۶، ۴۲۲، ۶۲۵

ظہور الدین بن ولی اللہ ۱۹۰

ظہور اللہ میر عدل بن اکرام اللہ ۸۴، ۵۵۸، ۵۶۳

ظہور اللہ بن ڈپٹی جمیل اللہ ۲۴۰، ۳۸۹، ۳۹۰

۳۹۸، ۴۱۱، ۴۱۶، شادی ۴۲۱ –

۴۴۲، ۵۰۱

ظہور عالم شہید صحافی ۴۰۰

ظہور عالم بن ابو عبداللہ ۲۴۲، ۶۲۵

Marfat.com

ظہیر الاسلام بن بو علی ۲۲۲، ۶۲۶
ظہیر الدین ایڈوکیٹ انبالہ ۴۰۲
ظہیر الدین بن ضمیر الدین ۲۱۲
ظہیر الدین بن فیض الدین ۲۸۸، ۲۸۹
ظہیر الدین بن کبیر الدینؒ ۸۲، ۳۱۶، ۴۳۰
ظہیر عالم بن اکرام الدین ۲۳۹
ظل الرحمن بن سراج الرحمن ۱۸۴
ظل الرحمن بن سلام الرحمن ۶۲۶

ع

عابد افتخار بن فرحت اللہ ۲۴۳
عابد خاں صدر ۵۳۰
عارف الاسلام بن حکیم شمس الاسلام ۲۷۱
عارف علی بن معشوق علی ۲۴۶
عالم الدین بن امام الدینؒ ۵۰۰
عالمگیر ثانی بادشاہ ۵۶ پروانہ، تقرری قاضی محمد اکبر ۴۸۰
عامر سعید بن شفا اللہ ۲۱۲، ۶۲۵
عامر بن عمرو ۱، ۴۹۷
عائشہؓ ام المومنین ۳، ۵
عائشہ اہلیہ عبداللہ بن عبدالرحمنؒ ۶۲۲
عائشہ بیگم اہلیہ عبدالمجید ۱۵۶، ۴۲۲
عباسؓ ولد عبدالمطلب ۴
عباس علی بن سعادت علی ۲۹۲ حاشیہ، ۳۵۶، ۳۶۳
عبدالاحد بن احتیاج الحق ۲۳۳
عبدالاول (قاضی) بن جنید ۱۳، ۱۶
عبدالباقی بن نجیب عالم ۵۹۵
عبدالجبار بن حمید الدین ۳۰۵
عبدالجلیل بن حمید الدین ۳۰۵
عبدالجلیل بن شیخ عبداللہ ۵۲۱
عبدالحامد بدایونی (مولانا) ۶۳۰، ۶۳۱
عبدالحق (ڈاکٹر مولوی) ۱۸۰، ۱۸۲ مکتوب ۶۱۶
عبدالخالق سہارنپوری (قاری) ۲۲۲
عبدالحق بن اعتماد الحق ۲۲۵
عبدالحق بن محمد اشفاق ۳۲۵
عبدالحق بن ڈاکٹر نثار الحق ۲۱۹
عبدالحق شہید بن عبداللہ ۳۹۵، ۳۹۶، ۵۸۹
عبدالحکیم صنعت کار سیالکوٹ ۱۸۴
عبدالحکیم بن عبدالکریم ۱۸۱، ۱۸۲ مہر ۵۹۱
عبدالحکیمؒ (شاہ) بن شاہ لطف اللہؒ ۶۰، ۸۸، ۹۲، ۲۰۲، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۴، تعداد اولاد ۴۵۲، ۴۳۰، ۵۰۹، ۵۱۰ دستخط ۵۵۹، ۵۶۴، ۶۳۹، ۶۴۰
عکس دستخط ۶۴۳
عبدالحکیم بن وزیر الدین ۳۲۳، ۳۲۶
عبدالحمید بن عبدالحفیظ ۳۲۶
عبدالخالق گونڈوی ثم مکی (قاری) ۲۵۲
عبدالخالق بن عبدالواحد ۲۴۷
عبدالخالق بن محمد صادق ۲۳۷، ۲۳۸

Marfat.com

عبدالخالق بن محمد یوسف ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۲۲
عبدالخالقؒ (شاہ) گڑھ مکتیری ۴۹۸
عبدالخلاق بن عبدالرزاق ۱۳
عبدالرب بن عثمان الدین ۲۸۵
عبدالرحمٰن مرشد شاہ نصراللہؒ ۴۰، ۴۱، ۴۵
عبدالرحمٰن نواب جھجر ۱۲۸، ۲۹۰
عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ ۳-۵، ۶، ۷، ۴۲، ۴۷۵، ۴۷۸، ۴۹۲
عبدالرحمٰن بن عبدالحکیم ۱۸۱، ۱۸۴
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حکیم اسد علی ۲۰۱، ۲۱۵
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰنؓ ۶، ۶۲۲
عبدالرحمٰن (قاضی) بن قاضی غلام حسن ۲۰، ۲۱۲، ۲۸۵ حاشیہ ۴۶۰، ۴۸۱، ۵ دستخط ۵۹۵
عبدالرحمٰن بن مفتی محمد جعفر ۱۳، ۲۶۰، ۴۷۷، ۵۱۰، ۵۵۰، ۵۵۸
عبدالرحمٰن بن محمد رفیق ۱۲۷، ۱۲۶
عبدالرحمٰن ولد ابولیلیٰ ۵
عبدالرحمٰن سکنہ چندوہ ۵۹۵
عبدالرحیم (شیخ) پدر شاہ ولی اللہؒ ۳۳
عبدالرحیم بن قاضی محامد ۱۸
عبدالرحیم بن قاضی محمد اسحٰق ۱۳، ۱۵، ۱۵ حاشیہ، ۱۲۶، تعداد اولاد ۴۵۲
عبدالرحیم ولد محمد شریف ۵۵۶
عبدالرحیم بن محمد مشرف ۱۲۶، ۱۸۳
عبدالرزاق بن عبدالخالق ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۳۸
عبدالرزاق (مفتی) بن مفتی محمد جعفر ۱۳، ۲۵
عبدالرزاق خطیب مہم ۵۱۶، ۵۴۲
عبدالرزاق میرٹھی ۴۹۹
عبدالرزاق وارث عبداللہ محتسب ۵۵۱
عبدالرسول بن محمد حاتم ۵۵، ۱۸۶، ۴۴۴
عبدالرشید بن عبدالحکیم ۳۱۷، ۳۲۳، ۳۲۶
عبدالرشید (قاضی) بن محمد صالح ۱۳، ۱۶
عبدالرؤف بن الیاس الدین ۱۷۹، ۲۴۵، ۲۴۸، ۶۲۵
عبدالسبحان بن شیخ محمد امجد ۲۵۶، ۲۵۸-۲۵۹، ۵۵۲، ۵۵۷
عبدالستار خاں نیازی (مولانا) ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۲
عبدالستار بن عظیم اللہ ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۸۵ حاشیہ ۵۹۵
عبدالستار گڑھ مکتیسری ۵۰۱
عبدالسلام بن شریف احمد ۳۱۷، ۳۲۲، ۳۳۵
عبدالسلام بن عبدالخالق ۲۰، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۱، ۲۹۷، ۶۲۶
عبدالسلام تاج بن عبدالقدوس ۳۰۵، ۶۲۶
عبدالسلام سندیلوی (ڈاکٹر) ۲۵۰
عبدالسمیع بن شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۷، ۳۳۰-۳۳۱
عبدالشکور بن شاہ عبدالغنیؒ ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۵۵، ۳۹۲، ۴۴۴، ۵۹۶
عبدالصمد بن احتیاج الحق ۲۲۳

Marfat.com

عبدالصمد بن قاضی عبدالرحیم ۱۳، ۱۷، ۲۹، ۱۶۶

عبدالصمد بن عبدالمبین ۲۸، حاشیہ ۱۴۶

عبدالصمد بن عثمان الدین ۲۸۵

عبدالصمد بن فتح علی ۱۷ و حاشیہ

عبدالصمد سپہ سالار عجم ۱۱۶

عبدالصمد نواب دوجانہ ۷۵، ۱۱۹، ۳۶۹، ۴۷۹، ۵۷۰، ۵۷۱

عبدالعزیز دہلوی (شاہ) ۵۱، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۱۱۰، حلقہ ۵۰۳، ۵۰۶، ۶۲۳

عبدالعزیز بن حمید الدین ۳۰۵

عبدالعزیز بن محمد اکبر بن شاہ اللہ ۵۸۵

عبدالعظیم (شاہ) بن شاہ عبدالحکیم ۸۴، ۹۲- ۹۳، ۱۸۰، ۳۱۶، ۳۴۸، ۳۷۹، ۳۸۸، قبر ۴۱۸، ۴۲۲، ۴۳۷، مہر ۴۸۴، ۵۰۷، ۵۷۰-۵۷۱، ۶۳۹، ۶۴۰، عکس مہر ۶۴۳

عبدالعظیم گیلانی پانی پتی محمد عبدالعظیم

عبدالعلی بن عبدالکریم ۱۸۱، ۱۸۶، ۲۶۰، ۲۷۴، ۲۸۵، حاشیہ ۳۳۴، مہر و دستخط ۵۹۷

عبدالعلیم مہتمم ندوۃ العلما ۱۶۲

عبدالغفار تاجر ۲۲۱

عبدالغفار صدیقی ۷، ۲۸۰

عبدالغفور صدر ۳۸۲

عبدالغفور قریشی ۵۱۰

عبدالغفور بن عبدالحکیم ۱۸۱، ۱۸۲، ۲۸۵، ۳۹۵۔

عبدالغفور بن شیخ منصور ۲۶۰، ۵۲۰

عبدالغنی صدر ۳۸۲

عبدالغنی بن عبدالحکیم سونی پتی ۲۵، ۲۲۵

عبدالغنی (شاہ) بن شاہ محمد اسمٰعیل ۱۲۲-۱۲۶، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، اولاد ۲۲۳، قبر ۴۱۸، ۴۲۳، ۵۹۱، دستخط ۵۹۴، قسمت نامہ جائداد ۵۹۶، دستخط و مہر ۵۹۷، ۶۳۹، ۶۴۰، عکس مہر و دستخط ۶۴۴

عبدالفتاح ۴۹۴، ۵۰۱

عبدالقادر بن عبدالمغنی ۲۲۵

عبدالقادر (صدر) ۱۶۲، ۶۱۲

عبدالقادر شہید مندسور (سید) ۸۴

عبدالقادر ثانیؒ ۹۶

عبدالقادر ثالثؒ ۹۶

عبدالقادر ولد شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۵۱، ۹۵

عبدالقدوس بن مفتی حبیب اللہ ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۴۱

عبدالقدوس بن رشید الدین ۱۸۰، ۳۰۵، ۶۲۶

عبدالقیوم سب جج بریلی ۸، ۵۰۱

عبدالکریم بن عبدالرحیم ۱۴۶، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲

عبدالکریم بن عبدالرسول ۵۴، ۱۸۶، ۲۷۴

عبدالکریم ساکن قصبہ محمدی ۲۲۴

Marfat.com

عبداللطیف انبالوی ۴۰۲

عبداللطیفؒ نقش بندی ۵۱

عبداللطیفؒ (شاہ) خلیفہ شیخ بدھا ۹۶

عبداللطیف ولد ملا نظام ۵۲۵

عبداللطیف ولد شیخ ہنسو ۵۱۹

عبداللہ (خواجہ امیر) ۴۵

عبداللہ بن عبدالرحمٰن ۵، ۶، ۷، ۴۷۲، ۴۷۵، ۴۷۸، ۴۹۲، ۶۲۲

عبداللہ بن حکیم اسد علی ۲۰۱، ۲۱۶

عبداللہ شطارؒ ۴۹۹

عبداللہ ولد ابوبکر صدیقؓ ۲، ۶۲۲

عبداللہ ولد عبدالمطلب ۴۹۷

عبداللہ بن مفتی عزیز اللہ ۳۵، ۴۱، ۵۵۱

عبداللہ بن عظیم اللہ ۳۸۵ حاشیہ ۳۹۶، ۴۴۳

عبداللہ محتسب بن مفتی محمد ۱۳، ۲۷، ۲۸، ۱۴۶، ۴۴۳، ۴۸۲، ۴۹۴، ۵۱۸، ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۴۷، ۵۴۸

عبدالمجید (پیر صاحب دیول شریف) ۲۹۶

عبدالمجید بن تاج الدین ۱۵۶

عبدالمجید بن عبدالحفیظ ۳۲۶

عبدالمجید بن مفتی حاکم ۱۳، ۱۵، ۲۲، ۲۸، ۱۴۶، ۴۷۴، ۴۷۷، ۴۹۲، ۵۱۶، ۵۲۱

عبدالمطلب ولد ہاشم ۴۹۷

عبدالمغنی بن محمد قاسم ۳۱۷، ۳۲۴

عبدالمنعم بن محمد نصیر خاں ۲۵۲، ۵۲۱

عبدالمومن بن عبدالرحمٰن ۱۲۸، ۱۴۶

عبدالمبین بن عبدالمومن ۱۲۸، ۱۴۶، ۵۱۲

تفضیل اراضی ۵۶۰-۵۶۲

عبدالواحد بن ارشاد الدین ۳۴، ۶۲۶

عبدالواحد بن محمد ذاکر ۴۰، ۱۷۷، ۲۴۸، ۵۴۸، ۵۶۵، ۵۷۴

عبدالواحد روسی مدنی ۸۹

عبدالواحد ولد قاضی عبدالہادی ۵۰۱

عبدالوحید بن عبدالسلام ۳۳۵

عبدالوحید بن قاضی قوام الدینؒ ۹ حاشیہ ۴۹۰، ۴۹۱

عبدالوہاب قاضیؒ مہم ۴۵۳، ۴۸۱

عبدالہادی ولد قاضی عبدالباری ۵۰۱

عبد مناف ولد قصی ۴۹۷

عبدو خاں نمبردار مہم ۱۲۰، ۳۹۴، ۵۹۲

عبیدالرحمٰن بن امین الرحمٰن ۱۹۷، ۶۲۴

عبیرالدین بن ڈاکٹر ظہورالدین ۱۶۹، ۲۵۲، ۲۶۲

عتبہ ولد عبداللہ ۶

عترت مسعود بن عشرت علی ۶۲۶

عتیق احمد بن شریف احمد ۲۱۷، ۲۲۳، ۲۲۵

عتیق الدین بن عقیل الدین ۳۰۰

عتیق اللہ صدر (حافظ) ۳۸۲، ۳۸۴، ۵۴۸، ۵۵۱

عثمانؓ بن عامر ۱، ۴۹۷

Marfat.com

عثمان الحق بن فرقان الحق ۲۳۱
عثمان الدین بن وزیر الدین ۲۸۳، ۲۸۴
عجائب زوجہ حضرت اللہ بخش گنج بخش ۴۹۹
عرفان احمد بن ڈپٹی مظفر احمد ۱۴۶، ۳۱۰، ۳۴۲
عرفان الحق بن انظار الحق ۲۳۹
عرفان جمیل بن عبید الرحمٰن ۱۹۰، ۶۲۴
عرفان علی بن محمد معشوق ۲۴۶
عزت اللہ بن عبد الواحد ۲۴۷ حاشیہ ۵۵۸
عزیز الحق بن حکیم ابرار الحق ۲۲۲، ۶۲۵
عزیز الحق (حکیم) بن حفیظ الحق ۳۰، ۲۲۶، ۳۸۶
عزیز الدین شہید بن نجیب الدین شہید ۲۳۵،
۳۰۵، ۳۹۴ حاشیہ، ۳۹۶
عزیز الرحمٰن بن جمیل الرحمٰن ۱۵۴، ۱۹۱، ۱۹۶
عزیز اللہ بن انعام اللہ ۲۴۴
عزیز اللہ شہید (مفتی) بن مفتی حبیب اللہ
۲۴، ۲۵، ۲۶–۳۲، ۳۷۷، ۴۹۴
مہر، ۴۸۰، ۵۲۷، ۶۲۴، ۶۳۰، عکس مہر ۶۴۱
عزیز اللہ بن قمر اللہ ۱۹۲
عزیز علی ولد امان علی ۲۸۱ حاشیہ
عزیز بیگ ۵۳۰
عشرت علی بن حشمت علی ۲۱۲
عصمت اللہ بن عبد الواحد ۵۵۸، ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۷۵
عطا الحق (سید) ۱۱۳، ۱۲۵، ۱۲۶
عطا الرحمٰن منظر بن حمید الرحمٰن ۱۷۹، ۱۸۷، ۶۲۴
عطا اللہ بن سیف اللہ ۲۱۶، ۲۷۳، ۳۹۶، ۶۴۰

عکس دستخط ۶۲۳
عطا حسین بن محمد مسعود ۲۷، ۱۷۷، ۱۷۹، ۲۱۷
عطا محمد خاں = لطف اللہ شاہ)
عظیم الحق بن عزیز الحق ۶۲۵
عظیم الدین بن مولوی صدر الدین ۱۸۰، ۳۰۲
۳۱۰، ۵۷۷، ۵۸۰
عظیم الدین محتسب بن شرف الدین ۱۳، ۴۰
۲۴۷ مہر ۵۶۳، ۵۸۲
عظیم الدین بن غلام ارتضیٰ ۲۷، ۳۸۳،
۴۲۴، مہر ۵۹۱
عظیم الدین چشتی ولد محمد شاہ ۵۷۹
عظیم اللہ بن جماعت اللہ ۱۷۷، ۱۷۹، ۲۴۵،
۲۴۶، ۲۴۷، ۳۷۹، مہر ۴۸۴
۵۶۸، ۵۷۲، مہر ۵۷۶، ۵۸۲
عظیم اللہ ولد فرحت اللہ ۵۶۹، ۵۷۹
عفیف احمد بن شریف احمد ۳۳۲، ۳۳۶
۴۴، ۶۲۴، ۶۲۷
عقیل بن ابو طالب ۲
عقیل الدین بن رضی الدین ۱۸۰، ۳۰۰، ۳۵۵
۳۹۲ حاشیہ
عقیلہ بنت جمیل الرحمٰن اہلیہ الطاف حسین ۳۳۹
علام الحق بن حکیم ابرار الحق ۲۲۲
علاؤ الدین بن حفیظ الدین ۳۶۲
علاؤ الدین (حکیم) بن سیف الرحمٰن شہید ۲۱،
۱۵۶، ۲۱۲، ۳۳۲، ۳۳۳

Marfat.com

دستخط و مہر ۵۹۷، ۶۲۲، ۶۲۶

علاؤالدین بن معین الدین ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۷،
۴۹۲

علاؤالدین بن نظام الدین ۱۴۸، ۱۷۹، ۱۹۸،
۱۹۹ -

علی اصغر بن قاضی اشرف ۱۶، ۳۵۳

علی الحائری (مولانا) ۱۶۵

علی اکبر (قاضی) بن فتح علی ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۱۹ حاشیہ
۱۷۶، تقرری ۴۸۰، ۵۴۲،
دستخط ۵۵۶، محمد اکبر ۵۶۳

علی الحق بن حکیم ابرار الحق ۲۲۲، ۶۲۵

علی بخش بن فیض بخش ۳۴۷، ۳۴۸

علی حسین بن عبد الستار ۲۴۵، ۲۴۹

علی حسین بن عطا حسین ۲۱۷

علیم الدین بن حکیم ببر علی ۳۵۶، ۳۵۷

علیم الدین بن حسین الدین ۳۰۲

علیم الدین مجذوب رہتکی ۲۳

علیم اللہ بن عبداللہ ۵۱، ۵۶۴

عماد بن شیخ اصغر ۳۶۰، ۵۱۹، ۵۲۰

عماد الحق شہید بن احتشام الحق ۲۳۵، ۲۳۶،
۲۵۱، ۳۹۵، ۳۹۶

عماد الدین (قاضی) بن مولانا افتخار الدینؒ ۱۱، ۱۲،
۱۳، ۱۴، ۲۲، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۹،
۴۹۰، ۴۹۳

عماد الدین بن کریم الدین ۵۸۷، ۵۹۲

عمران الحق بن رضوان الحق ۱۷۹، ۲۲۰، ۲۲۱

عمران (قاضی) ولد حسام الدین ۴۹۸

عمران ولد عبداللہ ۶، ۶۲۲

عمرو ولد اوس الثقفی ۵

عمرو بن کعب ۱، ۴۹۷

عنایت مقدم مہم ۵۴۴

عنایت اللہ کاکوروی (مفتی) ۱۲۵

عنایت اللہ مشرقی (علامہ) ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱

عنایت اللہ بن فقیر اللہ ۲۴۰، ۲۴۴، ۴۶۴،
دستخط ۵۹۷

عنایت خاتون ۳۷۸

عندلیب شادانی ۱۷۲، ۲۶۳

عیاذ الدین بن شفیق الدین ۳۰۴

عیاذ الدینؒ (شاہ) بن غیاث الدین ۲۷، ۷۹،
۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۴، ۳۸۵
حاشیہ ۲۲۷، ۵۱۴، ۵۷۸، ۵۸۷،
۵۹۰، دستخط ۵۹۲
حلیہ ۵۹۳

عیاض الحق بن فیاض الحق ۱۷۹، ۲۱۹، ۲۲۳

عین البدر اہلیہ قاضی قوام الدین ۲۹، ۴۷۵،
۴۷۶، ۴۷۷، ۴۹۰

عین الدین سکنہ لاہلی ۱۲۵

عین الدین بن عبدالغفور ۱۸۱، ۱۸۲

عین الدین بن محمد یعقوب ۳۳۷، ۳۳۹

Marfat.com

عین الدین بن غلام سرور الدین ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۵۷، ۲۶۹، ۲۹۵

غ

غریب اللہ ۵۴۰

عزیز الدین بن انیس الدین ۱۹۰، **۲۶۹**

غضنفر علی لدھیانوی (آغا) ۴۰۲

غلام اتقیا بن غلام انبیا ۱۳، ۲۶، مہر ۴۸۴، ۵۶۸

غلام اتقیا بن غلام جیلانی ۲۱۷، ۲۲۳، **۲۲۴**

غلام احمد پرویز (چوہدری) ۱۷۲

غلام احمد بن ولی اللہ ۱۹۰

غلام احمد الدین = احمد الدین (شاہ)

غلام ارتضیٰ بن غلام اتقیا ۲۲۷، ۳۶۶

غلام اشرف بن عبدالغفور ۳۷۷ حاشیہ

غلام اشرف بن محمد نقی ۵۵۸

غلام اصفیا بن غلام مرتضیٰ ۲۲۳

غلام انبیا بن مفتی محمد جعفر ۱۳، ۲۶، ۵۵۶

غلام بھیک نیرنگ (میر) ۱۷۲، ۴۰۲، ۶۰۱، ۶۰۳

غلام جیلانیؒ (شاہ) بن شاہ بدرالدینؒ ۶، ۸، ۱۲ حاشیہ، ۲۸، ۳۸، ۶۰-۶۴، ۶۷، ۷۸، ۹۶، ۱۱۰، ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۱۸، ۲۵۷، ۲۶۴، ۲۸۶، ۳۰۱، ۳۲۱، ۳۸۷، ۴۱۴، ۴۱۹، اسناد الاشجار ۴۸۳-۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۵۸۱

غلام جیلانی بن تاج الدین ۳۲۳، ۳۲۴، ۶۳۹، ۶۴۳، عکس دستخط ۶۴۴

غلام جیلانی بن زبیر اللہ ۲۴۳

غلام جیلانی بن محمد عاشق ۵۵۹، ۵۶۴

غلام حسن (قاضی) بن قاضی محمدی ۱۳، **۱۹**، ۲۸، ۹، ۱۷۶، ۱۷۹، ۱۸۷، محمد حسن و تاریخ مہم ۴۷۸-۴۷۹، محضر نامہ ۴۸۴

غلام حسین بن قاضی محمدی ۱۷۶، ۱۹۰، ۵۸۹

غلام حسین (حکیم) عرف حکیم سکھوا گوہانویؒ ۹۶

غلام حیدر (حافظ) ۱۱۲

غلام حیدر بن حمید الدین ۵۸۱

غلام حیدر ولد سید ہدایت شاہ مہمی ۳۲۱

غلام دستگیر نامی لاہوری ۵۶، ۵۸، ۶۴، ۶۶

غلام ربانی بن سید حسن شبّر ۱۸۰، ۲۴۳، ۲۶۶

غلام رسول بن محمد حاتم = عبدالرسول

غلام رسول ولد جمیل ۵۶۱

غلام رکن الدین المعروف بشاہ مراد بخشؒ ۵۸

غلام سرور الدین بن شاہ شجاع الدین **۲۶۹**، ۳۸۵ حاشیہ، ۵۸۷، مہر ۵۹۱

غلام علی دہلوی (شاہ) ۱۲۳

غلام علی چشتی رہتکی ۵۷۷، ۵۸۱

غلام علی صدر الصدور (خان بہادر) ۴۸۰

غلام قادر روہیلہ ۳۶۶

غلام قطب الدین فرخ آبادیؒ ۹۶

غلام کہف (شاہ) بن شاہ مبارک ۸۳، ۳۱۶، ۳۲۱

غلام کبریا سکنہ لابلی ۱۲۵

Marfat.com

غلام کبریا بن غلام جیلانی ۲۰۳ ، ۳۱۷ ،
۳۲۳ ، ۳۲۴
غلام مجتبیٰ عرف دیدم بن غلام مصطفیٰ ۳۲۳
غلام محمد مالک اخبار وکیل امرتسر ۶۰۱
غلام محمد فتح آبادی (قاضی) ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۱۶
غلام محمد بن نبی بخش ۳۴۸
غلام محمد حافظ ٹھیکیدار سیالکوٹ ۱۴۴
غلام محمد طور (پروفیسر) ۶۰۲
غلام محمود بن محمد ۱۷۷ ، ۴۵۱
غلام محی الدین بن بدیع الدین ۵۰۸
غلام محی الدین بن قطب العالم ۲۴ ، ۹۵ ، ۵۲۹ ، ۵۳۰
غلام محی الدین بن ممتاز علی ۳۱
غلام محی الدین قصوری (مولوی) ۴۰۱
غلام مرتضیٰ بن غلام جیلانی ۳۱۷ ، ۳۲۳ ، ۶۲۶
غلام مسیح پادری ۱۶۲
غلام مصطفیٰ بن مشتاق احمد ۳۱۷ ، ۳۲۳ ،
۴۲۳
غلام یٰسین وکیل جھنگ ۱۴۳ ، ۶۰۱
غوث علی پانی پتیؒ ۱۲۳ ، ۲۴۲
غوثیہ بیگم اہلیہ ارشاد الرحمٰن عرش ۳۱۲
غیاث الدینؒ (شاہ) بن شاہ غلام احمد الدین ۴۷ ،
۱۴۸ ، ۱۶۹ ، ۲۵۴ ، ۲۵۷ ،
۲۶۴ ، ۴۲۲ ، ۵۰۸
غیاث الدین بلبن (سلطان) ۱۲
غیاث الدین بن ریاض الدین ۱۸۱ ، ۶۲۴

غیاث الدین بن ظہیر الدین ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۴ ،
۳۱۹ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴
غیوب احمد بن منظور احمد ۲۴۹

ف

فاروق احمد بن احتشام الدین عبرت ۲۹۵
فاروق الرحمٰن بن فیاض الرحمٰن ۱۸۵
فاطمہ ۵۴۶
فاطمہ اہلیہ ڈپٹی جمیل اللہ ۴۴۲
فاضل محمد ← محمد فاضل
فتح دین ″
فتح علی شاہ دہلویؒ ۹۶
فتح علی بن محمد تقی ۱۳ ، ۱۸ ، ۱۲۶
فتح محمدؒ (شیخ) خلیفہ شیخ الہ داد ۹۶
فتح محمد نابینا ۱۱۷
فتح محمد گمتھلوی ۵۵ ، ۵۹ ، ۲۸۵
فخر الدین بن صدیق الدین ۲۸۶
فخر الدین بن عبدالکریم ۵۴ ، ۱۲۶ ، ۱۴۸ ،
۳۵۴ ، تعداد اولاد ۴۵۲ ، ۴۵۴ ، ۴۷۴ ، ۵۱۳ ،
۵۵۴ ، ۵۶۹
فخر الدین بن علاؤ الدین ۶ ، ۴۳ ، ۴۵۰ ، ۴۷۵ ،
۴۸۸ ، ۴۹۲
فخر الدین بن قطب الدین ۱۸۷
فخر الدین بن محمد یعقوب ۲۰۹ ، ۳۱۷ ، ۳۴۰ ،
۳۲۵ ، ۳۳۵ ، ۴۲۲ ، ۶۲۴
فرحت اللہ بن منظور یٰسین ۱۶۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۳ ، ۶۲۵

Marfat.com

فرحت جہاں بنت خلیل الدین آزاد صمدانی ۲۸۷ – ۲۸۸

فرحت علی بن ڈاکٹر محمد فاروق ۲۶۳

فرخ جمال بنت مفتی عبدالرزاق ۵۱۴

فرخ سیر پادشاہ ۵۲۶

فرخ سیر بن سلطان احمد ۲۹۰

فرخندہ اہلیہ عبدالخالق ۴۳۷

فرض اللہ ولد باسط ۵۲۶

فرغان علی بن محمد معشوق ۳۴۶

فرقان الحق بن ریاض الحق ۱۷۹، ۲۳۰، <u>۲۳۱</u>

فرید وارث محمد افضل ۵۳۲

فرید احمد بن شفیق احمد ۳۴۳، ۶۲۷

فرید احمد بن محمد فاروق ۲۴۵

فرید الدین بن سعید الدین ۲۶۹، <u>۲۷۰</u>، ۲۹۲ حاشیہ، دستخط ۵۹۸

فرید الرحمٰن بن سلام الرحمٰن ۳۴۰

فرید الزمان بن کبیر الدین ۲۵۹، ۶۲۵

فریڈرز (لیگزانڈر) ۱۱، ۲۰۰، ۴۸۲

فریزر (ولیم) ۹۶

فصیح الدین بن معین الدین ۱۷۹، <u>۱۸۱</u>

فصیح الدین بن قطب الدین ۱۸۷

فصیح الدین بن ہزیر الدین ۱۷۸، ۲۸۸

فصیح الزمان بن کبیر الدین ۲۵۹، ۶۲۵

فضل الحق (قاضی) بن ثناء الحق ۲۱، ۱۷۷، ۲۲۶

فضل الرحمٰن بن امین الدین ۳۲۰

فضل الرحمٰن بن امین الرحمٰن ۱۹۷، ۶۲۳

فضل الرحمٰن بن حامد علی ۱۷۶، ۱۷۹، ۱۹۱، <u>۱۹۲</u>، ۳۹۴، ۳۹۵

فضل الرحمٰن بن غلام حسین ۵۹۵

فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ۱۴۴

فضل اللہ (مفتی) بن قاضی قادن ۱۳، <u>۲۲</u>، ۱۷۶، ۴۷۵، ۴۹۲

فضل اللہ (قاضی) ۳۶۰، ۵۲۰

فضل النساء بنت شاہ بدر الدینؒ ۵۷۹، ۵۹۰

فضل حسین بن شفاعت علی ۳۱۰

فضل حق بن عفیف احمد ۲۱۷، ۳۳۵ – ۳۳۶، ۶۲۷

فضل علی بن عبدالسبحان ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۷ – ۳۵۸، ۳۵۹

فضل علی بن ناظر علی ۱۳۵، دستخط ۵۹۲، ۵۹۴

فطیمہ بنت عثمان الدین ۴۳۶

فقیرا مزارع عبدالمہیمن ۵۶۰

فقیر اللہ بن امیر اللہ ۱۷۷، ۱۷۹، ۲۳۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۶، ۳۸۵، ۳۹۵

فلاح الدین بن جمال الدین ۳۵۶، <u>۳۶۲</u>، ۶۲۴

فلاح الدین بن سیف الرحمٰن شہید ۳۴۳، <u>۳۴۴</u>، ۴۶۴، ۴۶۵

فوجدار خان نواب فرخ نگر ۵۴، ۳۶۵

فہیم الدین بن قیام الدین ۲۸۰

فہیم الدین بن نہال الدین ۲۸۰

فیاض الحق بن حفیظ الحق ۲۲۳ – ۲۲۴، ۴۲۷

Marfat.com

فیاض الرحمٰن بن محفوظ الرحمان ۱۸۱، ۱۸۵
فیاض علی بن شمس الدین ۱۷۸، ۳۰۹
فیاض بانو بنت شاہ لطف اللہ ۴۲، ۴۵، ۵۴۴
فیروزہ (شاہزادہ) ۳۹۴
فیروز الدین بن علیم الدین ۳۵۶، ۳۶۰
فیض الحسن سہارنپوری (مولوی) ۱۲۵
فیض الحسن (قاری) بن قاری سید حسن شبیر ۱۸۰
۲۶۳-۲۶۴
فیض الحسن بن ظفر الحسن ۲۵۲
فیض الدین بن عبد المہیمن ۱۲۸ و حاشیہ
فیض الدین بن فصیح الدین ۲۸۸
فیض اللہ ۵۵۰
فیض بخش بن محمد ثابت ۳۴۷، ۳۴۸
فیض محمد خاں نواب جھجر ۹۳، ۱۲۸
فیض محمد بن ہمت اللہ خاں ۳۴۷، ۳۴۸ و حاشیہ
فیضی = فیض محمد بن ہمت اللہ خاں

ق

قادن (مفتی) بن قاضی ہدایت اللہ ۱۳، ۱۵،
۲۲، ۶۰، ۱۰۶، ۲۷۵، ۲۹۲، ۲۹۳
قادن (قاضی) جد امجد شاہ ولی اللہ ۲۲
قاسم دہلوی (حاجی) ۷۴
قاسم علی بن بہادر علی ۲۱۴
قاسم علی بن قاضی غلام حسن ۱۸۷
قاسم ولد محمد ۵
قتیلہ اہلیہ ابوبکر صدیق ۲
قدریا اہلیہ قاضی محمدی ۵۶۱
قدرت اللہ بن انعام الدین ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۴۰
قدرت اللہ بن عبد الواحد ۴۲، ۵۵۸،
دستخط ۵۶۴، مہر ۵۶۳
قصی ولد کلاب ۴۹۷
قطب الدین بن امین الدین ۲۸۳، ۲۸۶
قطب الدین بن علیم الدین ۳۰۲
قطب الدین بن قاسم علی ۱۸۷
قطب الدین بن کریم الدین ۳۰، ۳۹۶
قطب الدین ولد شاہ محمد فاخر الہ آبادی ۶۰، ۶۱
قطب العالم بن مفتی امان اللہ ۴۲، ۵۲۵،
۵۳۳، ۵۳۵، ۵۷۳
قطب العالم بن جماعت اللہ ۵۶۸، ۵۷۶
قطب جمال ہانسوی ۱۰۲، ۱۱۹
قلندر شاہ ۲۹۵
قمر الاسلام بن عبد القدوس ۳۰۵
قمر الحسن بن صدیق الحسن ۲۱۸
قمر الدین (شیخ) تاجر کتب لاہور ۶۱۵
قمر الزمان بن محمد آصف ۲۹۶
قمر اللہ (حافظ) بن شاہ نجم اللہ ۶۰، ۲۰۱، ۲۰۲
۲۱۵، ۲۷۷، ۵۶۴، ۵۶۵، ۶۳۸،
۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲
قوام (قاضی) بن شیخ منصور ۶۰، ۲۴۰، ۵۲۰
قوام الدین بن قاضی اشرف ۱۶، ۳۵۳
قوام الدین (قاضی) بن حسام الدین ۳،

سلسلہ اجداد ۶، ۷، ۸ – ۱۰،
پانچ فرزند، ۹ حاشیہ – ۱۰ حاشیہ و
۲۹۴ – ۳۹۴، زبدۃ الاولیاء ۳۸،
۲۴۵، ۳۱۴، ۴۱۴، تعداد موجودہ اولاد
۲۱۴، ۳۶۰، ۳۶۵، قاضی کا بخیہ ۳۷۴ و
۳۷۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۶۴۳
قوام الدین بن محمد اصغر ۳۱۷، ۳۲۷
قوام الدین قدوتی (قاضی) ۱۰
قیام الدین بن انیس الدین ۱۸۰، ۲۸۰
قیام الدین بن نعیم الدین ۱۸۰
قیام الدین احمد ولد عبدالحی ۵۰۲
قیام الدین ولد حسام الدین رہتکی ۳۹۴

ک

کاظم (مولوی) شاہ غلام جیلانیؒ کے خلیفہ ۴۷
کاظم علی بن خورشید علی ۱۸۰، ۲۱۲، ۳۱۰
کانیہ بانو بنت حکیم سرور الدین ۲۸۳
کالا سفید باف مہم ۵۹۱
کامران سعید بن بدرالاسلام سعید ۶۲۶
کامگار خاں نواب فرخ نگر ۳۶۵
کامل حسین بن کرامت علی ۲۴۵، ۴۱۸، ۴۱۸
کبیر (قاضی گڑھ مکتیسری) ۴۹۸
کبیر الدین بن ڈاکٹر ظہور الدین ۱۷۹، ۲۴۱، ۲۵۴،
۲۵۶، ۲۵۸ – ۲۵۹، ۶۲۵
کبیر الدین مولانا بن قاضی قوام الدینؒ ۹ حاشیہ،
۱۰ حاشیہ، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۸، ۲۰، ۳۱
۴۷۳، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۹۰
کبیر الدین بن محب الدین ۳۰۵
کبیا (مسمات) ۵۱۶
کرامت علی امرتسری (دمیرا) ۱۳۸
کرامت علی بن عظیم اللہ ۲۱۵، ۲۴۵، ۲۴۶،
۳۷۹، ۳۸۵ حاشیہ، مہر ۵۱۸
کرامت علی رہتکی (رسالدار) ۴۱۵
کرپا رام (چودھری) مقدم مہم ۵۴۴
کرم شاہ (پیر) ۵۶
کرم علی بن عظیم اللہ رہتکی ۵۷۹
کریم الدینؒ بن شاہ بدر الدینؒ ۶۶، ۷۳، ۷۴،
۱۷۸، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۵، ۵۸۱
کریم اللہ ۵۵۱
کریم اللہ قادری (شاہ) ۵۵، ۵۸۴
کریم بخش خطیب بن دیدار بخش ۸۳، ۳۲۱
کریمہ بنت عبدالسبحان ۳۵۸، ۵۵۲
کریمہ اہلیہ محمد عثمان ۵۷۶
کشاجات مزارع ۵۶۰
کعب بن سعد ۱
کفایت النساء اہلیہ ڈاکٹر ظہور الدین ۲۷۴، ۲۸۰
کفایت اللہ (مفتی ہند) ۱۶۵
کفایت اللہ عرشی بن عنایت اللہ ۲۴۰، ۲۴۴
کفایت علی بن خورشید علی ۱۸۰، ۳۱۰،
۳۱۲ – ۳۱۳
کفیل احمد الماس ملتانی بن نفیس الدین ۱۸۰، ۲۴۲، ۲۴۳

Marfat.com

۳۵۲ ، شجرہ ۶۱۵ ، ۶۴۸ ، ۶۲۴ ، ۶۱۵

کلاب بن مرہ ۴۹۷

کلال دین ۴۸۸

کلینسی (ریورنڈ راک ویل) ۱۶۲

کمال الدین بن امام الدین ۷۶ ، وحاشیہ ۴۷۳ ، ۴۷۵ ، ۴۷۷ ، استاد زکریا بہاالحق ملتانی ۴۸۸ ، یقین الدین ۴۹۲

کمال الدین محمد یمنی ۷ ، حاشیہ ، ۶۱۷

کمال الدین ذوی القربیٰ رہتکی (قاضی) ۴۷

کمال الدین بن غیاث الدین ۸۲ ، ۸۳ ، ۲۱۳

کمال الرحمٰن بن فیاض الرحمٰن ۱۸۵

کمال اللہ (شاہ) بن عطاء اللہ ۳۸ ، ۸۶ - ۸۷ ، ۴۱۸ ، ۵۱۰ ، ۵۱۳ ، ۵۵۵

کمال خاں = کمال الدین (مولانا) بن غیاث الدین

کنجداس مقدم مہم ۵۴۴

کنیز فاطمہ اہلیہ شفاءاللہ ۲۰۹

کنیز فاطمہ بنت محمد اسحاق ۲۵۶

کورٹ لینڈ (جنرل وان) ۳۹۱

کوروا اہلیہ محمد برہان ۳۵۹

کھ

کھنڈا (شیخ) گڑھ مکتیسری ۴۹۹

گ

گلاب ولد جے رام مہاجن مہم ۵۱۸

گل محمد شہید (حاجی) ۱۱۴ ، ۱۱۵

گوردیال قانونگو مہم ۵۹۱

گوردل قانونگو مہم ۵۱۸

گوگا پیر ۱۰۷

گھ

گھاسی ولد اللہ یار فہمی ۵۶۵

ل

لاڈ (قاضی) ۳۶۵

لاڈو گنجری ۴۳۳

لال چند (چودھری) ۱۷۲

لال شاہ ریواڑی والے ۱۱۷

لائق علی بن برکت علی ۳۶۱

لچھمن سنگھ تحصیلدار مہم ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۳۹۵

لطف النساء اہلیہ قاری سید حسن شبر ۴۴۰

لطف اللہ (مولانا) ۱۲۵

لطف اللہ (شاہ) بن عطاء اللہ ۸۷ ، ۳۱۶ ، مہر ۴۹۶ ، ۵۹۴ ، مہر عطا محمد خاں ۶۳۹ ، ۶۴۰ ، عکس سواہیر و تحریر ۶۴۳

لطیف الرحمٰن بن محفوظ الرحمٰن ۱۷۹ ، ۱۸۱ ، ۱۸۵

لعل خاں (شیخ) ۴۵

لودی بن قاضی عبد الاول ۵۶۰

لئیق الدین بن رئیس الدین ۳۱۷ ، ۳۳۲ ، ۳۳۳ ، ۶۲۶

لئیق الدین بن ضمیر الدین ۲۵۵

لئیق الدین بن قطب الدین ۳۰۲ ، ۳۰۳

لیک (لارڈ) ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۸۸

Marfat.com

م

مامون الرحمٰن ۱۰۷

مان ولد ہانسا جہمی ۵۳۶

ماہ بانو ۵۲۶

ماہ بی بی ۵۴۶

ماہ جیو زوجہ شیخ بایزید ۵۷۵، ۵۷۶

ماہ رخ ۳۷۸، ۵۷۲، ۵۷۵

مبارز (قاضی) بن حامد ۱۳، ۱۵، ۱۷۶

مبارک بالادستی (شیخ) ۴۹۸

مبارک بن سلیمان = محمد مبارک بن سلیمان

مبارک (شاہ) = محمد مبارک بن شاہ عبدالحکیم

مبارک علی بن رستم علی ۳۱۰

مبشر حسن بن وضاحت حسن ۲۶۴

مبین الدین بن معین الدین ۲۰۶

متعال بالحق (ڈاکٹر) بن حکیم ابرار الحق ۲۲، ۶۲۶

متین الدین بن محمد یعقوب ۳۳۷

متھراداس ولد جوجا بقال جہمی ۵۱۷

مٹکاف (سرچارلس) ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۴

مجدد الف ثانیؒ ۲۵ (حاشیہ)

مجیب الدین توصیف بن حسیب الدین ۶۲۶

مجیب الدین بن ظہیر الدین ۲۸۹

مجیب الرحمٰن بن مطیع الرحمٰن ۱۹۶، ۶۲۴

مجید الحق بن احتیاج الحق ۲۳۴

مجید الرحمٰن بن جلیل الرحمٰن ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۴، ۶۲۴

محامد بن قاضی محمد سعید ۱۳، ۱۷، ۳۸، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۵۳۰، ۵۴۴

محب الدین بن حسین الدین ۱۸۰، ۳۰۲، ۳۰۵، ۶۲۶

محب اللہ بن سیف اللہ ۸۳، ۸۴

محب اللہ بن محمد فاروق ۲۴۲

محبوب الرحمٰن بن حبیب الرحمٰن ۱۹۱، ۶۲۴

محبوب عالم بن عین الدین ۱۸۰، ۲۷۹، ۲۸۱

محبوب علی (میاں)، وحاشیہ ۴۸۸ — ۴۸۹

محبوب علی بن اسد علی ۳۶۲

محبوب علی بن غلام محمود ۱۷۷، ۲۵۰، ۲۵۳، ۲۸۱

محرم علی چشتی لاہوری (خان بہادر) ۱۳۸

محفوظ الرحمٰن نگرنگ بن عبدالرحمٰن ۱۸۱، ۱۸۳، ۴۶۷، دستخط ۵۹۷

محفوظ علی بن ناصر الدین ۲۶۷، ۲۶۸

محکم ولد طفیل ۴

محمد

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۹۷

محمد (مولوی) ساکن لکھنؤ کی ۱۱۲

محمد (مفتی) بن مفتی عبدالمجید ۱۳، ۲۲، ۲۳، ۱۷۶، ۳۷۸، ۴۷۴، ۴۷۷، ۴۸۱، ۴۸۳، ۴۹۲، ۵۱۲، ۵۱۶، چادر مشکن والا ۵۲۱، ۵۷۳، ۶۲۰، ۶۲۲، عکس مہر ۳۲۱

محمد بن محمد شاہ ۱۷۷، ۲۵۱، دستخط ۵۵۹،

محمد (قاضی) بن قاضی ہدایت اللہ ۱۳، تعداد موجود

Marfat.com

اولاد ۱۴، ۲۲، ۱۷۶
محمد ولد ابوبکر صدیق رض ۳
محمد ولد شاہ عبدالخالق گڑھ مکتیسر ۴۹۹
محمد ابراہیم بن شاہ غلام کہف ۸۲، ۸۳،
۳۱۷، ۳۲۰، ۳۸۰، ۳۸۱، ۴۳۶،
۴۶۲، دستخط ۴۸۴ و ۵۸۲، ۵۹۱
محمد اجمل الہ آبادی (شاہ) ۶۱، ۶۲، ۴۷
محمد احسان خاں بہادر بن مفتی عبدالرحمن ۶۰،
۱۷۷، ۲۱۷، ۲۵۱، ۳۶۸، ۳۷۹،
۳۸۸، ۴۳۹، ۵۹۰
محمد احسن بن حسین الدین ۳۰۱
محمد احسن (قاری) بن مطلوب علی ۲۳۰، ۲۵۰،
۲۵۱، ۳۵۳، ۳۶۴
محمد احسن الدین بن ناصر الدین ۵۶، ۲۵۷،
۲۶۹، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۵۳، ۳۵۷،
۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۲، ۴۵۸،
۵۱۹، ۵۵۲، ۵۵۷، ۵۱۹، ۵۶۹
۵۷۸، ۵۸۰، ۵۸۷، ۶۲۷
محمد احمد — امداد الحق
محمد احمد بن ڈپٹی مظفر احمد ۱۹۰، ۳۴۲،
۶۲۴، ۶۲۷
محمد احمد بن محمد آصف ۲۹۶، ۶۲۶
محمد اختر بن ڈاکٹر محمد فاروق ۲۴۵
محمد اختر بن واحد علی دکیل ۳۵۶، ۳۶۱-۳۶۲
۶۲۸

محمد ارشد بن محمد فاروق ۲۴۵
محمد اسحٰق (شاہ) نبیرہ شاہ عبدالعزیز ۱۲۳
محمد اسحٰق شہید ۹، ۴۷۵، ۴۸۹،
لاولد ۴۹۰
محمد اسحٰق مکی بن امیر علی ۱۷۹، ۲۵۰،
۲۵۲ - ۲۵۳
محمد اسحٰق بن ظہیر الدین ۲۵۵-۲۵۶
محمد اسحٰق (قاضی) بن قاضی مبارز ۱۳
محمد اسحاق شہید بن محمد ابراہیم ۸۲، ۸۳،
۳۱۸، ۳۲۰، ۳۹۴، ۳۹۶
محمد اسلم بن انیس الدین ۲۶۲
محمد اسلم بن مفتی حبیب اللہ ۱۷۷، ۲۴۲،
۴۹۲، ۴۹۴، ۵۳۴، دستخط ۵۳۵، ۵۴۱
محمد اسلم بن طالب اللہ ۲۰۱
محمد اسلم بن محمد یوسف ۱۸۰، ۲۹۰، ۲۹۶
محمد اسمٰعیل شہید بھتیجہ قاضی قوام الدین ۸، ۹
۴۷۵، ۴۸۹، لاولد ۴۹۰
محمد اسمٰعیل بن شیخ الاسلام ۲۴۰
محمد اسمٰعیل (شاہ) بن شاہ عبدالعظیم ۴۷، ۸۲،
۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۸ - ۱۲۳، ۱۴۷،
۲۱۴، ۳۱۶، ۳۸۶، ۳۹۲، ۳۹۴،
۳۹۵، ۳۹۶، ۴۱۷، ۴۲۲، ۴۴۰،
مہر ۴۸۴ دستخط ۵۸۹، ۶۳۹، ۶۴۰،
عکس مہر و دستخط ۶۴۴
محمد اشرف بن شفاء اللہ ۲۱۲، ۶۲۶، ۶۲۸،

Marfat.com

۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲

محمد اشرف وارث قاضی احمد ۵۴۸

محمد اشفاق (حافظ) بن محمد قاسم ۳۱۷، ۳۲۳، ۳۲۵

محمد اصالت ولد دین محمد بلوچ ۵۵۸

محمد اصغر بن سلام الدین ۱۰ حاشیہ، ۱۹۱، ۳۲۷، ۳۲۸ - ۳۳۰، ۴۴۴، ۴۷۰

محمد آصف بن طالب اللہ ۲۰۱

محمد اعظم مدرس لدھیانہ ۲۰۳

محمد اعظم بن عبد المغنی ۳۲۵

محمد آصف بن محمد یوسف ۱۸۰، ۲۹۰، ۲۹۶، ۶۲۶

محمد افضل الہ آبادی (رشام) ۵۹

محمد افضل بن خان محمد عرف یار محمد ۴۵۸، ۵۵۶

محمد افضل وارث شیخ عبد اللہ ۵۳۲

محمد اقبال (علامہ) ۱۰۲، مکتوبات ۶۰۳، ۶۰۴

محمد اقبال بن محمد اشفاق ۳۲۵

محمد اکبر (قاضی) علی اکبر (قاضی)

محمد اکرم بن انتظام الدین ۳۵۶، ۳۶۰

محمد اکرم بن محمد اسلم ۲۹۶

محمد اکرم بن قاضی محمد کرم ۱۸، ۳۳۰، ۵۵۶

محمد الدین سجادہ نشین تجارہ ۱۰۲

محمد الیاس آثم بن فرید الدین ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۸۲، شجرہ ۲۶۱، ۲۶۷، ۲۶۸، نسب نامہ ۲۷۱، ۶۲۵

محمد الیاس مسعود قریشی لاہوری (ڈاکٹر) ۴۰۰، ۴۱۴

محمد امجد: ولدیت ۳۵۲ - ۳۵۵، شجرہ اولاد ۳۵۶، ۳۶۰، تعداد اولاد ۳۵۲، ۵۱۳، ۵۱۹، ۵۲۰،

محمد امین بیرسٹر (شیخ) ۱۰۲

محمد امین بن طالب اللہ ۲۰۱

محمد امین بن وارث علی ۳۶۱

محمد انعام بن انتظام الدین ۳۵۶، ۳۵۷

محمد انور ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ۱۰۴

محمد اول ۱۶ حاشیہ

محمد ایوب بن عمران الحق ۲۳۱

محمد برہان بن محمد امجد ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۵۵۳، ۵۵۷

محمد بخش (آغا ایم۔ اے) ۱۵۱

محمد بخش خان بہادر ولد محمد عارف ۵۶۷

محمد بلاقی گڑھ مکتیسری ۴۹۹

محمد بولاقی بن محمد محمود ۸۳، ۵۲۴

محمد بولاقی ہم عصر مولوی فخر الدین ۵۵۴

محمد بیگ دہلوی (قاری) ۱۱۷

محمد پناہ بن محمد ماہ ۵۰۴

محمد تقی بن قاضی محمد سعید ۱۳، ۱۸، ۱۷۶

محمد ثابت بن فیض محمد ۳۳۷

محمد جعفر (مفتی) بن مفتی عزیز اللہ شہید ۱۳، ۲۵، ۴۱، ۱۷۷، ۴۴۴، ۴۴۷، ۵۴۱

محمد جمال بن محمود خطیب ۸۲، ۳۱۶، ۳۵۰، ۵۱۶، مہر ۵۱۷

Marfat.com

محمد جمیل ولد رحمت اللہ گڑھ مکتیسری ۵۰۰
محمد جمیل ولد محمد عاقل رہتکی ۳۵۹
محمد جوہر بن برخوردار ۵۵۶
محمد جہانگیر خاں نواب منگرول ۶۱۳
محمد جیو (قاضی و خطیب) بن جمال ۱۲، ۱۵،
۸۵، ۲۵۰، ۳۷۷، ۵۲۲، ۴
منتخبہ المشائخ العظام ۴۸۱، ۴۸۲
محمد جیون ۹۰
محمد حاتم بن عبداللہ محتسب ۴۵، ۱۷۶،
۴۷۴، ۵۲۱
محمد حاکم بن مفتی حبیب اللہ ۵۲ - ۵۲۵، ۵۷۶
محمد حاکم (مفتی) بن مفتی فضل اللہ ۱۳، ۲۲،
۲۸، ۱۷۶، ۴۴۷، ۴۷۷، ۴۹۲
محمد حسن بن عبدالخالق ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۲
محمد حسن (قاضی) = غلام حسن قاضی
محمد حسن بن محمد شاہ ۲۷، ۲۱۷، ۲۱۸، ۵۱۰
محمد حسین آرام پوری (مولوی) ۱۱۱
محمد حسین بٹالوی (مولوی) ۳۳۰
محمد حسین بن سیف الرحمٰن شہیدؒ ۸، ۱۳۰ - ۱۴۴
۲۴۱، ۲۴۵، ۲۸۴، ۳۲۲، ۳۹۸
۱۷، ۳۵۰، ۴۴۸، شادی ۴۴۲، ۴۵۸،
۶۲۴، ۶۲۷
محمد حسین بن فخرالدین ۲۰۹، ۳۴۱، ۳۶۲، ۴۰۶ -
۴۰۷، ۶۲۷
محمد حسین (ڈاکٹر) بن کامل حسین ۲۴۶
محمد حسین بیتر بن مصلح الدین ۶۲۰
محمد حنیف (سید) ایڈووکیٹ انبالہ ۴۰۲
محمد حیات گنگوہیؒ ۵۵، ۵۸۰
محمد داؤد خاں بہادر بن محمد مسعود ۵۹۱
محمد دائم ولد محمد جعفر رہتکی ۵۶۹
محمد دائم بن محمد عاشق ۸۳، مہر ۵۵۸
محمد درویش (حکیم) بن شاہ نجم اللہؒ
۲۲۱، ۲۱۶، ۵۵۱
محمد ذاکر ولد محمد جعفر رہتکی ۵۵۲
محمد ذاکر بن ہدایت اللہ ۱۷۷، ۲۴۸
محمد رستم بن محمد فاضل ۱۳، ۲۹
محمد رضی ۵۶۶
محمد رفیق بن عبدالصمد ۱۲۷، ۱۷۶
محمد رمضان شہیدؒ (شام) بن شاہ عبدالعظیم ۷،
۷، ۲۷۷، ۳۸، ۵۱، ۹۴ - ۱۱۷
۱۱۸، ۲۰۲، ۲۱۵، ۲۲۷، ۳۳۸،
۳۶۶، ۳۸۰، ۳۸۷، مقبرہ ۴۱۸۵،
۴۱۹، ۴۲۸، ۴۳۶، ۴۳۹، ۴۴۴،
کرسی نامہ ۴۷۳ - ۴۷۴ کتاب ہادی
ہریانہ ۶۲۹ - ۶۳۳، دستخط ۵۶۸،
عکس دستخط ۶۴۳
محمد زاہد بن عبدالواحد ۵۵۶
محمد ساقی خطیب بن محمد بولاقی ۸۳
محمد سرخ (قاضی) خوالقرنی ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۵،
۴۵۲، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۹۰

Marfat.com

محمد سعید (قاضی) ابن عبد الصمد ۱۳، ۱۷، ۱۷۶،
۵۲۴، ۵۲۶، ۵۳۷، ۵۴۳
محمد سلطان ولد غریب محمد متولی رہتک ۳۶۰
محمد سلیمان بن شاہ عبد الغنیؒ ۱۲۵
محمد سلیمان بن کمال الدین ۴۲، ۸۴، ۳۱۶،
۴۷۳، ۵۱۸، ۶۳۸، ۶۴۰،
عکس مہر ۶۴۳
محمد سلیم بن محمد حسن ۳۲۲
محمد سلیم ولد محمد مقیم ۵۵۰
محمد شاہ ولایتی (میاں) ۱۱۶
محمد شاہ بادشاہ ۵۵۱، ۵۵۷، ۵۶۰
محمد شاہ بن شاہ عبد الغنی ۱۲۵
محمد شاہ بن علی حسین ۲۱۷
محمد شاہ بن محمد مراد ۱۷۷، ۲۵۱
محمد شاہ غوث بن شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۱۴۲، ۲۱۶،
۲۳۲، ۳۰۴، دستخط ۵۹۵
محمد شریف ولد شیخ چاند ہمی ۵۳۴
محمد شفیع (ڈاکٹر مولوی) ۶۲۰
محمد شفیع فوٹوگرافر دہلی ۶۲۲
محمد شفیع (مفتی) ۱۶۵
محمد صابر بن نظیر الدین ۱۸۰، ۲۸۳، ۲۸۷
محمد صادق (چودھری) ۲۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۰،
۴۰۲
محمد صادق بن محمد حسن ۳۲۲

محمد صادق بن متین الدین ۲۳۷، ۲۳۸
محمد صالح بن مودود بن قاضی احمد ۱۳
محمد صدیق (حافظ) بن قاری امتیاز الدین ۲۸۱،
۳۹۷
محمد صفدر (خواجہ) ایڈووکیٹ سیالکوٹ ۱۷۴
محمد طاہر بن جمشید علی ۳۱۲
محمد طٰہٰ بن محمد یٰسین ۲۱۷، ۲۳۷
محمد عارف: مہر ۵۵۴
محمد عارف بن شیخ الاسلام ۲۴۰
محمد عارف بن عبد المغنی ۳۲۵
محمد عاشق بن محمد بولاقی خطیب ۴۱، ۵۴۹
محمد عاشق بن محمد یونس ۳۴۵
محمد عاشق بن محمد بولاقی = عاشق محمد
محمد عاقل ۳۵۸، ۳۵۹، ۵۵۲
محمد عالم بن اقبال احمد ۲۹۷
محمد عبد العظیم گیلانی پانی پتیؒ ۸۹، ۹۶، ۱۰۲،
۱۴۵
محمد عثمان بن مفتی عبد الرحمٰن ۱۳، ۲۶،
۵۴۷، ۵۷۶
محمد عظیم = محمد عبد العظیم
محمد عثمان فارقلیط دہلوی ۱۷۲
محمد علی (نواب) ۳۸۲، ۵۲۳
محمد علی مؤلف آثار محشر ۱۱۲
محمد علی (مولانا) امیر جماعت احمدیہ ۱۶۳
محمد علی جناح ۲۰۴، ملاقات ۲۰۵، ۲۰۷

Marfat.com

٣٩٩، ٤٠٠، ترجمہ کتوب
٤٠٢ - ٤٠٥ حاشیہ

محمد علی (قاری) بن قاری محمد اسحٰق ٢٥٢

محمد علی بن محمد عاشق ٣٤٥

محمد علی بن نبی بخش ٣٤٨

محمد علی بن مطیع الرحمٰن ١٩٦

محمد علی بن ہدایت اللہ ٥٧٦

محمد علی طارق بن جمشید علی ٣١٢

محمد عمر (شیخ) صدر مسلم لیگ راولپنڈی ٢٠٥

محمد غازی بن محمد یعقوب ٨٣، ٢١٧، ٣١٨،
٣٩٤، ٦٢٦

محمد غوث گنگوہی (شاہ) ١١٦، ١٢٣، ١٢٤

محمد غوث خلیفہ شیخ زین العابدین ٩٦

محمد غیوب احمد بن منظور احمد ٢٤٩

محمد فاروق بن الیاس حسین ٢٤٥

محمد فاروق بن صادق علی ٣٥٦، ٣٦٣

محمد فاروق بن محمد اسلم ١٧٧، ٢٤٢

محمد فاخر الہ آبادی (شاہ) ٥٥، ١١٩، ٤٨٥

محمد فاضل محتسب بن عبد اللہ ١٣، ٢٨، ٥٤،
٥٢١، ٥٢٤، ٥٢٦، ٥٥٠،

محمد فیض ولد عبد اللطیف رہتکی ٥٥٤

محمد قاسم (ڈپٹی پیر) بن وزیر الدین ١١١،
٣٢٣، ٣٢٥

محمد قائم وارث شیخ فرید ٥٣٢

محمد کفیل ولد محمد جمیل گڑھ مکتیسری ٥٠٠

محمد ماہ بن ہدایت اللہ ٥٧٤، ٥٧٦

محمد مبارک (شاہ) بن شاہ عبد الحکیم ٣١٦، ٣٢١،
٤٣٨، ٤٤٠

محمد مبارک بن محمد سلیمان ٨٤، ٣١٦، ٣٤٧، ٤٧٣،
مہر ٤٨٣، ٥٢١، مہر ٥٢٢، عکس مہر ٤٤٣

محمد محسن بن اثیر الدین ٢٦٢

محمد محسن بن حسین الدین ٣٠١

محمد محسن بن قاری محمد احسن ١٤٩، ٢٥٠، ٥١٠

محمد محفوظ بن محمد احسان خاں بہادر ٢١٧

محمد محمود بن محمد حبیب خطیب ٢٩، ٨٢،
٨٣ و حاشیہ

محمد محمود بن محمد یونس ٣٤٧

محمد مداری بن ابو الغیث ٨٣، ٢٤٩، ٥٢٨

محمد مراد بن عبد المنعم ١٧٧، ٢٥٢، ٥٣٩،
٥٤٠ مہر و دستخط

محمد مرید ولد عبد الواحد ٥٥٤

محمد منحسن بن قاری محمد احسن ١٤٩، ٢٥٠،
٢٥٢

محمد مستقیم سکنہ اہروان (حافظ) ١٢٥

محمد شاہد مسعود بن جمشید علی ٣١٢

محمد مسعود بن محمد احسان ١٧٧، ٢١٧

محمد مسلم بن سرفراز علی ١٨٠، ٣٠٩

محمد مشائخ گڑھ مکتیسری ٤٩٩

محمد مشرف بن قاضی محمد مکرم ١٠٨، ١٠٦،

Marfat.com

۱۸۳ وحاشیہ، ۵۶۵

محمد مظفر رہتکی ۵۵۴

محمد معشوق بن شاہ محمد یوسفؒ ۳۴۶

محمد معظم ساکن رہتک ۵۵۴

محمد منظم بن فتح علی ۱۸ حاشیہ

محمد مقید بن محمد مشرف ۱۸۳

محمد مقیم ولد غلام مصطفےٰ متولی ۵۵۲

محمد مکرم (قاضی) بن فتح علی ۱۲، ۱۸، ۱۷۶، ۱۸۳، ۴۹۲، ۵۴۲، ۵۶۵، ۵۵۸

محمد منیر جاگیردار تہم ۵۵۰

محمد منیر نقشبندی ۲۱۴

محمد منیر بن شفاء اللہ ۲۱۲، ۶۲۶

محمد موسیٰ (قاضی) بن عمران ۸، ۹، ۱۲ حاشیہ، ۴۷۵، ۴۸۹، ۴۹۸

محمد نجیب بن مطیع الرحمٰن ۱۹۶

محمد نصیر خاں بن مفتی نظام الدین ۲۸، ۲۹، ۱۷۷، ۲۵۲، چاہ ۳۸۳، ۴۱۷، ۵۲۵

محمد نعیم قاضی توشام ۵۷۲

محمد تقی بن قطب الدین ۱۸۷

محمد نقی بن محمد تقی ۱۸ حاشیہ

محمد نواز بن محمد عاشق ۴۱

محمد وارث بن محمد اسلم ۵۵۸

محمد واسع رہتکی ۵۵۴

محمد ہادی بن محمد فازی ۳۱۸، ۶۲۶

محمد ہاشم ۳۵ حاشیہ

محمد ہاشم بن محمد عاشق ۵۴۹

محمد یسین بن یقین الدین ۳۲۰

محمد یسین خاں ایڈووکیٹ گڑگاؤں ۲۰۷

محمد یحییٰ المعروف بشاہ خوب اللہ الہ آبادیؒ ۳۷، ۵۵، ۵۹، ۶۱

محمد یحییٰ بن شاہ محمد اسمٰعیلؒ ۱۲۲، ۱۴۴، ۲۹۳، ۲۹۰، ۳۱۵

محمد یعقوب بن عمران الحق ۲۳۱

محمد یعقوب بن محمد اسحٰق شہیدؒ ۸۳، ۳۱۸، ۳۱۹

محمد یعقوب بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۷-۳۳۸، ۳۸۵ حاشیہ، ۳۹۴، ۳۹۵، ۵۹۵

محمد یعقوب (قاری) ولد قاری عبد السمیع ۲۰۳

محمد یوسف رہتکی ۵۷۹

محمد یوسف = یوسف علی

محمد یوسف (حافظ) بن امین الدین ۲۹۰، ۲۹۱-۲۹۳، ۳۶۳، دستخط ۵۹۸، ۶۲۶

محمد یوسف بن عمران الحق ۲۳۱

محمد یوسف بن محمد ابراہیم ۳۱۸، ۳۲۲

محمد یونس بن عمران الحق ۲۳۱

محمد یونسؒ (شاہ) بن شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۴۵

محمد یونس بن محمد محسن ۲۵۲

محمدی اہلیہ امداد الحق ۲۳۶

محمدی اہلیہ محمد یسین عارف ۲۱۴، ۲۴۴

Marfat.com

محمدی اہلیہ محمد ولی ۱۵۴

محمدی (قاضی) بن قاضی علی اکبر ۱۳، 19، ۱۷۶

محمود بن ابوبکر ثانی ۶، ۵۴، ۷۷، ۴۲، ۴۹۲

محمود بن بہاؤالدین ۳۱۷

محمود بن جمال ۸۲، ۸۳

محمود بن محمد = غلام محمود

محمود بن جیوہ ۱۵ حاشیہ، ۳۴۹۷، ۳۸۲،

۴۸۱، ۵۲۲

محمود شیرانی (حافظ) ۹۰،

۱۱۲ حاشیہ

محمود احمد عباسی (مولانا) ۶۲۲، ۶۲۹ - ۶۳۰

محمود اختر بن محمد اسلم ۲۹۶

محمود اختر شاہد بن علاؤالدین ۲۰۰

محمود الحق بن افتخار الحق ۱۷۹، ۲۱۹،

۲۲۷ - ۲۲۸، ۶۲۶

محمود الرحمٰن بن عبدالرحمٰن ۱۷۹

محمود الرحمٰن بن عبداللہ ۲۰۱، 215

محمود اللہ بن کفایت اللہ ۱۷۹، ۲۴۰،

۲۴۴، ۶۲۶

محمود خاں متصدی محل جاگیر ۵۴۲

محمود دھرم پال (غازی) ۴۰۲

محمود عالم بن اکرام الدین ۳۳۹

محمود علی بن احتشام الدین عبرت ۲۹۵

محمود علی بن مبارک علی ۳۱۷

محمودہ بیگم بنت مقیم الدین ۲۷۲

محی الدین بن ظہیر الدین ۲۸۹

محی الدین بن علاؤالدین = فخر الدین بن علاؤالدین

محی الدین بن حکیم معین الدین ۱۹۸

محی الدین صدر ۳۸۳

محی الدین مدراسی (مولانا) ۱۲۳

مختار احمد بن شفیق احمد ۳۴۳

مختار احمد بن محمد غازی ۳۱۹

مختار احمد بن محمد یسین ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۳۸

مختار احمد بن واجد علی وکیل ۳۶۱

مختار احمد امروہوی (حکیم) ۳۲۰، ۳۳۱

مخدوم بخش بن احمد حسن ۱۸۲، ۳۹۶، ۵۹۱

مدار (شاہ) ۴۲۷

مداری - محمد مداری

مدھوا گو بنت مزارع ۵۶۱

مراد اللہ (حافظ) بن فقیر اللہ ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۴۳

مراد خاتون دختر محمد ۵۵۲

مراد شاہ لاہوریؒ ۵۵، ۵۸

مراد شاہ خلیفہ شاہ عبدالغنیؒ ۱۲۴

مراد شاہ ولد غلام رسول ۵۹۴

مرحبا احمد بن صل علی ۲۵، ۲۴۷، ۶۲۲

مرغوب احمد بن سید احمد ۳۴۴

مروان ولد حکم ۴

مرہ بن کعب ۱، ۴۹۷

مرزا حیرت دہلوی ۱۶۸

منتجاب علی بن محمود علی ۱۸۰، ۳۱۰، 311، ۶۲۲

Marfat.com

مستحسن علی = محمد مستحسن

مستفید الدین بن سعید الدین ۱۸۰، ۲۳۶

۲۶۸

مستقیم، حافظ، خلیفہ شاہ محمد رمضان ۱۰۳ ح، ۱۱۶

مستقیم الدین شہید (حافظ) بن نسیم الدین ۱۰، ۲۳۸

مسرت جہاں اہلیہ افضل علی ۳۱۱، ۲۰۸، ۳۲۶

مسرور الدین (حکیم) بن حکیم شکور الدین ۱۸۰، ۲۸۳

مسعود (سید) خلیفہ سید صوفی ۹۶

مسعود احمد بن سرجان احمد ۳۴۲

مسعود احمد بن طالب اللہ ۲۰۱

مسعود اختر بن محمد اسلم ۲۹۶

مسعود اختر جاوید (لفٹیننٹ) بن علاؤ الدین ۲۰۰

مسعود جاوید بن مستجاب علی ۳۱۱، ۶۲۶

مسعود حسین بن اعجاز علی ۲۸۸

مسعود واسطی بجنیری (سید) ۴۸۸

مسعودی (مورخ) ۴۹۶

مشتاق احمد انبیٹھوی (مولانا) ۱۸۰

مشتاق احمد کانپوری (مولانا) ۲۶۵

مشتاق احمد بن تاج الدین ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳،

۳۴۳، ۴۲۳، ۴۴۷

مشتاق الدین بن امین الدین ۲۹۰، ۲۹۲ حاشیہ

۲۹۱، ۵۹۸

مشتاق علی بن شجاعت علی ۲۱۰

مشکور احمد بن طالب اللہ ۲۰۱

مشکور احمد بن محمد غازی ۳۱۹، ۶۲۵

مصباح الدین بن فلاح الدین ۳۱۷، ۳۳۲،

۳۳۳-۳۳۴، ۶۲۴، ۶۲۶

مصباح الدین بن محمد یوسف ۲۹۰، ۲۹۱،

حاشیہ ۲۹۲، ۲۹۴

مصری (حافظ) ۵۰۳

مصطفیٰ (سید) دیوان فوجدار سرکار حصار ۵۴۶

مصطفیٰ کمال بن حمید الدین ۳۰۵

مصطفیٰ کمال بن محمد محسن ۲۵۰

مصلح الدین بن مفتاح الدین ۱۱۸، ۲۸۴،

۲۸۵، ۳۳۴-۳۳۵، ۶۲۷

مصعب زبیری ۴۵۶

مطلوب علی بن محبوب علی ۲۵۰، ۲۵۱

مطعم بن جبیر ۴۵۶

مطیع الرحمٰن بن عزیز الرحمٰن ۱۷۹، ۱۹۱،

۱۹۶، ۶۲۴

مظفر احمد بن ولی اللہ ۱۷۹، ۱۹۰

مظفر احمد (خان بہادر ڈپٹی) بن محمد شاہ غوث

۹۹، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۴۴ - ۱۵۲، ۱۵۵،

۱۷۲، ۲۳۱، ۳۴۲، ۳۹۵، ۳۹۶،

۴۶۵، ۴۸۸، ۶۲۷

مظفر الدین بن عزیز الدین ۲۷۹

مظفر علی بن وزیر علی ۳۶۱

مظفر علی بن یوسف علی ۲۵۰

مظہر الدین (نقشبندی) بن شاہ عیاذ الدین ح ۲۵،

۲۵۶، ۴۲۲

Marfat.com

مظہر جمیل بن اثیر الدین ۲۶۲
مظہر حق بن علیم الدین ۲۹۸، ۶۲۶
مظہر علی بن عبد العلی ۱۸۱، ۱۸۶
مظہر علی بن مستجاب علی ۳۱۱
مظہر لیلین بن حافظ مراد اللہ ۲۰۴، ۲۴۳،
۶۲۵
معاویہ (امیر المومنین) ۴، ۵
معد بن عدنان ۴۹۵
معراج احمد بن تاج احمد ۳۴۴
معز الدین بن شمس الدین ۱۷۸، ۱۸۰، ۳۰۶،
۳۰۸، ۵۷۸
معز الدین کیقباد (سلطان) ۱۱، ۱۲، ۸۱
معصوم علی خلیفہ شاہ محمد رمضان ۱۱۷
معظم سلیم بن کبیر الدین ۲۵۹، ۶۲۶
معظم قدر بن باقر علی ۱۸۶
معین الدین بن ظہیر الدین ۲۸۹
معین الدین بن کمال الدین ۶، ۳۷۴،
۴۷۵، ۴۷۷، ۴۹۲
معین الدین بن معز الدین ۳۰۶
معین الدین بن نذیر الدین ۳۲۵
معین الدین بن نصیر الدین ۲۸۲
معین الدین (حکیم) بن نظام الدین ۱۷۹، ۱۹۸
معین الدین بن نور الدین ۱۸۰
معین الدین (قاضی) مانڈل گڑھ والے
۱۱۴، ۱۱۵
معین الدین خاں عرف نواب بھینو خاں ۳۶۹
مفتاح الدین بن فلاح الدین ۳۱۷، ۳۳۲،
۳۳۴، ۳۹۷، ۳۹۸، ۶۲۲
مفید الدین بن سدید الدین ۱۸۰، ۲۶۷
مفید الدین بن نیر الدین ۳۶۱
مقبول عالم بن محبوب عالم ۲۸۱
مقصود ولد محمد حفیظ ۵۵۰
مقصود الرحمٰن بن محمود الرحمٰن ۲۱۵
مقصود عالم بن اکرام الدین ۳۳۹
مقصود علی بن فیاض علی ۳۰۹
مقصود علی بن محفوظ علی ۱۸۰، ۲۶۷، ۲۶۸
مقیّد بن قاضی محمد مشرف ۱۸۳
مکرّم = محمد مکرم (قاضی)
مکند داس ۵۲۳، ۵۲۴
ملکی اہلیہ قاضی عبد الرحیم ۱۵ حاشیہ
ممتاز احمد خاں (کیپٹن) ۲۰۵
ممتاز الحق (مولوی) بن وزیر الحق ۲۳۸
ممتاز الدین بن امین الدین ۲۹۲ حاشیہ
ممتاز الدین بن عین الدین ۱۸۱ - ۱۸۲
۳۳۷، ۳۳۹
ممتاز بیگم شیدا اہلیہ صدر الدین ۴۰۸
ممتاز حسن مینیجنگ ڈائرکٹر نیشنل بینک ۶۳۳
ممتاز علی بن بدیع الدین عرف حکیم صفدر علی ۳۱
ممتاز علی بن پیر علی ۳۶۱
ممتاز علی بن سجاد علی ۳۱۳

Marfat.com

مربیہ مزارع ۵۶۲

منڈاٹی (جنرل) ۳۶۰، ۳۷۳، ۴۱۳

منصور بن اصغر ۳۶۰، ۵۲۰

منصور احمد بن محمد غازی ۳۱۹

منصور اختر بن محمد اسلم ۲۹۶

منگل سین ولد ٹھنڈی رام ۵۹۳

منگی (مفتی) = محمد (مفتی)

منظر احمد بن واحد علی وکیل ۳۶۱

منظور احمد بن کامل حسین ۱۰۹، ۳۷۹، ۶۲۵

منظور احمد بن محمد غازی ۳۱۸ - ۳۱۹، ۶۲۶

منظور الحق بن اظہار اللہ ۱۷۹، ۲۰۱، ۲۰۳ - ۲۱۱، ۳۹۹ - ۴۱۰، قوام الانساب ۱۷۴ - ۲۷۴، معیار الاشجار ۴۶۱، مکتوب قائد اعظم ۴۰۴ - ۴۰۵ حاشیہ، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۵، ۶۳۲، ۶۳۸، ۶۴۰

عکس دستخط ۶۴۲

منظور الدین بن نور الدین ۲۸۲

منظور حسین بن اعجاز علی ۶۸۸

منظور علی بن سخاوت علی ۳۵۶، ۳۶۰، ۳۶۱

منور احمد (ڈپٹی) بن محمد شاہ غوث ۳۴۲، ۳۴۴، ۴۷۰، ۵۰۱

منور الدین ۶۰۳

منور بیگ (مرزا) ۳۸۳

منور شاہ لاہوری ۱۱۷

منور علی بن وزیر علی ۳۶۱

منولال (مصرا) ڈپٹی کلکٹر رہتک ۳۹۰

منہاج الحق بن سراج الحق ۲۳۲ - ۲۳۳

منہاج الدین بن محمد یعقوب ۳۳۷، ۳۳۹

منیر الدین بن نصیر الدین ۱۴۷، ۳۰۰، ۳۰۱، ۵۸۱

مودود بن قاضی احمد ۱۳، ۱۵ حاشیہ

مور لینڈ ۳۶۵

موسیٰ ولد عمران = محمد موسیٰ

موسیٰ ولد وردن ۵

موسیٰ خاں نواب فرخ نگر ۳۶۵

مولا بخش ٹھیکیدار سیالکوٹ ۱۷۳

مومنہ اہلیہ غلام مجتبیٰ ۵۶۸

مہاراجہ کنول پنڈت وکیل ۵۶۶

مہتاب خاں سکنہ کڑکڑی ۱۲۲

مہتاب علی بن منظور علی ۳۶۰

مہدراؤ ولد بلو ۳۶۶

مہدی حسن بن وضاحت حسن ۲۶۴

مہر اللہ بن محب اللہ ۱۷۷، ۲۴۲، ۵۱۳، ۵۶۶

میاں محمد ولد عماد انصاری ۵۳۷

میاں منگی = محمد (مفتی)

میدی (حمیدہ) اہلیہ مشتاق احمد ۴۴۱

ن

نادرہ اہلیہ شاہ بدر الدینؒ ۵۹

Marfat.com

نادرہ بانو اہلیہ بدیع الدین ۵۷۸

ناصر الدینؒ (امام) سونی پتی ۳۵

ناصر الدین بن جمال الدین ۳۵۶، ۳۶۲

ناصر الدین بن بہاء الدین ۲۶۷، ۲۶۸

ناصر الدین ولد اللہ یار ۴۸۶

ناصر نذیر فراق دہلوی ۱۶۸، ۱۶۹

ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام ۲۰۵

ناظم الدین بن فیروز الدین ۳۶۰

نایاب اختر بن محمد آصف ۲۹۶

نثار احمد بن صدیق احمد ۳۴۴

نثار الحق بن انوار الحق ۲۲۲

نثار الحق ڈاکٹر بن عیاض الحق ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۳۲

نجف خاں (نواب) ۳۶۵

نجف علی بن شمس الدین ۳۹۳، ۵۷۸

نجف قلی خاں بخشی الملک ۵۳

نجم الثاقب بن لطیف الرحمٰن ۱۸۵

نجم الحق رہتکی ۵۷۹

نجم الدین بن غلام جیلانی ۳۱۷، ۳۲۲، ۳۲۴

نجم الدین بن معین الدین ۱۹۹

نجم الدین بن نسیم الدین ۳۰۲

نجم اللہؒ (شاہ) بن شاہ رزق اللہؒ ۳۳، ۳۸،
۳۹، ۵۰-۵۱، ۱۷۷، ۱۷۹،
۲۰۱، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲، حافظ عالم خاں
۵۱۰، دستخط ۵۵۰، ۵۵۶، ۵۵۰ و ۵۵
۶۳۸، ۶۴۰، عکس دستخط ۶۴۲

نجیب الدولہ (نواب) ۸۸، ۳۶۸

نجیب الدین تنویر بن حسیب الدین ۶۲۶

نجیب الدین شہید بن امیر الدین ۲۳۵،
۳۸۵ حاشیہ، ۳۹۰، ۳۹۲، ۳۹۶،
۵۸۱

نجیب النساء بنت مولوی صدر الدین ۵۸۰

ندیم احسان بن احسان احمد ۳۴۳

ندیم اختر بن محمد اسلم ۲۹۶

ندیم پرویز بن کبیر الدین ۲۵۹، ۲۶۱

نذیر احمد بن ڈپٹی منور احمد ۳۱۷، ۳۲۲،
۳۴۳، ۳۹۷

نذیر الدین بن وزیر الدین ۳۲۳، ۳۲۵

نرنجن داس ولد ستیل داس ۵۹۳

نسیم احمد امروہوی ۱۲۲

نسیم احمد بن کرنل نصیر الدین ۲۶۱

نسیم الدین بن علیم الدین ۳۰۲

نسیم اللہ بن انعام اللہ ۲۴۴

نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ ۳۹۹، ۴۰۰،
۴۰۱، ۴۰۲

نصر اللہ احرارؒ نصرتی (شاہ) بن شاہ رزق اللہؒ ۲۴،
۲۳، ۳۵، ۳۶، ۳۸-۴۹
۵۱، ۲۴۸، ۳۶۶

نصر اللہ بن فرحت اللہ ۲۴۳، ۶۲۵

نصرت علی بن حشمت علی ۳۱۲

نصرتی = شاہ نصر اللہؒ

نصرو (مولانا) سکنہ میم ۴۲۴
نصیر الدین ولد ابوالبرکات ۵۸۱
نصیر الدین (حافظ) دادری والے ۱۵۴
نصیر الدین (کرنل) بن سفیر الدین ۱۷۹، ۶۲۵
نصیر الدین بن محمد رستم محتسب ۱۳، 29
نصیر الدین بن منظور الدین ۲۸۲
نصیر خاں = محمد نصیر بن مفتی نظام الدین
نظار الحق بن اظہار الحق ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۵۱
نظام (مفتی) = نظام الدین (مفتی)
نظام الحق میمی ۵۸۹
نظام الحق بن رمضان الحق ۲۳۱
نظام الدین اولیاؒ ۱۰
نظام الدین بن حفیظ الدین ۳۶۲
نظام الدین بن شمس الدین بن عظیم الدین ۵۸۰
نظام الدین (مولوی) بن شمس الدین بن صدر الدین
۱۲۷ - ۱۳۰، ۱۹۸، ۲۲۶، ۴
نظام الدین بن ظہیر الدین ۲۸۹
نظام الدین بن قاضی عبدالاول ۱۷
نظام الدین بن فخر الدین ۶، ۲۳۴، ۴۷۵،
۴۷۷، ۴۹۲
نظام الدین بن قاسم علی ۱۸۷
نظام الدین بن قیام الدین ۲۸۰
نظام الدین (مفتی) بن مفتی محمد ۱۳، 23،
۱۷۶، ۱۷۷، ۳۶۶، تعداد اولاد
۴۵۲، ۴۶۴، ۴۷۷، محمد نظام
۴۹۲، ۵۱۲، ۵۱۴، قسمت نامہ جائیداد
۵۱۳، ۵۲۱، مہر ۵۲۲، ۵۷۳،
۶۳۷، ۶۴۰، عکس مہر ۶۴۱
نظام الدین بن محمد امجد ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۹،
۵۵۷
نظام اللہ میمی ۵۱۶
نظام بخش بن ولی اللہ ۵۶۵
نظام علی بن محمد بخش ۵۸۹، ۵۹۲
نظر الاسلام بن حکیم شمس الاسلام ۲۷۱
نظیر الدین بن وجیہ الدین شہیدؒ ۲۸۳،
287، ۲۹۲ حاشیہ
نعمت اللہ بن قاضی محمد جیو ۱۵ حاشیہ،
۱۶ حاشیہ، ۵۲۲
نعیم (قاضی) ۵۲۳
نعیم الدین بن رشید الدین ۲۶۹
نعیم الدین بن معین الدین ۱۹۹
نعیم الدین بن بہال الدین ۲۸۰
نعیم الرحمٰن بن مطیع الرحمٰن ۱۹۶
نعیم النساء اہلیہ سیف الرحمٰن شہیدؒ ۴۶۴
نفیس الدین بن تاج الدین ۲۷۲، ۲۷۳-۲۷۴
نقیہ بنت عبداللہ زوجہ ولید ۶، ۶۲۲
نواب اختر بن محمد آصف ۲۹۶
نواب بیگم اہلیہ عنایت اللہ ۴۲۸
نواب علی بن حکیم محمد معشوق ۳۴۵
نواب ٹونک ۵۱۴، ۵۹۸

Marfat.com

نوازش علی بن ایوب علی ۳۱۱
نور قادری قمیصی تبریزیؒ ۵۵، ۴۸۵
نور گجراتی (شاہ) ۵۵، ۴۸۵
نورالاسلام بن عبدالسلام ۳۲۱، ۶۲۶
نورالحسن بن محمد اسحاق ۲۵۶، ۶۲۵
نورالحق بن صوفی افتخارالحق ۱۷۹، ۲۱۹،
۲۲۷، ۶۲۵
نورالحق قاضی بن محمد اسلم ۲۱، ۱۷۷، ۲۲۷،
۴۹۲، ۵۵۶
نورالدین بن غلام سرورالدین ۱۷۸، ۲۸۲
نوراللہ بن فرحت اللہ ۲۴۳
نورالہدیٰ بن مصباح الدین ۳۳۴، ۶۲۶
نوربانو ۵۲۹، ۵۳۰
نور بی بی بنت شیخ عبداللہ محتسب ۲۸،
۲۹، ۴۱، ۵۳۸
نورمحمد کاہنوری (حاجی) ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷
نورمحمد (مولوی) سکنہ رانیہ ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۱۰،
۵۰۳، ۵۰۴، ۵۱۴، تحریر ۵۸۳
نورمحمد ولد قاضی اجمل ۵۱۹
نہال الدین بن انیس الدین ۱۸۰، ۲۷۹،
۲۸۰
نیازالحق بن ڈاکٹر نثارالحق ۲۱۹
نیر احسان بن احسان احمد ۳۴۲
نیر علی بن ایوب علی ۳۱۱
نیر واسطی (حکیم) ۱۷۳

و

واجد علی نواب لکھنؤ ۳۰، ۲۲۶، ۳۸۶
واجدہ اہلیہ شاہ غلام جیلانیؒ ۶۴
واحد علی وکیل بن ولایت علی ۳۶۱
وارث علی بن احمد علی ۳۶۱
واصف علی بن محمد معشوق ۳۴۶
واقدی (مورخ) ۴۹۶
وثیق الدین بن لئیق الدین ۳۳۳
وجاہت حسین وزیر تعلیم جموں و کشمیر ۶۱۲
وجیہہ الدین شہید بن شہاب الدین ۱۷۸،
۱۸۲، ۲۸۳، ۲۸۶، ۳۸۵، ۳۹۰،
۳۹۲، ۳۹۶
وجیہہ الدین ولد حیات علی چشتی ۵۸۱
وجیہہ بخت اہلیہ احمد حسن ۲۱۴، ۴۴۴
وحید اختر بن ولی الدین ۲۰۸، ۶۲۶
وحیدالحق بن احتیاج الحق ۲۳۴
وحیدالدین بن فیروزالدین ۳۶۰
وحیدالدین بن ظہورالدین ۱۷۹، ۱۹۰
وحیدالدین قمیم (ڈاکٹر) بن طبیب الدین ۳۰۸
وحیدالدین نیرنگ کاکوروی ۱۸۳
وزیرالحق بن بہرام الحق ۲۳۷، ۲۳۸، ۳۸۶
وزیرالدولہ نواب ٹونک ۳۸۶
وزیرالدین بن شاہ عبدالغنیؒ ۱۲۵، ۱۵۶،
۳۲۳، ۳۲۵، ۵۳۳، ۵۹۶
وزیرالدین بن وجیہہ الدین ۲۸۳، ۲۸۵-۲۸۶

Marfat.com

وزیر اللہ بن صدیق اللہ ۴۳۴
وزیر علی بن پیر علی ۳۶۱
ویسٹرن (ریورنڈ ایف جے) ۱۶۲
وسیم الدین بن عبد الحفیظ ۳۲۶
وضاحت حسن (قاری) بن قاری فیض الحسن ۲۶، ۵۵، ۶۰، ۷۴، ۷۶، ۸۰، ۱۱۳، ۲۶۴، ۲۷۰، ۴۷۴، ۴۷۷، ۴۸۵
ولایت علی بن پیر علی ۳۵۶، ۳۶۱
ولزلی (لارڈ) گورنر جنرل ۳۶۸
ولی الدین بن وحید الدین ۶۲۴، ۶۲۸
ولی الدین بن رئیس الدین ۲۸۸، ۶۲۵
ولی اللہ خاں سپرنٹنڈنٹ آثار قدیمہ ۵۱۱
ولی اللہ (حکیم) بن احسن اللہ ۳۱، ۳۸۶
ولی اللہ (شاہ) محدث دہلوی ؒ ۵، ۴۱، ۴۵۳، ۴۵۶
ولی اللہ بن غلام حسین ۱۷۹، ۱۹۰
ولی بیگ رئیس ہانسی (مرزا) ۱۲۴

ھ

ہادی ہریانہ = شاہ محمد رمضان شہیدؒ
ہارون بن منظور احمد ۳۱۹
ہاشم ولد ابی بکر ولد عبد اللہ ۶۲۲
ہاشم ولد عبد مناف ۴۹۷
ہاشم علی دہلوی (میر) ۱۱۷
ہدایت شاہ ؒ جھمی ۳۶۶
ہدایت اللہ (قاضی) بن قاضی عماد الدین ۱۳، ۱۴، ۲۲، ۱۷۶، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۹۲
ہڈسن (کیپٹن) ۳۶۲، ۳۹۱
ہر پرشاد قانونگو جھم ۵۴۴
ہزبر الدین بن شہاب الدین ۱۷۸، ۲۸۸
ہمایوں بادشاہ ۴۸۶
ہمایوں فر بن سفیر الدین ۱۷۹، ۲۶۲، ۶۲۵
ہمایوں فر بن سلطان احمد ۲۹۷
ہمت اللہ بن محمد مداری ۳۱۶، ۳۴۷، ۳۴۸ - ۳۴۹
ہمت خاں = ہمت اللہ
ہوشدار خاں ولد ملوک خاں ۵۹۷
ہوشناک ؒ (میاں) سکنہ اکاں والی ۱۲۴
ہیبت شاہ جاجو جھم ۵۲۳
ہیلی (لارڈ ڈبلیو ایچ) ۱۴۵، ۳۷۹

ی

یٰسین الدین بن یامین الدین ۳۰۶
یامین الدین بن معین الدین ۳۰۶
یزید ولد معاویہؓ ۵
یوسف احسان بن احسان احمد ۳۴۳
یوسف علی بن مطلوب علی ۱۷۹، ۲۵۰
یونس علی بن برکت علی ۳۶۱

Marfat.com

قطعاتِ تاریخ طبعِ کتاب ہذا

(۱)

ازشاعرِ بیشوا بیانِ فخرِ تاریخ گویاں جناب سیّد خورشید علی مہر تقوی جےپوری مقیم کراچی

در حالِ خاندانِ محمد قوام دیں
منظورِ حق نوشت چہ گلریز تذکرہ
اے مہر! یافتم پئے تالیف ایں کتاب
تاریخ دلپذیر "دلآویز تذکرہ"

۸۳ ھ ۱۳

(۲)

ازجناب قاضی امین الرحمٰن امین صدیقی

بیانِ اولادِ سیدنا قاضی قوام الدین

۸۳ ھ ۱۳

خوشا نمونۂ اسلاف نکتہ داں منظور
کہ ایں نگارشِ زیبا بوئے مبارک باد
نوشت تذکرۂ دودۂ قوام الدین رح
فقیہہ و زبدۂ الباب و قدوۂ امجاد
امین از پئے تاریخِ طبعِ ایں تالیف
بگو "لطائفِ حکمت، مآثر الاجداد"

۸۳ ھ ۱۳

Marfat.com

ترانۂ قومی

پاک سرزمین شاد باد ۔ کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ۔ ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام ۔ قوتِ اخوتِ عوام
قوم ملک ۔ سلطنت ۔ پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال ۔ رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی ۔ شانِ حال ۔ جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

برائے نورِ چشم احمد رضا سلمہ ——— حفیظ
11/4/62

Marfat.com

Marfat.com